تحفۃ المسلم
شرح صحیح مسلم (اردو)
جلد اول
المقدمہ۔کتاب الطہارۃ (حدیث 1 تا 612)
تالیف
ابو الحسین مسلم بن الحجاج بن مسلم بن ورد بن کرشاذ القشیری النیشاپوری
ترجمہ وفوائد مع شرح ومفردات:
محدث عصر فقیہ الشیخ مولانا عبد العزیز علوی
نظرثانی
حافظ عبد السلام بن محمد
تخریج الاحادیث
محمد عثمان درویش
تقریظ
مولانا ارشاد الحق اثری
نعمانی کتب خانہ
حق سٹریٹ اردو بازار لاہور
042-37321865

نام کتاب

تحفۃ المسلم
جلد اول

شرح صحیح مسلم (اردو)

ابو الحسین مسلم بن الحجاج بن مسلم بن ورد بن کرشاذ القشیری النیشاپوری

ترجمہ و فوائد مع شرح و مفردات محدث العصر فضیلۃ الشیخ مولانا عبد العزیز علوی حفظہ اللہ

نظر ثانی: حافظ عبد السلام بن محمد حفظہ اللہ
تخریج الاحادیث: محمد عدنان درویش حفظہ اللہ
تقریظ: مولانا ارشاد الحق اثری حفظہ اللہ

مقدمہ و سوانح: صلاح الدین علی عبد الموجود
ترقیم الاحادیث: فواد عبد الباقی رحمہ اللہ

تاریخ اشاعت: فروری 2017ء
مطبع: علی آصف پرنٹرز لاہور
ناشر: نعمانی کتب خانہ، حق سٹریٹ اردو بازار لاہور

NOMANI KUTAB KHANA
Haq Street Urdu Bazar, Lahore-Pakistan Tel: 042-37321865
E-Mail: nomania2000@gmail.com

تحفۃ المسلم
شرح صحیح مسلم (اردو)
ابو الحسین مسلم بن الحجاج بن مسلم بن دروین بن کرشاد القشیری النیشاپوری
جلد اول
المقدمہ۔ کتاب الطہارۃ (حدیث 1 تا 612)
ترجمہ وفوائد مع شرح ومفردات
محدث العصر فضیلۃ الشیخ مولانا عبد العزیز علوی حفظہ اللہ
نظر ثانی
حافظ عبد السلام بن محمد حفظہ اللہ
تخریج الاحادیث
محمد عدنان درویش حفظہ اللہ
تقریظ
مولانا ارشاد الحق اثری حفظہ اللہ
مقدمہ وسوانح
صلاح الدین علی عبد الموجود
ترقیم الاحادیث
فواد عبد الباقی حفظہ اللہ
نعمانی کتب خانہ
حق سٹریٹ
اردو بازار لاہور
042-37321865

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فہرستِ مضامین

(جلد اول)

تحفۃ المسلم
صحیح مسلم مترجم اردو
جلد اول

فهرست

عرضِ ناشر

نحمده ونصلی علی رسوله الکریم، اما بعد:

رب تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ۝ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى ۝﴾ [النجم: ۳، ٤]

''اور آپ (ﷺ) اپنی خواہش سے کچھ نہیں بولتے، بلکہ وہ (آپ کا کلام) تو وحی ہوتا ہے جو آپ کو القاء کیا جاتا ہے۔''

مسلمانوں تک احادیث رسول ﷺ کا گراں قدر سرمایہ پہنچانے کے لیے ائمہ حدیث نے بڑی محنتیں کی ہیں اور بہت مشقت اٹھا کر لمبے لمبے اسفار کیے ہیں۔ بے پناہ تگ ودَو اور جہدِ مسلسل کے بعد ائمہ کرام رحمہم اللہ نے کتب حدیث کے کئی مجموعے مرتب کیے۔ گلشنِ حدیث کے ان رنگارنگ پھولوں میں سے ہر ایک کی الگ الگ خوشبو ہے۔ ہر ایک اپنا خاص مقام رکھتا ہے اور ہر کسی کے اپنے اپنے امتیازات ہیں۔ حدیث کی ضیاپاشیوں سے چمکتے ہوئے آسمان پر ایک دمکتا ستارہ ''صحیح مسلم'' کے نام سے معروف ہے، جسے امام المحدثین مسلم بن حجاج القشیری رحمہ اللہ نے مرتب کیا ہے۔ امام موصوف نے پہلے چار لاکھ احادیث جمع کیں اور پھر ان میں سے ایک لاکھ مکرر احادیث کو ترک کر کے تین لاکھ احادیث کو پرکھنا شروع فرمایا۔ جو احادیث ہر اعتبار سے مستند ثابت ہوئیں ان کا انتخاب کر کے صحیح مسلم میں جمع کیا۔ پندرہ سال کی جدوجہد اور کاوش کے بعد یہ اہم کتاب مکمل ہوئی۔ اس میں تقریباً سات ہزار احادیث ہیں، جن میں سے متعدد احادیث ایک سے زیادہ مرتبہ ذکر کی گئی ہیں۔ غیر مکرر احادیث کی تعداد تقریباً چار ہزار ہے۔

صحیح مسلم کا مقدمہ بعض وجوہ سے بڑی اہمیت کا حامل ہے۔ اس مقدمہ میں وجہ تالیف کے علاوہ فن روایت کے بہت سے فوائد جمع کیے گئے ہیں۔ امام موصوف نے یہ مقدمہ تحریر کر کے فن اصول حدیث کی بنیاد قائم کر دی ہے۔ اس مقدمہ کی خصوصی اہمیت کی وجہ سے اس کی مستقل شروحات بھی لکھی گئی ہیں۔

حدیث کی متعدد کتابیں تحریر کی گئی ہیں مگر اہل علم نے چھے کتابوں کو زیادہ مستند و معتبر قرار دے کر انھیں صحاح ستہ

(چھ صحیح کتابوں) کا خطاب دیا ہے، یعنی صحیح بخاری، صحیح مسلم، سنن نسائی، سنن ابوداؤد، جامع ترمذی اور سنن ابن ماجہ۔ ان کتابوں میں سے صحیح بخاری و صحیح مسلم کو سب سے زیادہ مستند قرار دیا ہے۔ صحیح بخاری و صحیح مسلم میں کون سی کتاب زیادہ معتبر اور کس کتاب کا مقام بلند ہے؟ اکثر علماء و محدثین نے صحیح بخاری کو صحیح مسلم پر فوقیت و فضیلت دی ہے، البتہ بعض محدثین و علماء نے صحیح مسلم کو صحیح بخاری پر فوقیت دی ہے۔

حافظ عبدالرحمٰن بن علی الربیع یمنی شافعی رحمہ اللہ نے تحریر کیا ہے کہ صحت میں صحیح بخاری اور حسن ترتیب میں صحیح مسلم قابل ترجیح ہے۔

شیخ ابوعمر بن احمد بن حمدان بیان کرتے ہیں کہ میں نے شیخ ابوالعباس بن عقدہ رحمہ اللہ سے دریافت کیا کہ بخاری و مسلم میں سے کسے فوقیت حاصل ہے؟ فرمایا: دونوں محدث ہیں۔ میں نے پھر دوبارہ دریافت کیا تو فرمایا: امام بخاری رحمہ اللہ اکثر اسماء و کنی کے مغالطہ میں آ جاتے ہیں مگر امام مسلم رحمہ اللہ اس مغالطہ سے بری ہیں۔ غرضیکہ مسلم کے متون کا حسن سیاق، تلخیص طرق اور ضبط انتشار صحیح بخاری پر بھی فائق ہے۔ متونِ احادیث کو موتیوں کی طرح ایسے روایت کیا ہے کہ احادیث کے معانی چمکتے چلے جاتے ہیں۔

شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ رقم فرماتے ہیں کہ صحیح مسلم میں خصوصیت کے ساتھ فن حدیث کے عجائبات بیان کیے گئے ہیں اور ان میں اخص الخصوص متون کا حسن سیاق ہے۔ روایت میں تو آپ کا ورع تام اور احتیاط اس قدر ہے کہ جس میں کلام کرنے کی گنجائش نہیں۔ اختصار کے ساتھ طرقِ اسانید کی تلخیص اور ضبط انتشار میں یہ کتاب بے نظیر واقع ہوئی ہے۔

امام مسلم رحمہ اللہ نے اپنی صحیح میں یہ شرط لگائی ہے کہ وہ اپنی کتاب میں صرف ان احادیث کو بیان کریں گے جسے کم از کم دو ثقہ تابعین نے دو ثقہ راویوں سے نقل کیا ہو اور یہی شرط تمام طبقات تابعین اور تبع تابعین رحمہم اللہ میں ملحوظ رکھی ہے، یہاں تک کہ سلسلہ روایت امام مسلم رحمہ اللہ پر آ کر ختم ہو جائے۔ امام مسلم رحمہ اللہ راویوں کے اوصاف میں صرف عدالت کو ملحوظ نہیں رکھتے بلکہ شرائط شہادت کو بھی پیش نظر رکھتے ہیں جبکہ امام بخاری کے نزدیک اس قدر پابندی نہیں ہے۔ امام مسلم رحمہ اللہ نے ہر حدیث کو جو اس کے لئے مناسب مقام تھا، وہیں ذکر کیا ہے اور اس کے تمام طُرق کو اسی مقام پر بیان کر دیا ہے اور اس کے مختلف الفاظ کو ایک ہی مقام پر بیان کر دیا ہے تاکہ طالبِ علم کو آسانی ہو، البتہ یہ بات صحیح بخاری میں نہیں ہے، نیز صحیح مسلم کی ایک امتیازی صفت یہ ہے کہ امام مسلم نے اپنی کتاب میں تعلیقات بہت کم ذکر کی ہیں برخلاف امام بخاری رحمہ اللہ کے کہ ان کی کتاب میں تعلیقات بکثرت ہیں۔

الغرض! صحیح مسلم اپنی بے شمار خوبیوں کے باعث ایک اعلیٰ اور امتیازی مقام رکھتی ہے۔ اسی طرح امتیاز کی وجہ

سے ہم نے یہ ارادہ کیا کہ اس پر ایک علمی شرح لکھوا کر زیورِ طباعت سے آراستہ کی جائے۔ اشاعت حدیث کے میدان میں نعمانی کتب خانہ کو تاریخی اعزاز حاصل ہے کہ اس کے زیر اہتمام صحاح ستہ کی تمام کتب پاکستان میں پہلی بار اُردو ترجمہ کے ساتھ شائع کی گئیں جنہیں عوام میں بے حد پذیرائی ملی۔

اب موجودہ دور میں اس کے ساتھ ساتھ علوم حدیث کے شائقین کے لیے نعمانی کتب خانہ کی طرف سے صحاح ستہ کی ان اہم ترین کتب کی عظیم الشان شروحات بھی پیش خدمت ہیں، اس سلسلہ کی پہلی کتاب ''**تحفۃ المسلم شرح صحیح مسلم**'' پیش خدمت ہے۔

اور عنقریب اگلی کتاب ''**تحفۃ الاحوذی شرح جامع الترمذی**'' (از للامام الحافظ ابی العلاء محمد عبدالرحمٰن ابن عبدالرحیم المبارکپوری رحمہ اللہ) کا اردو ترجمہ (از مولانا ابو یاسر و حافظ رضوان عبداللہ حفظہما اللہ) آپ کی خدمت میں پیش کیا جائے گا۔

اس سے قبل ہمارے ادارہ کی جانب سے درج ذیل کتب احادیث کی شروحات قارئین کی خدمت میں پیش کیے جا چکے ہیں:

1. امام محمد بن اسماعیل البخاری رحمہ اللہ کی الجامع الصحیح کی شرح تیسیر الباری (چھے جلد) از علامہ وحید الزماں رحمہ اللہ اور اس کے بعد اس کتاب کی دوسری شرح مولانا داؤد راز دہلوی رحمہ اللہ کی آٹھ جلدوں پر مشتمل، نیز صحیح مسلم کی چھ جلدوں پر مشتمل مختصر شرح نووی از امام نووی رحمہ اللہ اردو قالب از وحید الزماں رحمہ اللہ۔
2. فقہی احکام پر مشتمل امام شوکانی رحمہ اللہ کی مایہ ناز کتاب الدرر البھیّۃ کی گراں قدر شرح ''**فقہ الحدیث**'' از ڈاکٹر حافظ عمران ایوب لاہوری حفظہ اللہ۔
3. حافظ عبدالغنی المقدسی رحمہ اللہ کی مشہور و معروف کتاب ''**عمدۃ الاحکام من کلام خیر الانام**'' کی شرح ''**ضیاء الکلام شرح عمدۃ الاحکام من کلام خیر الانام**'' اردو قالب از مولانا محمود احمد غضنفر رحمہ اللہ۔
4. علامہ ابن دقیق العید رحمہ اللہ کی معرکۃ الآراء کتاب ''**الالمام باحادیث الاحکام**'' کا اردو ترجمہ ''**ضیاء الاسلام شرح کتاب الالمام باحادیث الاحکام**'' اردو قالب از مولانا محمود احمد غضنفر رحمہ اللہ۔
5. حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ کی مایہ ناز کتاب ''**بلوغ المرام**'' کی شرح ''**تفہیم الاسلام**'' تحقیق و افادات از علامہ ناصر الدین البانی رحمہ اللہ، مترجم و شارح الشیخ حافظ عباس انجم گوندلوی۔

اور اسی کتاب کی دوسری شرح ''**فقہ الاسلام**'' تحقیق و افادات از مولانا ڈاکٹر عمران ایوب لاہوری حفظہ اللہ اور عنقریب اس کتاب کی تیسری شرح ''**تلخیص سبل السلام شرح بلوغ المرام**'' مترجم از محمد سلیمان کیلانی رحمہ اللہ

ان شاء اللہ ہدیہ قارئین کی جائے گی۔

ہم اس کتاب کے شارح حضرت مولانا عبدالعزیز علوی ﷾ کے بے حد ممنون ہیں جنھوں نے نعمانی کتب خانہ کی حدیث کی اشاعتی خدمات اور والدِ گرامی سے دیرینہ رفاقت اور محبت کی بناء پر ہمیں اس کارِ خیر کو منصۂ شہود پر لانے کی سعادت بخشی۔ باوجود یکہ ان کی اس عظیم المرتبت خدمتِ حدیث کی اشاعت کے لیے دیگر کئی نامور ادارے بھی خواہش مند تھے مگر شیخِ محترم نے ہم ہی پر کامل اعتماد کرتے ہوئے اس کتاب کے حسنِ اشاعت کا اعزاز بخشا۔ ہم نے اللہ تعالیٰ کا بے حد شکر بجالاتے ہوئے اس ذمہ داری کو بخوبی نبھانے کی کوشش کی ہے۔

حضرت الاستاذ نے بڑی محنت کے ساتھ اپنے علمی رشحات کو قلمبند کیا اور صحیح مسلم کی یہ ایسی شرح تالیف فرمادی ہے جو بلاشبہ علماء وطلباء کے ہاں لائقِ ستائش ہونے کے ساتھ ساتھ عوام کی نظروں میں بھی مقبول ہوگی۔ ان شاء اللہ

آخر میں ہم حافظ فیض اللہ ناصر ﷾ (جن کی متعدد کتابیں ہمارے ادارے سے شائع ہو چکی ہیں) اور بھائی عبدالقدوس (تلمیذ رشید مولانا عبدالعزیز علوی ﷾) کے بے حد مشکور ہیں جن کی وساطت سے یہ سعادت نعمانی کتب خانہ کے حصے میں آئی۔

اس کتاب کے شروع سے آخر تک کئی ایک اہل علم وفن نے حصہ لیا، اس کتاب کی نظر ثانی و تصحیح فضیلۃ الشیخ ''مولانا عبدالسلام بھٹوی ﷾'' نے کی، پروف ریڈنگ حافظ سعید الرحمٰن اور حافظ ثناء اللہ تبسم نے کی اور اس کتاب کی کمپوزنگ و ڈیزائننگ کی ذمہ داری حسن خان، ابتسام حمید اور امجد خلیل نے بخوبی نبھائی۔ اللہ تعالیٰ ان تمام افراد کے ساتھ ساتھ ان احبابِ گرامی بل خصوص (ڈاکٹر حافظ عمران ایوب، حافظ ابوبکر، حافظ عمر فاروق فیصل آباد، قاری سجاد قصوری) کو بھی اجرِ عظیم سے نوازے جو ہمارے ادارے کی کامیابی کے لیے دعا گو رہتے ہیں، مفید مشوروں سے نوازتے ہیں اور گاہے گاہے حوصلہ افزائی کرتے رہتے ہیں۔

بارگاہِ الٰہی میں یہ بھی التجا ہے کہ وہ ہماری اس کاوش کو شرفِ قبولیت بخشتے ہوئے ہمارے والدین اور اساتذہ کے لیے بھی صدقہ جاریہ بنادے۔ آمین!

گر قبول افتد زہے عز و شرف

خادم کتاب وسنت

محمد ضیاء الحق نعمانی

عرضِ مترجم

اللہ تعالیٰ نے اس کائنات کو انسان کے امتحان اور آزمائش کے لیے پیدا فرمایا، فرمان باری تعالیٰ ہے:
﴿وَ هُوَ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ وَّ كَانَ عَرْشُهٗ عَلَى الْمَآءِ لِيَبْلُوَكُمْ اَيُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا وَ لَئِنْ قُلْتَ اِنَّكُمْ مَّبْعُوْثُوْنَ مِنْ بَعْدِ الْمَوْتِ لَيَقُوْلَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ﴾ (ھود: ۷)

''اور وہی ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ دنوں میں پیدا کیا اور اس کا عرش پانی پر تھا، تاکہ وہ تمھیں آزمائے کہ تم میں سے کون عمل میں زیادہ اچھا ہے۔ اور یقیناً اگر تو کہے کہ بے شک تم موت کے بعد اٹھائے جانے والے ہو تو وہ لوگ جنھوں نے کفر کیا، ضرور ہی کہیں گے یہ تو کھلے جادو کے سوا کچھ نہیں۔''

اور ''احسن عملا'' کی اللہ تعالیٰ نے ان الفاظ میں توضیح وتفسیر فرمائی ہے ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اِنَّا لَا نُضِيْعُ اَجْرَ مَنْ اَحْسَنَ عَمَلًا﴾ (الکھف: ۳۰) ''بے شک وہ لوگ جو ایمان لائے اور انھوں نے نیک اعمال کیے، بے شک ہم اس کا اجر ضائع نہیں کرتے جو اچھا عمل کرے۔''

گویا ایمان اور عمل صالح کرنا ہی احسن عمل ہے، لیکن انسان اپنے طور پر ایمان کا مفہوم ومعنی اور اس کے تقاضے اور مطالبات پوری طرح نہیں جان سکتا اور نہ ہی عمل صالح کی تفصیلات سے آگاہ ہو سکتا ہے، اس لیے اللہ تبارک وتعالیٰ نے پورے انسانوں کے باپ آدم علیہ السلام کو نبی بنایا اور وحی نبوت کا سلسلہ شروع کیا، جس کا اختتام حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر کیا۔ اور کامیابی وکامرانی کا تحفہ انھی کے سر پر رکھا جنھوں نے اللہ کے رسولوں کی پیروی اور فرمانبرداری کی، فرمایا:
﴿فَمَنِ اتَّبَعَ هُدَايَ فَلَا يَضِلُّ وَ لَا يَشْقٰى﴾ (طه: ۱۲۳)

''جو میری ہدایت اور رہنمائی کے پیچھے چلا تو وہ میری راہ سے نہیں بھٹکے گا اور نہ ہی مصیبت میں پڑے گا اور نہ ناکام ہوگا۔''

اور اللہ تعالیٰ کی آخری ہدایت کتاب وحکمت ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:
﴿وَ اَنْزَلَ اللّٰهُ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ وَ عَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ وَ كَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيْمًا﴾ (النساء: ۱۱۳)

''اور اللہ نے تجھ پر کتاب اور حکمت نازل فرمائی اور تجھے وہ کچھ سکھایا جو تو نہیں جانتا تھا اور اللہ کا فضل تجھ پر ہمیشہ سے بہت بڑا ہے۔''

اور ہمیں اس کتاب وحکمت کی اطاعت واتباع کا حکم دیا۔

﴿وَاذْكُرُوا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَ مَآ اَنْزَلَ عَلَيْكُمْ مِّنَ الْكِتٰبِ وَ الْحِكْمَةِ يَعِظُكُمْ بِهٖ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ﴾ (البقرة: ۲۳۱)

''اور اپنے اوپر اللہ کی نعمت یاد کرو اور اس کو بھی جو اس نے کتاب وحکمت میں سے تم پر نازل کیا ہے، وہ تمھیں اس کے ساتھ نصیحت کرتا ہے اور اللہ سے ڈرو اور جان لو کہ اللہ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے۔''

اور کتاب قرآن مجید ہی کا دوسرا نام ہے اور حکمت بقول صاحب تاج العروس: ((الحکمة العدل فی القضاء والعلم بحقائق الأشياء علی ماهی عليه والعمل بمقتضاه وهذا انقسمت الی علمية وعملية)) (تاج العروس فصل الحاء من باب المیم)

حکمت فیصلہ میں عدل کرنا اور اشیاء کی اصل اور صحیح کو جان لینا اور اس صحیح علم پر عمل پیرا ہونا ہے، اس لیے اس کی دو قسمیں ہیں، حکمت علمی یعنی اشیاء کی ماہیت وحقیقت کا صحیح علم اور دوسری قسم حکمت عملی یعنی علم کے تقاضے کے مطابق اس پر عمل کرنا۔ اور یہ بات طے ہے کہ ان تینوں چیزوں کا علم ہمیں صرف حدیث وسنت سے ہی حاصل ہوسکتا ہے اور وہ حکمت جس کی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے گھروں میں تلاوت ہوتی تھی، حدیث وسنت ہی ہے۔

﴿وَاذْكُرْنَ مَا يُتْلٰى فِيْ بُيُوْتِكُنَّ مِنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ وَ الْحِكْمَةِ﴾ (الاحزاب: ۳۴)

''اور تمھارے گھروں میں اللہ کی جن آیات اور حکمت کی تلاوت کی جاتی ہے انھیں یاد کرو۔''

اللہ تعالیٰ نے جس کتاب وحکمت کی تعلیم اپنے رسول ﷺ کو دی تھی آپ نے اس کی تعلیم اپنی امت کو دی۔ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿وَ يُعَلِّمُكُمُ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ وَ يُعَلِّمُكُمْ مَّا لَمْ تَكُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ﴾ (البقرة: ۱۵۱)

''اور تمھیں وہ کتاب وحکمت کی تعلیم دیتا ہے اور تمھیں وہ کچھ سکھاتا ہے جو تم نہیں جانتے تھے۔''

اس لئے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بتاتے ہیں تعلمنا (النبی ﷺ) القرآن والعلم والعمل جميعاً، ہم نے حضور اکرم ﷺ سے قرآن پڑھنا، اس کے معانی ومطالب اور عمل سب کچھ سیکھا۔''

اور امت مسلمہ نے آپ کی حدیث وسنت کو مختلف مجموعوں میں جمع کیا ہے اور صحیح ترین مجموعہ کتب ستہ ہیں اور ان میں صحیحین کو اولیت حاصل ہے، صحیح بخاری کا درجہ پہلا ہے اور ثانی اثنین کا درجہ صحیح مسلم کو حاصل ہے، اس لیے ہر دور میں ان دونوں کی مخصوص اہمیت رہی ہے اور ان کی مختلف انداز میں شروحات کی جا رہی ہیں اور کی جاتی رہیں گی۔

اردو زبان کا دامن بھی اس سے خالی نہیں ہے اہل السنۃ کے مختلف مکاتب فکر نے اس کی شرح میں طبع آزمائی کی ہے اور کی جا رہی ہے اس کم علم اور کم سوار نے بھی خدمت حدیث کے جذبہ کے تحت صحیح مسلم کی اردو زبان میں شرح پیش کرنے کی جسارت کی ہے جو محض اللہ تعالیٰ کا کرم واحسان ہے اگر من آنم کہ من دانم اس

میں جو کچھ صحیح ہے وہ اللہ کی توفیق سے ہے اور اہل علم کی خوشہ چینی ہے جہاں کوئی غلط بات ہے وہ میرے علم کی کوتاہی اور نقص ہے اللہ تعالیٰ معاف فرمائے اور ناظرین باتمکین سے عرض ہے وہ نشان دہی فرما کر اجروثواب حاصل کریں تا کہ آئندہ ایڈیشن میں اس کی تصحیح ہو سکے، میں نے اس شرح میں ان چیزوں کا لحاظ رکھا ہے اور یہ سب کچھ مختلف شروحات سے ماخوذ ہے، میں نے تو محض مختلف پھولوں سے گلدستہ سجایا ہے، ❶ سب سے پہلے امام مسلم رحمہ اللہ کے مقدمہ کی تشریح وتوضیح کی ہے اور یہ مقدمہ امام مسلم رحمہ اللہ کا امتیازی وصف ہے، صحاح ستہ کے مؤلفین میں سے کسی نے اپنی کتاب کا مقدمہ نہیں لکھا، امام صاحب نے سب سے پہلے سبب تالیف کی وضاحت کی ہے پھر اسلوب تخریج احادیث کو تفصیلاً بیان کیا ہے اور راویوں کے بارے میں گفتگو کی ہے اور پھر بتایا کہ انھوں نے صرف احادیث صحیح کی تخریج کا اہتمام کیوں کیا ہے اور ضعیف اور منکر روایات کو کیوں نظر انداز کیا ہے کتاب وسنت سے اس کے دلائل فراہم کیے ہیں اس کے بعد یہ واضح فرمایا کہ آپ نے بکل ما سمع کے بیان کرنے سے کیوں منع فرمایا ہے، پھر دین میں سند کے مقام ومرتبہ کو اجاگر کیا ہے اور پھر رواۃ کی جرح و تعدیل کی ضرورت واہمیت کو بیان کیا ہے اور بتایا ہے یہ غیبت نہیں ہے اور بعض مجروح راویوں کا تذکرہ کیا ہے پھر معنعن روایات کے بارے میں بڑی تفصیلی بحث کی ہے اور اپنا موقف پیش کیا ہے اور اپنے مخالفین پر انتہائی تند وتیز تبصرہ کیا ہے اور میں نے اس مسئلہ میں صحیح موقف کی وضاحت کی ہے، پھر کتاب کا آغاز کتاب الایمان سے کیا ہے۔ ❷ امام صاحب نے اپنی کتاب کی احادیث کو انتہائی عمدہ اور مضامین کی ترتیب کے لحاظ سے لکھا ہے لیکن ان پر تراجم ابواب قائم نہیں کیے۔ تراجم امام نووی رحمہ اللہ نے قائم کیے ہیں اور ان میں اپنی شافعیت کا بھرپور لحاظ رکھا ہے میں نے تراجم کی وضاحت کی ہے اور ان کی مندرجہ احادیث سے تطبیق وتوثیق بھی بیان کی ہے۔

❸ پھر سند کا ترجمہ کیا ہے اگر کہیں اس میں کوئی اشکال ہے تو فوائد میں اس کو حل کیا ہے۔ ❹ متن کا مکمل ترجمہ کیا ہے کہیں بھی کسی لفظ کے ترجمہ کو نظر انداز نہیں کیا۔ ❺ متن کے ترجمہ کے بعد مفردات الحدیث کے عنوان کے تحت حدیث کے مشکل الفاظ کی لغوی تشریح کی ہے اور اگر کہیں ترکیب کے بیان کی ضرورت ہے تو اس کو بھی بیان کیا ہے۔ ❻ فوائد کے عنوان کے تحت حدیث کی مکمل تشریح کی ہے، اس کے فہم وتفہیم میں اگر کوئی اشکال ہے تو اس کو بھی حل کیا ہے۔ ❼ احادیث میں بیان کردہ احکام ومسائل کی ضروری توضیح وتفصیل بیان کر دی ہے۔

❽ احکام ومسائل کے سلسلہ میں شہسوار ائمہ کی آراء کو بھی بیان کر دیا ہے اور صحیح رائے کی بھی نشان دہی کر دی ہے اس میں کسی امام کے ساتھ کسی قسم کا تعصب روا نہیں رکھا ہے، احادیث کی روشنی میں صحیح موقف کی وضاحت کی ہے اور صحیح حدیث کی صورت میں کسی کے قول کو قبول نہیں کیا۔ ❾ بعض شارحین نے صحیح احادیث سے بعض غلط مسائل کے استنباط کی کوشش کی ہے ان کا بھی مناسب انداز میں جواب دیا ہے، لیکن احترام کو ملحوظ خاطر رکھا

ہے۔ ⑩ تمام اہل علم، چاہے ان کا تعلق کسی بھی مکتب فکر سے ہو ان کے علم کی قدر کرتے ہوئے ان کے لیے دعائیہ کلمات کا لحاظ رکھا ہے اور کسی قسم کا بخل روا نہیں رکھا۔

کچھ اور چیزیں بھی ہیں جن کا باوقار قارئین خود احساس کر لیں گے۔

تشریح و توضیح میں بہت طوالت بھی نہیں ہے اور خواہ مخواہ کتاب کا حجم نہیں بڑھایا۔

آخر میں سب سے پہلے اپنے دیرینہ دوست اور محترم ساتھی **"فضیلۃ الشیخ حافظ عبدالسلام بن محمد بھٹوی ﷾"** کا انتہائی شکرگزار ہوں کہ انھوں نے مکمل کتاب پر انتہائی جانفشانی اور اخلاص سے نظر ثانی فرمائی اور انتہائی باریک بینی اور دقیقہ رسی سے کام لیتے ہوئے بعض لغزشوں اور کوتاہیوں کی نشان دہی کی جن کو ملحوظ خاطر رکھا گیا ہے۔

جزاك الله أحسن الجزاء فی الدنیا والآخرة

پھر اپنے پیارے دوست اور محترم بھائی صاحب العلم والقلم **"مولانا ارشادالحق اثری صاحب ﷾"** بارك الله فی جهده کا شکرگزار ہوں کہ انھوں نے تقدیم کی صورت میں امام مسلم اور صحیح مسلم پر انتہائی فکرانگیز اور پر مغز باتوں کو ضبط تحریر میں لایا ہے اور اس کم علم کی بھی اچھے الفاظ میں حوصلہ افزائی فرمائی ہے اللہ تعالیٰ انھیں بھرپور صلہ عنایت فرمائے، سب سے آخر میں مکتبہ نعمانی کے پرخلوص اور دین دار مدیر مالک **"ضیاء الحق نعمانی ﷾"** وسلمه من الشرور والآفات کا شکرگزار ہوں جن کی محنت و کوشش اور تگ و دو سے یہ شرح انتہائی اعلیٰ اور عمدہ معیار کے ساتھ چھاپی جو ہمارے طالب علمی دور کے دوست **"مولانا بشیر احمد نعمانی ؒ"** کے صاحب زادے ہیں، اللہ تعالیٰ ان تمام احباب کے نامہ اعمال میں اس عمل کو درج فرمائے جنھوں نے کسی اعتبار سے بھی اس میں دلچسپی لی ہے اور اس کے باعث یہ کتاب اشاعت پذیر ہوئی ہے اللہ تعالیٰ میرے اس عمل کو میرے لیے اور میرے والدین کے لیے جن کی دعاؤں اور محنتوں کے سبب ہی میں کچھ ہوں اور میرے اہل و عیال کے لیے جنھوں نے میری مصروفیتوں کو برداشت کیا اور حرف شکایت لب پر نہیں لائے ذخیرہ آخرت بنائے اور اس کو شرف قبولیت بخشے اور لوگوں کے لیے اس کو مفید اور نافع بنائے۔ آمین صد ہزار بار۔

محتاج دعا

عبدالعزیز احمد اللہ علوی

رئیس هيئة التدريس

جامعہ سلفیہ فیصل آباد

۲۹ ربیع الاول ۱۴۳۸ھ، ۲۹ دسمبر ۲۰۱۶ء، جمعرات بعد از نماز ظہر

تقریظ

الحمدلله رب العالمین والصلاۃ والسلام علی سید الاولین والاخرین،
وعلی اٰله وصحبه ومن تبعهم باحسان إلی یوم الدین، أما بعد!

دوسری اور تیسری صدی ہجری کوحدیث کی ترویج وتحفیظ کا ذہبی دور ہے جس میں ہر سو قال قال رسول الله ﷺ کی صدا گونجتی تھی، حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے تذکرۃ الحفاظ میں آٹھویں طبقہ کے حفاظ کرام کا ذکر کرتے ہوئے بالآخر فرمایا ہے:

فهؤلاء المسمون فی هذه الطبقة هم ثقات الحفاظ، ولعل قد أهملنا طائفة من نظرائهم، فإن المجلس الواحد فی هذا الوقت كان یجتمع فیه أزید عن عشرة آلاف محبرة یكتبون الآثار النبویة و یعتنون بهذا الشأن، وبینهم نحو من مائتي إمام قد برزوا وتأهلوا للفتیا

(تذکرہ الحفاظ ج۷ ص ۵۲۹، ۵۳۰)

یہ اس طبقہ کے ثقہ حفاظ حدیث کے اسمائے گرامی ہیں اور ممکن ہے کہ ہم سے ان کے ہم پایہ ایک جماعت کا ذکر رہ گیا ہو، کیونکہ اس زمانے میں اس عظیم الشان علم کے قدر دانوں کی ایک ایک مجلس میں دس ہزار سے زیادہ کی تعداد احادیث لکھنے والوں کی ہوتی تھی اور ان میں تقریباً دوسو ایسے ممتاز امام ہوتے تھے جو فتوی نویسی کے اہل ہوتے تھے۔ امام بخاری رحمہ اللہ کے بارے میں کہ جب وہ بصرہ تشریف لے گئے تو اہل بصرہ نے احادیث املاء کروانے کا مطالبہ کیا تو دوسرے روز جب مجلس املاء منعقد ہوئی تو محدثین، فقہاء اور دیگر حاضرین کی تعداد ہزاروں میں تھی۔ (مقدمہ فتح الباری ص ۴۸۷)

صالح بن محمد بغدادی کہتے ہیں کہ بغداد میں امام بخاری رحمہ اللہ کی مجلس املاء میں بیس ہزار سے زائد لوگ ہوتے تھے۔ (الجامع للخطیب ج۲ ص۵۳)

امام بخاری کے استاد امام سلیمان بن حرب رحمہ اللہ المتوفی ۲۲۴ھ کے بارے میں حافظ ذہبی نے ذکر کیا ہے کہ بغداد میں جب تشریف لائے، مجلس املا منعقد ہوئی تو حاضرین مجلس کا جو اندازہ لگایا گیا وہ چالیس ہزار تھا، یہ مجلس قصر مامون کے قریب تھی، ایک منبر تیار کیا گیا امام سلیمان رحمہ اللہ اس پر تشریف فرما ہوئے، خود مامون اپنے محل کی بالائی منزل پر

دروازہ کھول کر بیٹھ گیا اور دروازے پر باریک پردہ لٹکا لیا، امام صاحب کے اردگرد سیاہ لباس پہنے ہوئے سپہ سالاروں کی ایک جماعت بھی براجمان تھی، امام صاحب نے املاء کی ابتدا کی تو "حدثنا حوشب بن عقیل" کہا اور یہ جملہ دس بار دہرایا، سامعین نے کہا آواز نہیں آتی پھر تین مستملیوں نے ان کی یہی آواز آگے پہنچائی، مگر ان کی آواز بھی سب تک نہ پہنچ پائی، حتی کہ طے پایا کہ ہارون مستملی آئے تو آواز پہنچ پائے گی، چنانچہ ہارون مستملی کو بلایا گیا، وہ آئے ان کی آواز بجلی کی مانند تھی، انھوں نے امام سلیمان کی بیان کی ہوئی احادیث املا کروائیں امام صاحب سے جس حدیث کے بارے میں دریافت کیا جاتا وہ اسے زبانی بیان فرما دیتے۔ (السیر ج۹ص۳۳۱۔تہذیب الکمال ج۸ص۲۶)

اسی قسم کا حال امام جعفر بن محمد ابو بکر الفریابی کی مجلس کا تھا امام جعفر فریابی ۲۰۷ھ میں پیدا ہوئے اور ۳۰۱ھ میں وفات پائی، جب وہ بغداد تشریف لائے تو وہاں شارع المنار کے قریب احادیث لکھوانے کا انھوں نے وعدہ کیا، چنانچہ جب مجلس املا منعقد ہوئی تو حاضرین کا اندازہ تیں (۳۰) ہزار تھا جبکہ املا کروانے والوں کی تعداد تین سو سولہ تھی۔ (السیر ج۱۴ص۹۸)

ابوالفضل الزہری کا بیان ہے کہ جب میں نے امام فریابی سے سماع کیا تب ان کی مجلس میں دس ہزار لکھنے والے تھے، باقی حاضرین ان کے علاوہ تھے، ان میں سے میرے سوا اب کوئی زندہ نہیں، یہ کہہ کے وہ آبدیدہ ہو گئے۔ (ایضاً)

امام مسلم ابراہیم بن عبداللہ رستہ الکجنی البصری المتوفی ۲۹۲ھ کے بارے میں ہے کہ جب انھوں نے بغداد کے رحبۂ غسان میں مجلس املا سجائی تو ساتھ مستملی تھے اور لوگ کھڑے ہوئے لکھ رہے تھے، جب اس میدان کی پیمائش کی گئی اور قلم دوات لے کر حاضر ہونے والوں کا اندازہ لگایا گیا تو ان کی تعداد چالیس ہزار سے زائد تھی۔ یہ منظر دیکھنے والے ان سے مستزاد تھے حافظ ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں یہ قصہ صحیح ثابت ہے جسے خطیب نے روایت کیا ہے۔ (التذکرۃ ج۲ص۶۲۱)

امام یزید بن ہارون کی مجلس میں ستر ہزار، عاصم بن علی کی مجلس میں تیں ہزار اور ابوالحسن الواسطی کی مجلس میں ایک لاکھ حاضرین ہوتے تھے۔

اس نوعیت کی بہت سی روایات و حکایات کو آخر کہاں تک نقل کیا جائے، ان واقعات سے عیاں ہوتا ہے کہ اس دور میں علم حدیث کا کتنا چرچا تھا اور اس کو جمع کرنے اور محفوظ کرنے میں کتنی دلچسپی تھی۔

حدیث کے ان خدام کی قدر و منزلت کا اندازہ آپ امام عبداللہ بن مبارک کے ''الرقہ'' میں ورود مسعود پر ان کے استقبال میں حاضر ہونے والوں کا جم غفیر دیکھ کر خلیفہ ہارون الرشید کی بیوی کے تبصرہ سے کر سکتے ہیں جس نے کہا تھا۔ "هذا والله الملك لا ملك هارون الذي لا يجمع الناس الا بشرط واعوان"

اللہ کی قسم یہ بادشاہ ہیں، ہارون بادشاہ نہیں، جس کے لیے لوگوں کو سپاہیوں اور کارندوں کے ذریعہ جمع کیا جاتا ہے۔ (تاریخ بغداد ج ۱۰ ص ۱۵۶)

امام احمد کے تلمیذ رشید امام ابوبکر احمد بن محمد المروزی جنھوں نے امام احمد کی وفات پر ان کی آنکھیں بند کیں اور غسل دیا تھا خطیب بغدادی نے ذکر کیا ہے کہ جب وہ ''الغزو'' روانہ ہوئے تو ان کو الوداع کہنے والوں کا یہ عالم تھا کہ وہ ''سامرا'' تک ساتھ چلتے گئے سامرا بغداد سے تیس فرسخ کی مسافت پر ہے، انھیں کہا گیا کہ واپس پلٹ جاؤ مگر وہ واپس نہ ہوئے، سامرا تک ساتھ جانے والوں کا جو اندازہ لگایا گیا وہ پچاس ہزار تھا۔ (تاریخ بغداد ج ۴ ص ۴۲۴، التذکرہ، الانساب)

امام بخاری رحمہ اللہ بھی جب بخارا تشریف لائے تو منظر دیدنی تھا لکھا ہے کہ بخارا سے ایک فرسخ تک لوگوں نے استقبالی خیمے لگائے، سارا شہر اُمنڈ آیا حتی کہ کوئی مرد شہر میں نہ رہا اور لوگوں نے ان پر درہم و دینار اور شکر نچھاور کی ہدی الساری ۴۹۲، السیر ج ۱۲ ص ۴۶۳)

اور جب نیشاپور تشریف لے گئے تو صرف گھوڑوں پر سوار استقبال کرنے والے چار ہزار تھے خچروں، گدھوں پر سوار اور پیادہ لوگ ان کے علاوہ تھے۔ (السیر ج ۱۲ ص ۴۳۷)

حضرات محدثین کی اس قدر افزائی اور مجالس علمی کو دیکھ کے خلیفہ مامون نے کہا تھا میں دنیا کی لذتوں میں سے صرف ایک لذت چاہتا ہوں کہ میرے پاس اصحاب الحدیث جمع ہوں اور مستملی مجھے کہے " من ذکرت اصلحك الله" اللہ تعالیٰ آپ کا بھلا کرے آپ کسے یاد رکھتے ہیں، یعنی کس سے روایت کرتے ہیں۔ (الجامع للخطیب وغیرہ ج ۲ ص ۵۵)

خلافت عباسی کا دوسرا فرماں روا ابوجعفر منصور سے پوچھا گیا کیا دنیا کی کوئی نعمت ولذت ایسی ہے جس سے تم محروم ہو؟ تو اس نے کہا ہاں! ایک خصلت ہے کہ میں چبوترے پر بیٹھا ہوا ہوں، اصحاب الحدیث میرے اردگرد بیٹھے ہوں اور مستملی کہیں اللہ آپ پر رحمت فرمائے آپ کس سے روایت کرتے ہیں؟ تو میں کہوں " حدثنا فلان قال: حدثنا فلان قال حدثنا فلان عن رسول الله ﷺ" چنانچہ رفقاء اور وزراء کے بیٹے دوسرے روز قلم، دوات اور رجسٹر لے کر حاضر ہو گئے تو ابوجعفر منصور نے کہا:

لستم بهم، إنما هم الدنسة ثيابهم، المشققة ارجلهم، الطويلة شعورهم، برد الآفاق ونقلة الحديث

(تاریخ الخلفاء ص ۲۶۶، ابن عساکر وغیرہ)

''تم اصحاب الحدیث نہیں، اصحاب الحدیث وہ ہیں جن کا لباس خاک آلود ہو، پاؤں ان کے پھٹے

ہوئے لمبے بالوں والے، دنیا میں گھومنے پھرنے والے اور حدیث کو سننے سنانے والے۔''

یحییٰ بن اکثم رحمہ اللہ فرماتے ہیں: میں قاضی، امیر اور وزیر رہا ہوں، مگر میرے کانوں میں مستملی کی اس آواز سے میٹھی آواز نہیں پڑی، "من ذكرت رضي الله عنك" اللہ تعالیٰ تم سے راضی ہو تم کس سے روایت کرتے ہو۔ (تہذیب ج۱۱ص۱۸۳)

اس سے اندازہ کیا جا سکتا ہے اس دور میں علم حدیث اور حضرات محدثین کی کیا آن بان اور شان تھی۔

اسی سنہری دور میں الامام الکبیر الحافظ الحجۃ ابو الحسین مسلم بن الحجاج بن مسلم بن ورد بن کوشاذ القشیری النیشاپوری ۲۰۴ھ یا ۲۰۶ھ میں پیدا ہوئے، ۲۱۸ھ میں چودہ سال کے تھے کہ تعلیم کا آغاز کیا، امام احمد بن حنبل، امام اسحاق بن راہویہ، امام محمد بن اسماعیل البخاری، امام علی بن المدینی، امام یحییٰ بن معین، امام عبداللہ بن مسلمہ القعنبی، محمد بن یحییٰ الذہلی رحمہم اللہ جیسے اعیان سے علم حاصل کیا، حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے امام مسلم کی الجامع الصحیح میں ان کے شیوخ کو حروف تہجی کے تحت ذکر کیا ہے جن کی تعداد ۲۲۰ ہے۔ (السیر ج۱۲ص۵۶۱)

اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے انھیں حفظ و ضبط کا وافر حصہ عطا فرمایا تھا، اسی بنا پر حفاظ حدیث میں شمار ہوتے تھے چنانچہ امام مسلم کے استاد امام محمد بن بشار بندار فرماتے ہیں۔

حفاظ الدنيا اربعة ابو زرعة بالرى، والدارمى بسمرقند
ومحمد بن اسماعيل بخارىٰ مسلم نيسا بور؟!

(تاريخ بغداد ج ٢ ص ١٢)

کہ دنیا کے حفاظ چار ہیں ''رَی'' میں ابو زرعہ عبید اللہ بن عبدالکریم الرازی، ''سمرقند'' میں عبیداللہ بن عبدالرحمٰن دارمی، ''بخارا'' میں محمد بن اسماعیل بخاری، ''نیساپور'' میں مسلم بن الحجاج القشیری۔

امام مسلم کے رفیق سفر امام احمد بن سلمۃ فرماتے ہیں:

رأيت أبازرعة وأبا حاتم يقدمان مسلما فى معرفة الصحيح على مشائخ عصرهما (تاريخ بغداد ج١٣ ص١٥١ وغيره)

میں نے امام ابوزرعہ اور امام ابوحاتم کو دیکھا دونوں امام مسلم کو معرفت حدیث میں اپنے زمانہ کے مشائخ پر ترجیح دیتے تھے۔''

امام مسلم کے استاد امام اسحاق بن راہویہ نے امام مسلم کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا اس جیسا کون ہوگا۔ (تاریخ بغداد ج۱۳ص۱۰۲)

ابو عمرو بن حمران فرماتے ہیں میں نے حافظ ابن عقدہ سے امام بخاری اور امام مسلم کے بارے میں دریافت کیا کہ دونوں میں زیادہ عالم کون ہے؟ تو انہوں نے فرمایا امام بخاری بھی عالم ہیں اور امام مسلم بھی عالم ہیں، میں نے بتکرار یہی سوال کیا تو انہوں نے فرمایا: امام بخاری سے شامی راویوں کے بارے خطا اور تسامح ہو جاتا ہے کیونکہ انھوں نے اہل شام کی کتابوں سے استفادہ کیا ہے، بسا اوقات ایک راوی کو کنیت سے ذکر کرتے ہیں اور اسی کو دوسرے مقام پر نام سے ذکر کرتے ہیں اور وہ سمجھتے ہیں کہ یہ دو راوی ہیں، رہے امام مسلم تو ان سے العلل میں بہت کم خطا ہوئی ہے، کیونکہ انھوں نے مقطوع، مراسیل کو نہیں لکھا صرف مسانید کو قلم بند کیا ہے۔ (تاریخ بغداد ج ۱۳ ص ۱۰۲)

امام ابن مندہ کا یہ تبصرہ من وجہ محل نظر ہے، امام بخاری نے سچ فرمایا تھا:

هولاء لم يفهموا كيف صنفت كتاب التاريخ ولا عرفوه (تاريخ بغداد ج ۲ ص ۷)

یہ لوگ اس حقیقت سے بے خبر ہیں کہ میں نے ''کتاب التاریخ'' کیسے مرتب کی ہے۔ یہ بحث یہاں بے محل ہے، البتہ امام ابن مندہ کے اس قول سے امام مسلم کی عظمت کا پتا چلتا ہے۔

یہ اور اسی نوعیت کے دوسرے اقوال جنھیں خطیب بغدادی، علامہ نووی، حافظ ذہبی اور حافظ ابن کثیر رحمہم اللہ وغیرہ نقل کیا ان سے امام مسلم کی شخصیت علم حدیث اور علل الحدیث میں ان کی معرفت وبصیرت کا پتا چلتا ہے۔

علاوہ ازیں امام مسلم نے جو تقریباً دو درجن کتب یادگار چھوڑی ہیں وہی ان کے علم وفضل کا منہ بولتا ثبوت ہیں، ان کتابوں میں ان کی شہرہ آفاق کتاب "المسند الصحیح" ہے جسے عموماً ''الجامع الصحیح'' کہا جاتا ہے۔

مگر اس کا صحیح نام "المسند الصحيح المختصر من السنن بنقل العدل عن العدل عن رسول الله ﷺ" ہے۔ جیسا کہ قاضی عیاض نے "مشارق الانوار علی صحاح الآثار" اور الغنیۃ مع اکمال المعلم ج ۱ ص ۱۷ میں اور حافظ ابوبکر محمد بن خیر بن عمر بن خلیفہ الاُموی الاشبیلی نے اپنی فہرستہ ص ۸۵ رقم ۱۵۳ میں ذکر کیا ہے، شیخ عبدالفتاح ابو غدہ مرحوم نے ایک رسالہ "تحقيق اسمى الصحيحين واسم جامع الترمذي" کے نام سے لکھا ہے، جس میں انھوں نے صحیح مسلم کے اسی نام کو درست اور راجح قرار دیا ہے، خطیب بغدادی کے کلام سے بھی اسی کی تائید ہوتی ہیں: چنانچہ ان کے الفاظ ہیں۔

واحقها بالتقديم كتاب "الجامع والمسند" الصحيحان لمحمد بن اسماعيل البخاری و مسلم بن الحجاج النيسابوری

(الجامع للاخلاق الراوی والسامع ج ۲ ص ۱۸۵)

یہاں انھوں نے امام بخاری کی کتاب کو"الجامع" اور امام مسلم کی کتاب کو"المسند" قرار دیا ہے، اسی طرح خطیب بغدادی نے امام مسلم کا یہ قول بھی ذکر کیا ہے:

صنفت هذا المسند الصحيح من ثلاث مائة الف حديث مسموعة (تاريخ بغداد ج ١٣ ص ١٠٠، ١٠١)

یہ کہ میں نے اس " المسند الصحيح" کو تین لاکھ مسموعہ احادیث سے منتخب کیا ہے۔ امام مسلم کا یہ قول بھی اسی کا مؤید ہے۔ کتاب کا نام " الجامع المسند الصحيح" نہیں بلکہ " المسند الصحيح" ہے۔ امام مسلم نے یہ کتاب کیوں لکھی، اس کی ضرورت کیا تھی، اس کے دو اسباب ہیں، جنھیں خود انھوں نے "المسند الصحيح" کے مقدمہ میں بیان کیا ہے۔

❶ ایک سبب تو یہ کہ امام مسلم کے ایک تلمیذ رشید نے ان سے احادیث مرتب کرنے کی تمنا کی تھی، جیسا کہ مقدمہ مسلم کی ابتدا میں امام مسلم نے ذکر کیا ہے۔ اس تلمیذ سے مراد حافظ احمد بن سلمۃ النیساپوری سمجھے جاتے ہیں، جو امام مسلم کے رفیق سفر اور"المسند الصحیح کی تالیف میں ان کے معاون رہے، جیسا کہ خطیب بغدادی نے تاریخ بغداد ج ۴ ص ۱۸۶ میں انھی کے ترجمہ میں اشارہ کیا ہے، حافظ ابن سلمۃ کا بیان ہے:

"كنت مع مسلم فی تأليف صحيحه خمس عشره سنة، قال وهو اثنا عشر الف حديث" (السير ج ١٢ ص ٥٦٦ التذكره ج ٢ ص ٥٨٩)

"میں امام مسلم کی"الصحیح" کی تالیف میں پندرہ سال ان کے ساتھ تھا اور وہ بارہ ہزار احادیث پر مشتمل ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ امام مسلم نے پندرہ سال کی مدت میں المسند الصحيح کو مرتب کیا ہے۔

شیخ ابو غدہ اور دیگر حضرات نے فرمایا ہے کہ امام مسلم رحمہ اللہ نے " المسند الصحيح" کا کام ۲۵۰ھ میں مکمل کیا تھا، جیسا کہ حافظ احمد بن سلمۃ سے حافظ عراقی نے التقیید والایضاح ج ۲ ص ۲۳۶ میں ذکر کیا ہے۔ ملاحظہ ہو۔ (التتمة الثالثة على الموقظة ص ١٣٨)

مگر یہ بات محل تامل ہے، دراصل بات یہ ہے کہ حافظ عراقی نے علامہ مغلطائی کے علامہ ابن الصلاح پر ایک اعتراض کے ضمن میں یہ بات فرمائی ہے، علامہ ابن الصلاح نے فرمایا تھا سب سے پہلے صحیح احادیث کو امام بخاری نے، پھر امام مسلم نے جمع کیا ہے اس پر علامہ مغلطائی سے جو اعتراض نقل کیا اس کے الفاظ ہیں:

اعترض عليه بقول ابی الفضل احمد بن سلمة كنت مع مسلم بن الحجاج فی تاليف هذا الكتاب سنة خمس ومأتين

اس پر ابوالفضل احمد بن سلمۃ کے قول سے اعتراض کیا گیا ہے کہ میں اس کتاب کی تالیف میں مسلم بن حجاج

کے ساتھ ۲۰۵ھ میں تھا، حافظ عراقی اسی پر فرماتے ہیں:

اسی طرح میں نے ابن الصلاح پر اعتراض کرنے والے کے خط سے "سنة خمس" دیکھا ہے، اور اس سے معترض کا مقصد یہ ہے کہ امام مسلم کی کتاب پہلے کی ہے یہ امام بخاری کی کتاب کے بعد نہیں، مگر معترض پر تاریخ نقل کرنے میں تحریف وتصحیف ہوئی ہے۔ یہ تاریخ سنة خمسین ومائیتن ۲۵۰ھ ہے اور یہ بات تو قطعاً باطل ہے، کیونکہ امام مسلم ۲۰۴ھ میں پیدا ہوئے اس (۲۰۵) تاریخ میں تو امام بخاری نے حدیث کی کتاب نہیں لکھی چہ جائیکہ امام مسلم نے لکھی ہو کیونکہ دونوں کی عمر میں دس سال کا فرق ہے، جبکہ امام بخاری ۱۹۴ھ میں پیدا ہوئے تھے۔ (التقید والایضاح ج ا ص ۲۳۶ دار البشائر الاسلامیۃ)

لیکن اس سے یہ کیونکر سمجھ لیا جائے کہ علامہ عراقی نے حافظ ابن سلمہ کا یہ قول بتلایا ہے کہ وہ ۲۵۰ھ میں امام مسلم کے ساتھ "المسند الصحیح" کی تکمیل میں شریک تھے؟ علامہ مغلطائی نے ایک غلط بات کہی تو انھوں نے اس پر تاریخی اعتبار سے اس کی تردید کی ہے۔

یہاں یہ مقصد بھی عجیب ہے کہ علامہ المغلطائی کی کتاب جس میں انھوں نے حافظ ابن الصلاح پر اعتراضات کیے اور کئی مقامات پر ان کا تعاقب کیا ہے وہ ''اصلاح کتاب ابن الصلاح'' کے نام سے زیور طبع سے آراستہ ہو گئے ہیں، مگر حیرت کی بات ہے کہ اس کی ج ۲ ص ۶۲ پر یہ مبحث تو موجود ہے کہ سب سے پہلے "الصحیح" پر مشتمل کتاب کون سی ہے؟ مگر جو اعتراض علامہ عراقی نے نقل کر کے اس کا جواب دیا ہے وہ اس میں قطعاً نہیں ہے۔

بات یہ معلوم ہوتی ہے جیسا کہ خود علامہ عراقی نے فرمایا ہے:

وقد كان الشيخ الامام العلامة علاء الدين مغلطائى اوقفنى على شىء جمعه عليه سماه اصلاح ابن الصلاح وقرا من لفظه موضعا منه ولم اركتاب المذكور بعد ذلك (التقيد والايضاح ج١ ص٢٠٢، ٢٠٣)

کہ شیخ امام علامہ علاء الدین مغلطائی نے ابن الصلاح کے متعلق جو کچھ جمع کیا اور اس کا نام ''اصلاح ابن الصلاح'' رکھا، اس سے مجھے انھوں نے مطلع کیا اور ایک مقام سے اس کے الفاظ پڑھے، اس کے بعد میں نے یہ کتاب نہیں دیکھی۔

گویا حافظ عراقی نے ایک بار یہ کتاب دیکھی دوبارہ دیکھنے کا موقع نہیں ملا، اسی پہلی بار دیکھنے میں جو اعتراضات محسوس ہوئے ان کے جوابات دیے۔

اس پہلی خواندگی میں یہ اعتراض بھی تھا جس کا انھوں نے جواب دیا مگر علامہ مغلطائی نے جب مکرر اس کی نظر ثانی کی تو اس اعتراض کو نامناسب سمجھ کر حذف کر دیا، غالباً یہی وجہ ہے کہ "اصلاح ابن الصلاح" کے

مطبوعہ نسخہ میں یہ اعتراض ہی نہیں ہے۔

اس داستان سے ہمارا مقصد یہ ہے کہ حافظ عراقی کے کلام سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ ۲۵۰ھ میں حافظ احمد بن سلمۃ امام مسلم کے ساتھ "المسند الصحیح" کی تکمیل میں تھے، انھوں نے یہ بات محض تاریخی تناظر میں کہی ہے امر واقع کے لحاظ سے نہیں کہ وہ ۲۵۰ھ کا اثبات کررہے ہیں۔ حافظ احمد بن سلمۃ کا قول یہ ہے کہ میں ۱۵ سال "المسند الصحیح" کی ترتیب میں امام مسلم کے ساتھ تھا، جیسا کہ حافظ ذہبی نے نقل کیا ہے۔

البتہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ ۲۵۷ھ سے پہلے امام صاحب "المسند الصحیح" کو مرتب کر چکے تھے کیونکہ امام ابراہیم بن محمد ابن سفیان النیساپوری جو صحیح مسلم کے راوی ہیں، فرماتے ہیں کہ امام مسلم ہم پر اس کتاب کی قراءت سے ۲۵۷ھ میں فارغ ہوئے۔ (مقدمہ شرح مسلم للنووی، ص۱۲) واللہ اعلم

حافظ احمد بن سلمۃ کے مذکور الصدر قول سے معلوم ہوتا ہے کہ صحیح مسلم میں مرویات کی تعداد بارہ ہزار ہے، مگر جو نسخہ شیخ محمد فواد عبدالباقی کی ترقیم سے شائع ہوا ہے اس میں مکرر روایات کی تعداد ۷۵۶۳ اور بلا تکرار کی تعداد ۳۰۳۳ ہے، جیسا کہ صحیح مسلم مطبوعہ دارالسلام میں ہے۔

اس بارے میں حافظ ذہبی نے وضاحت فرمائی ہے۔

"یعنی بالمکرر، بحیث أنه إذا قال حدثنا قتیبة، و أخبرنا ابن رمح یعدان حدیثین اتفق لفظهما او اختلف فی کلمة" (السیر ج ۱۲ ص ۵٦٦)

یعنی امام احمد بن سلمۃ کی مراد مکررہ احادیث ہیں، بایں طور کہ جب وہ فرماتے ہیں: حدثنا قتیبة، وأخبرنا ابن رمح، تو وہ دو احادیث شمار کی جائیں گی، ان کے الفاظ متفق ہوں یا کسی کلمہ میں اختلاف ہو بلاشبہ شیخ فواد الباقی مرحوم نے مکررہ احادیث کو محدثین کے اس اسلوب کے مطابق شمار نہیں کیا۔

❷ "المسند الصحیح" کو تصنیف کرنے کا دوسرا سبب امام مسلم نے یہ بیان فرمایا ہے:

اللہ تم (یعنی احمد بن سلمۃ) پر رحمت فرمائے، اگر ہم بہت سے ایسے لوگوں کو جو حقیقتاً محدث نہیں ہیں مگر خود کو محدث کہتے ہیں کی غلط روش کو نہ دیکھ لیتے جو ضعیف اور منکر روایات کو لوگوں میں پھیلاتے ہیں اور صحیح مشہور احادیث پر اکتفا نہیں کرتے جنھیں ثقہ راویوں نے جو صدق و امانت میں معروف ہیں، ان کو جاننے اور زبانی اقرار کرنے کے باوجود بہت سی احادیث جنھیں وہ لوگوں میں بیان کرتے ہیں منکر ہیں اور وہ ایسے راویوں سے مروی ہیں جن سے روایت کرنے کی مذمت ائمہ حدیث مثلاً امام مالک بن انس، شعبہ بن الحجاج، سفیان بن عیینہ یحییٰ بن سعید القطان عبدالرحمٰن بن مہدی رحمہم اللہ اور دیگر ائمہ حدیث نے کی ہے (اگر ایسا نہ ہوتا) تو ہمارے

لیے تمھاری خواہش کے مطابق صحیح احادیث کو منتخب کرنا آسان نہ ہوتا، لیکن جو سبب ہم نے تم سے بیان کیا ہے یعنی مجہول وضعیف اسانید سے لوگوں کا منکر احادیث بیان کرنا اور لوگوں میں انھیں پھیلانا جو ان کے عیوب کو نہیں جانتے تمھاری درخواست کو قبول کرنا ہمارے دل پر آسان ہو گیا۔ (مقدمہ المسند الصحیح ص ۵، ۶ کراچی)

گویا اس دور میں مجہول، ضعیف اور کذاب راویوں نے ضعیف اور منکر روایات کو جس طرح عامۃ الناس میں پھیلانے کی جسارت کی ایسے راویوں کی روایات کی بجائے ثقہ وصدوق راویوں کی صحیح وحسن روایات کو جمع کر کے صحیح اور مستند روایات کا مجموعہ امت کے سامنے پیش کیا۔

امام بخاری نے "الجامع الصحیح" کو امام اسحاق بن راہویہ کے اشارہ سے اور ایک خواب کے تناظر میں مرتب کیا، مگر امام مسلم نے حدیث وسنت کی غیرت وحمیت میں "المسند الصحیح" کو تین لاکھ۔ یعنی تین لاکھ اسانید سے مروی۔ احادیث سے ترتیب دیا۔ (تاریخ بغداد ج ۱۳ ص ۱۰۱) اور اسے امام ابوزرعہ کی خدمت میں پیش کیا انھوں نے جس حدیث کے بارے میں کسی علت کا یا سبب ضعف کا اشارہ کیا تو انھیں اس سے حذف کر دیا اور جن کے بارے میں فرمایا کہ یہ صحیح ہے اس میں کوئی علت وضعف نہیں اسے باقی رکھا۔ (السیر ج ۱۲ ص ۵۶۸) لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ امام عبدالرحمٰن بن ابی حاتم نے "کتاب العلل" میں صحیح مسلم کی چند روایات کو امام ابوزرعہ کے حوالے سے معلول قرار دیا ہے۔ ایسا کیوں ہے اور کیا فی الواقع وہ روایات معلول ہیں، اس کی تفصیل کا یہ محل نہیں۔

یہاں یہ بھی دیکھئے کہ سعید بن عمرو البرذعی فرماتے ہیں میں امام ابوزرعہ کے پاس تھا، ایک روز ایک صاحب امام مسلم کی کتاب کو لائے، امام ابوزرعہ اسے دیکھنے لگے تو اس میں اسباط بن نصر کی حدیث آئی تو انھوں نے فرمایا یہ الصحیح سے بہت بعید ہے پھر قطن بن نسیر کی حدیث نظر آئی تو فرمایا: یہ اس سے بھی سنگین ہے، پھر دیکھا تو فرمایا یہ احمد بن عیسیٰ سے روایت کرتے ہیں انھوں نے اپنی زبان کی طرف اشارہ کیا گویا وہ فرماتے ہیں جھوٹ ہے، پھر فرمایا یہ ایسے راویوں سے روایت کرتے ہیں اور ابن عجلان رحمہ اللہ اور اس جیسے راویوں کو نظر انداز کر دیتے ہیں اور اہل بدعت کے لیے راستہ کھول دیتے ہیں، وہ کہیں گے یہ ان کی حدیث "الصحیح" میں نہیں ہے۔

سعید البرذعی فرماتے ہیں جب میں نیشاپور گیا تو امام مسلم سے امام ابوزرعہ کا اعتراض ذکر کیا، انھوں نے فرمایا میں نے اسباط قطن اور احمد کی وہ روایات ذکر کی ہیں جو ثقات سے نازل سند سے مروی ہیں اور ان کی روایات عالی سند سے ہیں اس لیے میں ان کی روایات لایا ہوں، اصل حدیث معروف ہوتی ہے، اس کے بعد امام "مسلم الری" تشریف لے گئے تو امام محمد بن مسلم بن وارہ سے ملے، انھوں نے بھی ناراضی کا اظہار کیا اور وہی اعتراض کیا جو امام ابوزرعہ نے کیا تھا امام مسلم نے فرمایا: میں نے یہ کہا ہے کہ یہ کتاب صحیح احادیث پر مشتمل ہے، میں

نے یہ تو نہیں کہا کہ جو روایت اس میں نہیں وہ ضعیف ہے تو انھوں نے امام مسلم کی وضاحت تسلیم کر لی۔'' (ملخصاً) یہ واقعہ خود امام برذعی سے الضعفاء والمتروکین لابی زرعہ کے الجزء الثانی میں ہے جو''ابو زرعہ الرازی وجهوده فی السنة النبویة" کی جلد ثانی ص ۶۷۵، ۶۷۶ میں مطبوع ہے، یہی واقعہ خطیب بغدادی نے تاریخ بغداد ج ۴ص ۲۷۴ میں امام نووی نے شرح مسلم کے مقدمہ ص ۱۶ میں، حافظ ذہبی نے السیر ج ۱۲ص ۵۷۱ میں، علامہ ابن رجب نے شرح العلل للترمذی ص ۳۷۲ میں اور علامہ حازی نے شروط الأئمة الخمسة ص ۶۰ میں ذکر کیا ہے، البتہ شرح العلل للترمذی میں یہ قول سعید بن عثمان سے ہے، مگر صحیح سعید بن عمرو البرذعی ہے وہی امام ابو زرعہ سے سوال کرنے والے ہیں اور یہ'' الضعفاء'' مسائل البرذعی لابی زرعہ کے نام سے بھی معروف ہے۔

لیکن تعجب کی بات یہ ہے حافظ عبدالقادر القرشی الحنفی نے الکتاب الجامع میں جو ان کی کتاب الجواہر المضیہ کے آخر میں مطبوع ہے امام ابو زرعہ کا اعتراض تو نقل کر دیا مگر اس کا جو جواب امام مسلم رحمہ اللہ نے دیا اسے نظر انداز کر دیا۔ امام مسلم کی الصحیح کے بارے میں مزید انھوں نے کیا گل کھلائے ہیں اس کی تفصیل ہمارا موضوع نہیں ہے۔

صحیح مسلم میں متکلم فیہ راویوں کے بارے میں جو وضاحت امام مسلم رحمہ اللہ نے کی امام ابن وارہ نے اسے قبول کیا، مگر انھی راویوں پر اعتراض کرنے والے متجددین کی اس سے تشفی نہیں ہوتی اور یہ اس لیے کہ وہ اسے فنی اعتبار سے سمجھنے کی توفیق سے ہی محروم ہیں۔

امام مسلم کی ''المسند الصحیح'' کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے شہرت دوام بخشا ہے، اہل علم کا تقریباً اس بات پر اتفاق ہے صحت کے اعتبار سے سب سے پہلی کتاب امام بخاری کی '' الجامع الصحیح المسند'' ہے، اس کے بعد امام مسلم کی '' المسند الصحیح'' کا مقام ہے۔ علامہ عینی رقمطراز ہے۔

اتفق علماء الشرق والغرب علی انه لیس بعد کتاب الله تعالیٰ اصح من صحیحی البخاری ومسلم فرجح منهم المقاربة صحیح مسلم علی صحیح البخاری والجمهور علی ترجیح البخاری علی المسلم

(عمدة القاری ج ۱ ص ۵)

مشرق ومغرب کے علماء کا اتفاق ہے کہ قرآن مجید کے بعد صحیح بخاری ومسلم سے کوئی کتاب اصح نہیں ہے، البتہ مغرب کے علماء نے صحیح مسلم کو صحیح بخاری پر ترجیح دی ہے، مگر جمہور کے نزدیک صحیح بخاری کو صحیح مسلم پر ترجیح ہے اہل مغرب ہی نہیں بلکہ اہل مشرق میں حافظ ابو علی الحسین بن علی النیسابوری نے فرمایا ہے:

"ما تحت أديم السماء كتاب اصح من كتاب مسلم"

کہ آسمان کے نیچے امام مسلم رحمہ اللہ کی کتاب سے کوئی کتاب اصح نہیں علامہ نووی رحمہ اللہ نے مقدمہ مسلم میں اور حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے مقدمہ فتح الباری، النکت علی ابن الصلاح والعراقی اور شرح نخبۃ الفکر میں اس پر تفصیلاً بحث کی اور مختلف جہتوں سے اس رائے پر تبصرہ کیا ہے، جہاں تک صحت کا معاملہ ہے تو بلاشبہ امام بخاری کو علم حدیث، معرفت علل، معرفت رجال و تاریخ میں جو تقدم حاصل ہے جس کا اعتراف امام مسلم کو بھی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ صحیح بخاری و مسلم میں جن احادیث پر کلام کیا گیا ہے ان کی کل تعداد ۲۱۰ ہے جن میں ۱۳۲ احادیث وہ ہیں جو صحیحین میں ہیں اور تنہا بخاری کی متکلم فیہ روایات ۷۸ ہے (مقدمہ فتح الباری ص ۳۴۶ تدریب الراوی ج ۱ ص ۱۳۴) یوں تنہا مسلم کی متکلم فیہ روایات کی تعداد ۱۰۰ ہے اسی طرح بخاری میں متکلم فیہ راوی ۸۰ ہیں جبکہ مسلم میں ۱۶۰ ہیں۔ (النکت ج ۱ ص ۲۸۶، ۲۸۷)

باقی تفصیلات کے علاوہ متکلم فیہ احادیث و رجال کی تعداد میں یہ تفاوت بجائے خود صحیح بخاری کی ارجحیت کی بین برہان ہے، رہی دونوں میں یہ روایات تو ان کے بارے میں شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"كان جمهور ما أنكر على البخارى مما صححه يكون قوله فيه راجحاً على قول من نازعه، بخلاف مسلم بن الحجاج فانه نوزع في عدة أحاديث مما خرجها وكان الصواب فيها مع من نازع" (التوسل والوسيلة، مجموع فتاوى ج ۱ ص ۲۵۶)

امام بخاری کی تصحیح میں سے جن پر اعتراض کیا گیا ہے ان میں اعتراض کرنے والوں کی نسبت اکثر امام بخاری کا قول راجح ہے، برعکس امام مسلم بن الحجاج کے، ان سے متعدد احادیث میں اختلاف کیا گیا ہے جن کی انھوں نے تخریج کی ہے اور ان میں صحیح رائے ان سے اختلاف کرنے والوں کی ہے، اس لیے حافظ ابو علی النیشاپوری کا یہ قول بالکل درست نہیں، البتہ اس بات پر اہل علم کا اتفاق ہے صحیح بخاری کے بعد صحیح مسلم کا مرتبہ ہے بلکہ شیخ الاسلام نے ہی فرمایا ہے کہ

"ولا يبلغ تصحيح الواحد من هؤلاء مبلغ تصحيح مسلم ولا يبلغ تصحيح مسلم مبلغ تصحيح البخارى" (ايضاً)

ان میں یعنی امام ابن حبان، ترمذی، ابن خزیمہ، دارقطنی اور ابن مندہ رحمہم اللہ وغیرہ سے کسی کی تصحیح امام مسلم کی تصحیح کے مرتبہ کو نہیں پہنچتی اور امام مسلم کی تصحیح امام بخاری کی تصحیح کو نہیں پہنچتی، اس لیے صحیح بخاری کے بعد صحت میں صحیح مسلم کا مقام و مرتبہ ہے۔

صحیح مسلم کی اسی اہمیت کی بنا پر ہر دور میں اس کی خدمت کی گئی ہے، حتی کہ اس کے مقدمے کی شرح اور توضیح پر مستقل کتابیں لکھی گئی ہیں۔ اسی طرح امام مسلم رحمہ اللہ کے اسلوب پر بعض نے اس پر مستخرجات، بعض نے مختصرات، بعض نے اس کے غریب الفاظ اور ضبط الفاظ پر کتابیں لکھیں اور بعض نے اس کی شروح وحواشی مرتب کیے۔

یہی خدمت ہمارے مخدوم ومحترم مولانا ''حافظ عبدالعزیز علوی حفظہ اللہ شیخ الحدیث الجامعۃ السلفیۃ'' نے سرانجام دی ہے، حضرت علوی صاحب تقریباً پچاس سال سے درس وتدریس کے میدان میں ہیں، درس نظامی کے موضوع کی تمام کتب کئی مرتبہ پڑھا چکے ہیں اور تقریباً تیس سال سے الجامع الصحیح للامام البخاری اور دیگر منتہی کتابوں کا درس دے رہے ہیں۔

انھیں یہ امتیاز واختصاص بھی حاصل ہے کہ جہاں انھوں نے اہل حدیث مکتب فکر کے شیوخ الحدیث مثلاً شیخ العرب والعجم حضرت حافظ محمد محدث گوندلوی، حضرت مولانا محمد عبداللہ محدث، حضرت مولانا محمد عبدالفلاح، حضرت مولانا عبدالغفار حسن رحمہم اللہ جیسے اعیان سے شرف تلمذ حاصل کیا وہاں انھیں دیوبندی مکتب فکر کے معروف محقق ومصنف حضرت مولانا عبدالرشید نعمانی اور شیخ التفسیر والحدیث حضرت مولانا شمس الحق افغانی اور بریلوی مکتب فکر کے غزالی دوراں مولانا احمد سعید کاظمی مہتمم وشیخ الحدیث مدرسہ انوار العلوم ملتان سے بھی کسب فیض کا موقع ملا ہے، یوں تینوں مکاتب فکر کے طرز استدلال واستنباط کو جاننے کے مواقع میسر آئے، فکر ونظر میں وسعت واعتدال ان کا طرہ امتیاز ہے: حضرت علوی صاحب نے صحیح مسلم کا رواں اردو میں ترجمہ کیا اور اس کی شرح بھی لکھی، کتاب کا حجم بڑھانے کے لیے تطویل لاطائل سے اجتناب کیا، کتاب کے متن کو حل کرنے، اسے آسان بنانے اور مناسب فقہی واجتہادی مسائل پر بحث اور جچی تلی رائے متعین کر کے اردو دان حضرات کے لیے آسانی پیدا فرما دی ہے، جزاہ اللہ تعالیٰ احسن الجزاء عنا وعن المسلمین ترجمہ کی ثقاہت اور مباحث کی تنقیح وتحقیق میں اصابت فکر کے لیے حضرت علوی صاحب حفظہ اللہ کا نام ہی کافی ہے۔ ہماری دعا ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ اسے علماء وطلباء اور عامۃ المسلمین کے لیے راہنمائی کا ذریعہ بنائے۔ اس عظیم مشروع کی طباعت کی ذمہ داریوں کو نبھانے والے ''نعمانی کتب خانہ'' جو ہمارے دیرینہ دوست مولانا محمد بشیر صاحب نعمانی رحمہ اللہ کی یادگار ہے کے منتظمین کو بھی جزائے خیر عطا فرمائے جنھوں نے اس عظیم الشان کتاب کو منصۂ شہود میں لانے کی کوشش کی ہے۔

خادم العلم والعلماء

ارشاد الحق اثری

۲۷ صفر المظفر ۱۴۳۸ھ، ۲۸ نومبر ۲۰۱۶ء

اصطلاحات حدیث

اَلْحَمْدُلِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى سَيِّدِ الْمُرْسَلِيْنَ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ وَبَعْدُ.

حدیث:

سید المرسلین، رحمۃ للعالمین، شفیع المذنبین، خاتم النبین، رسول العالمین ﷺ کے قول، عمل اور تقریر کو محدثین کی اصطلاح میں حدیث کہتے ہیں، تقریر کا مفہوم یہ ہے کہ رسول اقدس ﷺ کے سامنے کوئی کام کیا گیا اور آپ نے وہ کام سرانجام دینے والے کو روکا نہ ہو۔

سند اور متن:

ہر حدیث دو حصوں پر مشتمل ہوتی ہے، سند اور متن۔ حدیث کے راویوں کے سلسلے کو سند کہتے ہیں اور حدیث کی عبارت کو متن کہا جاتا ہے۔

خبر متواتر:

متواتر اس حدیث کو کہتے ہیں جسے ہر دور میں اتنی بڑی تعداد نے روایت کیا ہو جس کا کذب بیانی پر متفق ہونا محال نظر آتا ہو۔

خبر متواتر سے یقینی علم حاصل ہوتا ہے، ایسا یقینی علم کہ انسان اس کی تصدیق کرنے پر مجبور ہو جاتا ہے۔

خبر واحد:

خبر واحد اس حدیث کو کہتے ہیں جس کے راوی تعداد میں تواتر کے درجے کو نہ پہنچتے ہوں۔

خبر واحد صحیح سے علم یقینی حاصل ہوتا ہے اور عقائد و اعمال میں حجت ہے۔

محدثین کے نزدیک خبر واحد کی تین قسمیں ہیں: مشہور، عزیز اور غریب۔

مشہور:

مشہور اس حدیث کو کہتے ہیں جس کی سند یعنی سلسلہ رواۃ کے ہر طبقہ میں تین یا تین سے زائد راوی ہوں بشرطیکہ تین سے زائد کی تعداد تواتر کو نہ پہنچے۔

عزیز:

عزیز اس حدیث کو کہتے ہیں جس کو روایت کرنے والے کسی بھی دور میں دو سے کم نہ ہوں۔

غریب:

غریب اس حدیث کو کہتے ہیں جسے صرف ایک راوی نے روایت کیا ہو۔

صحیح:

اصول حدیث کی اصطلاح میں کسی قوی حافظہ والے پاکیزہ کردار شخص کا اپنے ہی طرح کے حامل صفات شخص سے ایسی حدیث نقل کرنا جو ابتداء سے انتہاء تک پاکیزہ کردار، قوی حافظہ والے اشخاص سے منتقل ہوتی ہوئی پہنچے اور اس میں شذوذ یعنی کسی زیادہ ثقہ راوی کی مخالفت نہ ہو اور نہ ہی اس میں کوئی علت پائی جائے۔

اصحاب حدیث، اہل اصول اور فقہاء کے نزدیک صحیح حدیث پر عمل کرنا واجب ہے۔

حسن:

حسن اس حدیث کو کہتے ہیں جس میں صحیح حدیث کی مذکورہ تمام صفات پائی جائیں، صرف راوی کا حافظہ قدرے کمزور ہو۔

دلیل کے طور پر استعمال کرنے میں اس کا درجہ صحیح کے برابر ہے اگرچہ قوت میں اس سے قدرے کم ہے، اس وجہ سے جملہ فقہاء نے اس سے استدلال کے ساتھ ساتھ اس پر عمل بھی کیا ہے، بہت سے اصولیوں اور محدثین نے اس سے صرف استدلال کیا ہے البتہ بعض شدت پسند علماء نے اس سے بھی احتراز کیا ہے اور بعض نرم رویہ اختیار کرنے والوں نے ''حسن'' کو حاکم، ابن حبان اور ابن خزیمہ وغیرہ کی تصانیف میں مندرج صحیح حدیث کا درجہ دیا ہے، البتہ انہوں نے ساتھ ہی یہ بات بھی کہہ دی ہے کہ اس کا درجہ صحیح سے کم ہے۔

ضعیف:

اصول حدیث کی اصطلاح میں ضعیف ہر اس حدیث کو کہتے ہیں جس میں حسن کی ضروری شرائط میں سے کوئی ایک شرط موجود نہ ہو۔

موضوع:

اصطلاح میں موضوع حدیث اس کو کہتے ہیں جو اپنی طرف سے بنالی جائے اور پھر اس کی نسبت رسول اللہ ﷺ کی طرف کردی جائے۔ محدثین کا اس پر اجماع ہے کہ جو شخص حدیث کے موضوع ہونے کا علم رکھتا ہو اس کے لیے کسی بھی ایسی حدیث کا بیان کرنا جائز نہیں ہے تاوقتیکہ اس کا موضوع ہونا بھی بیان نہ کردے۔

مسلم شریف میں ہے کہ ''مَنْ حَدَّثَ عَنِّیْ بِحَدِیْثٍ فَھُوَ یَرٰی اَنَّہٗ کِذْبٌ فَھُوَ اَحَدُ الْکَاذِبِیْنَ''

''جس شخص نے میری طرف نسبت کرکے جان بوجھ کر کوئی جھوٹی حدیث بیان کی تو ایسا شخص جھوٹوں میں سے ہے۔''

معلق:

اصول حدیث کی اصطلاح میں **معلق** اس سند کو کہتے ہیں جس کی ابتداء سے ایک یا ایک سے زائد راویوں کا لگا تار نام چھوٹ جائے۔

معلق حدیث قابل قبول نہیں ہوتی، اس لئے کہ شرائط قبول میں سے اہم شرط اتصال سند ہے جو اس میں موجود نہیں ہوتی، کیونکہ اس کی سند میں ایک یا ایک سے زائد راوی محذوف ہوتے ہیں ان کا ہمیں کچھ علم نہیں۔

مرسل:

اصطلاح میں مرسل وہ حدیث ہے جس کی سند کا آخری حصہ یعنی تابعی سے اوپر کا راوی ساقط ہو۔

مرسل حدیث اتصال سند کی لازمی شرط کے مفقود ہونے کے باعث ضعیف اور نا قابل قبول ہوتی ہے۔

دوسری وجہ یہ بھی ہے کہ اس محذوف کا حال معلوم نہیں ہوتا ہوسکتا ہے وہ محذوف غیر صحابی ہو چنانچہ ایسی صورت میں اس کے ضعیف ہونے کا بھی احتمال ہوتا ہے۔

معضل:

اصول حدیث کی اصطلاح میں اس حدیث کو کہتے ہیں جس کی سند سے پے در پے دو راوی ساقط ہو گئے ہوں۔

منقطع:

اصول حدیث میں منقطع اس حدیث کو کہتے ہیں جس کی سند متصل نہ ہو اور یہ انقطاع خواہ کسی بھی وجہ سے ہو۔

محدثین اس پر متفق ہیں کہ منقطع حدیث ضعیف ہے اس لئے کہ اس میں محذوف راوی کا حال معلوم نہیں ہوتا۔

مدلس:

اصول حدیث کی اصطلاح میں مدلس اس حدیث کو کہتے ہیں جس کی سند کے عیب کو مخفی رکھا جائے اور ظاہری شکل کو حسین بنا دیا جائے۔

معلل:

اصول حدیث کی اصطلاح میں معلل وہ حدیث ہے جس کی کسی ایسی کمزوری کی اطلاع ہو جائے جو اس کی صحت کو مجروح کر دے۔

مدرج:

اصول حدیث کی اصطلاح میں مدرج اس حدیث کو کہتے ہیں جس کے سلسلہ سند کو بدل دیا گیا ہو یا متن حدیث میں باہر سے ایسے الفاظ شامل کر دیئے گئے ہوں جس کے متن حدیث سے علیحدہ ہونے کی کوئی صورت باقی

رہنے نہ دی گئی ہو۔

مضطرب:

اصول حدیث کی اصطلاح میں مضطرب وہ حدیث ہے جو مختلف طرق سے مروی ہو اور سب طرق قوت میں مساوی ہوں اور ان میں ترجیح کی کوئی صورت نہ ہو۔

شاذ:

اصول حدیث کی اصطلاح میں شاذ اس حدیث کو کہتے ہیں جسے مقبول راوی نے روایت کیا ہو، لیکن یہ راویت اس سے بہتر کے مخالف ہو۔

حدیث قدسی:

اصول حدیث کی اصطلاح میں حدیث قدسی اس حدیث کو کہتے ہیں جو رسول اللہ ﷺ سے روایت ہو کر ہم تک اس طرح پہنچے کہ آپ ﷺ نے اس کی نسبت اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی طرف کی ہو۔

قرآن لفظاً و معناً اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی طرف سے نازل کردہ ہے۔

لیکن حدیث قدسی کا مفہوم اللہ کی جانب سے ہوتا ہے اور الفاظ رسول اقدس ﷺ کے ہوتے ہیں۔

قرآن مجید کی تلاوت عبادت ہے جبکہ حدیث قدسی کی تلاوت عبادت متصور نہیں ہوتی۔

احادیث قدسیہ کی تعداد احادیث نبویہ کی نسبت بہت کم ہے، ان کی تعداد دو سو سے کچھ زائد ہے۔

مرفوع:

ہر وہ قول، عمل، تقریر یا صفت جس کی نسبت رسول اللہ ﷺ کی طرف کی جائے اسے حدیث مرفوع کہتے ہیں۔

موقوف:

اصول حدیث کی اصطلاح میں ایسا قول، فعل یا تقریر جس کی نسبت صحابی کی طرف کی گئی ہو وہ حدیث موقوف کہلاتی ہے۔

مقطوع:

اصول حدیث کی اصطلاح میں مقطوع اس قول و فعل کو کہتے ہیں جس کی نسبت تابعی کی طرف کی گئی ہو۔

مسند:

اصول حدیث کی اصطلاح میں مسند وہ روایت ہے جس کی سند اتصال کے ساتھ رسول اللہ ﷺ تک مرفوع ہو۔

سیرتِ امام مسلم رحمہ اللہ

بلاشبہ تعریف وشکر کا حقدار اللہ تعالیٰ ہے، ہم اسی کی تعریف اور شکر ادا کرتے ہیں اور اسی سے مدد چاہتے ہیں اور اسی سے بخشش کے طالب ہیں، اور ہم اللہ تعالیٰ سے اپنے نفوس کی شرارتوں اور اپنے برے اعمال سے پناہ چاہتے ہیں۔

جسے اللہ تعالیٰ ہدایت سے نوازے، اسے کوئی گمراہ نہیں کرسکتا اور جسے وہ راہ راست پر چلنے کی توفیق نہ دے اسے کوئی راہ راست پر نہیں چلاسکتا۔ اور میں شہادت دیتا ہوں اللہ کے سوا کوئی لائق بندگی واطاعت نہیں ہے، وہ یکتا ہے اس کا کوئی ساجھی نہیں ہے، اور میں گواہی دیتا ہوں محمد ﷺ اس کا بندہ اور رسول ہے۔

''اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ سے ڈرو جیسے اس سے ڈرنے کا حق ہے اور تمہیں موت نہ آئے مگر اس حال میں کہ تم فرمانبردار ہو۔'' (آل عمران:۱۰۲)

''اے لوگو! اپنے اس رب سے ڈرتے رہو جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا اور اسی سے اس کا جوڑا بنایا اور ان دونوں سے بہت سے مرد اور عورتیں پھیلا دیں اور اس اللہ سے ڈرو (اس کی حدود کی پابندی کرو) جس کا واسطہ دے کر تم ایک دوسرے سے مانگتے ہو اور رشتہ داروں کے بارے میں خبردار رہو (رشتہ داری کو نہ توڑو) بلاشبہ اللہ تعالیٰ تم پر نظر رکھے ہوئے ہے۔'' (النساء:۱)

''اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو، اور بات سیدھی (درست) کیا کرو اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال کو درست کر دے گا اور تمہارے گناہ معاف کر دے گا، اور جس شخص نے اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کی، تو اس نے یقیناً بڑی کامیابی حاصل کر لی۔'' (الاحزاب:۷۰،۷۱)

امابعد! بلاشبہ سچی ترین بات، اللہ کی کتاب ہے اور بہترین ہدایت، محمد ﷺ کی رہنمائی ہے اور بدترین معاملات میں نئے پیدا کردہ ہیں اور ہر نیا تراشہ معاملہ، بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے۔

یہ اس امت مسلمہ کے بعض علماء اور محدثین کے حالات زندگی کا سلسلہ ہے، جس امت کو اللہ تعالیٰ نے قیامت تک بزرگی اور بلندی سے نوازا ہے، اس میں ہم ان علماء کی زندگی کے خصوصی اور عمومی پہلوؤں پر اپنی توجہ

مرکوز کریں گے، ان کی صفات، اخلاق، آداب، علم، دین اور عبادت پر کیونکہ ہم اس دور میں ان صفات کے بہت زیادہ محتاج ہیں۔

اس امت کی عزت وعظمت اس وقت تک نہیں لوٹ سکتی، جب تک پہلوں کی ان صفات کو نہ اپنایا جائے اور ان خوبیوں میں سے فوت شدہ کو زندہ نہ کیا جائے۔ ایک عرصہ ہوا ان علماء کی سیرت بہت سے مسلمانوں کی نظروں سے اوجھل ہوگئی ہے، جو لوگ اس دین کی طرف منسوب نہیں ان کا کیا نام لینا، حیرت زدہ لوگوں کی رہنمائی کرنے والی مشعل بجھ گئی ہے، امت اس کی منتظر ہے، جو اسے روشن کرے تا کہ راستہ روشن ہو، کیونکہ لوگ باتیں سن کر اکتا چکے ہیں، سب یہ چاہتے ہیں یہ دین اس طرح وقوع پذیر ہو، جیسے کہ وہ ان علماء اور ان کے پیروکار مسلمانوں کے ہاں قائم تھا، اس طرح ثابت تھا کہ ان کے دلوں اور عقلوں میں رچ بس گیا تھا اور ان کے گوشت اور پٹھوں میں سرایت کر گیا تھا۔ ان کی جانیں اللہ کے لیے تھیں اور ان کی حرکات وسکنات اللہ کے لیے تھیں، اگر وہ بولتے تو ان کا بولنا اللہ کے لیے ہوتا اور اگر وہ چپ رہتے تو ان کا سکوت اللہ کے لیے ہوتا۔

انہوں نے اپنے دین، علم، عبادات اور اعمال سے دنیا کو منور کر دیا، اگر آپ ان کے آداب واخلاق پر نظر دوڑائیں تو آپ ان کے آداب واخلاق، انبیاء علیہم السلام والے پائیں گے۔ اگر آپ ان کی خرید وفروخت اور لوگوں کے ساتھ معاملہ کے بارے میں پڑھیں تو اسے اللہ کی کتاب کی ترجمانی دیکھیں گے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو ثابت پائیں گے۔ سو ان لوگوں کا تذکرہ دلوں کو نرم کرتا ہے اور معطل اعضاء کو اللہ کی طرف حرکت کرنے پر بھڑکاتا ہے۔ کہ اللہ کی طرف حرکت کریں تا کہ ان نیک لوگوں کے قافلہ کو پا لیں، دیکھئے اور غور کیجیے تا کہ مخلد بن حسین سے سیکھ سکیں، وہ نیک لوگوں کے کسی اخلاق کا تذکرہ کرتے ہوئے کہتے ہیں:

لا تعرضن بذكرنا في ذكرهم
ليس الصحيح اذا مشى كالمقعد

حلية الاولياء ج٨ ص٢٦٦

مصنف نے یہ صراحت کی ہے کہ میں نے ماخذ کا حوالہ دیا ہے تو اس حوالے کو بیان کرنا چاہیے میں نے بھی تقریباً سب مراجع کی طرف رجوع کیا ہے تا کہ ان کی صحت کا یقین ہو سکے، عبدالعزیز علوی (حلیۃ الاولیاء، ابونعیم: ۸/ ۲۷۷) ''ان کے تذکرہ میں ہمارا تذکرہ نہ کریں، تندرست جب چلاتا ہے وہ اپاہج کی طرح نہیں ہوتا۔''

انگلیاں کچھ بھی لکھیں اور زبان کچھ بھی بولے، تو ان کے تذکرہ کو بیان کرنا ممکن نہیں، اور انسان ان کے ذکر سے اکتاتا نہیں، بعض اوقات میں ہی اس سے توقف کیا جا سکتا ہے۔ میں نے ان کی بکھری ہوئی سیرتوں

کو اکٹھا کرنے اور ان کی پوشیدہ خبروں کا تذکرہ کرنے کی کوشش کی ہے، تاکہ ان کا تذکرہ امت اور اس کے نوجوانوں کے لیے قندیل بنے تاکہ وہ ان کے طرز عمل کو اپنائیں اور ان کی راہ پر چلیں اور ان کے ڈھنگ کی پابندی کریں، میں نے اکتا دینے والی طوالت اور مقصد میں مخل اختصار کو ہی اختیار نہیں کیا اور ہر واقعہ کا ماخذ بیان کیا ہے، لیکن مراجع کے تذکرہ میں وسعت سے کام نہیں لیا تاکہ حواشی کی طوالت قاری کی اکتاہٹ کا باعث نہ بنے، میں نے صرف انہی واقعات کو بیان کیا ہے جن پر علماء کا اعتماد ہے، اپنی طرف سے حدیث کے بیان کرنے کے اصولوں کی پابندی نہیں کی، محض ثقہ علماء ذہبی وغیرہ کے واقعہ کے بیان کرنے پر اسے بیان کر دیا ہے اور جس میں ناپسندیدگی (نکارت) تھی یا اسے اہل علم، محقق علماء نے رد کر دیا ہے، اسے چھوڑ دیا ہے۔ اللہ ہی سے مدد مطلوب ہے۔ اللہ تعالیٰ سے درخواست ہے وہ ان واقعات کو سودمند بنائے اور امت کے نوجوانوں کو ہر خیر وفلاح کی بصیرت بخشے۔

تحریر کنندہ
صلاح الدین علی عبدالموجود رحمہ اللہ

مترجم
عبدالعزیز احمد اللہ علوی
صدر مدرس جامعہ سلفیہ فیصل آباد

مقدمہ

تعریف وشکر اللہ کے لیے ہے جو شکر وثنا کا سزاوار ہے، جو عظمت کی چادر کے لیے منفرد ہے، بزرگی اور بلندی کی صفات میں یکتا ہے، اپنے برگزیدہ دوستوں کی تائید کرتا ہے، انہیں خوشحالی اور تنگ حالی میں صبر کی قوت عنایت کرتا ہے، آزمائشوں اور نعمتوں میں شکر کی توفیق بخشتا ہے اور رحمت ہو، انبیاء کے سردار محمد ﷺ پر اور آپ کے چنیدہ لوگوں کے سردار ساتھیوں پر، اور آپ کی آل پر جو متقیوں، نیکوں کے راہنما ہیں ایسی رحمت جو تسلسل کے باعث فنا سے محفوظ ہو اور یکے بعد دیگر آنے کے سبب کٹنے اور ختم ہونے سے بچی رہے۔

تعریف اللہ کے لیے جو اپنی محکم کتاب میں فرماتا ہے: ''اس کے بندوں میں بس اہل علم ہی اللہ سے ڈرتے ہیں۔'' (فاطر: ۲۸) رحمت وسلامتی ہو ہمارے نبی محمد ﷺ پر جو انبیاء ورسل علیہم السلام کے سردار ہیں اور آپ کی آل اور آپ کے ساتھیوں پر اور ان لوگوں پر جو قیامت تک آپ کی ہدایت اختیار کریں اور آپ کی دعوت کو پھیلائیں۔

امابعد! جو انسان امت کے حالات پر نظر دوڑائے گا، وہ دیکھ لے گا کہ ہوش مند نوجوانوں کی اکثریت پر تلخ حقیقت خیمہ زن ہے جو ان کی علم، اور اہل علم سے اجنبیت میں پوشیدہ ہے اس کا سبب یا تو علم، اس کی حقیقت اور اہل علم کے حالات سے ناواقفی ہے یا اس کا سبب خواہش پرستی کا غلبہ ہے، اس بنا پر میں اصل موضوع پر گفتگو سے پہلے، علم اور اہل علم کے فضائل اور امت کی ان کے بارے میں ذمہ داری بیان کرنے پر مجبور ہوں۔

اللہ تعالیٰ نے اہل علم کی فضیلت کو بہت خراج تحسین پیش کیا ہے ان کی شان کو اس قدر رفعت بخشی ہے اور ان کے مقام کو اس قدر بلند قرار دیا ہے کہ اس کو بیان کرنے سے رب العالمین کے واضح بیان کے سوا بیان بے بس ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں سب سے بڑی شہادت کا گواہ ٹھہرایا ہے۔ اور انہیں سب سے بہتر گواہوں کا ساتھی قرار دیا ہے، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

''اللہ نے گواہی دی کہ اس کے سوا کوئی بندگی کے لائق نہیں اور فرشتوں نے اور اہل علم نے بھی وہ انصاف کو قائم کیے ہوئے ہے، اس زبردست اور حکیم کے سوا کوئی اطاعت کے لائق نہیں۔'' (آل عمران: ۱۸)

اللہ تعالیٰ نے انبیاء ورسل علیہم السلام اور اپنے بندوں پر اپنے فضل واحسان کا تذکرہ کرتے ہوئے بتایا ہے کہ اس

نے انہیں علم سے نوازا ہے، اللہ تعالیٰ نے اپنے انبیاء ورسل علیہم السلام کے آخری فرد پر اپنی نعمت کا تذکرہ ان لفظوں میں فرمایا: ''اگر تم پر اللہ تعالیٰ کا فضل اور رحمت نہ ہوتی تو ان میں سے ایک گروہ تمہیں بہکانے کا ارادہ کر چکا تھا، اور وہ صرف اپنے آپ کو ہی بہکاتے ہیں اور آپ کا کچھ بگاڑ نہیں سکتے، اور اللہ تعالیٰ نے آپ پر کتاب وحکمت اتاری ہے۔ اور تمہیں وہ باتیں سکھائی ہیں جو آپ نہ جانتے تھے اور آپ پر اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا فضل ہے۔'' (النساء: ۱۱۳) اور یوسف علیہ السلام کے بارے میں فرمایا: ''اور جب وہ اپنی جوانی کو پہنچا تو ہم نے اسے حکومت اور علم دیا اور ہم نیک کاروں کو ایسا ہی بدلہ دیتے ہیں۔'' (یوسف: ۲۲) اپنے کلیم موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں فرمایا: ''اور جب وہ اپنی جوانی کو پہنچا اور پورا طاقت ور ہوا ہم نے اسے حکمت اور علم دیا اور ہم نیک کاروں کو ایسا ہی صلہ دیتے ہیں۔'' (القصص: ۱۴) مسیح علیہ السلام کے بارے میں فرمایا: ''جب اللہ فرمائے گا، اے مریم کے بیٹے عیسیٰ! میں نے جو نعمت تجھ پر اور تیری والدہ پر کی تھی اسے یاد کر جب میں نے تجھے پاکیزہ روح (روح القدس) سے قوت بخشی، تو لوگوں سے گود میں اور ادھیڑ عمر میں باتیں کرتا تھا اور جب میں نے تجھے کتاب، حکمت، تورات اور انجیل سکھائی۔'' (المائدہ: ۱۱۰)

اس طرح اللہ تعالیٰ نے اسے اپنی تعلیم کو ایسی چیز قرار دیا جو اس کی ماں کے لیے بشارت اور اس کی آنکھوں کے لیے ٹھنڈک (قرار) کا باعث بنی۔

داؤد علیہ السلام کے بارے میں فرمایا: ''اور ہم نے اس کی سلطنت کو مضبوط کر دیا اور ہم نے اسے حکمت سے نوازا اور فیصلہ کن بات کا سلیقہ بخشا۔'' (ص: ۲۰)

موسیٰ علیہ السلام کے ساتھی اور ان کے خادم (خضر علیہ السلام) کے بارے میں فرمایا: ''پس ان دونوں نے ہمارے بندوں میں سے ایک بندے کو پایا، اسے ہم نے اپنی طرف سے رحمت عنایت کی تھی اور ہم نے اسے اپنی طرف سے ایک علم سکھایا تھا۔'' (الکھف: ۶۵) ''اور داؤد اور سلیمان علیہما السلام کو ہدایت دی جب وہ دونوں کھیتی کے بارے میں فیصلہ کر رہے تھے جس میں ایک قوم کی کچھ بکریاں چگ (چر) گئی تھیں اور ہم ان کے فیصلہ کو دیکھ رہے تھے (گواہ تھے) پس ہم نے فیصلہ سلیمان علیہ السلام کو سمجھا دیا۔ اور ہم نے ہر ایک کو حکمت اور علم سے نوازا۔'' (الانبیاء: ۷۸۔۷۹)

اس طرح دو معزز انبیاء علیہما السلام کا تذکرہ فرمایا، اور ان کی حکمت اور علم کی تعریف کی، اور ان میں سے ایک کو فیصلہ کے فہم کے لیے مخصوص فرمایا۔

اور اللہ سبحانہ نے اپنی خشیت کو علماء میں منحصر فرمایا، اس سلسلہ میں فرمایا اور بس اس کے بندوں میں سے علماء ہی اللہ سے ڈرتے ہیں، بلاشبہ اللہ غالب، بہت بخشنے والا ہے۔'' (فاطر: ۲۸) اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''فرمایئے کیا جو لوگ جانتے ہیں اور جو لوگ نہیں جانتے، برابر ہو سکتے ہیں، بس یاد دہانی وہی لوگ حاصل کرتے ہیں جو خالص

عقل کے مالک ہیں۔'' (الزمر: ۹) اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''جو لوگ تم میں سے ایمان لائے اور جنہیں علم دیا گیا، اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند فرمائے گا۔'' (المجادلہ: ۱۱) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اور جو ایسے راستہ پر چلا جس میں وہ علم سیکھتا ہے (تلاش کرتا ہے) اللہ تعالیٰ اس کے لیے اس کے ذریعہ جنت کی راہ آسان فرما دیتا ہے۔'' (صحیح مسلم: ۲۶۹۹)

سو حاملین علم، علماء ہیں اور میری مراد وہ اللہ والے علماء ہیں جو اپنے علم پر مزدوری نہیں لیتے اور نہ لوگوں کی مدح وثنا کا انتظار کرتے ہیں اور لوگوں کو سلف صحابہ رضی اللہ عنہم اور خوبی کے ساتھ ان کی پیروی کرنے والوں کے فہم کی روشنی میں کتاب وسنت کی تعلیم دیتے ہیں۔

علم دین ہے'' سوچ لیجیے آپ اپنا دین کس سے سیکھتے ہیں اگر آپ کو ایسا شخص مل جاتا ہے جسے آپ اپنے دین کے بارے میں قابل اعتماد سمجھتے ہیں، تو آپ کے قدم، بہترین قدم ہیں، ان کے سبب اللہ تعالیٰ نے جنت کی راہ کو آسان کر دیا ہے۔

امام محمد بن سیرین رحمہ اللہ کا قول ہے ''یہ علم (علم حدیث) بلاشبہ دین ہے، فکر کر لو، تم اپنا دین کن سے لیتے ہو۔'' (مقدمہ صحیح مسلم، منۃ المنعم: ۱/ ۳۵، دار السلام)

یحییٰ بن اکثم بیان کرتے ہیں، مجھ سے رشید (خلیفہ) نے پوچھا، بلند ترین مرتبہ کونسا ہے؟ میں نے کہا، اے امیر المومنین! جو آپ کو حاصل ہے، اس نے کہا، مجھ سے زیادہ بلند مرتبہ والے کو جانتے ہو؟ میں نے کہا، نہیں۔ اس نے کہا، لیکن میں اسے جانتا ہوں، وہ انسان جو اپنے حلقہ تلامذہ میں کہتا ہے، مجھے فلاں نے فلاں سے بیان کیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، میں نے کہا اور مسلمانوں کی امانت ضمانت (حکومت) کا ذمہ دار؟ اس نے کہا، ہاں، تجھ پر افسوس! یہ مجھ سے بہتر ہے، کیونکہ اس (راوی) کا نام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نام سے ملا ہوا ہے جو فوت نہیں ہوگا۔ ہم مر کر فنا ہو جائیں گے اور علماء جب تک زمانہ باقی ہے، باقی رہیں گے۔ (ادب الاملاء: ص ۲۰)

ابو الحسین احمد بن فارس لغوی بیان کرتے ہیں، میں نے استاذ بن عمید کو کہتے سنا، میرا خیال تھا، دنیا میں جو ریاست و وزارت مجھے حاصل ہے، اس سے زیادہ، لذیذ شیرینی نہیں ہے حتیٰ کہ میں اس مذاکرہ میں حاضر ہوا۔ جو سلیمان بن احمد طبرانی اور ابو بکر جعابی کے درمیان میرے سامنے ہوا۔ امام طبرانی اپنے حفظ (یادداشت) کی کثرت کے سبب جعابی پر غالب آتا اور جعابی اپنی فطانت اور اہل بغداد کی ذکاوت کے باعث طبرانی پر غالب آتا حتیٰ کہ دونوں کی آوازیں بلند ہو گئیں، اور ان میں کوئی بھی اپنے ساتھی پر غالب نہیں آ رہا تھا، تو جعابی نے کہا، میرے پاس ایک ایسی حدیث ہے جو دنیا میں میرے سوا کسی کے پاس نہیں، طبرانی نے کہا، پیش کیجیے۔ جعابی نے

کہا، مجھے ابوخلیفہ جمحی نے سلیمان بن ایوب سے بیان کیا، اور ایک حدیث سنائی، تو طبرانی نے کہا، سلیمان بن ایوب میں ہوں، اور ابوخلیفہ نے مجھ ہی سے سنی ہے، اس لیے تو مجھ سے سن لے تاکہ تیری سند عالی ہو جائے کیونکہ تو مجھ سے ابوخلیفہ کے واسطہ سے بیان کر رہا ہے، اس پر جعابی شرمندہ ہوگیا اور طبرانی اس پر غالب آ گیا، ابن العمید نے کہا، اس وقت میں نے چاہا۔ اے کاش! مجھے وزارت اور ریاست حاصل نہ ہوتی اور میں طبرانی ہوتا۔ اور مجھے وہ فرحت حاصل ہوتی جو فرحت اسے حدیث کے باعث حاصل ہوئی یا جو اس نے کہا۔ (ترجم الطبرانی للاصبهانی: ۳۴۴)

جاحظ بیان کرتا ہے، میں اسحاق بن سلیمان کے دور امارت میں، اس کے پاس گیا، تو میں نے فوجی دستوں اور لوگوں کو اس کے سامنے، اس طرح سیدھے کھڑے دیکھا گویا کہ ان کے سروں پر، پرندے بیٹھے ہیں، اور میں نے اس کا گدا اور اس کا ڈریس (لباس) دیکھا، پھر میں اس کے معزول ہونے کے بعد اس کے پاس گیا، اور وہ اپنے کتب خانہ میں تھا اور اس کے گرد، اس کا خوشبودان، سفید کاغذ کا دستہ اور کتابوں کا بستہ، نوٹ بک اور پیمانہ تھا اور دواتیں تھیں، تو میں نے کبھی اسے، اس دن سے بڑھ کر شان و شوکت والا، زیادہ بلند مرتبہ، زیادہ ہیبت والا اور زیادہ پختہ رائے والا نہیں دیکھا، کیونکہ اس میں عظمت کے ساتھ محبت اور بڑائی کے ساتھ شرینی اور سرداری کے ساتھ دانشمندی مل چکی تھی۔ (حیاۃ الحیوان: ۱/ ۶۱)

چونکہ علماء انبیاء علیہم السلام کے وارث ہیں، اس لیے اللہ تعالیٰ نے ان پر لوگوں کے سامنے حق بیان کرنا، لازم اور اس کا چھپانا حرام قرار دیا ہے، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ''اور جس وقت اللہ تعالیٰ نے جن لوگوں کو کتاب دی گئی تھی، سے عہد لیا، تم اسے لوگوں کے سامنے کھول کر بیان کرو گے اور اسے چھپاؤ گے نہیں، تو انہوں نے اسے (عہد کو) اپنی پشتوں کے پیچھے پھینک ڈالا اور اس کے عوض حقیر قیمت حاصل کی، پس بہت برا ہے جو وہ حاصل کرتے ہیں۔'' (آل عمران: ۱۸۷)

فرمان باری تعالیٰ ہے: ''جو لوگ ہم نے جو کھلے دلائل اور ہدایت اتاری ہے، اسے اس کے بعد کہ ہم نے اسے کتاب میں لوگوں کے لیے واضح کر دیا، چھپاتے ہیں، ان پر اللہ تعالیٰ لعنت کرتا ہے اور ان پر سب لعنت کرنے والے لعنت کرتے ہیں۔'' (البقرہ: ۱۵۹)

ان آیات کا مصداق ہر وہ فرد ہے جو اللہ کے دین کا علم رکھنے کے بعد اسے چھپاتا ہے جب کہ لوگ اس کے محتاج ہیں۔ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جس شخص سے ایسے علم کے بارے میں پوچھا گیا جسے وہ جانتا ہے، پھر اس نے اسے چھپایا، قیامت کے دن اسے آگ کی لگام ڈالی جائے گی۔ (ابوداؤد: ۳۶۵۸، ترمذی: ۲۶۴۹ اور بقول امام ترمذی یہ روایت حسن ہے)

جس طرح اللہ تعالیٰ نے علماء پر لازم قرار دیا ہے کہ وہ حق لوگوں کے سامنے واضح کریں اور اسے چھپائے نہیں، لوگوں پر واجب ٹھہرایا ہے کہ وہ اپنے علماء کی طرف رجوع کریں، ان سے پوچھیں اور ان سے دریافت کریں، فرمان باری تعالیٰ ہے: ''اگر تم نہیں جانتے ہو تو اہل ذکر (قرآن کے عالم) سے پوچھو۔'' (الانبیاء: ۷)

سائل پر لازم ہے وہ ایسے عالم کا انتخاب کرے جسے اپنے علم میں رسوخ حاصل ہو، اور ان جاہلوں سے بچے جو علم کے دعویدار ہیں۔ سیدنا عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: ''بلاشبہ اللہ تعالیٰ علم کو اس طرح قبض نہیں کرے گا کہ اسے بندوں (کے سینوں) سے سلب کر لے، لیکن وہ علم کو علماء کو فوت کر کے قبض کرے گا، حتیٰ کہ جب وہ کسی عالم کو نہیں چھوڑے گا، تو لوگ جاہلوں کو سردار بنا لیں گے، سو ان سے دریافت کیا جائے گا اور وہ علم کے بغیر جواب دیں گے، خود بھی گمراہ ہوں گے اور لوگوں کو بھی گمراہ کریں گے۔'' (صحیح بخاری: ۱۰۰، صحیح مسلم: ۲۶۷۳)

اور میں نہیں سمجھتا کہ کوئی فرد ایسا بھی ہے جو ان جاہل روساء جن کو اسلامی مناصب سپرد کر دیئے گئے ہیں، سے ناواقف ہے، یہ لوگ اللہ کے دین کو سامان تجارت بنانے میں حد سے بڑھ گئے ہیں تاکہ اپنے قائدین کو راضی کر سکیں اور وہ تحفے تحائف جو انہیں پیش کیے جاتے ہیں ان میں اضافہ ہو جائے، جیسے میں یہ خیال نہیں کرتا کہ کوئی فرد ان غالی لوگوں کے فتاویٰ سے آگاہ نہیں، جنہوں نے ائمہ اسلام کے ان اقوال کو سمجھنے میں غلطی کی ہے، جن سے وہ استدلال کرتے ہیں، اور انہوں نے ان کو امت کے واقعہ پر چسپاں کرنے میں غلطی کی ہے اور ان کی تیسری غلطی یہ ہے کہ وہ ایسے اہم کام کے درپے ہیں جس کے وہ اہل نہیں ہیں۔ صرف علماء ہی ہیں جو اس انتشار کو ختم کر سکتے ہیں اور امت مسلمہ کی صحیح رفتار کی تحدید کر سکتے ہیں۔

یاد رکھیے، مختلف ادوار میں سے کوئی دور بھی نیک اصلاح پسند علماء سے خالی نہیں رہا، نہ کوئی علاقہ خالی رہا، اللہ کا شکر ہے لوگ ان تک رسائی حاصل کرنے میں کوئی صعوبت (مشکل) نہیں پائیں گے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے انہیں بہت سی ایسی خصوصی صفات سے متصف فرمایا ہے، جن سے اس دین کے وہ ائمہ ممتاز تھے جو ہدایت یافتہ رہنما (ہادی) تھے۔ ان علماء کی ذمہ داری بڑی اور بہت ہی بڑی ہے، اللہ تعالیٰ کے بعد ان سے کئی گنا امید وابستہ ہے، کیونکہ ان سے مطلوب ہے وہ لوگوں کی اصلاح کریں اور ان سے مطلوب ہے وہ ضرورت کے وقت بیان کرنے میں تاخیر سے کام نہ لیں۔ اس لیے امت کے نوجوان اس وقت تک نجات نہیں پا سکتے، جب تک اپنے علماء کی طرف رجوع نہ کریں، ان کے کردار اور حالات سے آگاہ نہ ہوں، اپنے چال چلن اور سیرت میں ان کی پیروی نہ کریں، وہ اللہ کے دین کے زندہ ترجمان ہیں۔ اور کتاب اللہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کا جو علم انہیں

حاصل ہے اس کا عملی نمونہ ہیں۔

یہ محدثین کے سردار، باعمل علماء میں سبقت لے جانے والے، علم کے بلند پہاڑ، امام ابوالحسین مسلم بن حجاج نیشاپوری رحمہ اللہ کے حالات ہیں، امت کے ایسے علماء کے تعارف اور تذکرہ کے لیے جو ایسے مقام پر فائز تھے، جہاں کسی امت کا کوئی عالم کبھی نہیں پہنچ سکا، جب انہوں نے اللہ کی خاطر سیکھا اور اس کی رضا کے حصول کی بھرپور کوشش کی، اللہ تعالیٰ نے ان کو راستہ دکھا دیا اور ان پر ایسے علوم کھول دیئے جو دوسروں پر بند تھے۔

یہ امام علم کی ممتاز شخصیت، علم حدیث کا شاہسوار، جس نے دلوں میں جگہ بنائی اور علماء میں صدارت کا درجہ پایا، حتیٰ کہ اس کی کتاب، کتاب اللہ کے بعد صحت واتقان میں دوسرے مقام پر فائز ہے، جسے قافلے لے کر چلے ہیں اور اسے بڑوں اور بچوں نے یاد کیا ہے، حتیٰ کہ جس نے اسے اچھی طرح یاد کیا ہے وہ علماء میں شمار ہوتا ہے۔

امام مسلم رحمہ اللہ کے اقوال میں سے نفیس (قیمتی) قول ہے، جسے یحییٰ بن ابی کثیر کے قول کی صورت میں پیش کیا ہے، لا یستطاع العلم براحة الجسم ''بدن کی سہولت پسندی راحت طلبی کے ساتھ علم حاصل نہیں کیا جاسکتا۔'' (صحیح مسلم: ۱۳۹۰، منۃ المنعم فی شرح صحیح مسلم: ۱/ ۳۸۸)

نام اور خاندان:

وہ بڑے امام، حافظ، بہترین، ثقہ، سچے ابوالحسین مسلم بن حجاج بن مسلم بن ورد بن کوشاذ قشیری نیشاپوری ہیں، صحیح کتاب کے مؤلف ہیں۔ (سیر اعلام النبلاء: ۱۲/ ۵۵۷)

امام مسلم رحمہ اللہ حلیفوں میں سے ہیں، اصل عرب نہیں ہیں، تعلق و دوستی کی بنا پر بنو قشیر کی طرف منسوب ہیں۔

امام سمعانی لکھتے ہیں: قشیری، قشیر کی طرف منصوب ہے، قاف پر پیش، شین پر زبر اور نقطہ والی یا ساکن ہے۔ یہ نسبت دوستانہ ہے، ان کی طرف دوستی کی بنیاد پر ابوالحسین مسلم بن حجاج بھی منسوب ہیں۔ جو دنیا کے اماموں میں سے ایک ہیں جن کی کتاب "الصحیح" مشرق ومغرب میں مشہور ہے۔ (الانساب: ۴/ ۵۰۳)

جو شخص اکثر علماء کی سیرت پر نظر دوڑائے گا، وہ جان لے گا ان میں اکثر موالی میں سے تھے (یعنی خالص عرب نہ تھے، دوستانہ کے سبب عربوں کی طرف منسوب تھے) ان پر اللہ تعالیٰ نے احسان فرمایا، ان کے علاقے مفتوح ہوئے اور ان کے اطراف میں اسلام پھیل گیا، یا اس نے اپنے علاقہ سے سفر کیا اور کسی عرب قبیلہ جس کا مہمان بنا، اس کی پناہ میں داخل ہوا اور ان کی طرف منسوب ہوگیا اور یہ نسبت ولاء ہوئی۔ عرب اصولی طور پر اپنے نسب پر فخر کرتے تھے اور سب لوگوں سے بڑھ کر اپنے نسب کی حفاظت کرتے تھے، اور یہ ان کی بہت بڑی خوبی ہے اور جب ان میں نسب کا شرف اور دینی شرف جمع ہو جائیں، وہ سرداری حاصل کر لیتے ہیں اور جب

دینی شرف سے محروم ہوں تو ان کا نسبی شرف ان کے لیے سودمند نہیں ہوتا۔

علم کا شرف صاحب علم کو دنیا اور آخرت میں اسی قدر رفعت بخشتا ہے جو رفعت بادشاہی اور مال وغیرہا سے حاصل نہیں ہوتی۔ علم عزت دار کی عزت کو بڑھاتا ہے اور مملوک غلام کو رفعت بخش کر بادشاہوں کی جگہ پر بٹھاتا ہے۔

نافع بن عبدالحارث کا بیان ہے کہ اسے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ عسفان نامی جگہ پر ملے اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اسے مکہ کا گورنر بنایا تھا، انہوں نے پوچھا تم نے مکہ والوں کا گورنر کس کو بنایا ہے؟ جواب دیا، ابن ابزٰی کو۔ پوچھا، ابن ابزٰی کون ہے؟ جواب دیا، ہمارے آزاد کردہ غلاموں میں سے ایک غلام ہے، فرمایا تو نے ان کا گورنر ایک آزاد کردہ غلام کو مقرر کیا ہے؟ جواب دیا، وہ اللہ کی کتاب پڑھنے والا ہے، وہ علم وراثت کا عالم ہے، سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کہا، ہاں تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ اس کتاب کے باعث، بہت سے لوگوں کو بلند فرمائے گا اور دوسروں کو اس کے سبب مرتبہ سے گرا دے گا۔ (صحیح مسلم، ۸۱۷، منة المنعم: ۱/ ۵۱۱)

حضرت ابوالعالیہ بیان کرتے ہیں میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی خدمت میں حاضر ہوتا وہ اپنی چارپائی پر تشریف فرما ہوتے اور قریشی ان کے اردگرد ہوتے، تو وہ میرا ہاتھ پکڑتے اور مجھے اپنے ساتھ چارپائی پر بٹھا لیتے، قریش نے مجھے آنکھیں دکھائیں، ابن عباس رضی اللہ عنہما ان کا مقصد سمجھ گئے تو فرمایا: اسی طرح یہ علم شریف کے شرف کو بڑھاتا ہے اور غلاموں کو تختوں پر فروکش کرتا ہے۔ (سیر اعلام النبلاء: ۴/ ۲۰۸)

امام عطاء بن ابی رباح عبدالملک بن مروان کے پاس گئے جبکہ وہ اپنے تخت پر بیٹھا ہوا تھا اور معزز لوگ اس کے اردگرد تھے، یہ مکہ کی بات ہے جب اس نے اپنی خلافت کے دور میں حج کیا تھا، جب عطاء پر اس کی نظر پڑی، اس کی طرف اٹھا اور اسے تخت پر اپنے ساتھ بٹھا لیا اور اس کے سامنے بیٹھ گیا، اور پوچھا، اے ابومحمد! اپنی ضرورت بتائیے؟ عطاء نے کہا اے امیر المومنین! اللہ کے حرم اور اس کے رسول علیہ السلام کے حرم کے سلسلہ میں اللہ تعالیٰ سے ڈریں، اور اس کی آبادی کا خیال رکھیں اور مہاجرین وانصار کی اولاد کے بارے میں اللہ سے ڈریں کیونکہ آپ انہیں کے باعث اس مقام پر تشریف فرما ہیں اور سرحدی لوگوں کے بارے میں اللہ سے ڈریں کیونکہ وہ مسلمانوں کا قلعہ ہیں اور مسلمانوں کے معاملات کا دھیان رکھیں، کیونکہ صرف آپ ہی سے ان کے بارے میں پوچھ گچھ ہوگی۔ اپنے دروازے پر آنے والوں کے بارے میں اللہ سے ڈریں، ان سے غافل نہ ہوں اور نہ ان کے سامنے اپنا دروازہ بند کریں، عبدالملک نے اس سے کہا، میں یہ کام کروں گا پھر عطاء اٹھ کر کھڑے ہوگئے، تو عبدالملک نے اسے پکڑ لیا اور کہا، اے ابومحمد! آپ نے ہم سے صرف دوسروں کی ضروریات کا سوال کیا ہے اور ہم نے ان کو پورا کر دیا، سو آپ کی حاجت کیا ہے؟ کہا مجھے مخلوق سے کوئی حاجت نہیں، پھر (دربار سے) نکل

گئے تو عبدالملک (خلیفہ) نے کہا تیرے باپ کی قسم یہ ہے شرف تیرے باپ کی قسم یہ ہے سرداری (سیادت)۔
(سیر اعلام النبلاء: ۸۴/۵)

امام مسلم بنوقشیر کے موالی میں سے تھے، اپنے علم کے سبب بلند درجہ پا لیا حتیٰ کہ ان کی کتاب صحت کے اعتبار سے کتاب اللہ کے بعد ہے۔ کیونکہ بخاری سے متصل بعد ہے اس سے وہ شرف پا لیا جسے رات، دن ختم نہیں کر سکیں گے اور قیام قیامت تک ادوار اسے بوسیدہ نہیں کر پائیں گے۔

کنیت اور لقب:

کنیت، انسان کا وہ نام ہے جو توقیر و تعظیم کے لیے رکھا جائے۔ کنیت بعض دفعہ نام کے قائم مقام ہوتی ہے، انسان اسی سے معروف ہوتا ہے۔ جس طرح وہ اپنے نام سے معروف ہوتا ہے۔ کنية ، کاف پر پیش اور زیر ہے اس کی جمع کُنٰی ہے۔ محاورہ ہے اکتنٰی فلان بکذا ، فلاں نے یہ کنیت رکھی، اور اس کی کنیت ابوعبداللہ ہے۔ اور میں نے اس کی کنیت ابوزید رکھی ہے۔ با کے صلہ کے ساتھ اور صلہ کے بغیر کَنَّیتُهٗ ، اباز يد وابي زيد۔ بابی زید، میں نے اس کی کنیت ابوزید رکھی۔

عرب کنیت کا بہت اہتمام کرتے تھے کیونکہ یہ صاحب کنیت کی شخصیت کی تعبیر ہے، اور صاحب کنیت کو اختیار ہے جو کنیت چاہے رکھ لے، خاص کر جبکہ اس کا نام، قبیح نام ہو جیسا کہ مرة (تلخ) کلب (کتا) حنظلة (اندرائن، تمہ) یا ایسا نام ہو جس میں تزکیہ (پاکیزگی) کا اظہار ہو یا کوئی اور حرام نام ہو تو اسے اختیار ہے اپنی کنیت خود رکھ لے یا اہل علم میں سے کوئی اس کی کنیت رکھ دے جو اس کی شناخت بنے۔

لقب:

ایسا اسم ہے جو علم کے علاوہ ہے، اس کی جمع القاب ہے، کبھی لقب انسان کی کسی کمزوری کی علامت ہوتا ہے، جیسے اعمش (چوندھا، کمزور نگاہ) اعرج (لنگڑا) اس لقب سے بلانا ناپسندیدہ ہے الا یہ کہ اس کے بغیر انسان کا پتہ نہ چلتا ہو، کبھی نام کو مختصر کر لیا جاتا (سیف اللہ سے سیف) اور انسان کو خاندانی لقب سے بھی پکارا جاتا ہے، یہ بھی پسندیدہ رویہ ہے۔ صاحب ترجمہ (سوانح حیات) کی کنیت، ابوالحسین ہے اور لقب قشیری ہے۔ امام خطیب نے لکھا ہے، مسلم بن حجاج بن مسلم ابوالحسین القشیری النیشاپوری۔ (تاریخ بغداد: ۱۰۰/۱۳)

تاریخ ولادت:

عموماً علماء کی تاریخ ولادت کے تعین میں اختلاف ہوتا ہے لیکن تاریخ وفات میں عموماً اختلاف نہیں ہوتا، اس کے سبب کا محور عالم کی فضیلت اور لوگوں کا اس سے ربط ہے اور اس کی موت ایسا حادثہ ہوتا ہے جو کانوں سے

اوجھل نہیں رہتا۔ ولادت کے سلسلہ میں عربوں کی عادت ہے کہ وہ اسے کسی معین مشہور حادثہ کی طرف منسوب کرتے ہیں، اس لیے عالم کی ولادت کی تحدید میں دقت (باریک بینی) سے کام نہیں لیا جاتا۔

ابن خلکان رحمہ اللہ کا قول ہے: میں نے کسی حافظ کو نہیں پایا کہ اس نے اس کی (امام مسلم کی) تاریخ ولادت کی تحدید کی ہو اور ان کی عمر کی مقدار معین کی ہو، اس پر اتفاق ہے کہ وہ دوسری صدی کے بعد پیدا ہوئے۔ (وفیات الاعیان: ۵/ ۱۹۵)

حافظ مزی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: کہا گیا ہے کہ ۲۰۴ھ میں پیدا ہوئے۔ (تہذیب الکمال: ۲/ ۵۰۷)

اور بقول امام ذہبی، بعض لوگوں کا قول ہے ۲۰۴ھ میں پیدا ہوئے اور میرے خیال میں وہ اس سے پہلے پیدا ہوئے۔ (تاریخ الاسلام)

امام مسلم رحمہ اللہ کی نشو ونما کا زمانہ:

امام مسلم، اسلام کے ادوار میں سے اس دور میں پیدا ہوئے پھلے پھولے اور نشو ونما پائی جو عزت، شرف، علم اور عمل کے اعتبار سے سب سے زیادہ روشن تھا۔ مسلمان امت، غالب امت تھی، جس سے مشرق ومغرب خوف زدہ تھے۔ امام مسلم بنو عباس کی خلافت میں پیدا ہوئے۔

بنو عباس کے خلفاء:

۱۔ خلیفہ مامون: ......ابوالعباس عبداللہ بن رشید، بنو عباس کے خلفاء میں سے حزم (دور اندیشی) عزم، تحمل، عمل، رائے، بصیرت، دبدبہ، شجاعت، سیادت اور سخاوت کے اعتبار سے سب سے بہتر تھا، وہ بہت سے محاسن اور طویل سیرت کا حامل ہے، اگر اس نے لوگوں کو خلق قرآن کے قول کے فتنہ میں مبتلا نہ کیا ہوتا، بنو عباس سے اس سے زیادہ علم والا کوئی خلیفہ نہیں بنا، وہ فصیح، قادر الکلام تھا، وہ کہتا تھا، معاویہ اپنے عمرو یعنی عمرو بن عاص کی معیت کی بنا پر تھا اور عبدالملک اپنے حجاج یعنی حجاج بن یوسف کی معیت کے سبب تھا اور میں اپنی ذات کے ساتھ (خلیفہ) ہوں۔

کہا جاتا ہے، بنو عباس کا آغاز، درمیان اور اختتام ہے، آغاز سفاح ہے درمیان مامون ہے اور انتہا عبدالملک ہے، جس کی خلافت میں امام مسلم، پیدا ہوئے۔

۲۔ معتصم باللہ: ......ابواسحٰق محمد بن الرشید ۱۸۰ھ میں پیدا ہوا۔ امام ذہبی رحمہ اللہ کا قول ہے۔ معتصم عظیم ترین اور باوقار خلفاء میں سے تھا۔ اگر اس نے اپنی سیادت کو علماء کو خلق قرآن کے مسئلہ میں آزمائش میں ڈال کر عیب دار نہ کیا ہوتا۔

نفطویہ اور صولی کا قول ہے معتصم میں بہت سی خوبیاں تھیں اور اس کو ہشت پہلو کا نام دیا جاتا تھا کیونکہ وہ بنوعباس کا آٹھواں خلیفہ عباس کی اولاد میں آٹھواں اور رشید کے بیٹوں میں سے آٹھواں تھا۔ اٹھارہویں سال میں خلیفہ بنا، آٹھ سال، آٹھ ماہ اور آٹھ دن بادشاہ رہا۔ ۱۷۸ھ میں پیدا ہوا (اڑتالیس سال زندہ رہا، اس کا ذائچہ عقرب ہے جو آٹھواں برج ہے، اسے آٹھ فتوحات حاصل ہوئیں اور آٹھ دشمن قتل کیے اور آٹھ بیٹے اور آٹھ بیٹیاں پیچھے چھوڑیں، ربیع الاول کے آٹھ دن باقی تھے جب فوت ہوا، اس میں محاسن تھے، فصیح اقوال اور گوارا شعر کہے۔

۳۔ واثق باللہ:......ابوجعفر ہارون اور بقول بعض ابوالقاسم بن معتصم بن رشید ۲۳۱ھ میں، اس نے بصرہ کے گورنر کو خط لکھا، اسے حکم دیا کہ مؤذنوں اور اماموں کا خلق قرآن کے سلسلہ میں جائزہ لے، اس سلسلہ میں اس نے اپنے باپ کی پیروی کی۔ اپنے آخری دور میں اس نے اس سے رجوع کر لیا، ابوطالب کے خاندان کے ساتھ اس نے (واثق نے) جس قدر اچھا سلوک کیا اس قدر اچھا سلوک کسی نے نہیں کیا، اس کی موت تک ان میں کوئی محتاج نہیں رہا تھا اور بقول بعض واثق مکمل ادیب تھا اور بقول صولی واثق کو اس کے ادب وفضل کے سبب مامون اصغر کا نام دیا جاتا تھا۔

۴۔ متوکل علی اللہ:......ابوالفضل جعفر بن معتصم بن رشید، اس کا میلان سنت کی طرف تھا اور اس نے اہل السنہ کی مدد کی اور آزمائش کو ختم کر دیا، اس سلسلہ میں ۲۳۴ھ میں اطراف کی طرف خط لکھا۔

محدثین کو سامرا میں طلب کیا، ان کو عمدہ تحائف دیئے اور ان کی تکریم کی اور انہیں صفات اور دیدار الٰہی کی احادیث بیان کرنے کا حکم دیا۔

ابوبکر بن ابی شیبہ نے جامع الرصافہ میں مجلس قائم کی، اس کے پاس تقریباً تیس ہزار لوگ جمع ہو گئے اور اس کے بھائی عثمان بن ابی شیبہ نے جامع المنصور میں مجلس قائم کی، اس کے پاس بھی تقریباً تیس ہزار افراد جمع ہو گئے۔ اور لوگوں نے بکثرت متوکل کے لیے دعائیں کیں، اس کی تعریف اور تعظیم میں انتہاء کو پہنچ گئے۔ حتیٰ کہ کسی نے کہا، خلفاء تین ہیں۔ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، مرتدوں کی سرکوبی، میں عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ ظلم وزیادتی ختم کرنے میں، اور متوکل سنت کے احیاء اور جہمیت کو ختم کرنے میں۔ (جہمیہ منکرین صفات الٰہی)

۵۔ منتصر باللہ:......ابوجعفر محمد اور بقول بعض ابوعبداللہ بن المتوکل بن المعتصم بن الرشید بارعب، وافر عقل والا، نیکی کا شوقین، بہت کم ظالم اور علویوں کے ساتھ احسان کرنے والا، ان سے میل ملاپ رکھنے والا تھا، ابوطالب کی آل جس ڈر اور فتنہ میں مبتلا تھی، اس کا ازالہ کیا، ۲۴۸ھ میں چھبیس سال کی عمر میں پانچ ربیع الآخر میں فوت ہوا، چند ماہ جو چھ ماہ سے بھی کم ہیں عہدہ خلافت پر متمکن رہا۔

۶۔ مستعین باللہ:...... ابوالعباس احمد بن المعتصم بن الرشید جو متوکل کا بھائی تھا بہت فیاض، فاضل، بلیغ اور ادیب تھا۔

۷۔ معتز باللہ:...... ابوعبداللہ محمد اور بقول بعض زبیر بن متوکل بن معتصم بن رشید اس سے پہلے، اس سے کم عمر کا کوئی شخص عہدہ خلافت پر فائز نہیں ہوا، انتہائی خوبصورت تھا ابن المعتز کے حدیث کے استاد علی بن حرب کا قول ہے، میں نے اس سے زیادہ خوبصورت خلیفہ نہیں دیکھا۔

۸۔ نیک خلیفہ مہتدی باللہ:...... ابواسحاق اور بقول بعض ابوعبداللہ محمد بن واثق بن معتصم ابن رشید، مہتدی گندم گوں، نرم دل، خوب رو، پرہیزگار، انصاف پسند، اللہ کے دین کے بارے میں قوی تھا، بہت دلیر، شجاع تھا لیکن اسے کوئی مددگار اور معاون نہیں مل سکا اور بقول خطیب، وہ جب سے خلیفہ بنا ہمیشہ روزہ رکھتا رہا یہاں تک کہ ۲۵۶ھ میں قتل کر دیا گیا۔

۹۔ معتمد علی اللہ:...... ابوالعباس احمد بن متوکل، جب مہتدی کو قتل کیا گیا یہ قید میں تھا، لوگوں نے اسے قید سے نکال کر اس سے بیعت کی، اس کے دور میں بڑے بڑے فتنہ وقوع پذیر ہوئے، مثلاً سیاہ فام لوگ بصرہ میں گھس گئے، وہاں تباہی و بربادی اور تخریب کاری کی بہت بڑی وبا پھیل گئی جس میں بے شمار لوگ فوت ہو گئے۔ پھر خطرناک آوازیں اور زلزلے آئے جن میں بہت لوگ مر گئے۔ اسی کے عہد میں علماء کی بہت اکثریت فوت ہوئی، امام نسائی کے سوا، امام بخاری، امام مسلم، امام ابوداود، امام ترمذی اور امام ابن ماجہ، صحاح ستہ کے مصنفین اسی کے دور میں فوت ہوئے۔

گزشتہ حالات سے یہ بات واضح ہوگئی کہ دو وجوہ سے امام مسلم رحمہ اللہ نے خلق قرآن کے فتنہ سے تعرض نہیں کیا۔

۱۔ اس فتنہ کا آغاز مامون نے ۲۱۸ھ میں کیا، اور امام مسلم اس وقت طلب علم کے ابتدائی سفر سے گزر رہے تھے، اس سال انہوں نے امام یحییٰ بن یحییٰ سے سماع کا آغاز کیا تھا۔

۲۔ امام مسلم کا علاقہ، اس فتنہ کے علاقہ سے بہت دور تھا، وہ نیشاپور میں تھے اس علاقہ کے علماء سے یہ فتنہ بہت دور تھا، اسی طرح اللہ تعالیٰ نے امام مسلم کو اس میں بحث وتمحیص سے محفوظ رکھا۔

امام مسلم رحمہ اللہ کا نشوونما پانا:

انسان کی زندگی میں تربیت کا اثر:...... یہ بات شک وشبہ سے بالا ہے کہ انسان کی زندگی میں تربیت کا بہت بڑا اثر ہے، اگر کنبہ نیک ہے تو وہ اپنی اولاد کو نیکی اور بہتری کی طرف لے جاتا ہے۔

علمی طور پر یہ بات ثابت ہے کہ انسان ایک سفید ورق کی طرح پیدا ہوا ہے، وہ ذاتی طور پر ہر قسم کے

میلان اور جہت فکری، سے خالی ہوتا ہے، اور وہ علوم و معارف کے حصول اور شخصیت کی تعمیر و تشکیل کی استعداد، ایک معین اخلاقی خطوط کے مطابق حاصل کرتا ہے، اس لیے ہم دیکھتے ہیں، قرآن کریم، انسان کو اسی حقیقت کے مطابق مخاطب فرماتا ہے اور اسے علم و تعلیم اور ہدایت کی نعمت یاد دلاتا ہے۔

فرمان باری تعالیٰ ہے: ''اللہ تعالیٰ نے تمہیں تمہاری ماؤں کے پیٹوں سے اس حال میں نکالا کہ تم کچھ نہ جانتے تھے اور تمہیں سننے کی طاقت اور آنکھوں اور دلوں سے نوازا تاکہ تم شکرگزار بنو۔'' (النحل: ۷۸)

اسی فہم اور معرفت کے حصول اور شخصیت کی تعمیر کی انہیں علمی بنیادوں پر اسلام میں اصول تربیت تشکیل پاتے ہیں اور ابتدا میں والدین کو بچے کی تیاری، تربیت اور تعلیم کا ذمہ دار ٹھہرایا جاتا ہے۔

تربیت اپنے ابتدائی مراحل میں ایک علمی مشق و تربیت کا معاملہ ہے جو بچہ حواس کے ذریعہ والدین سے سیکھتا ہے، سو ان سے روش، اخلاق، عادات اور برتاؤ کا طریقہ سیکھتا ہے، اسی لیے خاندانی طرز عمل، اور کنبہ کا ماحول دونوں شخصیت کی تعمیر اور مستقبل کے فکری میلان میں بہت اثر انداز ہوتے ہیں۔ تعلیم کا مقصد علوم شرعیہ کا سیکھنا ہے تاکہ اسلامی ذہنیت بنے، اس کا انداز فکر پیدا ہو اور اسلامی شخصیت کی فکری خواہش کا رنگ تشکیل پائے۔

اس لیے ماحول کا ان چیزوں کی طرف میلان پیدا کرنے میں بچے کے رخ پر بہت بڑا اثر ہوتا ہے، اس لیے حدیث شریف میں آیا ہے۔ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو بچہ بھی پیدا ہوتا ہے وہ فطرت (اسلام) پر پیدا ہوتا ہے پھر اس کے والدین اسے یہودی، عیسائی اور مجوسی بناتے ہیں۔ جس طرح حیوان کا بچہ مکمل صورت میں پیدا ہوتا ہے، کیا تم ان میں کان ناک کٹا پاتے ہو، پھر سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ یہ آیت پڑھتے: ''اللہ تعالیٰ کی اس فطرت کی پابندی کرو جس پر اس نے لوگوں کو پیدا کیا ہے، اللہ کی تخلیق میں تبدیلی نہیں ہو سکتی، یہی پختہ دین (دستور زندگی) ہے۔'' (صحیح بخاری: ۱۳۵۹، صحیح مسلم: ۲۶۵۸)

سو وہ بچہ جو کسلمند، بے کار نشوونما پاتا ہے وہ کبھی نفع بخش، فائدہ مند انسان نہیں بن سکتا، کہ وہ یہ جان سکے کہ اپنے اوقات کی تحدید کیسے کرے، اپنی طاقت کا رخ کس طرف پھیرے بلکہ وہ اپنی طاقت کی حدود ہی کو نہیں جانتا، اس لیے ان کو بے مقصد کاموں میں ضائع کر دیتا ہے۔

وہ بچہ جو اپنے والدین یا سوسائٹی یا اردگرد کے ماحول کی بدمعاملگی کی بنا پر آوارہ اور سرکش نشوونما پاتا ہے، بہت مشکل ہے کہ ایسا انسان بنے جو کسی ضابطہ کا پابند ہو، اس لیے وہ طرز عمل اور مقصد کو ریزہ ریزہ کرے گا۔ وہ بچہ جو الگ تھلگ ماحول میں زندگی گزارتا ہے یا اس کی تربیت برے انداز میں کی جاتی ہے، وہ تربیت اس کے رویہ پر بہت اثر چھوڑتی ہے اور وہ اس سے ایک ایسا انسان بنتا ہے جو مجرم ہوتا ہے، اپنی زندگی میں دکھ میں مبتلا

رہتا ہے اور آخرت میں بدبختی سے دوچار ہوگا۔

وہ تجربات اور علمی اعداد وشمار جو تحقیق و ریسرچ کرنے والوں نے فرد اور معاشرہ پر تربیت کے اثر کے سلسلہ میں پیش کیے ہیں وہ تربیت کے سلسلہ میں اسلامی پیغام اور اس کی علمی طے شدہ تشخیص کے بالکل مطابق ہیں ، ہم چند تجربات بیان کرتے ہیں۔ عربی اور مغربی دنیا میں جو تحقیقات پیش کی گئی ہیں ان کا اکثر حصہ اس پر دلالت کرتا ہے کہ بچے کی ابتدائی عمر ہی انسانی شخصیت کی تشکیل اور انفرادی استعدادوں کے نشوونما میں مؤثر ہے، بچہ خارجی محرکات پر اپنے ردعمل کا اپنے ماحول کے ساتھ ٹکراؤ سے، اپنی زندگی کے ابتدائی سالوں میں تقریباً نصف حصہ مکمل کر لیتا ہے جو زندگی بھر جاری رہتا ہے اور بدیہی بات ہے کہ وہ اخلاقی اقدار ایجابی ہوں یا سلبی جو اس کے خاندانی ماحول پر غالب ہوتی ہیں ان کا اس کے دوسرے لوگوں کے ساتھ معاملہ کرنے میں فعال اور موثر کردار ہوتا ہے۔

تربیتی تحقیقات سے یہ بات بھی ثابت ہوگئی ہے کہ بچے کی نوخیزی کے سالوں میں اس کے نزدیک جو ذاتی تصویر بنتی ہے وہ اس کے زندگی بھر کے سالوں میں اس کی اپنے بارے میں نگاہ پر اثر انداز ہوتی ہے جب اس کے نزدیک اپنے خاندان کے اندر اپنی صلاحیت اور مقام و مرتبہ کے بارے میں سلبی تصویر قائم ہو جاتی ہے، وہ اپنے آپ کو بے کار سمجھتا ہے اور اپنے خاندانی ماحول میں کوئی معین کردار نہیں پاتا جو کسی کی توجہ کو نہیں ابھارتا گویا کہ اس کا ہونا نہ ہونا برابر ہوتا ہے، اس کے نزدیک معاشرہ میں اپنے بارے میں تاریک تصویر نشوونما پاتی ہے تو وہ کچھ عرصہ کے بعد انتقامی ذہنیت کے ساتھ اپنا وجود منوانے کے لیے ایسی سرگرمیوں کا ارتکاب کرتا ہے جو درشتی، مخالفت اور انحراف سے متصف ہوتی ہیں اس کے برعکس جب وہ اپنے خاندانی افراد کی طرف سے رعایت، محبت، شفقت، عزت اور حوصلہ افزائی پاتا ہے، اس کی اپنے بارے میں تصویر نکھرتی ہے، اس کی صلاحیتیں اور قدرتی قابلیتیں پھلتی پھولتی ہیں اور وہ اپنے اندر خوبصورت روشن کرنیں محسوس کرتا ہے جو اس کی شخصیت کو روشن کرتی ہیں، اور اسے اپنی خاندانی زندگی میں فعال کردار ادا کرنے کی اہلیت عطا کرتی ہیں اور اس طرح وہ اپنی امت کے لیے فعال فرد بن جاتا ہے۔

دکتور مصطفیٰ العوجی لکھتے ہیں، وہ رپورٹ جو کہ کولمان نے ان تربیتی تحقیقات کے نتیجہ میں تیار کی ہے جسے ان تحقیقات کی تائید حاصل ہے جو انگلستان کی تربیتی مرکزی مجلس شوریٰ نے سرانجام دی ہیں کہ سترہ سال کی عمر کے بچوں کی پچاس فیصد ذکاوت جنین سے لے کر چار سال کی عمر میں تشکیل پا جاتی ہے اور اٹھارہ سال کی عمر تک پہنچنے والوں کی پچاس فیصد علمی کامیابیاں نو سال کی عمر سے شروع ہو جاتی ہیں، اور بچے میں تینتیس فیصد ذہنی، انتظامی، دلیری اور مہربانی کی صلاحیتوں کے بارے میں دو سال کی عمر میں پیش گوئی کی جاسکتی ہے اور پانچ سال کی

عمر میں پیشین گوئی سو فیصد کے درجہ تک پہنچ جاتی ہے۔ دوسری تحقیقات یہ اضافہ کرتی ہیں کہ وہ زبان جس سے گھر والے اپنے بچوں کے ساتھ گفتگو کرتے ہیں وہ ان کے فہم اور ان میں ثواب وعقاب کے معانی کی تمیز ان کی کرداری اقدار ان کی سوجھ بوجھ، ان کے کردار اور ان کے اخلاقی ضوابط پر کافی حد تک اثر انداز ہوتی ہے۔ (الامن الاجتماعی: ۳۳۶)

امام مسلم رحمہ اللہ پر اس تربیت کا اثر:

جو انسان امام مسلم کی تربیت پر نظر دوڑاتا ہے، وہ دیکھ لیتا ہے، ان کی پرورش مہربان اور شفیق والدین اور علمی گھرانے نے کی ہے۔ جس نے بچپن میں ہی حصول علم کے لیے ان کی حوصلہ افزائی کی اور یہ ایک چھوٹا ماحول تھا اور جس طرح ہم پہلے لکھ چکے ہیں، انہوں نے بنو عباس کے دور میں پرورش پائی ہے جو علم، علماء اور اسلامی حکومت کے عروج کا دور تھا اور غیر مسلم سرکش حکومتیں ذلیل تھیں، اس تربیت کا علمی کمال کے حصول میں بہت بڑا دخل تھا۔

امام مسلم رحمہ اللہ کے والد محترم:

ہم ان کے والد کے بارے میں اس سے زیادہ کچھ نہیں جانتے کہ وہ اہل علم میں سے تھا، اور اس نے اپنے بیٹے کو اس قدر توجہ اور نگرانی سے نوازا جس نے اسے عروج کمال تک پہنچا دیا۔

حافظ محمد بن عبداللہ کا قول ہے، میں نے ابو عمرو مستملی کی تحریر پڑھی کہ مسلم بن حجاج لوگوں کے علماء اور علم کے محافظوں میں سے تھے میرے علم کی رو سے وہ بہت خوب (نیک) تھے، اللہ تعالیٰ ہم پر اور اس پر رحم فرمائے، اپنے باپ کے اطاعت گزار (باوفا) تھے، اور ان کے باپ حجاج بن مسلم، میرے باپ کے اساتذہ میں سے تھے۔

(تاریخ دمشق: ج ۵۸، ص ۸۹)

یہ بات اس کی دلیل ہے کہ امام مسلم کا باپ اہل علم میں سے تھا، اور یہ چیز امام مسلم کے لیے طلب علم میں مددگار بنی۔

امام مسلم رحمہ اللہ کی والدہ:

امام صاحب کی والدہ کے بارے میں ہم کچھ نہیں جانتے، ہاں امام مسلم اور ان کے والد بزرگوار کے بارے میں ہمارا حسن ظن ہمیں مجبور کرتا ہے کہ ہم ان کی والدہ ماجدہ کے بارے میں بھی حسن ظن رکھیں، اور بلاشبہ اس علم کے پہاڑ کی تربیت میں اس ماں کا نمایاں واضح کردار تھا۔

امام مسلم رحمہ اللہ کی بیوی اور اولاد:

جو انسان علماء کی سیرت اور ان کے اہل وعیال اور متعلقین کے سوانح حیات پر نظر دوڑاتا ہے وہ جان لیتا ہے کہ اہل علم مؤرخین عالم کے شخص اور اس کے ان متعلقین جو علم میں مصروف ہوتے ہیں۔ یا جن کا دینی خدمت میں نمایاں کردار نہیں ہوتا ان کے شخصی پہلو کو اہمیت نہیں دیتے، اس بنا پر عالم کی اولاد اگر علم شرعی میں یا جس فن کا

وہ ماہر ہے اس میں مشغول نہ ہو ان کا تذکرہ بہت کم ہوتا ہے۔

ہم امام مسلم کی بیویوں اور ان کی اولاد کے بارے میں امام حاکم کے قول سے زائد کچھ نہیں جانتے، امام حاکم ان کی بیوی کی بہن کے بارے میں کہتے ہیں، ہمیں محمد بن صالح بن ہانی نے بتایا، میں نے احمد بن سلمہ سے سنا: میں صبح سویرے مسلم بن حجاج کی بیوی کی بہن کی شادی کے سلسلہ میں عبدالرحمٰن بن بشر کی خدمت میں حاضر ہوا، تو میں نے اسے مسجد میں پایا، اس نے پوچھا، آج صبح سویرے کیوں آ گئے ہو؟ میں نے کہا عبدالواحد اصفار نے مجھ سے درخواست کی ہے کہ میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوں تاکہ آپ اس کی بیٹی کی شادی کر دیں، اس نے کہا، میں جب کسی کی شادی میں حاضر ہوتا ہوں، جب وہ وقت آتا ہے، جب منگیتر سے کہا جاتا ہے یہ نکاح تمہیں قبول ہے اور تیرے ذمہ بیوی کا اتنا اتنا مہر ہے تو جب وہ کہتا ہے ہاں، میں اپنے جی میں کہتا ہوں، تو ایسی بدبختی میں مبتلا ہوا جس کے بعد کبھی تجھے سعادت حاصل نہ ہوگی۔ (سیر اعلام النبلاء: ۱۲/۳۴۳)

ان کے بیٹوں کے بارے میں کچھ معلوم نہیں ہے ہاں بیٹیوں کی طرف سے اس کے نواسے تھے۔

امام حاکم کا قول ہے، امام مسلم کی تجارت گاہ خان محمش تھی اور ان کی روزی ان کی جاگیر سے تھی جو ''استوا'' میں تھی، میں نے ان کے گھر میں ان کی بیٹیوں کی طرف سے ان کی نسل دیکھی اور میں نے اپنے باپ سے سنا، میں نے امام مسلم کو ''خان محمش'' میں حدیث بیان کرتے دیکھا۔ (سیر اعلام النبلاء: ۱۲/۵۷۰)

ان کا بھانجا:

امام مسلم کا بھانجا ممتاز محدثین میں سے تھا، جس کا نام ابوبکر محمد بن علی ہے، جس نے ابویعقوب اسحاق بن منصور بن بھزام الکوسج مروزی تمیمی کے سامنے زانوئے تلمذ طے کیے جو نیشاپور میں رہائش پذیر تھا، جو ائمہ محدثین، زہاد اور سنت سے تمسک کرنے والوں میں سے تھا۔ (تہذیب التہذیب: ۱/۲۱۸)

اسباب زندگی:

طلب علم کے معاون اسباب میں سے سب سے بڑا سبب رزق اور اسباب زندگی کا آسان اور حلال ہونا ہے کیونکہ طالب علم دنیا کا اس قدر محتاج ہوتا ہے جو اس کے لیے آخرت تک پہنچنے کا ذریعہ ہو جب دنیا اس کے لیے مانع (رکاوٹ) ہوگی، اس کا آخرت پر اثر پڑے گا، دنیا آخرت کی کھیتی اور گزرگاہ ہے اور لوگ دنیا کے بارے میں مختلف ہیں۔ بعض کو دنیا آخرت سے مشغول رکھتی ہے اور بعض آخرت کے لیے دنیا سے مشغول ہو جاتے ہیں۔ اور بعض آخرت کی خاطر اسباب زندگی حاصل کرتے ہیں، یہی لوگ معتدل ہیں اور یہی میانہ رو ہیں اور کوئی انسان میانہ روی کا درجہ پا نہیں سکتا جب تک اسباب زندگی کے حصول کے لیے میانہ روی کی راہ کی

پابندی نہ کرے اور کوئی انسان طلب دنیا کو آخرت کا وسیلہ نہیں بنا سکتا جب تک اس کی طلب میں شرعی آداب کو اختیار نہ کرے، اللہ تعالیٰ نے کسب دنیا کو وسیلہ ٹھہرایا ہے اور اس کے لیے شرعی ضوابط مقرر کیے ہیں، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ''ہم نے تمہارے لیے اس میں اسباب زندگی رکھے ہیں تم بہت کم شکر کرتے ہو۔'' (الاعراف: ۱۰)

اور فرمایا: ''اور ہم نے دن کی نشانی کو روشن بنایا تا کہ تم اپنے رب کا فضل تلاش کرو۔'' (الاسراء: ۱۲)

اور نبی اکرم ﷺ نے کمانے اور دنیا کا سامان زندگی طلب کرنے کا حکم دیا ہے اور اس بات سے ڈرایا ہے کہ انسان لوگوں کا دست نگر بنے وہ اسے دیں یا نہ دیں۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے، تم میں سے کسی کا اپنی رسی لینا کہ اپنی پشت پر لکڑی کا گٹھ اٹھالے اس سے بہتر ہے کہ کسی آدمی سے سوال کرے وہ اسے دے یا نہ دے۔'' (صحیح بخاری: ۱۴۷۰، صحیح مسلم: ۱۰۴۲)

سیدنا ابو کبشہ انماری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا: ''میں تین چیزوں کی قسم اٹھاتا ہوں اور تمہیں ایک حدیث بیان کرتا ہوں اس کو یاد کرلو، کسی انسان کا مال صدقہ کرنے سے کم نہیں ہوتا، اور کسی انسان پر ایسا ظلم نہیں کیا جاتا جس پر وہ صبر کرتا ہے، مگر اس سے اللہ تعالیٰ اس کی عزت بڑھاتا ہے اور کوئی بندہ مانگنے کا دروازہ نہیں کھولتا مگر اس پر اللہ تعالیٰ احتیاج کا دروازہ کھول دیتا ہے اور میں تمہیں ایک حدیث سناتا ہوں اس کو یاد کرلو، دنیا بس چار قسم کے افراد کے لیے ہے ایسا بندہ جس کو اللہ مال اور علم عطا کرتا ہے اور وہ اس کے بارے میں اپنے رب سے ڈرتا ہے اور اس کے ذریعہ صلہ رحمی کرتا ہے اور اس میں اللہ تعالیٰ کا حق سمجھتا ہے یہ بلند ترین درجہ ہے اور ایسا بندہ جس کو اللہ تعالیٰ نے علم دیا اور مال نہیں دیا اور وہ سچی نیت سے یہ کہتا ہے، اگر میرے پاس مال ہوتا تو میں بھی فلاں والا طرز عمل اختیار کرتا تو اس کا حساب اس کی نیت کے مطابق ہے اور دونوں کا اجر برابر ہے اور ایسا بندہ جس کو اللہ تعالیٰ نے مال سے نوازا اور علم نہیں دیا، تو وہ اپنے مال میں علم کے بغیر ٹامک ٹوئیاں مارتا ہے، نہ اس کے بارے میں اپنے رب سے ڈرتا ہے اور نہ صلہ رحمی کرتا ہے اور نہ اس میں اللہ کا حق سمجھتا ہے یہ بدترین مرتبہ ہے اور ایسا بندہ اللہ تعالیٰ نے نہ اس کو مال دیا اور نہ علم اور وہ کہتا ہے اگر میرے پاس مال ہوتا میں فلاں والا رویہ اپناتا، تو اس کا حساب اس کی نیت کے مطابق ہے اور دونوں گناہ میں برابر ہیں۔

(سنن ترمذی: ۲۳۲۵، سنن ابن ماجہ: ۴۲۲۸)

اس لیے طالب علم کے لیے لازم ہے کہ وہ حلال کمائی کی کوشش کرے اور پاک دامن ہوتا کہ لوگوں کے نزدیک اس کے چہرے کی رونق ذلیل نہ ہو۔

اللہ تعالیٰ نے پاک یعنی حلال کھانے کا حکم دیا ہے اور ناجائز طریقہ سے کھانے کو قتل کرنے سے پہلے منع

فرمایا ہے تا کہ حرام کھانے کا گھناؤنا پن اور حلال کی برکت کی عظمت کا اظہار ہو، فرمان باری تعالیٰ ہے: ''ایمان والو! ایک دوسرے کے مال ناجائز طریقہ سے نہ کھاؤ الا یہ کہ باہمی رضا مندی سے سودا ہو اور ایک دوسرے کو قتل نہ کرو بلاشبہ اللہ تعالیٰ تم پر بہت مہربان ہے۔'' (النساء: ۲۹)

کھانے میں بنیادی چیز اس کا پاک ہونا ہے اور یہ فرض اور دین کی اساس ہے، اس لیے رزق حلال کی تلاش فرض ہے، اور یہ ایسا فریضہ ہے جس کا عقول کے لیے سمجھنا سب فرضوں سے مشکل ہے اور جوارح کے لیے اس کا عمل میں لانا سب سے گراں ہے۔ اس لیے اس کا علم وعمل مکمل طور پر مٹ چکا ہے اور اس کے علم کا پوشیدہ ہونا اس کے عمل کے مٹنے کا سبب ہے، جاہلوں نے یہ خیال کرلیا ہے کہ حلال مفقود ہو چکا ہے اور اس تک پہنچنے کا راستہ بند ہو چکا ہے، پاکیزہ چیزوں میں سے صرف فرات کا پانی اور بنجر زمین میں اگنے والی گھاس باقی رہ گئی ہے، ان کے سوا کو ظالم ہاتھوں نے پلید بنا دیا ہے اور فاسد معاملات نے بگاڑ دیا ہے اور جب نباتات میں سے محض گھاس پر قناعت کرنا ممکن نہیں ہے تو پھر کھلے پیمانے پر محرمات کے ارتکاب کے سوا چارہ نہیں ہے، اس لیے دین کے اس مدار کو بالکل نظر انداز کر دیا ہے اور حلال وحرام میں فرق وامتیاز کا شعور ختم ہو گیا ہے اور یہ بات حقیقت سے بہت بہت دور ہے، کیونکہ حلال بالکل واضح اور حرام بالکل واضح ہے ان دونوں کے درمیان مشتبہ اشیاء ہیں اور یہ تینوں چیزیں ہمیشہ باہمی ملی جلی رہیں گیں، حالات چاہے کس قدر ہی بدل جائیں جبکہ اس بدعت کا نقصان دین میں عمومی ہے اور لوگوں میں اس کا شر پھیلا ہوا ہے اس لیے بندے پر یہ لازم ہے کہ وہ تحقیق ووضاحت کے ساتھ حلال، حرام اور مشتبہ میں فرق جانے، اس کا مشکل ہونا، اس کو اس کے ممکن ہونے کے درجہ سے نہیں نکال دیتا۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ''پاکیزہ چیزیں کھاؤ اور اچھے عمل کرو۔'' (المومنون: ۱۵)

اس طرح اللہ تعالیٰ نے عمل سے پہلے پاکیزہ اشیاء کھانے کا حکم دیا ہے۔

دل کا دنیا کے ساتھ تعلق ہے وہ اس سے محبت کرتا ہے اور اس سے اپنا حصہ چاہتا ہے اگر بندہ اس تعلق کو آخرت کو بہتر بنانے کا رخ دے، اس کی دنیا اور آخرت بہتر بن جاتی ہے اور اگر دنیا پر اوندھا جھک جائے اور اس میں مشغول ہو جائے تو دنیا اسے بگاڑ دیتی ہے اور ضائع کر دیتی ہے اور اس کی دنیا اور آخرت خراب ہو جاتی ہے۔

امام ابوحازم کا قول ہے، آخرت کے سامان کی مانگ نہیں، اس لیے اس کے نامقبول ہونے کے دور میں اسے زیادہ سے زیادہ حاصل کرلو، کیونکہ جب وہ دن آ جائے گا جب اس کو مقبولیت حاصل ہو جائے گی تو اس سے کم یا زیادہ نہیں مل سکے گا۔ (حلیۃ الاولیاء: ۲/۲۷۲)

ابوبکر بن عیاش کا قول ہے اگر کسی کا ایک درہم گر جائے تو وہ دن بھر یہ کہتا رہتا ہے، انا للہ، میرا درہم گم

ہو گیا، اور وہ یہ نہیں کہتا، میرا دن ضائع ہو گیا، میں نے اس میں کوئی عمل نہیں کیا۔ (حلیۃ الاولیاء: ۸/۳۰۳)

حمید بن ہلال بیان کرتے ہیں، حفص بن ابی العاص سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے کھانے کے وقت موجود ہوتے اور کھانا نہ کھاتے، تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اس سے پوچھا، آپ ہمارے کھانے سے کیوں باز رہتے ہیں؟ اس نے جواب دیا، آپ کا کھانا بدمزہ معمولی ہے اور میں ایسے کھانے کی طرف لوٹوں گا جو نرم ہے، میرے لیے تیار کیا جا چکا ہے، میں وہ کھاؤں گا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کیا تیرا خیال ہے، میں اس سے بے بس ہوں کہ ایک بکری کے بارے میں حکم دوں، اس کے بال اتارے جائیں (اور سالم بھونی جائے) اور آٹے کے بارے میں حکم دوں اسے ایک کپڑے میں چھان لیا جائے، پھر میں حکم دوں اس سے باریک چپاتی پکائی جائے اور میں ایک صاع (ڈھائی کلو) منقہ، کو ایک ڈول میں ڈالنے کا حکم دوں، پھر اس پر پانی ڈالا جائے تو وہ اس طرح رنگ چھوڑے گویا ہرن کا خون ہے، تو حفص نے کہا، میں جان گیا، آپ عمدہ زندگی بسر کرنے سے آشنا ہیں۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا، ہاں اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے، اگر یہ ڈر نہ ہوتا میری نیکیاں کٹ جائیں گی، تو میں تمہارے ساتھ تمہاری نرم (آسودہ) زندگی میں شرکت کر لیتا۔ (الطبقات الکبری، لابن سعد: ۳/ ۲۸۰))

ربیع بن زیاد حارثی بیان کرتے ہیں، وہ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس آئے انہیں اس کی شکل (ہیئت) وغیرہ پسند آئی۔ اس نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے بدمزہ کھانا کھانے کی شکایت کی، تو ربیع نے کہا، اے امیر المومنین! آپ نرم کھانے، نرم سواری اور ملائم لباس کے سب لوگوں سے زیادہ حقدار ہیں، تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے پاس جو چھڑی تھی اٹھا کر اس کے سر پر دے ماری اور فرمایا، ہاں میں جانتا ہوں تو نے یہ بات اللہ کی رضا کے لیے نہیں کہی، تو نے محض میرا تقرب حاصل کرنے کے لیے کہی ہے۔ میں سمجھتا ہوں تیرے اندر یہ یہ، یعنی خوبیاں ہیں، تجھ پر افسوس کیا تو جانتا ہے میری اور ان لوگوں کی تمثیل کیا ہے؟ ربیع نے پوچھا: آپ کی اور ان کی کیا مثال ہے؟ فرمایا: ان لوگوں کی مثال ہے جو سفر پر روانہ ہوئے اور اپنے اخراجات اپنے میں سے ایک آدمی کے سپرد کر دیئے اور اسے کہا، ہم پر خرچ کر، تو کیا اس کے لیے جائز ہے، وہ اس میں سے کسی چیز پر اپنے آپ کو ترجیح دے؟ اس نے کہا نہیں۔ اے امیر المومنین! فرمایا تو میری اور ان کی یہی مثال ہے۔ (الطبقات الکبریٰ، لابن سعد: ۳/ ۲۸۰، ۲۸۱)

مسلمہ بن عبدالملک (جو حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کی بیوی کے بھائی ہیں) بیان کرتے ہیں، میں فجر کے بعد عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کے پاس اس گھر میں گیا جس میں وہ فجر کے بعد خلوت اختیار کرتے تھے، ان کے پاس کوئی نہیں جاتا تھا، لونڈی ایک تھال لائی جس میں ص صیحانی کھجوریں تھیں، اور انہیں کھجوریں پسند تھیں۔ انہوں نے اپنی ہتھیلی میں کچھ کھجوریں اٹھا کر کہا، اے مسلمہ! تیرا کیا خیال ہے، اگر کوئی آدمی یہ کھا لے، پھر ان پر پانی پی

لے، کیونکہ کھجوروں کے بعد پانی خوشگوار ہوتا ہے، کیا یہ رات تک اس کے لیے کافی ہوں گی؟ میں نے کہا، میں نہیں جانتا، تو انہوں نے ان سے زائد اٹھالیں اور کہا، کیا یہ؟ میں نے کہا، ہاں اے امیر المومنین، اس سے کم کافی ہوں گی، حتیٰ کہ اسے اس کی پرواہ نہیں ہوگی کہ اور کھانا نہ کھائے، فرمایا تو پھر ہم آگ میں کیوں داخل ہوں، مسلمہ کہتے ہیں مجھ پر اس نصیحت نے جو اثر کیا کسی اور نصیحت نے وہ اثر نہیں کیا۔ (حلیۃ الاولیاء: ۵/ ۲۷۷)

ابراہیم تیمی کا قول ہے، انسان کے لیے اس سے بڑھ کر حسرت کیا ہوگی، کہ وہ ایک غلام کو دیکھے، جو اللہ تعالیٰ نے دنیا میں اسے عنایت فرمایا تھا کہ قیامت کے دن اس کا مقام اللہ کے ہاں اس سے بڑھ کر ہے، اور انسان کے لیے اس سے بڑی حسرت کیا ہوگی، کہ اس کے مال کا وارث دوسرا بنے اور اس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کا عمل کرے، گناہ اس پر ہو اور اس کا اجر دوسرے کو ملے۔ اور انسان کے لیے اس سے بڑھ کر حسرت کا باعث کیا چیز ہوگی کہ جو انسان نابینا تھا، قیامت کے دن اسے کھلی آنکھ مل جائے اور یہ اندھا ہو جائے۔ تم سے پہلے لوگ دنیا سے بھاگتے تھے اور وہ ان کی طرف بڑھتی تھی، اور انہیں جو تقدم حاصل تھا اس کا کیا کہنا اور تم اس کا پیچھا کرتے ہو اور وہ تمہیں پشت دکھاتی ہے اور تم جن حوادث سے دوچار ہو وہ تم ہی جانتے ہو۔ لہٰذا تم اپنے معاملہ کا ان کے معاملہ سے مقابلہ کرو، پھر کہا، انسان کے لیے اس سے بڑھ کر حسرت کیا ہوگی کہ اللہ تعالیٰ اسے علم سے نوازے اور وہ اس پر عمل پیرا نہ ہو۔ اور دوسرا اس سے سن کر اس پر عمل کرے، قیامت کے دن اس کے علم کا فائدہ دوسرے کو ملے۔ (حلیۃ الاولیاء: ۴/ ۲۱۴)

اس لیے طالب علم کے پاس اس قدر مال کا ہونا ضروری ہے جس سے وہ اپنے چہرے کی رونق کو سوال (مانگنے) سے بچا سکے اور وہ اس قدر دنیا پر قناعت کرے جو اسے اس میں مشغول نہ کر دے، امام مسلم رحمہ اللہ پر اللہ تعالیٰ کا یہ احسان تھا کہ ان کی تجارت گاہ تھی جس سے وہ اپنی روزی حاصل کر لیتے تھے اور ان کے باغات تھے جو انہیں گزر بسر کی مشقت سے کفایت کرتے تھے اور اس لیے اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے طلب علم کو آسان بنا دیا تھا۔

بقول امام ذہبی رحمہ اللہ امام مسلم رحمہ اللہ کے پاس استوا نامی جگہ میں باغات اور جاگیر تھی۔ امام حاکم لکھتے ہیں، امام مسلم رحمہ اللہ کی تجارت گاہ خان محمش میں تھی اور ان کا گزر بسر ان کی استوا میں جاگیر سے ہوتا تھا، وہ تاجر تھے اور وہ نیشاپور کے محسن تھے۔ اور صاحب مال وثروت تھے۔ (سیر اعلام النبلاء: ۱۲/ ۵۷۰، العبر فی خبر من غبر: ۲/ ۲۹)

شکل وصورت اور وقار وتمکنت:

بلاشبہ شکل وصورت اور وقار وتمکنت کا طالب علم اور عالم کی نسبت سے بہت بڑا اثر ہے کیونکہ سب سے پہلے انسان کی نظر اس پر پڑتی ہے اور اس کے ذہن میں پہلی صورت نقش ہو جاتی ہے، اس لیے ہم دیکھتے ہیں کہ

وقار و تمکنت دیکھنے والے کی آنکھ کے لیے، اس کے کان سے سننے سے پہلے داخلہ کا دروازہ ہے، اس لیے ہم دیکھتے ہیں علماء کی شکل و ہیئت کا طالب علم پر بہت بڑا اثر پڑتا ہے۔

یحییٰ بن محمد الشہید کا قول ہے: میں نے یحییٰ بن یحییٰ سے زیادہ پرہیز گار اور خوبصورت لباس والا محدث نہیں دیکھا۔ (الجامع لاخلاق الراوی: ۱/ ۳۸۱)

امام خطیب لکھتے ہیں: محدث کو چاہیے کہ حدیث بیان کرتے وقت اپنی اکمل ہیئت اور اپنی بہترین زینت میں ہو اور اس سے پہلے وہ اپنے ان امور کی اصلاح کی نگہداشت کرے جو اسے موافق و مخالف حاضرین کے سامنے حسین بنائیں۔ (الجامع لاخلاق الراوی: ۱/ ۳۷۲)

علی بن جعفر الوراق نے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے یہ شعر سنائے۔

اجد الثیاب اذا اکتسیت فانها

زین الرجال بها تعز و تکرم

''لباس جب پہنو عمدہ پہنو کیونکہ یہ مردوں کی زینت ہے، اس سے وہ عزت و شرف پاتے ہیں۔''

ودع التواضع فی الثیاب تحوبا

فاللّٰه یعلم ما تجن وتکتم

''گناہ سے بچنے کے لیے کپڑوں میں تواضع چھوڑ دیجیے، اللہ تعالیٰ جانتا ہے جو تم پوشیدہ رکھتے ہو اور چھپاتے ہو۔''

فرثاث ثوبك لا یزیدك زلفة

عند الاله وانت عبد مجرم

''تیرے کپڑے کی بوسیدگی، اللہ کے ہاں تیرے رتبہ کو نہیں بڑھاتی جبکہ تو گناہ گار بندہ ہے۔''

وبهاء ثوبك لا یضرك بعد ان

تخشی الاله وتتقی ما یحرم

(الجامع لاخلاق الراوی: ۱/ ۳۸۳)

''اور تیرے کپڑے کی رونق تیرے لیے نقصان دہ نہیں ہے جبکہ تو اللہ سے ڈرتا ہے اور حرام چیزوں سے بچتا ہے۔''

جس طرح کم درجہ کا کپڑا پہننا ناپسندیدہ ہے اسی طرح بلند درجہ کا کپڑا اس ڈر سے پہننا ناپسندیدہ ہے کہ کہیں یہ شہرت کا باعث نہ بنے اور اس کے سبب لوگوں کی نظر اس کی طرف نہ اٹھیں، جس طرح یہ ناپسندیدہ ہے

کہ امیر لوگ تمہیں کم تر لباس میں دیکھیں یہ بھی ناپسندیدہ سمجھے کہ فقراء تمہیں نفیس کپڑوں میں نہ دیکھیں، یحییٰ بن بکیر کا بیان ہے "جب امام مالک بن انس کے سامنے موطا کی قراءت کی جاتی وہ اپنا لباس زیب تن کرتے، اپنی ٹوپی پہنتے اور پگڑی باندھ لیتے، پھر سر جھکا لیتے اور کھنگھار سے گریز کرتے، رسول اللہ ﷺ کی حدیث کی تعظیم کی خاطر جب تک قراءت سے فارغ نہ ہو لیا جاتا اپنی داڑھی کے بالوں سے مشغول نہ ہوتے۔ (ادب الاملاء: ص ۲۷)

اسماعیل بن یحییٰ کا بیان ہے، مجھے سفیان نے دیکھا جبکہ میں بنوشیبہ کے ایک آدمی سے بیت اللہ کے پاس مذاق کر رہا تھا، میں مسکرایا، تو وہ میری طرف متوجہ ہوئے اور کہا تو اس جگہ مسکرا رہا ہے، ایک آدمی ایک حدیث سنتا تھا تو ہم تین دن تک اس پر اس کا وقار و تمکنت اور سیرت دیکھتے تھے۔ (الجامع لاخلاق الراوی: ۱/ ۱۵۷)

امام مالک رحمہ اللہ کا قول ہے: علم کے طالب پر لازم ہے کہ اس کے اندر وقار، سکون اور خشیت ہو اور وہ گزشتہ لوگوں کے نقش قدم کا پیروکار ہو۔ (الجامع لاخلاق الراوی: ۱/ ۱۵۶)

حدیث کے طالب پر لازم ہے کہ وہ کھیل، فضول کام سے اجتناب کرے اور مجالس میں بیہودگی (نامعقولیت) ہنسی، قہقہہ، بکثرت عجیب وغریب باتیں کر کے، مسلسل اور بکثرت مذاق کر کے بے وقار نہ ہو، کیونکہ اس مذاق کی گنجائش ہے جو کم ہو، انوکھا ہو اور نیا اور پسندیدہ ہو (یا عمدہ ہو) جو حد ادب اور علمی طریقہ سے خارج نہ ہو، رہا جو مسلسل ہو، بیہودہ ہو، لچر ہو اور جس سے سینہ میں آگ بھڑکتی ہو اور شر کا سبب ہو تو وہ مذموم ہے، اور مذاق کی کثرت اور ہنسی قدر و منزلت گراتی ہے اور انسانیت کو زائل کر دیتی ہے۔ (الجامع لاخلاق الراوی: ۱/ ۱۵۶)

سعید بن عامر بیان کرتے ہیں، ہم ہشام دستوائی کے پاس تھے تو ہم میں سے ایک آدمی ہنس پڑا، اس پر ہشام دستوائی نے اسے کہا، تو حدیث کا طالب ہونے کے باوجود ہنستا ہے۔ (الجامع لاخلاق الراوی: ۱/ ۱۵۷) اللہ تعالیٰ نے امام مسلم کو رونق حیا دیا تھا ان پر علماء کا وقار تھا اور نیک لوگوں کی شکل وصورت تھی۔

امام حاکم رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں، میں نے اپنے باپ کو کہتے سنا، میں نے امام مسلم بن الحجاج کو "خان محمش" میں حدیث سناتے دیکھا، ان کا قد وقامت پورا تھا، سر اور ڈاڑھی کے بال سفید تھے اور اپنی پگڑی کا ایک کنارہ اپنے کندھوں کے درمیان لٹکائے ہوئے تھے۔ (سیر اعلام النبلاء: ۱۲/ ۵۷۰)

اور وہ بیان کرتے ہیں، میں نے ابوعبدالرحمٰن سلمی کو یہ کہتے سنا: میں نے خواب میں ایک بزرگ خوبصورت چہرے اور لباس والا دیکھا، وہ خوبصورت چادر اوڑھے ہوئے تھے اور پگڑی کو اپنے کندھوں کے درمیان لٹکایا ہوا تھا، کہا گیا، یہ امام مسلم ہیں تو بادشاہ کے مصاحب آگے بڑھے اور کہا امیر المومنین نے حکم دیا ہے کہ مسلمانوں کی امامت مسلم بن الحجاج کرائیں، سو انہوں نے جامع مسجد میں اسے آگے کیا، امام صاحب نے

تکبیر تحریمہ کہہ کرلوگوں کونماز پڑھائی۔ (سیراعلام النبلاء: ۱۲/ ۵۶۶)

اس لیے طالب علم پر لازم ہے کہ وہ علماء کی سیرت وکردار اور شکل صورت کو اپنے لیے نمونہ بنائے۔ اور ہم دیکھ رہے ہیں اکثر طالب علموں نے سر ڈھانپنا چھوڑ دیا ہے۔ امام مالک رحمہ اللہ کا قول ہے پگڑیوں کو چھوڑنا مناسب نہیں ہے اور میں نے اس وقت پگڑی باندھنی شروع کی جبکہ میرے چہرے پر ایک بال بھی نہیں تھا، اور میں نے امام ربیعہ کی مجلس میں تیس سے زائد افراد دیکھے، سب پگڑی باندھے ہوئے تھے۔

امام مالک رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں، مجھے عبدالعزیز ابن المطلب نے بتایا کہ وہ ایک دن اس مسجد میں پگڑی باندھے بغیر داخل ہوا تو مجھے میرے باپ نے بہت برا بھلا کہا اور میں ان سخت سست باتوں کو جو مجھے باپ نے کہیں بیان کرنا پسند نہیں کرتا، اور باپ نے کہا تو مسجد میں ننگے سر بغیر پگڑی باندھے داخل ہو جاتا ہے۔ امام صاحب بیان کرتے ہیں پگڑیاں اور جوتے پہننا گزشتہ عربوں کا عمل ہے، عجمی اس پر عمل پیرا نہیں ہوسکتے اور پگڑی اس کے ایک طرف کا لٹکانا پسندیدہ ہے۔ (الجامع لاخلاق الراوی: ۱/ ۳۵۸)

امام مسلم رحمہ اللہ کا عقیدہ:

امام مسلم کا عقیدہ، اہل حدیث، اہل السنہ والجماعۃ والا تھا وہ انہیں کے نقش قدم پر چلتے تھے اور انہیں کی ڈگر اپناتے تھے۔

اہلحدیث کے بنیادی عقائد:

اللہ تعالیٰ ہم پر اور آپ پر رحمت فرمائے، جان لیجیے! اہل الحدیث، اہل السنۃ والجماعۃ اللہ تعالیٰ، اس کے فرشتوں، اس کی کتابوں اور اس کے رسولوں کا اقرار کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی کتاب کا فرمان قبول کرتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول صحیح روایت کو تسلیم کرتے ہیں، آپ سے جو مروی ہے اس سے گریز کی کوئی صورت نہیں اور نہ اس کو رد کرنے کی کوئی راہ ہے، کیونکہ وہ کتاب وسنت کی پیروی کے پابند ہیں، ان کے سامنے اس بات کی شہادت دی گئی ہے کہ ان کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم سیدھی راہ بتاتا ہے وہ اس کی مخالفت کی صورت میں فتنہ اور دردانگیز عذاب سے ڈرتے ہیں۔

اسماء اور صفات کے بارے میں موقف:

اہل الحدیث کا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو اس کے اسمائے حسنیٰ سے پکارا جاتا ہے اور وہ ان صفات سے متصف ہے، جو اس نے بتائی ہیں اور جن سے اس نے اپنے آپ کو متصف فرمایا ہے اور جن سے اس کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے متصف فرمایا ہے، اس نے آدم علیہ السلام کو اپنے ہاتھ سے بنایا اور اس کے دونوں ہاتھ کھلے ہیں جیسے

چاہتا ہے وہ خرچ فرماتا ہے، اس کی کیفیت کے بارے میں کوئی عقیدہ نہیں رکھتے اور وہ عزت وجلالت والا عرش پر بلا کیف مستوی ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے صرف یہی بتایا ہے کہ وہ عرش پر مستوی ہے اور بیٹھنے کی کیفیت بیان نہیں کی۔

اسے اس کے ناموں سے پکارا جاتا ہے اور وہ ان صفات سے متصف ہے جو اس نے بتائی ہیں اور جن سے اپنے آپ کو متصف فرمایا ہے اور جو اس کے نبی اکرم ﷺ نے بتائی ہیں اور جن سے اسے متصف فرمایا ہے، زمین آسمان کی کوئی چیز اسے بے بس نہیں کرسکتی اور اسے نقص، عیب اور آفت سے متصف نہیں کیا جاسکتا۔ کیونکہ وہ عزت وجلالت والا ان چیزوں سے بلند وبالا ہے۔

اہل الحدیث وہی کچھ کہتے ہیں جو سب مسلمان کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے جو چاہا ہوگیا اور جو نہیں چاہتا نہیں ہوتا (ماشاء الله كان وما لا يشاء لايكون) جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ''تم بس وہی چاہتے ہو جو اللہ چاہتا ہے۔'' (الدھر: ۳۰) ان کے بقول کسی کے لیے اس کے علم سے باہر ہونے کی کوئی راہ نہیں اور نہ اس کی کہ کسی کا فعل وارادہ اللہ کی مشیت پر غالب آجائے یا اللہ کے علم میں تبدیلی پیدا کرے کیونکہ وہ ایسا عالم ہے جو ناواقف نہیں اور نہ بھولتا ہے اور وہ ایسا ایسا قادر ہے جو مغلوب نہیں ہوتا۔

مخلوق کے افعال اللہ تعالیٰ کی تخلیق ہیں:

ان کے بقول حقیقتاً اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی خالق نہیں اور بندوں کے افعال اللہ کے پیدا کردہ ہیں اور اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے گمراہ کرتا ہے جسے اللہ تعالیٰ گمراہ کردے اس کے پاس کوئی دلیل اور عذر نہیں جیسا کہ فرمان باری تعالیٰ ہے: ''فرما دیجیے! اللہ تعالیٰ کی دلیل ہی غالب ہے پس اگر وہ چاہتا تم سب کو ہدایت کرتا (راہ پر لگا دیتا)۔'' (الانعام: ۱۴۹)

اور فرمایا: ''جیسے تمہیں پہلے پیدا کیا ویسے ہی لوٹو گے، ایک گروہ کو ہدایت کی اور ایک گروہ پر گمراہی ثابت ہوئی، انہوں نے اللہ تعالیٰ کے سوا شیطانوں کو دوست بنایا اور وہ سمجھتے ہیں کہ وہ راہ یاب ہیں۔'' (الاعراف: ۲۹، ۳۰)

اور فرمایا: ''اور ہم نے بہت سے جنوں اور انسانوں کو جہنم کے لیے پیدا کیا۔'' (الاعراف: ۱۷۹)

اور فرمایا: ''جو آفات زمین پر آتی ہیں اور جو خود تم پر آتی ہیں، وہ سب اس سے پہلے کہ ہم پیدا کریں لوح محفوظ میں لکھی ہیں، یہ سب باتیں اللہ تعالیٰ کے نزدیک آسان ہیں۔'' (الحدید: ۲۲)

نبرأها، کا معنی لغوی طور بلا اختلاف ان کا پیدا کرنا ہے اور اہل جنت کے بارے میں اطلاع دی ہے۔ ''شکر وتعریف کا حق دار اللہ ہے جس نے ہمیں اس راہ پر چلایا اگر اللہ تعالیٰ ہمیں راہ راست پر نہ چلاتا تو ہم راہ یاب نہ ہوسکتے۔'' (الاعراف: ۴۳)

اور فرمایا: ''اور اگر تیرا رب چاہتا لوگوں کو ایک گروہ بنا دیتا اور وہ ہمیشہ اختلاف کرتے رہیں گے مگر جن پر تیرا رب رحم فرمائے۔'' (الاعراف: ۱۱۸، ۱۱۹)

اور فرمایا: ''یہ کہ اگر اللہ چاہتا سب لوگوں کو راہ پر چلا دیتا۔'' (الرعد: ۳۱)

خیر وشر اللہ تعالیٰ کا فیصلہ ہے:

وہ کہتے ہیں، خیر وشر، شیریں اور تلخ اللہ عزوجل کے فیصلہ کے سبب ہے، اس نے انہیں جاری اور طے کیا ہے، لوگ اللہ کی مشیت کے بغیر اپنے نقصان اور نفع کے مالک نہیں ہیں اور وہ سب اللہ عزوجل کے محتاج ہیں اور کسی وقت اس سے بے نیاز نہیں ہو سکتے۔

آسمان دنیا پر اترنا:

اللہ عزوجل رسول اللہ ﷺ کی صحیح حدیث کی رو سے آسمان دنیا پر اترتا ہے، اس کی کیفیت کا اعتقاد نہیں رکھتے۔

آخرت میں مومنوں کا اللہ تعالیٰ کا دیدار کرنا:

قیامت کے دن متقی بندوں کے لیے اللہ تعالیٰ کی رؤیت کے درست ہونے کا عقیدہ رکھتے ہیں دنیا میں نہیں، اور ان کے لیے اس کا دیدار لازم ہے جن کے لیے اللہ تعالیٰ نے آخرت میں یہ بدلہ رکھا ہے جیسا کہ فرمایا:

''اس دن بہت سے چہرے تروتازہ ہوں گے، اپنے رب کو دیکھ رہے ہوں گے۔'' (القیامہ: ۲۲، ۲۳)

کافروں کے بارے میں فرمایا: ''ہرگز نہیں، یہ لوگ اس دن اپنے رب سے پردہ میں ہوں گے (اس کے دیدار سے محروم رہیں گے)۔'' (المطففین: ۱۵) سو اگر مومن کافر سب اس کو نہ دیکھ سکتے ہوں تو سب ہی اس کے پردہ میں ہوتے، یہ رؤیت، اس عقیدہ کے بغیر ہے کہ اللہ عزوجل کا جسم ہے (مخلوق جیسا) اور وہ محدود ہے وہ اسے اپنی آنکھوں سے جیسے وہ چاہے گا دیکھیں گے، کیفیت بیان نہیں ہو سکتی۔

نوٹ حاشیہ:

سلف اہل حدیث کا عقیدہ، کیفیت کے بغیر اس لیے ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ چاہتا ہمارے سامنے کیفیت بیان کر دیتا، ہم اس کے محکم حکم پر رک گئے ہیں اور متشابہ سے باز ہیں کیونکہ اس نے ہمیں یہی حکم دیا ہے۔ اس کا فرمان ہے: ''اس نے آپ پر کتاب اتاری اس کی بعض آیات محکم ہیں یعنی ان کا مفہوم واضح ہے اور وہی کتاب کی جڑ بنیاد ہیں اور کچھ دوسری متشابہ ہیں یعنی کئی پہلو رکھتی ہیں تو جن لوگوں کے دلوں میں کجی ہے، وہ ان کی پیروی کرتے ہیں جن کا مفہوم کئی معنوں کا احتمال رکھتا ہے، فتنہ کی تلاش میں اور ان کی اصل حقیقت چاہتے ہوئے حالانکہ ان کی اصل حقیقت اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا اور جو لوگ علم میں پختہ ہیں وہ کہتے ہیں ہم ان پر ایمان لائے، یہ

سب ہمارے رب کی طرف سے ہیں اور وہی لوگ یاددہانی حاصل کرتے ہیں جو صاحب عقل ہیں۔" (آل عمران: ۷)

ایمان کی حقیقت:

ان کے بقول ایمان قول، عمل اور معرفت (تصدیق) ہے اطاعت سے بڑھتا ہے اور معصیت سے گھٹتا ہے، جس کی نیکیاں (اطاعت) زیادہ ہیں، اس کا ایمان اس سے بڑھ کر ہے جو اطاعت میں کم تر ہے۔

امام مسلم رحمہ اللہ کا نہج واسلوب طرز وطریقہ:

آپ کا عقیدہ، اہل السنۃ والجماعۃ کا عقیدہ تھا، گمراہ فرقوں اور راہ راست سے ہٹے مسالک کے لوگوں سے احتراز کرتے تھے۔

مکی بن عبدان کا قول ہے میں نے امام مسلم سے علی بن الجعد کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے کہا وہ ثقہ تھا لیکن وہ جہمی ہے اور اس سے اپنی صحیح میں کوئی روایت بیان نہیں کی حالانکہ اس سے ۲۲۵ھ سماع کیا تھا کیونکہ وہ اس بدعت (تجہم) سے متصف تھا۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بارے میں امام مسلم رحمہ اللہ کا عقیدہ:

اسلامی عقائد اور اس کے طے شدہ ضوابط میں سے ہے، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مہاجرین یا انصار اور ان کی خوبی کے ساتھ پیروی کرنے والوں سے محبت رکھنا، ان کی فضیلت وصداقت کا عقیدہ رکھنا اور ان کی عزتوں اور عظمتوں کی حفاظت کرنا، اور ان کے لیے رحمت کی دعا کرنا، وہ چھوٹے ہوں یا بڑے پہلے ہوں یا پچھلے ان کی فضیلت، صداقت کا اعتراف کرنا اور ان کے لیے دعاء رحمت کرنا۔

اہل السنۃ والجماعۃ کا طرۂ امتیاز ہے اور اہل اثر واتباع کی علامت ہے کہ ان کے دل اور زبانیں برگزیدہ صحابہ رضی اللہ عنہم نیک، متقی حاملین شریعت کے بارے میں محفوظ ہیں اور وہ ان کی عظمتوں، عزتوں کا جرح کرنے والوں کے اشارات، بیہودہ کار لوگوں کی ملامت اور کینہ ور لوگوں کی زبانوں سے دفاع کرتے ہیں اور جو لوگ اوہام کے باریک دھاگوں سے تعلق رکھتے ہیں اور تاریک وادیوں میں رہتے ہوئے اپنی زبانوں کو الزام تراشی اور گناہوں میں ڈبوتے ہیں، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے عدالت کو سلب کرتے ہیں اور انہیں عام لوگوں کی طرح قرار دیتے ہوئے ان کے حقوق اور ذمہ داریوں کا تعین کرتے ہیں، ان کی عظمتوں اور عزتوں کو داغ دار کرتے ہیں اور ان کی برائیوں اور لغزشوں کو جمع کرتے ہیں ان سب کو زجر وتوبیخ کرتے ہیں اور ان سے درشتی سے پیش آتے ہیں۔

امام احمد رحمہ اللہ نے ایسے لوگوں پر تعجب کا اظہار کیا ہے جنہوں نے ان روایات کو جمع کیا جن میں بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر طعن پایا جاتا ہے اور اس پر شدید غصہ کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا اگر یہ عمل غیر معروف لوگوں کے

بارے میں ہوتا تو میں اس کو برا خیال کرتا، چہ جائیکہ یہ کام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بارے میں کیا جائے اور فرمایا، میں نے اس قسم کی احادیث نہیں لکھیں۔

امام مروزی رحمہ اللہ کہتے ہیں میں نے ابوعبداللہ (احمد) سے پوچھا، اگر میں کسی کو اس قسم کی ردی احادیث لکھتے پاؤں کہ وہ انہیں اکٹھی کرتا ہے کیا اس کو چھوڑ دیا جائے گا؟ جواب دیا، ہاں ان ردی احادیث کو جمع کرنے والا سنگساری کا اہل ہے۔ (السنۃ للخلال: ۳/ ۵۰۱، اس کی سند صحیح ہے تفصیل کے لیے دیکھئے الشرح والدیانۃ لابن بطہ: ص ۲۶۸، ۲۶۹۔ الحجۃ فی بیان المحجۃ امام اصبہانی: ۲/ ۳۶۸ تا ۳۷۱۔ شرح اصول اعتقاد اہل السنۃ امام لالکائی، عقیدہ السلف واصحاب الحدیث، امام ابوعثمان صابونی ۸۰، ۸۱۔ العقیدہ الطحاویہ تحقیق امام البانی ص ۵۷، الصارم المسلول لابن تیمیہ: ۳/ ۱۰۸۵)

جو انسان علمائے حدیث، اہل السنۃ والجماعۃ کی سیرت وسوانح کا تتبع کرتا ہے، وہ جان لیتا ہے کہ وہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تعظیم کرتے ہیں اور انہیں کے ڈگر پر چلتے ہیں اور وہ ان کے اللہ تعالیٰ کے تزکیہ (تطہیر وصفائی) کرنے کی بنا پر ان کا تزکیہ کرتے ہیں اور وہ ان کو وہ مقام دیتے ہیں جو انہوں نے ایک دوسرے کو دیا تھا۔

خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کی خلافت:

وہ سب کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد خلافت سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے لیے ثابت کرتے ہیں کیونکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ان کا انتخاب کیا تھا، پھر سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے خلیفہ نامزد کرنے کی بنا پر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو خلیفہ مانتے ہیں، پھر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے حکم کی بنا پر اہل شوریٰ اور تمام مسلمانوں کے اتفاق کی بنا پر خلیفہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کو مانتے ہیں پھر سیدنا علی رضی اللہ عنہ بن ابی طالب کو سابقیت وفضیلت اور بعض بدری صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سیدنا عمار بن یاسر اور سہل بن حنیف رضی اللہ عنہما اور ان دونوں کی اتباع کرنے والے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی بیعت کی بنا پر خلیفہ مانتے ہیں۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں باہمی فضیلت:

(اور اہل الحدیث، اہل السنۃ والجماعۃ) صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک دوسرے پر فضیلت کے قائل ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ''بلاشبہ اللہ تعالیٰ ان مومنوں سے راضی ہوگیا جو درخت کے نیچے آپ کی بیعت کر رہے تھے۔'' (الفتح: ۱۷) اور فرمایا: ''مہاجرین وانصار میں سے سب سے پہلے آگے بڑھنے والے اور جو ان کی خوب کاری کے ساتھ پیروی کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہوگیا اور وہ اس سے راضی ہوگئے۔'' (التوبہ: ۱۰۰)

اللہ تعالیٰ نے اپنی رضا جن کے لیے ثابت کی ہے، ان سے اس کے بعد کوئی ایسی بات صادر نہیں ہوئی جس سے اللہ تعالیٰ ناراض ہو جاتا، اور اللہ تعالیٰ نے پیروی کرنے والوں کے لیے رضا مندی اس شرط کے ساتھ مقید کی ہے کہ یہ خوب کاری کے ساتھ ہو، ان کے بعد تابعین میں سے جس نے ان میں نقائص بیان کیے (ان کی تنقیص

کی) وہ خوب کار نہ ہوا، اس لیے اس کا رضا مندی میں کوئی دخل نہیں ہے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بغض رکھنے والوں کے بارے میں ان کا موقف:

جو اللہ کے ہاں ان کے مرتبہ سے ناراض ہے، اس کے بارے میں اس قدر بڑا خطرہ ہے، جس سے بڑا خطرہ نہیں ہوسکتا، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ''محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کا رسول ہے اور جو آپ کے ساتھ ہیں وہ کافروں پر سخت اور آپس میں رحم دل ہیں، تم انہیں رکوع کرتے، سجدہ ریز ہوتے اللہ تعالیٰ کے فضل اور رضا مندی کے حصول میں لگے ہوئے دیکھتے رہو ان کی نشانی ان کے چہروں پر سجود کے اثر سے نمایاں ہے، یہ صفت ہے ان کی تورات میں، اور ان کی صفت انجیل میں اس کھیتی کی طرح ہے جس نے اپنا انکھواں (سوئی) نکالا، اسے مضبوط کیا سو وہ موٹا ہوگیا، اور وہ اپنے تنے پر کھڑا ہوگیا، کاشتکار کو اچھا لگتا ہے تاکہ وہ ان سے (آپ کے ساتھیوں سے) کافروں کا دل جلائے، اللہ تعالیٰ نے ان سے جو ایمان لائے اور اچھے کام کیے بخشش اور بڑے اجر کا وعدہ کیا ہے۔'' (الفتح: ۲۹) اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے خبر دی ہے کہ اس نے انہیں (صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو) کافروں کے غصہ دلانے کا سبب بنایا ہے (لہٰذا ان سے جلنے والا کافروں کا ہم نوا ہے)

اور ان کی خلافت کے اس لیے قائل ہیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ''اللہ تعالیٰ نے تم میں سے ان لوگوں کے ساتھ جو ایمان لائے اور اچھے عمل کیے۔'' (النور: ۵۵) اللہ تعالیٰ نے انہیں ''منکم'' سے مخاطب فرمایا ہے کہ جو اب پیدا ہو چکے ہیں اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ان کے دین پر ہیں، اس کے بعد فرمایا: ''وہ انہیں اسی طرح زمین میں خلافت عنایت فرمائے گا جس طرح اس نے ان لوگوں کو خلافت عطا کی تھی جو ان سے پہلے تھے اور جس دین کو اس نے ان کے لیے پسند کیا ہے اس کو ان کے لیے پائیدار کر دے گا اور خوف وخطرہ کے بعد ان کو امن وراحت سے تبدیل کر دے گا وہ میری عبادت کریں گے اور میرے ساتھ کسی چیز کو شریک نہیں ٹھہرائیں گے۔'' (النور: ۵۵)

سو اللہ تعالیٰ نے ابوبکر، عمر اور عثمان رضی اللہ عنہم کے ذریعہ دین کو قوت بخشی، اللہ تعالیٰ نے وعدہ کیا وہ بلا خوف وخطر حملہ آور ہوں گے، ان پر حملہ نہیں ہوگا، وہ دشمن کو خوف زدہ کریں گے، دشمن ان کو ڈرا نہیں سکے گا۔

اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کے بارے میں جو اس جنگ سے اس کے نبی علیہ السلام سے پیچھے رہے جس کی اللہ تعالیٰ نے دعوت دی تھی، یہ فرمان جاری کیا: ''پھر اگر اللہ آپ کو ان میں سے کسی گروہ کی طرف واپس لائے تو وہ آپ سے میدان جنگ کی طرف نکلنے کی اجازت طلب کریں تو فرما دیجیے تم ہمارے ساتھ ہرگز نہیں نکل سکتے اور ہماری ہمراہی میں ہرگز دشمن سے نہیں لڑ سکتے کیونکہ تم نے پہلی دفعہ بیٹھ رہنے کو پسند کیا، پس بیٹھ رہو، پیچھے رہنے والوں

کے ساتھ۔'' (التوبہ:۸۳)

جب وہ نبی اکرم ﷺ کو ملے آپ سے دشمن سے مقابلہ کے لیے نکلنے کی اجازت طلب کی، تو آپ نے ان کو اجازت نہ دی، اللہ تعالیٰ نے اپنا فرمان اتارا: ''جب تم مال غنیمت لینے چلو گے تو پیچھے چھوڑے گئے ضرور کہیں گے، ہمیں چھوڑ دو، ہم تمہاری پیروی کریں (تمہارے ساتھ چلیں) وہ چاہتے ہیں کہ اللہ کے کلام (فرمان) کو بدل ڈالیں، فرما دیجیے، تم ہرگز ہمارے ساتھ نہیں جا سکتے اللہ تعالیٰ نے پہلے سے ایسا فرما دیا۔ پھر وہ یقیناً کہیں گے بلکہ تم ہم سے حسد کرتے ہو، بلکہ وہ بات بہت کم سمجھتے ہیں۔'' (الفتح:۱۵)

اور ان کے بارے میں فرمایا: ''پیچھے چھوڑے گئے گنواروں سے فرما دیجیے، تم جلدی ایک جنگجو قوم کی طرف بلائے جاؤ گے، تم ان سے لڑو گے یا وہ مسلمان ہو جائیں گے، پس اگر تم اطاعت کرو گے تو اللہ تمہیں اچھا اجر دے گا اور اگر تم نے منہ موڑ لیا جیسا کہ اس سے پہلے منہ پھیر لیا تھا تم کو دردناک عذاب دے گا۔'' (الفتح:۱۶)

جو رسول اللہ ﷺ کے عہد میں زندہ تھے جب وہ آپ سے پیچھے رہے تو انہیں ان کلمات سے مخاطب کیا گیا، اور ان میں سے کچھ ابوبکر، عمر اور عثمان رضی اللہ عنہم کے دور تک باقی رہے کہ ان کے اطاعت کرنے کی صورت میں ان کے لیے اجر اور نافرمانی کی صورت میں دردناک عذاب ہوگا۔ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آگاہی ہے کہ وہ خلافت کے اہل تھے، اللہ تعالیٰ ان میں سے کسی کے لیے ہمارے دل میں کینہ پیدا نہ کرے۔ جب ان میں سے کسی ایک کی خلافت ثابت ہوئی، تو اس سے چاروں کی خلافت لڑی میں پروئی گئی۔

امام مسلم رحمہ اللہ اپنے علماء بھائیوں کے طرز پر رسول اللہ ﷺ کے ساتھیوں کی تعظیم کرتے تھے ان کی برتری کی شہادت دیتے تھے بلکہ ہم دیکھ رہے ہیں کہ انہوں نے صحیح مسلم میں ایک مستقل کتاب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے فضائل پر مشتمل بیان کی ہے۔ جو حدیث: ۲۵۳۲/۲۳۸۱ سے حدیث کو محیط ہے۔

مکی بن عبدان تمیمی بیان کرتے ہیں، میں نے امام مسلم بن الحجاج سے سنا کہ ابوعبدالرحمٰن معاویہ بن ابی سفیان رسول اللہ ﷺ کے کاتب تھے۔ (تاریخ دمشق: ۴/ ۳۴۹)

امام مسلم رحمہ اللہ کا قرآن کے بارے میں عقیدہ:

تمام سلف کا یہ عقیدہ تھا کہ قرآن مجید اللہ کا کلام ہے، ان کا قول ہے قرآن اللہ کا کلام غیر مخلوق ہے، پڑھنے والے کی پڑھائی اور اس کے تلفظ سے اس کو کیسے پھیرا جا سکتا ہے، وہ سینوں میں محفوظ ہے، زبانوں سے اس کی تلاوت کی جاتی ہے، مصاحف میں اسے تحریر کیا گیا ہے، وہ غیر مخلوق ہے اور جو قرآن کے الفاظ سے قرآن مراد لے کر ان کی تخلیق کا قائل ہے وہ قرآن کے مخلوق ہونے کا قائل ہے۔

حاشیہ:...... بہت سے بدعتیوں کا نظریہ ہے کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے کہا: لفظی بالقران مخلوق، میری زبان سے قرآن کے الفاظ مخلوق ہیں۔ یہ کہنا کہ قرآن کے الفاظ کا میرا تلفظ کرنا مخلوق ہے، صحیح ہے لیکن یہ کہنا میری زبان سے ادا ہونے والے قرآن کے الفاظ مخلوق ہیں، یہ درست نہیں ہے کیونکہ قرآن کے الفاظ تو اللہ کا کلام ہے اوران کا تلفظ کرنا انسان کا فعل ہے، اللہ کا کلام تو مخلوق نہیں ہے لیکن انسان کا فعل مخلوق ہے۔

لیکن تحقیق سے یہ بات کھل گئی ہے کہ اس قول کی نسبت امام بخاری رحمہ اللہ کی طرف جھوٹی شہادت ہے اور وہ اس قول سے بری الذمہ ہیں، نصر بن محمد بیان کرتے ہیں، میں نے محمد بن اسماعیل بخاری رحمہ اللہ کو یہ کہتے سنا جس نے یہ کہا میں نے کہا ہے لفظي بالقراٰن مخلوق، میری زبان سے نکلنے والے قرآن کے الفاظ مخلوق ہیں وہ جھوٹا ہے، میں نے یہ نہیں کہا۔ (طبقات الحنابلہ: ۱/ ۲۷۷، سیر اعلام النبلاء: ۱۲/ ۴۵۷) (سیر اعلام النبلاء میں محمد بن نصر مروزی ہے، نصر بن محمد نہیں علوی)

ابوعمرو الخفان بیان کرتے ہیں، میں امام بخاری رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور ان سے کچھ احادیث کے بارے میں گفتگو کی حتیٰ کہ ان کا موڑ خوشگوار ہو آیا۔ (سیر اعلام: ۱۲/ ۴۵۷، یہ طابت نفسہ ہے طابت نفسی نہیں، کہ میرا موڑ خوش گوار ہوگیا۔علوی) تو میں نے کہا اے ابوعبداللہ یہاں ایک آدمی ہے جو آپ سے یہ نقل کرتا ہے کہ آپ نے یہ بات کہی ہے، تو انہوں نے کہا اے ابوعمرو، جو بات میں تمہیں کہتا ہوں اس کو یاد کر لے، نیشاپور، قوس، ری، ہمدان، حلوان، بغداد، کوفہ، بصرہ مکہ اور مدینہ کے جو انسان یہ خیال کرتا ہے کہ میں نے کہا ہے لفظی بالقراٰن مخلوق، تو وہ بہت بڑا جھوٹا (کذاب) ہے کیونکہ میں نے یہ نہیں کہا، ہاں میں نے کہا ہے افعال العباد مخلوقة، بندوں کے افعال مخلوق ہیں۔ (تاریخ بغداد: ۲/ ۳۲، مقدمہ فتح الباری: ۴۹۲، سیر اعلام النبلاء: ۱۲/ ۴۵۷، ۴۵۸) (قرآن کے الفاظ بندوں کا فعل نہیں ہے، ہاں قرآني الفاظ کا تلفظ، قراءت، تلاوت، کتابت، بندوں کا فعل ہے لہٰذا تلفظ، قراءت، تلاوت اور کتابت وتحریر مخلوق ہے قرآن کے الفاظ مخلوق نہیں ہیں کیونکہ وہ اللہ کا کلام ہیں۔عبدالعزیز علوی)

صفت کلام، اوصاف کمال میں سے ہے اور عدم تکلم صفت عیب ہے، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ''موسیٰ علیہ السلام کی قوم نے ان کے بعد اپنے زیوروں سے ایک بچھڑا بنا لیا جو ایک جسم تھا جو گائے جیسی آواز رکھتا تھا کیا انہوں نے یہ نہ جانا کہ وہ نہ تو ان سے گفتگو کرتا ہے اور نہ ہی ان کو سیدھی راہ دکھاتا ہے۔'' (الاعراف: ۱۴۸)

بچھڑے کے پجاری کا کافر ہونے کے باوجود، معتزلہ سے جنہوں نے اللہ کے کلام کا انکار کیا ہے اللہ کے بارے میں زیادہ علم رکھتے تھے کیونکہ انہوں نے موسیٰ علیہ السلام کو یہ جواب نہیں دیا، تیرا رب بھی تو کلام نہیں کرتا، اللہ

تعالیٰ نے بچھڑے کے بارے میں یہ بھی فرمایا: ''کیا یہ لوگ جانتے نہیں کہ وہ ان کی بات کا جواب نہیں دیتا اور نہ ان کے نقصان اور نفع کا مالک ہے۔'' (طٰہٰ: ۸۹)

اس سے پتہ چلا بات کا جواب نہ دینا اور کلام نہ کر سکنا ایک ایسا نقص ہے جس سے بچھڑے کے الٰہ نہ ہونے پر استدلال کیا جاتا ہے۔

کسی معتزلی نے ابو عمرو بن علاء سے جو سات قاریوں میں سے ایک ہے، کہا، میں چاہتا ہوں آپ کلم الله موسیٰ میں لفظ جلالہ پر نصب (زبر) پڑھیں تاکہ موسیٰ فاعل بنے۔ اور معنی یہ ہو کہ کلام موسیٰ علیہ السلام نے کی نہ کہ اللہ تعالیٰ نے تو ابو عمرو نے کہا: فرض کر لو، میں نے یہ آیت آپ کے کہنے کے مطابق پڑھ دی، تو اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کی تاویل کیا کرو گے۔ ﴿وَ لَمَّا جَآءَ مُوْسٰی لِمِیْقَاتِنَا وَ کَلَّمَهٗ رَبُّهٗ﴾ (الاعراف: ۱۴۳) ''اور جب موسیٰ ہمارے وعدے پر آئے اور ان کے رب نے ان سے گفتگو کی۔'' تو معتزلی لاجواب (کھسیانا) ہو گیا۔ (شرح العقیدہ الطحاویہ)

کتاب و سنت میں بے شمار دلائل موجود ہیں کہ اللہ تعالیٰ اہل جنت اور دوسروں سے گفتگو فرمائے گا۔ فرمان باری تعالیٰ ہے: ''ان کو ان کے مہربان رب کی طرف سے سلام کہا جائے گا۔'' (یٰسٓ: ۵۸)

سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ملے اور مجھ سے پوچھا اے جابر! کیا بات ہے میں تجھے شکستہ دل دیکھ رہا ہوں، میں نے کہا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم میرا باپ احد کے دن شہید ہو چکا ہے اور پیچھے اہل و عیال اور قرضہ چھوڑ گیا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا میں تمہیں بشارت نہ دوں کہ اللہ تعالیٰ نے تیرے باپ سے کس انداز میں ملاقات کی ہے میں نے کہا، ضرور اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے کبھی کسی سے پس پردہ کے سوا گفتگو نہیں فرمائی، اور تیرے باپ کو زندہ کر کے اس سے رو در رو گفتگو فرمائی اور پوچھا، اے میرے بندے! مجھ سے تمنا کرو میں پوری کروں گا، عرض کیا: اے میرے رب! تو مجھے زندگی عنایت فرما تاکہ میں تیری خاطر دوبارہ شہادت پاؤں، اللہ تعالیٰ نے فرمایا، میری طرف سے یہ فیصلہ ہو چکا ہے کہ لوگ دوبارہ دنیا کی طرف نہیں لوٹائے جائیں گے اور یہ آیت اتاری گئی: ''جو لوگ اللہ کی راہ میں قتل کیے گئے ہیں انہیں مردہ خیال نہ کرو۔'' (آل عمران: ۱۶۹)، (حسن روایت ہے، ترمذی: ۳۰۱۰، ابن ماجہ: ۲۸۰۰)

اس صورت حال میں یہ کیسے صحیح قرار دیا جا سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے تمام کلام کا ایک ہی معنی ہے۔ جبکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ''بے شک جو لوگ اللہ کے عہد اور اپنی قسموں پر قلیل معاوضہ لیتے ہیں ان لوگوں کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں، نہ ان سے اللہ قیامت کے دن بولے گا، نہ ان کی طرف دیکھے گا اور نہ انہیں پاک کرے گا۔'' (آل عمران: ۷۷)

تو اللہ تعالیٰ نے ان سے گفتگو نہ فرما کر ان کو رسوا کیا۔

امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی صحیح میں مختلف ابواب قائم کیے ہیں۔

باب: رب تعالیٰ کا جبریل سے گفتگو فرمانا اور اللہ کا فرشتوں کو آواز دینا۔

باب: قیامت کے دن رب تعالیٰ کا انبیاء علیہم السلام اور دوسرے لوگوں سے کلام کرنا۔

باب: رب تعالیٰ کا اہل جنت سے کلام کرنا۔

اور ان ابواب کے تحت کئی احادیث نقل کی ہیں۔

اہل جنت کے لیے سب سے بڑی نعمت اللہ تعالیٰ کا دیدار اور ان سے گفتگو فرمانا ہے، امام مسلم رحمہ اللہ کا عقیدہ یہ تھا کہ قرآن اللہ کا کلام غیر مخلوق ہے جیسا کہ ان کے استاد امام بخاری رحمہ اللہ کا یہی عقیدہ تھا اور وہ بندوں کے افعال کے مخلوق ہونے کا کھلم کھلا اظہار کرتے تھے۔ اس سلسلہ میں ان کا اپنے استاد محمد بن یحییٰ ذہلی کے ساتھ واقعہ پیش آیا اور ان کے درمیان باہمی شکر رنجی (بدمزگی) پیدا ہوئی جیسا کہ جلد ہی آ رہا ہے۔

بدعتیوں اور خواہش پرستوں کے ساتھ رویہ:

امام مسلم رحمہ اللہ بدعتیوں اور خواہش پرستوں کے بارے میں سخت رویہ اختیار کرتے تھے نہ ان سے نرمی برتتے تھے اور نہ ان کے قریب ہوتے تھے اس لیے ہم دیکھتے ہیں انہوں نے اپنی صحیح کتاب میں بدعتیوں سے بہت کم روایات بیان کی ہیں۔ مکی بن ابراہیم رحمہ اللہ کہتے ہیں میں نے امام مسلم رحمہ اللہ سے علی بن الجعد کے بارے میں پوچھا، تو انہوں نے کہا: ثقہ ہے لیکن وہ جہمی ہے، میں نے ان سے محمد بن یزید کے بارے میں پوچھا، تو کہا اس کی حدیث نہیں لکھی جائے گی، میں نے ان سے محمد بن عبدالوہاب اور عبدالرحمٰن بن بشر کے بارے میں دریافت کیا؟ تو انہوں نے ان کی توثیق کی، میں نے ان سے قطن بن ابراہیم کے بارے میں سوال کیا، تو کہا، اس کی حدیث نہیں لکھی جائے گی۔ ابراہیم بن ابی طالب کہتے ہیں میں نے امام مسلم رحمہ اللہ سے کہا، آپ نے ''صحیح'' میں احمد بن عبدالرحمٰن الوہبی سے بکثرت روایات کی ہیں اور اس کی حالت واضح ہو چکی ہے تو انہوں نے جواب دیا، ان پر میرے مصر سے نکلنے کے بعد اعتراض شروع ہوا ہے۔ (سیر اعلام النبلاء: ۱۲/ ۵۶۸) امام مسلم رحمہ اللہ کے مصر سے نکلنے کے بعد وہ اختلاط کا شکار ہو گیا تھا۔

طلب علم میں ان کے اسفار:

طالب علم کی اہم ترین علامت اس کا علم کی طلب وحصول کے لیے سفر اختیار کرنا ہے جیسا کہ مقولہ ہے: من لم یکن رَحلة فلن یکون رحلة ، جو بہت سفر نہیں کرتا، اس کی طرف بھی کوئی سفر نہیں کرتا۔ (حلیۃ طالب العلم للشیخ ابوبکر زید)

اللہ تعالیٰ نے علم کی طلب، اس کے لیے سفر، اس کے حصول اور اس کے لیے کوشش اور اس کی تکمیل پر داد

دی ہے، فرمایا: ''یہ نہیں ہوسکتا کہ سب مسلمان (تحصیل علم کے لیے) نکل کھڑے ہوں، تو ایسا کیوں نہ ہوا کہ ہر گروہ سے چند لوگ نکل کھڑے ہوتے، تاکہ وہ دین کی سوجھ بوجھ پیدا کرتے اور جب اپنی قوم کی طرف لوٹ کر آئیں تو ان کو ڈرائیں، تاکہ وہ (برے کاموں، نافرمانی) سے بچ جائیں۔'' (التوبہ:۱۲۲)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو ایسے راستہ پر چلا جس کے ذریعہ وہ علم تلاش کرتا ہے تو اس سے اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت کا راستہ آسان بنا دیتا ہے۔'' (صحیح مسلم:۲۶۹۹)

علم کے حصول کے لیے محدثین کے طریقہ اور ڈگر میں طلب حدیث کے لیے سفر لازمی چیز تھی، ابن الصلاح کا قول ہے: جب وہ اپنے علاقہ کی بلند سند والی اور اہم احادیث سن لے تو وہ دوسروں کی طرف سفر کرے۔ (علوم الحدیث:۲۲۲)

یحییٰ بن معین کا قول ہے چار قسم کے افراد میں آپ عقل و شعور محسوس نہیں کریں گے۔ گلی کا پہرے دار، قاضی کا منادی (اعلان کرنے والا) محدث کا بیٹا اور وہ آدمی جو اپنے شہر کی احادیث لکھتا ہے اور حدیث کی طلب کے لیے سفر پر نہیں نکلتا۔ (الجامع لاخلاق الراوی:۲/ ۲۲۵)

احادیث کی سند پر غور کرنے والے پر سفر کا اثر بالکل کھل جائے گا، جب ہم ان میں سے کسی سند کو لیتے ہیں اور اس کے راویوں کے حالات پڑھتے ہیں، ہم عموماً دیکھتے ہیں کہ وہ کئی علاقوں سے تعلق رکھتے ہیں بلکہ بعض جگہ ہر راوی کا علاقہ الگ ہوتا ہے، طلب حدیث کے لیے سفر نے ان مختلف لوگوں کو اکٹھا کر دیا اور ان کے بعد (مسافت کی دوری) کو قریب کر دیا، حتیٰ کہ ایک صدی کے لوگ لگاتار ایک حدیث کی سند میں آ گئے۔

محدثین رحمہم اللہ کے نزدیک سفر کے مقاصد:

اہل الحدیث کے نزدیک سفر کی بہت سی اغراض اور مقاصد ہیں، ہم ان میں سے اہم ترین کی مندرجہ ذیل میں وضاحت کرتے ہیں:

۱۔ تحصیل الحدیث (حصول حدیث) سفر کے اسباب میں سے پہلا سبب ہے، خصوصاً اسلام کے ابتدائی دور میں یہی ہے، اسی بنا پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، تابعین عظام رحمہم اللہ اور بعد کے ادوار میں سفر اختیار کیا گیا، کیونکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مختلف علاقوں میں بکھر گئے تھے اور ان میں سے ہر ایک کے پاس وہ علم تھا جو اس نے رسول اللہ ﷺ سے اخذ کیا تھا، اور ان میں ایک معقول تعداد ان کی تھی جن کے بارے میں ہم کہہ سکتے ہیں، ان کے پاس احادیث کا ایک مجموعہ تھا، یہی وہ لوگ ہیں جنہیں خلفاء مختلف علاقوں کی طرف داعی اور معلم کی حیثیت سے بھیجتے تھے، مثلاً سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو عراق بھیجا اور سیدنا ابو الدرداء کو شام پھر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا علم ان کے تابعین تلامذہ میں بٹ گیا، اس لیے علماء کو ضرورت پیش آئی کہ وہ سنت نبوی کے علم کی تکمیل کے لیے حاملین حدیث کے سینوں سے

اس کو حاصل کریں مسلمانوں نے اس سلسلہ میں بلند مثالیں چھوڑی ہیں اور اس سلسلہ میں اس حد تک پہنچے ہیں جہاں تک پہنچنا بہت نایاب ہے حتیٰ کہ انہوں نے ایک حدیث کی خاطر (مہینوں کا) سفر کیا۔

۲۔ حدیث کے سلسلہ میں وثوق حاصل کرنا: حدیث کے بارے میں وثوق حاصل کرنے کی صورت یہ ہے کہ ایک محدث بہت سی احادیث بیان کرتا ہے، وہ دوران سفر ان میں سے بعض احادیث ایسی اسانید سے سن لیتا ہے جو کسی جگہ اس کی سند سے جا ملتی ہیں اور ان احادیث کے الفاظ یا معانی یکساں ہوتے ہیں یا اور احادیث سن لیتا ہے جو اس کی بیان کردہ احادیث کے ہم معنی ہوتی ہیں، اس سے محدث کو اطمینان حاصل ہو جاتا ہے اور حدیث قوی ہو جاتی ہے۔ اگر اس میں پہلے ضعف (کمزوری) ہو اس سے وہ قابل حجت ٹھہرتی ہے اور اگر پہلے ہی صحیح ہو تو اس کی صحت میں اضافہ ہو جاتا ہے جیسا کہ روایات اور اسانید کے تتبع (تلاش و جستجو) سے بعض دفعہ وہ خلل نمایاں ہو جاتا ہے، جس سے وہ حدیث ضعیف ٹھہرتی ہے جسے وہ پہلے صحیح خیال کرتا تھا، اسی مقصد کی خاطر سیدنا ابو ایوب رضی اللہ عنہ نے مدینہ سے مصر کا سفر اختیار کیا تا کہ اس حدیث کے سلسلہ میں انہیں وثوق حاصل ہو جائے جو انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی تھی اور اب اس کے سننے والوں میں سے ان کے اور سیدنا عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کے سوا کوئی زندہ نہیں رہا تھا۔

۳۔ عالی سند کی خاطر سفر: علو سند کا معنی ہے کہ حدیث کی سند کے متصل ہونے کے ساتھ واسطوں کی تعداد کم ہونا۔ علو سند کی صورت یہ ہے ایک محدث ایک راوی سے حدیث سنتا ہے جب کہ اس راوی کا استاد موجود ہوتا ہے تو وہ اس کے استاد کے پاس جا کر اس سے براہ راست وہ حدیث سن لیتا ہے، اس طرح روایت نقل کرنے والی سند کے واسطے کم ہو جاتے ہیں۔ علو سند کا بہت بڑا فائدہ یہ ہے کہ اس سے سند میں خلل کا شبہ کم ہو جاتا ہے، کیونکہ سند کے ہر راوی کے بارے میں یہ خیال ہوسکتا ہے اس سے نقل سند میں کوئی کوتاہی سرزد نہ ہوگئی ہو، تو جب واسطے کم ہوں گے تو کوتاہی کے اشکالات بھی کم ہو جائیں گے اور علو سند حدیث کی قوت کا سبب ہوگا، اسی بنا پر محدثین نے علو سند پر بہت توجہ کی، اس میں تصنیفات لکھیں اور اس کی تحصیل کے لیے بہت تکلیفیں برداشت کیں، حتیٰ کہ علو سند کی خاطر دور دراز کے علاقوں کا سفر کیا، ان میں سے کوئی اگر اپنے ہم عصر محدث کی روایت بالواسطہ سنتا تو اس سے براہ راست سننے کی خاطر اس کی طرف سفر کرتا۔

حافظ ابو الفضل مقدسی کا قول ہے: اہل نقل کا علو سند کی طلب اور تعریف پر اتفاق ہے کیونکہ اگر وہ سند نازل پر اکتفا کر لیتے تو ان میں سے کسی کو سفر کی ضرورت پیش نہ آتی۔ (وہ سفر نہ کرتا)۔ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کا قول ہے: سند عالی کی جستجو سلف کا طریقہ ہے۔

امام یحییٰ بن معین رحمہ اللہ سے ان کی بیماری کے دوران پوچھا گیا، آپ کی خواہش کیا ہے؟ کہا: خالی گھر اور عالی سند۔

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ سے پوچھا گیا: کیا طلب علم کی خاطر سفر کیا جائے؟ تو جواب دیا: ضرور اللہ کی قسم بہت ضروری ہے، سیدنا علقمہ اور اسود رضی اللہ عنہما کو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث پہنچتی تو وہ اس وقت تک مطمئن نہیں ہوتے تھے جب تک سفر کر کے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے براہ راست سن نہ لیتے۔

ابوالعالیہ کا قول ہے: ہم بصرہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھیوں کی روایت سنتے تو ہم اس وقت مطمئن نہ ہوتے جب تک مدینہ کا سفر کر کے ان کے مونہوں سے نہ سن لیتے۔

امام خطیب کی کتاب ''الرحلۃ'' میں اس سلسلہ میں بے شمار اقوال نقل کیے گئے ہیں۔

۴۔ راویوں کے حالات کی کھوج کرید: راوی کا حدیث اسی طرح بیان کرنا جس طرح اس نے سنی ہے، یہ معرفت وہ مقصد ہے جس پر اس علم کی بنیاد ہے، اس کی خاطر تمام کوششیں صرف کی گئی ہیں، اور جان پرکھ کے قواعد وضع کیے گئے ہیں، اس لیے راویوں کے حالات اور واقعات کا استیعاب ضروری تھا کہ قابل قبول کو قابل رد سے ممتاز کیا جا سکے۔ ہم اپنی کتاب ''منہج النقد'' لکھ چکے ہیں، اگر فن حدیث کے ناقدین ائمہ نے، راویوں کی عدالت اور ان کے حفظ کی جانچ پڑتال میں کوشش صرف نہ کی ہوتی اور انہوں نے بیداری سے کام لیتے ہوئے اس کی خاطر سفر کی صعوبتیں برداشت نہ کی ہوتیں اور پھر لوگوں کو جھوٹوں، ضعیفوں سے اور اختلاط کے شکاروں سے ہوشیار نہ کیا ہوتا تو اسلام کا معاملہ مشتبہ ٹھہرتا بے دین لوگ غالب آ جاتے اور جھوٹے نکل کھڑے ہوتے۔

راویوں کے سلسلہ میں بحث کی اہمیت کے لیے وہ بہت سے علوم ہی بطور دلیل کافی ہیں جن میں راویوں کے ہر پہلو کی تفتیش کی گئی ہے، جو بنیادی طور پر تیس علوم تک پہنچتے ہیں۔

احمد بن منصور الرمادی بیان کرتے ہیں، میں امام احمد اور یحییٰ کے ساتھ بطور خادم امام عبدالرزاق کی خدمت میں حاضر ہوا، تو جب ہم واپس کوفہ پہنچ گئے۔ یحییٰ بن معین رحمہ اللہ کہنے لگے، میں ابونعیم کا امتحان لینا چاہتا ہوں، تو امام احمد نے کہا، اس کی ضرورت نہیں ثقہ آدمی ہے، امام یحییٰ نے کہا: میں ضرور یہ کام کروں گا، سو ایک کاغذ لے کر اس پر تیس احادیث تحریر کیں اور ہر دسویں حدیث کے بعد ایک ایسی حدیث لکھ دی، جو ابونعیم کی روایت کردہ نہ تھی، پھر وہ تینوں ابونعیم کے پاس آ گئے، وہ (گھر سے) باہر نکل کر مٹی کے ایک چبوترہ پر بیٹھ گئے۔ امام احمد کو پکڑ کر اپنے دائیں اور یحییٰ کو اپنے بائیں بٹھا لیا۔ اور میں چبوترہ کے نیچے بیٹھ گیا، امام یحییٰ نے (کاغذ والا) کور نکالا۔ اس کو دس احادیث سنائیں، جب گیارہویں حدیث پڑھی، ابونعیم نے کہا یہ میری حدیث نہیں ہے۔ اس کو قلم زد کر دو، پھر اس نے دوسری دس احادیث پڑھیں اور ابونعیم خاموش رہے، پھر دوسری اضافہ کردہ حدیث

پڑھی، تو ابونعیم نے کہا یہ میری حدیث نہیں، اس پر لکیر کھینچ دو، پھر تیسری دس احادیث پڑھیں، پھر تیسری زائد حدیث پڑھی، تو ابونعیم کا رنگ تبدیل ہوگیا اور آنکھیں پلٹ گئیں، پھر یحییٰ کی طرف متوجہ ہوا اور کہا یہ احمد کا بازو اس کے ہاتھ میں تھا۔ اس قسم کی حرکت کرنے سے زیادہ پرہیزگار ہے اور یہ یعنی الرمادی وہ یہ حرکت کرنے سے قاصر ہے، لیکن یہ کام تیرا ہے تو نے ہی کیا ہے اور اپنا پاؤں نکال کر یحییٰ کو لات رسید کر کے چبوترہ سے گرا دیا، اور اٹھ کر اپنے گھر چلے گئے، تو امام احمد بن حنبل نے یحییٰ سے کہا، کیا میں نے تجھے روکا نہیں تھا اور یہ نہیں کہا تھا، وہ ثقہ ہے، یحییٰ نے جواب دیا اللہ کی قسم! اس کا لات رسید کرنا مجھے میرے سفر سے بھی زیادہ محبوب ہے۔ (سیر اعلام النبلاء: ۱۰/ ۱۴۸، ۱۴۹)

۵۔ احادیث پر نقد اور ان کی پوشیدہ کمزوری جاننے کے لیے علماء کا مذاکرہ کرنا، یہ ایک بلند مقام فن ہے جو دقت نظر، اسانید اور روایات کے استقصاء کا محتاج ہے، علماء کا قول ہے، اس میں تعمق اور علمی ملکہ کا حصول اس فن کے ماہر نقاد کی ہم نشینی اور مذاکرہ کے بغیر پورا نہیں ہوسکتا۔ امام خطیب بغدادی اپنی کتاب ''الکفایۃ'' میں لکھتے ہیں: ''اگر متصل اور مرسل کا حکم یکساں ہوتا تو احادیث لکھنے والے سفر نہ کرتے اور دور دراز کے علاقوں کے سفر کی مشقتیں برداشت نہ کرتے تاکہ تمام علاقوں کے علماء سے ملاقات کی جائے اور ان سے سماع کیا جائے۔ (الکفایہ: ۴۰۲)

سفیان بن عیینہ مکہ میں تھے اور علی بن المدینی رحمہ اللہ مذاکرہ کے لیے سفر کر کے عراق سے ان کے ہاں آئے۔

ابن عیینہ کہتے ہیں، لوگ مجھے علی بن المدینی رحمہ اللہ سے محبت کرنے پر ملامت کرتے ہیں، اللہ کی قسم جس قدر میں اس سے سیکھتا ہوں وہ اس سے زیادہ ہے جو وہ مجھ سے سیکھتا ہے۔ (تذکرۃ الحفاظ: ۲/ ۴۲۸)

یحییٰ القطان کا قول ہے: میں علی سے اس سے زائد سیکھتا ہوں جو وہ مجھ سے سیکھتا ہے۔ (سیر اعلام النبلاء: ۱۱/ ۴۵)

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ رات کو سو سے زائد نفل پڑھتے تو جب یحییٰ بن معین رحمہ اللہ ملاقات کے لیے ان کے ہاں آئے بہت کم نوافل پر اکتفا کر لیتے اور مذاکرہ کے لیے یحییٰ کے ساتھ بیٹھ جاتے، اس سلسلہ میں ان کے بیٹے نے ان سے عرض کی: تو جواب دیا، اے پیارے بیٹے! جو نفل رہ گئے ہیں ان کو حاصل کیا جا سکتا ہے لیکن اس نوجوان سے جو علم حاصل نہ ہوسکا وہ حاصل نہیں کیا جا سکے گا۔ سفر کے بہترین نتائج میں سے وہ افادات ہیں جو امام ترمذی نے علل حدیث کے سلسلہ میں امام بخاری رحمہ اللہ سے نقل کیے ہیں، ان کی کتاب ''العلل الکبیر'' اس کا صادق شاہد ہے کیونکہ امام ترمذی نے کتاب کی اکثر احادیث میں امام بخاری رحمہ اللہ کے بکثرت اقوال نقل کیے ہیں۔

امام ترمذی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب جامع کے آخر میں ان مباحث میں امام بخاری رحمہ اللہ سے استفادہ کی تصریح کی ہے، فرماتے ہیں اس جامع میں، احادیث کی علل، رجال اور تاریخ کے بارے میں جو کچھ ہے وہ میں نے تاریخ کی کتابوں سے نکالا ہے، اور اس کا اکثر حصہ میں نے امام محمد بن اسماعیل سے علمی مباحثہ سے حاصل کیا ہے۔

حدیث کے متلاشیوں نے اس میدان میں بلند ترین حصہ حاصل کیا ہے، تاریخ میں کسی ایسے انسان کی مثال نہیں ملتی جس نے ان کی طرح سفر کیا ہو، اس میدان میں امام مسلم رحمہ اللہ کو وافر حصہ ملا ہے، ان کے سماع کا آغاز ۲۱۸ھ میں یحییٰ بن یحییٰ التمیمی سے ہوا، انہوں ۲۲۰ھ میں حج کیا جبکہ وہ ابھی امرد (بے ریش) تھے، مکہ مکرمہ میں امام قعنبی سے سنا جو ان کے سب سے بڑے استاد ہیں، کوفہ میں احمد بن یونس اور ایک جماعت سے سنا پھر جلد اپنے وطن لوٹ آئے، پھر چند سال کے بعد ۲۳۰ھ سے پہلے سفر پر نکلے اور علی بن الجعد سے بہت کچھ سیکھا، لیکن اپنی صحیح میں سے اس سے کوئی روایت بیان نہیں کی، عراق، حرمین (مکہ و مدینہ) اور مصر میں (مختلف علماء سے) سنا۔

مختلف علاقوں میں سماع کی تفصیل:

۱۔ دمشق:...... دمشق میں محمد بن خالد سکسکی سے سماع کیا اور اس سے ولید بن مسلم کی احادیث لکھیں۔
(تاریخ دمشق: ۵/ ۸۸)

ابونصر بن محمد یوناری بیان کرتے ہیں مجھے صالح بن ابی صالح نے درخت کی چھال کا ایک ورقہ دیا جو مسلم بن حجاج کا تحریر کردہ تھا، اس میں دمشق میں ولید بن مسلم کی احادیث لکھی تھیں۔

بعض علماء نے ان کی دمشق میں آمد کا انکار کیا ہے، امام ذہبی رحمہ اللہ کہتے ہیں، حافظ ابوالقاسم بن عساکر نے اپنی تاریخ میں امام مسلم کا اس بنیاد پر تذکرہ کیا ہے کہ اس نے صرف محمد بن خالد سکسکی سے سماع کیا ہے۔ ظاہر بات ہے کہ امام مسلم رحمہ اللہ کی اس سے ملاقات موسم حج میں ہوئی ہے، یہ ممکن نہیں ہے وہ دمشق جائیں اور صرف ایک استاد سے سماع کریں۔ واللہ اعلم (سیر اعلام النبلاء: ۱۲/ ۵۶۲)

۲۔ بغداد:...... بغداد بے شمار دفعہ آئے اور وہاں احادیث بیان کیں اور وہاں کے باشندوں، یحییٰ بن صاعد، محمد بن مخلد نے ان سے روایات بیان کیں، اور بقول ابن خیرون ان کی بغداد میں آخری دفعہ آمد ۲۵۹ھ میں تھی۔
(تاریخ دمشق: ۵۸/ ۸۸)

۳۔ خراسان:...... خراسان میں قتیبہ بن سعید، یحییٰ بن یحییٰ، اسحاق بن راہویہ اور بشر بن الحکم سے سنا۔
(تاریخ دمشق: ۵۸/ ۸۵)

ثقہ اور حافظ ابوالفضل احمد بن سلمہ نیشاپوری، قتیبہ بن سعید کی طرف سفر اور بصرہ کے دوسری دفعہ سفر میں ان کے رفیق تھے اور شیوخ سے اپنی منتخب احادیث لکھیں اور امام مسلم نے اپنی صحیح مسلم اس کی خاطر لکھی۔
(تاریخ بغداد: ۴/ ۱۸۶)

۴۔ الری:...... رے میں محمد بن مہران الجمال، ابراہیم بن موسیٰ الفراء، اور ابوغسان محمد بن عمرو زنیجا سے سماع کیا۔
(تاریخ دمشق: ۵۸/ ۸۵)

۵۔ العراق:...... عراق میں احمد بن حنبل، القواری، خلف بن ہشام، عبداللہ بن عون الخزار، سریج بن یونس، سعید بن محمد الحرمی، عبداللہ بن مسلمہ قعنبی، ابو ربیع زہرانی، عمرو بن حفص بن غیاث، ابو غسان مالک بن اسماعیل اور احمد بن عبداللہ بن یونس سے سنا۔ (تاریخ دمشق: ۵۸/ ۸۵)

۶۔ الحجاز:...... حجاز میں ابن ابی اویس، ابو مصعب ظہرانی، سعید بن منصور، ابو عمر محمد بن یحییٰ اور عبدالجبار بن العلاء سے سنا۔ (تاریخ دمشق: ۵۸/ ۸۵)

۷۔ مصر:...... مصر میں محمد بن اصح، عیسیٰ بن حماد، عمرو بن سواد، حرملہ بن یحییٰ، ہارون بن سعید ایلی اور محمد بن سلمہ مرادی وغیرہم سے سنا۔ (تاریخ دمشق: ۵۸/ ۸۵)

طلب علم کا حوصلہ:

حوصلہ ایک قلبی عمل ہے، اور دل پر صرف صاحب دل ہی کا قبضہ ہوتا ہے جس طرح پرندہ اپنے پروں سے اڑتا ہے، اسی طرح انسان اپنے حوصلہ سے اٹھتا ہے اور وہ اسے بلند آفاق تک پرواز کراتا ہے، ان بیڑیوں سے آزاد ہو کر جو جسموں کو جکڑتی ہیں۔ بعض علماء کا قول ہے صاحب حوصلہ اگر گرتا ہے تو اس کا نفس اسے بلندی کی طرف لے جاتا ہے جس طرح آگ کا شعلہ اس کو اگر انسان نیچا کرتا ہے تو وہ بلندی کی طرف اٹھتا ہے۔ (عیون الاخبار: ۳/ ۲۳۱)

حوصلہ سے چوٹی سر کرنا:

حافظ ابن قیم رحمہ اللہ لکھتے ہیں: ''سال ایک درخت ہے، مہینے جس کی شاخیں، دن جس کی ٹہنیاں اور اوقات جس کے پتے اور انفاس (سانس) جس کا پھل ہیں، تو جس کے سانس اطاعت میں گزرے، اس کے درخت کا پھل عمدہ (پاکیزہ) ہے اور جس کے سانس بدی میں گزرے اس کا پھل کڑوا ہے اور پھر پھل قیامت کو توڑے جائیں گے، جب توڑے جائیں گے تو پھر میٹھا اور کڑوا پھل الگ الگ ہو جائیں گے، اخلاص اور توحید دل میں لگا ایک درخت ہے، جس کی شاخیں اعمال ہیں اور اس کا پھل دنیوی زندگی کی پاکیزگی ہے اور خوش گواری ہے اور آخرت میں دائمی نعمتیں ہیں، جس طرح آخرت کے پھل نہ ختم ہوں گے اور نہ روکے جائیں گے، توحید اور اخلاص کے پھل کی یہی صورت دنیا میں ہے شرک، جھوٹ اور ریاء دل میں لگا ایک پودا ہے، جس کا پھل دنیا میں شقاوت، خوف، فکر، گھٹن، سینہ کی تنگی اور دل کی تاریکی ہے اور اس کا آخرت میں پھل تھوڑا اور دائمی دکھ ہے، جب انسان بالغ ہو جاتا ہے تو اس کے سپرد اس کا وہ عہد (معاہدہ) کیا جاتا ہے جس کی اسے اس کے خالق اور مالک نے اسے تاکید کی ہے، جب وہ اپنا عہد، قوت، قبولیت اور اس میں جو کچھ ہے اس کی تنفیذ کے عزم کے ساتھ لے لیتا ہے تو اس کے اندر ان مراتب اور مناصب کی صلاحیت پیدا ہو جاتی ہے، جن کی اہلیت ان لوگوں

میں پیدا ہوتی ہے جو اپنے عہدوں کو پورا کرتے ہیں، تو جب اس کا نفس عہد قبول کرتے وقت خوشی محسوس کرتا ہے اور اس کا قصد کرتا ہے اور کہتا ہے، میں اپنے رب کے عہد کا اہل ہوں تو مجھ سے بڑھ کر کون اس کے قبول کرنے اور اس کو سمجھنے اور اس کی تنفیذ کا حق دار ہے اس لیے وہ پہلے اپنے عہد کے سمجھنے، اس پر غور کرنے اور اپنے آقا کی ہدایات کو جاننے کا خواہش مند ہوتا ہے، پھر وہ اپنے آپ کو، اس عہد میں جو کچھ ہے اس کے امتثال (اس کی فرمانبرداری) اس پر عمل اور اپنے عہد کے بشمولات کی تنفیذ کا عادی بناتا ہے اور اپنے دل سے عہد کی اور اس کے مشمولات کی حقیقت کی بصیرت حاصل کر لیتا ہے، پھر نئی ہمت اور اس عزیمت کے سوا عزیمت پیدا کرتا ہے جو بچپن میں عہد کے پہنچنے سے پہلے تھی، پھر وہ بچپن کی سادہ لوحی (فقدان) کی تاریکی میں عادت اور طبیعت کی اطاعت سے ہوش میں آتا ہے اور بلند ہمتی پر جم جاتا ہے، اور ظلمت کے پردہ کو چاک کر کے، یقین کی روشنی تک پہنچتا ہے، پھر اپنے صبر کے بقدر اور درست اجتہاد (محنت وکوشش) سے اللہ تعالیٰ کے عنایت کردہ فضل کو پا لیتا ہے، اس کی سعادت کا پہلا درجہ یہ ہے کہ اس کا کان یاد رکھے اور اس کا دل کان کی یادداشت کو سمجھے جب وہ سن اور سمجھ لے اور اس پر راستہ واضح ہو جائے اور اس پر صحیح نشانات کو دیکھ لے اور لوگوں کی اکثریت کو دیکھے وہ صحیح راہ سے دائیں بائیں پھر رہے ہیں تو وہ سیدھی راہ کی پابندی کرے اور ان انحراف کرنے والوں کے ساتھ منحرف نہ ہو جن کے انحراف کا سبب عہد قبول نہ کرنا ہے یا اسے کراہت کے ساتھ قبول کرنا ہے اور اسے قوت وعزیمت کے ساتھ نہ لینا ہے انہوں نے اپنے نفوس میں اس کے سمجھنے، اس پر غور کرنے، اس کے مشمولات پر عمل پیرا ہونے اور اس کی نصیحتوں کی تنفیذ کی تحریک پیدا نہیں کی بلکہ ان پر ان کا عہد اس طرح پیش کیا گیا کہ ان میں بچپن کی درندگی، اور عادت کی پیروی اور ماں باپ کے طرز عمل کی اقتدا موجود تھی، انہوں نے عہد کو اس انسان کی طرح لیا ہے جو اپنے آباء واجداد، گزشتہ لوگوں اور ان کی عادات پر اکتفا کرتا ہے، اس انسان کو کافی خیال نہیں کرتا جو پوری دل جمعی اور ہمت سے عہد کو سمجھتا ہے اور اس پر عمل پیرا ہوتا ہے، گویا کہ وہ یہ سمجھتا ہے یہ عہد صرف اس اکیلے کے پاس آیا ہے اور اسے کہا گیا ہے، اس میں جو کچھ ہے اس پر غور کر پھر اس کے تقاضوں کے مطابق عمل کر، تو جب وہ اپنے عہد کو اس انداز سے نہیں لیتا۔ تو وہ اپنے رشتہ داروں کی چال اور اپنے اہل، ساتھیوں، پڑوسیوں اور علاقہ کے لوگوں کی دائمی عادت ہے اس کی طرف جھکتا ہے، اگر اس کی ہمت بلند ہوتی ہے تو وہ اپنے سلف اور متقدمین کی طرف مائل ہوتا ہے اور اپنے عہد اور اس کے فہم کی طرف التفات نہیں کرتا، اپنے لیے عادت کے رویہ کو رویہ بنا لیتا ہے، تو جب شیطان اس کا اندازہ لگا لیتا ہے اور اس کی اس ہمت اور عزیمت کے منتہیٰ کو دیکھ لیتا ہے، اس میں آباء اور سلف کی عصبیت اور حمیت اجاگر کرتا ہے اور اس کے لیے اس بات کو آراستہ کرتا

ہے کہ حق یہی ہے، اس کے سوا جو کچھ ہے باطل ہے اور اس کے لیے ہدایت کو گمراہی کی تصویر میں پیش کرتا ہے اور گمراہی کو ہدایت کی شکل دیتا ہے، اس عصبیت اور حمیت کی بنیاد پر جو علم پر مبنی نہیں ہے، اس کی رضا یہی ہوتی ہے کہ وہ اپنے قبیلہ اور قوم کے ساتھ رہے، اسے وہی حاصل ہو جو انہیں حاصل ہوا اور اس پر وہی پڑے جو ان پر پڑے، تو راہ ہدایت سے محروم ہو جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ اسے ادھر جانے دیتا ہے جس کا وہ رخ کرتا ہے اگر اس کے پاس مکمل ہدایت اپنی قوم اور خاندان کے مخالف آئے تو وہ اسے ضلالت خیال کرتا ہے اور اگر اس کا حوصلہ اس سے بلند ہو اور اس کا نفس اوپر اٹھے اور اس کا مرتبہ اس سے بلند ہو تو وہ اپنے عہد کو یاد رکھنے، اس کو سمجھنے اور اس پر غور کرنے کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور وہ جان لیتا ہے کہ صاحب عہد کی حیثیت دوسروں کی طرح نہیں ہوتی، تو اس کا نفس، صرف عہد کی معرفت کی بنا پر اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل کر لیتا ہے، اس کی ذات، اس کی صفات اس کے افعال اور اس کے احکام کی شناخت کر لیتا ہے اور اس عہد ہی سے وہ اس ذات کو جان لیتا ہے جو خود قائم ہے اور دوسروں کو قائم رکھے ہوئے ہے وہ ہر ماسوا سے بے نیاز ہے اور اس کے سوا ہر چیز اس کی محتاج ہے، وہ اپنی تمام مخلوقات سے اوپر اپنے عرش پر مستوی ہے، دیکھتا ہے، سنتا ہے، پسند کرتا ہے، ناراض ہوتا ہے، محبت کرتا ہے اور غصے ہوتا ہے اور اپنے عرش کے اوپر رہتے ہوئے اپنی مملکت کا انتظام کرتا ہے۔ گفتگو فرماتا ہے، حکم دیتا ہے، روکتا ہے، اپنی مملکت کے اطراف میں اپنی اس کلام سے جسے وہ اپنی مخلوقات میں سے جسے چاہتا ہے سنا دیتا ہے۔ اپنے رسول بھیجتا ہے، وہ عدل کو قائم کیے ہوئے ہے، نیکی اور بدی کا بدلہ دیتا ہے، بردبار، بہت بخشنے والا، قدردان، بہت سخی، اور خوب کار ہر صفت کمال سے متصف ہے، ہر عیب اور نقص سے پاک ہے، اور اس کا کوئی مثیل نہیں ہے اور انسان اللہ تعالیٰ کی اپنی مملکت میں تدبیر کی حکمت اور اس بات کا مشاہدہ کر لیتا ہے کہ وہ تقادیر کس طرح طے کرتا ہے جو اس کے عدل اور حکمت کے منافی نہیں ہے اور اس کے نزدیک عقل، شریعت اور فطرت میں تعاون پایا جاتا ہے، اور ان میں ہر ایک اپنے دونوں ساتھیوں کی تصدیق کرتی ہے اور وہ اللہ کی طرف سے اس کے ان ناموں کی حقیقت کو جن سے اس نے اپنے آپ کو اپنی نازل کردہ کتاب میں متصف فرمایا ہے۔ سمجھ لیتا ہے وہی نام لیتا ہے، ان کو ثابت اور بیان کرتا ہے اور انہی سے اپنے بندوں کے ہاں اپنی شناخت کرواتا ہے، حتیٰ کہ انسانی عقول ان کا اقرار کر لیتی ہیں اور انسانی فطرت ان کی گواہی دیتی ہے، تو جب انسان اپنے دل سے پہچان لیتا ہے اور صاحب عہد کی صفات کا یقین کر لیتا ہے اور ان صفات کے انوار اس کے دل پر روشن ہو جاتے ہیں گویا کہ وہ ان کا مشاہدہ کر رہا ہے تب وہ دیکھتا ہے کہ ان صفات کا تخلیق و حکم سے تعلق ہے اور ان سے ربط ہے اور ان کے اثرات روحانی عالم اور محسوس عالم میں سرایت کیے ہوئے ہیں اور وہ دیکھتا ہے کہ مخلوقات میں ان کا تصرف ہے کس طرح اس میں عموم

وخصوص سے قرب و بعد ہے اور عنایت کرنا اور محروم کرنا ہے، پھر وہ اپنے دل سے اللہ سبحانہ کے عدل وانصاف اور اس کے فضل ورحمت کا مشاہدہ کر لیتا ہے اور اس میں اس بات پر ایمان مجتمع ہو جاتا ہے کہ اس کی حجت ثابت ہے۔

اور اس کے ساتھ ساتھ اس کے فیصلے نافذ ہیں، اس کی قدرت اس کے کمال عدل وحکمت کے ساتھ کاملہ ہے اور وہ اپنی تمام مخلوقات پر انتہائی بلند ہے اور اس کے ساتھ اس کا احاطہ، معیت، عظمت، جلالت، کبریائی، اس کی رحمت واحسان، لطف وجود اور عفو وتحمل کے ساتھ پکڑ اور انتقام کو تسلیم کرتا ہے اور وہ دیکھتا ہے ان تقدیروں کے ساتھ جو سب پر غالب ہیں اور مخلوق ان سے نکل نہیں سکتی ہے، حجت ثابت ہے اور وہ دیکھتا ہے صفات کس طرح ایک دوسرے کے ساتھ اور موافق ہیں اور ایک دوسرے کے بارے میں گواہ ہیں اور کس طرح حکمت جو آخر میں اور انتہا ہے ان تقادیر پر جو آغاز اور ابتداء ہیں سایہ فگن ہے، شاخیں اپنی جڑوں اور مبادی اپنے مقاصد کی طرف لوٹتے ہیں۔ حتیٰ کہ وہ حکمت کے مبادی کا اور قضایا کی حکمت، عدل، مصلحت، رحمت اور احسان کے موافق بنیاد رکھنے کا مشاہدہ کر لیتا ہے، کوئی فیصلہ کائنات کے اختتام اور لوگوں کے درمیان فیصلے کے دن، احکام کے فیصلہ تک اس سے باہر نہیں جس دن اس کا عدل، حکمت، اس کے رسولوں کی صداقت اور انہوں نے اس کے بارے میں جو خبریں دی ہیں، تمام مخلوق، انسان ہوں یا جن، مومن ہوں یا کافر کے سامنے ظاہر ہو جائیں گی جب لوگوں کے سامنے اس کی وہ صفات جلال اور نعوت کمال کھل جائیں گی جن کو وہ اس سے پہلے نہیں جانتے تھے حتیٰ کہ دنیا میں تمام مخلوق سے بڑھ کر اس کو جاننے والا (آخری رسول) اس دن اس کی ان صفات کمال اور صفات جلال سے تعریف کرے گا جن کو وہ دنیا میں اچھی طرح نہیں جانتا تھا جس طرح مخلوق کے سامنے یہ چیزیں واضح ہو جائیں گی۔ اس طرح وہ اسباب ظاہر ہو جائیں گے جن کے سبب کج ہونے والے کج ہوئے، گمراہ ہونے والے گمراہ ہوئے اور الگ ہونے والے الگ ہوئے، اس دن دنیا اور آخرت کے علم کا فرق اسماء اور صفات کے حقائق کی روشنی میں نمایاں ہو جائے گا، جس طرح جنت اور دوزخ کے علم اور مشاہدہ میں فرق ہے بلکہ اس سے بھی زیادہ، اس وقت انسان سمجھ جائے گا کس طرح اللہ کے اسماء اور صفات نے نبوت اور شرائع کے پائے جانے کا اور اس کا تقاضا کیا کہ انسانوں کو شتر بے مہار نہ چھوڑا جائے اور کس طرح اوامر ونواہی کا تقاضا کیا اور کس طرح ثواب وعقاب اور معاد (آخرت) کا تقاضا کیا اور یہ ہمارے امور اس کے اسماء اور صفات کا تقاضا ہیں، اس سلسلہ میں اس کے دشمن کافر جو گمان کرتے ہیں وہ اس سے پاک ہے، انسان دیکھ لے گا، اس کی قدرت اور احاطہ تمام کائنات کو شامل ہے، حتیٰ کہ اس سلسلے ذرہ برابر کوئی چیز باہر نہیں اور وہ دیکھ لے گا اگر اس کے ساتھ اور الٰہ (معبود) ہوتا تو یہ جہاں برباد ہو جاتا۔ آسمان زمین اور ان کی مخلوقات تباہ ہو جاتیں، اور اللہ سبحانہ پر اگر نیند یا

موت طاری ہوسکتی تو یہ سارا جہاں ویران ہو جاتا اور آنکھ جھپکنے کے بقدر قائم نہ رہتا، اور وہ دیکھ لے گا یہ اسلام اور ایمان جن کے تمام لوگ پابند ہیں وہ صفات مقدسہ، پاکیزہ صفات سے کس طرح ابھرتے ہیں اور وہ کس طرح فوری اور تاخیر سے ثواب وعقاب کا تقاضا کرتے ہیں اور اس کے ساتھ وہ یہ بھی دیکھ لے گا کہ اس کا اس عہد بندگی، کا قبول کرنا صحیح نہیں ہے جو صفات کا منکر ہے اور اس کے مخلوقات پر بلند ہونے کا منکر ہے، اور اس کے اپنی کتابوں اور عہد کی صورت میں بولنے کا منکر ہے، جس طرح یہ عہد وہ انسان قبول نہیں کرسکتا، جو اس کی سماعت، بصارت، زندگی اور ارادہ اور قوت کی حقیقت کا منکر ہے اور وہ دیکھ لے گا یہی لوگ ہیں جنھوں نے اس کے عہد کو رد کیا، اس کے قبول کرنے سے انکار کیا، اور ان میں سے جس نے اسے قبول کیا، مکمل طور پر قبول نہیں کیا، توفیق اللہ کی طرف ہے۔ (مدارج السالکین: ۱۶۶، مجھے یہ عبارت مدارج السالکین میں نہیں مل سکی، اس لیے مقابلہ نہیں ہوسکا)

(بلند ہمتی) حیات کاملہ کا نتیجہ ہے:

امام صاحب مزید لکھتے ہیں:

ارادہ اور جستجو میں کمزوری، دل کی زندگی کی کمزوری کے باعث ہے، دل کی زندگی جس قدر کامل ہوگی، اس کی ہمت اور طلب اسی قدر بلند ہوگی اور محبت قوی ہوگی کیونکہ ارادہ اور محبت (مگن) محبوب مقصود کے شعور اور دل کے ان آفات سے محفوظ ہونے کے تابع ہے جو مقصد اور اس کے طلب اور ارادہ کے درمیان حائل ہوتی ہیں اس لیے طلب کی کمزوری اور ہمت کی سستی یا تو شعور واحساس کے ناقص ہونے یا زندگی کو کمزور کرنے والی آفت کے باعث ہے، اس لیے شعور کا قوی ہونا او رقوت ارادہ، زندگی کے قوی ہونے کی دلیل ہیں اور ان دونوں کی کمزوری، زندگی کی کمزوری کی دلیل ہے، اور جس طرح بلند ہمتی، ارادہ اور طلب کی صداقت، زندگی کے کمال کے باعث ہے، اس طرح یہ چیزیں کامل تر اور پاکیزہ تر زندگی کے حصول کا باعث ہیں کیونکہ پاکیزہ زندگی بلند ہمت سچی محبت اور خالص ارادہ سے ہی پائی جاسکتی ہے، انہیں کے بقدر زندگی پاکیزہ ہوگی۔

حسین ترین (نکمی) زندگی اس کی ہے جس کی ہمت انتہائی نکمی ہے اور اس کی محبت اور طلب کمزور ترین ہے، اس کی زندگی سے تو حیوانوں کی زندگی بہتر ہے، کسی کا شعر ہے:

نهـــارك يـــا مـــغـــرور سهـــو وغـــفـــلة
وليـــــلك نـــــوم والـــــردى لك لازم

''اے فریب خوردہ! تیرا دن بھول وغفلت کا نام ہے اور تیری رات نیند ہے اور ہلاکت تیرے لیے لازم ہے۔''

تكدح فيما سوف تنكر غبه
كذالك في الدنيا تعيش البهائم

''تو ایسی چیزوں کے لیے انتھک کوشش کرتا ہے کہ کچھ عرصہ بعد جس کے انجام کا انکار کرے گا۔ دنیا میں حیوانات اسی طرح زندگی گزارتے ہیں۔''

تسر بما يفني و تفرح بالمنى
كما غر باللذات في النوم حالم

''فنا پذیر چیزوں پر تو خوش ہوتا ہے اور آرزوؤں سے فرحت پاتا ہے، جس طرح خواب دیکھنے والا نیند میں لذتوں سے دھوکا کھا جاتا ہے۔''

مقصد یہ ہے دل کی زندگی کا مدار علم، ارادہ اور ہمت پر ہے، لوگ جب کسی انسان میں یہ چیزیں دیکھ لیتے ہیں، کہتے ہیں، اس کا دل زندہ ہے اور دل کی زندگی دائی ذکر اور گناہوں کے چھوڑنے سے ہے۔ جیسا کہ امام عبداللہ بن مبارک کا شعر ہے:

رايت الذنوب تميت القلوب
وقد يورث الذل ادمانها

''میں نے گناہوں کو دلوں کو مارنے والا پایا ہے، اور ان پر دوام ذلت پیدا کرتا ہے۔''

وترك الذنوب حياة القلوب
وخير لنفسك عصيانها

''گناہوں کا ترک کرنا دلوں کی زندگی ہے اور تیرے حق میں یہی بہتر ہے کہ تو نفس کی نافرمانی کرے۔''

وهل افسد الدين الا الملوك
واحبار سوء و رهبانها

''دین کو تو بس بادشاہوں، برے علماء اور مشائخ نے ہی تباہ کیا ہے۔''

وباعوا النفوس ولم يربحوا
ولم يغل في البيع اثمانها

''انہوں نے اپنے نفسوں کو فروخت کر کے نفع نہ کمایا اور نہ سودے میں ان کی قیمت بلند مہنگی ہوئی۔''

فقد رتع القوم في جيفة
يبين لذي اللب خسرٰنها

''لوگوں نے لاش کو کھایا، عقلمند کے نزدیک اس کا نقصان ہونا واضح ہے۔'' (مدارج السالکین: ۳/۲۶۳)

مردانِ کار ایسے ہی ہونا چاہیے:

امام مسلم رحمہ اللہ بلند ہمت تھے، جو ان کے ساتھ بچپن سے ہی پائی گئی اس نے انہیں طلب علم، اس کے لیے سفر اور اس کے حصول پر آمادہ کیا۔

اس سلسلہ میں قابل ذکر احمد بن سلمہ کا بیان ہے کہ امام مسلم رحمہ اللہ کے لیے ایک مجلس مذاکرہ منعقد کی گئی اور ان کے سامنے ایک حدیث پیش کی گئی، وہ گھر لوٹ آئے اور چراغ روشن کر لیا اور گھر والوں سے کہا، تم میں سے کوئی میرے پاس نہ آئے۔ (تاکہ حدیث کی تلاش میں خلل نہ پڑے) انہیں بتایا گیا، ہمیں کھجوروں کی ایک ٹوکری تحفہ میں دی گئی ہے، فرمایا اسے پیش کرو، گھر والوں نے انہیں پیش کر دی، وہ حدیث کی تلاش کے ساتھ ایک ایک کھجور لیتے رہے، صبح ہوئی تو کھجوریں ختم ہو چکی تھیں اور انہیں حدیث مل گئی تھی، یہ حکایت امام ابوعبداللہ الحاکم نے بیان کی ہے۔ (سیر اعلام النبلاء: ۱۲/۵۶۴، آگے لکھا ہے یہی واقعہ ان کی موت کا باعث بنا۔)

جو انسان ان کی ہمت اور ان کی صحیح مسلم میں حوصلہ مندی پر غور کرے گا وہ انتہائی حیرت سے دوچار ہوگا، کیونکہ حدیث کی مختلف سندوں اور متون کو جمع کرنے میں بلند ہمتی سے کام لیتے ہیں، اس وجہ سے نیشاپور کے بعض علماء نے ان کی کتاب کو صحیح بخاری پر فضیلت دی ہے اور جب انہوں نے نماز کے اوقات کے سلسلہ میں اپنے آپ کو تھکا دیا، آرام طلبی کے لیے یحییٰ بن یحییٰ کا قول نقل کر دیا۔

باب مواقیت الصلاۃ کے دوران لکھتے ہیں، ہمیں یحییٰ بن یحییٰ تمیمی نے عبداللہ بن یحییٰ ابن ابی کثیر کے واسطہ سے خبر دی، میں نے اپنے باپ سے سنا، لا یستطاع العلم براحة الجسم (صحیح مسلم مع المنعم: ۱/ ۳۸۸، حدیث: ۱۳۹۰، ۱۷۵ یہ قول یحییٰ بن ابی کثیر کا ہے) ''علم بدنی راحت کے ساتھ حاصل نہیں ہو سکتا۔''

امام نووی یحییٰ بن ابی کثیر کے قول ''لا یستطاع العلم براحة الجسم'' کے بارے میں لکھتے ہیں، اہل فضل ہمیشہ یہ سوال کرتے ہیں کہ امام مسلم نے یحییٰ کا یہ قول کیوں نقل کیا ہے حالانکہ وہ اپنی کتاب میں صرف نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث ہی بیان کرتے ہیں، مزید برآں اس حکایت کا نماز کے اوقات کی احادیث سے کوئی جوڑ نہیں ہے، تو کیوں وہ اسے ان احادیث کے درمیان لائے ہیں؟

قاضی عیاض رحمہ اللہ نے بعض ائمہ سے نقل کیا ہے کہ اس کا سبب یہ ہے کہ امام مسلم رحمہ اللہ کو عبداللہ بن عمرو کی حدیث کی مختلف اسانید کا بیان، ان کے فوائد کی کثرت ان کے مقاصد کی تلخیص اور ان میں احکام کے بہت سے فوائد وغیرہا چیزیں بہت اچھی محسوس ہوئیں، اور ہمارے علم کی حد تک ان میں اور کوئی امام ان کے ساتھ شریک

نہیں۔تو جب انہوں نے ان چیزوں پر نظر ڈالی تو یہ چاہا کہ جو انسان وہ مرتبہ حاصل کرنا چاہتا ہے جس سے اس قسم کا علم حاصل ہوسکتا ہے، اس کو آگاہ کریں کہ اس کا طریقہ یہ ہے کہ وہ ہمیشہ حصول علم میں مشغول رہنے کا اہتمام کرے اور اس میں اپنی جان کھپا دے۔ (مسلم بشرح النووی: ۱۱۳/۵)

امام مسلم رحمہ اللہ کے شیوخ (اساتذہ) اور شاگرد:

امام مسلم رحمہ اللہ نے، تدوین و تصنیف کی خاطر بہت سفر کیا، مشرق و مغرب کے تمام شہروں میں گھومے (احادیث کو) سنا، جمع کیا، بیان کیا اور سنایا۔

شیوخ:

امام مسلم رحمہ اللہ کے اساتذہ کی تعداد بہت زیادہ ہے، کیونکہ وہ انتہائی پختہ ہمت کے مالک تھے، جس میں کمزوری نہ تھی، جیسا کہ ہم علم اور علماء کی بحث کے تحت بیان کر چکے ہیں، وہ تمام اسلامی ممالک میں گھومے تھے۔

طالب علم کی زندگی میں اساتذہ کی اہمیت:

شیخ ابوبکر زید حفظہ اللہ لکھتے ہیں: جو اصول میں رسوخ حاصل نہیں کرتا، وہ علم تک پہنچنے سے محروم رہتا ہے اور جو بیک وقت سب علم حاصل کرنا چاہتا ہے اس کی دسترس سے سارا علم نکل جاتا ہے۔ (حلیۃ طالب العلم: ص ۱۸)

ایک مقولہ ہے: ازدحام العلم فی السمع مضلة الفهم، (شرح الدنیا: ۳۴۴/۱) ''بیک وقت بہت سا علم سننا، فہم کو خراب کرتا ہے۔''

اس لیے ہر فن جس کے آپ طالب ہیں، اس کی اساس، و بنیاد مضبوط ہو جس کی صورت یہ ہے کہ کسی پختہ استاد کے سامنے، اس کے اصل اور اختصار کو ضبط کریں، اکیلے ذاتی طور پر حاصل نہ کریں اور تدریجاً حاصل کریں۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَ قُرْاٰنًا فَرَقْنٰهُ لِتَقْرَاَهٗ عَلَى النَّاسِ عَلٰى مُكْثٍ وَّ نَزَّلْنٰهُ تَنْزِيْلًا﴾ (الاسراء: ۱۰۶)

''اور ہم نے قران کو تھوڑا تھوڑا، جزو جزو کر کے اتارا ہے تا کہ آپ لوگوں کو ٹھہر ٹھہر کر سنائیں اور ہم نے اسے آہستہ آہستہ (تدریجاً) اتارا ہے۔''

اور فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْلَا نُزِّلَ عَلَيْهِ الْقُرْاٰنُ جُمْلَةً وَّاحِدَةً كَذٰلِكَ لِنُثَبِّتَ بِهٖ فُؤَادَكَ وَرَتَّلْنٰهُ تَرْتِيْلًا﴾ (الفرقان: ۳۲) ''اور کافر کہتے ہیں کہ اس پر قرآن ایک ہی دفعہ کیوں نہ اتارا گیا، اس طرح (آہستہ آہستہ) اس لیے اتارا گیا ہے تا کہ اس سے آپ کے دل کو قائم رکھیں اور ہم نے اسے ٹھہر ٹھہر کر سنایا ہے۔''

اور اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿اَلَّذِیْنَ اٰتَیْنٰھُمُ الْکِتٰبَ یَتْلُوْنَہٗ حَقَّ تِلَاوَتِہٖ اُولٰٓئِکَ یُؤْمِنُوْنَ بِہٖ وَ مَنْ یَّکْفُرْ بِہٖ فَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الْخٰسِرُوْنَ﴾ (البقرۃ: ۱۲۱) ''جن لوگوں کو ہم نے کتاب عنایت کی ہے وہ اس کو اس طرح پڑھتے ہیں جس طرح اس کے پڑھنے کا حق ہے، یہی لوگ اس پر ایمان لانے والے ہیں اور جو لوگ اس کو نہیں مانتے وہی لوگ خسارہ پانے والے ہیں۔''

شیخ ابوزید لکھتے ہیں علم شیوخ سے سیکھئے: طلب علم کے لیے اساس یہ ہے کہ وہ اساتذہ سے بالمشافہ سمجھ کر سیکھا جائے اور اساتذہ سے بحث ومباحثہ ہو، مردوں کی زبان سے حاصل کیا جائے نہ کہ رسالوں اور کتابوں کے اندر سے، استاد سے علم سیکھنا، ایک صاحب نسب کا ایک بولنے والے صاحب نسب سے سیکھنا ہے اور دوسری صورت میں کتاب سے لینا ہے جو جامد چیز ہے، اس کا نسب ورشتہ سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

ایک قول یہ بھی ہے من دخل فی العلم وحدہ، خرج وحدہ، جو طلب علم میں استاد کے بغیر داخل ہوتا ہے وہ علم سے خالی نکلتا ہے کیونکہ علم ایک فن ہے اور ہر فن کاریگر کا محتاج ہے، اس لیے اس کا ماہر استاد سے سیکھنا ضروری ہے۔ (الجواہر والدرر للسخاوی: ۱/ ۵۸)

اس بات پر تقریباً اہل علم کا اجماع ہے ہاں بعض اہل علم نے اس سے الگ راہ اختیار کی ہے۔

مثلاً علی بن رضوان مصری طبیب (م۴۵۳) لیکن اس کے ہم عصر اور بعد والے اہل علم نے اس کی تردید کی ہے۔

امام ذہبی رحمہ اللہ اس کے حالات میں لکھتے ہیں: اس کا کوئی استاد نہ تھا، یہ کتابوں سے علم حاصل کرنے میں مشغول رہا اور فن کتابوں سے سیکھنے کے بارے میں ایک کتاب لکھی اور کہا یہ طریقہ اساتذہ سے زیادہ بہتر ہے اور یہ اس کی غلطی ہے۔ (سیر اعلام النبلاء: ۱۸/ ۱۰۵، مزید دیکھئے شرح الاحیاء: ۱/ ۶۶، بغیۃ الوعاۃ: ۱/ ۲۸۶، شذرات الذہب: ۵/ ۱۱، الغنیۃ قاضی عیاض: ۱۶، ۱۷)

امام صفدی نے اس بات کی الوافی میں تفصیلاً تردید کی ہے اور شرح الاحیاء میں علامہ زبیدی نے بہت سے علماء سے کئی اسباب کی صورت میں تردید نقل کی ہے، ایک سبب ابن بطلان سے نقل کیا ہے، لکھتے ہیں۔ (شرح الاحیاء: ۱/ ۶۶)

چھٹا سبب: کتاب میں بہت سی ایسی اشیاء موجود ہوتی ہیں جو علم سے روکتی ہیں اور استاد کے ہاں یہ چیز نہیں، مثلاً وہ تصحیف جو تلفظ نہ ہونے کے سبب حروف کے اشتباہ سے پیدا ہو جاتی ہے اور وہ لغزش جو نظر کے اچٹ جانے سے لاحق ہو جاتی ہے یا اعراب سے کم آگاہی کے سبب پیش آتی ہے یا اس میں اعراب غلط ہوتا ہے اور کتاب کی درستگی نہیں ہوتی، ایسی چیز لکھی ہوتی ہے جو پڑھی نہیں جاتی اور ایسی چیز پڑھنی ہوتی ہے جو لکھی نہیں جاتی اور صاحب کتاب کا موقف درست نہیں ہوتا، نسخہ ناقص ہوتا ہے، نقل میں سقم ہوتا ہے، پڑھنے والا

رکنے کی جگہ ملا کر پڑھ لیتا ہے، تعلیم کی اساسی باتوں میں اختلاط ہو جاتا ہے، اور کتاب میں اس فن کے اصطلاحی الفاظ بیان ہوتے ہیں، یونانی الفاظ ہوتے ہیں، ناقل لغت سے ان کی وضاحت نہیں کرتا مثلاً نوروس کا لفظ ہے یہ ساری چیزیں علم میں رکاوٹ ہیں۔

جب طالب علم استاد کے سامنے پڑھتا ہے تو وہ ان تمام چیزوں کی مشقت سے بچ جاتا ہے، جب صورت حال یہ ہے تو ثابت ہوا، اہل علم سے پڑھنا زیادہ مفید ہے اور خود پڑھنے سے افضل ہے اور اس اسی کو بیان کرنا ہمارا مقصود ہے۔

امام صفدی لکھتے ہیں: اس بنا پر اہل علم کا قول ہے: لا تاخذ العلم من صحفي ولا من مصحفي، یعنی ایسے انسان کے سامنے قرآن کی قراءت نہ کریں جس نے مصحف سے پڑھا ہے، اور نہ حدیث وغیرہ ایسے انسان سے سیکھیں جس نے کتابوں سے پڑھا ہے۔ (مقدمة التحقیق الغنیة، للقاضی عیاض: ۱۶، ۱۷)

ابن رضوان کے نظریہ کے باطل ہونے کی یہ مادی (محسوس) دلیل موجود ہے کہ آپ مختلف ادوار اور ازمنہ گزشتہ اور علوم کے تنوع کے باوجود تراجم اور سوانح کی ہزاروں کتابیں دیکھتے ہیں جو اساتذہ اور تلامذہ کے ناموں کے تذکرہ سے بھری پڑی ہیں، بعض کے شیوخ و تلامذہ کم ہیں اور بعض کے زیادہ۔ ان لوگوں کی فہرست دیکھیے جنہوں نے ہزاروں شیوخ سے علم حاصل کیا۔ جس طرح راقم کی کتاب الاسفار کا العزاب ؒ والا حصہ۔

ابو حیان محمد یوسف اندلسی (م ۷۴۵ھ) کے سامنے جب ابن مالک کا ذکر ہوتا، تو وہ پوچھتا این شیوخه؟ اس کے اساتذہ کہاں ہیں؟ ابوالولید کا قول ہے: امام اوزاعی رحمہ اللہ فرماتے تھے، یہ علم جب لوگ ایک دوسرے سے حاصل کرتے تھے، معزز تھا، جب کتابوں میں چلا گیا تو اس میں غیر اہل لوگ بھی در آئے۔ (السیر: ۷/۱۱۴) یہی بات اوزاعی سے عبداللہ بن مبارک بھی نقل کرتے ہیں، بلاشبہ اوراق اور اجازت سے اخذ کرنے میں خلل واقع ہو جاتا ہے، خاص کر اس دور میں، جس میں نقطے اور حرکات نہ تھیں، اس سے کلمہ میں ایسی تصحیف (تبدیلی) واقع ہو جاتی ہے جس سے معنی میں تبدیلی واقع ہو جاتی ہے، انسانوں سے روبرو اخذ کرنے میں، اس قسم کا خلل (کوتاہی) واقع نہیں ہوتا، اسی طرح زبانی حدیث بیان کرتے وقت ایسا وہم لاحق ہو سکتا ہے، جو تحریر کی صورت میں نہیں ہوتا۔

ابن خلدون نے اپنے مقدمہ میں اس پر انتہائی نفیس بحث کی ہے۔ (مقدمہ: ۴/ ۱۲۴۵)

کسی کا شعر ہے:

من لم يشافه عالما باصوله
فيقينه في المشكلات ظنون

''جو کسی عالم سے اس کے نسخہ سے بالمشافہ علم حاصل نہیں کرتا، تو مشکل مقامات میں اس کا یقین بھی

ظن ہی ہوتا ہے۔''

ابوحیان عموماً یہ شعر پڑھتا تھا:

یظن الغمر ان الکتب تهدی
اَخَافَهْمٍ لادراك العلوم

''ناتجربہ کار گمان کرتا ہے کہ کتابیں، صاحب فہم کی علوم کی تحصیل میں رہنمائی کرتی ہیں۔''

وما یدری الجهول بان فیها
غوامض حیرت عقل الفهیم

''جاہل یہ نہیں جانتا، اس میں ایسی پوشیدہ باتیں ہیں جو صاحب فہم کی عقل کو حیران کر دیتی ہیں۔''

اذا رمت العلوم بغیر شیخ
ضللت عن الصراط المستقیم

''جب آپ بلا استاد علوم کا قصد کرتے ہیں تو سیدھی راہ سے ہٹ جاتے ہیں۔''

و تلتبس الامور علیك حتی
تصیر اضل من "توما الحکیم"

''آپ کے لیے امور پیچیدہ ہو جاتے ہیں، آپ توم الحکیم سے بھی زیادہ بھٹک جاتے ہیں۔''

جو انسان امام مسلم کے حالات کا جائزہ لیتا ہے، اسے پتہ چل جاتا ہے کہ امام مسلم کے اساتذہ کی ایک کثیر تعداد ہے۔ جن کے پاس جا کر ان سے علم حاصل کیا ہے۔ امام ذہبی نے انہیں حروف تہجی کی ترتیب سے جمع کیا ہے۔ جو ان کی تعداد ۲۲۰ تک پہنچ گئی، صحیح مسلم میں، ابراہیم بن خالد یشکری، ابراہیم بن دینار تمار، ابراہیم بن زیاد سبلان، ابراہیم بن سعید جوہری، ابراہیم بن عرعرۃ، ابراہیم بن موسیٰ، احمد بن ابراہیم، احمد بن جعفر، احمد بن جناب، احمد بن جواس، احمد بن حسن بن خراش، احمد بن سعید رباطی، احمد بن سعید دارمی، احمد بن سنان، احمد بن عبداللہ کردی، احمد بن عبداللہ بن یونس، احمد بن عبدالرحمٰن بن وہب، احمد بن عبدہ، احمد بن عثمان اودی وغیرہم۔ بے شمار اساتذہ کی روایت موجود ہے، ان میں علم کے پہاڑ احمد بن حنبل، اسحاق بن راہویہ، اور قعنبی ہیں جو ان کا قدیم ترین استاد ہے۔ جن کی روایت صحیح مسلم میں ہے ان کی تعداد، دو سو بیس ہے، اس کے ان کے علاوہ اساتذہ بھی ہیں، جن سے صحیح مسلم میں روایت بیان نہیں کی۔ مثلاً علی بن جعد، علی بن المدینی اور محمد بن یحییٰ ذہلی ہیں۔

(سیر اعلام النبلاء: ۱۲/ ۵۵۸)

امام مسلم کے شاگرد، اور ان سے روایت بیان کرنے والے:

ہر طالب علم اپنے استاد کا تسلسل اور اس کے علم کی بقا ہے، جس استاد نے اپنا علم روکے رکھا، اسے پھیلایا نہیں، تو یہ علم استاد کی موت کے ساتھ مر گیا۔

ہمارے اسلاف، شیخ کے علم اور پیغام کے تحمل کے لیے مجالس علمی، طلبہ کی تربیت اور ان پر توجہ دینے کے بارے میں انتہائی حریص تھے، استاد فوت ہو جاتا ہے اور وہ وراثت میں ایسا علم چھوڑتا ہے جو مختلف علاقوں میں پھیل جاتا ہے (تقسیم ہوتا ہے)۔

ان کے شاگردوں میں ابوعیسیٰ، علی بن حسن ہلالی ہے جو عمر میں ان سے بڑا تھا۔ محمد بن عبدالوہاب الفراء ہے جو ان کا استاد ہے، لیکن صحیح مسلم میں اس سے روایت بیان نہیں کی۔ حسین بن محمد قبابی، ابوبکر محمد بن نضر بن سلمہ جارودی، علی بن حسین ابن جنید رازی، صالح بن محمد جزرۃ، ابوعیسیٰ ترمذی صاحب جامع، احمد بن مبارک المستملی، قاضی عبداللہ بن یحییٰ سرخسی، ابوسعید حاتم بن احمد بن محمود سنانی بخاری، ابراہیم بن اسحاق صیرفی ان کے ساتھی ابراہیم بن ابی طالب، ابراہیم بن محمد بن حمزہ، فقیہ ابراہیم بن محمد بن سفیان، جو صحیح مسلم کا راوی ہے، ابوعمرو احمد بن نصر خفاف، زکریا بن داود خفاف، عبداللہ بن احمد بن عبدالسلام خفاف، حافظ ابوعلی عبداللہ بن محمد بن علی بلخی، عبدالرحمٰن بن ابی حاتم، مکی بن عبدان اور ان کے علاوہ بے شمار لوگ ہیں، امام ترمذی نے امام مسلم سے اپنی جامع میں صرف ایک حدیث جس کے راوی ابوہریرہ ہیں، بیان کی ہے۔

احصوا هلال شعبان لرمضان، رمضان کی خاطر شعبان کے دن بھی شمار کرو۔ (تہذیب التہذیب: ۱۰/۱۱۳)

علم حدیث سے محبت:

علم حدیث ایک بلند مرتبہ، باعث فخر، باعث عزت وشرف علم ہے، صرف اہل علم ہی اس کو اہمیت دیتے ہیں اور سادہ لوح ہی اس سے محروم رہتے ہیں۔ زمانہ کے گزرنے کے باوجود اس کے محاسن ختم نہیں ہوتے، قدیم وجدید دور میں اسی کی عزت وجلالت میں اضافہ ہی ہوا ہے، اسی سے کتنے ہی ایسے لوگ معزز بنے، جن پر اللہ تعالیٰ نے اس کے پوشیدہ اسرار اور عظمت کو واشگاف کیا، کیونکہ اسی کے ذریعہ رب العالمین کے کلام کی مراد کو جانا جا سکتا ہے اور اس کی متصل مستحکم رسی سے مقصد واضح ہوتا ہے اور اسی سے بلند ذات، صفات اور نام کے شائل (خوبیاں) کا پتہ چلتا ہے اور اس شخصیت کی بلاغت کے رموز سے آگاہی ہوتی ہے جو تمام عرب وعجم لوگوں سے بلند مقام کی حامل ہے اور اسی پر توجہ مبذول کرنے والے کے لیے اس کی برکات سے مخلوق کے آقا کے عزت والے دستر خوان پھیلتے ہیں، جو اس کے حوض سے پیتا ہے اور اس کے گلستان سے چرتا ہے، وہ تھوڑے ہی عرصہ

میں، عظمت والے آقا سے بلند مقام اور اعلیٰ مراتب حاصل کر لیتا ہے، اس کے علم کے کیا ہی کہنے، جس کی ابتداء سہارا وسند اور انتہا نبی ﷺ ہیں۔ حدیث کے راوی کے شرف، فضل، جلالت اور شان کے لیے یہی کافی ہے کہ وہ اس زنجیر کی ابتدا ہے جس کی انتہاء پر رسول اللہ ﷺ ہیں اور آپ کی ذات مقدسہ تک ہی اس سے پہنچا جاتا ہے اور اختتام ہوتا ہے، عرصہ دراز تک ہمارے اسلاف تحمل حدیث کے لیے سفر کے شدائد جھیلتے رہے ہیں تا کہ اسے اہل الحدیث سے بالمشافہ (روبرو) حاصل کر سکیں، سفر کی بجائے محض نقل پر قناعت نہیں کی، بسا اوقات سفر کے کندھے پر سوار ہو کر دور کے ممالک تک کا سفر کیا تا کہ اس امام سے حدیث حاصل کر سکیں جس پر اس کا انحصار ہوتا ہے اور حدیث کے من گھڑت ہونے کی وضاحت کے لیے، اس کی سند کی تلاش میں اس راوی تک پہنچ جائیں جو جھوٹ گھڑتا ہے اور افترا باندھتا ہے، ان کے بعد آنے والے ناقلین حدیث نبوی سنت محمدیہ کے حافظین نے بھی ان کی پیروی کی، اسانید کو ضبط (محفوظ کیا اور ہر غیر معروف (بے گھر) کو قلمبند کیا جرح وتعدیل کی خاطر راویوں کا جائزہ لیا، اور متون کی تہذیب کے لیے انتہائی سیدھا راستہ اختیار کیا، اور ان کا مقصد صرف یہی تھا کہ نبی اکرم ﷺ کے صحیح اقوال اور افعال سے آگاہی حاصل کی جائے، سند کے اتصال کی تحقیق کر کے ہر شبہ کا ازالہ کیا جائے، بس وہ منقبت (فضیلت) ہے جس کے لیے بلند ہمتیں ایک دوسرے سے مسابقت کرتی ہیں اور مآثر (خصائل) ہیں جن کے حصول کے لیے دن اور راتیں صرف کی جاتی ہیں۔ (قواعد التحدیث للقاسمی: ص ۴۴)

امام نووی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: احادیث نبویہ کی معرفت کی تحقیق، انتہائی اہمیت والے علوم میں سے ہے یعنی ان کے متون کے صحیح، حسن اور ضعیف ہونے کی معرفت، اور اس کی بقیہ اقسام کی معرفت، اس کی دلیل یہ ہے کہ ہماری شریعت کی اساس کتاب عزیز اور بیان کردہ سنن ہیں اور اکثر فقہی احکام کا مدار سنن پر ہے کیونکہ اکثر فقہی احکام سے تعلق رکھنے والی آیات مجمل ہیں اور ان کی وضاحت محکم سنن میں ہے۔

علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ مجتہد کے لیے وہ قاضی ہو یا مفتی یہ شرط ہے کہ وہ احکام سے تعلق رکھنے والی سنن سے آگاہ (کا عالم ہو) ہمارے بیان سے یہ ثابت ہو گیا ہے کہ حدیث میں اشتغال بلند مرتبہ علوم میں جلیل تر، خیر کی اقسام میں برتر اور تقرب کی باعث چیزوں میں سے تاکیدی چیز ہے۔ اور ایسے کیوں نہ ہو جبکہ وہ جیسا کہ ہم نے بیان کیا مخلوق میں سے افضل ہستی، اللہ کریم کی اس پر فضل صلوات، وسلام اور برکات ہوں۔ کے احوال پر مشتمل ہے۔ گزشتہ ادوار میں اہل علم عام طور پر علم حدیث میں مشغول رہتے تھے، حتیٰ کہ ایک ایک حدیث کی علمی مجلس میں ہزاروں طلبہ جمع ہو جاتے تھے۔ اب اس میں کمی آ گئی ہے اور ہمتیں کمزور پڑ گئی ہیں، اب ان کے نشانات میں سے کم نشان باقی رہ گئے ہیں، اس مصیبت اور دوسری آفات پر اللہ ہی سے مدد مطلوب ہے۔ (مقدمہ صحیح مسلم شرح نووی ص ۳)

امام زہری کا قول ہے، علم نر ہے اور مردوں میں سے نر ہی اس سے محبت کرتے ہیں، مؤنث صفت اس سے گریز کرتے ہیں۔ (البدایۃ والنہایہ: ۹/ ۳۴۵)

جو انسان امام مسلم رحمہ اللہ کے حالات پر نظر ڈالتا ہے، وہ جان لیتا ہے کہ حدیث ان کے گوشت اور خون میں رچ بس گئی تھی، انہیں کسی مشغلہ کی فکر نہ تھی اور نہ کوئی مسئلہ ان کے لیے حیران کن تھا جس کا تعلق حدیث سے نہ ہوتا، بطور دلیل یہی کافی ہے کہ ان کی وفات ایک حدیث کی علت کی تلاش میں واقع ہوئی جیسا کہ ان شاء اللہ ان کی موت کے تذکرہ میں آئے گا۔

علم اور اہل علم کی تعظیم:

علماء لوگوں کے امام اور اسلام کے باربردار ہیں جنہوں نے امت کے لیے دین کی حفاظت گاہوں اور قلعوں کی حفاظت کی ہے اور اس کی گھاٹوں اور سرچشموں کو گدلا ہونے سے بچایا ہے۔

حضرت میمون کا قول ہے: علماء ہر علاقہ میں میری گم گشتہ متاع ہیں اور وہی میرا مطلوب ہیں، میں نے اپنے دل کی اصلاح علماء کی مجالس میں پائی ہے۔ (حلیۃ الاولیاء: ۴/ ۸۵)

کتاب اور سنت مطہرہ کے دلائل یکساں علماء کی فضیلت کو خراج تحسین پیش کرتے ہیں اور ان کے علو مقام کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿يَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَالَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجَاتٍ﴾ (المجادلۃ: ۱۱) ''اللہ تعالیٰ تم میں سے ان لوگوں کے درجات بلند کرے گا جو ایمان لائے اور جنہیں علم دیا گیا۔''

حضرت ابوالاسود کا قول ہے: ''علم سے زیادہ کوئی قیمتی متاع نہیں، کیونکہ بادشاہ لوگوں کے حکمران ہیں اور اہل علم بادشاہوں پر حاکم ہیں۔'' (جامع بین العلم: ۱/ ۲۵۷)

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے خلفائے راشدین، لوگوں کے دین اور ان کی دنیا دونوں کے نگران تھے، اس کے بعد معاملات بکھر گئے، جنگ کے متولی (حکمران) دنیوی معاملات اور دین کے ظاہری معاملات کا انتظام کرنے لگے اور علم اور دین کے شیوخ علم اور دین کے جن معاملات کے سلسلہ میں ان کی طرف رجوع کیا جاتا، ان کی نگہداشت کرنے لگے۔ یہی وہ اولوالامر ہیں جن کی اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے سلسلہ میں جس کے یہ منتظم ہیں اطاعت ضروری ہے اور اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَ اُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ﴾ (النساء: ۵۹) ''اللہ کا حکم مانو اور رسول کا حکم مانو اور ان کا جو تم میں سے حکم دینے والے ہیں۔''

اس آیت میں سے اولوالامر کی تفسیر حاکموں اور ان کے نائبین، سپہ سالاری اور اہل علم و دین جو لوگوں کو ان

کا دین سکھاتے ہیں اور انہیں اللہ کی اطاعت کا حکم دیتے ہیں، سے کی گئی ہے۔ کیونکہ دین کا قیام کتاب اور لوہے پر موقوف ہے، کتاب اہل علم کے پاس ہے اور جنگی قوت امراء کے پاس ہے اور کبھی دونوں امراء کے ہاتھ میں ہو سکتے ہیں جیسا کہ خلفائے راشدین کے دور میں تھا جیسا کہ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿لَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنٰتِ وَاَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتٰبَ وَالْمِيْزَانَ لِيَقُوْمَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ وَاَنْزَلْنَا الْحَدِيْدَ فِيْهِ بَاْسٌ شَدِيْدٌ وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَلِيَعْلَمَ اللّٰهُ مَنْ يَّنْصُرُهٗ وَرُسُلَهٗ بِالْغَيْبِ اِنَّ اللّٰهَ قَوِيٌّ عَزِيْزٌ﴾ (الحدید: ۲۵) ''بلاشبہ یقیناً ہم نے اپنے رسولوں کو کھلی نشانیاں دے کر بھیجا اور ان کے ساتھ کتاب اور ترازو کو نازل کیا، تاکہ لوگ انصاف پر قائم رہیں اور ہم نے (لوگوں کے لیے) لوہا اتارا جس میں سخت لڑائی (کا سامان) اور لوگوں کے لیے بہت سے فوائد ہیں اور تاکہ اللہ جان لے کہ کون لوگ بن دیکھے اس کی اور اس کے رسولوں کی مدد کرتے ہیں، یقیناً اللہ بڑی قوت والا بہت غالب ہے۔''

امام میمون بن مہران کا قول ہے: علاقہ میں عالم کی مثال علاقہ میں شیریں چشمہ جیسی ہے۔ (جامع بیان العلم: ۱/ ۲۴۷)

حضرت اسماعیل بن ابراہیم بیان کرتے ہیں: ہارون رشید نے ایک بے دین آدمی پکڑا اور اس کی گردن مارنے کا حکم دیا، تو زندیق نے اسے کہا، اے امیر المومنین! آپ میری گردن کیوں مرواتے ہیں؟ کہا میں تجھ سے لوگوں کو راحت دیتا ہوں تو اس نے کہا، آپ میری ان ہزار احادیث کا کیا کریں گے، جو میں نے ساری کی ساری گھڑ کر رسول اللہ ﷺ کی طرف منسوب کی ہیں، رسول اللہ ﷺ کا مرفوعاً ایک حرف بھی ان میں نہیں ہے، کہا اے اللہ کے دشمن تجھے ابو اسحاق فزاری اور عبداللہ بن مبارک کا علم نہیں وہ ان کو چھان لیں گے اور ان کا ایک ایک حرف نکال لیں گے۔ (تاریخ دمشق)

علماء اللہ کے ولی ہیں جنہیں دیکھ کر اللہ یاد آجاتا ہے:

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے بیٹے ابوعبیدہ بیان کرتے ہیں جب ربیع بن خثیم عبداللہ بن مسعود کے پاس آجاتے، کسی کو وہ اجازت نہ دیتے حتیٰ کہ دونوں ایک دوسرے سے فارغ ہو جاتے، ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے انہیں کہا: اے ابو یزید! اگر تمہیں رسول اللہ ﷺ دیکھ لیتے تو تجھ سے محبت کرتے، مجھے تجھے دیکھ کر عجز و فروتنی کرنے والے یاد آجاتے ہیں۔ (سیر اعلام النبلاء: ۴/ ۲۵۸)

ابو اسحٰق سبیعی اپنے استاد، عمرو بن میمون کے بارے میں کہتے ہیں: انہیں دیکھ کر اللہ تعالیٰ یاد آتا تھا۔ (تہذیب التہذیب: ۸/ ۱۰۹)

محمد بن سیرین جب بازار میں گزرتے تو انہیں دیکھ کر انسان کو اللہ یاد آتا۔ (تاریخ الاسلام: ۴/ ۱۹۳)

عبداللہ بن احمد کہتے ہیں: میں نے اپنے باپ سے کہا، شافعی کس قسم کا انسان تھے، کیونکہ میں آپ کو ان کے لیے بکثرت دعا کرتا سنتا ہوں؟ انہوں نے جواب دیا: اے لخت جگر! وہ دنیا کے لیے سورج کی طرح اور لوگوں کے لیے تندرستی جیسی چیز تھے، کیا ان دونوں کا کوئی جانشین یا ان دونوں کا کوئی متبادل ہے۔ (سیر اعلام النبلاء: ۱۰/ ۴۵)

اللہ تعالیٰ نے بلا استثناء سب لوگوں کے ساتھ حسن اخلاق اپنانے کا حکم دیا ہے۔ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿قُوْلُوْا لِلنَّاسِ حُسْنًا﴾ (البقرۃ: ۸۳) ''لوگوں سے اچھی بات کہو۔''

ان میں سے علماء اور اہل فضل کے ساتھ یہ رویہ کیوں نہیں اپنایا جائے گا، ان کے لیے تو احسان، لطف و کرم اور انتہائی وفاداری اختیار کرنا ضروری ہے۔

علماء اساتذہ کا احترام:

طالب علم کے لیے ان کے عظیم احترام کے لیے چند باتوں کا اپنانا ضروری ہے جیسا کہ امام نووی رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے۔ ان میں سے تیرہ مندرجہ ذیل اوصاف ہیں۔

۱۔ طالب علم پر لازم ہے سب سے پہلے اس کے لیے غور و فکر کرے اور اللہ تعالیٰ سے استخارہ کرے کہ وہ کس شخص سے تحصیل علم کرے اور اس سے حسن اخلاق و آداب حاصل کرے اور کوشش کرے کہ وہ کامل اہلیت رکھتا ہو، مشفق ہو، اس کی جوانمردی پاکیزہ ہو، عفت معروف ہو، صیانت مشہور ہو اور بہت اچھے طریقہ سے تعلیم دیتا ہو اور بہتر طریقہ سے سمجھاتا ہو، طالب علم علم میں اضافہ کا شوقین نہ ہو جب کہ ورع، دین اور خلق جمیل میں نقص ہو، سلف کا قول ہے: یہ علم (حدیث) دین ہے ذرا سوچ لو تم دین کس سے حاصل کرتے ہو، وہ مشہور سے علم لینے کی پابندی اور گم ناموں سے ترک تحصیل سے بچے، کیونکہ امام غزالی وغیرہ نے اسے علم میں تکبر سے شمار کیا ہے، کیونکہ حکمت مومن کی گم شدہ متاع جہاں سے بھی ملے وہ اٹھا لے اور اس کے حصول میں کامیابی کو غنیمت تصور کرے جس سے بھی وہ حاصل ہو اس کا احسان مند ہو۔

وہ جہالت کے خوف سے اس طرح بھاگے جس طرح شیر کے ڈر سے بھاگتا ہے۔ اور شیر سے بھاگنے والے کو کسی سے نفرت نہیں ہوتی جو بھی اس سے خلاصی کا طریقہ بتائے۔

امام ابونعیم نے حلیۃ الاولیاء میں لکھا ہے کہ حضرت زین العابدین علی بن حسین رضی اللہ عنہما زید بن اسلم کے ہاں جاتے تھے اور ان کی مجلس میں بیٹھتے، کسی نے ان سے کہا، آپ لوگوں کے سردار اور افضل فرد ہیں اور اس غلام کی خدمت میں حاضر ہو کر اس کے پاس بیٹھتے ہیں انہوں نے کہا، علم جہاں بھی ہو اور جس کے پاس ہو اسے تلاش کیا جاتا ہے۔

اگر گمنام ایسا فرد ہو جس سے برکت کی امید ہو، اس کا نفع زیادہ عام ہوگا اور اس سے تحصیل علم زیادہ کامل

ہوگا، اگر سلف وخلف کے حالات کا جائزہ لیا جائے، تو عام طور پر طالب علم کو نفع حاصل نہیں ہوگا اور کامرانی نہیں ملے گی اگر استاد کے پاس تقویٰ کا وافر حصہ نہیں ہوگا، اسی طرح اگر تصانیف کا خیال کیا جائے، تو زیادہ متقی، پرہیزگار (زاہد) کی تصنیف کا نفع زیادہ ہوگا اور اس میں اشتغال (یعنی مشغول ہونے) سے کامیابی زیادہ ملے گی، طالب کی یہ کوشش ہونی چاہیے کہ استاد ایسا ہو جو علوم شریعہ سے مکمل آگاہ ہو اور اس دور کے معتمد اساتذہ سے بہت بحث کرنے والا اور طویل رفاقت رکھنے والا ہو، ایسا نہ ہو جس نے علم اوراق سے سیکھا ہو جیسا کہ امام شافعی رحمہ اللہ کا قول ہے جو بطون کتب سے فقہ حاصل کرتا ہے اس میں پختگی نہیں ہوتی اور بعض کا قول ہے، کتابی اساتذہ یعنی جو کتابوں سے علم سیکھتے ہیں، وہ بہت بڑی آفت ہیں۔

۲۔ اپنے معاملات میں استاد کی اطاعت کرے، اس کی رائے اور تدبیر سے باہر نہ نکلے بلکہ اس کے ساتھ اس طرح کا رویہ اختیار کرے جو بیمار ایک ماہر معالج کے ساتھ رکھتا ہے، اپنے تمام مقاصد میں اس سے مشورہ لے، اپنی تمام معتمد چیزوں میں اس کی رضامندی کا خواہاں ہو اس کا انتہائی احترام کرے اور اس کی خدمت کر کے اللہ کا تقرب حاصل کرے۔ اور جان لے اس کا استاد کے سامنے عجز ونیاز، عزت ہے، اس کے سامنے جھکنا باعث فخر ہے اور اس کے ساتھ تواضع سے پیش آنا رفعت (بلندی) ہے۔

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اپنی جلالت اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ قرابت اور اپنے بلند مقام کے باوجود سیدنا زید بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ کی رکاب کو پکڑا، یہ وہ شخص ہیں جن سے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے علم سیکھا۔ اور فرمایا ہمیں اپنے اہل علم کے ساتھ یہی سلوک کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔

امام طبرانی کی اوسط کی ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی یہ مرفوع حدیث گزر چکی ہے ''علم سیکھو اور علم کے لیے سکینت بھی سیکھو اور جس سے علم سیکھو اس کے ساتھ تواضع سے پیش آؤ۔''

علم تواضع اور کان لگانے سے ہی حاصل کیا جا سکتا ہے، استاد تحصیل علم کا جو طریقہ بتائے، اس کی تقلید کرے اور اپنی رائے چھوڑ دے، اس کے مرشد کی غلطی، اس کے لیے اس کی ذاتی درستگی سے زیادہ نفع مند ہے۔

۳۔ اپنے استاد کو عظمت کی آنکھ سے دیکھے اور اس کے درجہ کمال تک پہنچنے کا یقین رکھے، اس کی توقیر وتعظیم کرے، اس سے اس کو نفع حاصل کرنا، بہت قریب ہو جائے گا۔ بعض کا قول ہے حسن ادب عقل کا ترجمان ہے اور محقق حضرات کا باہمی آداب کا لحاظ رکھنا دوسروں سے مقدم ہے، دیکھئے اللہ تعالیٰ نے ایسوں کی کس طرح تعریف کی ہے اور انہیں بلند مقام دیا ہے: ﴿إِنَّ الَّذِينَ يَغُضُّونَ أَصْوَاتَهُمْ عِندَ رَسُولِ اللَّهِ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ امْتَحَنَ اللَّهُ قُلُوبَهُمْ لِلتَّقْوَىٰ لَهُم مَّغْفِرَةٌ وَأَجْرٌ عَظِيمٌ﴾ (الحجرات: ۳) ''بے شک جو لوگ

اللہ کے رسول کے پاس اپنی آوازیں پست رکھتے ہیں، یہی لوگ ہیں جن کے دل اللہ نے تقویٰ کے لیے جانچ لیے، ان کے لیے بڑی بخشش اور بہت بڑا اجر ہے۔"

اسے اپنے استاد کو خطاب کی ت اور کاف یعنی تو کہہ کر نہیں پکارنا چاہیے اور نہ ہی دور سے آواز دینا چاہیے، بلکہ ہمارے سید، ہمارے مولیٰ جیسے الفاظ سے مخاطب ہونا چاہیے، اور یوں کہے، آپ کا اس کے بارے میں کیا قول ہے، اس کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے۔ اس کی غیر حاضری میں اس کے نام کے ساتھ تعظیمی کلمات استعمال کرے مثلاً الشیخ الاستاد، شیخنا، مولانا نے یہ فرمایا وغیرہ ذالک۔

۴۔ استاد کے حق کو پہچانے، اس کے احسان کو نہ بھولے، سیدنا ابو امامہ باہلی رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث ہے جس نے کسی انسان کو کتاب اللہ کی ایک آیت کی تعلیم دی وہ اس کا آقا ہے۔" اس میں یہ بھی داخل ہے، وہ اس کی شخصیت کی تعظیم کرے، اس کی غیبت کی تردید کرے اور اس کی خاطر ناراض ہو، اگر وہ اس سے بے بس ہو تو وہ اٹھ کھڑا ہو اور ایسی مجلس سے الگ ہو جائے۔ اور عمر بھر اس کے حق میں دعا کرے، اور اس کی وفات کے بعد اس کی ذریت، اقارب اور اولاد کا خیال رکھے اور اس کی قبر کی زیارت کا التزام کرے، اس کے لیے استغفار کرتا رہے اور اس کی طرف سے صدقہ کرے، ہدایت، اخلاق و کردار میں اس کی راہ پر چلے، اس کے آداب اپنائے اور اس کی اقتدا کو ترک نہ کرے۔

۵۔ اگر اس کے استاد کی طرف سے، بے رخی یا بد خلقی پیش آئے، تو اس پر صبر کرے، یہ چیز اس کی ملازمت (اس کے ساتھ رہنے) اور حسن عقیدت میں رکاوٹ نہ بنے۔

اس کے ایسے افعال جو بظاہر درست نہ ہوں، ان کی اچھی تاویل کرے، اور استاد کی تند مزاجی کی صورت میں معذرت کرنے میں پہل کرے، جو کچھ ہو جائے اس سے توبہ اور استغفار کرے اور خود کو اس کا سبب سمجھے، اس سلسلہ میں عتاب اپنے آپ کو کرے، کیونکہ یہ رویہ استاد کی مودت کو باقی رکھے گا، اس کے دل میں وہ خوب یاد رہے گا، اور طالب علم کے لیے دنیا اور آخرت میں خوب نفع بخش ہو گا۔

بعض سلف کا قول ہے: جو تعلیم کی ذلت برداشت نہیں کرتا، عمر بھر جہالت کی عملداری میں رہتا ہے اور جو اس پر صبر کرتا ہے اس کا انجام دنیا اور آخرت کی عزت ہوتا ہے۔

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کا فرمان ہے: میں نے طالب کی حیثیت میں ذلت برداشت کی اور مطلوب ہونے پر عزت ملی۔ امام ابو یوسف کا قول ہے، پانچ افراد کی دلجوئی ضروری ہے، ان میں عالم کو بھی شمار کیا ہے تاکہ اس سے علم اخذ کر سکے۔

کسی کا شعر ہے:

اصبر لدائك ان جفوت طبيبه
واصبر لجهلك ان جفوت معلما

''اگر بیماری کے معالج سے بے رخی برتتے ہو تو اپنی بیماری کو برداشت کر اور اگر استاد سے بے تعلق رہتے ہو تو اپنی جہالت پر صبر کر۔''

۶۔ استاد اگر فضیلت والی چیز سے آگاہ کرے یا تنقیص والی چیز پر سرزنش کرے تو اس کا شکریہ ادا کرے، اسی طرح جب کسلمندی کے لاحق ہونے پر یا کوتاہی کے طاری ہونے پر یا اس قسم کی کوئی اور چیز جس سے وہ آگاہ کرے، ڈانٹے، رہنمائی یا اصلاح کرے، استاد کے اس رویہ کو اپنے اوپر اللہ کا انعام سمجھے کہ استاد اس کی طرف متوجہ ہے اور اس کا دھیان رکھتا ہے، اس صورت میں، استاد کا دل اس کی طرف زیادہ مائل ہوگا اور وہ اس کے مصالح پر توجہ دے گا۔ اور استاد جب اسے کسی ایسی ادبی باریکی سے آگاہ کرے یا اس سے صادر ہونے والی کوتاہی بتائے اور اسے اس کا پہلے سے علم ہو، اگر اس کے پاس اس سلسلہ میں کوئی عذر ہو تو اس کا اظہار نہ کرے، استاد کا آگاہ کرنا اس کے حق میں بہتر ہے، اگر عذر نہ ہو تو اس سے باز آجائے۔

۷۔ عمومی مجلس کے سوا، استاد کے پاس بلا اجازت نہ جائے، استاد اکیلا ہو یا دوسروں کے ساتھ ہو، اجازت بار بار طلب نہ کرے، اگر اسے شک ہو کہ شاید استاد کو اس کا علم نہیں ہو سکا، تو تین دفعہ سے زیادہ اجازت طلب نہ کرے یا دروازے پر تین سے زائد دستک نہ دے، یا کنڈا نہ ہلائے، اور دروازہ پر آہستگی سے ادب کے ساتھ انگلیوں کے ناخنوں سے پھر انگلیوں سے دستک دے پھر آہستہ آہستہ کنڈا ہلائے، اگر استاد کی جگہ دروازہ یا حلقہ (کنڈا) سے دور ہو تو بس صرف سنانے کے بقدر ان کو اونچا کرے، اور جب اجازت مل جائے اور ساتھیوں کی ایک جماعت ہو تو داخلہ اور سلام کہنے کے لیے اپنے میں سے افضل اور عمر رسیدہ کو آگے کریں، پھر درجہ بدرجہ جا کر سلام کہیں، بال، ناخن تراشنے ضرورت پوری کرنے اور بدبو کے ازالہ کے بعد کامل شکل وصورت میں، پاک، صاف ستھرے بدن اور کپڑوں کے ساتھ اس کی خدمت میں حاضر ہو، خاص طور پر اگر علمی مجلس میں حاضر ہونے کا ارادہ ہو کیونکہ وہ ذکر وعبادت کے اجتماع کی مجلس ہے، اگر شیخ کے پاس عمومی مجلس کے علاوہ جائے اور اس کے پاس کوئی بات چیت کر رہا ہو تو یہ گفتگو سے خاموش رہے، یا وہ جب داخل ہو اور استاد اکیلا نماز پڑھ رہا ہو یا ذکر، کتابت اور مطالعہ میں مصروف ہو اور استاد یہ کام چھوڑ کر خاموش رہے اور گفتگو کا آغاز نہ کرے یا کھل کر گفتگو نہ کرے تو سلام کہہ کر جلد واپس آجائے، الا یہ کہ استاد اسے ٹھہرنے پر آمادہ کرے، اور جب ٹھہر جائے، تو کافی

دیر کے لیے نہ رکے، الا یہ کہ استاد اسے اس کا حکم دے اور وہ استاد کے پاس اسی طرح جائے یا اس طرح بیٹھے کہ اس کا دل اپنے مشاغل سے خالی ہو، ذہن صاف ہو، اونگھ، غصہ، شدید بھوک یا شدید پیاس وغیرہ کی حالت نہ ہو تا کہ اسے جو کچھ بتایا جائے اسے کھلے دل سے سن سکے اور جو سنے اس کو یاد رکھ سکے، جب استاد کی جگہ پر جائے اور استاد وہاں بیٹھا نہ ہو تو اس کا انتظار کرے، تا کہ درس کا سماع نہ رہ جائے، کیونکہ جو سبق رہ جائے گا، اس کا کوئی مداویٰ نہیں ہوگا اور استاد سے ایسے وقت پڑھنے کا مطالبہ نہ کرے جو اسے گراں گزرے یا اس وقت اس کے پڑھانے کا معمول نہ ہو اور اس سے اپنے لیے خصوصی وقت دوسروں سے الگ طلب نہ کرے، اگر چہ طالب علم سردار یا بڑا ہی کیوں نہ ہو کیونکہ اس میں اپنے آپ کو استاد، طلبہ اور علم پر فوقیت دینا اور ان کو احمق بنانا ہے، اگر استاد اسے، اس کی مجبوری کی بنا پر جو اسے ساتھیوں کے ساتھ حاضر ہونے سے رکاوٹ بنتی ہو، یا کوئی مصلحت دیکھ کر اپنے طور پر کوئی معین یا خاص وقت عنایت کر دے، تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

۸۔ استاد کے سامنے ادب کے ساتھ اس طرح بیٹھے جس طرح بچہ قاری کے سامنے بیٹھتا ہے یا تواضع خضوع، سکون اور خشوع کے ساتھ چوکڑی مار کر بیٹھے اور استاد پر نظر ڈالتے ہوئے کان لگائے، اور مکمل طور پر اس کی بات سمجھتے ہوئے، اس کی طرف متوجہ ہو۔ تا کہ استاد کو دوبارہ کلام کا اعادہ کرنے کی ضرورت پیش نہ آئے اور بلاضرورت ادھر ادھر نہ دیکھے، نہ اپنی آستین جھاڑے، نہ بازو کھولے، نہ اپنے ہاتھوں اور پاؤں کو فضول حرکت دے، نہ اپنا ہاتھ اپنی داڑھی یا منہ پر رکھے، نہ اپنے ناک سے کھیلے اور نہ اپنے ہاتھ سے ناک سے کچھ نکالے، نہ اپنا منہ کھولے، نہ دانت بجائے، نہ اپنی ہتھیلی زمین پر مارے اور نہ اپنی انگلیوں سے زمین پر خط کھینچے، نہ ہاتھوں کو ہاتھوں میں ڈالے اور نہ اپنی تہبند سے کھیلے، نہ استاد کی موجودگی میں دیوار سے ٹیک لگائے نہ گدے سے نہ اس پر ہاتھ رکھے یا اس قسم کا کوئی اور کام کرے استاد کی طرف اپنا پہلو یا پشت نہ کرے اور بلاضرورت زیادہ گفتگو نہ کرے، نہ ہنسی والی بات کرے یا جس میں بیہودگی ہو یا وہ بدکلامی یا سوءِ ادب پر مشتمل ہو، نہ استاد کو چھوڑ کر تعجب یا بلاتعجب ہنسے، اگر مسکراہٹ کا غلبہ ہو تو بلا آواز مسکرا لے، نہ بلاضرورت کھانسے اور نہ جہاں تک ممکن ہو تھوک اور کھنگار سے کام لے، نہ منہ سے بلغم پھینکے بلکہ اسے رومال یا کپڑے کے ٹکڑے یا کپڑے کے کونہ میں لے، اور اس سے بحث اور مذاکرہ کے وقت اپنے قدموں کو ڈھانپنے اور ہاتھوں کو ساکن رکھنے کا التزام کرے، اور جب چھینک آئے تو اپنے مقدور بھر آواز پست رکھے، اور اپنا چہرہ رومال وغیرہ سے ڈھانپ لے، اس طرح جب جمائی آئے، اسے مقدور بھر روکنے کے ساتھ اپنا منہ ڈھانپ لے۔

سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا قول ہے: عالم کا تم پر یہ حق ہے کہ لوگوں پر عمومی سلام کے بعد اس کو خصوصی سلام کہو، اس

کے سامنے بیٹھو، اس کے پاس اپنے ہاتھوں اور اپنی آنکھوں سے اشارہ نہ کرو، اور اس کے سامنے اس کے مخالف کا قول پیش نہ کرو، اور اس کے سامنے کسی کی غیبت کرو اور نہ اس کی لغزش تلاش کرو اگر وہ لغزش کر بیٹھے اس کی معذرت قبول کرو اور اللہ تعالیٰ کے لیے اس کا احترام کرو اگر اسے کوئی ضرورت ہو تو دوسروں سے پہلے اس کی خدمت کی طرف لپکو، اس کی مجلس میں سرگوشی نہ کرو اور نہ اس کا کپڑا پکڑو اور اگر وہ کسل کا شکار ہو تو اصرار نہ کرو اور طول صحبت سے سیر نہ ہو اور اس کی مثال کھجور کی ہے، اس سے کسی چیز کے گرنے کا انتظار کیا جاتا ہے۔ مومن عالم کا ثواب، روزے دار، قیام کرنے والے اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والا سے بڑا ہے۔ جب عالم فوت ہو جاتا ہے تو اسلام میں ایسا شگاف پیدا ہوتا ہے جسے قیامت تک کسی چیز سے پر نہیں کیا جا سکتا (یہ بات خطیب بغدادی نے اپنی الجامع لاخلاق الراوی میں بیان کی ہے)

سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے اس وصیت میں کفایت بخش باتیں جمع کر دی ہیں۔

بعض کے بقول، استاد کی تعظیم میں یہ چیز بھی داخل ہے کہ شاگرد، اس کے پہلو میں اس کے مصلیٰ پر اس کے گدھے پر نہ بیٹھے، اگر استاد اس کا حکم دے پھر بھی یہ کام نہ کرے الا یہ کہ اس قدر اصرار کرے کہ مخالفت کرنا ناگوار ہو جائے، تو ایسی صورت میں اس کے حکم کی پیروی میں کوئی حرج نہیں، پھر دوبارہ ادب کے تقاضا کے مطابق بیٹھ جائے۔

۹۔ بقدر امکان اس سے اچھے انداز سے گفتگو کرے یہ نہ کہے، کیوں؟ ہم نہیں مانتے، کس نے یہ کہا ہے، یہ کہاں ہے؟ اور اس قسم کی باتیں نہ کرے اگر ان چیزوں کے پوچھنے کی ضرورت ہو تو کسی دوسری مجلس میں ان کے حصول کے لیے کوئی نرم انداز اختیار کرے اگر اس کے سامنے کچھ بیان کرنا ہو تو یہ نہ کہو، میں یوں کہتا ہوں، میرے دل میں یوں آیا ہے میں نے فلاں کو اس طرح کہتے سنا ہے اور یہ بھی نہ کہو، فلاں نے اس کے خلاف کہا ہے یا فلاں نے اس کے خلاف بیان کیا ہے یا یہ صحیح نہیں وغیرہ، اگر استاد کسی قول یا دلیل پر اصرار کرے اور اس کے خلاف بھول کے سبب صحیح بات اس پر نہ کھلے، تو اس کی بات کا انکار کرتے ہوئے اپنے چہرہ میں تغیر پیدا نہ کرے یا اپنی آنکھوں وغیرہ سے اشارہ نہ کرے، بلکہ اسے کھلی پیشانی قبول کرے، اگرچہ استاد نے غفلت یا بھول یا اس وقت قصور نظر کی بنا پر صحیح بات نہ کہی ہو کیونکہ وہ معصوم نہیں ہے اور استاد سے گفتگو کے وقت ایسی گفتگو نہ کرے جو لوگ عموماً کرتے ہیں، لیکن استاد کے شایانِ شان نہیں ہے مثلاً تمہیں کیا ہے، تو نے سمجھ لیا، سن لیا، جانتے ہو، اے انسان وغیرہ ذالک، اسی طرح اس کے سامنے دوسروں کے سامنے کی گئی گفتگو نہ کو، جس کے ذریعہ استاد کو مخاطب بنانا مناسب نہ ہو، اگرچہ وہ حکایت ہی ہو۔

مثلاً، فلاں نے فلاں سے کہا، تو وفادار نہیں ہے، تو خیر سے خالی ہے یا اس قسم کے الفاظ، بلکہ جب ان الفاظ

کو نقل کرنا چاہے، تو عمومی طور پر ان کو جن کنائی الفاظ میں بیان کیا جاتا ہے، وہ استعمال کرے مثلاً یوں کہے، فلاں نے فلاں سے کہا وہ کم حیثیت، وفادار کم ہی ہے اور اس کمینہ کے ہاں خیر نہیں وغیرہ الفاظ اور استاد کی فوری تردید کرنے سے احتراز کرے، کیونکہ جو لوگ حسن ادب سے محروم ہیں وہ عام طور پر ایسا کر گزرتے ہیں، مثلاً استاد اس سے کہے تیرے سوال کا یہ مقصد ہے یا تیرے دل میں یہ خیال آیا ہے، یوں نہ کہے، نہیں، میرا یہ مقصد نہیں یا یہ میرے دل میں نہیں آیا وغیرہ بلکہ اس کا طریقہ یہ ہے، اپنا کلام دھرائے یہ نہ کہے میں نے یہ کہا ہے، میرا یہ مقصد ہے جس میں اس کی تردید ہو، اس طرح لِمَ یوں کی بجائے کہے، ہم سمجھ نہیں سکے اگر ہمیں یوں کہا جائے یا اس سے ہمیں روکا جائے یا ہم سے فلاں چیز کے بارے میں پوچھا جائے اس طرح استاد سے حسن ادب اور بہتر انداز میں سوال کرنے والا ہوگا۔

۱۰۔ اگر استاد سے کسی مسئلہ کے بارے میں، ایسا حکم سنے یا تعجب انگیز نکتہ سنے یا وہ کوئی حکایت نقل کرے یا کوئی شعر پڑھے جو اسے یاد ہو، تو وہ اس کو اس وقت پوری توجہ سے فائدہ اٹھاتے ہوئے یوں سنے گویا کہ اس نے یہ چیز کبھی سنی ہی نہیں۔

امام عطاء کا قول ہے: میں ایک انسان سے ایسی حدیث سنتا ہوں جسے میں اس سے بہتر طور پر جانتا ہوں، تو میں اسے اپنے بارے میں یوں تصور دلاتا ہوں کہ مجھے اس کے بارے میں کچھ پتہ نہیں، وہ فرماتے ہیں، میں ایک نوجوان سے حدیث اس طرح سنتا ہوں گویا کہ وہ میں نے سنی ہی نہیں حالانکہ میں وہ اس کی پیدائش سے بھی پہلے سن چکا ہوتا ہوں، اگر استاد آغاز میں اس سے اس کے یاد ہونے کے بارے میں سوال کرے تو یوں نہ کہے، ہاں۔ کیونکہ اس جواب میں استاد سے استغناء کا اظہار ہوتا ہے۔ نہ ہی ''نہ'' کہے کیونکہ یہ جھوٹ ہوگا بلکہ کہے، مجھے استاد سے استفادہ پسند ہے یا میں اس سے سننا چاہتا ہوں یا آپ کی طرف سے زیادہ درست ہوگا۔

معلوم چیز کے بارے میں دوبارہ سوال نہ کرے، اپنے ذہن کو کسی فکر یا بات میں مصروف نہ کرے کہ استاد سے اس کی بات دوبارہ سننے کی ضرورت پیش آئے، یہ سوء ادبی ہے، بلکہ پہلی دفعہ ہی اس کا کلام حاضر الذہن ہو کر پوری توجہ سے سنے، اگر دور ہونے کی وجہ سے استاد کا کلام نہ سن سکے یا کان دھرنے اور پوری طرح توجہ کے باوجود نہ سمجھ سکے تو معذرت کے ساتھ اعادہ اور تفہیم کی درخواست کرے۔

۱۱۔ کسی مسئلہ کی تشریح یا سوال کے جواب میں اپنے استاد یا دوسروں سے پہل نہ کرے نہ مسابقت کرے اور استاد سے پہلے اس کی معرفت و ادراک کا اظہار نہ کرے۔ استاد کی کسی قسم کی گفتگو قطع نہ کرے نہ اس میں آگے بڑھنے کی کوشش کرے اور نہ ساتھ ساتھ بولے بلکہ استاد کی گفتگو کے ختم ہونے تک صبر کرے، پھر بولے اور جب

استاد اس سے یا اہل مجلس سے ہم کلام ہو تو کسی اور سے گفتگو نہ کرے۔

حضرت ھند بن ابی ہالہ نبی کریم ﷺ کے بارے میں بیان کرتے ہیں کہ جب آپ ﷺ گفتگو فرماتے تو آپ کے ہم نشین سر جھکائے رہتے گویا کہ ان کے سروں پر پرندے بیٹھے ہیں جب آپ ﷺ چپ ہو جاتے تو وہ بولتے۔

۱۲۔ استاد جب اسے کوئی چیز عنایت کرے تو اسے دائیں ہاتھ سے لے اور جب وہ استاد کو کوئی چیز پیش کرے تو دائیں ہاتھ سے پکڑائے، اگر شاگرد کوئی ورقہ پڑھ رہا ہو، یا کوئی قصہ یا کوئی شرعی تحریر وغیرہ تو اسے استاد کو کھول کر پیش کرے، بند کر کے اس کے حوالہ نہ کرے الا یہ کہ اسے معلوم ہو استاد بند کو ہی پسند کرتا ہے، اگر استاد اسے کوئی کتاب دے تو وہ اسے کھولنے کے لیے تیار ہو کر پکڑے اور پڑھنا شروع کر دے، اسے الٹ پلٹ کی ضرورت پیش نہ آئے، اگر مخصوص جگہ سے پڑھنا ہو تو کتاب کھول کر جگہ متعین کر کے پیش کرے، اس کی طرف کوئی کتاب، کاغذ وغیرہ نہ پھینکے، اس کی طرف ہاتھ نہ پھیلائے الا یہ کہ دور ہو، اس طرح استاد سے کوئی چیز لینی یا دینی ہو تو استاد کو ہاتھ بڑھانے کی ضرورت نہ پیش آنے دے، بلکہ سیدھا کھڑے ہو کر جائے، گھسٹ کر نہ جائے اور جب لوگ استاد کے پاس کچھ لینے دینے کے لیے بیٹھے ہوں، تو اس کے اس قدر قریب ہو کر نہ بیٹھے کہ اسے سوء ادبی سمجھا جائے، اپنا پاؤں، ہاتھ یا بدن کا کوئی حصہ اور کپڑا، استاد کے کپڑے تکیہ یا مصلیٰ پر نہ رکھے، اس کی طرف ہاتھ سے اشارہ نہ کرے اور اسے اس کے منہ یا سینہ کے قریب نہ کرے یا اپنے ہاتھ اس کے بدن یا کپڑوں پر نہ لگائے، اور جب لکھنے کے لیے قلم پیش کرے تو اس کے دینے سے پہلے اس کی طرف بڑھائے، اور اگر اس کے پاس دوات رکھے تو اسے کھول کر، ڈھکنا اٹھا کر لکھنے کے لیے تیار کر کے رکھے اور اگر اسے چھری پیش کرے تو چوڑائی میں دھار اپنی طرف کر کے پیش کرے اور پھل کے قریب والے حصہ سے دستہ پکڑے، پھل پکڑنے والے کے دائیں طرف ہو، استاد کی خدمت میں انقباض محسوس نہ کرے، ایک قول ہے کہ بلند مقام چاہے حاکم ہی کیوں نہ ہو اسے چار چیزوں سے تکبر نہیں کرنا چاہیے اپنی جگہ سے اپنے باپ کے لیے اٹھنا، اپنے استاد کی خدمت کرنا، جس چیز کا علم نہیں اس کے بارے میں پوچھنا اور اپنے مہمان کی خدمت کرنا۔

۱۳۔ جب استاد کے ساتھ چلے، تو رات کو آگے ہو اور دن کو پیچھے ہو، الا یہ کہ حالات کا تقاضا اس کے برعکس ہو، کسی جگہ کیچڑ وغیرہ ہونے کا علم نہ ہو تو آگے بڑھے، اپنے ساتھیوں یا اپنے پاس آنے والے افراد سے استاد کو آگاہ کرے، اگر وہ انہیں نہ جانتا ہو، اگر استاد سے ملاقات ہو جائے تو سلام کہنے میں پہل کرے اگر دور ہو تو اس کا رخ کرے، اسے آواز نہ دے، دور سے یا پیچھے سے اسے سلام نہ کہے، بلکہ قریب ہو کر، آگے بڑھ کر سلام کہے، استاد کی رائے اگر چہ غلط ہو اس کی تغلیط نہ کرے اور نہ یہ کہے یہ تو کوئی رائے نہیں بلکہ غلطی کی اصلاح

اچھے اسلوب سے کرے مثلاً یوں کہے مصلحت اس میں ہے، یوں نہ کہے میری رائے یوں ہے وغیرہ۔ (امام نووی نے المجموع شرح المہذب کے مقدمہ میں ج ا ص ۳۵ تا ۳۹ آداب المتعلم لکھے ہیں، مطبوعہ دار الفکر)

امام مسلم رحمہ اللہ اپنے اساتذہ اور اہل علم کے ساتھ انتہائی ادب سے پیش آتے تھے، حالانکہ مزاج میں تیزی، اور شدید غصہ تھا، جو ان کے اساتذہ کے ساتھ معاملہ اور ان کے تذکرہ پر نظر ڈالے گا وہ دیکھ لے گا کہ اللہ تعالیٰ نے امام صاحب کو عظیم ادب سے نوازا تھا۔

امام مسلم رحمہ اللہ لکھتے ہیں: امام ثوری کے اساتذہ میں، ثابت بن ہرمز ہے جسے ہریمز بھی کہا جاتا ہے، ابن حبان نے ''ثقات'' میں لکھا ہے، جس نے اسے ابن ہرمز کہا، تو محض تصغیر سے بچنے کے لیے کہا، اور کہا یعقوب بن سفیان کوفی ثقہ ہے۔ (تہذیب التھذیب: ۲/ ۱۵)

امام ابوعبداللہ ابن الاخرم کا قول ہے: میں نے امام مسلم رحمہ اللہ کو امام بخاری رحمہ اللہ کے سامنے سیکھنے والے بچہ کی طرح سوال کرتے دیکھا۔ (تہذیب التھذیب: ۹/ ۴۵)

ابو حامد احمد بن قصار کہتے ہیں: میں نے مسلم بن حجاج کو دیکھا وہ امام محمد بن اسماعیل بخاری کے پاس آئے، ان کی پیشانی پر بوسہ دیا اور کہا: اے استادوں کے استاد، حدیث کی علتوں کے طبیب، سید المحدثین، مجھے اپنے پاؤں کا بوسہ لینے کی اجازت دیں اور بتائیں۔ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی حدیث کفارۃ المجلس میں کیا علت ہے؟ امام محمد بن اسماعیل رحمہ اللہ نے فرمایا: یہ نہایت عمدہ حدیث ہے، میرے علم میں دنیا میں اس سلسلہ میں اس کے سوا کوئی حدیث نہیں ہے مگر یہ معلول ہے، مجھے یہ حدیث موسیٰ بن اسماعیل نے وہیب کے واسطے سے سہیل سے بیان کی وہ اسے عون بن عبداللہ سے اس کے قول کی صورت میں بیان کرتے ہیں، اسے موسیٰ بن عقبہ، سہیل سے وہ اپنے باپ کے واسطہ سے سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں حالانکہ موسیٰ بن عقبہ کو سہیل سے سننے کا موقع نہیں ملا۔ اس لیے وہیب والی سند بہتر ہے۔ (تاریخ دمشق: ۵۸/ ۹۱)

امام مسلم رحمہ اللہ کا اپنے اساتذہ، امام بخاری اور امام ذہلی رحمہما اللہ کے سلسلہ میں آزمائش:

امام مسلم رحمہ اللہ کو اپنے دور کے دو انتہائی عظیم وجلیل اساتذہ، امام بخاری اور امام ذہلی رحمہما اللہ کے سلسلہ میں آزمائش سے گزرنا پڑا۔ حتیٰ کہ اس آزمائش سے امام مسلم رحمہ اللہ کی علمی اور عملی زندگی متاثر ہوئی، اس آزمائش نے سنگینی اختیار کی اور اس کا خطرہ شدید ہوگیا، حتیٰ کہ امام مسلم کو اپنے استاد امام ذہلی کو چھوڑنا پڑا جس کے زیر سایہ پرورش پائی تھی اور وہ ان کا ہم وطن اور ہم شہر تھا۔ پھر اس کا شر (بگاڑ) اور بڑھ گیا اور سنگین ہوگیا حتیٰ کہ اپنے اس استاد کو چھوڑ دیا جس نے اسے فن حدیث کی تعلیم دی تھی اور ان کے ہاتھوں نشوونما پائی تھی، اور جس کے ہاتھوں

اور قدموں کو بوسہ دیتے تھے اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق کو مختلف حالات سے دوچار فرماتا ہے۔

محمد بن یحییٰ الذہلی کے ساتھ بُعد (دوری) کا آغاز:

امام مسلم رحمہ اللہ کے مزاج میں تیزی، اور جوشِ غضب تھا، ان کے دور کے علماء نے ان کی یہ خامی بیان کی ہے، بعض دفعہ یہ جوش جلد قرار پکڑ لیتا اور بعض دفعہ پر جوش شیوخ کی ناراضی کا باعث بن جاتا جیسا کہ آغاز میں محمد بن یحییٰ ذہلی کے ساتھ واقع ہوا۔

محمد بن یحییٰ ذہلی نیشاپور کے جلیل ترین اہل علم میں سے ہیں، امام مسلم رحمہ اللہ کے اساتذہ میں سے ہیں بلکہ اپنے زمانہ کے بلند مقام اور بلند شان عالم ہیں، اس کے باوجود امام مسلم رحمہ اللہ نے اپنی صحیح میں ان سے کوئی حدیث بیان نہیں کی، اس کا سبب باہمی بعض مسائل کا اختلاف ہے، دونوں ہی جوش غضب کا شکار تھے، جس نے زمانہ کے گزرنے کے ساتھ بہت دوری پیدا کر دی۔

حتیٰ کہ امام ابوزرعہ نے کہا: امام مسلم عقل سے کورا ہے، اگر یہ محمد بن یحییٰ کے ساتھ نرم برتاؤ اختیار کرتا، مرد کامل بن جاتا۔ (تہذیب الکمال: ۲۶/ ۶۲۷) یعنی اس کا علم بڑھتا اور زیادہ ہوتا۔

امام مکی بن عبدان بیان کرتے ہیں: امام داؤد بن علی اصفہانی امام اسحاق بن راہویہ کے ایام میں نیشاپور گیا، اہل علم نے ان کے لیے فکری مجلس قائم کی اس میں امام مسلم اور محمد بن یحییٰ ذہلی کا بیٹا یحییٰ بھی شریک ہوئے، ایک مسئلہ چھڑا، یحییٰ نے اس کے بارے میں گفتگو کی تو امام داؤد نے اسے ڈانٹ پلائی۔ کہا، اے بچے! خاموش ہو جا۔ امام مسلم رحمہ اللہ نے اس کی حمایت نہ کی، اس نے واپس آ کر اپنے باپ کے سامنے امام داود کی شکایت کی، باپ نے پوچھا، وہاں کون تھا؟ اس نے کہا: امام مسلم، اس نے میری حمایت نہ کی۔'' باپ نے کہا، میں نے ان تمام احادیث سے رجوع کر لیا جو میں نے اسے بیان کی تھیں، یہ بات امام مسلم تک پہنچی، تو انہوں نے ان کی تمام تحریر کردہ احادیث اکٹھی کر کے ایک ٹوکری میں ڈال کر امام ذہلی کی خدمت میں بھیج دیں، اور کہا میں کبھی تمہاری بیان کردہ حدیث بیان نہیں کروں گا۔ اس واقعہ کے بعد بھی امام مسلم، امام ذہلی رحمہ اللہ کی مجلس میں آتے جاتے رہے، بس امام بخاری کے واقعہ کے سبب ان سے الگ ہو گئے۔ (سیر اعلام النبلاء: ۱۲/ ۵۷۱، ۵۷۲)

امام بخاری رحمہ اللہ کا امام ذہلی کے ساتھ ابتلاء اور آزمائش:

امام بخاری رحمہ اللہ کا اپنے دور کے عالم، فاضل بلند شان صاحب علم، امام محمد بن یحییٰ ذہلی رحمہ اللہ کے ساتھ سنگین ابتلاء پیش آیا جس کا سبب ہم عصر اہل علم کا باہمی تنافس اور حسد بنتا ہے، اور امام بخاری اور امام ذہلی رحمہما اللہ کے درمیان یہ ابتلاء اس قسم کا ہے، جبکہ دونوں عظیم شخصیتیں ہیں اور اس ابتلاء میں امام بخاری حق پر اور مظلوم ہیں،

ہماری اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ دونوں کو معاف فرمائے اور ان لوگوں کی فہرست میں داخل فرمائے جن کے بارے میں اس کا فرمان ہے: ''اور ان کے سینوں میں جو کینہ ہے ہم اس کو نکال لیں گے ان کے نیچے سے نہریں بہتی ہوں گی۔'' (الاعراف: ۴۳)

اس آزمائش کا امام مسلم رحمہ اللہ کی علمی زندگی پر عمومی اور ان کی صحیح پر خصوصی اثر ہوا، امام بخاری، اپنے دور کے علماء کے ہاں معزز و مکرم تھے، ہر جگہ ان کا چرچا تھا، اسی مرتبہ نے اپنے زمانہ کے امام اور اپنے عہد کے عالم محمد بن یحییٰ کو امام بخاری رحمہ اللہ کے نیشاپور آنے کی دعوت دینے پر آمادہ کیا۔

امام مسلم بن حجاج رحمہ اللہ کا بیان ہے، جب امام محمد بن اسماعیل نیشاپور تشریف لائے۔ میں نے نہیں دیکھا کہ اہل نیشاپور کسی نے حکمران یا عالم کا ایسا استقبال کیا ہو جس قسم کا استقبال امام بخاری رحمہ اللہ کا کیا، لوگ ان کے استقبال کے لیے شہر سے دو یا تین مراحل (منزل) آگے گئے۔ (مقدمہ فتح الباری: ۵۱۲، سیر اعلام النبلاء: ۱۲/ ۴۵۸)

امام محمد بن یعقوب اخرم کا بیان ہے: میں نے اپنے ساتھیوں سے سنا، جب امام بخاری رحمہ اللہ نیشاپور آئے تو ان کے استقبال کے لیے چار ہزار گھڑ سوار نکلے، خچر، گدھے پر سوار اور پیدل ان کے علاوہ تھے۔ (سیر اعلام النبلاء: ۱۲/ ۴۳۷)

امام حسن بن محمد بن جابر بیان کرتے ہیں: جب امام محمد بن اسماعیل نیشاپور رحمہ اللہ آئے تو ہمیں محمد بن یحییٰ نے کہا، اس صالح انسان کے پاس جاؤ، اس سے سنو، تو لوگ ان کے پاس جانے لگے اور اس سے سماع کے لیے اس کی طرف بڑھے، جس سے محمد بن یحییٰ کی مجلس میں خلل پیدا ہو گیا، اس سے وہ حسد میں مبتلا ہو گئے اور ان پر جرح شروع کر دی۔ (تاریخ بغداد: ۲/ ۳۰، طبقات السبکی: ۲/ ۳۴۰، سیر اعلام النبلاء: ۱۲/ ۴۵۳، مقدمۃ الفتح: ۴۹۱)

جبکہ امام بخاری رحمہ اللہ کی آمد پر خود محمد بن یحییٰ نے اعلان کیا تھا، جو کل محمد بن اسماعیل رحمہ اللہ کے استقبال کے لیے جانا چاہے وہ استقبال کرے، کیونکہ میں خود اس کا استقبال کروں گا، لہٰذا خود محمد بن یحییٰ اور نیشاپور کے علماء نے عموماً اس کا استقبال کیا، وہ شہر میں آئے اور اہل بخارا کے محلّہ میں اترے، محمد بن یحییٰ نے تلامذہ سے کہا، اس سے کلام کے بارے میں کسی قسم کا سوال نہ کرنا کیونکہ اگر انہوں نے ہمارے مؤقف کے خلاف جواب دیا تو ہمارے اور اس کے درمیان اختلاف پیدا ہو جائے گا، ہمارے خلاف ناصبیوں، رافضیوں، جہمیوں اور خراسان کے جھمیہ کو خوش ہونے کا موقعہ ملے گا، محمد بن اسماعیل رحمہ اللہ کے ہاں لوگوں کا اژدہام ہو گیا، حتیٰ کہ گھر اور چھتیں بھر گئیں، ان کی آمد کے دوسرے یا تیسرے دن کسی آدمی نے قرآن کے الفاظ پڑھنے کے بارے میں پوچھ لیا، امام بخاری رحمہ اللہ نے کہا: ہمارے افعال مخلوق ہیں اور ہمارے الفاظ ہمارے افعال ہیں، اس پر لوگوں میں اختلاف پیدا ہو گیا، بعض نے کہا، اس نے کہا، میرا قرآن کا تلفظ کرنا مخلوق ہے، بعض نے کہا اس نے یہ نہیں کہا، اس طرح

لوگوں میں اختلاف پیدا ہوگیا حتیٰ کہ وہ ایک دوسرے کی طرف (لڑائی کے لیے) بڑھے، محلّہ کے لوگ جمع ہو گئے اور ان لوگوں کو نکال دیا۔ (سیر اعلام النبلاء: ۱۲/ ۴۵۸، یہاں تام کی جگہ ''تواثبوا'' ہے ایک دوسرے پر پل پڑے۔ مقدمہ الفتح، ص ۵۱۵)

ابن علی مخلدی کہتے ہیں، میں نے محمد بن یحییٰ کو کہتے سنا: بخاری نے ہمارے سامنے لفظیہ کا قول ظاہر کیا ہے اور لفظیہ میرے نزدیک جہمیہ سے بھی بدتر ہے ہیں۔ (سیر اعلام النبلاء: ۱۲/ ۴۵۹، مقدمة الفتح: ۵۱۵)

نوٹ:...... اس مسئلہ میں حقیقت یہ ہے، امام احمد، امام ذہلی اور امام بخاری کے نزدیک قرآن لفظاً اور معنیً اللہ کا کلام ہے، اس حد تک کوئی اختلاف نہیں ہے لیکن لفظی بالقرآن مخلوق ہے یا غیر مخلوق ہے یہ کہنے میں اختلاف ہے۔ امام احمد اور امام ذہلی، اس کو درست نہیں سمجھتے کیونکہ لفظ دو معنی میں مستعمل ہے۔ (۱) قرآن کے الفاظ (۲) قرآن کے الفاظ پڑھنا اور اپنی زبان سے ان کو ادا کرنا پہلے معنی کی رو سے الفاظِ قرآن اللہ کا کلام ہیں۔ انسانی فعل کا اس میں کوئی دخل نہیں ہے، دوسرے معنی کے اعتبار سے الفاظ کی قراءت اور تلاوت انسان نے کی ہے اس لیے وہ انسان کا فعل وعمل ہے۔

پہلے معنی کی رو سے مخلوق کہنا صحیح نہیں ہے اور دوسرے معنی کی رو سے اسے غیر مخلوق کہنا صحیح نہیں ہے۔ اور عام آدمی دونوں معنوں میں فرق وامتیاز نہیں کرسکتا اس لیے امام احمد اور امام ذہلی کہتے تھے، لفظی بالقرآن مخلوق یا غیر مخلوق کہنا درست نہیں ہے تاکہ غلط معنی کا اشتباہ پیدا نہ ہو لیکن امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصد یہ ہے اہل علم کو ان دونوں میں فرق کرنا چاہیے اور ضرورت کے وقت اس کا اظہار بھی کرنا چاہیے یہ مسئلہ علمی ہے، عوامی نہیں ہے۔ (عبدالعزیز علوی)

ابواحمد بن عدی کہتے ہیں، مجھے شیوخ کی ایک جماعت نے بتایا، جب محمد بن اسماعیل رحمہ اللہ نیشاپور آئے، لوگ ان کے گرد جمع ہوگئے، تو اس وقت کے نیشاپور کے بعض مشائخ کے دل میں لوگوں کا ان کی طرف متوجہ ہونا اور اس کے گرد اکٹھا ہونا حسد کا سبب بن گیا، تو اس نے طلبہ حدیث سے کہا، محمد بن اسماعیل رحمہ اللہ کہتا ہے، لفظي بالقرآن مخلوق، قرآن کا تلفظ مخلوق ہے، مجلس میں اس کا امتحان لو، تو جب لوگ بخاری کی مجلس میں آئے، ایک آدمی نے اٹھ کر کہا: اے ابوعبداللہ! آپ کیا کہتے ہیں، لفظی بالقرآن مخلوق ہے یا غیر مخلوق ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے اس سے منہ پھیر لیا، کوئی جواب نہ دیا، اس نے دوبارہ یہی سوال کیا اور امام صاحب نے اس سے اعراض کیا، اس نے پھر تیسری دفعہ یہی سوال کیا۔ امام بخاری رحمہ اللہ اس کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: قرآن اللہ کا کلام غیر مخلوق ہے اور بندوں کے افعال مخلوق ہیں اور امتحان لینا بدعت ہے، اس نے شور ڈال دیا اور لوگوں نے بھی شور ڈالا اور منتشر ہوگئے اور امام بخاری رحمہ اللہ اپنی جگہ بیٹھ رہے۔ (سیر اعلام النبلاء: ۲/ ۴۵۳، ۴۵۴، اس رسالہ

کے مصنف نے سیرۃ البخاری کے نام سے رسالہ لکھا ہے، اس میں اس آزمائش پر تفصیلی طور پر لکھا ہے۔)

بہت سے علماء کی یہ بہت خواہش تھی کہ اس مسئلہ کے بارے میں بحث مباحثہ نہ کیا جائے تاکہ عام مسلمان اس مسئلہ میں التباس کا شکار نہ ہو جائیں، پس کافی ہے کہ ہم کہیں قرآن اللہ کا کلام ہے جو مصحف کے دونوں گتوں کے اندر موجود ہے، سیاہی سے کاغذ پر تحریر کیا گیا ہے یہ اللہ کا کلام ہے جسے قاری اپنی آواز میں پڑھتا ہے، کلام تو اللہ کا کلام ہے اور آواز پڑھنے والے کی آواز ہے۔

امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: میں نے ابوقدامہ عبداللہ بن سعید سرخسی کو کہتے سنا، ہمیشہ میں اپنے ساتھیوں سے سنتا رہا ہوں کہ بندوں کے افعال مخلوق ہیں؟

امام محمد بن اسماعیل (بخاری) نے فرمایا: ان کی حرکات آوازیں ان کے کسب (عمل) اور کتابت مخلوق ہے مگر قرآن مبین جسے مصحف میں ثبت کیا جاتا ہے، قلوب میں یاد رکھا جاتا ہے (پڑھا جاتا ہے) وہ اللہ کا کلام غیر مخلوق ہے، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے بلکہ یہ واضح آیات ہیں، ان لوگوں کے سینوں میں جنہیں علم دیا گیا ہے۔ (العنکبوت، مقدمۃ الفتح دارالسلام: ص ۶۸۵)

اسحاق بن راہویہ رحمہ اللہ کا قول ہے، أوعیۃ (جس چیز میں قرآن محفوظ کیا گیا ہے) ان کے مخلوق ہونے میں کون شک کر سکتا ہے۔ (مقدمۃ الفتح: ۶۸۵)

امام بخاری رحمہ اللہ کے لیے یہ فتنہ سنگین صورت اختیار کر گیا، اس کے چنگارے شدید ہو گئے اور خطرہ بڑھ گیا، حتیٰ کہ محمد بن یحییٰ ذہلی رحمہ اللہ نے لوگوں کو امام بخاری سے خوف زدہ کیا۔

ابو حامد اعمش بیان کرتے ہیں: میں نے محمد بن اسماعیل رحمہ اللہ کو ابوعثمان سعید بن مروان کے جنازے میں دیکھا، محمد بن یحییٰ (ذہلی) ان سے، ناموں، کنیتوں اور علل حدیث کے بارے میں سوال کر رہے تھے اور محمد بن اسماعیل رحمہ اللہ، ان میں تیر کی تیزی سے گزر رہے تھے، اس پر ایک ماہ ہی گزرا تھا کہ محمد بن یحییٰ نے کہہ دیا خبردار جو ان کی مجلس میں آمد و رفت رکھتا ہے وہ ہمارے ہاں نہ آئے جائے کیونکہ اہل بغداد نے ہمیں لکھا ہے، اس نے (قرآن کے) لفظ کے بارے میں گفتگو کی ہے اور ہم نے اسے روکا ہے لیکن وہ باز نہیں آیا، لہٰذا تم بھی اس کے قریب نہ جاؤ، اور جو اس کے پاس جائے وہ ہمارے پاس نہ آئے، اور محمد بن اسماعیل کچھ عرصہ رہے پھر بخاریٰ چلے گئے۔ (تاریخ بغداد: ۲/ ۳۱، طبقات سبکی: ۲/ ۲۲۹، سیر اعلام النبلاء: ۱۲/ ۴۵۵)

محمد بن یحییٰ کا قول ہے: قرآن اللہ کا کلام ہے اور ہر جہت سے غیر مخلوق ہے، اس میں کوئی تصرف بھی ہو، جو اس کی پابندی کرے گا وہ قرآن کے بارے میں لفظ اور دوسری گفتگو سے بے نیاز ہو جائے گا اور جس کا نظریہ

یہ ہے کہ قرآن مخلوق ہے، اس نے کفر کا ارتکاب کیا، وہ ایمان سے نکل گیا اور اس کی بیوی اس سے الگ ہوگئی اس سے توبہ کروائی جائے گی، اگر توبہ کر لے تو ٹھیک وگرنہ اس کی گردن ماردی جائے گی اور اس کا مال مسلمانوں میں بطور فئی تقسیم کر دیا جائے گا اور اسے مسلمانوں کے قبرستان میں دفن نہیں کیا جائے گا اور جو اس مسئلہ میں توقف کرے اور کہے میں نہ مخلوق کہتا ہوں اور نہ غیر مخلوق، اس نے کفر سے مشابہت اختیار کی اور جس نے کہا میرا قرآن کا تلفظ کرنا مخلوق ہے، وہ بدعتی ہے، اس کے پاس نہ بیٹھا جائے اور نہ گفتگو کی جائے اور جو آج کے بعد محمد بن اسماعیل بخاری کے پاس گیا، اس کو بھی متہم قرار دو کیونکہ ان کی مجلس میں وہی حاضر ہوگا جو ان والا موقف رکھتا ہے۔ (تاریخ بغداد: ۲/ ۳۱، ۳۲۔ سیر اعلام النبلاء: ۱/ ۴۵۵، ۴۵۶)

آپ اس سے یہ سمجھ سکتے ہیں، اسلام کی ان دو عظیم شخصیتوں میں اس عظیم اختلاف اور ابتلاء کا کیا سبب تھا جس نے دونوں میں جدائی فرقت پیدا کر دی۔

محمد بن شاذلی کہتے ہیں: جب محمد بن یحییٰ اور بخاری کے درمیان اختلاف پیدا ہوگیا، میں بخاری رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا: اے ابوعبداللہ! آپ کے اور محمد بن یحییٰ کے درمیان جو اختلاف پیدا ہوگیا ہے ہمارے لیے اس سے بچنے کا حیلہ کیا ہے جو آپ کے پاس آتا ہے، اس کو دھتکار دیا جاتا ہے؟ انہوں نے کہا محمد بن یحییٰ کو علم کے سلسلہ میں کس قدر حسد لاحق ہوگیا ہے، علم اللہ کی عنایت ہے وہ جسے چاہے عنایت فرما دے، میں نے پوچھا، یہ مسئلہ جو آپ سے نقل کیا جاتا ہے اس کی حقیقت کیا ہے؟ فرمایا: اے بیٹا! یہ منحوس مسئلہ ہے، میں نے اس سلسلہ میں احمد بن حنبل رحمہ اللہ کے ساتھ جو سلوک ہوا ہے وہ دیکھا ہے اس لیے میں نے اپنے اوپر یہ لازم قرار دیا ہے کہ اس کے بارے میں گفتگو نہیں کروں گا۔ (سیر اعلام النبلاء: ۱۲/ ۴۵۶، ۴۵۷)

بقول امام ذہبی، مسئلہ یہ ہے کیا لفظ مخلوق ہیں، امام بخاری رحمہ اللہ سے اس کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے توقف کیا، اور توقف کے بعد بطور حجت کہا، ہمارے افعال مخلوق ہیں۔ اس سے ذہلی نے یہ خیال کیا، اس نے یہ بات لفظ کے سلسلہ میں کہی اور اس پر جرح کر دی، گویا کہ ذہلی وغیرہ نے ان کے قول کے لازم کو لے لیا۔ (سیر اعلام النبلاء: ۱۲/ ۴۵۷) (حالانکہ جمہور محققین کے نزدیک لازم مذہب، مذہب نہیں ہوتا)

احمد بن سلمہ کا قول ہے: میں ابوعبداللہ (بخاری) کے پاس آیا، اور کہا: اے ابوعبداللہ! یہ آدمی خراسان خصوصاً اس شہر (نیشاپور) میں مقبول ہے (قبولیت عام حاصل ہے) اور اس بات پر وہ اڑ گیا ہے جیسا کہ آپ سمجھتے ہیں، ہم میں سے کوئی اس سلسلہ میں اس سے گفتگو نہیں کر سکتا، تو انہوں نے اپنی ڈاڑھی پکڑ کر کہا: ''میں اپنا معاملہ اللہ کے حوالہ کرتا ہوں، وہ بندوں سے خوب آگاہ ہے۔'' (الغافر: ۴۴) اے اللہ تو جانتا ہے میں نے نیشاپور

میں فخر وغرور اور اترانے کے لیے اقامت اختیار نہیں کی نہ سرداری کی طلب ہے، میرے وطن میں مخالفین کے غلبہ کی بنا پر میں ادھر جانا نہیں چاہتا، یہ آدمی اللہ نے جو (علم) مجھے عنایت فرمایا، اس پر حسد کرتا ہے۔ پھر کہا: اے احمد! میں کل چلا جاؤں گا تاکہ تم میری خاطر اس کی جرح سے بچ جاؤ۔ میں نے اپنے چند ساتھیوں کو ان کے عزم سے آگاہ کر دیا، اللہ کی قسم میرے علاوہ کوئی اور ان کو الوداع کہنے نہ آیا، جب وہ شہر سے نکلے تو میں ان کے ساتھ تھا، وہ اپنے معاملہ کی اصلاح کی خاطر تین دن شہر کے دروازہ پر ٹھہرے رہے۔ (سیر اعلام النبلاء: ۱۲/ ۴۵۹، مقدمۃ الفتح دار السلام: ۸۵/ ۱، مقدمہ میں اس صفحہ والی عبارت نہیں ہے۔ مقدمۃ الفتح: ص ۶۸۴)

امام مسلم اور امام بخاری رحمہما اللہ کا اختلاف:

جو انسان بخاری اور مسلم کی سیرت کا تتبع کرے گا وہ جان لے گا وہ آپس میں باپ اور بیٹے کی طرح تھے، جن میں گہرا تعلق تھا، محض استاد وشاگرد کا رشتہ نہ تھا، بلکہ بقول امام دار قطنی: اگر بخاری نہ ہوتے تو مسلم کچھ پیش نہ کر سکتے۔

تو کیا وجہ ہے کہ مسلم نے امام ذہلی کے بعد امام بخاری رحمہ اللہ سے بھی تعلقات توڑ لیے اور اپنی صحیح میں ان سے کوئی روایت نہیں بیان کی، کوئی معمولی معاملہ نہیں ہے جس کی بنا پر یہ جدائی اور قطع تعلقی ہوگئی ہم بخاری اور مسلم کے مزاج پر روشنی ڈالنے کی کوشش کرتے ہیں۔

حافظ محمد بن یعقوب اپنے باپ سے نقل کرتے ہیں، میں نے مسلم بن حجاج کو بخاری کے سامنے طالب علم بچے کی طرح سوال کرتے دیکھا۔ (تاریخ دمشق مدینہ: ۵۲/ ۸۹)

امام خطیب کہتے ہیں: مسلم نے بخاری کے راستہ کی پیروی کی، ان کے علم کا جائزہ لیا اور ان کا طرز عمل اپنایا، جب آخر میں بخاری، نیشاپور آگئے، مسلم ان کے ساتھ وابستہ ہوگئے اور ان کے ہاں مسلسل آنا جانا رکھا۔ اور مجھے عبید اللہ بن احمد بن عثمان صیرفی نے بتایا میں نے ابوالحسن دارقطنی سے سنا کہ اگر بخاری نہ ہوتے تو امام مسلم کچھ پیش نہ کر سکتے۔ (تاریخ دمشق مدینہ: ج ۵۸/ ۹۰)

ابوسعید حاتم کندی کہتے ہیں: میں نے مسلم بن حجاج رحمہ اللہ سے سنا جب محمد بن اسماعیل بخاری رحمہ اللہ نیشاپور آئے، تو میں نے دیکھا، اہل نیشاپور نے کسی حکمران اور عالم کے ساتھ وہ سلوک نہیں کیا، جو محمد بن اسماعیل رحمہ اللہ کے ساتھ کیا، دو تین منزل آگے جا کر ان کا استقبال کیا۔ (تاریخ دمشق: ۵۲/ ۹۲)

بلکہ ہم تو دیکھتے ہیں، مسلم نے بخاری کی غلطیوں کو بھی اپنایا۔

عبدالغنی بن سعید کا قول ہے، حرب بن میمون اکبر (بڑا) ابوخطاب ہے اور حرب بن میمون اصغر (چھوٹا) ابوعبدالرحمٰن ہے، ان کے بارے میں بخاری وہم کا شکار ہوئے، سب سے پہلے مجھے اس بات سے علی بن عمر نے

آ گاہ کیا اور مجھے کہا اس غلطی میں مسلم نے بھی ان کی پیروی کی ہے اور دونوں کو ایک قرار دیا ہے اور مجھے کہا، اس وجہ سے ہم یہ دلیل لیتے ہیں کہ مسلم نے بخاری کی پیروی کی ہے، ان کے علم کا جائزہ لیا اور اس پر عمل کیا، ابوبکر بن منجویہ کا قول ہے بعض نے ابوعبدالرحمٰن حرب بن میمون اور ابوخطاب حرب بن میمون کے درمیان فرق کیا اور ان کو دو ساتھی قرار دیا، ابوعبدالرحمٰن صاحب الاغمیہ عبادت گزار تھا، ہم نے امتیاز قائم کرنے کی خاطر اس کا تذکرہ کیا ہے، بہت سے لوگوں نے ایک قرار دیا اور بہت سے حضرات نے ان کو الگ الگ قرار دیا اور ان شاء اللہ یہی درست ہے۔ (تہذیب الکمال: ۵/ ۵۳۶)

ابواحمد حاکم کہتے ہیں: ابوعمران سلیمان بن عبداللہ انصاری جو ام درداء کے قائد اور ان سے راوی ہیں، اس سے ثعلبہ بن مسلم خثعمی بیان کرتے ہیں اور ابوعیسیٰ بھی میرے خیال میں وہ سلیمان بن کیسان تیمی ہے، پہلے اسے ابوعمران سلیم شامی انصاری ام درداء کا مولیٰ کہا ہے جو ام درداء اور ذوائد صالح سے بیان کرتا ہے، اس سے ثعلبہ بن مسلم خثعمی اور عثمان بن عطاء خراسانی نے محمد بن اسماعیل بخاری رحمہ اللہ کے واسطہ سے روایت بیان کی ہے، میرے نزدیک سلیمان اور سلیم دونوں ایک ہیں اور قوی بات یہ ہے کہ وہ سلیم ہے، امام بخاری نے اپنی تاریخ میں اس کا الگ سلیمان کے باب میں تذکرہ کیا ہے اور امام مسلم بھی اپنی کتاب ''الاسامی والکنیٰ'' میں انہیں کی ڈگر پر چلے ہیں اور ابوعمران کے باب میں دو جگہ اس کا ذکر کیا ہے، اور میرے خیال میں وہ وہم کا شکار ہوئے، شاید محمد بن اسماعیل کو نقل کرنے میں غلطی لگ گئی، نون کو گرا کر سلیمان کی جگہ سلیم کے باب میں لکھ دیا، انہیں بعض جگہ اپنی کتاب میں غلطی لگی ہے، خاص کر شامیوں کی روایت میں، امام مسلم نے انہیں کی کتاب سے نقل کیا ہے، ان کی غلطی میں بھی ان کی پیروی کی ہے۔ کبھی گھڑ سوار بھی ٹھوکر کھا جاتا ہے، اللہ تعالیٰ ابوعبداللہ (محمد بن اسماعیل) پر رحم فرمائے، میرے علم میں کوئی آدمی حدیث کی معرفت میں ان کا ہم پلہ نہیں ہے۔ (تاریخ مدینہ دمشق: ۲۲/ ۳۴۱)

اگر ہم دونوں شیوخ کے ربط کی جستجو میں لگے رہیں بحث طویل ہو جائے گی، جس کی یہ کتاب متحمل نہیں، بات وہی ہے جو ہم بیان کر چکے ہیں یعنی مسلم کی تیزی اور فوراً غصہ میں آ جانے کا نتیجہ یہ نکلا کہ انہوں نے اپنے سب سے بڑے استاد جس پر امام مسلم کی نظر پڑی تھی جدائی اختیار کر لی۔

ابوبکر خطیب کہتے ہیں: مسلم بخاری کا دفاع کرتے تھے، حتیٰ کہ بخاری کے سبب محمد بن یحییٰ اور مسلم کے درمیان وحشت پیدا ہوگئی۔ (سیر اعلام النبلاء: ۱۲/ ۵۷۳، تاریخ بغداد: ۱۳/ ۱۰۳)

امام ذہبی رحمہ اللہ کہتے ہیں: امام مسلم رحمہ اللہ اپنی طبیعت کی تیزی کے باعث بخاری رحمہ اللہ سے بھی الگ ہو گئے، اور اپنی صحیح میں ان سے کوئی حدیث بیان نہیں کی اور نام تک نہیں لیا، بلکہ اپنی کتاب کے مقدمہ میں معنعن راوی کے لیے

لقا کی (باہمی ملاقات) شرط پر تنقید کی اور دعویٰ کیا ہم عصر ہونا ہی کافی ہے یہ اجماعی مسئلہ ہے اور ان کی باہمی ملاقات سے واقف ہونے پر موقوف نہیں ہے۔ جنہوں نے یہ شرط لگائی ہے ان کو سرزنش کی ہے، حالانکہ یہ شرط ابوعبداللہ بخاری اور ان کے استاد علی بن مدینی نے لگائی ہے اور یہی قوی موقف ہے اور یہاں مسئلہ کی تفصیل بیان کرنے کا موقع نہیں ہے۔ (سیر اعلام النبلاء: ۱۲/۵۷۳)

امام مسلم رحمہ اللہ کا موقف:

امام مسلم رحمہ اللہ نے آغاز میں انتہائی حیرت انگیز رویہ اختیار کیا، وہ دونوں بخاری اور ذہلی کے ہاں آتے جاتے تھے، جب دیکھا فتنہ سنگین ہوگیا ہے اور شدت پیدا ہوگئی ہے اور ذہلی نے ان سے بخاری کے پاس جانے سے اختلاف کیا ہے تو پہلے ذہلی سے قطع تعلق کرلیا، پھر دونوں سے الگ ہو کر انفرادیت اختیار کرلی۔

حافظ محمد بن یعقوب کہتے ہیں: جب بخاری نے نیشاپور کو وطن بنالیا، مسلم بن حجاج کثرت کے ساتھ ان کے ہاں آنے جانے لگے، اور جب ذہلی اور بخاری کے درمیان لفظ کے مسئلہ میں اختلاف پیدا ہوگیا اور ذہلی نے ان کے خلاف آواز بلند کی اور لوگوں کو ان کے پاس جانے سے روکا، مسلم بن حجاج کے سوا عموماً لوگ ان سے الگ ہوگئے، ایک دن ذہلی نے کہا، خبردار جو لفظ کا قائل ہے اس کے لیے ہماری مجلس میں آنا جائز نہیں ہے۔ تو مسلم نے اپنی پگڑی پر اپنی چادر رکھی اور سب لوگوں کے سامنے کھڑے ہوگئے اور ذہلی سے جو کچھ لکھا تھا ایک اونٹ پر ان کی طرف بھیج دیا، مسلم، لفظ کے بارے میں کھل کر بات کرتے تھے، چھپاتے نہیں تھے۔ (سیر اعلام النبلاء: ۱۲/۴۶۰، مقدمۃ الفتح: ۶۸۵)

محمد بن یعقوب اخرم کہتے ہیں: میں نے اپنے ساتھیوں سے سنا، جب ذہلی کی مجلس سے مسلم بن حجاج اور احمد بن سلمہ اٹھ گئے، ذہلی نے ایک دن کہا، یہ آدمی میرے ساتھ اس شہر میں نہیں رہ سکتا، تو بخاری ڈر گئے اور سفر کر گئے۔ (سیر اعلام النبلاء: ۱۲/۴۶۰، مقدمۃ الفتح: ۶۸۵)

(مصنف نے اوپر والا پیرا دوبارہ نقل کردیا ہے، اس لیے اسے چھوڑ دیا گیا ہے) امام مسلم، بخاری کا دفاع کرتے تھے، حتیٰ کہ انہیں کی خاطر ذہلی اور مسلم میں وحشت پیدا ہوگئی پھر آخرکار بخاری کو بھی چھوڑ دیا۔

اہل علم کا مسلم کی تعریف کرنا:

امام مسلم کی ان کے زمانہ میں اور اس کے بعد بہت تعریف کی گئی ہے بلکہ دنیا کے تمام اطراف میں ان کی بہت مدح وثنا کی گئی ہے اور قیام قیامت تک، جب تک ان کی صحیح باقی رہی تعریف ہوتی رہے گی۔

ابوعمرو مستملی بیان کرتے ہیں: ۲۵۱ھ میں ہمیں اسحاق کوسج نے لکھوایا اور مسلم انتخاب کررہے تھے، اور میں

استاد کے الفاظ آگے نقل کر رہا تھا، اسحٰق نے انہیں دیکھ کر کہا، جب تک اللہ آپ کو مسلمانوں کے لیے زندہ رکھے گا، ہم خیر سے محروم نہیں ہوں گے۔ (سیر اعلام النبلاء: ۱۲/۵۶۳)

اسحاق بن ابراہیم حنظلی نے مسلم بن حجاج پر نظر دوڑا کر کہا، مردا کاین بود، خطیب نے یہ بات منکدری کے واسطہ سے حاکم سے نقل کی ہے اور منکدری نے اس جملہ کی تفسیر یہ کی ہے، وہ کتنا عظیم آدمی تھا۔ (تاریخ دمشق: ۵۸/ ۸۸)

احمد بن سلمہ کہتے ہیں: ابوزرعہ اور ابوحاتم صحیح کی معرفت کے سلسلہ میں اپنے دور کے شیوخ پر مسلم بن حجاج کو مقدم ٹھہراتے تھے۔ (تہذیب الکمال: ۲۷/ ۵۰۶)

محمد بن بشار بندار کا قول ہے، دنیا میں حافظ چار ہیں، ری میں ابوزرعہ، نیشاپور میں مسلم بن حجاج، سمرقند میں عبداللہ بن عبدالرحمٰن دارمی اور بخارئ میں محمد بن اسماعیل بخاری۔ (تاریخ بغداد: ۲/ ۱۶)

حافظ ابوعبداللہ محمد بن یعقوب بن اخرم کا قول ہے: نیشاپور سے تین آدمی نکلے ہیں، محمد بن یحیٰی، مسلم بن حجاج اور ابراہیم بن ابی طالب۔ (سیر اعلام النبلاء: ۱۲۹/ ۵۶۵)

حافظ ابوقریش کہتے ہیں: میں ابوزرعہ کے ہاں تھا تو مسلم بن حجاج نے آ کر سلام کہا، اور دونوں کچھ دیر تک مذاکرہ کرتے رہے، جب مسلم اٹھ کھڑے ہوئے میں نے ابوزرعہ سے کہا اس نے چار ہزار صحیح احادیث جمع کی ہیں، تو ابوزرعہ نے کہا، باقی کیوں چھوڑ دیں۔ (تہذیب الکمال: ۲۶/ ۶۲۷)

محمد بن عبدالوہاب فراء کا قول ہے: مسلم بن حجاج، لوگوں کے عالم اور علم کا مخزن ہیں۔ (سیر اعلام النبلاء: ۱۲/ ۵۷۹)

عبدالرحمٰن بن ابی حاتم کا قول ہے: مسلم ثقہ، حافظ ہیں، میں نے ان سے رے میں احادیث لکھیں، میرے باپ سے ان کے بارے میں پوچھا گیا، تو انہوں نے کہا، صدوق ہیں۔ (سیر اعلام النبلاء: ۱۲/۵۶۴)

ابوعمرو بن حمدان کہتے ہیں: میں نے حافظ ابن عقدہ سے بخاری اور مسلم کے بارے میں پوچھا، دونوں میں سے بڑا عالم کون ہے؟ تو اس نے کہا محمد یعنی بخاری عالم ہے اور مسلم بھی عالم ہے، میں نے بار بار یہی سوال دہرایا، تو اس نے کہا، اے ابوعمرو، محمد اہل شام کے بارے میں کبھی غلطی کر جاتے ہیں، کیونکہ انہوں نے ان کی کتابوں سے دیکھا ہے، اس لیے بسا اوقات ان میں کسی کا ذکر اس کی کنیت سے کر جاتے ہیں اور دوسری جگہ اس کے نام سے تذکرہ کرتے ہیں، انہیں ان کے دو ہونے کا وہم لاحق ہو جاتا ہے اور مسلم علل میں غلطی کم ہی کرتے ہیں کیونکہ اس نے مسند احادیث لکھی ہیں مقطوع یا مرسل نہیں لکھیں، امام ذہبی رحمہ اللہ کہتے ہیں مقطوع سے مراد فقہ اور تفسیر میں صحابہ اور تابعین کے اقوال مراد ہیں۔ (سیر اعلام النبلاء: ۱۲/ ۵۶۵)

آگے ایک قول نقل کیا ہے جو پیچھے گزر چکا ہے۔

راویوں کے بارے میں علم اوران پر نقد:

علم الرجال، عظمت اور ندرت رکھنے والا علم وفن ہے کیونکہ حدیث کی صحت وضعف اسی پر موقوف ہے، اور اس کی بنیاد پر صحت وفساد کا حکم لگایا جاتا ہے۔ محدثین نے علم الرجال کو اہمیت دی ہے اور اس پر پوری توجہ اور نگرانی مبذول کی ہے، بحث ودرایت سے اس کا احاطہ کیا ہے، جس نے بھی نبی کریم ﷺ کے بارے میں کچھ لکھا ہے، انہوں نے اس کی معرفت حاصل کی ہے، اس کے حالات اور آمد ورفت کا مطالعہ کیا ہے اور رجال کو درجات وطبقات میں تقسیم کیا ہے اور اپنی معلومات کی بنیاد پر علماء میں جرح وتعدیل کے سلسلہ میں اختلاف پایا جاتا ہے۔

حافظ ذہبی نے، ثقات کے بارے میں ایک رسالہ لکھا ہے، جن پر ایسی باتوں کی بنیاد پر جرح کی گئی ہے، جو ان کے رد (یعنی جرح) کا باعث نہیں بن سکتیں، امام ذہبی لکھتے ہیں: صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی بساط تو لپٹی ہوئی ہے، اگرچہ ان کے درمیان اختلافات پیدا ہوئے اور ان سے بھی باقی ثقات کی طرح غلطیاں سرزد ہوئیں کیونکہ غلطی سے کوئی فرد محفوظ نہیں رہ سکتا، لیکن نادر غلطی کبھی نقصان دہ نہیں ہوتی، ان کی عدالت اور ان کی بیان کردہ روایات کے قبول کرنے پر ہی عمل موقوف ہے۔ یہی ہمارا عقیدہ ہے، تابعین میں عمداً جھوٹ بولنے والا موجود نہیں ہے، لیکن وہ غلطی اور وہم کا شکار ہوئے ہیں جس کی غلطیاں، بیان کردہ روایات میں قلیل ہیں وہ قابل برداشت ہے اور جن علم کے مخزنوں میں غلطیاں متعدد ہیں وہ بھی قابل عفو ہیں، ان کی احادیث نقل کی گئی ہیں اور ان پر عمل ہوا ہے، اگرچہ ثقہ ائمہ کے ہاں ایسے لوگوں کی حدیث کے حجت ہونے میں اختلاف ہے جیسے حارث اعور، عاصم بن ضمرہ، تو اَمہ کے مولیٰ صالح اور عطاء بن سائب وغیرہم ہیں۔ اور جن میں غلطیوں کی کثرت ہے اور انفرادیت زیادہ ہے، ان کی حدیث حجت نہیں ہے تابعین کے پہلے طبقہ میں ایسے لوگ نہیں ہیں، اگرچہ صغار تابعین اور بعد کے لوگوں میں یہ چیز موجود ہے، مالک اور اوزاعی اور ان جیسے لوگ جن سے ملے ہیں، ان میں مذکورہ بالا مراتب موجود ہیں، اور ان کے دور میں عمداً جھوٹ بولنے والے اور کثیر الغلط پائے گئے ہیں اور ان کی احادیث چھوڑ دی گئیں ہیں، یہ مالک امت کے لیے ہدایت کا ستارہ بھی جرح سے محفوظ نہیں رہا، اگر امام مالک کی حدیث بطور دلیل پیش کرتے وقت کوئی کہے۔ اس پر جرح کی گئی ہے تو اسے سزا دی جائے گی اور ذلیل کیا جائے گا، اس طرح اوزاعی ثقہ، حجت ہے اور بسا اوقات وہ تفرد اور وہم کا شکار ہو جاتا ہے اور اس کی زہری سے احادیث میں کچھ کلام ہے حالانکہ اس کے بارے میں امام احمد بن حنبل نے کہا، اس کی رائے بھی ضعیف اور حدیث بھی ضعیف، لوگوں نے امام احمد کے اس قول کا مفہوم لینے میں تکلف سے کام لیا ہے، اسی طرح کم فہم والوں نے زہری پر بھی جرح کی ہے۔ کیونکہ وہ بالوں کو سیاہ کرتے تھے اور فوجی لباس پہن لیتے تھے اور ہشام بن عبدالملک کے خادم بھی رہے

ہیں، ثقات پر جرح ایک وسیع باب ہے، پانی جب دو قلے ہو وہ پلید نہیں ہوتا اور مومن کی جب حسنات راجح اور سیأت کم ہوں وہ کافر نہیں ہے، یہ بھی تب ہے اگر ثقہ اور پسندیدہ پر جرح اثر انداز ہو، اور جب اثر انداز ہی نہیں تو اس کی کیا حیثیت۔ (قواعد التحدیث: ص ۱۸۷)

صحابہ رضی اللہ عنہم اور بعد کے اہل علم کے حالات کے بارے میں وسیع معلومات کی بنا پر امام مسلم جرح وتعدیل میں بہت مہارت رکھتے تھے، سلمان بن عامر بن اوس بن حجر بن عمرو بن حارث الضبی کو شرف رفاقت حاصل ہے اور مسلم بن حجاج کا قول ہے، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں ضبی صرف یہی ہے۔ (تہذیب التہذیب: ۴/ ۱۲۰) (ضبی یعنی ضب قبیلہ سے تعلق رکھنے والا)

مکی بن عبدان کہتے ہیں: میں نے مسلم بن حجاج سے سنا کہ ابو محمد عبداللہ بن ثعلبہ بن صغیر عذری، بنو زہرہ کے حلیف اور صحابی ہیں۔ (تاریخ مدینہ دمشق: ۲۷/ ۱۸۶)

امام بعد والوں کے حالات کی بھی درایت ومعرفت رکھتے ہیں۔

احمد بن سلمہ کہتے ہیں میں نے مسلم بن حجاج سے سنا، محمد بن رافع ثقہ، قابل اعتماد، صحیح تحریر یا کتاب والا ہے۔ (تہذیب التہذیب: ۹/ ۱۴۱)

علی بن حسن بن موسیٰ ہلالی کے بارے میں فرماتے ہیں طیب بن طیب، پاکیزہ کا پاکیزہ بیٹا ہے۔ (تہذیب التہذیب: ۷/ ۲۶۴) بسا اوقات وہ راوی کی آمد ورفت کی باریکیوں سے بھی آگاہ ہوتے ہیں۔

ابو جمرہ نصر بن عمران بن عصام ضبعی بصری کے بارے میں فرماتے ہیں: وہ نیشاپور میں مقیم تھا، پھر مرو چلا گیا اور پھر سرخس چلا گیا اور وہیں فوت ہوا۔ (تہذیب التہذیب: ۱۰/ ۳۸۵)

بسا اوقات وہ اپنے شیوخ کے باریک مسائل سے آگاہ ہوتے ہیں اور ان کی مسلسل جستجو جاری رکھتے ہیں اگر ان میں کوئی ایسی بات مل جاتی ہے جو ان کی حدیث کے ترک کا باعث بنتی ہے تو اس کو چھوڑ دیتے ہیں اور اگر جاری رکھنے کی بات ملتی ہے تو اس پر قائم رہتے ہیں۔

احمد بن سلمہ کہتے ہیں: میں نے مسلم سے سنا، جب ابن جریج، حدثنا، اخبرنا یا سمعت کا صیغہ استعمال کرتے ہیں تو ان سے بڑھ کر کوئی ثقہ نہیں ہوتا۔ (سیر اعلام النبلاء: ۱۲/ ۵۶۸، سیر اعلام میں یہ عبارت موجود نہیں ہے۔)

ابراہیم بن ابی طالب کہتے ہیں: میں نے مسلم سے پوچھا، آپ نے صحیح میں احمد بن عبدالرحمٰن وہبی سے بکثرت احادیث بیان کی ہیں، حالانکہ اس کا اختلاط واضح ہو چکا ہے، انہوں نے جواب دیا، اس پر اعتراض میرے مصر سے چلے جانے کے بعد ہوا ہے۔ (سیر اعلام النبلاء: ۱۲/ ۵۶۸)

ان سے علی بن جعد کے بارے میں سوال ہوا، کہا، ثقہ ہے لیکن وہ جہمی تھا۔ محمد بن یزید کے بارے میں کہا، اس کی حدیث لکھنے کے قابل نہیں۔ محمد بن عبدالوہاب اور عبدالرحمٰن بن بشر دونوں کی توثیق کی، قطن بن ابراہیم کے بارے میں کہا، اس کی حدیث نہیں لکھی جائے گی۔ (سیر اعلام النبلاء: ۱۲/ ۵۶۸)

اپنے اساتذہ سے جرح وتعدیل کے دقیق مسائل دریافت کرتے، بسااوقات اپنے سامنے ایسی میزان رکھتے جس سے رجال پرکھتے۔

مسلم بن حجاج رحمہ اللہ کہتے ہیں: میں نے یحییٰ بن معین سے پوچھا، عبداللہ بن محمد بن عقیل اور عاصم بن عبیداللہ میں سے آپ کو کون پسند ہے؟ انہوں نے جواب دیا، مجھے حدیث میں دونوں ہی پسند نہیں۔ (تہذیب الکمال: ۱۶/ ۸۲)

مسلم بن حجاج بیان کرتے ہیں: امام احمد نے عطیہ عوفی کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا: اس کی حدیث ضعیف ہے، پھر فرمایا: مجھے پتہ چلا عطیہ کلبی کے پاس جاتا اور اس سے تفسیر پوچھتا ہے اور ابوسعید کی کنیت سے یاد کرتا۔ (تہذیب التہذیب: ۷/ ۲۰۱)

جو راوی ترک کے مستحق ہیں، ان کے لیے انتہائی سخت الفاظ استعمال کرتے۔ یحییٰ بن عبداللہ بن عبداللہ بن موہب تیمی مدنی کے بارے میں مسلم بن حجاج فرماتے ہیں: ساقط متروک الحدیث، امام نسائی نے دوسری جگہ سے متروک الحدیث کہا ہے۔ (تہذیب التہذیب: ۱۱/ ۲۲۱)

قاضی ابو محمد یحییٰ بن اکثم بن محمد بن قطن مروزی کے بارے میں مسلم بن حجاج کہتے ہیں میں نے اسحاق بن راہویہ سے سنا یحییٰ بن اکثم دجال ہے۔ (تہذیب التہذیب: ۱۱/ ۱۹۵)

مکی بن عبدان کہتے ہیں: میں نے مسلم بن حجاج سے سنا، ابو معاویہ صدقہ بن عبداللہ سمین، ابو وہب کلاعی سے منکر الحدیث ہے۔ (تاریخ مدینہ دمشق: ۲۴/ ۱۹)

مکی بن عبدان کہتے ہیں: میں نے مسلم بن حجاج سے سنا، ابوعلی محمد بن معاویہ نیشاپوری، مکہ میں بس گیا تھا، متروک الحدیث ہے۔ (تاریخ بغداد: ۳/ ۲۷۴)

امام مسلم رحمہ اللہ کی علل الحدیث سے آگاہی:

بقول ابن صلاح معلل حدیث وہ ہے جس میں ایسی علت پائی جائے جو صحت میں عیب کا باعث ہو جبکہ ظاہری طور پر وہ صحیح ہو۔

محدث وہی ہے جو اسانید، علل، اسمائے رجال، سند عالی اور سند نازل سے آگاہ ہو اور مزید برآں اسے کثیر تعداد میں متون یاد ہوں۔

ہمارے اسلاف احادیث کا سماع کرتے، انہیں پڑھتے، پھر سفر پر نکلتے، ان کی تفسیر کرتے، یاد کرتے اور ان پر عمل پیرا ہوتے۔

امام سیوطی لکھتے ہیں: میں نے اپنے استاد ذہبی کا کلام اس گروہ کے بعض محدثین کو نصیحت کرتے ہوئے دیکھا ہے کہ، ان محدثین کا حصہ صرف اتنا ہے کہ روایت کے لیے صرف سن لیا جائے، اپنے اصل مقصد کی خلاف ورزی کرنے کی بنا پر اللہ ان کو سزا دے گا اور کئی دفعہ کی ستر پوشی کے بعد ان کی تشہیر کر دے گا، زبانوں پر ان کا گوشت رہ جائے گا، اور محدثین کے لیے باعث عبرت ہوں گے، پھر اللہ ان کے دلوں پر مہر لگا دے گا، آگے جا کر لکھتے ہیں، کیا سنت کے طلبہ میں سے کوئی طالب نمازوں کے بارے میں تھاون (سستی وکوتاہی) کر سکتا ہے، یا ایسی عادات سے دوچار ہو سکتا ہے؟ ان سب سے منحوس ترین وہ محدث ہے، جو حدیث میں جھوٹ بولتا ہے اور گپ گھڑتا ہے، اگر اس کی فتنہ پرور ہمت نقل میں جھوٹ اور تطبیق میں تزویر تک ترقی آ جاتی ہے تو وہ (محنت سے) آسودہ ہو گیا، اگر وہ اجزاء کی چوری کرتا ہے اور اوقاف کا پردہ چاک کرتا ہے تو وہ محدث کے بھیس میں چور ہے، اور اگر وہ کسی کی حق تلفی کرتے ہوئے اور قیادت پر فائز ہو کر تکمیل نفس کرتا ہے، تو اس نے افادہ مکمل کر لیا اور وہ یہی رویہ علوم میں اختیار کرتا ہے تو وہ ذلت وخبط میں اضافہ کر لیتا ہے، آخر میں لکھتے ہیں، کیا اس قسم کے لوگوں میں کوئی بھلائی ہے؟ اللہ ان کو زیادہ نہ کرے۔ (تدریب الراوی: ۱/ ۴۷)

نیز امام سیوطی، ابن مہدی سے نقل کرتے ہیں: علم حدیث کی معرفت الہامی چیز ہے، اگر آپ کسی علل حدیث کے عالم سے پوچھیں، آپ یہ بات کیوں کر کہتے ہیں؟ اس کے پاس کوئی دلیل نہیں ہوگی، کتنے ہی افراد ہیں جو اس تک نہیں پہنچ سکتے، ان سے پوچھا گیا آپ ایک حدیث کے بارے میں کہتے ہیں، یہ صحیح ہے، یہ ثابت نہیں ہے، تو آپ یہ کس سے نقل کرتے ہیں تو انہوں نے جواب دیا، آپ بتایئے آپ ایک زرگر کے پاس جائیں اور اسے اپنے دراہم دکھائیں، اور وہ کہے یہ ٹھیک ہے یہ کھوٹا ہے، تو اس سے یہ دریافت کریں گے، آپ کس طرح یہ کہتے ہیں یا تم اس کی بات تسلیم کر لو گے، اس نے جواب دیا بلکہ میں اس کی بات تسلیم کروں گا، تو ابن مہدی نے کہا حدیث کی جانچ پرکھ بھی اسی طرح ہے جس کا سبب (محدثین کی) طویل رفاقت، بحث ومباحثہ اور مہارت وآگاہی ہے۔

ابو زرعہ سے دریافت کیا گیا، حدیث کی علت بیان کرنے کی تمہارے پاس کیا دلیل ہے؟ تو اس نے کہا، اس کی دلیل یہ ہے تم مجھ سے کسی معلول حدیث کے بارے میں پوچھو، میں اس کی علت بیان کروں گا، پھر تم ابن وارۃ کا رخ کرنا، اس سے اس کے بارے میں پوچھنا وہ علت بیان کرے گا، پھر تم ابو حاتم کے پاس جانا وہ اس کی علت بیان کرے گا پھر اس حدیث کے بارے میں ہم سب کی گفتگو کا جائزہ لینا، تم ہمارے درمیان اختلاف پاؤ،

تو سمجھ لینا ہم میں سے ہر ایک نے اپنی مرضی کی بات کی ہے اور اگر ہماری گفتگو میں اتفاق پاؤ تو اس علم کی حقیقت جاننا، اس آدمی نے ایسے ہی کیا، ان سب کی بات یکساں تھی، تو اس نے کہا میں گواہی دیتا ہوں، یہ علم ایک الہامی چیز ہے، اس کے جاننے کا طریقہ یہی ہے، اس حدیث کی تمام سندوں کو جمع کیا جائے، اس کے راویوں کے اختلاف، ضبط واتقان پر نظر دوڑائی جائے، ابن المدینی کا قول ہے: اگر کسی حدیث کے تمام طرق جمع نہ کیے جائیں تو اس کی غلطی واضح نہیں ہوتی۔ (تدریب الراوی:۱/۲۵۲،۲۵۳)

امام مسلم رحمہ اللہ اس فن کے شہسوار تھے، اور یہ علم انہوں نے اپنے اساتذہ، بخاری اور علی بن المدینی رحمہما اللہ سے سیکھا، اگرچہ ان سے روایت نہیں کیا، جیسا کہ ہم بیان کر چکے ہیں، حتیٰ کہ اپنے بعض شیوخ سے بھی سبقت لے گئے، حتیٰ کہ بعض حفاظ نے ان کی صحیح کو بخاری (کی صحیح) پر بھی ترجیح دی ہے، ابوعلی نیشاپوری کا قول ہے: آسمان کی چھت کے نیچے صحیح مسلم سے صحیح تر کوئی کتاب نہیں ہے۔ امام ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: شاید ابوعلی تک صحیح بخاری نہیں پہنچی۔ (تذکرۃ الحفاظ:۲/ ۵۸۹)

ابوعمرو بن حمدان کا قول ہے میں نے ابن عقدہ سے پوچھا بخاری اور مسلم دونوں میں سے زیادہ حافظ کون ہے؟ تو اس نے کہا محمد بھی عالم ہے اور مسلم بھی عالم ہے میں نے یہ سوال کئی بار دہرایا تو اس نے کہا محمد کو اہل شام کے بارے میں غلطی لگ جاتی ہے کیونکہ اس نے ان کا تذکرہ ان کی کتابوں کو دیکھ کر کیا ہے۔ اس لیے وہ ان میں کسی کا ذکر ایک جگہ اس کی کنیت کے ضمن میں کرتے اور دوسری جگہ اس کو دوسرا سمجھ کر اس کے نام کے ضمن میں کر دیتے ہیں، اور مسلم کو علل کے بیان میں غلطی کم ہی لاحق ہوتی ہے۔ کیونکہ اس نے صرف مسند احادیث بیان کی ہیں، مقطوع اور مرسل روایات بیان نہیں کیں۔ (تذکرۃ الحفاظ:۲/ ۵۸۹)

یعنی فقہ وتفسیر میں صحابہ رضی اللہ عنہم وتابعین رحمہم اللہ کے اقوال نقل نہیں کیے۔

اس لیے ہم دیکھتے ہیں، وہ راوی کے دوسرے سے سماع کے ثبوت میں باریک بینی سے کام لیتے ہیں اور علت کا عموماً تعلق سماع ہی سے ہوتا ہے۔

مکی بن عبدان کا قول ہے: میں نے مسلم بن حجاج سے سنا، ابوخالد ثور بن یزید رجی نے خالد بن معدان سے سنا ہے اور اس سے ثوری اور یحییٰ بن سعید روایت کرتے ہیں۔ (تاریخ مدینہ دمشق:۱۱/ ۱۸۶)

مکی بن عبدان کہتے ہیں، میں نے مسلم بن حجاج سے سنا ابوعبداللہ ثوبان، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا آزاد کردہ غلام ہے۔ (تاریخ مدینہ دمشق:۱۱/ ۱۸۶)

ابوعبداللہ حافظ کا قول ہے: میں نے مسلم بن حجاج کی تحریر پڑھی، اس نے ان لوگوں کا تذکرہ کیا جنہوں نے

جاہلیت کا دور پایا اور نبی اکرم ﷺ سے ملاقات نہیں کی لیکن وہ نبی اکرم ﷺ کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ رہے، ان میں سے شریح بن ہانی حارثی بھی ہے۔ (تاریخ مدینہ دمشق: ۲۳/ ۶۸)

مکی بن عبدان کا قول ہے، میں نے مسلم بن حجاج سے سنا ابوفوزہ حدیر بنو سلیم کے آزاد کردہ غلام سے علاء بن حارث روایت کرتا ہے۔ (تاریخ مدینہ دمشق: ۱۲/ ۲۴۰)

مکی بن عبدان کہتے ہیں: میں نے مسلم بن حجاج سے سنا، ابوالزاہریہ حدیر بن کریب نے ابوامامہ اور عبداللہ بن بسر سے سنا اور اس سے معاویہ بن صالح نے روایت کی ہے۔ (تاریخ مدینہ دمشق: ۱۲/ ۲۴۶)

مکی بن عبدان کا قول ہے: میں نے مسلم بن حجاج سے سنا، ابوعبداللہ حسن بن عمران عسقلانی نے عبداللہ بن عبدالرحمٰن بن ابزیٰ سے سنا اور اس سے شعبہ نے روایت کیا ہے۔ (تاریخ مدینہ دمشق: ۱۳/ ۳۳۸)

مکی بن عبدان کا قول ہے: میں نے مسلم بن حجاج سے سنا ابوصالح حکم بن موسیٰ بغدادی نے یحییٰ بن حمزہ اور ھقل بن زیاد سے سماع کیا۔ (تاریخ مدینہ دمشق: ۱۵/ ۵۵)

مکی بن عبدان کا قول ہے: میں نے مسلم بن حجاج سے سنا، ابوعبیدہ حمید بن تیرویہ طویل نے انس بن مالک اور حسن سے سنا اور اس سے حماد بن سلمہ اور ابن مبارک نے روایت لی۔ (تاریخ مدینہ دمشق: ۱۵/ ۲۵۷)

مکی بن عبدان کا قول ہے میں نے مسلم بن حجاج سے سنا، ابوعلی حسین بن قیس اور بقول بعض حنش، عکرمہ سے روایت کرتا ہے وہ منکر الحدیث ہے۔ (تاریخ مدینہ دمشق: ۱۵/ ۳۱۷)

مکی بن عبدان کا قول ہے، میں نے مسلم بن حجاج سے سنا، ابومحمد داود بن ابی ہند نے ابن المسیب، عکرمہ اور حسن سے سماع کیا اور اس سے ثوری اور یزید بن ہارون روایت کرتے ہیں۔ (تاریخ مدینہ دمشق: ۱۷/ ۱۲۱)

مکی بن عبدان کا قول ہے، میں نے مسلم بن حجاج سے سنا ابوسعید عبدالکریم بن مالک جزری نے مجاہد اور سعید بن جبیر سے سنا اور اس سے ثوری اور ابن عیینہ نے روایت لی ہے۔ (تاریخ مدینہ دمشق: ۳۶/ ۴۵۸)

محمد بن ماسرجسی کا قول ہے، میں نے مسلم سے سنا، میں نے ''صحیح'' کو تین لاکھ مسموعات سے انتخاب کر کے لکھا۔ (تذکرۃ الحفاظ: ۲/ ۵۸۹)

احمد بن سلمہ کا قول ہے، میں مسلم کے ساتھ ''صحیح'' کی تالیف میں پندرہ سال رہا اور وہ بارہ ہزار احادیث پر مشتمل ہے۔ (تذکرۃ الحفاظ: ۲/ ۵۶۹)

روایت حدیث میں احتیاط:

امام مسلم، پرہیزگار، امانت دار تھے، اپنی صحیح میں صرف وہی احادیث درج کیں جن کی صحت کا انہیں یقین

تھا، اوران کے بارے اپنے مشائخ سے دریافت کیا تھا۔

ابراہیم بن محمد بن سفیان کہتے ہیں، مسلم بن حجاج، ابوسعید قطن بن ابراہیم نیشاپوری کے ہاں گئے اوراس سے کچھ احادیث لکھیں، لوگ اس کے پاس جمع ہوگئے تو اس نے ابراہیم بن طہمان کے واسطہ سے ایوب سے، نافع کی ابن عمر سے دباغت کے بارے میں روایت بیان کی، لوگوں نے اس سے اصل نسخہ کا مطالبہ کیا، اس نے نسخہ پیش کیا اس میں یہ حدیث نہ تھی، حاشیہ پر لکھی ہوئی تھی، امام مسلم رحمہ اللہ نے اس بنا پر اس کو چھوڑ دیا۔ (تہذیب التہذیب: ۸/ ۳۴۰)

فقہ میں امام مسلم رحمہ اللہ کا درجہ (مقام ومرتبہ):

امام مسلم محدثین کے اسلوب پر متقی، فقیہ، امام تھے، فتویٰ حدیث کی صورت میں دیتے تھے، ایسے کیوں نہ ہوتا، اس کے استاد اور امام محدثین کے استاد، واقف کار فقہاء کے امام، بخاری تھے، جن کے سامنے پروان چڑھے اوران سے علوم اخذ کیے۔ اس کا بڑا گواہ، ان کا اپنی صحیح کو ایک انوکھے انداز میں فقہی ابواب پر مرتب کرنا ہے، اس میں اول تا آخر صرف نبوی ﷺ احادیث بیان کی ہیں، ان کے ساتھ آپ کے سوا کسی کا قول نہیں ملایا، مگر بہت نادر، کیونکہ ہم دیکھتے ہیں، کتاب الصلاۃ کے تحت بے شمار احادیث بیان کرنے کے بعد، یحییٰ بن ابی کثیر کا یہ جملہ نقل کیا ہے۔ لا یستطاع العلم براحة الجسد، (صحیح مسلم: ۶۱۲) ''جسمانی آسودگی کے ساتھ علم حاصل نہیں ہوسکتا۔'' بلکہ ہم دیکھتے ہیں، انہوں نے کتاب کے مقدمہ کے بعد مسلسل احادیث لکھیں، ان کے درمیان کوئی باب یا عنوان قائم نہیں کیا، اور تراجم ابواب صحیح مسلم کی شرح کرنے والوں نے لکھے ہیں۔

امام مسلم رحمہ اللہ نے اپنی صحیح کے علاوہ بھی اپنی آراء کا اظہار کیا ہے، وہ اپنی کتاب ''الانتفاع بجلود السباع'' درندوں کے چمڑے سے فائدہ اٹھانا، میں لکھتے ہیں: یہ ان لوگوں کا قول ہے، جو احادیث کا علم اور فہم رکھتے ہیں اوران کی پیروی کرتے ہیں انہیں میں یحییٰ بن سعید، ابن مہدی، محمد بن ادریس شافعی، احمد اور اسحاق داخل ہیں۔

دوسری جگہ امام شافعی پر اعتراض کرنے والے کا قول نقل کر کے لکھتے ہیں:

ورب عياب له منظر، مشتمل الثوب على العيب. (تهذيب التهذيب: ۹/ ۲۷)

''بسا اوقات نکتہ چینی کرنے والے کا منظر یہ ہوتا ہے کہ اس کا کپڑا عیب دار ہوتا ہے۔''

حافظ محمد بن عبداللہ کا قول ہے میں نے ابوعمرو مستملی کی تحریر پڑھی کہ میں نے ابواحمد محمد بن عبدالوہاب سے سنا، اس نے ''مس الذکر'' عضو مخصوص کو ہاتھ لگانے والی حدیث حسین بن الولید کے واسطہ سے بیان کر کے کہا، مسلم بن حجاج کو یہ حدیث پسند تھی، ان کی رائے اور عمل اس پر تھا، اور مسلم بن حجاج، لوگوں کے علماء میں سے علم کا مخزن تھے، میرے علم کی حد تک وہ بہتر فرد تھے۔ (طبقات الشافعیہ: ۳/ ۲۹۷)

اہل علم نے امام مسلم کو امام، عالم، اور فقیہ قرار دیا ہے اور ان کی صحیح دین کی اساسی کتب میں سے ایک ہے۔
امام بیہقی نے شیخ عمید الملک کو خط لکھا، پھر بیہقی نے شیخ کا شعری ترجمہ لکھا ہے اور نسب لکھنے کے بعد امام بیہقی لکھتے ہیں جب ہمارے شیخ ابوالحسن اشعری کی باری آئی تو انہوں نے اللہ کے دین میں کوئی نئی بات نہیں نکالی، اور نہ کسی بدعت کو ایجاد کیا بلکہ اصول دین کے سلسلہ میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، تابعین اور بعد کے ائمہ کے اقوال لیے اور ان کی نصرت میں ان کی مزید تشریح اور وضاحت کی اور بتایا انہوں نے اصول کے بارے میں جو کچھ کہا ہے اور جو کچھ شریعت میں آیا ہے وہ عقلی رو سے درست ہے، جبکہ اہل ہوی (بدعتی) یہ سمجھتے ہیں کہ ان کی بعض چیزیں عقلی رو سے درست نہیں اور ان کے بیان وثبوت میں اہل السنہ والجماعۃ یکسو نہیں۔ اور اس نے گزشتہ ائمہ مثلاً ابوحنیفہ، سفیان ثوری جو کوفہ کے باشندے ہیں، اوزاعی وغیرہ جو شامی ہیں، مالک اور شافعی جو اہل حرمین سے ہیں اور اہل حجاز اور باقی بلاد سے ان دونوں کے طرز عمل کو اختیار کرنے والے جیسے احمد بن حنبل وغیرہ محدثین اور لیث بن سعد وغیرہ، ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری اور ابوالحسین مسلم بن حجاج نیشاپوری، جو اہل اثر کے امام ہیں، اور سنن جن پر شریعت کا مدار ہے کے حافظ ہیں۔ کے اقوال کی حمایت کی ہے۔

امام مسلم رحمہ اللہ کی تصانیف:

امام مسلم رحمہ اللہ کی بہت سی مصنفات ہیں، ان میں سے چند ایک یہ ہیں: (۱) اوہام المحدثین (۲) الجامع الصحیح (۳) رباعیات فی الحدیث (۴) طبقات الرواۃ (۵) کتاب الاسماء والکنی (۶) کتاب افراد الشامیین (۷) کتاب الافراد (۸) کتاب الاقران (۹) کتاب الانتفاع باھاب جلود السباع (۱۰) کتاب اولاد الصحابہ (۱۱) کتاب التاریخ (۱۲) کتاب التمییز (۱۳) کتاب الجامع علل الابواب (۱۴) کتاب السوالات عن احمد بن حنبل (۱۵) کتاب العلل (۱۶) کتاب حدیث عمرو بن شعیب (۱۷) کتاب المخضرمین (۱۸) کتاب من لیس لہ الا راو واحد (۱۹) کتاب الوحدان (۲۰) مشائخ الثوری (۲۱) مشائخ مالک (۲۲) مشائخ شعبہ (۲۳) المسند الکبیر علی الرجال۔

بقول امام ذہبی، اس کا کسی نے امام سے سماع نہیں کیا۔

مکی بن عبدان کا قول ہے، میں نے مسلم سے سنا، اگر اہل حدیث دوسو (۲۰۰) سال بھی حدیث لکھتے رہیں، تو ان کا مدار اس مسند پر ہوگا یعنی المسند الکبیر پر۔ (سیر اعلام النبلاء: ۱۲/ ۵۷۹)

نوٹ:...... امام ذہبی نے سیر اعلام النبلاء: ۱۲/ ۵۶۸ پر مکی بن عبدان کا یہ قول نقل کیا ہے، میں نے مسلم سے سنا، میں نے اپنی یہ کتاب المسند ابوزرعہ کے سامنے پیش کی تو اس نے جس کے بارے میں یہ مشورہ دیا کہ اس کتاب کی یہ حدیث معلول ہے یا اور کوئی سبب ہے اس کو میں نے ترک کر دیا اور جس کے بارے میں کہا، یہ صحیح

ہے، اس میں کوئی علت نہیں، اس کو میں نے پیش کیا اور اگر اہل الحدیث، دو سو سال بھی حدیث لکھتے رہیں تو ان کا مدار اس سند پر ہوگا، اس عبارت سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ ''المسند'' سے مراد صحیح مسلم ہے، کیونکہ المسند الکبیر کا تو کسی کو سماع ہی حاصل نہیں ہوا۔ (عبدالعزیز علوی)

ابن الشرقی امام مسلم سے بیان کرتے ہیں، میں نے اس المسند میں جو چیز درج کی ہے وہ دلیل کی بنا پر درج کی ہے اور جو چیز چھوڑی ہے وہ بھی دلیل کی بنا پر چھوڑی ہے۔ (سیر اعلام النبلاء: ۱۲/ ۵۸۰)

صحیح احادیث پر تصانیف کا آغاز:

اسلام کے دور میں سب سے پہلی کتاب جو لکھی گئی وہ ابن جریج کی کتاب ہے اور بقول بعض امام مالک کا موطا ہے اور بقول بعض سب سے پہلی تصنیف جو ابواب کی صورت میں لکھی گئی وہ ربیع بن صبیح بصری کی ہے پھر حدیث کے جمع وتدوین اور اجزاء اور کتب کی صورت میں لکھنا عام ہوگیا بہت لکھا گیا، جس سے بہت فائدہ پہنچا، یہاں تک کہ امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری اور امام ابوالحسین مسلم بن حجاج قشیری رحمہ اللہ کا دور آ گیا، تو ان دونوں نے اپنی کتابوں کو مدون کیا، اور ان میں ایسی احادیث درج کیں، جو ان کے نزدیک یقینی طور پر صحیح تھیں اور ان کے نزدیک ان کی روایت ثابت تھی اور انہوں نے اپنی کتابوں کو ''صحیح'' کا نام دیا اور وہ اپنے قول میں سچے ہیں، اس بنا پر اللہ تعالیٰ نے ان کو مشرق ومغرب میں شرف قبولیت سے نوازا، پھر اس نوع کی تصانیف کے انتشار (پھیلاؤ) میں اضافہ ہوگیا، اور عام لوگوں کے ہاتھوں میں چلی گئیں، لوگوں کے اغراض ومقاصد مختلف تھے، یہاں تک یہ دور جس میں ایسے حضرات جمع تھے اور باہمی اتفاق تھا ختم ہوگیا، مثلاً ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی، ابوداود سلیمان بن اشعث سجستانی، ابوعبدالرحمٰن احمد بن شعیب نسائی رحمہ اللہ وغیرہم جیسے لوگ تھے۔ تحصیل علم کے ادوار میں سے یہ دور خلاصہ اور انتہاء تھا، اس کے بعد طلب وجستجو میں کمی آ گئی، شوق کم ہوگیا، ہمتیں کمزور پڑ گئیں، ہر قسم کے علوم وفنون اور حکومتوں میں یہی صورت حال پیش آتی ہے وہ آہستہ آہستہ پیدا ہوتے ہیں اور ہمیشہ پھلتے پھولتے رہتے ہیں، یہاں تک کہ اپنی انتہاء کو پہنچ جاتے ہیں۔ پھر واپس لوٹنا شروع ہو جاتے ہیں، گویا علم حدیث کی انتہاء بخاری، مسلم اور ان کے دور کے محدثین پر ہوگئی پھر تنزل وانحطاط، اس حد تک پہنچ گیا جو اللہ کو منظور تھا۔ پھر یہ علم اپنے شرف اور بلند مرتبہ ہونے کے باوجود یہ علم کمیاب اپنے لفظ اور معنی دونوں کے اعتبار سے مشکل ہے اسی لیے لوگوں کی تصانیف میں مختلف اغراض تھیں، بعض کا مقصد صرف احادیث کی تدوین تھی تاکہ الفاظ کی حفاظت ہو جائے اور ان سے احکام مستنبط ہوسکیں، جیسا کہ عبداللہ بن موسیٰ ضبی اور ابوداؤد طیالسی وغیرہما نے آغاز میں کیا، پھر ان کے بعد احمد بن حنبل رحمہ اللہ اور ان کے بعد کے لوگوں نے کیا، انہوں نے احادیث اپنے

راویوں کے اعتبار سے لکھیں وہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی مسند احادیث لکھتے ہیں جس میں ان کی تمام مرویات کو بیان کرتے ہیں، پھر اسی ترتیب سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی الگ الگ احادیث لکھتے ہیں۔ (ابجد العلوم: ۲/۲۲۳)

الجامع الصحیح:

صحیح مسلم عام طور پر مشہور ہے اور وہ مجموعی اعتبار سے مصنف سے تواتر کے ساتھ ثابت ہے اس لیے وہ یقینی علم کے ساتھ ابوالحسین مسلم بن حجاج کی تصنیف ہے۔

ابوعبداللہ محمد بن ابی نصر اندلسی کا قول ہے، میں نے حافظ فقیہ ابومحمد علی بن احمد بن سعید سے سنا، جب صحیحین کا تذکرہ ہوا تو اس نے دونوں کی عظمت شان اور رفعت مقام کا اعتراف کیا، اور بتایا کہ سعید بن سکن کے ہاں محدثین کی ایک جماعت جمع ہوئی اور انہوں نے اس سے پوچھا، ہمارے سامنے کتب حدیث بے شمار تعداد میں موجود ہیں تو شیخ ہماری رہنمائی کے لیے کسی کا انتخاب فرما دیں جس پر ہم کفایت کر سکیں، تو وہ خاموشی کے ساتھ اپنے گھر چلے گئے اور چار بنڈل نکال لائے اور انہیں ایک دوسرے کے اوپر رکھ دیا اور کہا یہ اسلام کی اساس ہیں، مسلم کی کتاب بخاری کی کتاب، ابوداود کی کتاب اور نسائی کی کتاب۔ (تاریخ دمشق: ۵۸/۹۳)

امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: علماء کا اتفاق ہے کہ قرآن عزیز کے بعد سب سے صحیح ترین کتب صحیحین بخاری اور مسلم ہیں، امت کے ہاں دونوں کو قبولیت حاصل ہے اور بخاری کی کتاب دونوں میں سے صحیح تر ہے اور اس کے ظاہری اور مخفی فوائد و معارف زیادہ ہیں اور صحیح سند سے ثابت ہے، مسلم نے بخاری سے استفادہ کیا ہے اور اس کا اعتراف کیا ہے کہ علم حدیث میں وہ بے مثال ہیں اور ہم نے جو بخاری کو ترجیح دی ہے، یہی مختار موقف ہے۔ جس کے جمہور، اہل اتقان، ماہرین اور اسرار حدیث کے غواص (ماہرین) قائل ہیں۔

حافظ ابوعلی حسین بن علی نیشاپوری جو امام حاکم ابوعبداللہ بن بیّع کے استاد ہیں کا قول ہے کہ صحیح مسلم زیادہ صحیح ہے، اور بعض مغربی شیوخ اس کے ہم نوا ہیں، لیکن صحیح پہلا قول ہے اور امام، حافظ، فقیہ، تیز نگاہ، ابوبکر اسماعیلی نے اپنی کتاب ''المدخل'' میں بخاری کی ترجیح ثابت کی ہے۔

امام ابوعبدالرحمٰن نسائی رحمہ اللہ کا قول ہے: ان تمام کتب میں سے کوئی بھی بخاری کی کتاب سے بہتر نہیں۔ امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اختصار کے ساتھ بخاری کے راجح ہونے کی دلیل یہ ہے کہ علماء کا اتفاق ہے (الف) بخاری کا درجہ مسلم سے فائق ہے (ب) وہ فن حدیث کے اس سے زیادہ عالم ہیں (ج) اس نے اپنے علم کا انتخاب اور اپنی پسندیدہ احادیث کی تلخیص اس کتاب میں کر دی ہے۔ (د) اس کی تہذیب و تنقیح میں سولہ برس صرف کیے ہیں۔ (س) اسے ہزار ہا احادیث سے جمع کیا ہے، میں نے ان سب باتوں کے دلائل اپنی صحیح بخاری کی شرح

کے آغاز میں بیان کیے ہیں، بخاری کی کتاب کے راجح ہونے کی دلیل یہ بھی ہے کہ امام مسلم کا موقف جس پر انہوں نے اپنی کتاب کے شروع میں اجماع کا دعویٰ کیا ہے، یہ ہے کہ معنعن سند، متصل کے حکم میں ہے یعنی سماع کا حکم رکھتی ہے جبکہ عن سے روایت کرنے والے راوی اور اس کا استاد ہم عصر ہوں، اگر چہ ان کی ملاقات ثابت نہ ہو، اور امام بخاری رحمہ اللہ جب تک دونوں کی ملاقات ثابت نہ ہو، اس کو موصول قرار نہیں دیتے۔ یہ موقف، بخاری کی کتاب کا راجح ہونا ثابت کرتا ہے، اگر چہ ہم یہ فیصلہ نہیں کرتے کہ امام مسلم رحمہ اللہ نے اپنی صحیح میں اپنے موقف پر عمل کیا ہے کیونکہ اس قدر زیادہ طرق جمع کر دیتے ہیں، جن کی موجودگی میں امام مسلم رحمہ اللہ کے جائز کردہ موقف کا پایا جانا مشکل ہے۔ (مقدمہ صحیح مسلم شرح نووی پاکستانی نسخہ: ۱/۱۳)

صحیح مسلم یقینی طور پر صحیح ہے:

شیخ ابوعمرو بن صلاح لکھتے ہیں، امام مسلم رحمہ اللہ نے اپنی اس کتاب میں جن احادیث کو صحیح قرار دیا ہے وہ قطعی طور پر صحیح ہیں اور نفس الامر میں ان کے صحیح ہونے کا علم نظری حاصل ہے یہی صورت بخاری کی بیان کردہ صحیح احادیث کی ہے کیونکہ چند ان لوگوں کے سوا جن کے قول کا مخالف وموافق ہونا اجماع میں معتبر نہیں ہے، امت کے ہاں ان کو قبولیت حاصل ہے، شیخ فرماتے ہیں، ہمارا پسندیدہ مؤقف یہ ہے کہ وہ حدیث جو درجہ تواتر کو نہیں پہنچتی، امت کا اس کو قبول کر لینا اس کی صحت کا علم نظری پیدا کرتا ہے، اگر چہ بعض اصولی محققین نے اس کی مخالفت میں یہ کہا ہے کہ ''چونکہ یہ سب لوگوں کے حق میں صرف ظن کا فائدہ دیتا ہے، اس لیے اس کو علم قرار دینا صحیح نہیں، کیونکہ ظن، حدیث پر عمل کو ثابت کرتا ہے، اس لیے اس کو قبول کر لیا گیا ہے، لیکن ظن میں غلطی کا امکان ہے۔'' شیخ فرماتے ہیں یہ اعتراض اس لیے اٹھ جاتا ہے کہ جو لوگ غلطی سے محفوظ ہیں، وہ غلطی نہیں کر سکتے اور امت اپنے اجماع میں غلطی سے محفوظ ہے۔ اس لیے امام الحرمین کا قول ہے، اگر کوئی انسان یہ قسم اٹھاتا ہے کہ بخاری اور مسلم نے اپنی کتابوں میں جن احادیث کو صحیح قرار دیا ہے، اگر وہ صحیح نہ ہوں تو میری بیوی کو طلاق، تو اس کی بیوی کو طلاق نہیں پڑے گی اور نہ وہ اپنی قسم میں حانث ہوگا کیونکہ ان دونوں کی صحت پر مسلمان اہل علم کا اجماع ہے۔ شیخ فرماتے ہیں اس پر یہ اعتراض ہو سکتا ہے کہ قسم تو تب بھی نہیں ٹوٹے گی اگر مسلمانوں کا ان کی صحت پر اجماع نہ بھی ہو، کیونکہ شک کی صورت میں قسم نہیں ٹوٹتی، اگر انسان یہ قسم کسی ایسی حدیث کے بارے میں اٹھائے جس کی یہ کیفیت نہ ہو تو وہ نہیں ٹوٹے گی، اگر چہ اس کا راوی فاسق ہو، اس طرح قسم کا نہ ٹوٹنا تو اجماع کے بغیر بھی حاصل ہے، اس کو اجماع کی طرف منسوب کرنے کی کیا ضرورت ہے؟ شیخ فرماتے ہیں اس کا جواب یہ ہے کہ اجماع کی طرف منسوب کرنے کی صورت میں قسم کا نہ ٹوٹنا ظاہری اور باطنی پر قطعی ہے اور شک کی صورت

میں قسم کا نہ ٹوٹنا صرف ظاہری اعتبار سے ہے، باطنی اعتبار سے ٹوٹنے کا احتمال موجود رہتا ہے، امام الحرمین کے کلام کا محمل یہی ہے اور ان کی محققانہ شان کے لائق یہی صورت ہے، جب ہماری بات کا علم ہو گیا، تو یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ بخاری اور مسلم کی جن احادیث پر کسی قابل اعتماد حافظ نے گرفت اور تنقید کی ہے تو وہ علم نظری سے مستثنیٰ ہے، کیونکہ اس کی قبولیت پر اجماع نہ ہوا اور یہ مقامات بہت کم ہیں جیسا کہ ہم اس کتاب میں واضح کریں گے۔

(مقدمہ صحیح مسلم مع شرح نووی: ۱/۱۳، پاکستانی نسخہ)

امام ابوعمرو اپنے ایک جزء میں لکھتے ہیں: جس حدیث کی تخریج پر بخاری اور مسلم متفق ہوں اس کے راوی کا صدق قطعی اور یقین سے ثابت ہے، کیونکہ امت نے اس کو قبول کر لیا ہے، اور یہ تلقی (قبولیت) علم نظری کا فائدہ دیتی ہے جو علم کے افادہ میں متواتر کی طرح ہے، صرف یہ فرق ہے متواتر سے علم ضروری (بلاغور وفکر) حاصل ہوتا ہے اور امت کے قبول کر لینے سے علم نظری (جو غور وفکر کا محتاج ہے) حاصل ہوتا ہے اور امت کا اتفاق ہے کہ بخاری اور مسلم جس حدیث کی صحت پر متفق ہیں تو ان کی بات حق اور سچ ہے، شیخ نے اپنی کتاب علوم الحدیث (مقدمہ ابن الصلاح) میں لکھا ہے، میرا رجحان یہ تھا کہ جس حدیث پر دونوں متفق ہوں، ان کی صحت کا ظن غالب حاصل ہے اور میں اسے قوی موقف خیال کرتا تھا لیکن اب مجھ پر یہ حقیقت کھلی ہے کہ صورت حال یہ نہیں، صحیح بات یہ ہے کہ اس سے علم حاصل ہوتا ہے۔

امام ابن صلاحؒ نے ان مقامات پر جس رائے کا اظہار کیا ہے یہ محققین اور اکثریت کے قول کے مخالف ہے، ان کے نزدیک صحیحین کی وہ احادیث جو متواتر نہیں ہیں وہ ظن کا فائدہ دیتی ہیں کیونکہ وہ آحاد ہیں اور آحاد ظن کا فائدہ دیتی ہیں جیسا کہ (اصول حدیث میں) ثابت ہے اس سلسلہ میں بخاری اور مسلم اور دوسری کتابوں میں کوئی فرق نہیں ہے۔

امت کے قبول کر لینے نے ان کی احادیث پر عمل کرنے کو ثابت کیا ہے اور یہ اتفاقی بات ہے کیونکہ ان کے علاوہ کتابوں کی احادیث پر عمل کا ثبوت تب ہوگا جب ان کی سند صحیح ہو اور ان سے صرف ظن حاصل ہوگا، صحیحین کا حکم بھی یہی ہے، ان میں اور دوسری کتابوں میں امتیاز یہ ہے کہ ان کی احادیث کا صحیح ہونا محتاج نظر نہیں ہے ہر حالت میں ان پر عمل کرنا ثابت ہے اور باقی کتابوں کی احادیث محتاج نظر ہیں، ان میں شروط صحت کا پایا جانا قابل غور ہے، اور ان دونوں کی کتابوں کی احادیث کے قابل عمل ہونا کے اجماع سے یہ لازم نہیں آتا کہ ان کا کلام نبوی ہونا بھی قطعی ہے، امام ابن برہان نے بڑی سختی کے ساتھ ان لوگوں کے قول کا انکار کیا ہے جنہوں نے شیخ والا موقف اپنایا ہے اور بڑے مبالغہ کے ساتھ اس کی تغلیط کی ہے، اور شیخ نے امام الحرمین کے کلام کی جو

تاویل بیان کی ہے کہ وہ قسم میں حانث نہیں ہوگا وہ یہ شیخ کے مختار موقف کی بنیاد پر ہے، اکثریت کے موقف کی رو سے یہ احتمال ہے کہ امام الحرمین کا مقصد یہ ہے کہ ظاہری طور پر حانث نہیں ہوگا اور اس کے لیے قسم ٹوٹنے کو پسندیدہ قرار دینا درست نہ ہوگا کہ اس کے لیے رجوع کرنا پسندیدہ ہو، اگر وہ دوسری کتابوں کی کسی حدیث پر یہ قسم اٹھائے تو ہم اس کو حانث قرار نہیں دیں گے۔ ہاں اس کے لیے رجوع کرنا پسندیدہ ہوگا، قسم میں حانث ہونے کا احتمال ہے، اس لیے احتیاط رجوع میں ہے یہ واضح چیز ہے، لیکن صحیحین میں حنث کا احتمال انتہائی کمزور ہے، اس لیے احتمال کے ضعیف ہونے کے باعث، رجوع کرنا پسندیدہ نہیں ہوگا۔ (مقدمہ صحیح مسلم مع نووی: ۱/ ۱۵)

نوٹ:...... امام سیوطی نے بہت سے اہل علم سے حافظ ابن الصلاح کے موقف کی تائید نقل کی ہے دیکھئے تدریب الراوی: ۱/ ۱۳۲ تا ۱۳۴، اور حافظ ثناء اللہ زاہدی ﷾ نے اس موضوع پر ایک مستقل رسالہ لکھا ہے۔ مولانا انور شاہ بخاری نے بھی امام ابن صلاح کی تائید کی ہے اور احناف میں شمس الائمہ سرخسی اور حنابلہ میں سے حافظ ابن تیمیہ کا یہی موقف نقل کیا ہے ج ۱ ص ۴۵۔

الشیخ الامام ابوعمرو بن صلاح لکھتے ہیں: امام مسلم نے اپنی ''صحیح'' میں یہ شرط ملحوظ رکھی ہے کہ حدیث کی سند متصل ہو، راوی از اول تا آخر ثقہ ہوں، حدیث شذوذ اور علت سے پاک ہو، یہ صحیح کی تعریف ہے تو جس حدیث میں یہ تمام شروط موجود ہوں تو وہ بالاتفاق تمام محدثین کے نزدیک صحیح ہوگی اور جن احادیث کی صحت میں اختلاف ہے تو اس کی وجہ (ا) ان شروط میں سے کسی شرط کے پائے جانے میں اختلاف ہوگا۔ (ب) اس شرط کے بارے میں اختلاف ہوگا مثلاً کوئی راوی مستور الحال ہے۔ (ج) یا حدیث مرسل ہوگی (د) یہ اختلاف بھی ہوسکتا ہے کیا اس حدیث میں ساری شرطیں موجود ہیں یا کوئی شرط مفقود ہے۔ عموماً سبب اختلاف یہی ہوتا ہے، مثلاً اس حدیث کے کسی راوی کے بارے میں اختلاف ہے کیا وہ شرط صحیح کے معیار پر پورا ہے، جب حدیث کے سارے راوی ثقہ ہوں مگر ان میں ابو زبیر مکی بھی موجود ہو یا سہیل بن ابی صالح ہو یا عبدالرحمٰن بن علاء ہو یا حماد بن سلمہ ہو تو اس کے بارے میں کہتے ہیں یہ حدیث مسلم کی شرط پر صحیح ہے اور بخاری کی شرط پر صحیح نہیں ہے۔ کیونکہ ان راویوں میں امام مسلم کے نزدیک شروط صحت پوری ہیں اور امام بخاری کے نزدیک ان میں شروط صحت مکمل نہیں، ایسی صورت حال بخاری کی ہے وہ عکرمہ مولیٰ ابن عباس، اسحاق بن محمد فروی اور عمرو بن مرزوق وغیرہم سے حدیث لاتے ہیں اور امام مسلم ان تینوں کو حجت خیال نہیں کرتے، امام حاکم نے اپنی کتاب ''المدخل الی معرفة المستدرك'' میں لکھا ہے جن راویوں کی احادیث کی تخریج امام بخاری نے اپنی ''الجامع الصحیح'' میں کی اور امام مسلم نے اپنی الصحیح میں نہیں کی ان کی تعداد چار سو چونتیس ہے۔

اور ان راویوں کی تعداد جن سے امام مسلم نے اپنی مسند الصحیح میں روایت لی ہے اور امام بخاری نے اپنی الجامع الصحیح میں ان سے روایت نہیں لی چھ سو پچیس ہے۔ اور امام مسلم نے اپنی الصحیح میں باب صفة الصلاة کے تحت لکھا ہے، ہر وہ حدیث جو میرے نزدیک صحیح ہے، میں نے اس کو اپنی اس کتاب میں درج نہیں کیا، میں نے اس میں صرف ان احادیث کو درج کیا ہے جن کی صحت پر اتفاق ہے۔ اس قول پر یہ اعتراض پیدا ہوتا ہے کہ انہوں نے اپنی الصحیح میں بہت سی ایسی احادیث درج کی ہیں جن کی صحت پر اتفاق نہیں ہے کیونکہ وہ ان راویوں سے ہیں جن کے بارے میں ہم بتا چکے ہیں کہ وہ بخاری کے نزدیک حجت نہیں اور کچھ اور راوی بھی ہیں، جن کی احادیث کے صحیح ہونے میں اختلاف ہے، الشیخ (ابن الصلاح) نے اس کا جواب دو طرح دیا ہے: (۱) ان کا مقصد یہ ہے، انہوں نے صرف وہ احادیث درج کی ہیں جن میں ان کے نزدیک اجماعی شروط پائی جاتی ہیں، اگرچہ بعض دوسرے حضرات کے ہاں بعض احادیث میں ساری شروط جمع نہیں ہیں۔ (۲) ان کا مقصد یہ ہے کہ انہوں نے ایسی احادیث درج کی ہیں کہ نفس حدیث یا سند میں ثقہ لوگوں کے ہاں اس میں اختلاف نہیں ہے، اگرچہ بعض راویوں کی توثیق میں اختلاف ہے۔ ان کی کلام سے یہی ظاہر ہوتا ہے کیونکہ جب ان سے ابوہریرہ کی حدیث "فاذا قرأ فانصتوا" جب امام قراءت کرے تم چپ رہو۔ کی صحت کے بارے میں سوال ہوا۔ تو انہوں نے جواب دیا: میرے نزدیک یہ صحیح ہے۔ تو ان سے سوال ہوا، آپ نے اپنی کتاب میں اُسے کیوں درج نہیں کیا، تو انہوں نے مذکورہ بالا جواب دیا، تاہم ان کی کتاب میں ایسی احادیث موجود ہیں جن کی سند یا متن کی صحت میں اختلاف ہے، اور ان کے نزدیک وہ صحیح ہیں، ان میں اس اجماعی شرط سے ذہول ہوگیا ہے یا کوئی اور سبب ہے۔ ان کا استدراک اور تعلیل کی گئی ہے۔

صحیح مسلم کی معلق روایات:

معلق وہ روایت ہے جس کی سند کے شروع سے ایک یا زائد راوی حذف کر دیئے جائیں، بخاری میں ان کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ جیسا کہ اس کی تعداد گزر چکی ہے۔ اور مسلم میں ایک ہی جگہ تیمم کے سلسلہ میں ہے۔ لیث بن سعد روایت کرتے ہیں اور آگے ابوالجہم بن حارث بن صمہ کی روایت بیان کی ہے کہ آپ بئر جمل نامی جگہ سے آئے اور دو اور جگہ حدود اور بیوع میں لیث سے تعلیقاً روایت کی ہے جبکہ پہلے متصلاً بیان کر چکے ہیں، اس کے علاوہ چودہ جگہ اور متصل روایت بیان کرنے کے بعد تعلیقاً روایت بیان کی ہے۔ (تدریب الراوی: ۱/ ۱۱۷)

الشیخ الامام ابوعمرو ابن الصلاح لکھتے ہیں: بخاری اور مسلم کی صحیحین میں جو روایات منقطع کی صورت میں بیان کی گئی ہیں، وہ اس معنی میں منقطع نہیں ہیں کہ وہ صحیح کے مقام سے نقل ہو کر ضعیف بن جاتی ہیں جسے امام

ابوالحسن دارقطنی نے تعلیق کا نام دیا ہے، حمیدی انہیں الجمع بین الصحیحین میں بیان کرتے ہیں اور دوسرے اہل مغرب حضرات بھی، وہ بخاری کی کتاب میں بہت زیادہ ہیں اور مسلم کی کتاب میں بہت ہی کم۔ فرماتے ہیں اگر وہ تعلیق کے لیے معلوم صیغہ استعمال کریں مثلاً قال اور روی سے نقل کریں اور وہاں تک ان کی سند متصل ہو جہاں انقطاع ہے مثلاً یوں بیان کریں روی الزہری عن فلان، اور زہری کی صحیح سند بیان کریں، تو ان کی کتابوں کے حالات کا تقاضا یہ ہے، یہ روایت ان کے نزدیک صحیح ہے، اس طرح ان کی مذاکرہ کی صورت میں حاصل والی روایت جسے وہ مبہم الفاظ میں بیان کریں جس سے اس کا پتہ نہ چل سکے، لیکن وہ اسے بطور دلیل پیش کریں وہ بھی صحیح ہوگی مثلاً یوں بیان کریں، حدثنی بعض اصحابنا یا اس کے ہم معنی الفاظ۔

اپنی صحیح میں مسلم کی باریک بینی:

امام مسلم رحمہ اللہ نے اپنی صحیح میں احتیاط، اتقان، ورع اور معرفت کی انتہائی آخری راہوں کا خیال رکھا ہے جو ان کے کمال ورع، مکمل معرفت، علوم کی کثرت، حفظ کے پختہ ثبوت اور فن حدیث میں مہارت، اس کی مختلف انواع پر قدرت، اور اس فن میں تفوق اور اس کے دقیق علوم میں امتیاز قائم کرنے میں بلند مقام پر فائز ہونے پر دلالت کرتے ہیں، ان تک یگانہ روزگار افراد ہی پہنچتے ہیں۔ میں بطور مثال چند چیزوں کا تذکرہ کرتا ہوں تاکہ باقی سے آگاہی حاصل ہو سکے۔ کیونکہ ان کے حالات کی حقیقت سے وہی آگاہ ہوسکتا ہے جو کمال اہلیت اور ان فنون کو جاننے والا ہو جن علوم کی معرفت کا وہ محتاج ہے مثلاً فقہ، اصول حدیث، اصول فقہ، علوم عربیہ، اسمائے رجال، علم الاسانید کی باریکیاں اور تاریخ کی واقفیت کے ساتھ ان کی کتاب پر خوب غور وفکر کرے اور اس فن کے ماہرین کے ساتھ اٹھے بیٹھے، ان کے ساتھ بحث ومباحثہ میں حصہ لے۔ مزید برآں اچھی فکر اور بلند ذہن کے ساتھ ہمیشہ اس علم کے ساتھ تعلق رکھے اور ان کے علاوہ وسائل جن کی ضرورت ہے، سے متصف ہو، امام مسلم کے قصد تجسس کی دلیل ہے۔

امام مسلم رحمہ اللہ کا حدثنا اور اخبرنا میں فرق کرنا:

امام مسلم رحمہ اللہ نے حدثنا اور اخبرنا کے امتیاز پر توجہ مبذول رکھی، اپنے استاد اور ان سے روایت کے سلسلہ میں اس کی پابندی کی۔ ان کے نظریہ کے مطابق دونوں میں فرق ہے، حدثنا صرف وہاں استعمال ہوسکتا ہے جہاں استاد سے الفاظ حدیث سنے ہوں اور اخبرنا وہاں استعمال ہوگا جہاں الفاظ حدیث استاد کے سامنے پڑھے گئے ہوں، امام شافعی، شوافع اور مشرقی اہل عالم کی اکثریت کا موقف یہی تھا۔ محمد بن حسن جوہری مصری کہتے ہیں: اکثر محدثین جن کی تعداد شمار نہیں ہوسکتی کا نظریہ یہی تھا، یہی فرق، ابن جریج، اوزاعی، ابن وہب اور نسائی سے منقول ہے۔ عام محدثین کے ہاں یہی موقف مشہور اور غالب تھا اور بہت سے لوگوں کے نزدیک قراءۃ علی الشیخ استاد کے سامنے

پڑھنے کی صورت میں حدثنا اور اخبرنا دونوں کا استعمال جائز ہے۔ زہری، مالک، سفیان بن عیینہ، یحییٰ بن سعید القطان اور دوسرے متقدمین کا یہی موقف تھا۔ بخاری اور محدثین کی ایک جماعت کا نظریہ یہی ہے، اہل حجاز اور اہل کوفہ کی اکثریت کی یہی رائے ہے اور ایک گروہ کے نزدیک قراءۃ علی الشیخ کی صورت میں حدثنا اور اخبرنا میں سے کسی کا استعمال درست نہیں ہے، ابن المبارک، یحییٰ بن یحییٰ، احمد بن حنبل اور نسائی کا مشہور قول یہی ہے۔ واللہ اعلم

راویوں کے الفاظ میں اختلاف کی تعیین وتحدید:

امام مسلم رحمہ اللہ راویوں کے الفاظ میں اختلاف کا بہت خیال رکھتے ہیں مثلاً وہ لکھتے ہیں: حدثنا فلان و فلان اور الفاظ فلاں کے ہیں: قال یا قالا حدثنا فلان .

اسی طرح اگر متن کے الفاظ میں فرق ہو یا راوی کے وصف یا نسبت وغیرہ میں فرق ہو تو وہ اس کی وضاحت فرماتے ہیں، بعض دفعہ اس سے معانی میں فرق نہیں پڑتا اور بعض دفعہ بعض جگہ معنی میں فرق پڑ جاتا ہے، لیکن وہ پوشیدہ ہوتا ہے جسے ان علوم کا ماہر ہی سمجھ سکتا ہے جن علوم کا اوپر تذکرہ ہو چکا ہے، مزید برآں جو فقہی دقائق اور فقہی مذاہب سے آگاہ ہو۔

ہمیں اس سلسلہ میں مسلم کے مقصد کو دقت نظری سے سمجھنا چاہیے، مثلاً وہ صحیفہ ہمام بن منبہ سے سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت بیان کرتے ہیں، وہ فرماتے ہیں: ہمیں محمد بن رافع نے عبدالرزاق سے روایت سنائی، اس نے معمر کے واسطہ سے ہمام سے، روایت سنائی کہ یہ وہ روایت ہے جو ہمیں ابو ہریرہ نے اللہ کے رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے سنائی، انہوں نے بہت سی احادیث سنائیں ان میں سے ایک یہ ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تم میں سے کوئی فرد جب وضو کرے تو ناک میں پانی کھینچے۔''

اس کی وجہ یہ ہے، صحیفے، اجزاء اور کتب جن میں ایک ہی سند سے بہت سی روایات بیان کی گئی ہیں ان کے سماع کے وقت جب سند صرف آغاز میں بیان کی جاتی ہے اور ہر حدیث کے ساتھ نئے سرے سے سند دہرائی نہیں جاتی تو جب انسان جس نے احادیث کا سماع اس طریقہ سے کیا ہے جب وہ ان میں سے کوئی حدیث الگ بیان کرتا ہے اور وہ پہلی حدیث نہیں ہے جس کے ساتھ وہ سند بیان کی گئی تھی تو کیا وہ بعد والی کوئی حدیث اس سند کے ساتھ بیان کر سکتا ہے یا نہیں؟

وکیع بن جراح، یحییٰ بن معین اور ابوبکر اسماعیلی شافعی جو حدیث، فقہ اور اصول میں امام تھے، ان کی رائے کی رو سے یہ جائز ہے اور اکثر علماء کا موقف یہی ہے کیونکہ بیان کردہ تمام روایات کا عطف پہلی روایت پر ہے، لہٰذا جو سند پہلی حدیث کے ساتھ بیان کی گئی ہے وہ حکماً تمام احادیث کے ساتھ دہرائی گئی ہے اور امام ابواسحاق

اسفرائینی جو شافعی فقیہ، اصول فقہ اور دوسرے علوم کے امام ہیں، ان کے نزدیک یہ طریقہ درست نہیں اس وجہ سے جس نے اس طرح احادیث کا سماع کیا ہو، اسے اس کی وضاحت کرنی چاہیے، امام مسلم رحمہ اللہ نے وضاحت والا طریقہ اختیار کیا ہے، امام مسلم نے یہ راہ بطور ورع، احتیاط، تحقیق اور اتقان اختیار کی ہے۔

استاد سے سنے الفاظ کا قصد کرنا:

مثلاً ان کے استاد عبداللہ بن مسلمہ نے کہا، حدثنا سلیمان اس کی نسبت بیان نہیں کی امام مسلم یعنی کے لفظ کے استعمال کے بعد کہیں گے بن بلال، عن یحییٰ، اب یحییٰ کی تعیین کے لیے جب کہ استاد نے صرف یحییٰ کہا، وہ کہیں گے ہو بن سعید، امام مسلم نے اس طرح کہنا درست نہیں سمجھا۔ حدثنا سلیمان بن بلال عن یحیی بن سعید کیونکہ استاد نے سلیمان اور یحییٰ کی نسبت بیان نہیں کی، اگر استاد سے منسوبا نقل کرتے ہیں تو معنی ہوگا، استاد نے نسبت بیان کی تھی، حالانکہ ایسا نہیں ہے۔

احادیث کی اسانید کی تلخیص:

اس طرح وہ اسانید کی تلخیص میں احتیاط سے کام لیتے ہیں، سند کی تحویل کے وقت مختصر الفاظ لاتے ہیں اور خوب کمال سے کام لیتے ہیں، اس طرح احادیث کی ترتیب اور تنسیق (نظم) کمال خوبی اور حقیقت بینی سے کرتے ہیں، موقعہ خطاب کو خوب سمجھتے ہیں، علمی باریکیوں اصولی قواعد اور علم الاسانید کے مخفی گوشوں اور راویوں کے مراتب وغیرہ کو ملحوظ رکھتے ہیں۔ (مسلم شرح نووی مقدمہ: ۱/ ۲۰)

صحیح مسلم میں روایت کرنے کا طریقہ:

امام ذہبی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: حافظ ابوالقاسم بن عساکر نے اپنی اطراف کے آغاز میں "صحیح بخاری" کے تذکرہ کے بعد لکھا ہے، مسلم بن حجاج نے بھی انہیں کا راستہ اپنایا، اپنی کتاب کی تخریج اور تالیف شروع کی اور اس کی ترتیب وتصنیف کی دو قسمیں بنائیں ان کا ارادہ یہ تھا کہ پہلی قسم میں، اہل اتقان لوگوں کی احادیث بیان کریں اور دوسری قسم میں ان اہل ستر وصدق کی جو پختہ کار لوگوں کے درجہ کو نہیں پہنچتے، ان کی اس آرزو کے درمیان موت حائل ہوگئی، اور کتاب کی تکمیل سے پہلے ہی فوت ہو گئے لیکن ان کی کتاب ہے کمی کے باوجود شہرت پا کر پھیل گئی۔ (سیر اعلام النبلاء: ۱۲/ ۵۷۳، ۵۷۴)

امام حاکم کا قول ہے، مسلم کا ارادہ تھا کہ صحیح کی تخریج، تین اقسام میں کریں۔ جن میں راویوں کے تین طبقات ہوں، اس کا انہوں نے اپنے خطبہ کے آغاز میں تذکرہ کیا ہے۔ لیکن وہ صرف پہلے طبقہ کی روایات سے ہی فارغ ہو سکے اور وفات پا گئے، پھر حاکم نے ایسی بات بیان کی جو محض ایک دعویٰ ہے، کہا وہ صرف وہی روایات بیان

کرتے ہیں جسے ایک مشہور صحابی جس سے بیان کرنے والے دو یا زائد ثقہ راوی ہوں، بیان کرتا ہو پھر اس سے بھی دو یا زائد ثقہ راوی بیان کریں، یہی صورت بعد میں بھی قائم رہے، ابوعلی جبائی کہتے ہیں، حاکم کا مقصد یہ ہے کہ یہ صحابی یا یہ تابعی اس سے بیان کرنے والے دو ہوں جو انہیں جہالت حد سے نکال دیں۔ (سیر اعلام النبلاء: ۱۲/۵۷۴)

قاضی عیاض کہتے ہیں، حاکم نے مسلم کے بارے میں جو یہ کہا ہے کہ اپنے مقصد کو پورا کرنے سے پہلے موت کا شکار ہو گئے، صرف پہلے طبقہ کی روایات بن کر سکے۔ میں کہتا ہوں جب آپ مسلم کی اپنی کتاب میں احادیث کی تقسیم لوگوں کے طبقات کی صورت میں بلا تکرار، پر نظر دوڑائیں گے، مسلم نے بیان کیا ہے پہلی قسم، حفاظ حدیث کی ہے۔ پھر جب یہ پورے ہو جائیں گے تو میں ایسے راویوں کی احادیث لاؤں گا جو مہارت اور اتقان سے متصف نہیں ہیں اور پہلے طبقہ سے لاحق ہیں، جو ابواب پر غور کرے گا تو اسے پتہ چل جائے گا یہ لوگ ان کی کتاب میں موجود ہیں اور دوسرا طبقہ ان لوگوں پر مشتمل ہے جن پر بعض حضرات نے جرح کی ہے اور بعض نے ان کی توثیق کی ہے، ان کی احادیث کی تخریج ایسے راویوں سے جو ضعیف قرار دیئے گئے یا ان پر بدعت کا الزام تھا۔ بخاری نے بھی ایسے ہی کیا ہے، پھر قاضی عیاض نے لکھا ہے، میرے نزدیک وہ اپنے بیان کردہ تینوں طبقات کی احادیث لائے ہیں اور چوتھے طبقہ کی احادیث چھوڑ دی ہیں۔ (سیر اعلام النبلاء: ۱۲/۵۷۴، ۵۷۵۔ مقدمہ صحیح مسلم شرح نووی: ۱/۱۵)

امام ذہبی رحمہ اللہ لکھتے ہیں، میرے نزدیک پہلے طبقہ اور دوسرے طبقہ کی روایات سوائے ان چند کے جن کو دوسرے طبقہ کی روایات سے ناپسند کیا ہے، بیان کیا ہے۔ پھر تیسرے طبقہ کی روایات ان کی تعداد زیادہ نہیں، شواہد، اعتبار اور متابعت کی صورت میں بیان کی ہیں اور اصول میں کم ہی کسی روایت کی تخریج کی ہے اگر اس طبقہ کی احادیث کا ''صحیح'' میں استیعاب (احاطہ) کیا جاتا تو کتاب دوگنا ہو جاتی اور اس استیعاب کے نتیجہ میں ان کی کتاب ''صحیح'' کے درجہ سے نکل جاتی جیسے عطاء بن سائب، لیث، یزید بن ابی زیاد، ابان بن صمعۃ، محمد بن اسحاق، محمد بن عمرو بن علقمہ اور ان جیسے لوگ ہیں۔ ان کی جستہ جستہ احادیث اس صورت میں بیان کی ہیں جبکہ ان کا کچھ اصل موجود تھا۔ اس طبقہ کی بکثرت احادیث امام احمد نے اپنی مسند ابوداود اور نسائی وغیرہم نے بیان کی ہیں، یہ حضرات اگر چوتھے طبقہ کی احادیث کی طرف اترتے ہیں۔ جو ضعیف لوگ ہیں تو اپنی رائے اور اجتہاد کے مطابق انتخاب کرتے ہیں، ان کی احادیث کا استیعاب نہیں کرتے، رہا پانچواں طبقہ جس کے نظر انداز کرنے اور ترک کرنے پر ان کے فہم وضبط سے محروم ہونے یا متہم ہونے کے باعث اتفاق ہے، احمد اور نسائی ان کی بہت کم روایات لائے ہیں، امام ابوعیسیٰ اپنے اجتہاد کی روشنی میں ان کی بہت کم روایات، وضاحت کرنے کی صورت میں لائے ہیں، ابن ماجہ بلا بیان چند روایات لائے ہیں۔ واللہ اعلم

ابوداود ان کی روایات بہت کم لائے ہیں اور عموماً ان کے بارے میں وضاحت کر دی ہے۔ (بعض جگہ ضعیف ہونے کے باوجود سکوت اختیار کیا، ضعف بیان نہیں کیا)

چھٹا طبقہ جیسے غالی، رافضی، جہمیت کے داعی، جھوٹے احادیث وضع کرنے والے اور متروک متہم لوگ جیسے عمر بن صبح، محمد مصلوب، نوح بن ابی مریم، احمد جویباری اور ابوحذیفہ بخاری، صحاح ستہ میں ان راویوں سے کوئی حرف نہیں لیا گیا، ہاں ابن ماجہ نے غلطی سے عمر (بن صبح) کی ایک حدیث روایت کی ہے، اس طرح ابن ماجہ نے نام میں تدلیس کرتے ہوئے، نام لیے بغیر ایک حدیث بیان کی ہے۔ (بقول بوصیری یہ روایت ابوداود میں صحیح سند سے موجود ہے) (سیر اعلام النبلاء: ۱۲/ ۵۷۵، ۵۷۶)

صحیح مسلم کے امتیازات:

اللہ تعالیٰ ہم پر اور امام پر رحمت فرمائے، ان کے علم حدیث میں کچھ ایسے ساتھی تھے جو ان کے ہم پلہ تھے، اور کچھ ایسے ساتھی تھے جو ان پر فائق تھے، اور اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنی صحیح کے باعث ستاروں تک رفعت بخشی اور وہ امام، حجت بن گئے، حدیث اور دوسرے علوم میں ان کا ذکر خیر بار بار آتا ہے، یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہے اسے عنایت فرمائے۔

امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: امام مسلم ایک عمدہ فائدہ میں منفرد ہیں یعنی ان کی کتاب سے استفادہ بہت آسان ہے کیونکہ انہوں نے ہر حدیث کے بیان کے لیے اس کی مناسب جگہ کا انتخاب کیا ہے، جہاں وہ ان تمام طرق کو جمع کر دیتے ہیں جن کے تذکرہ کو وہ پسند اور مختار سمجھتے ہیں، وہاں متعدد اسانید اور مختلف الفاظ لے آتے ہیں، طالب علم پر اس کی سندوں پر نظر دوڑانا اور ان سے فائدہ حاصل کرنا آسان ہو جاتا ہے اور امام جن مختلف طرق سے پیش کرتے ہیں، ان پر اعتماد حاصل ہو جاتا ہے اس کے برعکس بخاری ان مختلف طرق کو متفرق دور دور ابواب میں لاتے ہیں۔ اور بہت سی احادیث ایسے ابواب کے تحت لاتے ہیں کہ فہم ان کی طرف نہیں جاتا اور وہاں مناسب نہیں سمجھتا، امام بخاری یہ اپنی دقیقہ رسی کی بنا پر کرتا ہے، طالب علم کے لیے ان طرق کو جمع کرنا اور امام بخاری کے بیان کردہ تمام طرق پر اعتماد پیدا کرنا مشکل ہو جاتا ہے، میں نے متاخرین حفاظ حدیث کی ایک جماعت پائی ہے، جنھوں نے ان مقامات پر ٹھوکر کھائی ہے اور بخاری کی کئی احادیث جو کتاب میں ایسی جگہ موجود ہیں، جن کی طرف ذہن سبقت نہیں کرتا، ان کا انکار کیا ہے۔ (مقدمہ شرح صحیح مسلم نووی: ۱/ ۱۳)

صحیح مسلم کی فضیلت میں مکی بن عبدان جو نیشاپور کے ایک حافظ ہیں، کا یہ بیان بھی ہے میں نے مسلم بن حجاج سے سنا، اگر اہل حدیث دو سو سال تک حدیث لکھتے رہیں تو ان کا مدار اس مسند یعنی ان کی صحیح پر ہوگا، اور

میں نے مسلم سے سنا، میں نے اپنی یہ کتاب ابوزرعہ رازی کے سامنے پیش کی جس حدیث میں انہوں سے کوئی علت بتائی، میں نے اس کو چھوڑ دیا اور جس کے بارے میں کہا یہ صحیح ہے اور اس میں کوئی علت نہیں اس کو روایت کیا، اور ابوبکر خطیب بغدادی اپنی سند سے مسلم سے نقل کرتے ہیں۔ میں نے یہ ''مسند صحیح'' تین لاکھ سنی ہوئی ص ۰۷ کے آغاز پر یہ قول محمد بن ماسرجسی کی طرف منسوب کیا ہے احادیث سے تصنیف کی ہے۔ (سیر اعلام النبلاء: ۱۲/ ۵۶۸، لیکن خطیب کا قول یہاں موجود نہیں ہے اور نہ ہی: ۱۲/ ۵۷۹ پر ہے)

علمائے مغرب کے نزدیک صحیح مسلم کا مقام:

علمائے مغرب کے ہاں صحیح مسلم کو بہت بلند مقام حاصل ہے، حتیٰ کہ انہوں نے اسے صحیح بخاری سے بھی برتر قرار دیا ہے، ان کے ہاں اسے بہت شہرت اور بہت عظمت ملی اور یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے جسے چاہے عنایت فرمائے۔

امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: مسلم تک متصل سند کے ساتھ، متصل روایت، ان علاقوں اور اس دور میں ابواسحاق ابراہیم بن محمد بن مسلم پر بند ہے اور بلاد مغرب میں اس سند کے ساتھ ابومحمد احمد بن علی قلانسی کی روایت بھی موجود ہے، یہ دونوں براہ راست مسلم سے روایت کرتے ہیں۔ (مقدمہ شرح مسلم نووی: ۱/۱۲)

اہل علم مسلم کی روایت کی تلاش میں یا صحیح مسلم کی روایت اور قراءت کی خاطر مغربی علاقوں کا رخ کرتے تھے، نصر بن حسن شاشی مغرب تک جانے کے لیے کئی دفعہ بغداد آئے اور اندلس میں صحیح مسلم پڑھائی۔ (تاریخ مدینہ دمشق: ۶۲/ ۳۱)

صحیح مسلم کی شرط:

امام مسلم رحمہ اللہ نے اپنی صحیح کے مقدمہ میں بیان کیا ہے کہ وہ احادیث کو تین قسموں میں تقسیم کریں گے: (۱) وہ احادیث جنہیں متقن (پختہ) حافظوں نے روایت کیا ہے۔ (۲) وہ راوی جن کے عیوب پوشیدہ ہیں اور حفظ واتقان کا درمیانی درجہ حاصل ہے۔ (۳) جن روایات کو ضعیف اور متروک راویوں نے بیان کیا ہے۔

پہلی قسم سے فراغت کے بعد دوسرے درجہ کی احادیث بیان کروں گا، لیکن تیسرے درجہ کے راویوں کی احادیث بیان نہیں کروں گا، علماء کا ان کی اس تقسیم کے بارے میں اختلاف ہے، دو ائمہ حفاظ، ابوعبداللہ حاکم اور ان کے ساتھی ابوبکر بیہقی کا قول ہے کہ امام مسلم رحمہ اللہ کو موت نے دوسرے درجہ کی احادیث نکالنے کا موقعہ نہیں دیا۔ انہوں نے صرف پہلی قسم کی احادیث بیان کی ہیں، قاضی عیاض کے بقول شیوخ اور لوگوں نے ابوعبداللہ حاکم کی بات قبول کرتے ہوئے اس کی پیروی کی ہے۔

لیکن قاضی عیاض کے بقول بات اس طرح نہیں ہے بشرطیکہ دقت نظر سے کام لیا جائے اور تقلید کی پابندی نہ کی جائے، اگر آپ مسلم کی اپنی کتاب میں حدیث کی تقسیم میں تین طبقات پر غور فرمائیں گے جیسا کہ انہوں

نے بیان کیا ہے کہ قسم اول میں حفاظ کی احادیث ہیں اور جب اس طبقہ کی احادیث ختم ہو جائیں تو اس کے بعد ان لوگوں کی احادیث لاؤں گا جو مہارت اور اتقان سے متصف نہیں لیکن اس کے باوجود ان کے عیوب پوشیدہ ہیں اور وہ سچے ہیں اور علم سے شغف رکھتے ہیں، پھر اشارہ کیا ہے جن کی احادیث کے ترک پر اہل علم کا اجماع ہے یا ان میں سے اکثر ان کے متہم ہونے پر متفق ہیں، ان کی روایات نہیں لاؤں گا: رہ گئے وہ راوی جو بعض کے نزدیک متہم ہیں اور بعض کے نزدیک صحیح، ان کا تذکرہ نہیں کیا، میں نے ان کی کتاب میں ان کا یہ رویہ پایا ہے کہ انہوں نے اپنی کتاب کے ابواب میں پہلے دونوں طبقوں کی روایات بیان کی ہیں، اور دوسرے طبقہ کی اسانید پہلے طبقہ کی متابعت اور شواہد کے طور پر بیان کی ہیں یا جب مسئلہ کے بارے میں پہلے طبقہ کی حدیث نہیں ملی اور ایسے راویوں کی احادیث بھی بیان کی ہیں جن پر بعض نے جرح کی ہے اور بعض نے تعدیل کی ہے اور ان کی احادیث ایسے راویوں سے ہیں جنہیں ضعیف قرار دیا گیا ہے یا ان پر بدعتی ہونے کا الزام ہے۔ بخاری نے بھی ایسے ہی کیا ہے، میرے نزدیک وہ اپنی کتاب میں اپنے بیان کردہ تینوں طبقات، اپنی کتاب کی ترتیب کے مطابق لائے ہیں جیسا کہ انہوں نے تقسیم کی ہے اور اپنی صراحت کے مطابق چوتھے طبقہ کو چھوڑ دیا ہے، حاکم نے ان کے قول کی تاویل یہ کی ہے کہ ان کا مقصد یہ تھا ہر طبقہ کی احادیث الگ الگ لائیں گے اور ان کے لیے الگ کتاب قائم کریں گے حالانکہ یہ ان کی مراد نہ تھی، بلکہ جیسا کہ ان کی تالیف سے ظاہر ہوا ہے اور غرض سے واضح ہوا ہے کہ وہ ان کو ابواب میں جمع کریں گے اور دونوں طبقوں کی احادیث لائیں گے، آغاز پہلے طبقہ کی احادیث سے کریں گے پھر شواہد و متابعت کے طور پر دوسرے طبقہ کی احادیث لائیں گے، اسی طرح انہوں نے تینوں قسموں کو استیعاب کر لیا۔

یہ بھی ہو سکتا ہے کہ تین طبقات سے ان کی مراد حفاظ حدیث پھر ان کے قریب کے لوگ پھر تیسرا طبقہ جس کو انہوں نے چھوڑ دیا ہے۔ اس طرح علل حدیث جن کے بیان کا انہوں نے وعدہ کیا کہ وہ لائیں گے وہ انہیں مختلف ابواب میں ان کے محل پر لائے ہیں، سند میں اختلاف بیان کیا ہے ان کے ارسال و اتصال کمی وبیشی اور پڑھنے لکھنے والوں کی غلطی کی نشان دہی کی ہے اور یہ اس بات کی دلیل ہے کہ انہوں نے اپنے غرض تالیف کو پورا کیا ہے اور جو وعدہ کیا تھا اس کو اپنی کتاب میں جگہ دی ہے۔ قاضی عیاض فرماتے ہیں: میں نے اپنی اس تاویل اور رائے پر ان لوگوں سے تبادلہ خیال کیا، جو اس مسئلہ کو سمجھتے ہیں، تو ہر منصف نے اس کی تصویب کی اور میری بات اس پر واضح ہوگئی اور یہ ہر اس شخص پر واضح ہے جو کتاب پر غور کرتا ہے اور تمام ابواب کا مطالعہ کرتا ہے، اس پر امام مسلم کے ساتھی ابن سفیان کے اس قول کو اعتراض کے طور پر پیش نہ کیا جائے کہ مسلم نے مسندات پر تین کتابیں لکھی ہیں، ایک یہ ہے جو لوگوں کو سنائی ہے، دوسری جس میں عکرمہ، صاحب مغازی محمد بن اسحاق اور ان

جیسوں کی روایات داخل کی ہیں اور تیسری جس میں ضعیف راویوں کی روایات بھی ہیں کیونکہ آپ ابن سفیان کے بیان پر غور کریں گے تو وہ اس کے غرض ومقصد کے مطابق نہیں ہے جس کی طرف حاکم نے اشارہ کیا ہے اور مسلم نے اپنی کتاب کے شروع میں ذکر کیا ہے اس پر غور کیجیے، آپ اسے اس طرح ہی ان شاء اللہ تعالیٰ پائیں گے۔

(مقدمہ صحیح مسلم، شرح نووی: ۱/ ۱۵، ۱۶)

صحیح مسلم کے بارے میں علماء کے اقوال اور اس کی تعریف:

صحیح مسلم کو اس قدر شہرت ملی ہے کہ نجم (ستارہ) بھی اس کی حد تک نہیں پہنچ سکتا، اس کا چرچا بلند ہوا، اس کی قدر ومنزلت بڑھ گئی حتیٰ کہ اسلام کی اساسی کتابوں میں سے ایک کتاب ٹھہری۔

حافظ ابن مندہ بیان کرتے ہیں: میں نے ابوعلی نیشاپوری سے سنا، آسمان کی نچلی سطح تلے مسلم کی کتاب سے صحیح تر کوئی کتاب موجود نہیں۔ (سیر اعلام النبلاء: ۱۲/ ۵۶۶)

مکی بھی عبدان کا قول ہے، میں نے مسلم سے سنا، میں نے اپنی یہ مسند ابوزرعہ کے سامنے پیش کی، اس کتاب کی جس حدیث کے بارے میں یہ کہا، اس میں علت ہے اور سبب (ضعف) ہے، میں نے اس کو چھوڑ دیا اور ہر وہ جس کے بارے کہا یہ صحیح ہے، اس میں کوئی علت نہیں تو اس کی تخریج کی۔ (سیر اعلام النبلاء: ۱۲/ ۵۶۸)

ابوعبداللہ محمد بن ابی نصر اندلسی، بیان کرتے ہیں، میں نے حافظ، فقیہ ابومحمد علی بن احمد ابن سعید سے سنا، جبکہ صحیحین کا ذکر چھڑا، اس نے دونوں کی عظمت اور رفعت شان بیان کی اور بتایا، سعید بن سکن کے ہاں کچھ اہل الحدیث احادیث کے طالب، جمع ہوئے اور عرض کیا، ہمارے سامنے بہت سی کتب حدیث ہیں، شیخ ہماری رہنمائی فرمائیں، ہم ان میں کس پر اکتفا کریں، تو وہ خاموش ہو کر اپنے گھر میں داخل ہوئے اور چار بنڈل لائے اور انہیں ایک دوسرے پر رکھ دیا، اور فرمایا یہ اسلام کی بنیادیں ہیں، مسلم کی کتاب، بخاری کی کتاب، ابوداود کی کتاب اور نسائی کی کتاب۔ (تاریخ دمشق: ۵۸/ ۹۳)

ابوسعد کا بیان ہے، میں نے عبدالرزاق بن ابی نصر طبری سے سنا، میں نے صحیح مسلم امام فراوی کو سترہ دفعہ سنائی، آخری دنوں میں انہوں نے فرمایا، میں تمہیں وصیت کرتا ہوں، تو میری موت کے وقت میرے غسل میں موجود ہونا اور اہل محلّہ کو جنازہ پڑھانا اور اپنی زبان، میرے منہ میں داخل کرنا کیونکہ تو نے اس سے بکثرت حدیث نبوی کی قراءت کی ہے۔ امام سبکی فرماتے ہیں: فراوی نے ایک ہزار سے زائد دفعہ مجلس املاء (حدیث لکھوانا) قائم کی، اور وہ علمی بصیرت اور پختہ دیانت کے ساتھ بلند سند رکھنے میں ممتاز منفرد ہیں۔ (طبقات الشافعیہ: ۶/ ۱۹۹)

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ لکھتے ہیں: مسلم کو اپنی کتاب کے سبب حد سے بڑھا بلند حصہ ملا، اس جیسا حصہ کسی کو نہیں

ملا، حتیٰ کہ بعض لوگ اسے محمد بن اسماعیل رحمہ اللہ کی صحیح پر بھی برتری دیتے تھے، جس کا سبب، ان کا سندوں کا جمع کرنا، عمدہ ترتیب اور الفاظ کی ادائیگی میں ان کی پابندی کرنے بغیر تقطیع اور روایت بالمعنی کرنے میں ممتاز ہونا ہے، نیشاپور کے بہت سے لوگوں نے ان کے انداز پر کتابیں لکھیں، لیکن ان کے مقام تک نہ پہنچ سکے، مجھے مسلم پر مستخرج لکھنے والے بیس ائمہ کے نام یاد ہیں پاک ہے عنایت کرنے والا، دینے والا۔ (تہذیب التھذیب: ۱۰/۱۱۴، المعطی الوھاب)

امام مسلم رحمہ اللہ پر اعتراضات:

لوگوں کے مزاج میں اختلاف پایا جاتا ہے، وہ بہت ہی کم کسی رائے اور قول پر متفق ہوتے ہیں، پاک ہے وہ ذات جو ہر ایک کے ساتھ اس کی حیثیت کے مطابق سلوک کرتی ہے۔

پہلا اعتراض:...... شیخ الاسلام (امام نووی) کا قول ہے اگر اللہ تعالیٰ کو منظور ہوتا تو احادیث کا استیعاب آسان کام تھا، سب سے پہلا مصنف اپنے تک پہنچنے والی احادیث جمع کر دیتا پھر اس کے بعد والی رہ جانے والی احادیث یا احادیث میں جس زائد لفظ سے آگاہ ہوتا، اس کا اضافہ کر دیتا، جو اس سے آگاہی کی دلیل بنتی، ان کے بعد والا بھی یہ طریقہ اختیار کرتا، اس طرح تھوڑا عرصہ گزرنے کے بعد تمام احادیث کا استیعاب ہو جاتا اور تقریباً ایک ہی تصنیف بن جاتی اور یہ کام انتہائی عمدہ ہوتا۔ (تدریب: ۱/۱۰۰)

سعید بن عمرو بزدعی بیان کرتے ہیں، میں ابوزرعہ یعنی رازی کے ہاں حاضر ہوا، ان کے پاس مسلم بن حجاج کی تصنیف ''صحیح'' پھر ان پر جو ان کے انداز میں اضافہ ہوا کا ذکر چھڑا، تو ابوزرعہ نے مجھے کہا، یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے وقت سے پہلے آگے بڑھنے کی کوشش کی ہے اور ایسی چیز تیار کی ہے جس سے اپنے لیے مارکیٹ بنا لیں، ایسی کتاب تالیف کی ہے کہ کسی نے پہلے ایسی کتاب نہیں لکھی تا کہ اپنے لیے وقت سے پہلے قیادت حاصل کر لیں۔ میری موجودگی میں ایک دن، ایک آدمی صحیح مسلم لایا، وہ اس پر نظر دوڑانے لگے، ان کی نظر اسباط بن نصر کی حدیث پر پڑی، تو ابوزرعہ نے کہا، یہ کتاب صحت سے بہت دور ہے، اس میں اسباط بن نصر کی احادیث بیان کی گئی ہیں، پھر اس میں قطن بن نسیر کا نام دیکھا، تو مجھے کہا، یہ پہلے سے بڑھ کر آفت ہے، قطن بن نسیر نے، ثابت کی احادیث کو، متصل کرتے ہوئے، انس رضی اللہ عنہ کی احادیث بنا ڈالا، پھر نظر دوڑائی اور کہا، اپنی صحیح میں احمد بن عیسیٰ مصری سے احادیث لاتا ہے اور ابوزرعہ نے اپنی زبان کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا، میرے نزدیک اہل مصر کو احمد بن عیسیٰ کے جھوٹا ہونے میں کوئی شک نہیں ہے۔ پھر مجھے کہا، ان جیسوں سے روایت لی ہے اور محمد بن عجلان اور اس جیسوں کو چھوڑ دیا ہے اور بدعتیوں کو ہمارے خلاف راہ دے دی ہے، جب ان کے خلاف کوئی حدیث بطور دلیل پیش کی جائے گی تو وہ کہہ دیں گے، یہ صحیح میں موجود نہیں ہے، میں نے دیکھا وہ اس کتاب کی

تدوین کرنے والے کی مذمت کرتے اور اس کی سرزنش کرتے ہیں، تو میں جب دوبارہ نیشاپور لوٹا، میں نے مسلم بن حجاج کو بتایا، ابوزرعہ نے ان کی صحیح کتاب، میں اسباط بن نصر، قطن بن نسیر اور احمد بن عیسیٰ کی احادیث ہونے پر اعتراض کیا ہے، تو مسلم نے مجھے بتایا، آپ کی بات درست ہے، میں نے تو اسباط، قطن اور احمد کی صرف وہ احادیث یہاں لی ہیں جن کو ثقہ راویوں نے اپنے شیوخ سے بیان کیا ہے، مگر ان کی سند میرے پاس عالی تھی اور ان سے اوثق راویوں کی سند میرے پاس نازل (زیادہ واسطوں والی) تھی، اس لیے میں نے ان پر اکتفا کیا کیونکہ ثقہ راویوں سے اصل حدیث معروف تھی، اس واقعہ کے بعد مسلم ری شہر میں آئے، تو مجھے پتہ چلا ہے، وہ ابوعبداللہ محمد بن مسلم بن وارۃ کے پاس گئے۔ انہوں نے اسی کتاب کی بنا پر ان سے سخت کلامی کی اور ڈانٹ پلائی اور اسے وہی بات کہی جو مجھے ابوزرعہ نے کہی تھی کہ اس سے اہل بدعت کو ہمارے خلاف راہ ملے گی، مسلم نے ان کے سامنے یہ عذر پیش کیا، میں نے اس کتاب میں بیان کردہ احادیث کو صحیح کہا ہے، اور یہ تو نہیں کہا جو حدیث اس کتاب میں نہیں ہے، وہ ضعیف ہے، میں نے صحیح احادیث کا ایک مجموعہ تیار کیا ہے تاکہ یہ مجموعہ میرے پاس رہے اور جو اسے مجھ سے لکھنا چاہے، اس کے پاس بھی رہے اور اسے اس کی صحت میں شک نہ ہو، اور میں نے یہ نہیں کہا، اس مجموعہ کے سوا احادیث ضعیف ہیں یا اسی قسم کا عذر مسلم نے محمد بن مسلم کے سامنے پیش کیا اور انہوں نے ان کے عذر کو قبول کر کے، انہیں احادیث سنائیں۔ (تہذیب الکمال: ۱/ ۴۲۰)

ابوعبداللہ حاکم کا بیان ہے، میں نے ابوعمرو بن ابوجعفر سے سنا کہ ابوقریش الحافظ نے بتایا، میں ابوزرعہ رازی کے پاس تھا تو مسلم بن حجاج آ گئے، انہوں نے سلام کیا اور کچھ دیر بیٹھے دونوں مذاکرہ کرتے رہے، جب وہ اٹھ کھڑے ہوئے میں نے ابوزرعہ سے کہا: اس نے اپنی صحیح میں چار ہزار احادیث جمع کی ہیں، تو ابوزرعہ نے کہا، باقی کیوں چھوڑ دیں؟ پھر کہا: یہ عقل سے محروم ہے اگر یہ محمد بن یحییٰ سے بنا کر رکھتا تو کامل مرد بن جاتا۔ (تہذیب الکمال: ۲۶/ ۶۲۷)

امام حافظ ابوالحسن علی بن عمر دارقطنی وغیرہ نے بخاری اور مسلم پر یہ اعتراض کیا ہے کہ انہوں نے ایسی احادیث چھوڑ دیں ہیں جن کی سندوں میں وہی راوی ہیں جن کی روایات وہ اپنی اپنی صحیح میں لائے ہیں، دارقطنی وغیرہ نے صحابہ رضی اللہ عنہم کی ایک ایسی جماعت کا تذکرہ کیا ہے، جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے صحیح سندوں سے، جن کے ناقلین پر کسی قسم کا اعتراض نہیں ہے، بیان کی ہیں اور انہوں نے ان کی کوئی روایت بیان نہیں کی، ان کے موقف کے مطابق ان کی روایات بیان کرنا ضروری تھا۔ اور بیہقی نے اعتراض کیا ہے کہ ان دونوں نے صحیفہ ہمام بن منبہ سے روایات نقل کی ہیں اور دونوں اس سے بعض روایات نقل کرنے میں منفرد ہیں حالانکہ سب کی سند ایک ہی ہے، امام دارقطنی اور ابوذر ہروی نے اس سلسلہ میں ان احادیث کے بارے میں جو انہیں بیان کرنی

چاہیے تھیں کتاب بھی لکھی ہے اور یہ الزام درحقیقت ان پر صادق نہیں آتا، کیونکہ انہوں نے صحیح حدیث کے استیعاب کا التزام نہیں کیا، بلکہ انہوں نے صراحت کے ساتھ کہا ہے کہ انہوں نے استیعاب سے کام نہیں لیا، ان کا مقصد تو بس صحیح احادیث کا ایک مجموعہ تیار کرنا تھا، جس طرح فقہ میں کتاب لکھنے والا مسائل کا ایک مجموعہ تیار کرتا ہے، تمام فقہی مسائل کا استقصاء نہیں کرتا، لیکن وہ حدیث جو ان دونوں نے یا ایک نے ترک کر دی ہے، حالانکہ ظاہری اعتبار سے اس کی سند صحیح ہے اور وہ اس مسئلہ میں اساس ہے اور اس کی نظیر یا اس کے قائم مقام کوئی روایت بیان نہیں کی تو ظاہر ہے کہ انہیں اس میں کسی علت کا پتہ چلا جبکہ وہ روایت ان کے پاس تھی یا نسیانا چھوڑ دی ہے یا طوالت سے بچنے کو ترجیح دی ہے یا ان کا خیال تھا جو احادیث انہوں نے بیان کی ہیں انہوں نے ان کی ضرورت پوری کر دی ہے یا کوئی اور وجہ ہوسکتی ہے۔ (مقدمہ شرح صحیح مسلم نووی: ۱/ ۱۶)

دوسرا اعتراض، مسلم کے بعض راویوں پر جرح:

اعتراض کرنے والوں نے مسلم پر ایسے راویوں کی روایات بیان کرنے پر اعتراض کیا ہے جو ضعیف ہیں یا درمیانی درجہ کے دوسرے طبقہ کے لوگ ہیں جو صحیح کی شرط پر پورے نہیں اترتے، اس سلسلہ میں ان پر اعتراض وارد نہیں ہوتا، شیخ امام ابوعمرو بن صلاح نے اس کا جواب کئی صورتوں میں دیا ہے۔

۱۔ وہ کسی اور کے نزدیک ضعیف امام کے نزدیک ثقہ ہے، یہ اعتراض نہیں ہوسکتا کہ جرح، تعدیل سے مقدم ہے کیونکہ یہ تب ہے جب جرح سبب کی وضاحت کے ساتھ پائی جائے، اگر وہ ایسی نہیں تو قابل قبول نہیں، امام حافظ ابوبکر احمد بن علی بن ثابت خطیب بغدادی وغیرہ کا قول ہے بخاری، مسلم اور ابوداود کے وہ راوی جن پر دوسرے لوگوں نے طعن کیا ہے، اس پر محمول ہے کہ ان پر طعن مؤثر انداز میں سبب کی توضیح کے ساتھ ثابت نہیں۔

۲۔ ایسے راویوں کی روایات متابعات اور شواہد میں لائی گئی ہیں، اصول میں نہیں، یعنی پہلے حدیث صاف سند سے جس کے راوی ثقہ ہیں کو بطور اصل بیان کر دیا پھر بعد میں دوسری سند یا اسانید سے بطور متابعت یا کسی مزید فائدہ سے آگاہ کرنے کے لیے بیان کیا، اگرچہ ان میں کوئی راوی ضعیف بھی موجود تھا۔ (مقدمہ شرح صحیح مسلم نووی: ۱/ ۱۶۱)

امام ابوعبداللہ حاکم نے مسلم سے ایک ایسی جماعت کی روایات جو صحیح کی شرط پر پورے نہیں اترتے یہی عذر پیش کیا ہے کہ ان سے اور بہت سے ان جیسوں سے روایات متابعت اور شاہد کے طور پر بیان کی ہیں مثلاً مطر وراق، بقیہ بن ولید، محمد بن اسحاق بن یسار عبداللہ بن عمر عمری، نعمان بن راشد اور ان جیسے۔

۳۔ ضعیف راوی میں ضعف ان کے اس سے روایت لینے کے بعد پیدا ہوا ہے مثلاً وہ اختلاط کا شکار ہوگیا، تو اس کی اختلاط سے پہلے کی روایات جب کہ اس کا حافظہ درست تھا، قابل اعتراض نہیں، مثلاً عبداللہ بن وہب کا

بھتیجا، احمد بن عبدالرحمٰن بن وہب، ابوعبداللہ حاکم نے بیان کیا ہے وہ ۲۵۰ھ کے بعد اختلاط کا شکار ہوا جبکہ مسلم مصر سے جا چکے تھے، اس لیے اس کا حکم سعید بن ابی عروبہ اور عبدالرزاق وغیرہما جیسا ہے جو آخری عمر میں اختلاط کا شکار ہوئے اور اس سے پہلے کی صحیحین میں ان کی احادیث بیان کرنا رکاوٹ کا باعث نہیں بنا۔

۴۔ ضعیف سند والے کی روایت عالی تھی، جبکہ ثقہ راویوں کی سند سے نازل تھی، تو انہوں نے عالی سند پر کفایت کی، سند نازل بیان کر کے سند کو طویل نہیں کیا، کیونکہ اس فن کے ماہرین کو سند کا پتہ تھا، اور یہ عذر انہوں نے صراحتاً بیان کیا ہے، یہ صورت حال اس کے برعکس ہے کہ پہلے ثقہ راویوں کی روایات بیان کر دیں پھر بعد میں بطور متابعت ان سے کم تر راوی کی روایت بیان کر دی گویا اس میں طبیعت کی نشاط اور عدم نشاط کا اثر تھا، ہم پیچھے سعید بن عمرو برزعی کا واقعہ نقل کر چکے ہیں جو ابوزرعہ کے امام مسلم کے راویوں کے سلسلہ میں پیش آیا اور امام مسلم نے اس کا جواب دیا۔ (ص ۸۵)

شیخ ابن صلاح کہتے ہیں: ہم امام مسلم کا یہ قول بھی نقل کر چکے ہیں (ص ۸۳) کہ میں نے ابوزرعہ کے سامنے اپنی کتاب پیش کی، جس حدیث کی علت کی انہوں نے نشان دہی کی میں نے اسے چھوڑ دیا اور ہر وہ حدیث جس کو انہوں نے صحیح کہا بیان کر دیا۔

شیخ فرماتے ہیں، یہ مقام بڑا سنگاخ ہے جس کو میں نے واضح انداز سے ہموار کر دیا، کسی نے اس کو ایک جگہ جمع نہیں کیا وللہ الحمد۔ اور میں نے جو کچھ بیان کیا ہے وہ اس پر دلالت کرتا ہے کہ کسی راوی سے محض امام مسلم کے روایت کرنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ مسلم کے نزدیک صحیح کی شرط پر پورا اترتا ہے، ان کی شرط پر قرار دینا غفلت اور خطا پر مبنی ہے بلکہ اس کے لیے یہ دیکھنا ہوگا کہ وہ اس سے روایت کس قسم کی روایات میں لائے ہیں۔ واللہ اعلم (مقدمہ شرح صحیح مسلم، نووی: ۱/ ۱۶)

مسلم پر استدراک تصحیح:

علماء نے بخاری اور مسلم کی کچھ احادیث پر استدراک کیا ہے کہ ان میں وہ شروط موجود نہیں یا بعض موجود نہیں جو علماء نے صحت کے لیے مقرر کی ہیں، یہ اس کی تقسیم کی رو سے جو علماء نے انواع حدیث کے سلسلہ میں کی ہے، بعض کے بارے میں جواب دیا گیا ہے کہ وہ شروط کے موافق ہیں اور بعض کے بارے میں کہا گیا ہے یہ مخالف ہیں، لیکن یہ چیز ان دونوں کتابوں میں بہت کم ہے اور اکثر مخالفت کا تعلق فن حدیث سے ہے اور بشری کوشش میں کچھ نہ کچھ خطا کا پایا جانا لابدی ہے خطا سے پاک ہونا صرف اللہ تعالیٰ کی کتاب کا امتیاز ہے جو مثل وتشبیہ سے منزہ ہے، فرمان باری تعالیٰ ہے: اگر یہ قرآن غیر اللہ کی طرف سے ہوتا تو اس میں باہمی اختلاف بہت ہوتا۔" (النساء: ۸۲)

اقسام حدیث:...... علماء نے حدیث کی تین اقسام بتائی ہیں: (۱) صحیح (۲) حسن (۳) ضعیف اور ہر قسم کی ذیلی اقسام ہیں:

حدیث صحیح: وہ حدیث ہے جس کی سند ایسے راویوں سے متصل ہو جو عادل اور ضابط ہوں اور اس میں شذوذ اور علت بھی نہ ہو، یہ حدیث بالاتفاق صحیح ہے۔

نوٹ:...... (۱) سند متصل کا معنی یہ ہے کہ سند میں سے کوئی راوی گرا نہ ہو، سند اول تا آخر مربوط ہو۔ (۲) عادل وہ راوی ہے جو صاحب تقویٰ اور بامروت ہو۔ (۳) ضابط کا معنی یہ ہے کہ وہ خوب حفاظت کرنے والا اور اچھی طرح یاد رکھنے والا ہو۔ (۴) شاذ، اس حدیث کو کہتے ہیں جس میں ثقہ راوی اپنے سے زیادہ ثقہ راوی کی مخالفت کرتا ہو۔ (۵) علت، وہ حدیث جس میں بظاہر کوئی عیب نہ ہو اور پوشیدہ طور پر عیب دار ہو۔

اگر مذکورہ بالا شروط میں کوئی خلل کوتاہی ہو تو اس کے صحیح ہونے میں اختلاف ہے۔ امام ابوسلیمان، احمد بن محمد بن ابراہیم بن خطاب خطابی فرماتے ہیں، حدیث کی اہل حدیث کے نزدیک تین قسمیں ہیں، صحیح، حسن اور سقیم، صحیح وہ ہے جس کی سند متصل ہو اور ناقلین عادل ہوں، حسن وہ ہے، جس کے مخرج (اصل) کا علم ہو اور راوی مشہور ہوں، اکثر احادیث ایسی ہی ہیں، اسے اکثر علماء نے قبول کیا ہے اور عام فقہاء اس سے استدلال کرتے ہیں، سقیم کے تین درجات ہیں، بدترین موضوع من گھڑت، پھر مقلوب (الٹ پھیر والی) پھر مجہول ہے۔

صحیح کی اقسام:...... امام ابوعبداللہ حاکم نیشاپوری نے اپنی کتاب ''المدخل الی کتاب الاکلیل'' میں حدیث صحیح کی دس اقسام بیان کی ہیں، پانچ کی صحت پر اتفاق ہے اور پانچ کی صحت کے بارے میں اختلاف ہے۔

اتفاقی کی پہلی قسم:...... وہ احادیث ہیں جن کا انتخاب بخاری اور مسلم نے کیا ہے اور یہ صحیح کا پہلا مرتبہ ہے جس کی صورت یہ ہے کہ وہ ایسے صحابی کی روایت ہے جو رسول اللہ ﷺ سے روایت بیان کرنے میں مشہور ہے اور اس سے دو یا زائد راوی بیان کرتے ہیں، اور اسے وہ تابعی بیان کرتا ہے جو صحابہ رضی اللہ عنہم سے روایت کرنے میں مشہور ہے، اور اس سے بیان کرنے والے بھی دو یا اس سے زائد ہیں، پھر اس سے ایسا تبع تابعی بیان کرتا ہے جو حافظ متقن (پختہ کار) ہے اور مذکورہ بالا شرط پر پورا اترتا ہے، اس طرح آگے مروی ہو اور بقول حاکم ایسی احادیث کی تعداد دس ہزار بھی نہیں ہے۔

دوسری قسم:...... پہلی والی شروط ہیں فرق یہ ہے کہ صحابی سے بیان کرنے والا صرف ایک راوی ہے۔

تیسری قسم:...... پہلی والی صورت ہے فرق یہ ہے کہ تابعی سے بیان کرنے والا صرف ایک راوی ہے۔

چوتھی قسم:...... غریب وافراد روایات جن کے راوی ثقہ عادل ہیں۔

پانچویں قسم:...... ائمہ کی وہ جماعت جو اپنے باپوں کے واسطہ سے اپنے دادوں سے بیان کرتے ہیں اور ان کے باپوں کے واسطہ سے دادوں کی روایت صرف یہی حضرات بیان کرتے ہیں۔ دوسروں سے اس طرح ثابت نہیں مثلاً عمرو بن شعیب کا صحیفہ جو وہ اپنے باپ کے واسطہ سے دادے سے بیان کرتے ہیں، بہز بن حکیم اپنے باپ کے واسطہ سے، اپنے دادے سے بیان کرتے ہیں، ایاس بن معاویہ، اپنے باپ کے واسطہ سے اپنے دادا سے بیان کرتے ہیں۔ ان کے دادا صحابی ہیں اور پوتے ثقہ ہیں، امام حاکم فرماتے ہیں، یہ پانچ اقسام ائمہ نے اپنی کتابوں میں بیان کی ہیں، یہ حجت ہیں، اگرچہ صحیحین میں ان میں سے صرف پہلی قسم کی احادیث نقل کی گئی ہیں۔

وہ فرماتے ہیں، وہ پانچ اقسام جن کے بارے میں اختلاف ہے، وہ (۱) مرسل روایات (۲) مدلسین کی وہ روایات جس میں انہوں نے اپنے سماع کا تذکرہ نہیں کیا۔ (۳) جسے ایک ثقہ متصل بیان کرتا ہے اور دوسری ثقہ جماعت منقطع بیان کرتی ہے۔ (۴) ان ثقہ راویوں کی روایت جو حافظ ماہر نہیں ہیں۔ (۵) بدعتیوں کی روایات جب وہ سچ بولنے والے ہوں، حاکم کی عبارت ختم ہوئی۔ (مقدمہ شرح مسلم نووی: ۱/ ۱۶، ۱۷)

ابوعلی غسانی جیانی کا قول ہے، راویوں کے سات طبقات ہیں، تین قابل قبول ہیں اور تین متروک ہیں اور ساتویں میں اختلاف ہے۔

پہلا طبقہ:...... حدیث کے ائمہ، حفاظ، جن کی دوسروں کے مخالف حدیث، ان کے خلاف دلیل ہے اور ان کی انفرادی روایت بھی قبول ہوگی۔

دوسرا طبقہ:...... جو حفظ اور ضبط میں پہلے سے کم تر ہے، ان کو بعض روایات میں وہم اور غلطی لاحق ہوئی ہے، عام طور پر ان کی روایات صحیح ہیں، اور ان کے وہم کی درستگی پہلے طبقہ کی روایات کی روشنی میں کی جائے گی اور یہ پہلے طبقہ سے متصل ہیں۔

تیسرا طبقہ:...... ان راویوں کا رجحان بدعات کی طرف ہے لیکن غلو نہیں اور اس کی دعوت بھی نہیں دیتے، ان کی حدیث صحیح ہے یہ سچے ہیں وہم کم ہے۔

محدثین نے ان طبقات کی احادیث بیان کی ہیں اور نقل روایت کا مدار انہیں طبقات پر ہے۔

وہ تین طبقات جنہیں اہل معرفت (ماہرین فن) نے ساقط قرار دیا ہے یعنی ان کی حیثیت گھٹائی ہے۔

چوتھا طبقہ:...... جن پر جھوٹ بولنے اور حدیث گھڑنے کا داغ ہے۔

پانچواں طبقہ:...... ان پر وہم اور غلطی غالب ہے۔

چھٹا طبقہ:...... بدعت کے سلسلہ میں غالی، اس کے داعی ہیں، اور اپنی دلیل بنانے کے لیے احادیث میں

تحریف اور اضافہ کرتے ہیں۔

ساتواں طبقہ:......جن کے بارے میں اختلاف ہے، مجہول لوگ جو ایسی روایات بیان کرنے میں متفرد ہیں، جن کی متابعت موجود نہیں ہے، کچھ لوگوں نے ان کی روایات قبول کی ہیں اور بعض نے ان کے بارے میں توقف کیا ہے۔ (مقدمہ شرح صحیح مسلم نووی: ۱/ ۱۷)

اہل بدعت کی روایت کا حکم:

امام غسانی نے جو یہ بات کہی ہے کہ اہل بدعت اور اہل ہوی جو بدعت کی طرف بلاتے نہیں اور اس میں غلو نہیں کرتے، ان کی روایت بالاتفاق قبول کی گئی ہیں یہ بات اس طرح نہیں ہے بلکہ ان کے بارے میں بھی اختلاف ہے، اسی طرح دعوت دینے والوں کے بارے میں بھی اختلاف مشہور ہے، امام مسلم نے اس کا تذکرہ کیا ہے، مجہول راویوں کے بارے میں اس نے جس اختلاف کا ذکر کیا ہے وہ درست ہے، حاکم نے اس اختلافی قسم کو نظر انداز کر دیا ہے۔ (مقدمہ شرح صحیح مسلم نووی: ۱/ ۱۷)

مجہول راویوں کی روایت کا حکم:

مجہول راوی کی تین اقسام ہیں:

(۱) اس کی ظاہری اور باطنی عدالت کا پتہ نہیں ہے۔ (۲) ظاہری طور پر وہ عادل ہے، باطنی عدالت کا علم نہیں ہے اس کو مستور کا نام دیا جاتا ہے۔ (۳) مجہول العین، جس کی شخصیت کا ہی علم نہیں ہے۔

پہلی قسم کی روایات اکثریت کے ہاں حجت نہیں، اور دوسری دونوں کو محقق حضرات میں سے بہت سے حضرات نے قبول کیا ہے۔ (مقدمہ شرح صحیح مسلم: ۱/ ۱۷)

امام حاکم کا یہ قول کہ بخاری اور مسلم کی شرط یہ ہے کہ صحابی سے بیان کرنے والا راوی ایک نہ ہو، ائمہ نے اس کی تغلیط کی ہے کیونکہ صحیحین میں سعید بن مسیّب کے والد مسیّب بن حزن کی ابوطالب کی وفات کے سلسلہ میں روایت موجود ہے، جسے صرف اس کے بیٹے سعید نے ہی بیان کیا ہے اور بخاری میں عمرو بن تغلب کی روایت کہ ''میں ایک ایسے آدمی کو عنایت کر دیتا ہوں، جبکہ جس کو چھوڑا ہے وہ مجھے زیادہ پسند ہوتا ہے۔'' اسے اس سے صرف حسن نے بیان کیا ہے اور مرداس اسلمی کی روایت ''نیک لوگ ختم ہو جائیں گے'' اسے اس سے صرف قیس بن ابی حازم نے بیان کیا ہے اور مسلم میں رافع بن عمرو غفاری کی حدیث ہے جسے اس سے صرف عبداللہ بن صامت نے بیان کیا ہے، اور ربیعہ بن کعب اسلمی کی روایت جسے اس سے صرف ابوسلمہ نے بیان کیا ہے۔ صحیحین میں اس قسم کی مثالیں کثیر تعداد میں موجود ہیں۔ (مقدمہ شرح صحیح مسلم: ۱/ ۱۷)

امام بخاری نے الفیة الحدیث للعراقی کی شرح فتح المغیث جلد ا ص ۴۷، ۴۸ پر لکھا ہے، میں نے حاکم کے کلام میں اس شرط سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے استثناء کی تصریح پائی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس نے اپنی پہلی بات سے رجوع کر لیا تھا امام حاکم کا قول ہے، صحابی المعروف اذا لم نجد له راویاً غیر تابعی واحد معروف احتججنا به واحتججنا حدیثه اذ هو علی شرطهما جمیعاً معروف صحابی سے اگر ایک ہی معروف تابعی روایت بیان کرے تو ہم اس کو دلیل بنائے گے اور اس کی حدیث کو صحیح قرار دیں گے کیونکہ وہ دونوں (بخاری ومسلم) کی شرط پر پورا آتا ہے، کیونکہ امام بخاری نے مرداس اسلمی اور عدی بن عمیرہ کی حدیث بطور حجت پیش کی ہے، حالانکہ ان سے صرف قیس بن ابی حازم ہی روایت بیان کرتا ہے، اس طرح امام مسلم نے ابو مالک اشجعی کی روایات بیان کی ہیں جو وہ اپنے باپ سے بیان کرتا ہے۔

حسن حدیث:

بقول خطابی وہ ہے جس کے مخرج (اصل) کا پتہ ہو اور اس کے راوی مشہور ہوں اور امام ابوعیسیٰ ترمذی کے نزدیک حسن وہ ہے جس کی سند میں متہم راوی نہ ہو اور وہ شاذ نہ ہو اور ایک سے زائد سندوں سے مروی ہو۔

امام الشیخ ابوعمرو بن صلاح رحمہ اللہ نے حسن کی دو قسمیں بنائی ہیں:

پہلی قسم:...... جس کی سند میں مستور راوی جس کی اہلیت ثابت نہیں موجود ہے، لیکن روایت میں وہ بہت غلطیاں نہیں کرتا اور اس سے عمداً جھوٹ بولنا یا کوئی اور فسق کا باعث عمل ظاہر نہیں ہوا اور حدیث کا متن معروف ہو یعنی دوسری سند سے اس جیسا یا اس کے ہم معنی مروی ہو۔

دوسری قسم:...... اس کا راوی صدق اور امانت میں مشہور ہو حفظ واتقان میں کمی کی وجہ سے صحیح کے راویوں کے درجہ پر فائز نہ ہو، ہاں وہ اپنے متفرد ہونے کی صورت میں منکر کے درجہ سے بلند ہو۔

بقول ابن صلاح ترمذی کی مراد پہلی قسم ہے اور خطابی کا مقصد دوسری قسم ہے۔ دونوں نے جس قسم کو پوشیدہ خیال کیا اس کی تعریف کر دی، بہر صورت دونوں قسموں کا شذوذ اور علت سے پاک ہونا ضروری ہے۔

ضعیف حدیث:

ضعیف حدیث وہ ہے جس میں صحیح اور حسن کسی کی بھی شروط موجود نہ ہوں اور اس کی بے شمار اقسام ہیں مثلاً موضوع، مقلوب، شاذ، منکر، معلل اور مضطرب وغیرہا، ان سب کی تعریفات، احکام اور تفصیلات اہل فن کے ہاں معروف ہیں اور اس کے ساتھ طالب حدیث جن آلات اور مقدمات کا محتاج ہے امام ابوعمرو بن صلاح نے انہیں پورے پختہ انداز میں بیان کیا ہے۔ (مقدمہ شرح صحیح مسلم نووی: ۱/ ۱۷)

صحیحین پر استدراک ان احادیث کے سلسلہ میں جہاں انہوں نے اپنی شرطوں کی پابندی نہیں کی یا وہ ان کی شرط پر ہیں لیکن انہوں نے بیان نہیں کیں۔

پہلی صورت وہ احادیث جن میں انہوں نے اپنی شروط کا التزام نہیں کیا۔ ایک جماعت نے امام بخاری اور مسلم پر ان احادیث کے سلسلہ میں استدراک کیا ہے جہاں انہوں نے اپنی شروط میں کوتاہی کی ہے اور جس درجہ کا التزام کیا تھا اس سے نیچے اتر آئے ہیں، اس کی طرف پہلے اشارہ گزر چکا ہے، امام حافظ ابوالحسن علی بن عمر دارقطنی نے اس سلسلہ میں ایک کتاب لکھی ہے جس کا نام ہے "الاستدراکات وتتبع" اس میں دونوں کتابوں کی دوسو احادیث کا تذکرہ ہے، اس طرح ابومسعود دمشقی نے بھی دونوں پر استدراک لکھا ہے اور ابوعلی غسانی جیانی نے اپنی کتاب "تقیید المهمل فی جزء العلل" میں ان کے راویوں پر استدراک کیا ہے اور یہ بھی بتایا ہے ان پر کیا لازم تھا۔ ان سب کا یا اکثر کا جواب دیا جا چکا ہے۔

نوٹ:...... امام دارقطنی کے الزامات اور تتبع کا تفصیلی جواب شیخ مقبل بن حادی بن مقبل نے دیا ہے جس کا نام "تحقیق ودراسۃ لالزامات وتتبع" ہے، ناشر مکتبہ سلفیہ مدینہ منورہ۔

عکرمہ بن عمار کے سلسلہ میں امام بخاری اور امام مسلم کا اختلاف:

امام حاکم کا قول ہے، امام مسلم رحمہ اللہ نے شواہد میں اس کی روایات بکثرت بیان کی ہیں امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس کے پاس کتاب نہ تھی، اس لیے یحییٰ سے روایت میں اضطراب پایا جاتا ہے۔

امام ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: صحیح مسلم میں اس اصول میں ایک منکر حدیث موجود ہے، جو سماک حنفی کے واسطہ سے ابن عباس سے ابوسفیان کی آپ سے تین درخواستوں کے بارے میں ہے اور اس سند سے تین اور احادیث بیان کی ہیں۔ (میزان الاعتدال ترجمہ: ۵۷۱۳)

امام مسلم اپنی سند سے عکرمہ کی ابوزمیل کے واسطہ سے، ابن عباس کی روایت بیان کرتے ہیں کہ مسلمان ابوسفیان کو اہمیت نہیں دیتے تھے اور نہ اس کے ساتھ بیٹھتے تھے، اس نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا، اے اللہ کے نبی، مجھے تین چیزیں عنایت فرمائیں، میری بیٹی ام حبیبہ رضی اللہ عنہا عرب کی حسین اور جمیل ترین عورت ہے اس سے آپ کی شادی کر دیتا ہوں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ٹھیک، کہا۔ معاویہ کو اپنا کاتب بنالیں فرمایا، درست، کہا مجھے امیر مقرر کر دیجیے تاکہ میں کافروں سے اسی طرح جنگ کروں جس طرح مسلمانوں سے لڑتا تھا۔ فرمایا، ہاں۔ (صحیح مسلم، حدیث: ۲۵۰۱)

یہ ایک ایسی روایت ہے، بخاری نے بیان نہیں کی اور مسلم نے بیان کی ہے، امام بخاری اپنی صحیح میں عکرمہ

بن عمار سے حدیث نہیں لائے اور کہا، اس کے پاس کتاب نہ تھی اس لیے اس کی حدیث مضطرب ہے۔

ابوبکر کا قول ہے، ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے واقعہ والی حدیث، اہل مغازی کا اس کے خلاف اتفاق ہے کیونکہ ان کے نزدیک بالاتفاق، جعفر بن ابی طالب اور ان کے ساتھیوں کے حبشہ سے واپس آنے سے پہلے ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کی آپ سے شادی ہوچکی تھی، وہ خیبر کے موقعہ پر واپس آئے، اور ابوسفیان بن حرب فتح مکہ کے موقعہ پر مسلمان ہوا جبکہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے نکاح کو دو یا تین سال گزر چکے تھے، تو وہ اس کی شادی کی درخواست کیسے کر سکتا ہے اور اگر اس نے یہ درخواست اس وقت کی تھی، جب وہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے خاوند کی حبشہ کی سرزمین میں موت کی خبر سن کر کفر کی حالت میں مدینہ آیا تھا، تو پھر دوسری اور تیسری درخواست مسلمان ہونے کے بعد کی ہے، تو حدیث میں اس طرح ہونا چاہیے تھا۔ (تاریخ مدینہ دمشق: ۶۹/ ۱۴۸)

نوٹ:...... راوی کا نکاح کے سلسلہ میں ام حبیبہ کا نام لینا، اس کا وہم ہے جس سے شادی کی درخواست کی وہ ابوسفیان کی ایک دوسری بیٹی تھی، لیکن چونکہ دو بہنوں سے بیک وقت نکاح نہیں ہوسکتا، اس لیے آپ نے یہ درخواست قبول نہ فرمائی۔ جیسا کہ خود سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا نے بھی اپنی بہن سے نکاح کی پیش کش کی تھی، کیونکہ باپ اور بیٹی کو اس مسئلہ کا علم نہ تھا، کہ بیک وقت دو بہنیں نکاح میں نہیں آ سکتیں۔ (عبدالعزیز علوی)

دوسری صورت: ان دونوں کا صحیح احادیث چھوڑ دینا۔

علماء کی ایک جماعت نے صحیحین کی تصحیح کے سلسلہ میں یہ بھی کہا ہے کہ دونوں نے ایسی احادیث چھوڑ دی ہیں، جو ان کی شرط پر پوری اترتی تھیں، یہ اعتراض اس کے باوجود ہے کہ انہوں نے یہ دعویٰ نہیں کیا کہ انہوں نے تمام صحیح احادیث کا استقصاء کیا ہے، امام حاکم نیشاپوری نے ان پر مستدرک لکھی ہے جس کے مقدمہ میں لکھتے ہیں: ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری اور ابوالحسین مسلم بن حجاج قشیری رحمہما اللہ نے صحیح احادیث کے سلسلہ میں دو شائستہ پاکیزہ کتابیں تصنیف کی ہیں، دونوں کی شہرت تمام اکناف میں پھیل گئی ہے، ان دونوں اور ان میں کسی ایک نے بھی یہ دعویٰ نہیں کیا کہ ہماری بیان کردہ احادیث کے سوا کوئی حدیث صحیح نہیں ہے۔ اور ہمارے دور میں بدعتیوں کی ایک جماعت رونما ہوئی ہے جو احادیث بیان کرنے والوں کو یہ طعنہ سنا دیتے ہیں کہ تمہارے نزدیک تمام صحیح احادیث کی تعداد، دس ہزار احادیث تک نہیں پہنچتی، آگے لکھتے ہیں اور مجھ سے اس شہر اور دوسرے شہروں کے کبار اہل علم کی ایک جماعت نے یہ درخواست کی کہ میں ایک ایسی کتاب مدون کروں جس میں محمد بن اسماعیل اور مسلم بن حجاج رحمہما اللہ کی بیان کردہ احادیث کی اسانید جیسی اسانید سے روایات بیان کی گئی ہوں، کیونکہ جس حدیث میں کوئی علت نہ ہو، اس کے بیان میں کوئی حرج نہیں، انہوں نے

سب کے بیان کرنے کا دعویٰ نہیں کیا۔ ان کے دور کے اور ان کے بعد کے کچھ علماء نے ان کی بیان کردہ کچھ احادیث کو معلل قرار دیا ہے اور میں نے پوری اس کوشش سے ”المدخل الی الصحیح“ میں ان دونوں کا دفاع کیا ہے، جو اہل فن کے ہاں پسندیدہ ٹھہرا ہے۔ (المدخل الی الصحیح کی تحقیق ڈکتور ربیع بن ہادی عمیر المدخلی نے کی ہے)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ خود حاکم کو یہ بات تسلیم ہے کہ بخاری اور مسلم نے صحیح کے استیعاب کا دعویٰ نہیں کیا۔ جبکہ ہم دیکھتے ہیں، خود حاکم نے استدراک میں اپنی شرط کی پابندی نہیں کی، اس میں ایسی صحیح احادیث جمع کی ہیں جو ان دونوں کی شرط پر صحیح ہیں یا اوروں کی شرط پر صحیح ہیں۔

امام سخاوی فرماتے ہیں: امام حاکم ابوعبداللہ ضبی نیشاپوری جو حافظ، ثقہ ہے، کی المستدرك على الصحيحين جس میں ان کے مافات کی تلافی کی گئی ہے، اس کے متن میں تساہل موجود ہے کہ اس میں بھی کئی موضوع روایات ہیں جن کی تصحیح یا تو تعصب کی بنا پر کی ہے کیونکہ اس پر تشیع کا الزام ہے یا کوئی اور وجہ ہے، ضعیف وغیرہ تو کیا کہنا، بلکہ یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس تساہل کا سبب یہ ہے کہ اس نے یہ کتاب اپنی آخری عمر میں لکھی ہے جب اس میں غفلت اور تغیر رونما ہو چکا تھا یا اسے اس کی تہذیب و تنقیح کا موقعہ نہیں ملا، اس کی دلیل یہ ہے کہ کتاب کے ابتدائی پانچویں حصہ تک باقی حصہ کے اعتبار سے تساہل بہت ہی کم ہے اور یہاں لکھا ہوا، حاکم کا املاء ختم ہوا۔ (فتح المغیث)

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے مستدرک کی مختلف اقسام بیان کی ہیں اور ہر قسم کو پھر تقسیم کیا جا سکتا ہے۔

پہلی قسم:......جو حدیث اس نے بیان کی ہے اس کے راوی صحیحین میں یا ان میں سے ایک میں سے مجموعی صورت میں موجود ہیں اس میں کوئی علت نہیں ہے، مجموعی صورت کی قید ہم نے اس لیے لگائی ہے کہ بعض دفعہ راوی سے انفرادی طور پر روایت لی ہے مثلاً سفیان بن حسین کی زہری سے روایت، ان دونوں نے ان دونوں سے الگ الگ روایت بیان کی ہے، لیکن سفیان بن حسین کی زہری سے کوئی روایت بیان نہیں کی، کیونکہ زہری سے اس کے سماع میں ضعف ہے باقی اساتذہ میں یہ صورت نہیں، لہٰذا جب وہ زہری سے روایت کرے گا تو یہ کہنا صحیح نہیں ہوگا یہ شیخین کی شرط پر، یا ان میں سے ایک کی شرط پر ہے کیونکہ ان کی شرط پر تو تب ہوتا جب وہ دونوں کی اجتماعی صورت میں روایت لاتے اس طرح کی وہ سند جب وہ دونوں ایک راوی کو حجت سمجھیں اور دوسرے کو حجت نہ سمجھیں، مثلاً ایک حدیث ہے جسے شعبہ، سماک بن حرب کے واسطہ سے عکرمہ سے وہ ابن عباس سے بیان کرتے ہیں، کیونکہ مسلم سماک کی حدیث اس وقت لیتے ہیں جب ثقہ

راوی اس سے بیان کریں، وہ عکرمہ کو ثقہ نہیں سمجھتے، امام بخاری کے نزدیک عکرمہ ثقہ ہے اور سماک ثقہ نہیں، اس لیے یہ سند اس حالت میں ان کی شرط پر نہیں ہو سکتی، اگر وہ ان کی اجتماعی صورت میں روایت لیتے تو پھر ان کی شرط پر ہوتی، امام ابوالفتح قشیری وغیرہ نے اس کی صراحت کی ہے۔

میں نے علل سے پاک ہونے کی شرط اس لیے لگائی ہے کہ اگر مجموعی صورت میں وہ راوی روایت میں موجود ہوں، لیکن ان میں کوئی ایسا راوی ہو جو تدلیس کرتا ہے یا عمر کے آخری حصہ میں اختلاط کا شکار ہو گیا تھا، تو ہم اجمالی طور پر یہ جانتے ہیں کہ شیخین نے مدلس راوی کی عن والی روایت نقل نہیں کی الا یہ کہ دوسری سند سے اس کا سماع ان کے نزدیک ثابت ہو، اس طرح کسی ایسے مختلط کی روایت بیان نہیں کی جو اس نے اختلاط (قدرتی عوامل سے قوت یادداشت کا متاثر ہونا کے) بعد بیان کی ہو، دونوں نے اس کی صرف وہی روایت بیان کی ہے جو اختلاط سے پہلے کی صحیح حدیث تھی، جب صورت حال یہ ہے تو جس حدیث میں مدلس کا عنعنہ موجود ہو یا ایسے استاد کی حدیث ہو جس کا سماع اختلاط کے بعد ہو، اس کو اس بنیاد پر ان کی شرط پر قرار دینا درست نہیں کہ یہ سند ان کی کتابوں میں موجود ہے، الا یہ کہ مدلس دوسری سند میں سماع کی صراحت کرے اور یہ ثابت ہو کہ راوی نے یہ حدیث اختلاط سے پہلے سنی تھی اس قسم کو ان دونوں کی یا ان میں سے کسی ایک کی شرط پر قرار دیا جا سکتا ہے، مستدرک میں کوئی ایسی شروط والی حدیث موجود نہیں جس کی نظیر یا اصل کو انہوں نے بیان نہ کیا، مگر بہت کم جیسا کہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں، ہاں اس میں کثیر تعداد میں ان شروط والی احادیث موجود ہیں، لیکن شیخین نے یا ان میں سے ایک نے اسے روایت کیا ہے اور حاکم نے استدراک وہم کا شکار ہو کر اس گمان کی بنیاد پر کیا کہ انہوں نے یہ حدیث بیان نہیں کی (حالانکہ انہوں نے یا ایک نے وہ روایت بیان کی ہے)۔

دوسری قسم:...... حدیث کی سند ایسی ہے کہ شیخین نے اس کے تمام راویوں سے روایت بیان کی ہے مگر حجت و دلیل کے طور پر نہیں صرف شواہد، متابعات اور معلقات کے طور پر یا دوسری سند کے ساتھ، اس کے ساتھ وہ سند ملحق ہے جس میں کسی راوی کی ایسی روایت ہے جس میں وہ متفرد (اکیلا) نہیں یا کسی کے مخالف نہیں، جیسا کہ مسلم نے علاء بن عبدالرحمٰن کے نسخہ کی وہ روایات بیان کی ہیں جنہیں وہ اپنے باپ کے واسطہ سے اکیلا ہی سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے بیان کرتا ہے، اس لیے یہ کہنا درست نہیں کہ نسخہ کی باقی احادیث بھی مسلم کی شرط پر ہیں، کیونکہ انہوں نے تحقیق کے بعد وہی روایات بیان کی ہیں جن میں وہ اکیلا نہیں ہے۔ اس لیے تفرد کی صورت میں، ایسی روایات بخاری اور مسلم کی شرط پر نہیں ہوں گی۔

امام حاکم نے اپنی کتاب ''مدخل'' میں ایک مستقل باب میں ان راویوں کا تذکرہ کیا ہے جن کی روایات شیخین نے متابعات میں بیان کی ہیں اور ان روایات کی تعداد بھی بیان کی ہے، اس آگاہی کے باوجود وہ ان کی روایات مستدرک میں اس تصور کے ساتھ بیان کرتا ہے کہ وہ دونوں کی شرط پر ہیں، حالانکہ ان لوگوں کی روایات کے صحیح کے درجہ سے کم ہونے میں کوئی شک نہیں ہے بلکہ بعض ان میں شاذ اور ضعیف بھی ہیں لیکن اکثر حسن کے درجہ سے کم تر نہیں، حاکم اپنے اساتذہ ابن خزیمہ اور ابن حبان کی طرح جیسا کہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں، صحیح اور حسن میں فرق نہیں کرتا، سب کو صحیح قرار دیتا ہے اس کا یہ دعویٰ قابل نقد ہے کہ ان لوگوں کی احادیث شیخین یا ان میں سے ایک کی شرط پر ہیں، کتاب کا اکثر حصہ ان روایات پر مبنی ہے۔

تیسری قسم:......ایسی سند جس کی روایت صحیحین میں احتجاج کے (بطور دلیل) اور متابعت کے طور پر بھی موجود نہیں، ایسے لوگوں کی بکثرت احادیث حاکم نے بیان کی ہیں جن کی حدیث دونوں کتابوں میں موجود نہیں اور ان کو صحیح قرار دیا ہے، لیکن ان کے ان میں سے کسی کی شرط پر ہونے کا دعویٰ نہیں کیا، بعض جگہ وہم کا شکار ہو کر یہ دعویٰ بھی کیا ہے۔ اور بعض دفعہ اس حدیث کی صحت کو کسی راوی سے خالی ہونے پر معلق کیا ہے، مثلاً عید کے لیے زیبائش والی حدیث لیث کی سند سے اسحاق بن برزج کی حسن بن علی سے روایت اس کے آخر میں لکھا ہے اگر اسحاق مجہول نہ ہوتا تو میں اس کو صحیح قرار دیتا، اور بہت سی احادیث کے بارے کسی قسم کا تبصرہ نہیں کیا، اس وجہ سے اس کی بہت سی صحیح قرار دی احادیث میں یہ آفت موجود ہے، اس قسم میں بہت قلیل احادیث درجہ صحت تک پہنچتی ہیں چہ جائیکہ کہ ان کو شیخین کی احادیث کے درجہ پر فائز کیا جائے۔ واللہ اعلم

حیرت انگیز بات یہ ہے کہ حاکم نے عبدالرحمٰن بن زید بن اسلم کی روایت کے آخر میں لکھا ہے، صحیح الاسناد، یہ عبدالرحمٰن کی پہلی حدیث ہے جو میں نے بیان کی ہے اس کے ساتھ، اپنی اس کتاب میں جس میں ضعیف راویوں کو جمع کیا ہے، عبدالرحمٰن کے بارے میں لکھا ہے۔ عبدالرحمٰن بن زید بن اسلم، نے اپنے باپ سے موضوع (من گھڑت) روایات بیان کی ہیں اور جو صاحب فن ان پر غور کرے گا، اس پر یہ بات پوشیدہ نہیں رہے گی کہ اس کا مرتکب یہی ہے یعنی عبدالرحمٰن ہے اور کتاب کے آخر میں لکھا ہے یہ وہ لوگ ہیں جن کا مجروح ہونا مجھ پر واضح ہوا، میں کسی کی تقلید میں جرح کرنا جائز نہیں سمجھتا۔ (النکت علی مقدمہ ابن الصلاح: ۱/۲۶۴)

صحیحین کا موازنہ:

سیوطی نے تدریب الراوی: ۱/ ۹۱ میں لکھا ہے، یہ دونوں کتابیں قرآن کے بعد صحیح ترین ہیں اور دونوں میں سے صحیح بخاری زیادہ صحیح اور زیادہ فوائد کی حامل ہے یعنی اس کی متصل سند والی احادیث تعلیق اور تراجم کو چھوڑ کر اور

فوائد اس لیے زیادہ ہیں کیونکہ اس میں فقہی استنباطات اور حکیمانہ نکتے وغیرہ ہیں اور بعض کے بقول مسلم صحیح تر ہے لیکن پہلا قول صحیح ہے اور جمہور کا موقف یہی ہے کیونکہ بخاری اتصال اور راویوں کے پختہ کار ہونے میں زیادہ قوی ہے اس کی وضاحت مختلف صورتوں میں ہوسکتی ہے۔ (۱) جن راویوں کی روایت بیان کرنے میں بخاری، مسلم سے متفرد ہیں ان کی تعداد چار سوتیس سے اوپر ہے ان میں سے جرح اسی (۸۰) پر ہے اور جن راویوں کی روایات میں مسلم بخاری سے متفرد ہیں ان کی تعداد چھ سوبیس ہے اور ان میں سے ایک سو ساٹھ (۱۶۰) پر جرح ہے، بلاشبہ ایسے راویوں سے روایت لینا جن پر بالکل جرح نہیں، ان راویوں سے بہتر ہے جن پر جرح ہے، اگر چہ وہ جرح عیب کا باعث نہ بھی ہو۔

(۲) جن مجروح راویوں سے روایت لینے میں بخاری متفرد ہیں اس نے ان سے زیادہ احادیث نہیں لیں اور ان میں سے کسی راوی کا نسخہ بڑا نہیں جس کی سب یا اکثر روایات لی ہوں، سوائے عکرمہ عن ابن عباس کی سند کے، اس کے برعکس مسلم نے ایسے نسخوں کا زیادہ حصہ بیان کیا ہے جیسے ابوزبیر، جابر سے۔ سہیل اپنے باپ سے، علاء بن عبدالرحمٰن اپنے باپ سے، حماد بن سلمہ، ثابت سے اور ایسی ہی اور سندیں ہیں۔

(۳) بخاری جن مجروح راویوں سے روایت لینے میں متفرد ہیں، ان کی اکثریت ان کے اساتذہ کی ہے جن سے وہ ملے ہیں، ان کے ساتھ مجلس کی ہے، ان کے حالات سے آگاہی حاصل کی ہے۔ اور ان کی احادیث سے باخبر ہوئے ہیں اور ان کی اچھی احادیث کو دوسری احادیث سے پہچان لیا ہے اس کے برعکس جن مجروح راویوں کی احادیث بیان کرنے میں مسلم متفرد (اکیلے) ہیں وہ ان سے پہلے کے دور کے یعنی تابعین اور ان کے بعد کے ہیں اور بلاشبہ محدث اپنے اساتذہ کی احادیث ان سے پہلے راویوں کے مقابلہ میں بہتر طور پر جانتا ہے۔ (۴) بخاری پہلے طبقہ کی جو حفظ واتقان میں بلند مقام پر فائز ہے، احادیث لاتا ہے اور جو طبقہ پختگی اور طویل رفاقت میں اس پہلے طبقہ سے متصل ہے اس کی روایات انتخاب کر کے اور تعلیق کی صورت میں لاتا ہے اور مسلم اس دوسرے طبقہ کی روایات بھی اصول میں لائے ہیں جیسا کہ امام حازمی نے بیان کیا ہے۔ (۵) مسلم کے نزدیک معنعن روایت جب راوی ہم عصر سے بیان کرے اگر چہ ملاقات ثابت نہ ہو متصل سمجھی جائے گی اور بخاری کے نزدیک جب تک ملاقات ثابت نہ ہو وہ متصل نہ ہوگی، اس لیے وہ بسا اوقات باب کے تحت ایسی روایت لے آتے ہیں جس کا باب سے بالکل تعلق نہیں ہوتا، مقصد صرف راوی کا استاد سے سماع ثابت کرنا ہوتا ہے، کیونکہ وہ اسے پہلے معنعن صورت میں بیان کر چکے ہوتے ہیں۔ (٦) دونوں کی جن احادیث پر تنقید کی گئی ہے، ان کی تعداد دو سو دس (۲۱۰) ہے جیسا کہ آگے آ رہا ہے اور

بخاری میں خصوصی طور پر اسی (۸۰) سے کم ہیں اور بلاشبہ جن پر نقد کم ہے وہ زیادہ نقد والی سے راجح ہے، امام نووی نے اپنی بخاری کی شرح میں لکھا ہے، خصوصی طور پر جو چیز بخاری کو ترجیح دیتی ہے، وہ علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ بخاری، مسلم سے بڑا اور حدیث اور اس کی باریکیوں کا بہتر طور پر علم رکھتا تھا، اس نے اپنے علم کا انتخاب کیا اور جس کو پسند کیا اس کا خلاصہ اس کتاب میں پیش کر دیا، شیخ الاسلام (ابن حجر) کا قول ہے، علماء کا اتفاق ہے کہ بخاری علوم اور فن حدیث میں مسلم سے بڑے اور زیادہ علم رکھتے تھے، اور مسلم ان کے شاگرد اور تربیت یافتہ تھے اور ہمیشہ ان سے استفادہ کرتے رہے اور ان کے نقش قدم پر چلتے رہے حتیٰ کہ دارقطنی نے تو کہا: ''اگر بخاری نہ ہوتے تو مسلم کچھ پیش نہ کر سکتے۔''

(ابن صلاح نے لکھا ہے) ابوعلی غسانی نیشاپوری کا قول ہے، آسمان کی چھت تلے، مسلم کی کتاب سے صحیح تر کوئی کتاب نہیں۔ (تدریب الراوی: ۱/ ۹۱ تا ۹۳) میرے نزدیک ابوعلی کی کلام سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ اس کا صحیح مسلم کو مقدم کرنے کا مفہوم کچھ اور ہے، صحت کے لیے مطلوب شرطیں، جو ہم بیان کر رہے ہیں، وہ نہیں بلکہ یہ مقصد ہے کہ مسلم نے اپنی کتاب کی تصنیف اپنے شہر میں اصل نسخوں کی موجودگی میں اپنے اکثر اساتذہ کی زندگی میں کی ہے، اس لیے امام بخاری کے برعکس الفاظ اور احادیث کے بیان میں زیادہ احتیاط کرتے ہیں، بخاری نے بعض دفعہ حدیث اپنے حافظہ کی مدد سے لکھی اور الفاظ میں امتیاز نہیں کیا اور مسلم کا یہ امتیاز بھی ہے اس نے احادیث کی اسانید ایک جگہ جمع کر دی ہیں، اس لیے امام بخاری رحمہ اللہ کو بعض دفعہ شک ہو جاتا ہے۔

بخاری سے صحیح سند سے ثابت ہے، بعض احادیث میں نے بصرہ میں سنی ہیں اور شام میں لکھی ہیں۔ بخاری نے احکام کے استنباط اور احادیث کی تقطیع (مختلف حصوں میں تقسیم کرنا) کا ارادہ کیا ہے اور موقوفات لکھی ہیں، مسلم نے یہ کام نہیں کیا اور بعض مغربی لوگوں سے جو بات انہوں نے نقل کی ہے تو کسی سے یہ بات ثابت نہیں کہ اس نے مسلم کی فضیلت کو اس کے اصح ہونے سے مقید کیا ہو، بلکہ بعض نے افضلیت بلا قید بیان کی ہے، قاضی عیاض نے ابومروان طبنی یعنی قاضی کے نزدیک (طاء پر پیش ہے باء ساکن ہے اور پھر نون ہے) سے نقل کیا ہے کہ میرے بعض شیوخ صحیح مسلم کو صحیح پر فضیلت دیتے تھے، اور میرے خیال میں اس کی مراد ابن حزم ہے، قاسم تجیبی نے اپنی فہرست میں اس سے (ابن حزم سے) یہ نقل کیا ہے، اس نے کہا، کیونکہ اس نے خطبہ کے بعد صرف مسلسل احادیث بیان کی ہیں، امام دارقطنی کے ساتھیوں میں سے مسلم بن قاسم قرطبی کا قول ہے کسی نے صحیح مسلم جیسا نام نہیں کیا، یہ بات اچھے اسلوب اور بہتر ترتیب کے لحاظ سے ہے، صحت کے اعتبار سے نہیں، امام نووی نے ابن صلاح پر اضافہ کرتے ہوئے یہ لکھا ہے، مسلم کی یہ خصوصیت ہے کہ اس نے حدیث کو متعدد سندوں

اور مختلف الفاظ کے ساتھ ایک جگہ جمع کر دیا ہے۔ اس لیے اس کا سمجھنا آسان ہوگیا، اس کے برعکس بخاری نے انہیں مختلف ابواب میں تقسیم کر دیا ہے، تاکہ اس سے احکام کا استنباط کرسکیں اور بہت سے الفاظ غیر محل موقعہ پر بیان کیے ہیں، شیخ الاسلام (ابن حجر) فرماتے ہیں، اس لیے ہم دیکھتے ہیں بہت سے مغربی مصنفین جنہوں نے احکام کے سلسلہ میں کتابیں تصنیف کی ہیں، وہ متون حدیث کے بیان کے سلسلہ میں مسلم کی کتاب پر اعتماد کرتے ہیں، بخاری پر نہیں کیونکہ اس نے احادیث میں تقطیع کی ہے، وہ فرماتے ہیں جب مسلم کو یہ امتیاز حاصل ہے، تو اس کے مقابلہ میں بخاری کو یہ فضیلت حاصل ہے کہ اس نے اپنی کتاب کے ابواب کے تحت ایسے تراجم بیان کیے ہیں جنہوں نے افکار کو حیرت زدہ کر دیا ہے۔ (میرے نزدیک اس سے مراد حافظ ابن حجر ہیں، تدریب الراوی میں: ۱/ ۹۵، ۹۶ میں ان سے یہ طویل عبارت نقل کی گئی ہے)

صحیح مسلم کے ناقل، صحیح مسلم کی روایت کرنے والے:

شیخ ابوعمرو عثمان بن عبدالرحمٰن شہرزوری لکھتے ہیں: یہ کتاب، صحیح مسلم اپنی مکمل شہرت کے باوجود اس کی روایت مسلم تک متصل سند کے ساتھ ابواسحاق ابراہیم بن محمد بن سفیان پر موقوف ہوگئی ہے، ہاں مغربی علاقوں میں اس کے ساتھ، ابومحمد احمد بن علی قلانسی بھی مسلم سے روایت بیان کرتے ہیں اور ابواسحاق وہ نیشاپور کا باشندہ اور نیشاپوری ہے، وہ زاہد فقیہ تھا، ابوعبداللہ بن بیع حاکم نیشاپوری بیان کرتے ہیں، میں نے محمد بن یزید مجسم پیکر عدل سے سنا، ابراہیم بن محمد بن سفیان مستجاب الدعاء تھے، اور اس نے ابوعمرو بن نجید سے سنا ابراہیم بن محمد بن سفیان صالح بزرگ تھے اور حاکم نے بیان کیا، وہ محنت و کوشش کرنے والے عبادت گزار تھے، اور مسلم بن حجاج کے ہمہ وقتی ساتھی تھے اور ایوب بن حسن زاہد صاحب رائے یعنی حنفی فقیہ کے شاگردوں میں سے تھے، انہوں نے محمد بن رافع قشیری وغیرہ سے نیشاپور، ری، عراق اور حجاز میں سماع کیا اور بقول حاکم رجب ۳۰۸ھ میں وفات پائی۔

ابراہیم بن محمد بن سفیان کا قول ہے مسلم ہمیں کتاب سنانے سے ماہ رمضان ۲۵۷ھ میں فارغ ہوئے۔

(صیانۃ صحیح مسلم: ص ۱۰۶)

صحیح مسلم پر مستخرجات:

استخراج:...... کا مفہوم یہ ہے کہ ایک حافظ مثلاً بخاری یا مسلم کو سامنے رکھے پھر اس کی ہر ایک حدیث کو اپنی سند سے بیان کرے، اس میں راوی کے ثقہ ہونے کا التزام نہیں کیا جاتا، اگرچہ بعض نے شذوذ اختیار کرتے ہوئے یہ شرط لگائی ہے، اس سند میں بخاری یا مسلم کا نام نہ ہو، سند ان کے استاذ یا استاذ کے استاذ پر جا ملے، اسی

طرح اوپر چاہے صحابی پر جا ملے جیسا کہ بعض نے صراحت کی ہے، لیکن استخراج کرنے والے کے لیے اس سند سے علیحدگی اختیار کرنا جو اصل کتاب کے مصنف سے قریب ترین راوی پر ملتی ہے اس سے دور والی سند کی طرف جانا درست نہیں، الا یہ کہ علو سند یا اہم حکم کا اضافہ یا کوئی اور غرض ہو، اور صحابی پر ملنے کو کافی سمجھنے کا تقاضا یہ ہے اگر دونوں کسی شیخ پر مل جائیں اور دونوں کی سند ایک نہ ہو، پھر صحابی پر متفق ہو جائیں وہ بھی اس میں داخل ہوگی، اگرچہ بعض نے اس کے مخالف لکھا ہے۔

بعض دفعہ حافظ کے لیے احادیث کا پایا جانا مشکل ہو جاتا ہے تو وہ ان کو بالکل ترک کر دیتا ہے یا اس کے بعض راویوں سے تعلیقا بیان کر دیتا ہے، یا اس کو اصل مصنف کی سند سے بیان کر دیتا ہے، حافظوں کی ایک جماعت نے بخاری اور مسلم میں سے ہر ایک پر مستخرجات لکھی ہیں۔

جنہوں نے صحیح پر استخراج کا التزام کیا ہے وہ ایک جماعت ہے جیسے حافظ ابوعوانہ یعقوب بن اسحاق اسفرائینی شافعی نے مسلم پر مستخرج لکھی، حافظ ابوبکر احمد بن ابراہیم بن اسماعیل اسماعیلی نے بخاری پر مستخرج لکھی، ابوبکر احمد بن محمد بن احمد خوارزمی برقانی اور ابونعیم احمد بن عبداللہ بن احمد اصبہانی ایک دور کے ہیں دونوں نے دونوں پر مستخرجات لکھیں۔ ابوبکر احمد اسماعیلی، ابوبکر احمد خوارزمی کے استاد اور ابوعوانہ کے شاگرد ہیں، اس لیے اس کے نام کی (الفیہ الحدیث میں) تصریح کی گئی ہے اور اس کا خیال نہیں کیا گیا کہ دوسرے حضرات نے بھی صحیحین کا استخراج کیا ہے یا بخاری کا استخراج لکھا ہے جس کا درجہ بلند ہے، خاص کر جبکہ پہلے باب کے مناسب بھی یہی تھا اس سے پہلا باب ہے الصحیح الزائد علی الصحیحین، کیونکہ اس نے اپنی کتاب میں مستقل متون کا اضافہ کیا ہے اور کئی سندیں بیان کی ہیں اور وہ دوسروں کے ساتھ ان کی احادیث میں مستقل اضافہ وغیرہ میں شریک ہے، مستخرجات میں اضافے اس لیے آ گئے ہیں کیونکہ ان کے مصنفین نے صحیحین کے الفاظ کا التزام نہیں کیا۔

اس لیے مستخرجات سے نقل کرنے والے کو کہا گیا ہے کہ ان کے متون کے الفاظ، یعنی جن احادیث کو ان سے نقل کرو صحیحین کی طرف منسوب نہ کرنا، جب کہ تم بطور دلیل اس کو پیش کرو، جیسے ابواب پر تصنیف جیسا کہ ابن دقیق العید نے قید لگائی ہے کہ بخاری نے یا مسلم نے ان الفاظ سے روایت کی ہے الا یہ کہ اس کے ساتھ موازنہ کر لو یا استخراج کرنے والا اس کی صراحت کر دے کیونکہ مستخرجات میں بہت سے الفاظ مختلف ہیں، کیونکہ ان کے مؤلف حضرات نے اپنی روایات کے الفاظ کا التزام کیا ہے اس طرح بسا اوقات اختلاف کم ہے اور جب صورت حال یہ ہے، تو جائزہ لو مستخرجات یا مستخرج میں کیا اضافہ ہے، ان کی احادیث کو صحیح قرار دیا جائے گا بشرطیکہ وہ

راوی جو استخراج کرنے والے اور اصل راوی جس پر اتفاق ہوا ہے کے درمیان آنے والے ہیں، وہ صحت کی شرط پر پورے اترتے ہوں جس طرح اس تعلیل سے پتہ چلتا ہے کہ یہ صحیح کے منبع سے نکلی ہیں۔

مستخرجین کا بڑا مقصد علو سند ہے، ان کی کوشش ہوتی ہے کہ وہ اور جس پر استخراج کر رہے ہیں وہ (راویوں میں) برابر ہوں، اگر یہ صورت حاصل نہ ہو سکے تو جو سند میسر ہو سکے، اس کو اختیار کرتے ہیں جیسا کہ بعض حفاظ نے اس کی صراحت کی ہے۔ اور کبھی ان کے لیے سند عالی میسر نہیں ہوتی تو وہ سند نازل کی صورت میں ہی لے آتے ہیں جبکہ ان کا اصل مقصد علو ہی ہوتا ہے بشرطیکہ مل جائے'' اگر اس میں صحیح کی شروط پائی جائیں تو یہ مقصود ہے وگرنہ ان کا مقصد تو پورا ہو گیا، بعض احادیث بخاری نے مثلاً زہری کے کسی شاگرد کی سند سے بیان کی ہے اور مستخرج دوسری سند سے لاتا ہے جس میں مجروح راوی زہری سے کچھ اضافہ بیان کرتا ہے، ایسی صورت میں اس پر صحیح ہونے کا حکم نہیں لگایا جائے گا۔

امام مسلم کی صحیح کو ان کے دور کے اور بعد کے ادوار کے علماء کے ہاں پسندیدگی حاصل ہوئی ہے، اس لیے اس پر بہت سی مستخرجات لکھی گئی ہیں۔

امام ذہبی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: صحیح مسلم میں عالی اسانید بہت کم ہیں، جیسے قعنبی افلح بن حمید سے بیان کرتے ہیں پھر حماد بن مسلمہ، ہمام، مالک اور لیث کی حدیث ہے اور کتاب میں کوئی حدیث سند عالی شعبہ، ثوری اور اسرائیل کی موجود نہیں ہے اور یہ کتاب اپنے مقصد میں کامل نفیس ہے، جب حفاظ کی اس پر نظر پڑی، انہیں وہ پسند آئی اور اس کی سند کے نازل ہونے کی بنا پر انہوں نے اس کا سماع نہیں کیا، انہوں نے اس کتاب کی احادیث پر توجہ مبذول کی اور انہیں اپنی مرویات کی صورت میں ایک دو درجے بلند کر کے بیان کیا، اس طرح انہوں نے اس کی تمام احادیث بیان کیں اور اس کا نام ''مستخرج علی صحیح مسلم'' رکھا، یہ کام بہت سے حدیث کے شاہ سواروں نے سرانجام دیا، ان میں سے ابوبکر محمد بن محمد بن رجاء اور ابوعوانہ یعقوب بن اسحاق اسفرائینی ہیں جس نے اپنی کتاب میں معروف متون کا اضافہ کیا، بعض ضعیف ہیں اور ابوجعفر احمد بن حمدان زاہد حیری، ابوالولید حسان بن محمد فقیہ، ابو حامد احمد بن محمد شاز کی ہروی، ابوبکر محمد بن عبداللہ بن زکریا جوزقی، امام ابوعلی ماسرجسی، ابونعیم احمد بن عبداللہ بن احمد اصفہانی اور بہت سے دوسرے حضرات ہیں جن کا تذکرہ، اس وقت مجھے یاد نہیں۔ (سیر اعلام النبلاء: ١٢/ ٥٦٧ تا ٥٧٠)

امام نووی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: بہت سے لوگوں نے صحیح مسلم کے سلسلہ میں کتابیں لکھی ہیں، یہ مسلم کے بعد کے تھے اور انہیں عالی اسانید حاصل ہو گئی تھیں اور ان میں ایسے بھی تھے جنہیں امام مسلم رحمہ اللہ کے بعض اساتذہ

سے سننے کا موقع مل گیا تھا، تو انہوں نے اپنی مذکورہ تصانیف میں مسلم کی احادیث اپنی مذکورہ اسانید سے روایت کیں، الشیخ ابو عمرو رحمہ اللہ لکھتے ہیں: یہ مستخرجات کی کتب یہ صحیح مسلم سے اس اعتبار سے ملحق ہیں کہ ان کو بھی صحیح ہونے کا نام حاصل ہے لیکن اس کی تمام خصوصیات میں اس سے ملحق نہیں اور ان مستخرجات سے تین فائدے حاصل ہوتے ہیں: (۱) سند کی رفعت و علو (۲) طرق کے تعدد سے حدیث کی قوت میں اضافہ۔ (۳) صحیح، مفید الفاظ کا اضافہ۔

مزید برآں ان حضرات نے مسلم کے ساتھ الفاظ کی موافقت کی پابندی نہیں کی کیونکہ وہ انہیں اور اسانید سے بیان کرتے ہیں، اس لیے بعض الفاظ میں تفاوت پیدا ہو جاتا ہے، صحیح مسلم کی مستخرجات میں سے ہے: (۱) نیک بندے ابوجعفر، زاہد، عابد احمد بن احمد بن حمدان نیشاپوری کی کتاب (۲) حافظ ابوبکر محمد بن محمد بن رجا نیشاپوری جو متقدم ہیں اور امام مسلم کے ساتھ اکثر شیوخ میں شریک ہیں، کی مسند الصحیح۔ (۳) حافظ ابوعوانہ یعقوب بن اسحاق اسفرائینی کی مسلم کی کتاب پر مختصر الصحیح جس میں مسلم کے شیخ یونس بن عبداللہ علی وغیرہ کی روایات بیان کی ہیں۔ (۴) ابوحامد شاذ کی ہروی شافعی فقیہ کی کتاب جو ابو یعلی موصلی سے بیان کرتے ہیں۔ (۵) ابوبکر محمد بن عبداللہ جوزقی نیشاپوری الشافعی کی المسند الصحیح۔ (۶) حافظ ابونعیمؒ احمد بن عبداللہ مصنف اصفہانی کی مسلم کی کتاب پر المسند المستخرج۔ (۷) امام ابوالولید حسان بن محمد قرشی، شافعی فقیہ کی صحیح مسلم پر مستخرج اور اس کے علاوہ۔ (مقدمہ شرح صحیح مسلم نووی ج: ۱/ ۱۶)

صحیح مسلم کی شروحات:

عوام وخواص کے ہاں صحیح مسلم کے مرتبہ اور امت کے اس کی جلالت پر اجماع کے باعث بہت سے علماء نے صحیح کی شروحات لکھی ہیں جن کی تعداد پچاس سے زائد ہے، چند ایک شروح کے یہ نام ہیں:

(۱) المفصح المفهم والموضح الملهم معانی صحیح مسلم، تصنیف محمد بن یحییٰ انصاری م ۵۴۶ھ۔

(۲) اکمال الاکمال تصنیف عیسیٰ بن مسعود زواوی (م ۷۴۴ھ)

(۳) فضل المنعم فی شرح صحیح مسلم، از شمس الدین بن عبداللہ عطاء اللہ رازی (م ۸۲۹ھ)

(۴) غنیة المحتاج فی ختم صحیح مسلم بن حجاج از محمد بن عبدالرحمٰن السخاوی (م ۹۰۲ھ)

(۵) الدیباج علی صحیح مسلم بن حجاج از السیوطی (م ۹۱۱ھ)

(۶) شرح صحیح مسلم، از عبدالروف المناوی (م ۱۰۳۱ھ)

(۷) عناية المنعم شرح صحیح مسلم از عبداللہ بن محمد یوسف آفندی زادہ حلمی (م ۱۱۶۷ھ)

(۸) وشی الدیباج علی صحیح مسلم بن حجاج از علی بن سلیمان بجمعوی،

(۹) المفهم لما اشكل من تلخيص كتاب مسلم از احمد بن عمر بن ابراہیم قرطبی (۶۵۶ھ)

(۱۰) المطر الثجاج فی شرح صحیح مسلم بن حجاج از شیخ مفتی ولی اللہ فرخ آبادی۔ (ابجد العلوم: ۳/ ۱۶۱)

یہ صحیح مسلم کی بعض شروحات ہیں اور یہ علمائے مغرب کی اور شروحات کے ساتھ اس کتاب کو جو بلند مقام حاصل ہوا پر دلالت کرتی ہیں اور علماء کے ہاں اس کی اہمیت کو مؤکد کرتی ہیں، اور اس کا سبب اس کی بہترین خصوصیات، منفرد امتیازات اور صحیح مسلم کی اہمیت پر نظر ہے، اور اس سے احادیث کا آسانی کے ساتھ مل جانا، الفاظ میں احتیاط، سیاق میں کوشش، تصنیف کا حسن اور ترتیب کی عمدگی ہے، اس لحاظ سے جیسا کہ گزر چکا ہے، بعض علماء اس کو صحیح بخاری پر برتری، فضیلت دیتے ہیں۔

(۱۱) ابوالحسن علی بن احمد بن محمد بن یوسف غسانی، جو جلیل القدر اور بلند مقام، ذہین اور صالح طالب علم تھے، جو فقہ سے آگاہی، حدیث میں شراکت، نحو، ادب کا علم، اچھے شاعر اور نثر نگار، دستاویز کے بہترین اور پختہ مرتب اور ان کے نقد سے خوب آگاہ تھے۔ ابو العباس جزولی، ابوالحسن طاہر بن یوسف بن فتح انصاری اور دوسروں سے روایت بیان کرتے ہیں نے بھی کئی مجلدات میں صحیح مسلم کی بہترین شرح لکھی۔

(۱۲) علی بن احمد بن محمد بن یوسف بن مروان بن عمر غسانی نے بھی اقتباس السراج فی شرح مسلم بن حجاج نامی صحیح مسلم کی شرح لکھی۔

صحیح مسلم کے مختصرات:

علماء کی ایک جماعت نے صحیح مسلم کا اختصار کیا چند ایک مختصرات یہ ہیں۔

(۱) ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ بن تومرت (م ۵۲۴ھ) کی مختصر۔

(۲) عبدالعظیم بن عبدالقوی منذری (م ۶۵۶ھ) کی الجامع المقلم بمقاصد صحیح مسلم، جو قدیم زمانہ میں ہند میں نواب صدیق حسن خان کی شرح السراج الوہاج فی کشف مطالب مختصر صحیح مسلم بن حجاج کے ساتھ طبع ہوئی تھی۔

(۳) احمد بن عمر قرطبی (م ۶۵۶ھ) کی تلخیص صحیح مسلم۔

وفات:

امام مسلم رحمہ اللہ ۲۶۱ھ میں فوت ہوئے۔

محمد بن یعقوب کا قول ہے، مسلم بن حجاج، اتوار کی شام فوت ہوئے اور سوموار کو تدفین ہوئی جبکہ رجب ۲۶۱ھ کے پانچ دن باقی تھے، عمر پچاس سال سے کچھ اوپر تھی، اور نیشا پور میں دفن کیے گئے۔ (تہذیب الکمال: ۲۷/ ۵۰۷)

سبب وفات:

امام مسلم رحمہ اللہ کی وفات علم کی طلب میں ہی ہوئی کیونکہ یہ لوگ علم کی خاطر زندہ رہے اور اس کے لیے ہی اپنی ہر چیز حتیٰ کہ زندگی بھی قربان کر دی۔

احمد بن سلمہ کا بیان ہے، امام مسلم رحمہ اللہ کے لیے ایک مجلس مذاکرہ منعقد کی گئی اور ان کے سامنے ایک حدیث پیش کی گئی جس کی تلاش میں اپنے گھر لوٹے، چراغ روشن کیا اور گھر والوں سے کہا، تم میں سے کوئی اندر نہ آئے، ان کو بتایا گیا، ہمیں کھجوروں کی ایک ٹوکری تحفہ میں پیش کی گئی ہے تو فرمایا، لاؤ، انہیں پیش کر دی گئی، وہ حدیث کی تلاش میں ایک ایک لیتے رہے، صبح ہوئی تو کھجوریں ختم ہو چکی تھیں اور حدیث بھی مل گئی تھی، یہ بات ابوعبداللہ حاکم نے نقل کی ہے پھر لکھا ہے ہمارے قابل اعتماد ساتھیوں نے اس پر اتنا اضافہ کیا، وہ انہیں کھجوروں کے سبب فوت ہو گئے۔ (تہذیب التہذیب: ۱۰/۱۱۴)

ان کے اور ان کی صحیح کے بارے میں خواب:

عمر بن احمد الزاہد بیان کرتے ہیں میں نے اپنے ایک ثقہ، قابل اعتماد ساتھی سے سنا، اور ظن غالب یہ ہے وہ ابوسعید بن یعقوب ہے اس نے کہا، میں نے خواب میں دیکھا کہ ابوعلی زغوری حیرہ کی بڑی سڑک پر چل رہے ہیں اور ان کے ہاتھ میں مسلم کی کتاب کا ایک جزء ہے میں نے اس سے پوچھا اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا سلوک کیا؟ اس نے اس جزء کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا، میں اس کے سبب نجات پا گیا۔ (تہذیب الکمال: ۲۷/ ۵۰۵)

ابوعبدالرحمٰن بن ابوالحسن سلمی بیان کرتے ہیں، میں نے خواب میں ایک بوڑھا، سفید سر، سفید ریش، خوبصورت چہرہ اور حسین لباس دیکھا، جس نے بہترین چادر اوڑھ رکھی تھی، اور اس کے سر پر پگڑی تھی، جسے کندھوں کے درمیان لٹکایا ہوا تھا بتایا گیا یہ مسلم بن حجاج ہے جس کا جامع مسجد میں ذکر ہوا، شاہی کارندے آگے بڑھے اور کہا امیر المومنین نے حکم دیا ہے، مسلمانوں کی امامت مسلم بن حجاج کرائے، تو انہوں نے اسے جامع مسجد کے محراب میں آگے بڑھا دیا تاکہ وہ نماز پڑھائیں، تکبیر ہوئی اور انہوں نے جماعت کرائی۔

خاتمہ:

وہ بھی اللہ کے کیا ہی خوب بندے تھے، جنہوں نے لذیذ نیند کو چھوڑا، جب وہ اللہ کے حضور کھڑے ہوئے

تو ان کے رنگ اڑ گئے، وہ تاریکی میں انعام الٰہی میں سے حصہ لینے کے لیے کھڑے ہو کر مشقت جھیلتے، جب رات طاری ہو جاتی وہ جاگتے رہتے، جب دن ہو جاتا وہ عبرت پکڑتے، جب ان کی نظر اپنے عیبوں پر پڑتی بخشش طلب کرتے اور جب اپنے گناہوں پر غور کرتے رو دیتے اور ٹوٹ جاتے۔

اے احباب کے گروہ، اے اخلاص کے مجسموں کہاں ہیں تمہارے باسی؟ اے نیک لوگوں کے وطنو! کہاں ہیں تمہارے باشندے؟ اے تہجد کی جگہو، کہاں ہیں تمہیں آباد کرنے والے؟ کہاں ہیں تمہارے ملاقاتی؟ اللہ کی قسم، گھر خالی ہو گئے، لوگ برباد ہو گئے اور جاگنے والے کوچ کر گئے، نیند کے متوالے باقی رہ گئے، زمانہ بدل گیا، شہوات غالب آ گئیں اے روزہ دار! محبت میں دیوانے، گرویدہ لوگوں کے حزن کے لیے یہ کافی ہے کہ وہ محبوب لوگوں کے گھروں کو بنجر اور بیاباں دیکھیں، وہ کیا ہی اللہ کے خوب بندے تھے، جو اطاعت میں کدوکاوش اور اپنے رب سے تجارت کرتے ہوئے سامان میں نفع کما گئے اور قیامت تک ان کی تعریف باقی رہے گی، اگر آپ انہیں اندھیرے میں دیکھیں، ان کا نور چمک رہا ہوگا اور ہر چیز سے آگاہ مالک کے ساتھ سرگوشی میں اپنی مسرت تام حاصل ہوگی اور جب گزشتہ گناہ کو یاد کرتے، ان کے سینے تنگ پڑ جاتے، اور ان کی پشتوں کے بوجھ سے ان کے دل افسوس کی بنا پر ریزہ ریزہ ہو جاتے وہ ندامت کا نامہ بھیجتے، جن کی سطریں آنسو ہوتے۔

قرآن کا ترنم، ان کے ساتھیوں کے ساتھ ان کا افسانہ ہوگا، اطاعت الٰہی میں انہوں نے اپنے نیزے گاڑے اور انہوں نے اس کی خدمت میں اپنی زندگی خرچ کر ڈالی، ان کے حسن کا کیا کہنا، بادسحری ان کے کپڑوں کو حرکت دیتی، اس نے ان کے رنج والم کی سرگزشت کو اٹھایا اور ان کا جواب لوٹایا۔

اے محبوب بھائی! اس عمر کے بارے میں سوچ جس کا اکثر حصہ گزر گیا، اور ان قدموں کے بارے میں جو مسلسل لڑکھڑا رہے ہیں، اور اس خواہش پر جس کا قیدی بن چکا ہے اور ایسے پراگندہ دل کے بارے میں، جس جیسے کم رہ گئے ہیں اور اس صحیفہ پر غور کر جو سیاہ ہو چکا ہے اور اس نفس کے بارے میں جو ہر نصیحت پر عمل سے باز رہتا ہے اور ان لاتعداد گناہوں پر جو حد وشمار سے باہر ہیں۔

اے مسلسل حدود سے تجاوز کرنے والے، اے غلطیوں پر جم جانے والے، اے کسی سے ناراضی پر اسے سزا دینے والے، اے جس کے کان عبرت پذیری سے اعراض کرتے ہیں، اے غلطیوں کے لیے زبان کو آزاد کرنے والے، اے وہ انسان جو صحیح بات اور نکمی بات میں فرق نہیں کرتا، کیا قرطبہ میں اس کے لیے عبرت کا سامان نہیں، کیا ادھر کسی کوتاہی کا تدارک نہیں، کب تک قبیح بات اس کو ڈھانپے رکھے گی، اس نے

اپنے سامان کو نکمے سے الگ کیوں نہیں کیا جو باورچی کے ہاتھ میں ہے وہ کیوں نہیں ڈرا، ہرگز نہیں، اگر وہ ہوش میں ہوتا تو عبرت پکڑتا، اس پر ملامت اثر انداز ہوتی وہ رک جاتا، لیکن وہ انتہائی سخت ہو چکا، معاصی نے اسے خراب کر ڈالا، بڑھاپے پر غالب نہ آسکا، وہ ختم ہوا وہ ملامت کرنے والے اور نصیحت کرنے والے کی طرف متوجہ نہ ہوا، یقیناً جس چیز کو ضائع کر چکا ہے، اس پر پشیمان ہوگا، حفاظت کر علاج ختم ہوگا، جب رنج و تکلیف بڑھ جائے گی، زبان گنگ ہو جائے گی، اس نے بہت باتیں کیں جس کی عمر کی امید ہی رہ گئی ہے اور وہ پشت پر بہت بڑا بھاری بوجھ اٹھائے ہوئے ہے، تیرے سامنے جلد ہی چھوٹے بڑے گناہ پیش ہوں گے، مخلوق کا تو لحاظ رکھتا ہے اور اللہ عزوجل کے حق کو بھلا بیٹھا ہے، اس نے اپنا صحیفہ سیاہ کر ڈالا ہے برے عمل سے بھر دیا ہے، اس پر ذمہ داری ڈالی گئی، اس نے اس سے غفلت برتی اور راہ گم کر دی اس کو استقامت کی دعوت دی جاتی ہے اور جب اسے سیدھا کیا جاتا ہے، وہ ذلیل ہو جاتا ہے کر لوں گا کے فریب نے اسے دھوکے میں مبتلا کر رکھا ہے اور عمل کی قید نے اسے باندھ رکھا ہے۔

اے محبوب بھائی! یہی لوگ ہیں جنہوں نے صحیفوں پر علم لکھا اور کس قدر ان کا ورثہ کتابوں کی شکل میں موجود ہے جبکہ ان کے جسم مٹی میں چھپ چکے ہیں، ان کا علم مسلسل محرابوں میں پڑھا اور پڑھایا جا رہا ہے، کیا کوئی ہے جو نیند سے بیدار ہو اور اپنے آپ کو آواز دے کیا ہم ان لوگوں سے مل جائیں گے؟

ہائے گزشتہ عمر پر افسوس اور ہم نیند میں ڈوب چکے ہیں، ان لوگوں کی سیرت پڑھو اور اے لوگو! عبرت حاصل کرو۔

تحریر کنندہ:

صلاح الدین علی عبدالموجود

۲ رجب ۱۴۲۵ھ

ترجمہ کنندہ:

عبدالعزیز علوی جامعہ سلفیہ فیصل آباد

۵ صفر المصفر ۱۴۲۹ھ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ وَصَلَّى اللّٰهُ عَلَى مُحَمَّدٍ خَاتَمِ النَّبِيِّيْنَ وَعَلَى جَمِيْعِ الْاَنْبِيَاءِ وَالْمُرْسَلِيْنَ

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے۔

امام ابوالحسین مسلم بن حجاج قشیری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

شکر و تعریف کے لائق اللہ کی ذات ہے، جو تمام کائنات کا مدبر و منتظم ہے، اور حسن انجام حدود الٰہی کے پابند لوگوں کے لیے ہے، اور اللہ تعالیٰ اپنی خصوصی رحمتیں محمد پر جو تمام انبیاء کے بعد آنے والے ہیں، اور تمام انبیاء اور فرستادوں (رسولوں) پر نازل فرمائے۔

اَمَّا بَعْدُ: فَاِنَّكَ يَرْحَمُكَ اللّٰهُ بِتَوْفِيْقِ خَالِقِكَ ذَكَرْتَ اَنَّكَ هَمَمْتَ بِالْفَحْصِ عَنْ تَعَرُّفِ جُمْلَةِ الْاَخْبَارِ الْمَاثُوْرَةِ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ سُنَنِ الدِّيْنِ وَاَحْكَامِهِ وَمَا كَانَ مِنْهَا فِي الثَّوَابِ وَالْعِقَابِ وَالتَّرْغِيْبِ وَالتَّرْهِيْبِ وَغَيْرِ ذٰلِكَ مِنْ صُنُوْفِ الْاَشْيَآءِ بِالْاَسَانِيْدِ الَّتِيْ بِهَا نُقِلَتْ وَتَدَاوَلَهَا اَهْلُ الْعِلْمِ فِيْمَا بَيْنَهُمْ فَاَرَدْتَّ اَرْشَدَكَ اللّٰهُ اَنْ تُوَقَّفَ عَلَى جُمْلَتِهَا مُؤَلَّفَةً مُحْصَاةً وَسَاَلْتَنِيْ اَنْ اَلْخَصَهَا لَكَ فِي التَّالِيْفِ بِلَا تَكْرَارٍ يُكْثِرُ فَاِنَّ ذٰلِكَ زَعَمْتَ مِمَّا يَشْغَلُكَ عَمَّا لَهُ قَصَدْتَّ مِنَ التَّفَهُّمِ فِيْهَا وَالْاِسْتِنْبَاطِ مِنْهَا وَلِلَّذِيْ سَاَلْتَ اَكْرَمَكَ اللّٰهُ حِيْنَ رَجَعْتُ اِلٰى تَدَبُّرِهٖ وَمَا تَؤُوْلُ بِهِ الْحَالُ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَاقِبَةٌ مَحْمُوْدَةٌ وَ مَنْفَعَةٌ مَوْجُوْدَةٌ ظَنَنْتُ حِيْنَ سَاَلْتَنِيْ تَجَشُّمَ ذٰلِكَ اَنْ لَّوْ عُزِمَ لِيْ عَلَيْهِ وَقُضِيَ لِيْ تَمَامُهٗ كَانَ اَوَّلُ مَنْ يُصِيْبُهٗ نَفْعُ ذٰلِكَ اِيَّايَ خَاصَّةً قَبْلَ غَيْرِيْ مِنَ النَّاسِ لِاَسْبَابٍ كَثِيْرَةٍ يَطُوْلُ بِذِكْرِهَا الْوَصْفُ لِاَنَّ جُمْلَةَ ذٰلِكَ اَنَّ ضَبْطَ الْقَلِيْلِ مِنْ هٰذَا الشَّانِ وَاِتْقَانَهٗ اَيْسَرُ عَلَى الْمَرْءِ مِنْ مُعَالَجَةِ

الْكَثِيْرِ مِنْهُ وَلَا سِيَمَا عِنْدَ مَنْ لَا تَمِيزَ عِنْدَه، مِنَ الْعَوَامِ إِلَّا بِاَنْ يُوَقِّفَه، عَلَى التَّمِييْزِ غَيْرُ فَإِذَا كَانَ الْاَمْرُ فِي هٰذَا كَمَا وَصَفْنَا فَالْقَصْدُ مِنْهُ إِلَى الصَّحِيْحِ الْقَلِيْلِ اَوْلَى بِهِمْ مِنْ اِزْدِيَادِ السَّقِيْمِ وَاِنَّمَا يُرْجَى بَعْضُ الْمَنْفَعَةِ فِي الْاِسْتِكْثَارِ مِنْ هٰذَا الشَّانِ وَجَمْعِ الْمُكَرَّرَاتِ مِنْهُ لِخَاصَّةٍ مِّنَ النَّاسِ مِمَّنْ رُزِقَ فِيْهِ بَعْضُ التَّيَقُّظِ وَالْمَعْرِفَةِ بِاَسْبَابِهِ وَعِلَلِهِ فَذٰلِكَ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ يَهْجِمُ بِمَا اُوْتِيَ مِنْ ذٰلِكَ عَلَى الْفَائِدَةِ فِي الْاِسْتِكْثَارِ مِنْ جَمْعِهِ فَاَمَّا عَوَامُّ النَّاسِ الَّذِيْنَ هُمْ بِخِلَافِ مَعَانِي الْخَاصِّ مِنْ اَهْلِ التَّيَقُّظِ وَالْمَعْرِفَةِ فَلَا مَعْنٰى لَهُمْ فِي طَلَبِ الْحَدِيْثِ تَكْثِيْرًا وَقَدْ عَجَزُوْا عَنْ مَعْرِفَةِ الْقَلِيْلِ ثُمَّ اِنَّآ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ مُبْتَدِعُوْنَ فِيْ تَخْرِيْجِ مَا سَاَلْتَ عَنْهُ وَتَالِيْفِهِ عَلٰى شَرِيْطَةٍ سَوْفَ اَذْكُرُهَا لَكَ وَهُوَ اَنَّا نَعْمِدُ اِلٰى جُمْلَةِ مَا اُسْنِدَ مِنَ الْاَخْبَارِ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَنُقَسِّمُهَا عَلٰى ثَلَاثَةِ اَقْسَامٍ وَثَلَاثِ طَبَقَاتٍ مِّنَ النَّاسِ عَلٰى غَيْرِ تَكْرَارٍ اِلَّا اَنْ يَّاْتِيَ مَوْضِعٌ لَا يُسْتَغْنٰى فِيْهِ عَنْ تَرْدَادِ حَدِيْثٍ فِيْهِ زِيَادَةُ مَعْنًى اَوْ اِسْنَادٌ يَقَعُ اِلٰى جَنْبِ اِسْنَادٍ لِعِلَّةٍ تَكُوْنُ هُنَاكَ لِاَنَّ الْمَعْنَى الزَّائِدَ فِي الْحَدِيْثِ الْمُحْتَاجَ اِلَيْهِ يَقُوْمُ مَقَامَ حَدِيْثٍ تَامٍّ فَلَا بُدَّ مِنْ اِعَادَةِ الْحَدِيْثِ الَّذِيْ فِيْهِ مَا وَصَفْنَا مِنَ الزِّيَادَةِ اَوْ اَنْ نُفَصِّلَ ذٰلِكَ الْمَعْنٰى مِنْ جُمْلَةِ الْحَدِيْثِ عَلَى اخْتِصَارِهِ اِذَآ اَمْكَنَ وَلٰكِنْ تَفْصِيْلُه، رُبَمَا عَسُرَ مِنْ جُمْلَتِهِ فَاِعَادَتُه، بِهَيْئَتِهِ اِذَا ضَاقَ ذٰلِكَ اَسْلَمُ فَاَمَّا مَا وَجَدْنَا بُدًّا مِّنْ اِعَادَتِهِ بِجُمْلَتِهِ مِنْ غَيْرِ حَاجَةٍ مِنَّا اِلَيْهِ فَلَانَتَوَلّٰى فِعْلَه، اِنْ شَآءَ اللّٰهُ تَعَالٰى فَاَمَّا الْقِسْمُ الْاَوَّلُ فَاِنَّا نَتَوَخّٰى اَنْ نُقَدِّمَ الْاَخْبَارَ الَّتِيْ هِيَ اَسْلَمُ مِنَ الْعُيُوْبِ مِنْ غَيْرِهَا وَاَنْقٰى مِنْ اَنْ يَّكُوْنَ نَاقِلُوْهَا اَهْلَ اسْتِقَامَةٍ فِي الْحَدِيْثِ وَاِتْقَانٍ لِمَا نَقَلُوْا مَا لَمْ يُوْجَدْ فِيْ رِوَايَتِهِمُ اخْتِلَافٌ شَدِيْدٌ وَلَا تَخْلِيْطٌ فَاحِشٌ كَمَا قَدْ عُثِرَ فِيْهِ عَلٰى كَثِيْرٍ مِّنَ الْمُحَدِّثِيْنَ وَبَانَ ذٰلِكَ فِيْ حَدِيْثِهِمْ فَاِذَا نَحْنُ تَقَصَّيْنَا اَخْبَارَ هٰذَا كَالصِّنْفِ مِنَ النَّاسِ اَتْبَعْنَاهَا اَخْبَارًا يَّقَعُ فِيْ اَسَانِيْدِهَا بَعْضُ مَنْ لَّيْسَ بِالْمَوْصُوْفِ بِالْحِفْظِ وَالْاِتْقَانِ كَالصِّنْفِ الْمُقَدَّمِ قَبْلَهُمْ عَلٰى اَنَّهُمْ وَاِنْ كَانُوْا فِيْمَا وَصَفْنَا دُوْنَهُمْ فَاِنَّ اسْمَ السَّتْرِ وَالصِّدْقِ وَتَعَاطِي الْعِلْمِ يَشْمَلُهُمْ كَعَطَآءِ بْنِ السَّآئِبِ وَيَزِيْدَ بْنِ اَبِيْ زِيَادٍ

وَلَيْثِ بْنِ اَبِیْ سُلَيْمٍ۔ ١ ۔ وَاَضْرَابِهِمْ مِنْ حُمَّالِ الْاٰثَارِ وَنُقَّالِ الْاَخْبَارِ.

امابعد، اللہ تم پر اپنی رحمت نازل فرمائے، تم نے اپنے خالق کی توفیق سے، یہ بیان کیا ہے کہ تم رسول اللہ ﷺ کی ان تمام احادیث کی تلاش وجستجو، کا ارداہ رکھتے ہو، جو آپ سے دین کے طریقوں اور اس کے احکام کے بارے میں منقول ہیں، اور ان کا جن کا تعلق ثواب وعقاب، ترغیب (شوق ورغبت دلانا) وترہیب (خوف دلانا) اور ان کے علاوہ دوسری قسم کے موضوعات ومسائل سے ہے، ان اسانید کے ساتھ، جن کے ذریعہ انہیں نقل کیا گیا ہے، اور ان کو اہل علم نے باہمی قبول کیا اور چن لیا ہے، آپ کا ارادہ ہے۔

اللہ آپ کی رہنمائی فرمائے، آپ کو ان سب سے اکٹھا ایک مجموعہ کے ذریعہ آگاہ کیا جائے، اور آپ نے مجھ سے درخواست کی ہے کہ میں ان کو آپ کی خاطر، بلاکثرت، تکرار، ایک تالیف میں تلخیص کروں، کیونکہ یہ کثرت تکرار، تمہارے خیال کے مطابق، تمہارے مقصود واسلوب، ان میں سوچ وبچار اور ان کے فہم، اور ان سے مسائل کے استنباط سے، مشغول کردے گا، (یہ مقصد حاصل نہ ہو سکے گا)، اور جس کا تم نے سوال کیا ہے، اللہ تمہیں عزت بخشے، جب پلٹ کر میں نے اس پر غور وفکر کیا، اور جو اس کا نتیجہ وانجام ہوگا، ان شاء اللہ، وہ انجام قابل تعریف ہے اور اس میں منفعت وفائدہ موجود ہے، اور میں نے گمان کیا، جب تم نے مجھ سے اس محنت ومشقت طلب کام کی درخواست کی۔ اللہ کی توفیق سے اگر میں نے اس کا عزم وارادہ کر لیا اور یہ کام مجھ سے مکمل ہو سکا، تو اس کا سب سے پہلے فائدہ، دوسرے لوگوں کو چھوڑ کر، خالص طور پر، مجھے ہی ہوگیا، جس کی بہت سی وجوہ اور اسباب ہیں، جن کا بیان بہت طویل ہے، مگر ان کا خلاصہ اور اجمال یہ ہے کہ اس قسم کی قلیل (کم) احادیث کو یاد اور مستحکم وپختہ کر لینا، ان میں سے بکثرت پر محنت ومشقت کرنے سے بہت آسان ہے، خاص طور پر ان عوام کے لیے جو جانچ پرکھ نہیں کر سکتے، الا یہ کہ دوسرا ان کو جانچ پڑتال کر کے آگاہ کرے، جب بات وہی ہے جو ہم نے بیان کی ہے، (کہ تھوڑی اور صحیح، ممتاز شدہ احادیث کو زیادہ اور مخلوط احادیث جن میں صحیح اور ضعیف میں امتیاز نہیں کیا گیا، کے مقابلہ میں یاد کرنا آسان ہے) تو پھر احادیث میں صحیح اور قلیل کا مقصود وارادہ کرنا لوگوں کے لیے زیادہ ضعیف احادیث بیان کرنے کے مقابلہ میں زیادہ مناسب ہے، ہاں، اگر زیادہ احادیث بیان کرنے اور مکرر احادیث جمع کرنے سے کچھ نفع یا فائدہ کی امید رکھی جا سکتی ہے، تو وہ ان مخصوص لوگوں کے لیے ہے، جنہیں کچھ بیداری، (حدیث کے امتیاز میں مہارت) اور ان کے اسباب وعلل (صحت وضعف کے سبب) کی معرفت حاصل ہے، تو یہ لوگ ان شاء اللہ، چونکہ معرفت اور مہارت رکھتے ہیں، یہ زیادہ احادیث جمع کرنے سے فائدہ اٹھا سکتے ہیں، رہے عوام الناس، جو معرفت ومہارت میں خواص کے برعکس اور مخالف ہیں، تو ان کا تو زیادہ حدیثوں کی طلب وتلاش میں کوئی فائدہ نہیں ہے، جبکہ وہ تو کم احادیث کی معرفت وشناخت سے عاجز ہیں، (ان کے معانی ومطالب اور صحت وضعف کو نہیں جان سکتے)

خلاصہ کلام:

امام مسلم رحمہ اللہ کے بعض تلامذہ نے ان سے خواہش اور درخواست کی کہ فن حدیث میں کوئی ایسی کتاب تصنیف فرمائیں، جو ہر قسم کی صحیح احادیث کی جامع ہو، فنون حدیث (تفسیر، آداب، سیر وعقائد، فتن واشراط اور احکام و مناقب) پر مشتمل ہو، لیکن مختصر ہو اور صرف صحیح، مرفوع اور متصل روایات ہوں، کیونکہ تھوڑی احادیث کو یاد کرنا اور یاد رکھنا اور ان میں زیادہ تکرار بھی نہ ہو، کیونکہ اس سے طوالت ہو جاتی ہے، امام صاحب فرماتے ہیں، میں ان شاء اللہ آپ کی حسب منشا، عوام الناس کا لحاظ رکھتے ہوئے، خواص حضرات کو نظر انداز کرتے ہوئے، کم احادیث، بلا تکرار جمع کروں گا، کیونکہ سب سے پہلے، اس طرح احادیث جمع کرنے کا فائدہ مجھے ہی حاصل ہوگا۔

ترجمہ:

اب ہم ان شاء اللہ...... آپ کی خواہش اور طلب کے مطابق احادیث کی تخریج وتالیف اس شرط پر کرتے ہیں، جو ابھی میں آپ کے سامنے بیان کرتا ہوں، اور وہ یہ ہے کہ وہ تمام احادیث جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب ہیں، ہم ان کا رخ اور قصد کرتے ہوئے، ان کو تین اقسام میں تقسیم کرتے ہیں، اور ان کے بیان کرنے والے لوگوں (راویوں) کے تین طبقات (گروہ) بناتے ہیں، ہم ان احادیث کو بلا تکرار بیان کریں گے، الا یہ کہ کوئی ایسا مقام آ جائے، جہاں حدیث میں کوئی زائد مفہوم ہو یا ایک سند کے ساتھ کوئی ایسی سند ہو، جس میں کوئی علت ہو، جس کی وجہ سے حدیث کا تکرار ناگزیر ہو جائے، کیونکہ حدیث کے اندر زائد معنی جس کی ضرورت اور حاجت ہو، تو وہ مستقل اور مکمل حدیث کے قائم مقام ہوتا ہے، تو ایسی صورت میں اس اضافہ کی وجہ سے حدیث کا دوبارہ ہونا ضروری ہے، یا اگر ممکن ہوا تو ہم اس زائد معنی کو اختصار کے ساتھ مجموعی حدیث سے الگ کر کے بیان کر دیں گے، لیکن بسا اوقات اس زائد معنی کو مجموعی اور پوری حدیث سے جدا کر کے بیان کرنا مشکل ہو جاتا ہے، تو ایسی صورت، حدیث کو اپنی اصل ہیئت وشکل پر مکمل بیان کرنا، جبکہ الگ کرنا مشکل ہو، زیادہ محفوظ طریقہ ہے، رہا وہ مقام جہاں ہم پوری حدیث کے اعادہ سے گنجائش اور چارہ پائیں گے، ہمیں اس اعادہ کی ضرورت وحاجت نہیں ہوگی، تو ہم ان شاء اللہ اعادہ کا کام سرانجام دیں گے۔

خلاصہ کلام:

ہم آپ کی خواہش اور منشاء کے مطابق احادیث کے بیان اور ان کو جمع کرنے کا آغاز کرتے ہیں، اس کے لیے ہم احادیث کی تین قسمیں بنائیں گے، اور ان کے راویوں کے طبقات بھی، تین ہی قرار دیں گے، حتی الوسع ہم احادیث، کا تکرار اور اعادہ نہیں کریں گے، ہاں جہاں کسی متن حدیث میں زائد فائدہ یا سند حدیث میں کسی مزید خوبی کی بنا پر اس کا تکرار اور اعادہ ناگزیر ہو، تو ہم مجبوراً تکرار کریں گے، اگر ممکن ہوا، تو ہم اس زائد معنی ومفہوم کو مکمل حدیث سے الگ کر کے، اختصار کے ساتھ بیان کر دیں گے۔

ترجمہ (احادیث کی پہلی قسم):

ہمارا مقصد اور ارادہ یہ ہے کہ ہم ان احادیث کو پہلے بیان کریں، جو دوسری احادیث کے مقابلہ میں، عیوب و نقائص سے محفوظ اور پاک و صاف ہوں، کیونکہ ان کے نقل و بیان کرنے والے، حدیث میں، اہل استقامت اور پختہ (ثقہ و عادل) ہیں اور جن روایات کو بیان کرتے ہیں، ان کو اچھی طرح مضبوط اور محکم (صحیح یاد) کرنے والے ہیں، بشرطیکہ ان کی روایات میں (ثقہ اور عادل ضابطہ راویوں سے) شدید اختلاف اور زیادہ آمیزش و اختلاط نہ ہو، جیسے کہ بہت سے محدثین کی احادیث میں یہ چیز دیکھی گئی ہے، اور یہ چیز (شدید اختلاف، تخلیط فاحش) ان کی احادیث میں ظاہر ہے، جب ہم اس قسم کے راویوں کی احادیث کا استیعاب (مکمل طور پر بیان) کرلیں گے، تو پھر ان کے بعد ایسی احادیث لائیں گے، جن کی اسانید میں ایسے راوی ہوں گے جو حفظ و اتقان سے، پہلی قسم کے لوگوں کی طرح متصف نہیں ہوں گے، (حفظ، ضبط میں کم ہوں گے) اگرچہ یہ دوسری قسم کے لوگ حفظ و اتقان میں، پہلی قسم کے لوگوں سے کم ہوں گے، لیکن ستر عیوب و نقائص کی پردہ پوشی، صدق و اعتبار اور علم سے تعلق و ربط ان پر سایہ فگن ہوگا۔ جیسا کہ عطاء بن سائب، یزید بن ابی زیاد، لیث بن ابی سلیم اور ان جیسے حاملین احادیث (احادیث سیکھنے اور یاد کرنے والے) اور ناقلین احادیث (احادیث بیان و نقل کرنے والے) ہیں۔

فَهُمْ وَ اِنْ كَانُوْا بِمَا وَ صَفْنَا مِنَ الْعِلْمِ وَالسَّتْرِ عِنْدَ اَهْلِ الْعِلْمِ معْرُوْفِيْنَ فَغَيْرُهُمْ مِنْ اَقْرَانِهِمْ مِمَّنْ عِنْدَ هُمْ مَا ذَكَرْنَا مِنَ الْاِتْقَان وَ الْاِسْتِقَامَةِ فِى الرِّوَايَةِ يَفْضُلُوْنَهُمْ فِى الْحَالِ وَالْمَرْتَبَةِ عِنْدَ اَهْلِ الْعِلْمِ دَرجَةٌ رَفِيعَةٌ وَخَصْلَةٌ سَنِيَّةٌ

اَلَا تَرٰى اَنَّكَ اِذَا وَازَنْتَ هٰؤُلَاءِ الثَّلَاثَةَ الَّذِيْنَ سَمَّيْنَا هُمْ عَطَاءً وَّ يَزِيْدَ وَ لَيْثًا بِمَنْصُوْرِ بْنِ الْمُعْتَمِرِ وَ سُلَيْمَانَ الْاَعْمَشِ وَ اِسْمٰعِيْلَ بْنِ اَبِىْ خَالِدٍ فِىْ اِتْقَانِ الْحَدِيْثِ وَ الْاِسْتِقَامَةِ فِيْهِ وَجَدْ تَهُمْ مُبَايِنِيْنَ لَهُمْ لَا يُدَانُوْنَهُمْ لَا شَكَّ عِنْدَ اَهْلِ الْعِلْمِ بِالْحَدِيْثِ فِىْ ذٰلِكَ لِلَّذِى اسْتَفَاضَ عِنْدَهُمْ مِنْ صِحَّةِ حِفْظِ مَنْصُوْرٍ وَالْاَعْمَشِ وَاِسْمٰعِيْلَ وَ اِتْقَانِهِمْ لِحَدِيْثِهِمْ وَ اَنَّهُمْ لَمْ يَعْرِفُوْا مِثْلَ ذٰلِكَ مِنْ عَطَاءٍ وَّ يَزِيْدَ وَلَيْث ۔ وَ فِىْ مِثْلِ مُجْرٰى هٰؤُلَاءِ اِذَا وَازَنْتَ بَيْنَ الْاَقْرَان كَابْنِ عَوْن وَاَيُّوْبَ السَّخْتِيَانِىِّ مَعَ عَوْفِ بْنِ اَبِىْ جَمِيْلَةَ وَاَشْعَثَ الْحُمْرَانِىِّ وَهُمَا صَاحِبَ الْحَسَنِ وَ ابْنِ سِيْرِيْنَ كَمَا ابْنُ عَوْن وَاَيُّوْبُ صَاحِبَا هُمَا اِلَّا اَنَّ الْبَوْنَ بَيْنَهُمَا وَبَيْنَ هٰذَيْنِ بَعِيْدٌ فِىْ كَمَالِ الْفَضْلِ وَ صِحَّةِ النَّقْلِ وَاِنْ كَانَ عَوْفٌ وَاَشْعَثُ غَيْرَمَدْفُوْعَيْنِ عَنْ صِدْقٍ وَّ اَمَانَةٍ عِنْدَاَهْلِ الْعِلْمِ وَلٰكِنِ الْحَالَ مَاوَصَفْنَا مِنَ الْمَنْزِلَةِ عِنْدَ اَهْلِ الْعِلْمِ وَ اِنَّمَا

مَثَّلْنَا هٰؤُلَاءِ فِي التَّسْمِيَةِ لِيَكُونَ تَمْثِيلُهُمْ سِمَةً يَصْدُرُ عَنْ فَهْمِهَا مَنْ غَبِيَ عَلَيْهِ طَرِيقُ أَهْلِ الْعِلْمِ فِي تَرْتِيبِ أَهْلِهِ فِيهِ فَلَا يُقَصَّرُ بِالرَّجُلِ الْعَالِي الْقَدْرِ عَنْ دَرَجَتِهِ وَلَا يُرْفَعُ مُتَّضِعُ الْقَدْرِ فِي الْعِلْمِ فَوْقَ مَنْزِلَتِهِ وَيُعْطَى كُلُّ ذِي حَقٍّ فِيهِ حَقَّهُ وَيُنَزَّلُ مَنْزِلَتَهُ.

یہ لوگ اگرچہ علم وستر جس کا ہم نے تذکرہ کیا ہے، میں اہل علم کے نزدیک معروف ومشہور ہیں، مگران کے علاوہ ان کے ہم عصر ساتھی، جو اتقان و استقامت فی الروایہ جس کا ہم نے ذکر کیا ہے، سے متصف تھے، وہ حال و مقام (مرتبہ) میں ان سے بڑھ کر ہیں، کیونکہ اہل علم کے نزدیک اتقان و استقامت (ضبط و عدالت) ایک بلند درجہ اور عمدہ خصلت وخوبی ہے، کیا آپ کو معلوم نہیں ہے، جب آپ ان تینوں عطاء، یزید اور لیث جن کا ہم نے نام لیا ہے، حدیث کے اتقان (ضبط ولفظ) استقامت میں (اختلاف و اختلاط سے محفوظیت) میں ان کا مقابلہ وموازنہ، منصور بن معتمر، سلیمان اعمش، اور اسماعیل بن خالد سے کریں گے، تو ان سے مختلف اور جدا پائیں گے، ان کے قریب کے درجہ تک بھی نہیں پہنچیں گے، حدیث کا علم رکھنے والوں کے نزدیک اس میں کوئی شک وشبہ نہیں ہے، کیونکہ اہل علم کے نزدیک، منصور، اعمش اور اسماعیل کا حدیث کو صحیح طور پر یاد رکھنا اور اس میں اتقان و پختگی، مشہور اور مسلمہ ہے، اور ان اہل علم کے نزدیک یہ حفظ و اتقان عطاء، یزید اور لیث میں نہیں پایا گیا، اس انداز واسلوب میں جب آپ ہم عصر ساتھیوں میں مقابلہ وموازنہ کریں گے، جیسے ابن عون اور ایوب سختیانی کا عوف بن ابی جمیلہ اور اشعث حمرانی سے اور یہ دونوں حسن اور ابن سیرین کے ساتھی یعنی شاگرد ہیں، جیسا کہ ابن عون اور ایوب ان دونوں (حسن ابن سیرین) کے شاگرد ہیں، مگر ان دونوں (عوف، اشعث) اور ان دونوں (ابن عون، ایوب) میں کمال فضل اور صحت نقل میں بڑا فرق و امتیاز ہے، اگرچہ عوف اور اشعث، اہل علم کے نزدیک صدق و امانت سے محروم نہیں ہیں، لیکن اہل علم کے ہاں مقام و مرتبہ کی کیفیت وصورت وہی ہے جو ہم بیان کر چکے ہیں، یہ دونوں کمال فضل اور صحت نقل میں، ابن عون اور ایوب سے بہت پیچھے ہیں، ان لوگوں کی ہم نے نام لے کر مثال اس لیے دی ہے، تاکہ ان کی تمثیل، ان لوگوں کے فہم کے لیے علامت ونشانی (معیار وکسوٹی) بنے، جن پر اہل علم کے ترتیب دینے (درجہ بندی قائم کرنے) کا راستہ اوجھل یا پوشیدہ ہوگیا ہے، تاکہ ان لوگوں کو جو عالی اور بلند مرتبہ کے حامل ہیں، ان کے درجہ سے نیچے نہ اتارا جائے، (ان کے مرتبہ میں کمی نہ کی جائے) اور جو علم میں کم مرتبہ والے ہیں، (پست ہیں) ان کو ان کے درجہ سے بلند مقام پر فائز نہ کیا جائے، اور اس سلسلہ میں ہر صاحب حق کو اس کا حق دیا جائے، اور اس کے شایان شان مقام پر رکھا جائے۔

وَقَدْ ذُكِرَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا أَنَّهَا قَالَتْ أَمَرَنَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ نُنَزِّلَ النَّاسَ مَنَازِلَهُمْ مَعَ مَا نَطَقَ بِهِ الْقُرْآنُ مِنْ قَوْلِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ وَفَوْقَ كُلِّ ذِي عِلْمٍ عَلِيمٌ۔

فَعَلَى نَحْوِ مَا ذَكَرْنَا مِنَ الْوُجُوهِ، نُؤَلِّفُ مَا سَأَلْتَ مِنَ الْأَخْبَارِ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ .

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے بیان کیا گیا ہے کہ انہوں نے کہا، ہمیں رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا کہ ہم لوگوں کو ان کے مرتبہ و مقام پر رکھیں، اس کے ساتھ قرآن مجید میں اللہ کا ارشاد ہے ''ہر صاحب علم سے بڑھ کر علم رکھنے والا موجود ہے، (اس طرح قرآن و حدیث دونوں سے اہل علم کے درجات و مراتب میں فرق و تفاوت ثابت ہو گیا، اور یہ بھی کہ ہر ایک کے ساتھ، اس کے مرتبہ و مقام کے مطابق سلوک کیا جائے) تو جو صورتیں ہم نے بیان کی ہیں، ان کے مطابق ہم آپ کی درخواست پر رسول اللہ ﷺ کی احادیث تالیف و جمع کریں گے۔

خلاصہ کلام:

امام صاحب نے راویوں کے حفظ و ضبط اور اتقان و ثقاہت میں کمی و بیشی اور فرق و امتیاز مراتب و درجات کے اعتبار سے، احادیث کی دو قسمیں کی ہیں، پہلی قسم، ان راویوں کی احادیث پر مشتمل ہے، جو فضل و کمال، ضبط و حفظ، اتقان و ثقاہت اور عدالت کے اعتبار سے بلند مقام پر فائز ہیں، دوسری قسم ان راویوں کی احادیث کی ہے، جو مذکورہ کمالات اور خوبیوں میں ان کا لگا نہیں کھاتے، لیکن وہ ان صفات و کمالات سے بالکل خالی یا محروم نہیں ہیں، اور دونوں طبقات کے راویوں کے نام لے کر، مثال دے کر، درجہ بندی قائم کرنے کا معیار اور کسوٹی فراہم کر دی ہے، تاکہ کم علم حضرات کے لیے راویوں کے درجات میں فرق و تفاوت کو ملحوظ رکھ کر ان کی درجہ بندی قائم کرنا آسان ہو جائے۔

عطاء، یزید اور لیث، تینوں دوسرے طبقہ کے راوی ہیں، جو حفظ و ضبط اور اتقان و استقامت میں پہلے طبقہ سے کم ہیں، مگر فی نفسہ اچھے ہیں، علماء نے ان سے روایت لی ہے، عطاء بن سائب، ثقہ ہے، مگر عمر کے آخری حصہ میں اس کا حافظہ خراب ہو گیا تھا، جس کی بنا پر روایات میں اختلاط کرنے لگا تھا، اس وجہ سے اس کی روایات میں، اضطراب یعنی ثقہ راویوں کی مخالفت پیدا ہو گی، اس لیے جن لوگوں نے ان سے اختلاط و آمیزش سے پہلے سنا ہے، ان کی روایت معتبر ہے، اور اختلاط (سوء حفظ) کے بعد سننے والوں کی روایت معتبر نہیں ہو گی۔

یزید بن ابی زیاد جس کو یزید بن زیاد بھی کہتے ہیں، یہ کوفی ہے، اکثر علماء جرح و تعدیل اس کو سوء حفظ کا شکار قرار دیتے ہیں، اس لیے امام مسلم اکیلے اس سے روایت نہیں لاتے۔ لیث بن ابی سلیم کو بھی اکثر علماء نے ضعیف قرار دیا ہے، امام احمد فرماتے ہیں، اس کی حدیث میں اضطراب ہے، لیکن لوگ ان سے روایت لیتے ہیں، امام حاکم کہتے ہیں، اس کے حفظ کی خرابی پر علماء میں اتفاق ہے۔

منصور بن معتمر، منصور ضبط و عدالت میں، انتہائی بلند مرتبہ پر فائز تھے۔

سلیمان اعمش، اللہ تعالیٰ کی یاد میں روتے روتے اندھے ہو گئے تھے، بہت بڑے حافظ الحدیث و ثقہ تابعی ہیں، اسماعیل بن ابی خالد، تابعی ہیں، حضرت انس اور سلمہ بن اکوع کو دیکھا ہے، اور بعض صحابہ سے سماع بھی ہے، ائمہ

جرح وتعدیل نے اس کو ثقہ وثبت قرار دیا ہے۔

عبد اللہ بن عون، ثقہ اور ثبت ہیں، اور ایوب سختیانی چمڑہ فروش ہونے کی وجہ سے سختیانی کہلائے، ثقہ، ثبت اور حجہ ہیں، عوف بن ابی جمیلہ، ثقہ اور صالح الحدیث ہیں، قدری اور شیعی میلان تھا۔

اَشعث حُمرانی: اہل صدق سے ہیں اور ثقہ ہیں۔

فَأَمَّا مَا كَانَ مِنْهَا عَنْ قَوْمٍ هُمْ عِنْدَ أَهْلِ الْحَدِيْثِ مُتَّهَمُوْنَ، أَوْ عِنْدَ الْأَكْثَرِ مِنْهُم، فَلَسْنَا نَتَشَاغَلُ بِتَخْرِيْجِ حَدِيْثِهِمْ، كَعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مِسْوَرٍ أَبِي جَعْفَرٍ الْمَدَائِنِيِّ، وَعَمْرِو بْنِ خَالِدٍ، وَعَبْدِ الْقُدُّوْسِ الشَّامِيِّ، وَمُحَمَّدِ بْنِ سَعِيْدٍ الْمَصْلُوْبِ، وَغِيَاثِ بْنِ إِبْرَاهِيْمَ، وَسُلَيْمَانَ بْنِ عَمْرٍو أَبِي دَاوُدَ النَّخْعِيِّ، وَأَشْبَاهِهِمْ مِمَّنِ اتُّهِمَ بِوَضْعِ الْأَحَادِيْثِ وَتَوْلِيْدِ الْأَخْبَارِ.

وَكَذٰلِكَ مِنَ الْغَالِبُ عَلَى حَدِيْثِهِ الْمُنْكَرُ أَوِ الْغَلَطُ، أَمْسَكْنَا أَيْضًا عَنْ حَدِيْثِهِمْ وَعَلَامَةُ الْمُنْكَرِ فِي حَدِيْثِ الْمُحَدِّثِ، إِذَا مَا عُرِضَتْ رِوَايَتُهُ لِلْحَدِيْثِ عَلَى رِوَايَةِ غَيْرِهِ مِنْ أَهْلِ الْحِفْظِ وَالرِّضَا، خَالَفَتْ رِوَايَتُهُ رِوَايَتَهُمْ أَوْ لَمْ تَكَدْ تُوَافِقُهَا، فَإِذَا كَانَ الْأَغْلَبُ مِنْ حَدِيْثِهِ كَذٰلِكَ، كَانَ مَهْجُوْرَ الْحَدِيْثِ، غَيْرَ مَقْبُوْلِهِ وَلَا مُسْتَعْمَلِهِ

فَمِنْ هٰذَا الضَّرْبِ مِنَ الْمُحَدِّثِيْنَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَرَّرٍ، وَيَحْيَى بْنُ أَبِي أُنَيْسَةَ، وَالْجَرَّاحُ بْنُ الْمِنْهَالِ أَبُو الْعَطُوفِ، وَعَبَّادُ بْنُ كَثِيْرٍ، وَحُسَيْنُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ ضُمَيْرَةَ، وَعُمَرُ بْنُ صُهْبَانَ، وَمَنْ نَحَا نَحْوَهُمْ فِي رِوَايَةِ الْمُنْكَرِ مِنَ الْحَدِيْثِ، فَلَسْنَا نُعَرِّجُ عَلَى حَدِيْثِهِمْ، وَلَا نَتَشَاغَلُ بِهِ.

رہی وہ احادیث جو ایسے لوگ بیان کرتے ہیں، جو سب محدثین یا اکثر محدثین کے نزدیک متہم ہیں (ان پر جھوٹ بولنے کا الزام ہے) تو ایسے لوگوں کی احادیث کے بیان میں ہم مشغول نہیں ہوں گے (ان لوگوں کی احادیث ہم بیان نہیں کریں گے) جیسے ابو جعفر، عبد اللہ بن مسور مدائنی، عمرو بن خالد، عبد القدوس شامی، محمد بن سعید مصلوب، غیاث بن ابراہیم، ابو داود سلیمان بن عمرو نخعی اور ان جیسے لوگ، جن پر احادیث گھڑنے اور ان کے پیدا کرنے، تراشنے، ان میں اضافہ کرنے کا الزام ہے، اس طرح جن کی اکثر احادیث منکر اور غلط ہیں، ان کی احادیث بیان کرنے سے ہم باز رہیں گے۔

محدث (حدیث بیان کرنے والا) کی حدیث کے، منکر ہونے کی پہچان یہ ہے کہ جب اس کی روایت کردہ حدیث، دوسرے اہل حفظ اور پسندیدہ حضرت کی حدیث پر پیش کی جائے (ان کا باہمی موازنہ کیا جائے) تو اس

کی روایت، ان کی روایت کے مخالف ہو اور اس کے مطابق و موافق نہ ہو سکے، (دونوں میں تطبیق دینا مشکل ہو) تو جب اس کی اکثر حدیثیں اس قسم کی ہوں گی تو اس کی حدیث کو ترک کر دیا جائے گا، وہ قبول نہیں ہوگی، اور نہ اس پر عمل کیا جائے گا، محدثین کی اس قسم میں سے ہیں، عبداللہ بن محرر، یحییٰ بن ابی انیسہ، جراح بن منہال (ابو العطوف)، عباد بن کثیر، حسین بن عبداللہ بن ضمیرہ، عمر بن صہبان اور انہی کی ڈگر پر چل کر، منکر حدیث بیان کرنے والے لوگ، تو ہم ان لوگوں کی روایت کی طرف توجہ نہیں کریں گے، اور اس کے بیان میں مشغول نہیں ہوں گے۔

فائدہ:...... ضعیف راوی اگر ثقہ راوی کی مخالفت کرتا ہے، تو ضعیف راوی کی روایت کو منکر کہیں گے اور ثقہ کی روایت کو معروف، لیکن اگر ثقہ اپنے سے اوثق یا اکثر کی مخالفت کرتا ہے تو پھر ثقہ کی روایت شاذ ہوگی، اور اوثق یا اکثر کی محفوظ کہلائے گی، اور یہ اس صورت میں ہے، جب دونوں حدیثوں میں تطبیق پیدا کرنا اور ان کی باہمی مخالفت کو دور کرنا ممکن نہ ہو، اگر تطبیق ممکن ہو اور مخالفت ختم ہو سکے تو پھر دونوں روایتیں مقبول ہوں گی۔

لِأَنَّ حُكْمَ أَهْلِ الْعِلْمِ، وَالَّذِي نَعْرِفُ مِنْ مَذْهَبِهِمْ فِي قَبُوْلِ مَا يَتَفَرَّدُ بِهِ الْمُحَدِّثُ مِنَ الْحَدِيْثِ، أَنْ يَكُوْنَ قَدْ شَارَكَ الثِّقَاتِ مِنْ أَهْلِ الْعِلْمِ وَالْحِفْظِ فِي بَعْضِ مَا رَوَوْا، وَأَمْعَنَ فِي ذٰلِكَ عَلَى الْمُوَافَقَةِ لَهُمْ. فَإِذَا وُجِدَ كَذٰلِكَ، ثُمَّ زَادَ بَعْدَ ذٰلِكَ شَيْئًا لَيْسَ عِنْدَ أَصْحَابِهِ، قُبِلَتْ زِيَادَتُهُ.

کیونکہ اہل علم کا ان لوگوں کے بارے میں حکم اور جو ان کا نظریہ و موقف ہم ان محدثوں کی اس حدیث کے قبول کرنے کے بارے میں جانتے ہیں، جس کے بیان کرنے میں یہ متفرد ہیں کہ یہ ثقہ اہل علم اور اہل حفظ کے ساتھ بعض روایات کے بیان کرنے میں شریک ہوں، اور ان روایات میں ان کی موافقت پوری محنت کے ساتھ کی ہو، تو جب موافقت کی یہ صورت پائی جائے گی، پھر وہ اگر کسی ایسی چیز کا اضافہ کرتا ہے جو اس کے ساتھیوں کی روایت میں نہیں ہے تو وہ زیادتی اور اضافہ قبول ہوگا۔

فائدہ:...... اگر راوی ثقہ ہے اور اس کی روایات عام طور پر دوسرے ثقہ راویوں کی روایات کے موافق اور مطابق ہیں، تو پھر اگر وہ کسی روایت میں ایسا اضافہ کرتا ہے، جو دوسرے ثقہ راویوں کی روایت میں نہیں ہے، تو وہ اضافہ قبول ہوگا، بشرطیکہ وہ دوسرے ثقہ راویوں کی روایت کے مخالف نہ ہو کہ تطبیق ممکن نہ ہو، لیکن جو راوی، ثقات راویوں کی عام طور پر مخالفت کرتا ہے، یا ان کے ساتھ روایات میں شریک ہی نہیں ہے، تو پھر اس کی روایت قبول نہیں ہوگی، جیسا کہ امام صاحب آگے فرما رہے ہیں:

فَأَمَّا مَنْ تَرَاهُ يَعْمِدُ لِمِثْلِ الزُّهْرِيِّ فِي جَلَالَتِهِ وَكَثْرَةِ أَصْحَابِهِ الْحُفَّاظِ الْمُتْقِنِيْنَ لِحَدِيْثِهِ وَحَدِيْثِ غَيْرِهِ، أَوْ لِمِثْلِ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، وَحَدِيْثُهُمَا عِنْدَ أَهْلِ الْعِلْمِ

مَبْسُوطٌ مُشْتَرَكٌ. قَدْ نَقَلَ أَصْحَابُهُمَا عَنْهُمَا حَدِيْثَهُمَا عَلَى الْاِتِّفَاقِ مِنْهُمْ فِي أَكْثَرِهِ، فَيَرْوِي عَنْهُمَا أَوْ عَنْ أَحَدِهِمَا الْعَدَدَ مِنَ الْحَدِيْثِ، مِمَّا لَا يَعْرِفُهُ أَحَدٌ مِنْ أَصْحَابِهِمَا، وَلَيْسَ مِمَّنْ قَدْ شَارَكَهُمْ فِي الصَّحِيْحِ مِمَّا عِنْدَهُمْ، فَغَيْرُ جَائِزٍ قَبُوْلُ حَدِيْثِ هٰذَا الضَّرْبِ مِنَ النَّاسِ. وَاللّٰهُ أَعْلَمُ

اگر تم کسی ایسے راوی کو دیکھو جو مثلاً امام زہری جیسے جلیل القدر محدث کا رخ کرتا ہے، (ان سے روایت کرتا ہے) جس کے بے شمار، حفاظ شاگرد ہیں، جو اس کی اور، دوسرے اساتذہ کی روایات کو نہایت پختگی اور مضبوطی سے بیان کرتے ہیں، یا ہشام بن عروہ جیسے محدث سے روایت کرنا چاہتا ہے اور ان دونوں کی احادیث اہل علم کے ہاں مشترکہ طور پر پھیلی ہوئی اور مشہور ہیں، اور ان دونوں کے تلامذہ نے ان کی احادیث کو عام طور پر باہم اتفاق کے ساتھ نقل کیا ہے، (ان سے اکثر روایات میں وہ متفق ہیں) تو یہ راوی ان دونوں سے یا ان میں سے ایک سے، چند ایسی احادیث روایت (بیان) کرتا ہے، جن کو ان کے شاگردوں میں سے کوئی بھی نہیں جانتا، اور یہ شخص ان کی صحیح احادیث میں، ان کا شریک اور ساتھی بھی نہیں ہے، تو اس قسم کے لوگوں کی حدیث قبول کرنا جائز نہیں ہے، واللہ اعلم

خلاصہ کلام:

راویوں کا تیسرا طبقہ یا تیسری قسم جن کی روایت قابل قبول نہیں ہے، وہ لوگ ہیں، جن پر جھوٹ بولنے اور احادیث گھڑنے یا ان میں اضافہ کا الزام ہے، یا ان کی روایات منکر ہیں، یا وہ کثیر الغلط ہیں، وہ ثقہ اور قابل اعتماد راویوں کے ساتھ، صحیح روایات بیان کرنے میں شریک نہیں ہیں۔

فائدہ:...... امام مسلم نے راویوں کے تین طبقات بیان کیے ہیں، (۱) ثقہ اور قابل اعتماد اہل علم (۲) حفظ، اتقان میں متوسط اور درمیان درجہ کے لوگ (۳) ضعفاء اور متہم لوگ جن کی روایات کو تمام یا اکثر اہل علم نے قبول نہیں کیا، امام مسلم نے فرمایا ہے، میں پہلے دو طبقات کی روایات لوں گا اور تیسرے کی روایت بیان نہیں کروں گا، اور قاضی عیاض کے بقول ایک چوتھا طبقہ ہے، یعنی ایسے آدمی جو بعض کے نزدیک ثقہ اور قابل اعتماد ہیں، اور بعض کے نزدیک متہم ہیں، اب اس مسئلہ میں اختلاف ہے کہ کیا امام مسلم نے اپنے پیش کردہ اصول کے مطابق پہلے دونوں طبقوں کی احادیث بیان کی ہیں یا نہیں، امام حاکم اور ان کے تلمیذ امام ابوبکر بیہقی کا خیال یہ ہے، امام مسلم نے صرف پہلے طبقہ کی احادیث بیان کی ہیں اور دوسرے طبقہ کی روایت بیان کرنے سے پہلے ہی وہ وفات پا گئے، اور بہت سے لوگ اس کے قائل ہیں، اور قاضی عیاض کا نظریہ، یہ ہے کہ امام مسلم نے اصالۃ اصولی طور پر پہلے طبقہ کی روایات لی ہیں، لیکن تبعاً، استشہاد کے طور پر پہلے طبقہ کی روایت کے بعد، یا جب اس مسئلہ میں پہلے طبقہ کی روایت نہیں ملی، تو پھر دوسرے طبقہ کی روایت بیان کی ہے اور بعض جگہ متابعات اور شواہد میں چوتھے طبقہ کی روایت بھی موجود ہے، تفصیل کے لیے امام نووی کا مقدمہ شرح مسلم دیکھیں۔

قَدْ شَرَحْنَا مِنْ مَذْهَبِ الْحَدِيْثِ وَأَهْلِهِ بَعْضَ مَا يَتَوَجَّهُ بِهِ مَنْ أَرَادَ سَبِيْلَ الْقَوْمِ، وَوُفِّقَ لَهَا وَسَنَزِيْدُ إِنْ شَاءَ اللّٰهُ تَعَالَى، شَرْحًا وَإِيْضَاحًا فِي مَوَاضِعَ مِنَ الْكِتَابِ عِنْدَ ذِكْرِ الْأَخْبَارِ الْمُعَلَّلَةِ، إِذَا أَتَيْنَا عَلَيْهَا فِي الْأَمَاكِنِ الَّتِي يَلِيْقُ بِهَا الشَّرْحُ وَالْإِيْضَاحُ إِنْ شَاءَ اللّٰهُ تَعَالَى.

ہم نے ان لوگوں کے لیے جو محدثین کے راستہ پر چلنا چاہتے ہیں، اور اللہ تعالیٰ نے ان کو اس راستہ پر چلنے کی توفیق دی ہے، حدیث اور اہل حدیث کے راستہ کے سلسلہ میں بعض قابل توجہ چیزوں کی تشریح اور توضیح کر دی ہے، اور ہم ان شاء اللہ کتاب کے مختلف مقامات پر مزید تشریح اور توضیح کریں گے، جب ہم معلل احادیث بیان کریں گے، جب ہم ان مقامات پر پہنچیں گے، جہاں شرح اور ایضاح (وضاحت) کا مناسب موقع ہوگا، ان شاء اللہ۔

فائدہ:...... حدیث مُعَلَّلْ: وہ حدیث جو بظاہر صحیح سالم ہو لیکن اس کے اندر صحت حدیث کو داغدار کرنے والا عیب پوشیدہ ہو۔

وَبَعْدُ، يَرْحَمُكَ اللّٰهُ، فَلَوْلَا، الَّذِي رَأَيْنَا مِنْ سُوْءِ صَنِيْعِ كَثِيْرٍ مِمَّنْ نَصَبَ نَفْسَهُ مُحَدِّثًا، فِيْمَا يَلْزَمُهُمْ مِنْ طَرْحِ الْأَحَادِيْثِ الضَّعِيْفَةِ، وَالرِّوَايَاتِ الْمُنْكَرَةِ، وَتَرْكِهِمْ الْاِقْتِصَارَ عَلَى الْأَحَادِيْثِ الصَّحِيْحَةِ الْمَشْهُوْرَةِ، مِمَّا نَقَلَهُ الثِّقَاتُ الْمَعْرُوْفُوْنَ بِالصِّدْقِ وَالْأَمَانَةِ، بَعْدَ مَعْرِفَتِهِمْ وَإِقْرَارِهِمْ بِأَلْسِنَتِهِمْ، أَنَّ كَثِيْرًا مِمَّا يَقْذِفُوْنَ بِهِ إِلَى الْأَغْبِيَاءِ مِنَ النَّاسِ هُوَ مُسْتَنْكَرٌ، وَمَنْقُوْلٌ عَنْ قَوْمٍ غَيْرِ مَرْضِيِّيْنَ، مِمَّنْ ذَمَّ الرِّوَايَةَ عَنْهُمْ أَئِمَّةُ أَهْلِ الْحَدِيْثِ. مِثْلُ مَالِكِ بْنِ أَنَسٍ، وَشُعْبَةَ بْنِ الْحَجَّاجِ، وَسُفْيَانَ بْنِ عُيَيْنَةَ، وَيَحْيَى بْنِ سَعِيْدِ الْقَطَّانِ، وَعَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ مَهْدِيٍّ، وَغَيْرِهِمْ مِنَ الْأَئِمَّةِ۔ لَمَا سَهُلَ عَلَيْنَا الْاِنْتِصَابُ لِمَا سَأَلْتَ مِنَ التَّمْيِيْزِ وَالتَّحْصِيْلِ. وَلٰكِنْ مِنْ أَجْلِ مَا أَعْلَمْنَاكَ مِنْ نَشْرِ الْقَوْمِ الْأَخْبَارَ الْمُنْكَرَةَ، بِالْأَسَانِيْدِ الضِّعَافِ الْمَجْهُوْلَةِ، وَقَذْفِهِمْ بِهَا إِلَى الْعَوَامِّ الَّذِيْنَ لَا يَعْرِفُوْنَ عُيُوْبَهَا، خَفَّ عَلَى قُلُوْبِنَا إِجَابَتُكَ إِلَى مَا سَأَلْتَ.

مذکورہ بالا وضاحت کے بعد سے اللہ تم پر رحم فرمائے، اگر بہت سے ان لوگوں کی جنہوں نے اپنے آپ کو محدث کے طور پر پیش کیا ہے، یہ بری حرکت نہ دیکھتے کہ ان پر لازم تو یہ تھا کہ وہ ضعیف احادیث اور منکر روایات کو پھینک دیتے، (ان کو بیان نہ کرتے) اور ان صحیح اور مشہور احادیث کے بیان کرنے پر اکتفا کرتے، جنہیں ان ثقہ، قابل اعتماد لوگوں نے بیان کیا ہے، جن کا صدق اور امانت معروف اور مسلم ہے، لیکن انہوں نے اس صحیح طریقہ کو نظر

انداز کیا، حالانکہ وہ جانتے ہیں اور اپنی زبانوں سے اعتراف کرتے ہیں کہ بہت سی وہ روایات جو وہ نادان، ناواقف لوگوں کے سامنے ڈال دیتے ہیں، (ان کے سامنے پیش کرتے ہیں) وہ منکر اور ناپسندیدہ ہیں اور ایسے لوگوں سے منقول ہیں، جو ناپسندیدہ ہیں، جن سے روایت لینے کی ائمہ اہل حدیث (محدثین) نے مذمت بیان کی ہے، جیسے امام مالک، شعبہ بن حجاج، سفیان بن عیینہ، یحییٰ بن سعید القطان، عبد الرحمٰن بن مہدی، وغیرہم ائمہ حدیث (اگر یہ بری صورت حال (حرکت پر) نہ ہوتی) تو ہمارے لیے جس تمیز (صحیح وضعیف امتیاز) اور تحصیل (صحیح اور مقبول کا انتخاب) کی آپ نے درخواست کی ہے، اس کے لیے کھڑا ہونا، (کمر ہمت کس لینا) آسان نہ ہوتا، لیکن اس سبب کی بنا پر، جس سے ہم نے آپ کو آگاہ کر دیا ہے، یعنی ان لوگوں کا منکر احادیث کو ضعیف اور مجہول راویوں کی سندوں کے ساتھ پھیلا دینا اور ان عوام کے سامنے ڈال دینا جو ان روایات کے عیوب سے آگاہ نہیں ہیں، اس چیز سے ہمارے دل کے لیے آپ کی درخواست کو قبول کر لینا آسان اور ہلکا کر دیا۔

فائدہ :...... چونکہ بعض مدعیان علم حدیث، جن کو لوگ ان کے کہنے پر محدث تسلیم کر لیتے ہیں، جان بوجھ کر ان لوگوں کے سامنے، جن میں حدیث کے صحت وضعف کو پرکھنے کی صلاحیت اور استعداد نہیں ہے، ضعیف اور مجہول راویوں سے، منکر احادیث، حدیث کے نام سے پیش کر رہے ہیں، اور وہ ان کے اعتماد پر ان کو قبول کر لیتے ہیں، اس طرح وہ ناواقفی اور جہالت کی بنا پر گمراہ ہو رہے ہیں، اس لیے میں نے آپ کی درخواست کو قبول کرتے ہوئے صحیح احادیث کا مجموعہ پیش کرنے کا بیڑا اٹھا لیا ہے۔

۱...... بَابُ: وُجُوْبِ الرِّوَايَةِ عَنِ الثِّقَاتِ وَتَرْكِ الْكَاذِبِيْنَ وَالتَّحْذِيْرِ مِنَ الْكَذِبِ عَلَى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ

باب ۱: ثقہ راویوں سے روایت بیان کرنا ضروری ہے اور جھوٹوں سے روایت نہ لینا اور رسول اللہ ﷺ کی طرف جھوٹی بات منسوب کرنے سے بچنا اور ڈرانا ضروری ہے

وَاعْلَمْ وَفَّقَكَ اللّٰهُ اَنَّ الْوَاجِبَ عَلٰى كُلِّ اَحَدٍ عَرَفَ التَّمْيِيْزَ بَيْنَ صَحِيْحِ الرِّوَايَاتِ وَسَقِيْمِهَا وَثِقَاتِ النَّاقِلِيْنَ لَهَا مِنَ الْمُتَّهَمِيْنَ اَنْ لَّا يَرْوِيَ مِنْهَا اِلَّا مَاعَرَفَ صِحَّةَ مَخَارِجِهٖ وَالسِّتَارَةَ فِي نَاقِلِيْهِ وَاَنْ يَّتَّقِيَ مِنْهَا مَاكَانَ مِنْهَا عَنْ اَهْلِ التُّهَمِ وَالْمُعَانِدِيْنَ مِنْ اَهْلِ الْبِدَعِ.

جان لیجئے! اللہ تعالیٰ تمہیں توفیق سے نوازے، ہر وہ انسان جو صحیح کو ضعیف روایات اور ان کے ثقہ راویوں کو متہم راویوں سے ممتاز (الگ) کرنے کی معرفت رکھتا ہے، اس پر لازم ہے کہ وہ صرف ان روایات کو بیان کرے، جن کے مخرج (سند) کی صحت اور راویوں کی محفوظیت (عیب جوئی) سے وہ آگاہ ہو، اور ان روایات کے بیان کرنے

سے اجتناب کرے، جن کے راویوں پر جھوٹ کا الزام ہو اور وہ سنت کے دشمن، ہٹ دھرم بدعتی ہوں۔

فائدہ: ...... یہاں بدعتی سے مراد ایسا شخص ہے جو ضروریات دین (ایسی چیزیں جن کا دین سے ہونا قطعی اور یقینی ہے) کا منکر ہو، وگرنہ اگر بدعتی عادل اور ضابطہ ہو، جھوٹ بولنے سے وہ محفوظ ہو اپنی بدعت کے لیے، دروغ گوئی سے کام نہ لیتا ہو، تو اس کی حدیث قابل قبول ہے۔ تفصیل کے لیے شرح نخبۃ الفکر دیکھیں۔

وَالدَّلِيلُ عَلَى أَنَّ الَّذِي قُلْنَا مِنْ هٰذَا هُوَ اللَّازِمُ دُوْنَ مَا خَالَفَهُ قَوْلُ اللّٰهِ جَلَّ ذِكْرُهُ: ﴿يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اِنْ جَاءَكُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ فَتَبَيَّنُوْا اَنْ تُصِيْبُوْا قَوْمًاۢ بِجَهَالَةٍ فَتُصْبِحُوْا عَلٰى مَا فَعَلْتُمْ نٰدِمِيْنَ﴾ (الحجرات: ٦) وَقَالَ جَلَّ ثَنَاؤُهُ: ﴿مِمَّنْ تَرْضَوْنَ مِنَ الشُّهَدَآءِ﴾ (البقرة: ٢٨٢). وَقَالَ عَزَّوَجَلَّ: ﴿وَاَشْهِدُوْا ذَوَيْ عَدْلٍ مِّنْكُمْ﴾ (الطلاق: ٢). فَدَلَّ بِمَا ذَكَرْنَا مِنْ هٰذِهِ الْآيِ۔ أَنَّ خَبَرَ الْفَاسِقِ سَاقِطٌ غَيْرُ مَقْبُوْلٍ، وَأَنَّ شَهَادَةَ غَيْرِ الْعَدْلِ مَرْدُوْدَةٌ

اس بات کی دلیل کہ جو کچھ ہم نے بیان کیا ہے، اس کو اختیار کرنا ضروری ہے، اس کے برعکس کرنا صحیح نہیں ہے، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے، ”اے ایمان والو! اگر کوئی فاسق (نافرمان) تمہارے پاس کوئی خبر لے آئے، تو اس کی تحقیق کر لیا کرو، ایسا نہ ہو کہ تم نادانستہ کسی قوم کو نقصان پہنچا بیٹھو، پھر اپنے کیے پر نادم ہونا پڑے، حجرات، نمبر ٦۔
دوسری جگہ اللہ عزوجل کا ارشاد ہے، ان گواہوں سے، جو تمہیں پسند ہوں، جن پر تم مطمئن ہو، البقرہ، نمبر ٢٨٢۔
اور تیسری جگہ فرمایا، اور اپنے میں سے دو عادل گواہ بنالو (طلاق، نمبر ٢) جو آیات ہم نے بیان کی ہیں، وہ اس پر دلالت کرتی ہیں کہ فاسق کی خبر درجہ اعتبار سے گری ہوئی اور ناقابل قبول ہے، اور غیر عادل کی شہادت مردود ہے۔

فائدہ: ...... فاسق و نافرمان کی خبر تبین و تحقیق، گہرائی تک رسائی حاصل کیے بغیر قابل قبول نہیں ہے، یہ معنی نہیں ہے اگر تحقیق و جستجو سے وہ صحیح اور درست ثابت ہو جائے تو پھر بھی مقبول نہیں ہے۔

وَالْخَبَرُ وَإِنْ فَارَقَ مَعْنَاهُ مَعْنَى الشَّهَادَةِ فِي بَعْضِ الْوُجُوْهِ، فَقَدْ يَجْتَمِعَانِ فِي أَعْظَمِ مَعَانِيْهِمَا إِذْ كَانَ خَبَرُ الْفَاسِقِ غَيْرَ مَقْبُوْلٍ عِنْدَ أَهْلِ الْعِلْمِ. كَمَا أَنَّ شَهَادَتَهُ مَرْدُوْدَةٌ عِنْدَ جَمِيْعِهِمْ.

خبر کا مفہوم و معنی اگرچہ بعض وجوہ اور اعتبارات سے شہادت کے مفہوم و معنی سے الگ اور جدا ہے، مگر اکثر مقاصد کے اعتبار سے دونوں متفق ہیں، کیونکہ اہل علم کے نزدیک فاسق کی خبر قبول نہیں ہے، جیسا کہ ان سب کے نزدیک اس کی شہادت مردود ہے۔

فائدہ: ...... شہادت اور خبر دونوں کے لیے، اسلام، عقل، بلوغ، عدالت اور تحمل واخذ کے وقت حفظ و ضبط ضروری

ہے، لیکن شہادت کے لیے، حریت و آزادی، عدد (تعداد) مذکر ہونا اور عداوت و دشمنی سے بری ہونا ضروری ہے، تفصیل کے لیے، فتح الملہم ج ۱ص ۱۲۲۔۱۲۱ دیکھئے۔

وَدَلَّتِ السُّنَّةُ عَلَى نَفْيِ رِوَايَةِ الْمُنْكَرِ مِنَ الْأَخْبَارِ ، كَنَحْوِ دَلَالَةِ الْقُرْآنِ عَلَى نَفْيِ خَبَرِ الْفَاسِقِ ، وَهُوَ الْأَثَرُ الْمَشْهُورُ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ "مَنْ حَدَّثَ عَنِّي بِحَدِيْثٍ يُرَى أَنَّهُ كَذِبٌ فَهُوَ أَحَدُ الْكَاذِبِيْنَ".

جس طرح قرآن اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ فاسق کی خبر قابل رد ہے، اس طرح حدیث (سنت) دلالت کرتی ہے کہ منکر احادیث بیان نہیں کرنا چاہیے، رسول اللہ ﷺ کی مشہور حدیث ہے کہ "جو شخص مجھ سے کوئی ایسی حدیث بیان کرتا ہے جس کو وہ جھوٹا خیال کرتا ہے، تو وہ بھی جھوٹوں کا ایک فرد ہے۔"

[1] حَدَّثَنَا أَبُوبَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ ، حَدَّثَنَا وَكِيعٌ ، عَنْ شُعْبَةَ ، عَنِ الْحَكَمِ ، عَنْ عَبْدِالرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِي لَيْلَى ، عَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدَبٍ . ح وَحَدَّثَنَا أَبُوبَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ أَيْضًا ، حَدَّثَنَا وَكِيعٌ ، عَنْ شُعْبَةَ وَسُفْيَانَ عَنْ حَبِيْبٍ

عَنْ مَيْمُوْنِ بْنِ أَبِي شَبِيْبٍ ((عَنِ الْمُغِيْرَةِ بْنِ شُعْبَةَ وَسَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذٰلِكَ)).

[1]۔آگے امام مسلم اپنی دو سندوں سے، دو صحابہ سمرہ بن جندب اور مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہما سے یہی حدیث بیان کرتے ہیں۔

فائدہ:............اگر ایسی احادیث بیان کرنا جھوٹ ہے جس کا جھوٹ ہونا ظنی ہے تو جس حدیث کا مرفوع ہونا معلوم اور معروف نہیں ہے، تو اس کو وضاحت کیے بغیر بیان کرنا کیسے جائز ہو سکتا ہے۔

۲...... بَابُ تَغْلِيْظِ الْكَذِبِ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

باب ۲: رسول اللہ ﷺ پر جھوٹ باندھنے کی قباحت و برائی

[2] ۱۔(۱) وَحَدَّثَنَا أَبُوبَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ ، حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ ، عَنْ شُعْبَةَ . ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى وَابْنُ بَشَّارٍ . قَالَا: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ ، عَنْ مَنْصُوْرٍ

[1] اخرجه الترمذی فی ((جامعه)) فی العلم، باب: ماجاء فیمن روی حدیثا وهو یری انه کذب وقال: حدیث حسن صحیح برقم (۲٦٦۲) وابن ماجه فی ((سننه)) فی المقدمة، باب من حدیثا عن رسول الله ﷺ حدیث وهو یری انه کذب ٤۱۔ انظر ((تحفة الاشراف)) (۱۱۵۳۱) وهو فی ((جامع الاصول)) برقم (۸۲۰٦)

[2] اخرجه البخاری فی ((صحیحه)) فی کتاب العلم، باب اثم من کذب علی النبی ﷺ برقم ←

عَـنْ رِبْـعِيِّ بْنِ حِرَاشٍ اَنَّهُ سَمِعَ عَلِيًّا يَخْطُبُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ((لَاتَكْذِبُوْا عَلَيَّ فَاِنَّهُ مَنْ يَّكْذِبْ عَلَيَّ يَلِجِ النَّارَ)).

[2]۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے خطبہ کے دوران بیان کیا، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میری طرف بات منسوب نہ کرو، میرے اوپر جھوٹ مت باندھو (حقیقت یہ ہے) جو شخص میرے اوپر جھوٹ باندھے گا (وہ جہنم کا حقدار ہے)، جہنم میں داخل ہوگا۔''

فائدہ:...... کذب علی النبی ﷺ: سے مراد یہ ہے کہ اپنی یا کسی دوسرے کی بات رسول اللہ ﷺ کی طرف منسوب کردی جائے، اس کا یہ معنی نہیں ہے کہ آپ کے حق میں شریعت کی تائید میں، ترغیب وترہیب کی خاطر حدیث گھڑنا جائز ہے، کیونکہ جو بات آپ نے نہیں فرمائی، اس کو آپ کی قرار دینا ہی جھوٹ ہے۔

[3] ۲۔(۲) وَحَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ. حَدَّثَنَا اِسْمَاعِيْلُ، يَعْنِي ابْنُ عُلَيَّةَ، عَنْ عَبْدِ الْعَزِيْزِ بْنِ صُهَيْبٍ......

عَـنْ اَنَـسِ بْـنِ مَـالِكٍ اَنَّـهُ قَالَ اِنَّهُ لَيَمْنَعُنِيْ اَنْ اُحَدِّثَكُمْ حَدِيْثًا كَثِيْرًا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ ((مَنْ تَعَمَّدَ عَلَيَّ كَذِبًا فَلْيَتَبَوَّاْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ)).

[3]۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، میں تمہیں زیادہ حدیثیں اس لیے نہیں سناتا کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے: ''جو جان بوجھ کر (جانتے ہوئے) میری طرف جھوٹ بات منسوب کرتا ہے، وہ اپنا ٹھکانا جہنم بنالے۔''

فائدہ:...... ہر وقت احادیث بیان کرنے میں بھول چوک کا احتمال ہے، اس لیے جو انسان پوری احتیاط اور حزم سے کام نہیں لیتا، وہ گویا کہ عمداً آپ کی طرف جھوٹی بات منسوب کرتا ہے، لیکن اگر کوئی انسان پورے طور پر حزم و احتیاط سے کام لے کر ان روایات کو بیان کرتا ہے، جو اسے پوری طرح یاد ہیں، اور اس کو یقین ہے، تو پھر معمولی چوک کا خطرہ نہیں، کیونکہ اس نے اپنے آپ کو اس کام کے لیے وقف کر رکھا ہے، یا کتاب سامنے رکھ کر بیان کرتا ہے،

←(١٠٦) والترمذی فی ((جامعه)) فی العلم، باب: ما جاء فی تعظيم الكذب علی رسول الله ﷺ برقم (٢٦٦٠)۔ وفی المناقب، باب مناقب علی بن ابی طالب رضی الله عنه مطولا وقال: هٰذا حديث حسن صحيح غريب برقم (٣٧١٥) وابن ماجه فی ((سننه)) فی المقدمة، باب: التغليظ فی تعمد الكذب علی رسول الله ﷺ برقم (٣١) انظر ((تحفة الاشراف)) (١٠٠٨٧)۔ وهو فی ((جامع الاصول)) برقم (٨٢٠٠)

[3] انفرد به مسلم كما فی ((التحفة)) برقم (١٠٠٢)۔ وهو عند الترمذی فی العلم، باب ما جاء فی تعظيم الكذب علی رسول الله ﷺ برقم (٢٦٦٣) بلفظ: ((من كذب علی حسبت انه قال: متعمدا۔ فليتبوا مقعده من النار))۔ وهو فی جامع الأصول برقم (٨٢٠٥)

اور فَلْيَتَبَوَّأْ، امر کا صیغہ ہے، لیکن خبر کے معنی میں ہے کہ اس کا ٹھکانا جہنم ہے، یا یہ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کا ٹھکانا جہنم بنائے۔

[4] ٣-(٣) وَحَدَّثَنا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدٍ الْغُبَرِيُّ: حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ، عَنْ أَبِي حَصِينٍ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ...... عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ((مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّدًا فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ)).

[4]۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو شخص عمداً میری طرف جھوٹی بات منسوب کرے گا، وہ اپنا ٹھکانا آگ میں (دوزخ) بنالے۔''

[5] ٤-(٤) وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ نُمَيْرٍ، حَدَّثَنَا أَبِي، حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ عُبَيْدٍ...... عَنْ عَلِيِّ بْنِ اَبِیْ رَبِيْعَةَ الْوَالِبِيِّ قَالَ اَتَيْتُ الْمَسْجِدَ وَالْمُغِيْرَةُ اَمِيْرُ الْكُوْفَةِ قَالَ فَقَالَ الْمُغِيْرَةُ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ ((اِنَّ كَذِبًا عَلَيَّ لَيْسَ كَكَذِبٍ عَلٰى اَحَدٍ فَمَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّدًا فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ))

[5]۔ علی بن ابی ربیعہ والبی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں، میں مسجد میں پہنچا جبکہ کوفہ کے گورنر حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ تھے، تو حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے: ''میری طرف بات منسوب کرنا، کسی اور کی طرف بات منسوب کرنے کی طرح نہیں ہے، جو مجھ پر عمداً جھوٹ باندھے گا، وہ اپنا ٹھکانہ آگ میں بنالے۔''

فائدہ:...... آپ کی طرف جو بات منسوب ہوگی وہ دین و شریعت بن جائے گی، لیکن کسی اور کی بات دین و شریعت نہیں بنتی، اس لیے آپ کی طرف منسوب کرنا، اتنا ہلکا اور آسان نہیں ہے، جتنا کسی اور کی طرف بات منسوب کرنا آسان ہے، کسی اور کی طرف بات منسوب کرنے میں اتنا خطرہ اور خوف لاحق نہیں ہوسکتا، جو آپ کی طرف کسی بات کے منسوب کرنے کی صورت میں لاحق ہوسکتا ہے، اور لاحق ہونا چاہیے۔

[4] اخرجه البخاری فی ((صحیحه)) فی العلم، باب اثم من كذب على النبی ﷺ برقم (١١٠) وفی الادب، باب: من سمى باسماء الانبياء برقم (٦١٩٧) انظر ((تحفة الاشراف)) (١٢٨٥٢) وهو فی ((جامع الاصول)) برقم (٨٢٠٥)

[5] اخرجه البخاری فی ((صحیحه)) فی الجنائز، باب: ما يكره من النياحة على الميت برقم (١٢٩١) والمؤلف ((مسلم)) فی ((صحیحه)) فی الجنائز، باب: الميت يعذب ببكاء اهله عليه برقم (٢١٥٤) وبرقم (٢١٥٥) و (٢١٥٦) والترمذی فی ((جامعه)) فی الجنائز، باب: ماجاء فی كراهية النوح برقم (١٠٠٠)۔ انظر ((تحفة الاشراف)) (١١٥٢٠) وهو فی ((جامع الاصول)) برقم (٨٢٠٦)

[6] وَحَدَّثَنِي عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ السَّعْدِيُّ ، حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ ، أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ قَيْسٍ الْأَسَدِيُّ ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ رَبِيْعَةَ الْاَسَدِيِّ......

عَنِ الْمُغِيْرَةِ بْنِ شُعْبَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ بِمِثْلِهِ وَلَمْ يَذْكُرْ ((اِنَّ كَذِبًا عَلَيَّ لَيْسَ كَكَذِبٍ عَلٰى اَحَدٍ)) .

[6]۔ امام صاحب ایک اور استاد سے، یہی روایت بیان کرتے ہیں لیکن اس میں یہ الفاظ نہیں ہیں: ''(مجھ پر جھوٹ باندھنا، عام انسان پر جھوٹ باندھنے کی طرح نہیں ہے۔''

٣...... باب النَّهْيِ عَنِ الْحَدِيْثِ بِكُلِّ مَا سَمِعَ

باب ۳: ہر سنی سنائی بات (بلاتحقیق) بیان کرنے کی ممانعت

[7] ٥۔(٥) وَحَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُعَاذٍ الْعَنْبَرِيُّ ، حَدَّثَنَا أَبِي . ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ ، قَالَا: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ ، عَنْ خُبَيْبِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ......

عَنْ حَفْصِ بْنِ عَاصِمٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ((كَفٰى بِالْمَرْءِ كَذِبًا اَنْ يُّحَدِّثَ بِكُلِّ مَا سَمِعَ)).

[7]۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''انسان کے جھوٹا ہونے کے لیے اتنی بات کافی ہے کہ وہ ہر سنی ہوئی بات (بلاتحقیق) بیان کر دے۔''

فائدہ: ...... عام طور پر لوگ ہر قسم کی جھوٹی اور سچی باتیں کرتے رہتے ہیں، اس لیے اگر انسان ہر سنی سنائی بات بلاتحقیق بیان کرے گا تو وہ لازماً جھوٹ بولے گا، اس لیے بلا سوچے سمجھے ہر کسی کی بات نقل کر دینا درست نہیں ہے۔

[8] وَحَدَّثَنَا أَبُوبَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ ، حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حَفْصٍ ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ ، عَنْ خُبَيْبِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ......

عَنْ حَفْصِ بْنِ عَاصِمٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِ ذٰلِكَ ۔

[8] امام صاحب ایک اور استاد سے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی اس کے ہم معنی روایت بیان کرتے ہیں۔

[9] وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيٰى ، أَخْبَرَنَا هُشَيْمٌ ، عَنْ سُلَيْمَانَ التَّيْمِيِّ......

[6] انظر الحديث الذى قبله (٥)

[7] اخرجه ابوداود فى ((سننه)) فى الادب ، باب: فى التشديد فى الكذب برقم (٤٩٩٢) انظر ((التحفة)) برقم (١٢٢٦٨) وهو فى ((جامع الاصول)) برقم (٨١٨٩)

[8] انظر الحديث الذى قبله (٧)

[9] انفرد به مسلم كما فى ((التحفة)) برقم (١٠٥٩٨)۔ لم يذكره فى ((جامع الاصول))

عَـنْ اَبِـىْ عُثْمَانَ النَّهْدِيِّ قَالَ قَالَ عُمَرُ ابْنُ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ بِحَسْبِ الْمَرْءِ مِنَ الْكَذِبِ اَنْ يُحَدِّثَ بِكُلِّ مَا سَمِعَ ـ

[9]۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، انسان کے لیے اتنا جھوٹ ہی کافی ہے کہ وہ ہر سنی سنائی بات بیان کردے۔

[10] وَحَدَّثَنِي أَبُو الطَّاهِرِ أَحْمَدُ بْنُ عَمْرِو بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ سَرْحٍ قَالَ......

عَـنِ ابْـنِ وَهْـبٍ قَالَ قَالَ لِيْ مَالِكٌ اِعْلَمْ اَنَّهٗ لَيْسَ يَسْلَمُ رَجُلٌ حَدَّثَ بِكُلِّ مَا سَمِعَ وَلَا يَكُوْنُ اِمَامًا اَبَدًا وَ هُوَ يُحَدِّثُ بِكُلِّ مَا سَمِعَ۔

[10] ابن وہب کہتے ہیں، مجھے امام مالک نے فرمایا: ''خوب جان لو ہر وہ انسان جو ہر سنی ہوئی بات بیان کر دیتا ہے، وہ جھوٹ سے محفوظ نہیں رہ سکتا، اور نہ وہ کبھی (مقتدا) بن سکتا ہے، جبکہ وہ ہر سنی ہوئی بات بیان کرتا ہے۔''

[11] حَـدَّثَـنَـا مُـحَـمَّـدُ بْـنُ الْـمُثَنَّى، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ، قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ أَبِي الْأَحْوَصِ......

عَنْ عَبْدِاللّٰهِ قَالَ بِحَسْبِ الْمَرْءِ مِنَ الْكَذِبِ اَنْ يُحَدِّثَ بِكُلِّ مَا سَمِعَ۔

[11] حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، انسان کے لیے (جھوٹا ہونے کے لیے) اتنا جھوٹ کافی ہے کہ وہ ہر سنی ہوئی بات بیان کردے۔

[12] وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، قَالَ......

عَـنْ عَبْـدِالـرَّحْمٰنِ بْنِ مَهْدِيٍّ يَقُوْلُ لَا يَكُوْنُ الرَّجُلُ اِمَامًا يُقْتَدٰى بِهٖ حَتّٰى يُمْسِكَ عَنْ بَعْضِ مَا سَمِعَ۔

[12] عبدالرحمٰن بن سعدی رحمہ اللہ کہتے ہیں، انسان لائق اقتدا امام نہیں بن سکتا حتی کہ وہ بعض سنی ہوئی باتیں بیان کرنے سے رک جائے۔

فائدہ:...... انسان اگر ہر سنی ہوئی بات بیان کرے گا، اس کی روایت میں غلطیاں زیادہ ہوں گی، اور نقاد حدیث اس کی غلطیوں سے آگاہ ہو کر، اس پر اعتماد نہیں کریں گے، اس کی روایات بیان نہیں کریں گے، اس لیے وہ امامت کا درجہ حاصل نہیں کر سکے گا، یا اس کی باتوں میں جھوٹ کی آمیزش ہوگی، اور یہ بھی حزم و احتیاط کے منافی ہے، اس لیے ایسا انسان امامت کا اہل نہیں ہو سکتا۔

---

[10] انفرد به مسلم كما فى ((التحفة)) برقم (١٩٢٤٧)
[11] انفرد به مسلم كما فى ((التحفة)) برقم (٩٥٠٨) وهو فى ((جامع الاصول)) برقم (٨١٨٩)۔
[12] انفرد به مسلم كما فى ((التحفة)) برقم (١٨٩٨٦)

[13] وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى، أَخْبَرَنَا عُمَرُ بْنُ عَلِيِّ بْنِ مُقَدَّمٍ......

عَنْ سُفْيَانَ بْنِ حُسَيْنٍ قَالَ سَأَلَنِي إِيَاسُ ابْنُ مُعَاوِيَةَ فَقَالَ إِنِّيْ اَرَاكَ قَدْ كَلِفْتَ بِعِلْمِ الْقُرْآنِ فَاقْرَأْ عَلَيَّ سُوْرَةً وَفَسِّرْهَا حَتّٰى اَنْظُرَ فِيْمَا عَلِمْتَ قَالَ فَفَعَلْتُ فَقَالَ لِي احْفَظْ عَلَيَّ مَا اَقُوْلُ لَكَ إِيَّاكَ وَالشَّنَاعَةَ فِي الْحَدِيْثِ فَإِنَّهُ قَلَّ مَا حَمَلَهَا اَحَدٌ اِلَّا ذَلَّ فِيْ نَفْسِهِ وَكُذِّبَ فِيْ حَدِيْثِهِ

[13] سفیان بن حسین کہتے ہیں، مجھ سے ایاس بن معاویہ رحمہ اللہ نے کہا، میں دیکھتا ہوں تمہیں علم قرآن کا شوق ہے، اس کی تعمیل پر فریفتہ ہو، مجھے کوئی سورت سناؤ اور اس کی تفسیر کرو تاکہ میں اندازہ لگاؤں، تم نے کیا سیکھا ہے، (تیرے علم کا جائزہ لوں) تو میں نے ایسے کیا، (حکم کی تعمیل کی) تو انہوں نے مجھے کہا، میں جو بات تمہیں کہنے لگا ہوں، میری طرف سے اس کو یاد رکھنا، حدیث میں اپنے آپ کو شناعت (قباحت) سے بچانا، یعنی ایسی موضوع، من گھڑت اور منکر احادیث بیان نہ کرنا، جس سے لوگ تمہیں برا سمجھیں، کیونکہ ایسا کام کرنے والا اپنی نظروں میں بھی ذلیل ہوتا ہے اور لوگ بھی اس کی حدیثوں کی تکذیب کرتے ہیں۔

فائدہ:......سفیان بن حسین چونکہ تفسیر قرآن کا شائق تھا، اور مفسرین عام طور پر تفسیری روایات کے بیان کرنے میں سہل انداز سے کام لیتے ہیں، ہر قسم کی رطب و یابس روایات بیان کر دیتے ہیں۔

[14] وَحَدَّثَنِي أَبُو الطَّاهِرِ وَحَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى، قَالَا: أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ. قَالَ: أَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُتْبَةَ......

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ مَا اَنْتَ بِمُحَدِّثٍ قَوْمًا حَدِيْثًا لَا تَبْلُغُهُ عُقُوْلُهُمْ اِلَّا كَانَ لِبَعْضِهِمْ فِتْنَةً.

[14] حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا، اگر تم لوگوں کو ایسی احادیث سناؤ گے، جو ان کی عقل کی دسترس سے باہر ہیں، (وہ ان کو سمجھ نہیں سکتے)، تو یہ چیز ان میں سے بعض کے لیے فتنہ (گمراہی) کا باعث ہو گی۔

فائدہ:......حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کا مقصد یہ ہے کہ عوام الناس کو ایسی حدیثیں نہیں سنانی چاہئیں، جو ان کی سمجھ بوجھ سے بالاتر ہیں، اور وہ ان کا صحیح مطلب نہ سمجھ سکتے ہوں، کیونکہ وہ ان کو حدیث نہیں مانیں گے، یا ان کے قلوب واذہان میں ان کے بارے میں شکوک وشبہات پیدا ہوں گے۔

---

[13] انفرد به مسلم كما في ((التحفة)) برقم (١٨٤٤٢)

[14] انفرد به مسلم كما في ((التحفة)) برقم (٩٤٠١) وسنده منقطع فان عبيدالله بن عبدالله بن عتبة بن مسعود عن ابيه عبدالله ومرسلة وهو في ((جامع الاصول)) ٨/ ١٦-١٧۔

۴...... بَابُ النَّهْيِ عَنِ الرِّوَايَةِ عَنِ الضُّعَفَاءِ وَالْاِحْتِيَاطِ فِي تَحَمُّلِهَا

باب ٤: ضعیف راویوں سے روایت بیان کرنا منع ہے، اور روایات کے تحمل و اخذ کے وقت احتیاط سے کام لینا چاہیے

[15] ٦-(٦) وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ نُمَيْرٍ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ . قَالَا: حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ يَزِيْدَ، قَالَ: حَدَّثَنِي سَعِيْدُ بْنُ أَبِي أَيُّوبَ، قَالَ: حَدَّثَنِي أَبُو هَانِيءٍ، عَنْ أَبِي عُثْمَانَ مُسْلِمِ بْنِ يَسَارٍ......

عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهُ قَالَ ((سَيَكُوْنُ فِيْ آخِرِ اُمَّتِيْ اُنَاسٌ يُحَدِّثُوْنَكُمْ بِمَا لَمْ تَسْمَعُوْآ وَلَا اٰبَآؤُكُمْ فَاِيَّاكُمْ وَاِيَّاهُمْ)).

[15] حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: ''میری امت کے آخر میں ایسے لوگ ہوں گے، جو تمہیں ایسی حدیثیں سنائیں گے، جن کو تم نے سنا ہوگا اور نہ ہی تمہارے آباؤ واجداد نے، چنانچہ تم اپنے آپ کو ان سے بچا کر رکھنا۔

فائدہ:...... ایسی روایات جن سے سلف اور خلف (پہلے، پچھلے) تمام مسلمان بے خبر ہوں، جبکہ اللہ نے دین (قرآن وسنت) کی حفاظت کی ذمہ داری لی ہے، اگر صحیح ہوتیں تو وہ سب مسلمانوں سے کیسے اوجھل رہ سکتی تھیں، جھوٹے اور مکار فریب باز لوگ، دوسروں کی گمراہی کے لیے انہیں گھڑیں گے، اس لیے ان کے فتنہ سے محفوظ رہنے کے لیے ان سے بچنے کی ضرورت ہوگی۔

[16] ٧-(٧) وَحَدَّثَنِي حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ حَرْمَلَةَ بْنِ عِمْرَانَ التُّجِيْبِيُّ قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ . قَالَ: حَدَّثَنِي أَبُو شُرَيْحٍ؛ أَنَّهُ سَمِعَ شَرَاحِيْلَ بْنَ يَزِيْدَ يَقُوْلُ . أَخْبَرَنِي مُسْلِمُ بْنُ يَسَارٍ؛ أَنَّهُ سَمِعَ شَرَاحِيْلَ بْنَ يَزِيْدَ يَقُوْلُ . أَخْبَرَنِي مُسْلِمُ بْنُ يَسَارٍ؟ أَنَّهُ سَمِعَ ......

عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ((يَكُوْنُ فِيْ اٰخِرِ الزَّمَانِ دَجَّالُوْنَ كَذَّابُوْنَ يَاْتُوْنَكُمْ مِّنَ الْاَحَادِيْثِ مَالَمْ تَسْمَعُوْا اَنْتُمْ وَلَآ اٰبَآءُكُمْ فَاِيَّاكُمْ وَاِيَّاهُمْ لَايُضِلُّوْنَكُمْ وَلَا يُفْتِنُوْنَكُمْ)).

[16]۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''آخری زمانہ میں دجال (ملمع ساز، جھوٹ کو سچ بنانے والے) اور جھوٹے لوگ، تمہارے پاس ایسی حدیثیں لائیں گے، (پیش کریں گے) جو نہ تم

[15] انفرد به مسلم كما فی ((التحفة)) برقم (١٤٦٢١) وهو فی ((جامع الاصول)) برقم (٨١٩٣)

[16] انفرد به مسلم كما فی ((التحفة)) برقم (٤٦١٢) انظر ((جامع الاصول)) برقم (٨١٩٣)

نے سنی ہوں گی اور نہ تمہارے باپ دادا نے، چنانچہ تم اپنے آپ کو ان سے بچانا، (ان سے دور رہنا) کہیں وہ تمہیں گمراہ نہ کر دیں اور دین سے برگشتہ نہ کر دیں۔''

[17] وَحَدَّثَنِي أَبُو سَعِيدٍ الْأَشَجُّ، حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ، عَنِ الْمُسَيَّبِ بْنِ رَافِعٍ......

عَنْ عَامِرِ بْنِ عَبْدَةَ قَالَ قَالَ عَبْدُاللهِ اِنَّ الشَّيْطٰنَ لَيَتَمَثَّلُ فِي صُوْرَةِ الرَّجُلِ فَيَأْتِي الْقَوْمَ فَيُحَدِّثُهُمْ بِالْحَدِيْثِ مِنَ الْكَذِبِ فَيَتَفَرَّقُونَ فَيَقُولُ الرَّجُلُ مِنْهُمْ سَمِعْتُ رَجُلًا اَعْرِفُ وَجْهَهٗ وَلَآ اَدْرِيْ مَااسْمُهٗ يُحَدِّثُ۔

[17] حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں شیطان، آدمی کی صورت وشکل اپنا کر لوگوں کے پاس آتا ہے، اور انہیں جھوٹی باتیں سناتا ہے، چنانچہ وہ لوگ بکھر جاتے ہیں، تو ان میں سے ایک آدمی کہتا ہے میں نے ایک آدمی سے (یہ یہ سنا ہے) میں اس کا چہرہ (شکل وصورت سے) پہچانتا ہوں، اور مجھے اس کے نام کا پتہ نہیں ہے، وہ بیان کر رہا تھا۔

فائدہ: ......حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا مقصد یہ تھا، حدیث کے سننے اور سیکھنے کے لیے حزم واحتیاط کی ضرورت ہے، مجہول الحال لوگ، جن کے نام ونسب اور حالات سے واقفیت نہیں ہے، ان سے روایت نہیں لینی چاہیے۔

[18] وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنِ ابْنِ طَاوُسٍ، عَنْ أَبِيهِ......

عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَمْرِوبْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ اِنَّ فِي الْبَحْرِ شَيٰطِيْنَ مَسْجُوْنَةً اَوْثَقَهَا سُلَيْمٰنُ يُوْشِكُ اَنْ تَخْرُجَ نَتَقْرَأَ عَلَى النَّاسِ قُرْاٰنًا۔

[18] حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں، سمندر میں بہت سے شیطان قید ہیں، جنہیں حضرت سلیمان علیہ السلام نے باندھا تھا، قریب ہے وہ نکلیں اور لوگوں کو قرآن سنائیں۔

فائدہ: ......شیطان قسم کے لوگ، قرآن کے نام سے من گھڑت باتیں سنائیں گے، یا اپنی جمع کردہ معلومات، قرآن کے نام سے پیش کریں گے، یا کوئی پرانی عربی مختصر تفسیر، قرآن کے نام سے پیش کر دیں گے، اور کہیں گے، دیکھو، یہ قدیم نسخہ، تمہارے موجودہ قرآن سے مختلف ہے، جیسا کہ متحدہ ہندوستان میں ایک انگریز ڈاکٹر نے، ایک کتاب کہیں سے لاکر قرآن کے نام سے پیش کی تھی، لیکن مسلمانوں نے اس کی بات سنی ان سنی کر دی، اور وہ ناکام ہو گیا۔ (فتح الملہم ج ۱ص ۱۲۸)

یہ مقصد بھی ہو سکتا ہے کہ وہ لوگوں کو قرآن سنا کر اپنا گرویدہ بنالیں گے، جب لوگوں کے دلوں میں ان کی عقیدت

[17] انفرد به مسلم كما في ((التحفة)) برقم (٩٣٢٦) وهو في ((جامع الاصول)) برقم (٨١٩٤)

[18] انفرد به مسلم كما في ((التحفة)) برقم (٨٨٣١) وهو في ((جامع الاصول)) برقم (٨١٩٥)

بیٹھ جائے گی، تو پھر ان کو گمراہ کرنا شروع کر دیں گے، جس طرح مرزا قادیانی اور گوہر شاہی نے کیا ہے، اسلام کے نام پر لوگوں کو عقیدت مند بنا کر انہیں دین اسلام سے برگشتہ کیا ہے۔ اس قسم کے اور لوگ بھی موجود ہیں، جو لوگوں کو قرآن کے نام پر دین سے گمراہ کر رہے ہیں۔

[19] وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ عَبَّادٍ وَسَعِيدُ بْنُ عَمْرٍو الْأَشْعَثِيُّ جَمِيعًا، عَنِ ابْنِ عُيَيْنَةَ. قَالَ سَعِيدٌ: أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ عَنْ هِشَامِ بْنِ حُجَيْرٍ......

عَنْ طَاوٗسٍ قَالَ جَآءَ هٰذَا اِلَى ابْنِ عَبَّاسٍ يَعْنِىْ بُشَيْرَ بْنَ كَعْبٍ فَجَعَلَ يُحَدِّثُهٗ فَقَالَ لَهٗ ابْنُ عَبَّاسٍ عُدْ لِحَدِيْثِ كَذَوَ كَذَا فَعَادَلَهٗ ثم حدثه فقال له عد لحديث كذ و كذا نعادله نقال له مَا اَدْرِىْ اَعَرَفْتَ حَدِيْثِىْ كُلَّهٗ وَاَنْكَرْتَ هٰذا اَمْ اَنْكَرْتَ حَدِيْثِىْ كُلَّهٗ وَعَرَفْتَ هٰذَا فَقَالَ لَهٗ ابْنُ عَبَّاسٍ اِنَّا كُنَّا نُحَدِّثُ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لم يكن يُكْذَبُ عَلَيْهِ فَلَمَّا رَكِبَ النَّاسُ الصَّعْبَ وَالذَّلُوْلَ تَرَكْنَا الْحَدِيْثَ عَنْهُ۔

[19]۔ امام طاؤس رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں، یہ بشیر بن کعب رحمہ اللہ، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی خدمت میں حاضر ہو کر انہیں حدیثیں سنانے لگا، چنانچہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اسے کہا، فلاں، فلاں حدیث دوبارہ سناؤ، اس نے انہیں دوبارہ سنا دیں، پھر انہیں کہا، میں نہیں جانتا، آپ نے میری تمام حدیثیں پہچان لی ہیں، (ان کی تصدیق اور تائید کرتے ہیں) اور اس کا انکار کیا ہے (منکر ہونے کی وجہ سے دوبارہ سنا ہے) یا میری تمام احادیث کو آپ نے منکر سمجھا ہے، اور اس کو پہچان لیا ہے؟ تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا، جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جھوٹ نہیں باندھا جاتا، تو ہم (بلا جھجک اور بلا خوف خطر) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیثیں بیان کرتے تھے، لیکن جب لوگوں نے ہر قسم کے دشوار گزار اور پامال شدہ چلے ہوئے راستے پر چلنا شروع کر دیا، (صحیح اور ضعیف کو بیان کرنا شروع کر دیا) تو ہم نے آپ سے حدیث بیان کرنا چھوڑ دیا، (یعنی صرف وہی حدیثیں بیان کرتے ہیں جن کی صحت کا ہمیں علم ہے، اور وہی حدیثیں سنتے ہیں، جن سے ہم آگاہ ہیں)

فائدہ:...... حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا مقصد تھا، جب لوگوں میں قوت امتیاز ختم ہو گئی ہے اور انہوں نے ہر قسم کی حدیثوں کو قبول کرنا شروع کر دیا ہے، ان میں کمی وبیشی کی انہیں کوئی پرواہ نہیں ہے، تو ہم نے عام لوگوں کو حدیث سنانی چھوڑ دی ہے، صرف قابل اعتماد لوگوں کو سناتے ہیں، جن کے حفظ وضبط پر ہمیں اعتماد ہو اور قابل اعتماد لوگوں کی احادیث ہی ہم سنتے ہیں۔

[19] انفرد به مسلم كما فى ((التحفة)) برقم (٥٧٥٩)

[20] وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنِ ابْنِ طَاوُسٍ، عَنْ أَبِيهِ......

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ اِنَّا كُنَّا نَحْفَظُ الْحَدِيْثَ وَالْحَدِيْثُ يُحْفَظُ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَمَّا اِذَا رَكِبْتُمْ كُلَّ صَعْبٍ وَّذَلُوْلٍ فَهَيْهَاتَ۔

[20] حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں، ہم احادیث یاد کیا کرتے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کو یاد کرنا ہی چاہیے، چنانچہ جب تم نے ہرا ناڑی اور رام (رطب و یابس) کو قبول کر لیا، تو تم راہ راست سے دور ہٹ گئے، (تمہاری احادیث پر ہمیں اعتماد نہیں رہا۔

مفردات الحدیث ❶ صَعْب: وہ اونٹ جس پر سواری کرنا مشکل ہو، اس لیے لوگ اس سے بچتے ہوں۔
❷ الذُّلُول: رام شدہ سواری کے قابل، اس لیے لوگ اس پر سواری کرنے کے لیے تیار ہوں، مقصد یہ ہے، تم نے ہر رطب و یابس اور صحیح وسقیم کو سن کر اس کو بیان کرنا شروع کر دیا ہے، اس لیے اب ہم نہ ہر ایک کو احادیث سناتے ہیں، اور نہ ہر ایک کی احادیث سنتے اور قبول کرتے ہیں۔ ❸ هيهات: دوری اور بُعد، یعنی تم راہ راست اور درجہ قبولیت و اعتماد سے دور ہو گئے۔

[21] وَحَدَّثَنِي أَبُو أَيُّوبَ سُلَيْمَانُ بْنُ عُبَيْدِ اللّٰهِ الْغَيْلَانِيُّ، حَدَّثَنَا أَبُو عَامِرٍ، يَعْنِي الْعَقَدِيَّ، حَدَّثَنَا رَبَاحٌ، عَنْ قَيْسِ بْنِ سَعْدٍ......

عَنْ مُجَاهِدٍ قَالَ جَآءَ بَشِيْرُ بْنُ كَعْبٍ الْعَدَوِيُّ اِلَى ابْنِ عَبَّاسٍ فَجَعَلَ يُحَدِّثُ وَيَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فَجَعَلَ ابْنُ عَبَّاسٍ لَا يَاْذَنُ لِحَدِيْثِهٖ وَلَا يَنْظُرُ اِلَيْهِ فَقَالَ يَا ابْنَ عَبَّاسٍ مَالِيْ لَآ اَرَاكَ تَسْمَعُ لِحَدِيْثِيْ اُحَدِّثُكَ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَا تَسْمَعُ فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ اِنَّا كُنَّا مَرَّةً اِذَا سَمِعْنَا رَجُلًا يَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ابْتَدَرَتْهُ اَبْصَارُنَا وَاَصْغَيْنَا اِلَيْهِ بِاٰذَانِنَا فَلَمَّا رَكِبَ النَّاسُ الصَّعْبَةَ وَالذَّلُوْلَ لَمْ نَاْخُذْ مِنَ النَّاسِ اِلَّا مَا نَعْرِفُ۔

[21] امام مجاہد رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں، بشیر عدوی رحمہ اللہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی خدمت میں حاضر ہوا، اور حدیثیں بیان کرتے ہوئے، قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، کہنے لگا، چنانچہ حضرت ابن عباس

[20] واخرجه ابن ماجه فی ((المقدمة)) باب: التوقی فی الحدیث عن رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم برقم (٢٧) انظر ((تحفة الاشراف)) برقم (٥٧١٧)

[21] انفرد به مسلم کما فی ((التحفة)) برقم (٦٤١٩)

نے، اس کی احادیث پر کان نہ دھرا اور نہ اس کی طرف توجہ کی، تو اس نے کہا، اے ابن عباس! کیا وجہ ہے کہ آپ میری احادیث سنتے ہی نہیں ہیں جبکہ میں آپ کو رسول اللہ ﷺ کی احادیث سنا رہا ہوں اور آپ سنتے نہیں۔ تو ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا، کبھی یہ تھا، جب ہم کسی آدمی کو یہ کہتے سنتے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تو ہماری آنکھیں اس کی طرف لپکتیں، (فوراً اس کی طرف اٹھتیں) اور ہم اس کی باتوں پر کان لگاتے، مگر جب لوگوں نے دشوار اور نرم (ضعیف اور صحیح) ہر راستہ پر چلنا شروع کر دیا، تو ہم لوگوں سے وہ حدیث لیتے ہیں جس کو ہم پہچانتے ہیں، جن کی صحت کا ہمیں علم ہے یا جن کو ہم صحیح خیال کرتے ہیں۔

[22] حَدَّثَنَا دَاوُدُ بْنُ عَمْرٍو الضَّبِّيُّ . حَدَّثَنَا نَافِعُ بْنُ عُمَرَ......

عَنِ ابْنِ اَبِیْ مُلَیْکَةَ قَالَ كَتَبْتُ اِلَى ابْنِ عَبَّاسٍ اَسْاَلُهٗ اَنْ يَّكْتُبَ لِیْ كِتَابًا وَيُخْفِي عَنِّی فَقَالَ وَلَدٌ نَاصِحٌ اَنَا اَخْتَارُلَهُ الْاُمُوْرَ اخْتِيَارًا وَّاُخْفِي عَنْهُ.

قَالَ فَدَعَا بِقَضَاءِ عَلِيٍّ فَجَعَلَ يَكْتُبُ مِنْهُ اَشْيَاءَ وَيَمُرُّ بِهِ الشَّيْءُ فَيَقُوْلُ وَاللّٰهِ مَاقَضٰى بِهٰذَا عَلِيٌّ اِلَّا اَنْ يَّكُوْنَ ضَلَّ.

[22] ابن ابی ملیکہ رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں، میں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے خط لکھ کر درخواست کی کہ آپ مجھے ایک نوشتہ (تحریر) لکھ دیں، اور مجھ سے مشکل حدیث (جو بدفہمی اور غلط فہمی کا باعث بن سکتی ہو) چھپائیں، ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا، خیرخواہ، اور مخلص بچا ہے، میں اس کے لیے چند باتوں کا اچھی طرح انتخاب کروں گا، اور اس سے مشکل چیزوں کو پوشیدہ رکھوں گا، پھر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے فیصلہ جات کو منگوایا، اور ان سے کچھ باتیں (منتخب باتیں لکھواتے) یعنی فیصلہ جات لکھوائے گئے اور بعض فیصلوں کو سامنے آنے پر کہتے، واللہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے یہ فیصلہ نہیں کیا الا یہ کہ وہ راہ راست سے بھٹک گئے ہوں۔

فائدہ:...... حضرت علی رضی اللہ عنہ کے عقیدت مندوں نے ان کے فیصلہ جات میں آمیزش کر دی تھی، اپنی طرف سے من گھڑت اور موضوع باتیں، ان کے فیصلوں اور فتووں میں لکھ دی تھیں، اس لیے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ان کے صحیح فیصلوں اور فتووں کا انتخاب فرمایا، اور دوسروں کے بارے میں کہا، اگر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے یہ فیصلہ کیا ہے، یا فتویٰ دیا ہے، تو وہ گمراہ ہو گئے، حالانکہ وہ گمراہ نہ تھے، اصل حقیقت یہ ہے کہ یہ ان کے فیصلے ہی نہیں ہیں، یہ ان کے علم و دیانت سے لگا نہیں کھاتے۔

[22] انفرد به مسلم كما في ((التحفة)) برقم (٥٨٠٦)

[23] حَدَّثَنَا عَمْرٌو النَّاقِدُ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ، عَنْ هِشَامِ بْنِ حُجَيْرٍ......

عَنْ طَاءُوسٍ قَالَ أُتِيَ ابْنُ عَبَّاسٍ بِكِتَابٍ فِيهِ قَضَاءُ عَلِيٍّ فَمَحَاهُ إِلَّا قَدْرَ وَأَشَارَ سُفْيٰنُ بْنُ عُيَيْنَةَ بِذِرَاعِهِ

[23] حضرت طاؤس رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس ایک تحریر یا کتاب لائی گئی، جس میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے فیصلہ جات تھے، انہوں نے اس ساری تحریر کو مٹا ڈالا، مگر اتنا حصہ، سفیان بن عیینہ نے اپنے بازو سے اشارہ کیا۔

[24] حَدَّثَنَا حَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ الْحُلْوَانِيُّ، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ آدَمَ، حَدَّثَنَا ابْنُ إِدْرِيسَ، عَنِ الْأَعْمَشِ......

عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ قَالَ لَمَّا أَحْدَثُوْا تِلْكَ الْأَشْيَاءَ بَعْدَ عَلِيٍّ قَالَ رَجُلٌ مِنْ أَصْحَابِ عَلِيٍّ قَاتَلَهُمُ اللّٰهُ أَيَّ عِلْمٍ أَفْسَدُوْا

[24] ابو اسحاق کہتے ہیں، جب ان لوگوں (روافض) نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بعد یہ اشیاء ایجاد کر لیں، (ان کی باتوں میں اپنی طرف سے غلط اور باطل چیزیں ملا دیں) تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے شاگردوں میں سے ایک آدمی نے کہا، اللہ ان لوگوں کو تباہ و برباد کرے، اپنی رحمت سے محروم کرے، انہوں نے کتنا عظیم علم برباد کر ڈالا، یعنی صحیح اور عمدہ باتوں میں غلط اور باطل کی آمیزش کر کے، لوگوں کو صحیح چیزوں سے بھی محروم کر ڈالا۔

[25] حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ خَشْرَمٍ......

عَنْ أَبِي بَكْرِ بْنِ عَيَّاشٍ قَالَ سَمِعْتُ الْمُغِيْرَةَ يَقُوْلُ لَمْ يَكُنْ يُصَدَّقُ عَلٰى عَلِيٍّ فِي الْحَدِيْثِ عَنْهُ إِلَّا مِنْ أَصْحَابِ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ

[25] امام مغیرہ رحمہ اللہ کہتے تھے، حضرت علی رضی اللہ عنہ سے صحیح باتیں صرف عبداللہ بن مسعود کے شاگرد ہی بیان کرتے تھے، یا حضرت علی رضی اللہ عنہ سے جو لوگ روایت کرتے ہیں، ان کی وہی روایت مانی جاتی، جس کی حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے شاگرد تصدیق کرتے، یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ کے شاگردوں کی وہی باتیں قابل قبول ہیں جن کی تصدیق حضرت عبداللہ بن مسعود کے تلامذہ کریں، کیونکہ وہ حضرت علی سے صحیح باتیں نقل کرتے ہیں، ان میں اپنی طرف سے آمیزش نہیں کرتے۔

---

[23] انفرد به مسلم كما فى ((التحفة)) برقم (٥٧٦٠)
[24] انفرد به مسلم كما فى ((التحفة)) برقم (١٩٦١٧)
[25] انفرد به مسلم كما فى ((التحفة)) برقم (١٩٤٥٠)

٥...... بَابٌ فِيْ اَنَّ الْاِسْنَادَمِنَ الدِّيْنِ

باب ٥: سند بیان کرنا دین کا حصہ ہے

[26] حَدَّثَنَا حَسَنُ بْنُ الرَّبِيْعِ . حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ ، عَنْ أَيُّوبَ وَهِشَامٍ ، عَنْ مُحَمَّدٍ . وَحَدَّثَنَا فُضَيْلٌ ، عَنْ هِشَامٍ . قَالَ وَحَدَّثَنَا مَخْلَدُ بْنُ حُسَيْنٍ ، عَنْ هِشَامٍ......

عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيْرِيْنِ قَالَ اِنَّ هٰذَا الْعِلْمَ دِيْنٌ فَانْظُرُوْا عَمَّنْ تَاْ خُذُوْنَ دِيْنَكُمْ

[26] محمد بن سیرین کا قول ہے کہ یہ علم (علم حدیث) دین ہے لہٰذا سوچ لو تم کن سے اپنا دین لیتے ہو۔

فائدہ:...... جس طرح حیوان (جانور) پاؤں کے بغیر نہیں چل سکتا، اس طرح حدیث بلاسند قبول نہیں کی جا سکتی، اگر سند کا سوال نہ ہوتا تو ہر شخص بلا تحقیق و تفتیش بات سنتا، اور آگے بیان کر دیتا اور وہ دین ٹھہرتی، اس طرح دین کی حفاظت و دفاع سند سے ہو سکتی ہے، اس کے بغیر اس کو آمیزش اور بدعات سے محفوظ نہیں رکھا جا سکتا۔

[27] حَدَّثَنَا أَبُو جَعْفَرٍ مُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ ، حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ زَكَرِيَّاءَ ، عَنْ عَاصِمٍ الْأَحْوَلِ......

عَنِ ابْنِ سِيْرِيْنَ قَالَ لَمْ يَكُوْنُوْا يَسْاَلُوْنَ عَنِ الْاِسْنَادِ فَلَمَّا وَقَعَتِ الْفِتْنَةُ قَالُوْا سَمُّوْا لَنَا رِجَالَكُمْ فَيُنْظَرُ اِلَى اَهْلِ السُّنَّةِ فَيُؤْخَذُ حَدِيْثُهُمْ وَيُنْظَرُ اِلٰى اَهْلِ الْبِدَعِ فَلَا يُؤْخَذُ حَدِيْثُهُمْ

[27] ابن سیرین کا قول ہے تابعین سند کے بارے میں سوال نہیں کرتے تھے تو جب فتنہ پیدا ہو گیا تو انہوں نے کہا اپنے رجال (راویوں) کے نام بتاؤ تو اہل السنۃ راویوں کی روایت ان کو جان کر قبول کر لی جاتی ہے اہل بدعت کی پہچان کر ان کی روایت قبول نہ کی جاتی۔

فائدہ:...... جب بدعتی فرقہ کا ظہور ہو گیا۔ رافضی، مرجیہ پیدا ہو گئے، تو پھر حدیث کے راویوں کے بارے میں چھان پھٹک شروع ہو گئی یہ غالی بدعتی فرقوں سے احادیث لینا ترک کر دیا گیا۔

[28] حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الْحَنْظَلِيُّ ، أَخْبَرَنَا عِيسَى ، وَهُوَ ابْنُ يُونُسَ ، حَدَّثَنَا الْأَوْزَاعِيُّ......

عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ مُوْسٰى قَالَ لَقِيْتُ طَاوُسًا فَقُلْتُ حَدَّثَنِيْ فُلَانٌ كَيْتَ وَكَيْتَ قَالَ اِنْ كَانَ صَاحِبُكَ مَلِيئًا فَخُذْ عَنْهُ

---

[26] انفرد به مسلم کما فی ((التحفة)) برقم (١٩٢٩٢)

[27] انفرد به مسلم کما فی ((التحفة)) برقم (١٩٢٩٤)

[28] انفرد به مسلم کما فی ((التحفة)) برقم (١٨٨٢٦)

[28] سلیمان بن موسیٰ طاؤس رحمۃ اللہ کو ملے اور ان سے کہا کہ فلاں نے مجھے فلاں فلاں حدیث سنائی ہے طاؤس نے کہا اگر تیرا استاد ثقہ قابل اعتماد ہے تو اس سے لے لو۔

فائدہ :...... اگر راوی ثقہ، ضابطہ اور دین دار ہے اس لئے قابل اعتماد ہے تو اس کی روایت قبول ہوگی وگرنہ قابل قبول نہ ہوگی۔

[29] وَحَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الدَّارِمِيُّ، أَخْبَرَنَا مَرْوَانُ، يَعْنِي ابْنَ مُحَمَّدٍ الدِّمَشْقِيِّ، حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيْزِ......

عَنْ سُلَيْمٰنَ بْنِ مُوْسٰى قَالَ قُلْتُ لِطَاءُوْسٍ اِنَّ فُلَانًا حَدَّثَنِيْ بِكَذَا وَكَذَا فَقَالَ اِنْ كَانَ صَاحِبُكَ مَلِيئًا فَخُذْ عَنْهُ۔

[29] سلیمان بن موسیٰ نے طاؤس رحمۃ اللہ سے کہا کہ فلاں نے مجھے فلاں فلاں حدیث سنائی ہے تو طاؤس نے کہا کہ اگر تیرا استاد علم و معرفت اور دین سے لبریز ہے تو ان کی روایت لے لو۔

[30] حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ الْجَهْضَمِيُّ، حَدَّثَنَا الْأَصْمَعِيُّ......

عَنْ اَبِی الزِّنَادِ قَالَ اَدْرَكْتُ بِالْمَدِيْنَةِ مِائَةً كُلُّهُمْ مَاْمُوْنٌ مَا يُؤْخَذُ عَنْهُمُ الْحَدِيْثُ يُقَالُ لَيْسَ مِنْ اَهْلِهٖ

[30] امام ابو زناد رحمۃ اللہ بیان کرتے ہیں میری مدینہ میں ایک سو راویوں سے ملاقات ہوئی سب کے سب دین دار تھے، لیکن ان سے حدیث نہیں لی جاتی تھی کہا جاتا تھے۔ وہ اس کے اہل نہیں ہے۔

فائدہ :...... بعض لوگ عملی طور پر بہت دین دار ہوتے ہیں لیکن احادیث کے اخذ روایت میں حزم و احتیاط کہ ملحوظ نہیں رکھتے ہر قسم کی روایات لے کر آگے بیان کرنا شروع کر دیتے۔
صحیح وسقیم کی روایات میں امتیاز نہیں کر سکتے اسی لیے ان کے روایت کو قبول نہیں کیا جاتا۔

[31] حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي عُمَرَ الْمَكِّيُّ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ. ح وَحَدَّثَنِيْ أَبُوْبَكْرِ بْنُ خَلَّادٍ الْبَاهِلِيُّ، وَاللَّفْظُ لَهُ، قَالَ: سَمِعْتُ سُفْيَانَ بْنَ عُيَيْنَةَ......

عَنْ مِسْعَرٍ. قَالَ: سَمِعْتُ سَعْدَبْنِ اِبْرَاهِيْمَ يَقُوْلُ لَا يُحَدِّثُ عَنْ رَّسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ اِلَّا الثِّقَاتُ

[29] انفرد به مسلم كما فى ((التحفة)) برقم (١٨٨٢٦)
[30] انفرد به مسلم كما فى ((التحفة)) برقم (١٨٨٩٩)
[31] انفرد به مسلم كما فى ((التحفة)) برقم (١٨٦٧٣)

[31] سعد بن ابراہیم رحمہ اللہ کا قول ہے رسول اللہ ﷺ سے صرف ثقہ راویوں کو روایت بیان کرنا چاہیے یعنی صرف ثقہ راویوں کی روایت ہی قبول کی جا سکتی ہے۔

[32] وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ قُهْزَاذَ، مِنْ أَهْلِ مَرْوَ. قَالَ: سَمِعْتُ عَبْدَانَ بْنَ عُثْمَانَ يَقُوْلُ:......

عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ الْمُبَارَكِ يَقُوْلُ الْاِسْنَادُ مِنَ الدِّيْنِ وَلَوْ لَا الْاِ سْنَادُ لَقَالَ مَنْ شَاءَ مَاشَاءَ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ يَقُوْلُ بَيْنَنَا وَ بَيْنَ الْقَوْمِ الْقَوائِمُ يَعْنِىْ الْاِسْنَادَ

عَنْ اَبِىْ اِسْحَاقَ اِبْرَاهِيْمَ بْنِ عِيْسَى الطَّالِقَانِيِّ قَالَ قُلْتُ لِعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْمُبَارَكِ يَآ اَبَا عَبْدِالرَّحْمٰنِ الْحَدِيْثُ الَّذِى جَآءَ ((اِنَّ مِنَ الْبِرِّ بَعْدَ الْبِرِّ اَنْ تُصَلِّىَ لِاَ بَوَيْكَ مَعَ صَلَاتِكَ وَ تَصُوْمَ لَهُمَا مَعَ صَوْمِكَ)) قَالَ فَقَالَ لَهٗ عَبْدُ اللّٰهِ يَآبَآاِسْحٰقَ عَمَّنْ هٰذَا قَالَ قُلْتُ لَهٗ هٰذَا مِنْ حَدِيْثِ شِهَابِ بْنِ خِرَاشٍ قَالَ ثِقَةٌ عَمَّنْ قَالَ قُلْتُ عَنِ الْحَجَّاجِ ابْنِ دِيْنَارٍ قَالَ ثِقَةٌ عَمَّنْ قَالَ قُلْتُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَآ اَبَآ اِسْحَاقَ اِنَّ بَيْنَ الْحَجَّاجِ بْنِ دِيْنَارٍ وَبَيْنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَفَاوِزَ تَنْقَطِعُ فِيْهَا اَعْنَاقُ الْمَطِيِّ وَلٰكِنْ لَّيْسَ فِى الصَّدَقَةِ اخْتِلَافٌ

[32] حضرت امام عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ کہتے تھے اسناد دین کا حصہ ہے اگر اسناد نہ ہوتی تو جو انسان جو کچھ چاہتا کہہ دیتا اور فرماتے تھے کہ ہمارے اور لوگوں (راویوں) کے درمیان قوائم (پاؤں یا ستون) ہیں۔ابو اسحاق ابراہیم بن عیسیٰ طالقانی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں، میں نے حضرت عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ سے پوچھا، اے ابوعبدالرحمٰن! یہ حدیث کیسی ہے ''یہ نیکی در نیکی ہے کہ تم اپنی نماز کے ساتھ اپنے والدین کے لیے نماز پڑھو، اور اپنے روزوں کے ساتھ ان دونوں کے لیے روزے رکھو'' تو امام عبداللہ رحمہ اللہ نے پوچھا، اے ابو اسحاق! یہ حدیث کون بیان کرتا ہے؟ میں نے انھیں کہا، یہ شہاب بن خراش کی حدیث ہے، اس نے کہا، وہ ثقہ (قابل اعتماد) راوی ہے، وہ کس سے بیان کرتا ہے؟ میں نے کہا، حجاج بن دینار سے، انہوں نے کہا، وہ بھی قابل اعتماد ہے، اس نے یہ حدیث کس سے بیان کی ہے؟ میں نے کہا، رسول اللہ ﷺ سے عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ نے کہا، اے ابو اسحاق! حجاج بن دینار اور رسول اللہ ﷺ کے درمیان اتنے بڑے بیابان (صحرا) ہیں، جن میں سواریوں کی گردنیں ٹوٹ جاتی ہیں، مگر صدقہ کے بارے میں کسی کا اختلاف نہیں ہے۔

[32] انفرد به مسلم كما في ((التحفة)) برقم (١٨٤٨٧) و (١٨٩٢٣) و (١٨٩٢٣) و (١٨٩٢٤) و (١٨٩٢٥)

فائدہ:......جس طرح کوئی حیوان پاؤں کے بغیر نہیں چل سکتا یا کوئی گھر ستون کے بغیر نہیں ٹھہر سکتا اس طرح کوئی روایت سند کے بغیر قبول نہیں ہو سکتی اگر سند ملحوظ نہ ہو تو انسان جو چاہتا بیان کر دیتا اور اس کی تحقیق تفتیش نہ ہو سکتی اب سند کی صورت میں ہر حدیث شکل جانچ پڑتال ہو سکتی ہے اور اس کی صحت وضعف کو جانا جا سکتا ہے۔

فائدہ:......حجاج بن دینار تبع تابعی ہیں، تو اس کے اور آپ کے درمیان ایک طویل زمانہ ہے، اور کم از کم تابعی اور صحابی کا واسطہ چھوٹا ہوا ہے، معلوم نہیں وہ تابعی کسی صحابی سے روایت بیان کرتا ہے یا کسی اور تابعی سے، اور معلوم نہیں صحابی سے نچلے راوی ثقہ ہیں یا غیر ثقہ، اس لیے اس کو حدیث کیسے تسلیم کیا جا سکتا ہے، ہاں، ماں باپ کو ثواب پہنچانے کے لیے صدقہ و خیرات کرنا، احادیث کی بنا پر بالاتفاق جائز ہے، نماز، روزہ، اور دوسری بدنی عبادتوں کے بارے میں اختلاف ہے۔

وَقَالَ مُحَمَّدٌ: سَمِعْتُ عَلِيَّ بْنَ شَقِيقٍ يَقُوْلُ: سَمِعْتُ عَبْدَ اللّٰهِ ابْنِ الْمُبَارَكِ يَقُوْلُ عَلٰى رُؤُسِ النَّاسِ دَعُوْاحَدِيْثَ عَمْرِو بْنِ ثَابِتٍ فَإِنَّهُ كَانَ يَسُبُّ السَّلَفَ

حضرت عبد اللہ بن مبارک سب لوگوں کے سامنے علی الاعلان فرماتے تھے، عمر ابن ثابت کی حدیث قبول نہ کرو، کیونکہ وہ سلف صالحین کو گالیاں دیتا اور برا بھلا کہتا تھا۔

فائدہ:......عمرو بن ثابت شیعہ رافضی تھا، اس کے نزدیک آپ کے بعد صرف چار انسان مسلمان رہ گئے تھے، اور عشرہ مبشرہ اور سابقون اولون کے ایمان کا منکر، مومن نہیں ہو سکتا۔

٦...... بَابُ الْكَشْفِ عَنْ مَّعَايِبِ رُوَاةِ الْحَدِيْثِ وَنَاقِلِي الْاَخْبَارِ وَقَوْلِ الْاَئِمَّةِ فِيْ ذٰلِكَ

باب ٦: حدیث کے راویوں اور ابصار کے نقل کرنے والوں کے عیوب کھولنا (واضح کرنا) اور اس سلسلہ میں ائمہ کے اقوال

[33] وَحَدَّثَنِىْ أَبُوْبَكْرِ بْنُ النَّضْرِ بْنِ أَبِي النَّضْرِ. قَالَ: حَدَّثَنِي أَبُو النَّضْرِ هَاشِمُ بْنُ الْقَاسِمِ...... عَنْ اَبِىْ عَقِيْلٍ صَاحِبِ بُهَيَّةَ قَالَ كُنْتُ جَالِسًا عِنْدَالْقَاسِمِ بْنِ عُبَيْدِ اللّٰهِ وَيَحْيَى بْنِ سَعِيْدٍ فَقَالَ يَحْيٰى لِلْقَاسِمِ يَا اَبَا مُحَمَّدٍ اِنَّهُ قَبِيْحٌ عَلٰى مِثْلِكَ عَظِيْمٌ اَنْ تُسْاَلَ عَنْ شَيْءٍ مِنْ اَمْرِ هٰذَا الدِّيْنِ فَلَا يُوْجَدُ عِنْدَكَ مِنْهُ عِلْمٌ وَّلَا فَرَجٌ اَوْ عِلْمٌ وَّلَا مَخْرَجٌ فَقَالَ لَهُ الْقَاسِمُ وَعَمَّ ذَاكَ قَالَ لِاَنَّكَ ابْنُ اِمَامَيْ هُدًى ابْنُ اَبِىْ بَكْرٍ وَّ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ

[33] انفرد به مسلم كما فى ((التحفة)) برقم (١٨٤٨٧) و (١٨٩٢٤) و (١٨٩٢٥)

عَنْهُمَا قَالَ يَقُوْلُ لَهُ الْقَاسِمُ اَقْبَحُ مِنْ ذَاكَ عِنْدَ مَنْ عَقَلَ عَنِ اللّٰهِ تَعَالٰى اَنْ اَقُوْلَ بِغَيْرِ عِلْمٍ اَوْ اٰخُذَ عَنْ غَيْرِ ثِقَةٍ قَالَ فَسَكَتَ فَمَا اَجَابَهٗ

[33] ابوعقیل جو بہیہ نامی عورت کے شاگرد ہیں، بیان کرتے ہیں کہ میں قاسم بن عبید اللہ اور یحییٰ بن سعید کے پاس بیٹھا ہوا تھا، تو یحییٰ نے قاسم سے کہا، اے ابومحمد! آپ جیسے بلند شان انسان کے لیے، انتہائی بری بات ہے کہ تم سے اس دین کے کسی مسئلہ (معاملہ) کے بارے میں دریافت کیا جائے، اور آپ کے پاس اس کے بارے میں معلومات موجود نہ ہوں اور آپ اس کو حل نہ کر سکیں، یا اس کے بارے میں علم اور نکلنے کی راہ نہ ہو۔ قاسم رحمہ اللہ نے یحییٰ سے پوچھا، یہ کیوں؟ اس نے کہا، کیونکہ آپ ہدایت و رہنمائی کے دو ائمہ ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما کے بیٹے ہیں۔ قاسم رحمہ اللہ جواب دیتے ہیں، جو اللہ کے دین کی عقل و دانش رکھتا ہے، اس کے نزدیک اس سے زیادہ قبیح اور بری بات یہ ہے کہ میں بلاسند و حجت (بلاعلم) بات کہوں (جواب دوں) یا غیر ثقہ، ناقابل اعتبار آدمی سے روایت لوں، تو یحییٰ خاموش ہو گئے، اور کچھ جواب نہ دے سکے۔

فائدہ :...... حضرت قاسم، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے نواسے ہیں، کیونکہ قاسم کی ماں، قاسم بن محمد، بن ابی بکر کی بیٹی ام عبداللہ ہیں، اور قاسم حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پوتے ہیں، کیونکہ وہ عبید اللہ بن عبداللہ بن عمر کے بیٹے ہیں، اس طرح ددھیال اور ننھیال دونوں کے لحاظ سے نجیب الطرفین ہیں، اس لیے انہوں نے جواب دیا، علم کا اعتراف، تو علم ہے کہ اپنی حیثیت و مقام کا پتہ ہے، اور ادعائے علم، بلاعلم جہالت ہے کہ اپنی حیثیت اور مقام سے ناواقفیت ہے، اس لیے عدم علم کی صورت میں جواب نہ دینا، قصور علم کا اعتراف کرنا معیوب نہیں ہے، لیکن بلاسند و حجت جواب دینا، اور ضعیف لوگوں پر اعتماد کرنا یہ نہایت قبیح اور برا ہے۔

[34] وَحَدَّثَنِيْ بِشْرُ بْنُ الْحَكَمِ الْعَبْدِيُّ . قَالَ: سَمِعْتُ سُفْيَانَ بْنَ عُيَيْنَةَ يَقُوْلُ: أَخْبَرُوْنِيْ......

عَنْ اَبِیْ عَقِيْلٍ صَاحِبِ بُهَيَّةَ اَنَّ ابْنًا لِعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ سَاَلُوْهُ عَنْ شَیْءٍ لَّمْ يَكُنْ عِنْدَهٗ فِيْهِ عِلْمٌ فَقَالَ لَهٗ يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ وَاللّٰهِ اِنِّیْ لَاُعْظِمُ اَنْ يَكُوْنَ مِثْلُكَ وَاَنْتَ ابْنُ اِمَامَیِ الْهُدٰى يَعْنِیْ عُمَرَ وَابْنَ عُمَرَ تُسْاَلُ عَنْ اَمْرٍ لَّيْسَ عِنْدَكَ فِيْهِ عِلْمٌ فَقَالَ اَعْظَمُ مِنْ ذٰلِكَ وَاللّٰهِ عِنْدَ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ وَعِنْدَ مَنْ عَقَلَ عَنِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ اَنْ اَقُوْلَ بِغَيْرِ عِلْمٍ اَوْ اُخْبِرَ عَنْ غَيْرِ ثِقَةٍ قَالَ وَشَهِدَ هُمَا اَبُوْ عَقِيْلٍ يَحْيَى ابْنُ الْمُتَوَكِّلِ حِيْنَ قَالَا ذٰلِكَ

[34] بہیہ نامی عورت کے شاگرد اور غلام ابوعقیل بیان کرتے ہیں، لوگوں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے

[34] انفرد به مسلم كما فى ((التحفة)) برقم (١٩٢٠١) و (١٩٥٣٣)

بیٹے (پوتے) سے ایک ایسا مسئلہ دریافت کیا، جس کے بارے میں وہ علم نہیں رکھتے تھے، تو انہیں یحییٰ بن سعید نے کہا، اللہ کی قسم! میں اس کو انتہائی ناگوار سمجھتا ہوں کہ آپ جیسے مرتبہ کا مالک جو ہدایت کے دو راہنماؤں کا یعنی عمر اور ابن عمر رضی اللہ عنہما کا بیٹا ہے، اسسے کوئی مسئلہ دریافت کیا جائے اور وہ اس کے بارے میں علم نہ رکھتے ہوں، تو انہوں نے جواب دیا، اس سے زیادہ ناگوار اور گراں اللہ کے ہاں اور ان لوگوں کے ہاں جو اللہ کے بارے میں عقل وشعور رکھتے ہیں، اللہ کی قسم، یہ بات ہے کہ میں علم (دلیل وسند) کے بغیر بات کہہ دو، (رائے پیش کر دوں) یا نا قابل اعتبار سے روایت پیش کر دوں، سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ کہتے ہیں، ان دونوں (یحییٰ اور قاسم) کی گفتگو کے وقت ابوعقیل یحییٰ بن متوکل موجود تھا۔

فائدہ: ...... قاسم کا باپ، عبید اللہ بن عبد اللہ بن عمر بن خطاب ہے، اس لیے عمر اور ابن عمر دونوں اس کے باپ کی صف میں ہیں اس کی ماں ام عبد اللہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی اولاد سے ہیں۔

[35] وَحَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ، أَبُوحَفْصٍ، قَالَ......

عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيْدٍ قَالَ سَأَلْتُ سُفْيَانَ الثَّوْرِيَّ وَشُعْبَةَ وَمَالِكًا وَابْنَ عُيَيْنَةَ عَنِ الرَّجُلِ لَا يَكُوْنُ ثَبْتًا فِي الْحَدِيْثِ فَيَأْتِيْنِي الرَّجُلُ فَيَسْأَلُنِي عَنْهُ قَالُوْا اَخْبِرْ عَنْهُ اَنَّهُ لَيْسَ بِثَبْتٍ

[35] یحییٰ بن سعید رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں، میں نے سفیان ثوری، شعبہ، مالک، اور ابن عیینہ رحمہم اللہ (ائمہ دین، اور ائمہ جرح وتعدیل) سے پوچھا، ایک آدمی حدیث میں معتبر اور ثقہ نہیں ہے، کوئی دوسرا آدمی میرے پاس آتا ہے، اور اس کے بارے میں دریافت کرتا ہے، (کہ یہ ثقہ اور معتبر ہے یا نہیں)، سب نے کہا، اس کے بارے میں بتا دو کہ یہ ثقہ اور معتبر نہیں ہے، (کیونکہ اگر اس کی اصلیت اور حقیقت سے آگاہ نہیں کیا جائے گا، تو لوگ اس پر اعتماد کر کے، اس کی غلط اور ضعیف روایات کو مان لیں گے اور وہ دین بن جائیں گی)۔

[36] وَحَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ سَعِيْدٍ، قَالَ......

عَنِ النَّضْرِ بْنِ شُمَيْلٍ يَقُوْلُ سُئِلَ ابْنُ عَوْنٍ عَنْ حَدِيْثٍ لِشَهْرٍ وَهُوَ قَائِمٌ عَلَى أُسْكُفَّةِ الْبَابِ فَقَالَ اِنَّ شَهْرًا نَزَكُوْهُ اِنَّ شَهْرًا نَزَكُوْهُ

[36] انضر بن شمیل کہتے ہیں، ابن عون سے جبکہ وہ دروازے کی دہلیز پر کھڑے تھے، شہر (راوی کا نام ہے) کی حدیثوں کے بارے میں پوچھا گیا، تو انہوں نے جواب دیا، شہر بن حوشب پر محدثین نے جرح کی ہے، شہر پر

[35] انفرد به مسلم كما فى ((التحفة)) برقم (١٨٧٦٢) و (١٨٧٧٥) و (١٨٨٠٣) و (١٩٢٤٨)
[36] اخرجه الترمذ فى ((جامعه)) فى الاستئذان، باب ماجاء فى التسليم على النساء بعد حديث (٢٦٩٧) انظر ((التحفة)) (١٨٩٢١)

لوگوں نے طعن کیا ہے، امام مسلم رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''ان کا مقصد ہے لوگوں کی زبانوں نے اس پر گرفت کی ہے، اس کو جرح اور نقد کا نشانہ بنایا ہے۔''

[37] وَحَدَّثَنِي حَجَّاجُ بْنُ الشَّاعِرِ عَنْ شَبَابَةَ قَالَ قَالَ شُعْبَةُ وَقَدْ لَقِيتُ شَهْرًا فَلَمْ أَعْتَدَّ بِهِ۔

[37] امام شعبہ رحمہ اللہ کہتے ہیں، میں نے شہر سے ملاقات کی تو میں نے اسے قابل اعتماد نہیں سمجھا۔

فائدہ :...... شہر کے بارے میں توثیق وتعدیل اور جرح ونقد دونوں قسم کے اقوال موجود ہیں۔

[38] وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ قُهْزَاذَ، مِنْ أَهْلِ مَرْوَ، قَالَ: أَخْبَرَنِي عَلِيُّ بْنُ حُسَيْنِ بْنِ وَاقِدٍ، قَالَ: قَالَ......

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْمُبَارَكِ قَالَ قُلْتُ لِسُفْيٰنَ الثَّوْرِيِّ اِنَّ عَبَّادَ ابْنَ كَثِيْرٍ مَنْ تَعْرِفُ حَالَهٗ وَاِذَا حَدَّثَ جَآءَ بِاَمْرٍ عَظِيْمٍ فَتَرٰی اَنْ اَقُوْلَ لِلنَّاسِ لَا تَاْخُذُوا عَنْهُ قَالَ سُفْيٰنُ بَلٰی قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ فَكُنْتُ اِذَا كُنْتُ فِیْ مَجْلِسٍ ذُكِرَ فِيْهِ عَبَّادٌ اَثْنَيْتُ عَلَيْهِ فِیْ دِيْنِهٖ وَاَقُوْلُ لَا تَاْخُذُوْا عَنْهُ

[38] امام عبد اللہ بن مبارک رحمہ اللہ کہتے ہیں، میں نے سفیان ثوری رحمہ اللہ سے پوچھا، عباد بن کثیر کے حالات سے تو آپ آگاہ ہیں، وہ جب حدیث بیان کرتا ہے، تو انتہائی ناگوار یا سنگین حرکت کرتا ہے، (غلط اور موضوع روایات بیان کرتا ہے) تو آپ کا کیا خیال ہے، میں لوگوں کو کہہ دوں کہ اس سے روایت نہ لو؟ سفیان نے کہا، ضرور کہو، عبد اللہ رحمہ اللہ کہتے ہیں، جب میں کسی ایسی مجلس میں ہوتا، جس میں عباد کا تذکرہ ہوتا تو میں اس کی دیانت وامانت، زہد وورع کی تعریف کرتا اور کہہ دیتا کہ اس سے روایت نہ لو، (کیونکہ روایت بیان کرنے میں قابل اعتماد نہیں، کمزور اور موضوع روایات بیان کر دیتا ہے) یہ بات دوسری سند سے بیان کی گئی ہے کہ عبد اللہ بن مبارک رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں، میں شعبہ رحمہ اللہ کے پاس پہنچا تو انہوں نے کہا، یہ عباد بن کثیر (موجود) ہے، اس سے بچ کر رہو، (اس سے روایت نہ لو)۔

[39] عَنِ الْفَضْلِ بْنِ سَهْلٍ قَالَ سَاَلْتُ مُعَلَّى الرَّازِیَّ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سَعِيْدِنِ الَّذِیْ رَوٰی عَنْهُ عَبَّادُ بْنُ كَثِيْرٍ فَاَخْبَرَنِیْ عَنْ عِيْسَی بْنِ يُوْنُسَ قَالَ كُنْتُ عَلٰی بَابِهٖ وَسُفْيٰنُ عِنْدَهٗ فَلَمَّا خَرَجَ سَاَلْتُهٗ عَنْهُ فَاَخْبَرَنِیْ اَنَّهٗ كَذَّابٌ

[37] انفرد به مسلم۔ انظر ((التحفة)) برقم (١٨٨٠٤)

[38] انفرد به مسلم۔ انظر ((التحفة)) برقم (١٨٧٦٣) و (١٨٨٠٥) و (١٨٩٢٦)

[39] انفرد به مسلم۔ انظر ((التحفة)) برقم (١٨٧٦٤)

[39] فضل بن سہل بیان کرتے ہیں، میں نے معلیٰ رازی سے محمد بن سعید کے بارے میں پوچھا، جس سے عباد بن کثیر روایت بیان کرتا ہے، تو انہوں نے مجھے عیسیٰ بن یونس سے نقل کیا، میں اس کے دروازہ پر تھا، اور سفیان اس کے پاس حاضر تھے، جب وہ نکلے تو میں نے ان سے (سفیان سے) اس (محمد بن سعید) کے بارے میں دریافت کیا، تو انہوں نے مجھے بتایا، وہ جھوٹا ہے، (مولانا عبدالسلام بستوی رحمہ اللہ نے اس سے مراد عباد بن کثیر لیا ہے کہ وہ جھوٹا ہے)

فائدہ:...... عباد بن کثیر، یحی بن ابی کثیر اس کے ہم طبقہ بیان کرتا ہے اور اس کے ابراہیم بن ادھم اس کے طبقہ کے لوگ روایت کرتے ہیں اور یہ طبقہ معلیا لرازی کے اساتذہ کا ہے اس نے محمد بن سید عباد سے بیان کرتا ہے نہ کہ عباد محمد بن سعید سے اس نے مولانا بستوی نے جھوٹا عباد بن کثیر کو قرار دیا ہے۔

[40] وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي عَتَّابٍ . قَالَ: حَدَّثَنِي عَفَّانُ......

عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ يَحْيَى بْنِ سَعِيْدِنِ الْقَطَّانِ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ لَمْ نَرَ الصّٰلِحِيْنَ فِيْ شَيْءٍ اَكْذَبَ مِنْهُمْ فِي الْحَدِيْثِ قَالَ ابْنُ اَبِيْ عِتَابٍ فَلَقِيْتُ اَنَا مُحَمَّدَ بْنَ يَحْيَى بْنِ سَعِيْدِنِ الْقَطَّانِ فَسَاَلْتُهُ عَنْهُ فَقَالَ عَنْ اَبِيْهِ لَمْ تَرَ اَهْلَ الْخَيْرِ فِيْ شَيْءٍ اَكْذَبَ مِنْهُمْ فِي الْحَدِيْثِ قَالَ مُسْلِمٌ يَقُوْلُ يَجْرِى الْكَذِبُ عَلٰى لِسَانِهِمْ وَلَا يَتَعَمَّدُوْنَ الْكَذِبَ۔

[40] امام یحیٰ بن سعید القطان کہتے ہیں، ہم نے بعض نیک لوگوں کو حدیث میں سب باتوں سے زیادہ جھوٹ بولتے دیکھا ہے، ابن ابی عتاب کہتے ہیں، میں یحیٰ بن سعید القطان کے بیٹے محمد کو ملا اور ان سے اس قول کے بارے میں پوچھا، تو اس نے اپنے باپ سے نقل کیا کہ ہم نے اہل خیر کو کسی چیز میں حدیث سے زیادہ جھوٹ بولتے نہیں دیکھا، یعنی جتنا جھوٹ وہ حدیثوں کے بیان میں بولتے ہیں، اتنا جھوٹ عام گفتگو میں نہیں بولتے۔

امام مسلم رحمہ اللہ فرماتے ہیں، ان کا مقصد یہ ہے کہ جھوٹ ان کی زبانوں پر جاری ہو جاتا ہے، (کیونکہ وہ بلا تحقیق اور تنقیح ہر ایک پر اعتماد کر لیتے ہیں) وہ قصداً (جان بوجھ کر) جھوٹ نہیں بولتے، (کیونکہ عمداً جھوٹ بولنے والا، صالح یا اہل خیر نہیں ہوسکتا)

[41] حَدَّثَنِى الْفَضْلُ بْنُ سَهْلٍ قَالَ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ هَارُوْنَ قَالَ أَخْبَرَنِى عَنْ خَلِيْفَةَ بْنِ مُوْسٰى قَالَ دَخَلْتُ عَلٰى غَالِبِ بْنِ عُبَيْدِ اللّٰهِ فَجَعَلَ يُمْلِىْ عَلَىَّ حَدَّثَنِىْ مَكْحُوْلٌ فَاَخَذَهُ الْبَوْلُ فَقَامَ فَنَظَرْتُ فِى الْكُرَّاسَةِ فَاِذَا فِيْهَا حَدَّثَنِىْ اَبَانٌ عَنْ اَنَسٍ وَاَبَانٌ عَنْ فُلَانٍ فَتَرَكْتُهُ فَقُمْتُ

[40] انفرد به مسلم۔ انظر ((التحفة)) برقم (١٩٥٢٧)

[41] انفرد به مسلم۔ انظر ((التحفة)) برقم (١٨٦١٦) و (١٩٠٩٨)

قَالَ وَسَمِعْتُ الْحَسَنَ بْنَ عَلِيِّ نِ الْحُلْوَانِيَّ يَقُوْلُ رَأَيْتُ فِي كِتَابِ عَفَّانَ حَدِيْثَ هِشَامٍ أَبِي الْمِقْدَامِ حَدِيْثَ عُمَرَ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيْزِ قَالَ هِشَامٌ حَدَّثَنِيْ رَجُلٌ يُقَالُ لَهُ يَحْيَى بْنُ فُلَانٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ كَعْبٍ قَالَ قُلْتُ لِعَفَّانَ إِنَّهُمْ يَقُوْلُوْنَ هِشَامٌ سَمِعَهُ مِنْ مُحَمَّدِ بْنِ كَعْبٍ فَقَالَ إِنَّمَا ابْتُلِيَ مِنْ قِبَلِ هٰذَا الْحَدِيْثِ كَانَ يَقُوْلُ حَدَّثَنِيْ يَحْيَى عَنْ مُحَمَّدٍ ثُمَّ ادَّعٰى بَعْدُ أَنَّهُ سَمِعَهُ مِنْ مُحَمَّدٍ

[41] خلیفہ بن موسیٰ رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں، میں غالب بن عبید اللہ رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضر ہوا، تو وہ مجھے حدیثیں املاء کروانے (لکھوانے) لگے کہ مجھے مکحول رحمہ اللہ نے بتایا، تو انہیں پیشاب آ گیا، جس سے وہ اٹھ کھڑے ہوئے، سو میں نے ان کی کاپی (کاغذات) پر نظر دوڑائی، تو اس میں لکھا تھا، مجھے ابان نے حضرت انس سے حدیث بیان کی، اور ابان نے فلاں سے روایت کی، تو میں انہیں چھوڑ کر چلا آیا، (یحییٰ بن معین رحمہ اللہ کہتے ہیں، غالب بن عبید اللہ ثقہ نہیں ہے، امام دارقطنی وغیرہ نے اسے متروک قرار دیا ہے)

حسن بن علی حلوانی رحمہ اللہ کہتے ہیں، میں نے عفان کی کتاب میں ابو مقدام ہشام کی حضرت عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ سے حدیث دیکھی، ہشام نے کہا، مجھے ایک آدمی نے حدیث سنائی جسے یحی بن فلان کہتے ہیں اس نے محمد بن کعب سے سنی ہے حسن بن علی حلوانی کہتے ہیں میں نے عفان سے کہا لوگ کہتے ہیں ہشام نے محمد بن کعب سے سنا ہے تو اس نے کہا وہ (ہشام) اسی حدیث کے سبب مصیبت میں گرفتار ہوا، (یعنی اسی حدیث کی وجہ سے اسے ضعیف قرار دیا گیا) پہلے کہا کرتا تھا، مجھے یحییٰ نے محمد سے روایت سنائی، بعد میں یہ دعویٰ کر دیا، میں نے محمد سے براہ راست سنی۔

فائدہ:...... محض اتنی بات ضعف کے لیے کافی نہیں ہے کیونکہ یہ ممکن ہے، ہشام نے یہ روایت پہلے یحییٰ سے سنی ہو، لیکن بعد میں اس کی ملاقات محمد بن کعب سے ہوگئی ہو، تو اس سے براہ راست سن لی ہے، لیکن معلوم ہوتا ہے، محدثین اور ماہر فن علماء حضرات کے سامنے کچھ خارجی قرآن و آثار تھے جس سے انہوں نے جان لیا کہ ہشام کو محمد سے براہ راست سماع حاصل نہیں ہے، وہ غلط بیانی کر رہا ہے۔

[42] حَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ قُهْزَاذَ . قَالَ......

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُثْمَانَ بْنِ جَبَلَةَ يَقُوْلُ قُلْتُ لِعَبْدِاللّٰهِ بْنِ الْمُبَارَكِ مَنْ هٰذَا الرَّجُلُ الَّذِيْ رَوَيْتَ عَنْهُ حَدِيْثَ عَبْدِاللّٰهِ بْنَ عَمْرٍو ((يَوْمُ الْفِطْرِ يَوْمُ الْجَوَائِزِ)) قَالَ سُلَيْمَانُ

[42] انفرد به مسلم۔ انظر ((التحفة)) برقم (١٨٩٢٧) و (١٨٩٢٨)

بْنُ الْحَجَّاجِ أُنْظُرْ مَا وَضَعْتَ فِي يَدِكَ مِنْهُ قَالَ ابْنُ قُهْزَاذَ وسَمِعْتُ وَهْبَ ابْنَ زَمْعَةَ يَذْكُرُ عَنْ سُفْيَانَ بْنِ عَبْدِالْمَلِكِ قَالَ قَالَ عَبْدُاللّٰهِ يَعْنِي ابْنَ الْمُبَارَكِ رَأَيْتُ رَوْحَ ابْنَ غُطَيْفٍ صَاحِبَ الدَّمِ قَدْرَالدِّرْهَمِ وَجَلَسْتُ إِلَيْهِ مَجْلِسًا فَجَعَلْتُ أَسْتَحْيِ مِنْ أَصْحَابِي أَنْ يَرَوْنِي جَالِسًا مَعَهُ كُرْهَ حَدِيْثِهِ

[42] عبد اللہ بن عثمان بن جبلہ رحمہ اللہ کہتے ہیں، میں نے امام عبد اللہ بن مبارک رحمہ اللہ سے پوچھا، یہ انسان کون ہے، جس سے آپ حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث بیان کرتے ہیں: ''عید الفطر کا دن انعامات کا دن ہے،'' انہوں نے کہا، وہ سلیمان بن حجاج ہے، دیکھو، میں نے اس سے تیرے ہاتھ میں کیسی چیز رکھ دی ہے، یعنی وہ ثقہ ہے، اور اس نے بہت عمدہ حدیث سنائی ہے۔ ابن قہزاد بیان کرتے ہیں اور میں نے وہب بن زمعہ سے سنا۔

فائدہ: ...... پوری حدیث اس طرح ہے، ''جب فطر کا دن ہوتا ہے، فرشتے گلیوں اور راستوں کے آغاز میں کھڑے ہو کر آواز دیتے ہیں، اے مسلمانوں کی جماعت، مہربان رب کی طرف چلو، جو خیر کا حکم دیتا ہے، اور اس پر بہت بڑا اجر عطا کرتا ہے، اس کے حکم سے تم نے روزے رکھے، اس طرح تم نے اپنے رب کی اطاعت کی، اب اپنے انعامات قبول کرو، چنانچہ جب وہ عید سے فارغ ہو جاتے ہیں، آسمان سے منادی کرنے والا آواز لگاتا ہے، راہ یاب ہو کر اپنے گھروں کو لوٹ جاؤ، میں نے تمہیں تمہارے سارے گناہ معاف کر دیئے ہیں، اور اس دن کو انعامات کا دن کہا جاتا ہے، نیز سفیان بن عبد الملک رحمہ اللہ کہتے ہیں، عبد اللہ بن مبارک رحمہ اللہ نے کہا، میں نے روح بن غطیف کو دیکھا، جو درہم کے بقدر خون والی روایت بیان کرتا ہے، یعنی یہ روایت کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اگر کسی کو درہم کے برابر خون لگ جائے، تو وہ نئے سرے سے نماز پڑھے، اور یہ بے اصل حدیث ہے، امام نووی لکھتے ہیں، هو حديث باطل لا اصل له عند المحدثين، محدثین کے نزدیک یہ حدیث باطل اور بے بنیاد ہے، کیونکہ روح ضعیف اور منکر الحدیث ہے، امام ابن مبارک کہتے ہیں، میں اس کے پاس ایک مجلس میں بیٹھا، تو مجھے اپنے ساتھیوں سے شرم و حیا محسوس ہوئی کہ وہ مجھے اس کے پاس بیٹھا دیکھ لیں (تو کیا کہیں گے) کیونکہ وہ اس سے حدیث لینا ناپسند کرتے ہیں۔

[43] حَدَّثَنِي ابْنُ قُهْزَاذَ. قَالَ: سَمِعْتُ وَهْبًا يَقُوْلُ عَنْ سُفْيَانَ......

عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ الْمُبَارَكِ قَالَ بَقِيَّةُ صَدُوْقُ اللِّسَانِ وَلٰكِنَّهُ يَأْخُذُ عَمَّنْ أَقْبَلَ وَأَدْبَرَ

[43] سفیان کہتے ہیں، ابن مبارک رحمہ اللہ نے کہا، بقیہ بذات خود زبان کا سچا ہے، لیکن وہ ہر آنے جانے والے

[43] انفرد به مسلم۔ (انظر ((التحفة)) برقم (١٨٩٢٩)

سے روایات لے لیتا ہے، یعنی وہ ہر ثقہ اور ضعیف سے روایت بیان کرتا ہے، جانچ پڑتال اور امتیاز کی قوت سے محروم ہے، اس لیے محدثین اس کی روایت قبول نہیں کرتے۔

[44] حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ. حَدَّثَنَا جَرِيرٌ، عَنْ مُغِيرَةَ......

عَنِ الشَّعْبِيِّ يَقُوْلُ حَدَّثَنِي الْحَارِثُ الْأَعْوَرُ الْهَمْدَانِيُّ وَكَانَ كَذَّابًا

[44] امام شعبی کہتے ہیں، مجھے حارث اعور ہمدانی نے حدیث سنائی اور وہ جھوٹا تھا۔

[45] حَدَّثَنَا أَبُوْ عَامِرٍ، عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ بَرَّادٍ الْأَشْعَرِيُّ. حَدَّثَنَا أَبُوْ أُسَامَةَ، عَنْ مُفَضَّلٍ، عَنْ مُغِيْرَةَ؛ قَالَ......

عَنِ الشَّعْبِيِّ يَقُوْلُ حَدَّثَنِي الْحَارِثُ الْأَعْوَرُ وَهُوَ يَشْهَدُ أَنَّهُ أَحَدُ الْكٰذِبِيْنَ

[45] امام شعبی کہتے ہیں، مجھے حارث اعور نے حدیث سنائی، اور وہ گواہی دیتے ہیں کہ وہ (اعور) جھوٹوں میں سے ایک ہے۔

فائدہ :...... حارث بن عبد اللہ اعور (کانا) کوفہ کا باشندہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ہم نشین غالی رافضی ہے، حدیثیں گھڑتا تھا۔

[46] حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ. حَدَّثَنَا جَرِيْرٌ، عَنْ مُغِيْرَةَ......

عَنْ إِبْرَاهِيْمَ قَالَ قَالَ عَلْقَمَةُ قَرَأْتُ الْقُرْاٰنَ فِي سَنَتَيْنِ فَقَالَ الْحَارِثُ اَلْقُرْاٰنُ هَيِّنٌ اَلْوَحْيُ أَشَدُّ

[46] ابراہیم نخعی کہتے ہیں، حضرت علقمہ رحمہ اللہ نے کہا، میں نے قرآن دو سال میں پڑھا۔ تو حارث نے کہا: قرآن آسان ہے، وحی بہت مشکل اور بھاری ہے، یعنی وہ راز کی باتیں، جو آپ نے صرف حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بتائیں، اور انہیں اپنا وصی بنایا۔

[47] وَحَدَّثَنِي حَجَّاجُ بْنُ الشَّاعِرِ. حَدَّثَنَا أَحْمَدُ، يَعْنِي ابْنَ يُوْنُسَ. حَدَّثَنَا زَائِدَةُ، عَنِ الْأَعْمَشِ......

عَنْ إِبْرَاهِيْمَ أَنَّ الْحَارِثَ قَالَ تَعَلَّمْتُ الْقُرْاٰنَ فِيْ ثَلَاثِ سِنِيْنَ وَالْوَحْيَ فِيْ سَنَتَيْنِ أَوْ قَالَ الْوَحْيُ فِيْ ثَلَاثِ سِنِيْنَ وَالْقُرْاٰنَ فِيْ سَنَتَيْنِ

[47] ابراہیم نخعی کہتے ہیں، حارث نے کہا، میں نے قرآن مجید تین سال میں سیکھا اور وحی دو سال میں یا کہا کہ

[44] انفرد به مسلم۔ انظر ((التحفة)) برقم (١٨٨٧٠)

[45] انفرد به مسلم۔ انظر ((التحفة)) برقم (١٨٨٧٠)

[46] انفرد به مسلم۔ انظر ((التحفة)) برقم (٠٠٠)

[47] انفرد به مسلم۔ انظر ((التحفة)) برقم (١٨٣٩٩)

وحی تین سال میں سیکھی اور قرآن دو سال میں، (یہی قول، حضرت علقمہ کو کہی ہوئی بات کے مطابق ہے)۔

[48] وَحَدَّثَنِي حَجَّاجٌ . قَالَ: حَدَّثَنِي أَحْمَدُ، وَهُوَ ابْنُ يُونُسَ . حَدَّثَنَا زَائِدَةُ، عَنْ مَنْصُورٍ وَالْمُغِيرَةِ......

عَنْ اِبْرَاهِيْمَ اَنَّ الْحَارِثَ اتُّهِمَ

[48] ابراہیم نخعی کہتے ہیں، حارث پر جھوٹ بولنے کا الزام ہے۔

[49] وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ، حَدَّثَنَا جَرِيْرٌ......

عَنْ حَمْزَةَ الزَّيَّاتِ قَالَ سَمِعَ مُرَّةُ الْهَمْدَانِيُّ مِنَ الْحٰرِثِ شَيْئًا فَقَالَ لَهٗ اقْعُدْ بِالْبَابِ قَالَ فَدَخَلَ مُرَّةُ وَ اَخَذَ سيفه وقال واحس الحارث بالشر فذهب

[49] حمزہ زیات کہتے ہیں، مرہ ہمدانی رحمہ اللہ نے حارث سے کوئی بات سنی، تو اسے کہا، دروازے پر بیٹھو، (میں ابھی اندر ہو کر آتا ہوں) چنانچہ وہ اپنے گھر میں داخل ہوئے اور اپنی تلوار اٹھالی (تاکہ حارث کی گردن اڑا دیں) حارث نے برائی کو بھانپ لیا، (سمجھ گیا کہ وہ اندر اچھے ارادے سے نہیں گئے) تو بھاگ گیا۔

[50] وَحَدَّثَنِي عُبَيْدُ اللهِ بْنُ سَعِيْدٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ - يَعْنِي ابْنَ مَهْدِيٍّ - حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ......

عَنِ ابْنِ عَوْنٍ قَالَ قَالَ لَنَا اِبْرَاهِيْمُ اِيَّاكُمْ وَالْمُغِيْرَةَ بْنَ سَعِيْدٍ وَاَبَا عَبْدِالرَّحِيْمِ فَاِنَّهُمَا كَذَّابَانِ

[50] ابن عون رحمہ اللہ کہتے ہیں، ہم سے ابراہیم نے کہا، اپنے آپ کو مغیرہ بن سعید اور ابو عبد الرحیم سے دور رکھو، کیونکہ یہ دونوں جھوٹے ہیں۔

فائدہ:...... مغیرہ، کوفی، رافضی اور جھوٹا تھا، اس نے نبوت کا دعویٰ کیا تھا، اہل بیت پر ہمیشہ جھوٹ باندھتا رہتا تھا، اور ابو عبید الرحیم شقیق بھی کوفی، خارجی ہے، قصہ گو تھا اور ضعیف ہے۔

[51] حَدَّثَنَا أَبُو كَامِلٍ الْجَحْدَرِيُّ . حَدَّثَنَا حَمَّادٌ - وَهُوَ ابْنُ زَيْدٍ - قَالَ......

عَنْ عَاصِمٍ قَالَ كُنَّا نَاتِيْ اَبَا عَبْدِ الرَّحْمٰنِ السُّلَمِيَّ وَنَحْنُ غِلْمَةٌ اَيْفَاعٌ فَكَانَ يَقُوْلُ لَنَا لَا تُجَالِسُوْا الْقُصَّاصَ غَيْرَ اَبِي الْاَحْوَصِ وَاِيَّاكُمْ وَشَقِيْقًا قَالَ وَكَانَ شَقِيْقٌ هٰذَا يَرٰى رَاْيَ الْخَوَارِجِ وَلَيْسَ بِاَبِيْ وَائِلٍ

---

[48] انفرد به مسلم۔ انظر ((التحفة)) برقم (۱۸۳۹۷)

[49] انفرد به مسلم۔ انظر ((التحفة)) برقم (۱۸۵۹۷) و (۱۹٤۲۹)

[50] انفرد به مسلم۔ انظر ((التحفة)) برقم (۱۸۳۹۸)

[51] انفرد به مسلم۔ انظر ((التحفة)) برقم (۱۸۸۹۷)

[51] عاصم رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں، ہم ابوعبدالرحمن سلمی رحمہ اللہ کے پاس آتے تھے، جبکہ ہم بالغ نوجوان تھے، تو وہ ہمیں کہا کرتے تھے، ابوالاحوص کے سوا قصہ خوانوں کے پاس نہ بیٹھا کرو، اور اپنے آپ کو شقیق سے بچاؤ، اور اس شقیق کے نظریات خارجیوں والے تھے، اور یہ شقیق، ابووائل شقیق بن سلمہ اسدی نہیں ہے، (کیونکہ وہ تو کبار تابعین میں سے ہے)

فائدہ:...... قصاص، واعظ قصہ خواں حضرات عام طور پر کمزور، بودی اور من گھڑت باتیں سناتے ہیں، لیکن ابو الاحوص ثقہ تھے، وہ کچی باتیں اور واقعات نہیں سناتے تھے۔

[52] حَدَّثَنَا أَبُو غَسَّانَ، مُحَمَّدُ بْنُ عَمْرٍو الرَّازِيُّ. قَالَ: سَمِعْتُ......

عَنْ جَرِيرٍ يَقُولُ لَقِيتُ جَابِرَ بْنَ يَزِيدَ الْجُعْفِيَّ فَلَمْ أَكْتُبْ عَنْهُ كَانَ يُؤْمِنُ بِالرَّجْعَةِ۔

[52] جریر رحمہ اللہ کہتے ہیں، میں جابر بن یزید جعفی سے ملا، لیکن میں نے اس سے حدیثیں نہیں لکھیں، کیونکہ وہ رجعت پر ایمان رکھتا تھا۔

فائدہ:...... رجعت رافضیوں کا عقیدہ ہے، جس سے مراد یہ عقیدہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ بادلوں میں زندہ ہیں، جب ان کی اولاد سے امام کا ظہور ہوگا، تو وہ بادلوں سے آواز دیں گے، اے لوگو! اس کے ساتھ جہاد کے لیے نکلو، ظاہر ہے، یہ ایک باطل اور غلط عقیدہ ہے، جس کی کوئی بنیاد نہیں ہے، امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا قول ہے "ما لقيتُ اكذبَ من جابر الجعفي۔" میں نے جابر جعفی سے بڑا جھوٹا نہیں دیکھا، فتح الملہم، ج ۱، ص ۱۳۵۔

[53] حَدَّثَنَا الْحَسَنُ الْحُلْوَانِيُّ. حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ آدَمَ......

عَنْ مِسْعَرٍ قَالَ أَخْبَرَنَا جَابِرُ بْنُ يَزِيدَ قَبْلَ أَنْ يُحْدِثَ مَا أَحْدَثَ

[53] مسعر کہتے ہیں، جابر بن یزید نے ہمیں احادیث سنائیں، ان بدعات سے پہلے جو اس نے ایجاد کر لی ہیں۔

[54] وَحَدَّثَنِي سَلَمَةُ بْنُ شَبِيبٍ. حَدَّثَنَا الْحُمَيْدِيُّ......

عَنْ سُفْيَانَ قَالَ كَانَ النَّاسُ يَحْمِلُونَ عَنْ جَابِرٍ قَبْلَ أَنْ يُظْهِرَ مَا أَظْهَرَ فَلَمَّا أَظْهَرَ مَا أَظْهَرَ اتَّهَمَهُ النَّاسُ فِي حَدِيثِهِ وَتَرَكَهُ بَعْضُ النَّاسِ فَقِيلَ لَهُ وَمَا أَظْهَرَ قَالَ الْإِيمَانُ بِالرَّجْعَةِ

[54] سفیان کہتے ہیں، لوگ جابر سے احادیث لے لیتے تھے، جبکہ ابھی اس نے اپنی بدعت کا اظہار نہیں کیا تھا، تو جب اس نے اپنی بدعت، (بداعتقادی) نمایاں کر دی، لوگوں نے اس پر حدیث میں جھوٹ بولنے کا الزام لگایا

[52] انفرد به مسلم۔ انظر ((التحفة)) برقم (١٨٤٧٦)

[53] انفرد به مسلم۔ انظر ((التحفة)) برقم (١٩٤٣٧)

[54] انفرد به مسلم۔ انظر ((التحفة)) برقم (١٨٧٧٤)

اور بعض لوگوں نے اسے چھوڑ دیا، سفیان سے پوچھا گیا، اس نے کس چیز کا اظہار کیا تھا، انہوں نے جواب دیا، وہ رجعت پر ایمان لے آیا تھا، (اور اس کی حمایت میں حدیثیں وضع کرنا شروع کر دیں تھیں)۔

[55] وَحَدَّثَنَا حَسَنٌ الْحُلْوَانِيُّ . حَدَّثَنَا أَبُو يَحْيَى الْحِمَّانِيُّ . حَدَّثَنَا قَبِيصَةُ وَأَخُوهُ؛ أَنَّهُمَا سَمِعَا الْجَرَّاحَ بْنَ مَلِيحٍ يَقُولُ......

عَنْ جَابِرِ بْنِ يَزِيْدَ يَقُوْلُ عِنْدِيْ سَبْعُوْنَ اَلْفَ حَدِيثٍ عَنْ اَبِیْ جَعْفَرٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُلَّهَا

[55] جراح بن ملیح کہتے ہیں، میں نے جابر کو یہ کہتے ہوئے سنا، مجھے ابو جعفر (امام محمد باقر) سے ستر ہزار احادیث یاد ہیں، وہ سب رسول اللہ ﷺ سے بیان کرتے ہیں۔

فائدہ:......ابو جعفر محمد بن علی بن حسین بن علی رضی اللہ عنہما ہیں، ان کے باپ (علی بن حسین) نے رسول اللہ ﷺ کا دور نہیں پایا تو انہوں نے کیسے پانا تھا، اس لیے یہ سب جابر کی تراشیدہ ہیں، جو شیعہ کے ہاں قبول ہو گئی ہیں۔

[56] وَحَدَّثَنِي حَجَّاجُ بْنُ الشَّاعِرِ . حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ . قَالَ......

عَنْ زُهَيْرٍ يَقُوْلُ قَالَ جَابِرٌ اَوْ سَمِعْتُ جَابِرًا يَقُوْلُ اِنَّ عِنْدِی لَخَمْسِيْنَ اَلْفَ حَدِيْثٍ مَاحَدَّثْتُ مِنْهَا بِشَیْءٍ قَالَ ثُمَّ حَدَّثَ يَوْمًا؟ بِحَدِيْثٍ فَقَالَ هٰذا مِنَ الْخَمْسِيْنَ اَلْفًا

[56] زہیر کہتے ہیں، جابر نے کہا، میرے پاس پچاس ہزار احادیث ایسی ہیں کہ میں نے ان میں سے کوئی حدیث نہیں سنائی، پھر ایک دن ایک حدیث بیان کی، اور کہا یہ انہی پچاس ہزار میں سے ہے۔

[57] وَحَدَّثَنِي إِبْرَاهِيمُ بْنُ خَالِدٍ الْيَشْكُرِيُّ . قَالَ سَمِعْتُ أَبَا الْوَلِيدِ يَقُولُ: سَمِعْتُ......

عَنْ سَلَّامِ بْنِ اَبِیْ مُطِيْعٍ يَقُوْلُ سَمِعْتُ جَابِرَنِ الْجُعْفِیَّ يَقُوْلُ عِنْدِیْ خَمْسُوْنَ اَلْفَ حَدِيْثٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

[57] سلام بن ابی مطیع کہتے ہیں، میں نے جابر جعفی کو یہ کہتے ہوئے سنا، میرے پاس نبی اکرم ﷺ کی پچاس ہزار احادیث ہیں۔

[58] وَحَدَّثَنِي سَلَمَةُ بْنُ شَبِيبٍ . حَدَّثَنَا الْحُمَيْدِيُّ......

[55] انفرد به مسلم- انظر ((التحفة)) برقم (١٨٤٧٥)
[56] انفرد به مسلم-
[57] انفرد به مسلم- انظر ((التحفة)) برقم (١٨٧٩٧)
[58] انفرد به مسلم- انظر ((التحفة)) برقم (١٨٧٧٤)

عَنْ سُفْيَانَ قَالَ سَمِعْتُ رَجُلًا سَأَلَ جَابِرًا عَنْ قَوْلِهٖ عَزَّوَجَلَّ فَلَنْ اَبْرَحَ الْاَرْضَ حَتّٰى يَاْذَنَ لِيْ اَبِيْ اَوْيَحْكُمَ اللّٰهُ لِيْ وَهُوَ خَيْرُ الْحَاكِمِيْنَ۔

فَقَالَ جَابِرٌ لَمْ يَجِئْ تَاْوِيْلُ هٰذِهٖ قَالَ سُفْيٰنُ وَكَذَبَ فَقُلْنَا لِسُفْيٰنَ وَمَا اَرَادَ بِهٰذَا فَقَالَ اِنَّ الرَّافِضَةَ تَقُوْلُ اِنَّ عَلِيًّا فِي السَّحَابِ فَلَا نَخْرُجُ مَعَ مَنْ يَخْرُجُ مِنْ وُلْدِهٖ حَتّٰى يُنَادِيَ مُنَادٍ مِّنَ السَّمَآءِ يُرِيْدُ عَلِيًّا اَنَّهٗ يُنَادِيْ اخْرُجُوْا مَعَ فُلَانٍ يَّقُوْلُ جَابِرٌ فَذَا تَاْوِيْلُ هٰذِهِ الْاٰيَةِ وَكَذَبَ كَانَتْ فِيْ اِخْوَةِ يُوْسُفَ ۔

[58] سفیان کہتے ہیں، میں نے ایک آدمی سے سنا، اس نے جابر سے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کا معنی پوچھا، ''میں تو اس سرزمین سے کبھی نہ جاؤں گا حتی کہ میرا باپ مجھے اجازت دے یا اللہ میرے حق میں فیصلہ فرمادے، اور وہی سب سے بہتر فیصلہ کرنے والا ہے۔'' تو جابر نے کہا، اس کی حقیقت یا اس کا مصداق ابھی تک ظاہر نہیں ہوا، سفیان کہتے ہیں، اس نے جھوٹ بولا ہے، (کیونکہ اس واقعہ کا تعلق تو حضرت یوسف کے بھائی کے ساتھ ہے) ہم نے سفیان سے پوچھا، یہ کہنے سے اس کا مقصد کیا تھا، تو انہوں نے کہا، رافضیوں کا عقیدہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ بادل میں ہیں، ہم ان کی اولاد میں سے کسی کے ساتھ نہیں نکلیں گے، یہاں تک کہ آسمان سے ایک منادی کرنے والا، آواز دے گا، یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ آواز دیں گے، فلاں کے ساتھ نکلو، (اس کے ساتھ ہم نکلیں گے) جابر کہتے ہیں، اس آیت کی حقیقت یا مصداق یہی ہے، اور اس نے جھوٹ بولا ہے، یہ آیت تو حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کے بارے میں ہے(یہ بات ان کے بڑے بھائی نے کہی تھی، جس کی تفصیل اور پس منظر قرآن مجید میں موجود ہے)۔

[59] وَحَدَّثَنِي سَلَمَةُ . حَدَّثَنَا الْحُمَيْدِيُّ......

عَنْ سُفْيَانَ قَالَ سَمِعْتُ جَابِرًا يُحَدِّثُ بِنَحْوٍ مِّنْ ثَلَاثِيْنَ اَلْفَ حَدِيْثٍ مَا اسْتَحِلُّ اَنْ اَذْكُرَ مِنْهَا شَيْئًا وَاَنَّ لِيْ كَذَا وَكَذَا۔

عَنْ اَبِيْ غَسَّانَ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو الرَّازِيِّ قَالَ سَاَلْتُ جَرِيْرَ بْنَ عَبْدِالْحَمِيْدِ فَقُلْتُ الْحٰرِثَ بْنَ حَصِيْرَةَ لَقِيْتَهٗ قَالَ نَعَمْ شَيْخٌ طَوِيْلُ السُّكُوْتِ يُصِرُّ عَلٰى اَمْرٍ عَظِيْمٍ۔

[59] سفیان کہتے ہیں، میں نے جابر کو تقریباً تیس ہزار احادیث بیان کرتے سنا اور میں اتنی اتنی دولت لے کر بھی ان میں سے کسی ایک کو بیان کرنا حلال نہیں سمجھتا (کیونکہ وہ سب موضوع اور جعلی ہیں)۔

[59] انفرد به مسلم۔ انظر ((التحفة)) برقم (١٨٤٧٧) و (١٨٧٧٤)

ابو غسان محمد بن عمرو رازی کہتے ہیں، میں نے جریر بن عبد الحمید سے پوچھا، آپ حارث بن حصیرہ کو ملے ہیں؟ انہوں نے کہا، ہاں، وہ بوڑھا ہے، بہت خاموش (چپ چپ) رہتا ہے، ایک انتہائی ناگوار عقیدہ پر اصرار کرتا ہے، یعنی رجعت پر ایمان رکھتا ہے۔

[60] وَحَدَّثَنِي أَحْمَدُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الدَّوْرَقِيُّ . قَالَ: حَدَّثَنِي عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيّ......

عَنْ حَمَّادِ بْنِ زَيْدٍ قَالَ ذَكَرَ أَيُّوبُ رَجُلًا يَوْمًا فَقَالَ لَمْ يَكُنْ بِمُسْتَقِيمِ اللِّسَانِ قَالَ وَذَكَرَ اٰخَرَ فَقَالَ هُوَ يَزِيْدُ فِي الرَّقْمِ

[60] حماد بن زید کہتے ہیں، ایوب نے ایک دن ایک آدمی کا تذکرہ کیا، چنانچہ کہا، اس کی زبان درست نہیں ہے، یعنی جھوٹا ہے، ایک اور آدمی کا تذکرہ کیا، تو کہا وہ تحریر میں اضافہ کرتا ہے، یعنی حدیث میں اضافہ کرتا ہے۔

[61] وَحَدَّثَنِي حَجَّاجُ بْنُ الشَّاعِرِ . حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ......

عَنْ حَمَّادِ بْنِ زَيْدٍ قَالَ قَالَ أَيُّوبُ إِنَّ لِيْ جَارًا ثُمَّ ذَكَرَ مِنْ فَضْلِهِ وَلَوْ شَهِدَ عِنْدِيْ عَلٰى تَمْرَتَيْنِ مَارَأَيْتُ شَهَادَتَهٗ جَائِزَةً۔

[61] حماد بن زید کہتے ہیں، ایوب نے کہا، میرا ایک پڑوسی ہے، پھر اس کے فضائل اور خوبیاں بیان کیں اور اگر وہ میرے سامنے دو کھجوروں کے بارے میں گواہی دے، تو میں اس کی گواہی کو معتبر قرار نہیں دوں گا، (کیونکہ وہ جھوٹا ہے)۔

[62] وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ . وَحَجَّاجُ بْنُ الشَّاعِرِ . قَالَا: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ . قَالَ......

عَنْ مَعْمَرٍ مَارَأَيْتُ أَيُّوبَ اغْتَابَ أَحَدًا قَطُّ إِلَّا عَبْدَالْكَرِيْمِ يَعْنِي أَبَا أُمَيَّةَ فَإِنَّهٗ ذَكَرَهٗ فَقَالَ رحمه الله كَانَ غَيْرَ ثِقَةٍ لَقَدْ سَأَلَنِيْ عَنْ حَدِيْثٍ لِعِكْرَمَةَ ثُمَّ قَالَ سَمِعْتُ عِكْرَمَةَ

[62] معمر کہتے ہیں، میں نے ایوب کو کسی کی غیبت کرتے نہیں دیکھا، سوائے عبد الکریم یعنی ابو امیہ کے، کیونکہ ایوب نے اس کا تذکرہ کرنے کے بعد کہا، اللہ اس پر رحم فرمائے، وہ ثقہ نہیں تھا، اس نے مجھ سے عکرمہ کی ایک حدیث دریافت کی، پھر کہنے لگا، میں نے عکرمہ سے سنا ہے۔

فائدہ: ...... غیر ثقہ ہونے کے لیے اتنی بات کافی نہیں ہے، کیونکہ ممکن ہے اس نے عکرمہ سے وہ حدیث سنی ہو، پھر بھول گیا ہو، یاد کرنے کے لیے پوچھا، لیکن چونکہ دوسرے قرائن اور حالات سے اس کا ضعف ثابت ہو گیا تھا، اس

[60] انفرد به مسلم۔ انظر ((التحفة)) برقم (١٨٤٤٣)
[61] انفرد به مسلم۔ انظر ((التحفة)) برقم (١٨٤٤٤)
[62] انفرد به مسلم۔ انظر ((تحفة الاشراف)) برقم (١٨٤٤٥)

لیے محدثین نے اس کو ضعیف قرار دیا، اس لیے سفیان بن عیینہ، عبدالرحمٰن بن مہدی احمد بن حنبل، یحییٰ بن سعید القطان وغیرہم جلیل القدر ائمہ نے اسے ضعیف قرار دیا ہے۔

[63] وَحَدَّثَنِي الْفَضْلُ بْنُ سَهْلٍ . قَالَ: حَدَّثَنَا عَفَّانُ بْنُ مُسْلِمٍ......

عَنْ هَمَّامٍ قَالَ قَدِمَ عَلَيْنَا اَبُوْدَاوٗدَ الْاَعْمٰى فَجَعَلَ يَقُوْلُ حَدَّثَنَا الْبَرَآءُ وَ حَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ اَرْقَمَ فَذَكَرْنَا ذٰلِكَ لِقَتَادَةَ فَقَالَ كَذَبَ مَا سَمِعَ مِنْهُمْ اِنَّمَا كَانَ ذٰلِكَ سَآئِلًا يَتَكَفَّفُ النَّاسَ زَمَنَ طَاعُوْنِ الْجَارِفِ

[63] ہمام کہتے ہیں، ہمارے پاس ابوداؤد اعمیٰ آیا، اور کہنے لگا، ہمیں براء رضی اللہ عنہ نے حدیث سنائی، ہمیں زید بن ارقم رضی اللہ عنہ نے حدیث سنائی، چنانچہ اس واقعہ کا تذکرہ ہم نے قتادہ سے کیا، تو اس نے کہا، جھوٹ بولتا ہے، اس نے کسی صحابی سے نہیں سنا، یہ تو مانگت (سوالی) تھا، تباہ کن طاعون کے وقت لوگوں کے سامنے بھیک مانگنے کے لیے ہاتھ پھیلاتا تھا۔

فائدہ :...... جرف کا اصل معنی بہالے جانا ہے، اور جَرَف کا معنی بیلچہ وغیرہ سے مٹی کھودنا یا کھرچنا ہے، اس لیے ہمہ گیر تباہی مچانے والی موت کو جارف کہتے ہیں، اور تباہ کن وبا کو طاعون جارف کا نام دیا گیا ہے، یہ صحیح قول کے مطابق ۸۷ھ میں واقع ہوا تھا، ابوداؤد اعمیٰ غالی رافضی ہے، اور بالاتفاق ضعیف ہے (بصرہ میں واقع ہوا تھا)۔

[64] وَحَدَّثَنِي حَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ الْحُلْوَانِيُّ: قَالَ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ هَارُوْنَ......

عَنْ هَمَّامٍ قَالَ دَخَلَ اَبُوْدَاوٗدَ الْاَعْمٰى عَلٰى قَتَادَةَ فَلَمَّا قَامَ قَالُوْا اِنَّ هٰذَا يَزْعَمُ اَنَّهٗ لَقِيَ ثَمَانِيَةَ عَشَرَ بَدْرِيًّا فَقَالَ قَتَادَةُ هٰذَا كَانَ سَآئِلًا قَبْلَ الْجَارِفِ لَا يَعْرِضُ لِشَيْءٍ مِّنْ هٰذَا وَلَا يَتَكَلَّمُ فِيْهِ فَوَاللّٰهِ مَا حَدَّثَنَا الْحَسَنُ عَنْ بَدْرِيٍّ مُّشَافَهَةً وَلَا حَدَّثَنَا سَعِيْدُ ابْنُ الْمُسَيَّبِ عَنْ بَدْرِيٍّ مُّشَافَهَةً اِلَّا عَنْ سَعْدِ بْنِ مَالِكٍ

[64] ہمام کہتے ہیں، ابوداود اعمیٰ قتادہ کے ہاں آیا، پھر جب وہ چلا گیا تو حاضرین نے کہا، اس کا دعویٰ ہے کہ میں اٹھارہ بدری صحابیوں کو ملا ہوں، تو قتادہ نے کہا، یہ تو طاعون سے پہلے مانگتا تھا، ان احادیث سے اس کو کچھ دلچسپی یا واسطہ نہ تھا، اور نہ ان کے بارے میں گفتگو کرتا تھا، اللہ کی قسم، ہمیں حسن بصری نے کسی بدری صحابی سے براہ راست سن کر حدیث نہیں سنائی، اور نہ ہی سعید بن المسیب نے ہمیں کسی بدری سے روبرو سن کر حدیث سنائی، سوائے حضرت سعد بن مالک (ابی وقاص) کے۔

[63] انفرد به مسلم۔ انظر ((التحفة الاشراف)) برقم (۱۹۲۱۳)

[64] انفرد به مسلم۔ انظر ((التحفة الاشراف)) برقم (۱۸۷۲۰) و (۱۹۲۱۲)

فائدہ......حضرت حسن بصری اور سعید بن المسیب جلیل القدر اور کبار تابعین میں سے ہیں، جو علم اور عمر دونوں میں ابو داؤد اعمیٰ سے فائق تر اور انتہائی بلند ہیں، اگر ان کو بدری صحابہ سے براہ راست روایت کرنے کا موقع نہیں مل سکا، حالانکہ وہ علم حدیث کے انتہائی شیدائی تھے، تو اس اندھے کو اٹھارہ بدری صحابیوں سے شرف ملاقات کیسے حاصل ہو گیا، یہ محض جھوٹ اور افتراء ہے، (تو تصوف کا سلسلہ، حضرت حسن بصری کے واسطہ سے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کیسے شروع ہو گیا)۔

[65] حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ . حَدَّثَنَا جَرِيرٌ......

عَـنْ رَقَبَةَ اَنَّ اَبَا جَعْفَرٍ الْهَاشِمِيَّ الْمَدَنِيَّ كَانَ يَضَعُ اَحَادِيْثَ كَلَامَ حَقٍّ وَ لَيْسَتْ مِنْ اَحَادِيْثِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَانَ يَرْوِيْهَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

[65] رقبہ رحمہ اللہ کہتے ہیں، ابو جعفر ہاشمی مدنی حق اور سچی باتوں کو احادیث بنا کر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کرتا تھا، جبکہ وہ احادیث نبوی نہیں ہیں۔

[66] حَـدَّثَـنَـا الْـحَسَـنُ الْـحُلْوَانِيُّ: قَالَ: حَدَّثَنَا نُعَيْمُ بْنُ حَمَّادٍ . قَالَ أَبُو إِسْحَاقَ إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ سُفْيَانَ . وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَىٰ . قَالَ حَدَّثَنَا نُعَيْمُ بْنُ حَمَّادٍ . حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ الطَّيَالِسِيُّ، عَنْ شُعْبَةَ......

عَنْ يُوْنُسَ بْنِ عُبَيْدٍ قَالَ كَانَ عَمْرُو ابْنُ عُبَيْدٍ يَكْذِبُ فِي الْحَدِيْثِ

[66] یونس بن عبیدہ کہتے ہیں، عمرو بن عبید (معتزلی) حدیث میں جھوٹ بولتا تھا۔

[67] حَدَّثَنِي عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ، أَبُو حَفْصٍ . قَالَ: سَمِعْتُ......

عَـنْ مُعَاذِ بْنِ مُعَاذٍ يَقُوْلُ قُلْتُ لِعَوْفِ بْنِ اَبِي جَمِيْلَةَ اِنَّ عَمْرَو بْنَ عُبَيْدٍ حَدَّثَنَا عَنِ الْـحَسَـنِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ ((مَنْ حَمَلَ عَلَيْنَا السِّلَاحَ فَلَيْسَ مِنَّا)) قَالَ كَذَبَ وَاللّٰهِ عَمْرٌو وَلٰكِنَّهٗ اَرَادَاَنْ يَّحُوْزَهَا اِلٰى قَوْلِهِ الْخَبِيْثِ .

[67] معاذ بن معاذ کہتے ہیں، میں نے عوف بن ابی جمیلہ سے پوچھا، عمرو بن حمید ہمیں حسن بصری سے یہ حدیث بیان کرتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو شخص ہم پر ہتھیار اٹھائے وہ ہم سے نہیں ہے۔'' عوف نے قسم اٹھا کر کہا، عمرو جھوٹا ہے، لیکن اس کا مقصد یہ ہے، اس حدیث سے اپنے خبیث نظریہ کو تقویت پہنچائے اور اس کو ثابت کرے (حَوْز کا معنی ہے، جمع کرنا، اکٹھا کرنا)

---

[65] انفرد به مسلم- انظر ((التحفة)) برقم (١٨٦٥٠)
[66] انفرد به مسلم- انظر ((التحفة)) برقم (١٩٥٥٩)
[67] انفرد به مسلم- انظر ((التحفة)) برقم (١٩١٨٢)

فائدہ:...... یہ حدیث نفس الامر اور حقیقت واقعہ کے اعتبار سے صحیح ہے، امام مسلم رحمہ اللہ نے خود یہ حدیث بیان کی ہے، اور اس حدیث کا صحیح مفہوم یہ ہے کہ بلا شرعی ضرورت کے کسی مسلمان کے قتل کے درپے ہونا، مسلمان کا شیوہ نہیں ہے، اس لیے ایسا انسان ہمارے طریقہ اور ڈگر کو چھوڑ دیتا ہے، لیکن اس کا وہ مطلب نہیں ہے جو معتزلہ کہتے ہیں کہ اس حدیث سے معلوم ہوا، کبیرہ گناہ کا مرتکب، ایمان سے خارج ہو جاتا ہے اگرچہ کافر نہیں ہوتا، لیکن کافروں کی طرح ہمیشہ ہمیشہ دوزخ میں رہے گا، جبکہ اصل حقیقت یہ ہے کہ کبیرہ گناہ کا مرتکب مسلمان، فاسق اور نافرمان مسلمان ہے، مسلمان کا معنی اطاعت اور فرمانبرداری کرنے والا ہے، اور یہ مسلمان کے شیوہ اطاعت و فرمانبرداری سے نکل گیا ہے، اس لیے مجرم اور گناہ گار ہونے کی وجہ سے اگر توبہ نہ کرے، یا اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے بخش نہ دے، تو سزا کا مستحق ہے اور سزا بھگتنے کے بعد یا سفارش کی قبولیت کی صورت میں سفارش سے دوزخ سے نکل آئے گا۔

[68] وَحَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ الْقَوَارِيْرِيُّ......

عَنْ حَمَّادِ بْنِ زَيْدٍ قَالَ كَانَ رَجُلٌ قَدْ لَزِمَ أَيُّوْبَ وَسَمِعَ مِنْهُ فَفَقَدَهُ أَيُّوْبُ فَقَالُوْا يَا أَبَا بَكْرٍ إِنَّهُ قَدْ لَزِمَ عَمْرَو بْنَ عُبَيْدٍ قَالَ حَمَّادٌ فَبَيْنَا أَنَا يَوْمًا مَعَ أَيُّوْبَ وَقَدْ بَكَّرْنَا إِلَى السُّوْقِ فَاسْتَقْبَلَهُ الرَّجُلُ فَسَلَّمَ عَلَيْهِ أَيُّوْبُ وَسَأَلَهُ ثُمَّ قَالَ لَهُ أَيُّوْبُ بَلَغَنِيْ أَنَّكَ لَزِمْتَ ذٰلِكَ الرَّجُلَ قَالَ حَمَّادٌ سَمَّاهُ يَعْنِيْ عَمْرًا قَالَ نَعَمْ يَا أَبَا بَكْرٍ إِنَّهُ يَجِيْئُنَا بِأَشْيَاءَ غَرَائِبَ قَالَ يَقُوْلُ لَهُ أَيُّوْبُ إِنَّمَا نَفِرُّ أَوْ نَفْرَقُ مِنْ تِلْكَ الْغَرَائِبِ

[68] حماد بن زید کہتے ہیں، ایک آدمی ہمیشہ ایوب کے ساتھ رہتا اور ان سے حدیث سنتا تھا، چنانچہ ایوب رحمہ اللہ نے اسے گم پایا (تو ساتھیوں سے پوچھا)، تو حاضرین مجلس نے کہا، اے ابوبکر، وہ تو عمرو بن عبید کے ساتھ چپک گیا ہے یعنی اس کا ہم نشین بن گیا ہے ہم علم ہو گیا ہے، حماد کہتے ہیں، جبکہ ایک دن میں صبح سویرے ایوب کے ساتھ بازار کی طرف جا رہا تھا، تو سامنے سے وہ شخص آ گیا، چنانچہ ایوب نے اسے سلام کہا اور حال احوال پوچھا، پھر ایوب نے اسے کہا، مجھ تک یہ بات پہنچی ہے، تو اس آدمی کا ہم نشین ہو گیا ہے، حماد کہتے ہیں، ایوب نے عمرو کا نام لیا، اس نے کہا، ہاں اے ابوبکر! کیونکہ وہ ہمیں عجیب و غریب باتیں سناتا ہے، ایوب نے اس سے کہا، انہی عجائب سے تو ہم بھاگتے یا ڈرتے ہیں، (کیونکہ ان غرائب کو احادیث بتانا جھوٹ ہے، اور اگر یہ آراء یا اقوال ہیں، تو بدعت ہیں۔)

[68] انفرد به مسلم۔ انظر ((تحفة الاشراف)) برقم (١٨٤٤٦)

[69] وَحَدَّثَنِي حَجَّاجُ بْنُ الشَّاعِرِ . حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ . حَدَّثَنَا ابْنُ زَيْدٍ......

عَنْ حَمَّادٍ قَالَ قِيلَ لِأَيُّوبَ اِنَّ عَمْرَو بْنَ عُبَيْدٍ رَوٰى عَنِ الْحَسَنِ قَالَ لَا يُجْلَدُ السَّكْرَانُ مِنَ النَّبِيْذِ فَقَالَ كَذَبَ اَنَا سَمِعْتُ الْحَسَنَ يَقُوْلُ يُجْلَدُ السَّكْرَانُ مِنَ النَّبِيْذِ

[69] حماد بن زید کہتے ہیں، ایوب کو بتایا گیا کہ عمرو بن عبید حسن بصری سے نقل کرتا ہے کہ نبیذ سے نشہ آنے پر نشئی کو حد (کوڑے) نہیں لگائیں گے، تو انہوں نے کہا، اس نے جھوٹ بولا ہے، میں نے خود حضرت حسن کو یہ کہتے سنا ہے، نبیذ سے نشہ آنے پر نشئی کو حد لگائی جائے گی۔

[70] وَحَدَّثَنِي حَجَّاجٌ . حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ . قَالَ......

عَنْ سَلَّامِ بْنِ اَبِي مُطِيعٍ يَقُوْلُ بَلَغَ اَيُّوبَ اَنِّيْ اٰتِي عَمْرًا فَاَقْبَلَ عَلَيَّ يَوْمًا فَقَالَ اَرَاَيْتَ رَجُلًا لَا تَأْمَنُهُ عَلٰى دِيْنِهٖ كَيْفَ تَأْمَنُهُ عَلَى الْحَدِيْثِ

[70] سلام بن ابی مطیع کہتے ہیں، ایوب کو پتہ چلا کہ میں عمرو کے پاس جاتا ہوں تو ایک دن وہ میری طرف متوجہ ہو کر کہنے لگے، بتاؤ، ایک شخص کے دین پر تمہیں اعتماد نہیں ہے، اس پر حدیث کے سلسلہ میں کیسے اعتماد کرو گے؟ یعنی اس کی حدیث پر اعتماد نہیں ہو سکتا۔

[71] وَحَدَّثَنِي سَلَمَةُ بْنُ شَبِيبٍ . حَدَّثَنَا الْحُمَيْدِيُّ . حَدَّثَنَا سُفْيَانُ......

عَنْ اَبِي مُوْسٰى يَقُوْلُ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عُبَيْدٍ قَبْلَ اَنْ يُحْدِثَ۔

[71] ابو موسیٰ کہتے ہیں، بدعتی (معتزلی، قدری) ہونے سے پہلے عمرو بن عبید نے ہمیں احادیث سنائیں۔

[72] وَحَدَّثَنِي عُبَيْدُ اللّٰهِ......

عَنْ مُعَاذِ الْعَنْبَرِيِّ حَدَّثَنَا اَبِي قَالَ كَتَبْتُ اِلٰى شُعْبَةَ اَسْاَلُهٗ عَنْ اَبِي شَيْبَةَ قَاضِي وَاسِطٍ فَكَتَبَ اِلَيَّ لَا تَكْتُبْ عَنْهُ شَيْئًا وَمَزِّقْ كِتَابِي

[72] معاذ عنبری کہتے ہیں، میں نے قاضی واسط، ابو شیبہ کے بارے میں شعبہ کو خط لکھ کر پوچھا، انہوں نے مجھے جواب لکھ کر بھیجا، اس سے کوئی حدیث نہ لکھو اور میرا خط چاک کر دو، (تاکہ وہ اس خط کے سبب مجھے نشانہ نہ بنائے)

[69] انفرد به مسلم۔ انظر ((تحفة الاشراف)) برقم (١٨٤٤٧) و (١٨٥٠١)

[70] انفرد به مسلم۔ انظر ((التحفة)) برقم (١٨٤٤٨)

[71] انفرد به مسلم۔ انظر ((التحفة)) برقم (١٩٦٠٠)

[72] انفرد به مسلم۔ انظر ((التحفة)) برقم (١٨٨٠٦)

[73] وَحَدَّثَنَا الْحُلْوَانِيُّ: قَالَ: سَمِعْتُ......

عَنْ عَفَّانَ قَالَ حَدَّثْتُ حَمَّادَ بْنَ سَلَمَةَ عَنْ صَالِحِ الْمُرِّيِّ بِحَدِيْثٍ عَنْ ثَابِتٍ فَقَالَ كَذَبَ وَحَدَّثْتُ هَمَّامًا عَنْ صَالِحِ الْمُرِّيِّ بِحَدِيْثٍ فَقَالَ كَذَبَ

[73] عفان کہتے ہیں، میں نے حماد بن سلمہ کو صالح مری کی ثابت سے ایک حدیث سنائی، تو انہوں نے کہا، وہ جھوٹا ہے، اور میں نے ہمام کو صالح مری کی ایک حدیث سنائی، تو انہوں نے بھی کہا، اس نے جھوٹ بولا ہے۔

فائدہ: ......صالح مری بھی عابد، زاہد اور پارسا انسان تھا، لیکن حدیث کے معاملہ میں قابل اعتماد نہ تھا۔

[74] وَحَدَّثَنَا مَحْمُوْدُ بْنُ غَيْلَانَ. حَدَّثَنَا أَبُوْدَاوُدَ، قَالَ: لِي شُعْبَةُ: ايْتِ جَرِيْرَ بْنَ حَازِمٍ فَقُلْ لَهُ: لَا يَحِلُّ لَكَ أَنْ تَرْوِيَ عَنِ الْحَسَنِ بْنِ عُمَارَةَ، فَإِنَّهُ يَكْذِبُ......

عَنْ اَبِیْ دَاوٗدَ قَالَ قَالَ لِیْ شُعْبَةُ ائْتِ جَرِيْرَ بْنَ حَازِمٍ فَقُلْ لَهٗ لَايَحِلُّ لَكَ اَنْ تَرْوِیَ عَنِ الْحَسَنِ بْنِ عُمَارَةَ فَإِنَّهٗ يَكْذِبُ قَالَ اَبُوْدَاوٗدَ قُلْتُ لِشُعْبَةَ وَكَيْفَ ذَاكَ قَالَ حَدَّثَنَا عَنِ الْحَكَمِ بِاَشْيَآءَ لَمْ اَجِدْ لَهَا اَصْلًا قَالَ قُلْتُ بِاَيِّ شَیْءٍ قَالَ قُلْتُ لِلْحَكَمِ اَصَلَّى النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰی قَتْلٰی اُحُدٍ فَقَالَ لَمْ يُصَلِّ عَلَيْهِمْ فَقَالَ الْحَسَنُ بْنُ عُمَارَةَ عَنِ الْحَكَمِ عَنْ مِّقْسَمٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَّضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ صَلّٰی عَلَيْهِمْ وَدَفَنَهُمْ قُلْتُ لِلْحَكَمِ مَا تَقُوْلُ فِیْ اَوْلَادِ الزِّنَا قَالَ يُصَلّٰی عَلَيْهِمْ قُلْتُ مِنْ حَدِيْثِ مَنْ يُّرْوٰی قَالَ يُرْوٰی عَنِ الْحَسَنِ الْبَصْرِیِّ فَقَالَ الْحَسَنُ ابْنُ عُمَارَةَ حَدَّثَنَا الْحَكَمُ عَنْ يَحْيَى بْنِ الْجَزَّارِ عَنْ عَلِیٍّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ۔

[74] ابو داؤد رحمہ اللہ کہتے ہیں، مجھے شعبہ رحمہ اللہ نے کہا، تم جریر بن حازم کے پاس جاؤ اور ان سے کہو، آپ کے لیے حسن بن عمارہ سے روایت بیان کرنا جائز نہیں ہے، کیونکہ وہ جھوٹ بولتا ہے، ابو داؤد رحمہ اللہ کہتے ہیں، میں نے شعبہ رحمہ اللہ سے پوچھا، یہ کیسے ہے؟ (آپ کو کس طرح پتہ چلا ہے)، اس نے جواب دیا، حسن نے ہمیں حکم سے چند احادیث سنائیں، جن کی مجھے کوئی اصل یا بنیاد نہیں ملی، میں نے کہا، وہ کون سی حدیثیں ہیں؟ شعبہ نے کہا، میں نے حکم سے سوال کیا، کیا نبی اکرم ﷺ نے احد کے شہداء کی نماز جنازہ پڑھی ہے؟ حکم نے کہا، نہیں پڑھی، جبکہ حسن بن عمارہ، ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث بیان کرتا ہے کہ نبی اکرم ﷺ، ان کی نماز جنازہ پڑھی، اور

[73] انفرد به مسلم۔ انظر ((التحفة)) برقم (۱۸۵۹۰) و (۱۹۵۱٤)

[74] انفرد به مسلم۔ انظر ((التحفة)) برقم (٦٤٦٩) و (۱۰۳۱٦) و (۱۸۷۸۲) و (۱۸۸۰۷)

ان کو دفن کیا، میں نے حکم سے دریافت کیا، آپ کا زنا کی اولاد کے بارے میں کیا نظریہ ہے؟ اس نے کہا، ان کی نماز جنازہ پڑھی جائے، میں نے پوچھا، کس کی روایت ہے؟ اس نے کہا، حسن بصری سے روایت ہے، جبکہ حسن بن عمارہ محدثین کے نزدیک بالاتفاق ضعیف ہے اور حسن بن عمارہ یہ روایت حکم کی سند سے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بیان کرتا ہے۔

[75] وَحَدَّثَنَا الْحَسَنُ الْحُلْوَانِيُّ قَالَ......

عَنْ يَزِيْدَ بْنِ هَارُوْنَ وَذَكَرَ زِيَادَ بْنَ مَيْمُوْنَ فَقَالَ حَلَفْتُ اَنْ لَّا اَرْوِيَ عَنْهُ شَيْئًا وَّلَا عَنْ خَالِدِ بْنِ مَحْدُوْجٍ وَقَالَ لَقِيْتُ زِيَادَ بْنَ مَيْمُوْنَ فَسَاَلْتُهُ عَنْ حَدِيْثٍ فَحَدَّثَنِيْ بِهٖ عَنْ بَكْرِ الْمُزَنِيِّ ثُمَّ عُدْتُ اِلَيْهِ فَحَدَّثَنِيْ بِهٖ عَنْ مُوَرِّقٍ ثُمَّ عُدْتُ اِلَيْهِ فَحَدَّثَنِيْ بِهٖ عَنِ الْحَسَنِ وَكَانَ يَنْسِبُهُمَا اِلَى الْكَذِبِ قَالَ حُلْوَانِيٌّ سَمِعْتُ عَبْدَالصَّمَدِ وَذَكَرْتُ عِنْدَهٗ زِيَادَ بْنَ مَيْمُوْنَ فَنَسَبَهٗ اِلَى الْكَذِبِ۔

[75] حسن حلوانی کہتے ہیں، میں نے یزید بن ہارون سے سنا، انہوں نے زیاد بن میمون کا ذکر کر کے کہا، میں نے قسم اٹھائی ہے کہ میں اس سے اور خالد بن محدوج سے کوئی روایت بیان نہیں کروں گا، کیونکہ میں زیاد بن میمون کو ملا اور اس سے ایک حدیث کے بارے میں پوچھا، تو اس نے مجھے وہ بکر مزنی سے سنائی، پھر میں نے اس کی طرف دوبارہ رجوع کیا، تو اس نے مجھے وہ مورق سے سنا دی، پھر میں اسے سہ بارہ ملا تو اس نے مجھے وہ حسن سے سنا دی، اور یزید بن ہارون، ان دونوں (زیاد، خالد) کو جھوٹا قرار دیتا تھا۔

حلوانی کہتے ہیں، میں نے عبدالصمد کے پاس زیاد بن میمون کا ذکر کیا، تو اس نے کہا، وہ جھوٹا ہے۔

فائدہ:...... زیاد بن میمون کو امام بخاری نے متروک الحدیث قرار دیا ہے، اور خالد کو امام نسائی وغیرہ نے ضعیف کہا ہے۔

[76] عَنْ مَحْمُوْدِ بْنِ غَيْلَانَ قَالَ قُلْتُ لِاَبِيْ دَاوٗدَ الطَّيَالِسِيِّ قَدْ اَكْثَرْتَ عَنْ عَبَّادِ بْنِ مَنْصُوْرٍ فَمَالَكَ لَمْ تَسْمَعْ مِنْهُ حَدِيْثَ الْعَطَّارَةِ الَّذِيْ رَوٰى لَنَا النَّضْرُ بْنُ شُمَيْلٍ فَقَالَ لِيَ اسْكُتْ فَاَنَا لَقِيْتُ زِيَادَ بْنَ مَيْمُوْنَ وَعَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ فَسَاَلْنَاهُ فَقُلْنَا لَهٗ هٰذِهِ الْاَحَادِيْثُ الَّتِيْ تَرْوِيْهَا عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ فَقَالَ اَرَاَيْتُمَا رَجُلًا يُّذْنِبُ فَيَتُوْبُ

[75] انفرد به مسلم۔ انظر ((التحفة)) برقم (١٨٩٨٠) و (١٩٥٥٣)

[76] انفرد به مسلم۔ انظر ((التحفة)) برقم (١٨٧٨٢) و (١٨٨٠٧)

اَلَيْسَ يَتُوْبُ اللّٰهُ عَلَيْهِ قَالَ قُلْنَا نَعَمْ قَالَ مَا سَمِعْتُ مِنْ اَنَسٍ مِنْ ذَا قَلِيْلًا وَّ كَثِيْرًا اِنْ كَانَ لَا يَعْلَمُ النَّاسُ فَاَنْتُمَا لَا تَعْلَمَانِ اَنِّیْ لَمْ اَلْقَ اَنَسًا قَالَ اَبُوْ دَاوُدَ فَبَلَغَنَا بَعْدُ اَنَّهٗ يَرْوِیْ فَاَتَيْنَاهُ اَنَا وَعَبْدُالرَّحْمٰنِ فَقَالَ اَتُوْبُ ثُمَّ كَانَ بَعْدُ يُحَدِّثُ فَتَرَكْنَاهُ۔ ف ۵۰۔

[76] محمود بن غیلان رحمہ اللہ کہتے ہیں، میں نے ابو داؤد طیالسی رحمہ اللہ سے کہا، آپ نے عباد بن منصور سے بہت سی روایات بیان کی ہیں، تو کیا وجہ ہے، آپ نے اس سے عطارہ کی حدیث نہیں سنی، جو ہمیں نضر بن شمیل رحمہ اللہ نے سنائی ہے؟ انہوں نے مجھے کہا، خاموش ہو جا کیونکہ میں اور عبدالرحمٰن بن مہدی دونوں زیاد بن میمون کو ملے، تو ہم نے اس سے پوچھا، یہ احادیث جو تم حضرت انس رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہو؟ (ان کی کیا حقیقت ہے) تو اس نے کہا، بتاؤ، ایک آدمی گناہ کرتا ہے، پھر توبہ کر لیتا ہے، تو کیا اللہ اس کی توبہ قبول نہیں کر لیتا؟ ہم نے کہا، معاف کر دیتا ہے، اس نے کہا، میں نے ان احادیث میں سے کم یا زیادہ، حضرت انس رضی اللہ عنہ سے کچھ نہیں سنا، اگر عام لوگوں کو علم نہیں ہے، تو کیا آپ دونوں کو بھی علم نہیں ہے، میری حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہی نہیں ہوئی، ابو داؤد رحمہ اللہ کہتے ہیں، ہمیں بعد میں خبر پہنچی کہ وہ پھر حضرت انس سے روایت کرتا ہے، تو میں اور عبدالرحمٰن بن مہدی اس کے پاس آئے، تو اس نے کہا، میں توبہ کرتا ہوں، بعد میں وہ پھر بیان کرنے لگا، تو ہم نے اس کو چھوڑ دیا (کہ یہ تو جھوٹا آدمی ہے)۔

فائدہ:...... زیاد بن میمون، حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مدینہ کی ایک حولاء نامی عطر فروش عورت کی طویل روایت بیان کرتا تھا۔

[77] حَدَّثَنَا حَسَنٌ الْحُلْوَانِيُّ قَالَ......

عَنْ شَبَابَةَ قَالَ كَانَ عَبْدُالْقُدُّوْسِ يُحَدِّثُنَا فَيَقُوْلُ سُوَيْدُبْنُ عَقَلَةَ قَالَ شَبَابَةُ وَسَمِعْتُ عَبْدَالْقُدُّوْسِ يَقُوْلُ نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَنْ يُتَّخَذَ الرَّوْحُ عَرْضًا قَالَ فَقِيْلَ لَهٗ اَیُّ شَیْءٍ هٰذَا قَالَ يَعْنِیْ يُتَّخَذُ كُوَّةٌ فِیْ حَائِطٍ لِيَدْخُلَ عَلَيْهِ الرَّوْحُ قَالَ وَسَمِعْتُ عُبَيْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ الْقَوَارِيْرِیَّ يَقُوْلُ سَمِعْتُ حَمَّادَ بْنَ زَيْدٍ يَقُوْلُ لِرَجُلٍ بَعْدَ مَا جَلَسَ مَهْدِیُّ بْنُ هِلَالٍ بِاَيَّامٍ مَاهٰذِهِ الْعَيْنُ الْمَالِحَةُ الَّتِیْ نَبَعَتْ قِبَلَكُمْ قَالَ نَعَمْ يَا اَبَا اِسْمٰعِيْلَ۔

[77] شبابہ کہتے ہیں، عبدالقدوس ہمیں حدیث سناتا اور راوی کا نام سوید بن عقلہ لیتا اور متن یوں سناتا کہ

[77] انفرد به مسلم۔ انظر ((تحفة الاشراف)) برقم (۱۸۵۸۹) و (۱۸۷۹۸)

رسول اللہ ﷺ نے روح کو عرض بنانے سے منع فرمایا، اس سے پوچھا گیا، یہ کیا ہوا؟ یعنی اس کا مطلب کیا ہے، تو اس نے کہا، ہوا کے داخل ہونے کے لیے دیوار میں سوراخ یا کھڑکی رکھنا منع فرمایا۔

عبید اللہ بن عمیر قواریری کہتے ہیں، میں نے سنا، حماد بن زید کسی آدمی کو کہہ رہے تھے، جبکہ وہ شخص مہدی بن ہلال کے پاس چند روز بیٹھ چکا تھا، یہ تمہاری طرف سے پھوٹنے والا نمکین چشمہ کیسا ہے؟ اس نے کہا، ہاں، اے ابو اسماعیل (یہ حماد بن زید کی کنیت ہے) وہ ایسا ہی ہے، یعنی واقعی ضعیف ہے۔

فائدہ:...... عبد القدوس نے سند اور متن دونوں میں غلطی کی ہے، راوی کا نام عقلہ نہیں ہے، بلکہ غفلہ ہے، یعنی عین کی جگہ غین ہے اور قاف کی جگہ فاء ہے، متن میں، روح ہے یعنی واء پر پیش ہے، اور اس نے زبر پڑھا، اور غرض (نشانہ) کو عرض بنا دیا، حدیث کا معنی یہ ہے، جاندار کو باندھ کر نشانہ بنا کر مارنے سے منع فرمایا۔

[78] وَحَدَّثَنَا الْحَسَنُ الْحُلْوَانِيُّ . قَالَ: سَمِعْتُ عَفَّانَ قَالَ......

عَنْ اَبِی عَوَانَةَ قَالَ مَابَلَغَنِیْ عَنِ الْحَسَنِ حَدِیْثٌ اِلَّا اٰتَیْتُ بِهٖ اَبَانَ بْنَ اَبِیْ عَیَّاشٍ فَقَرَاَهٗ عَلَیَّ۔

[78] ابو عوانہ کہتے ہیں، مجھے حسن سے جو روایت بھی پہنچی میں وہ لے کر ابان بن عیاش کے پاس آ گیا تو اس نے وہ مجھے (جھوٹ کے طور پر) سنا دی۔

[79] وَحَدَّثَنَا سُوَیْدُ بْنُ سَعِیْدٍ......

عَنْ عَلِیِّ بْنِ مُسْهِرٍ قَالَ سَمِعْتُ اَنَا وَحَمْزَةُ الزَّیَّاتُ مِنْ اَبَانَ بْنِ اَبِیْ عَیَّاشٍ نَحْوًا مِّنْ اَلْفِ حَدِیْثٍ قَالَ عَلِیٌّ فَلَقِیْتُ حَمْزَةَ فَاَخْبَرَنِیْ اَنَّهٗ رَاَی النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِی الْمَنَامِ فَعَرَضَ عَلَیْهِ مَا سَمِعَ مِنْ اَبَانَ فَمَا عَرَفَ مِنْهَا اِلَّا شَیْئًا یَّسِیْرًا خَمْسَةً اَوْ سِتَّةً۔

[79] علی بن مسہر کہتے ہیں، میں نے اور حمزہ زیات نے، ابان بن ابی عیاش سے تقریباً ایک ہزار روایات سنیں، علی بن مسہر کہتے ہیں، بعد میں، میں حمزہ سے ملا تو اس نے مجھے بتائی، میں نے خواب میں نبی اکرم ﷺ کی زیارت کی، تو آپ پر ابان سے سنی ہوئی احادیث پیش کیں، تو آپ نے ان میں سے چند ایک پانچ یا چھ کے سوا کسی حدیث کو نہ پہچانا۔

[78] انفرد به مسلم۔ انظر ((التحفة)) برقم (١٩٥١٨)

[79] انفرد به مسلم۔ انظر ((التحفة)) برقم (١٨٥٩٦)

فائدہ:...... خواب دلیل یا حجت وسند نہیں بن سکتا، لیکن کسی حقیقت اور نفس الامر چیز کے بارے میں اطمینان قلب کا باعث بن سکتا ہے، ابان بن عیاش کا ضعف خارج اور نفس الامر میں ثابت ہے، اس خواب کی بنیاد پر اس کو ضعیف قرار نہیں دیا گیا، خواب سے محض ایک حقیقت کے بارے میں اطمینان ہوا ہے۔

[80] حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الدَّارِمِيُّ......

عَنْ زَكَرِيَّا بْنِ عَدِيٍّ قَالَ قَالَ لِيْ اَبُو اِسْحٰقَ الْفَزَارِيُّ اكْتُبْ عَنْ بَقِيَّةَ مَارَوٰى عَنِ الْمَعْرُوْفِيْنَ وَلَا تَكْتُبْ عَنْهُ مَارَوٰى عَنْ غَيرِ الْمَعْرُوْفِيْنَ وَلَا تَكْتُبْ عَنْ اِسْمٰعِيْلَ بْنِ عَيَّاشٍ مَارَوٰى عَنِ الْمَعْرُوْفِيْنَ وَلَا عَنْ غَيْرِهِمْ۔

[80] زکریا ابن عدی کہتے ہیں، مجھے ابو اسحاق فزاری نے کہا، بقیہ سے صرف وہ احادیث لکھو، جو وہ معروف اور مشہور راویوں سے بیان کرتا ہے اور جو روایات وہ غیر معروف راویوں سے بیان کرتا ہے وہ نہ لکھو، اور اسماعیل بن عیاش سے کسی قسم کی روایت نہ لکھو، وہ معروف راویوں سے بیان کرتا ہو یا غیر معروف سے۔

فائدہ:...... ابو اسحاق خزاعی کا قول جمہور اہل علم کے خلاف ہے، وہ بعض علاقہ کے لوگوں کے بارے میں ثقہ ہے اور بعض کے سلسلہ میں غیر ثقہ۔

[81] وَحَدَّثَنَا اِسْحَاقُ بْنُ اِبْرَاهِيمَ الْحَنْظَلِيُّ . قَالَ: سَمِعْتُ بَعْضَ اَصْحَابِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ......

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْمُبَارَكِ قَالَ نِعْمَ الرَّجُلُ بَقِيَّةُ لَوْ لَا اَنَّهُ يَكْنِي الْاَسَامِيَ وَ يُسَمِّي الْكُنٰى كَانَ دَهْرًا يُحَدِّ ثُنَا عَنْ اَبِيْ سَعِيْدِ الْوُحَاظِيِّ فَنَظَرْنَا فَاِذَا هُوَ عَبْدُ الْقُدُّوْسِ۔

[81] عبد اللہ بن مبارک فرماتے ہیں، بقیہ اچھا آدمی تھا، اگر وہ ناموں کی جگہ کنیت اور کنیت کی جگہ نام نہ لیتا، ایک عرصہ دراز تک وہ ہمیں ابو سعید وحاظی سے روایت سناتا رہا، تو ہم نے غور وفکر کیا، تو معلوم ہوا وہ عبد القدوس ہے، (جو ضعیف راوی ہے)۔

فائدہ:...... بعض لوگ راویوں کا عیب چھپانے کے لیے، اگر وہ نام سے معروف ہوں، تو ان کی روایت کنیت بدل کر کر دیتے، اور اگر کنیت سے معروف ہوں تو اس کا نام لینا شروع کر دیتے، مقصد یہ ہوتا کہ ان کے ضعف کا پتہ نہ چل سکے۔

[82] وَحَدَّثَنِيْ أَحْمَدُ بْنُ يُوْسُفَ الْاَزْدِيُّ . قَالَ سَمِعْتُ......

[80] اخرجه الترمذی فی ((جامعه)) فی الامثال، باب: ما جاء فی مثل الله علباده بعد حديث (٢٨٥٩) انظر ((التحفة)) برقم (١٨٣٩١)

[81] انفرد به مسلم۔ انظر ((التحفة)) برقم (١٨٩٣٠)

[82] انفرد به مسلم۔ انظر ((التحفة)) برقم (١٨٩٣١)

عَنْ عَبْدِالرَّزَّاقِ يَقُوْلُ مَارَاَيْتُ ابْنَ الْمُبَارَكِ يُفْصِحُ بِقَوْلِهٖ كَذَّابٌ اِلَّا لِعَبْدِ الْقُدُّوْسِ فَاِنِّيْ سَمِعْتُهٗ يَقُوْلُ لَهٗ كَذَّابٌ

[82] عبدالرزاق بیان کرتے ہیں، میں نے عبداللہ بن مبارک کو کبھی عبدالقدوس کے سوا کسی کو صاف طور پر جھوٹا کہتے نہیں سنا، میں نے ان سے اس کو کذاب کہتے سنا۔

[83] وحَدَّثَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الدَّارِمِيُّ . قَالَ: سَمِعْتُ......

عَنْ اَبِيْ نُعَيْمٍ وَذَكَرَ الْمُعَلَّى بْنَ عُرْفَانَ فَقَالَ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْوَائِلٍ قَالَ خَرَجَ عَلَيْنَا ابْنُ مَسْعُوْدٍ بِصِفِّيْنَ فَقَالَ اَبُوْنُعَيْمٍ اَرَاهُ بُعِثَ بَعْدَ الْمَوْتِ۔

[83] ابونعیم کہتے ہیں، معلّٰی بن عرفان نے کہا، ہمیں ابووائل نے بتایا کہ جنگ صفین کے موقع پر حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ہمارے سامنے آئے، تو ابونعیم نے کہا، کیا تمہارے خیال کے مطابق وہ مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہوگئے تھے؟

فائدہ:...... حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی وفات حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں ۳۲ھ یا ۳۳ھ کو ہوئی ہے، اور جنگ صفین حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں ۳۷ھ کو ہوئی، یہ معلّٰی بن عرفان کا ابووائل پر افتراء ہے۔

[84] وحَدَّثَنِي عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ وَحَسَنٌ الْحُلْوَانِيُّ ، كِلَاهُمَا......

عَنْ عَفَّانَ بْنِ مُسْلِمٍ قَالَ كُنَّا عِنْدَ اِسْمٰعِيْلَ بْنِ عُلَيَّةَ فَحَدَّثَ رَجُلٌ عَنْ رَّجُلٍ فَقُلْتُ اِنَّ هٰذَا لَيْسَ بِثَبْتٍ قَالَ فَقَالَ الرَّجُلُ اغْتَبْتَهٗ فَقَالَ اِسْمٰعِيْلُ مَا اغْتَابَهٗ وَلٰكِنَّهٗ حَكَمَ اَنَّهٗ لَيْسَ بِثَبْتٍ۔

[84] عفان بن مسلم کہتے ہیں، ہم اسماعیل بن علیہ کی مجلس میں حاضر تھے کہ ایک شخص نے دوسرے شخص سے حدیث بیان کی، تو میں نے کہا، یہ تو ثقہ اور قابل اعتماد نہیں ہے، اس نے کہا، تم نے اس کی غیبت کی ہے، اسماعیل نے کہا، اس نے غیبت نہیں کی، لیکن یہ حقیقت بتائی ہے کہ وہ ثقہ نہیں ہے (اور راوی کی اصلیت ظاہر کرنا غیبت نہیں ہے)۔

[85] وحَدَّثَنَا اَبُوْجَعْفَرٍ الدَّارِمِيُّ......

عَنْ بِشْرِ بْنِ عُمَرَ قَالَ سَاَلْتُ مَالِكَ بْنَ اَنَسٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِالرَّحْمٰنِ الَّذِيْ

---

[83] انفرد به مسلم۔

[84] انفرد به مسلم۔ انظر ((التحفة)) برقم (۱۸٤۳۷)

[85] انفرد به مسلم۔ انظر ((التحفة)) برقم (۱۹۲٤۹)

يَرْوِىْ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ فَقَالَ لَيس بِثِقَةٍ وَسَأَلْتُ مَالِكَ بْنَ اَنَسٍ عَنْ اَبِى الْحُوَيْرِثِ فَقَالَ لَيس بِثِقَةٍ وَسَأَلْتُهُ عَنْ شُعْبَةَ الَّذِىْ يَرْوِىْ عَنْهُ ابْنُ اَبِىْ ذِئْبٍ فَقَالَ لَيْسَ بِثِقَةٍ وَسَأَلْتُهُ عَنْ صَالِحٍ مَّوْلَى التَّوْأَمَةِ فَقَالَ لَيس بِثِقَةٍ وَسَأَلْتُهُ عَنْ حَرَامِ بْنِ عُثْمَانَ فَقَالَ لَيس بِثِقَةٍ وَسَأَلْتُ مَالِكَ بْنَ اَنَسٍ عَنْ هٰؤُلَاءِ الْخَمْسَةِ فَقَالَ لَيْسُوْا بِثِقَةٍ فِى حَدِيْثِهِمْ وَسَأَلْتُهُ عَنْ رَّجُلٍ اٰخَرَ نَسِيْتُ اسْمَهُ فَقَالَ هَلْ رَاَيْتَهُ فِىْ كُتُبِىْ فَقُلْتُ لَا قَالَ لَوْ كَانَ ثِقَةً لَرَاَيْتَهُ فِىْ كُتُبِىْ۔

[85] بشر بن عمر رحمہ اللہ کہتے ہیں، میں نے امام مالک بن انس رحمہ اللہ سے محمد بن عبدالرحمان، جو حضرت سعید بن مسیّب رحمہ اللہ سے روایت کرتا ہے کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے جواب دیا، وہ قابل اعتماد نہیں ہے اور میں نے ان سے توأمہ کے آزاد کردہ غلام صالح کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے فرمایا، وہ ثقہ نہیں ہے، میں نے ان سے ابوالحویرث (عبدالرحمٰن بن معاویہ) کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے کہا، وہ معتبر نہیں ہے، میں نے ان سے، اس شعبہ کے بارے میں پوچھا، جس سے ابن ابی ذئب (محمد بن عبدالرحمٰن بن مغیرہ القرشی) روایت کرتے ہیں تو انہوں نے جواب دیا، وہ قابل اعتماد نہیں ہے، اور میں نے ان سے حرام بن عثمان کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے فرمایا، وہ قابل اعتماد نہیں ہے، میں نے امام مالک سے ان پانچ کے بارے میں دریافت کیا چنانچہ انہوں نے ان سب کے بارے میں فرمایا، وہ حدیث بیان کرتے ہی، معتبر نہیں ہیں اور میں نے ان سے ایک اور آدمی کے بارے میں پوچھا، جس کا نام مجھے یاد نہیں رہا، تو انہوں نے جواب دیا، کیا، تم نے اس سے میری کتابوں میں روایت دیکھی ہے؟ میں نے کہا، نہیں، فرمایا، اگر وہ ثقہ ہوتا تو اس سے میری کتابوں میں روایت دیکھ لیتے۔

فائدہ:...... امام مالک نے اپنی کتابوں میں صرف ان راویوں سے روایت اپنی کتابوں میں درج کی ہے، جو ان کے نزدیک ثقہ اور قابل اعتماد تھے، لیکن یہ ضروری نہیں ہے کہ وہ سب دوسرے ائمہ کے نزدیک بھی ثقہ اور معتبر ہوں اور وہ شعبہ جس کو امام مالک غیر ثقہ قرار دیتے ہیں، یہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے آزاد کردہ غلام اور ان کا شاگرد تھا، جس کو قرشی اور ہاشمی کہتے تھے، احمد بن حنبل اور یحییٰ بن معین نے اس کے بارے میں کہا ہے، لیس بہ بأس، اور معروف و مشہور شعبہ بن الحجاج وہ تو ایک جلیل القدر، بلند پایہ محدث ہیں، جن کا شمار ائمہ جرح و تعدیل میں ہوتا ہے۔

[86] وَحَدَّثَنِي الْفَضْلُ بْنُ سَهْلٍ. قَالَ حَدَّثَنِي يَحْيَىٰ بْنُ مَعِيْنٍ. حَدَّثَنَا حَجَّاجٌ......

[86] انفرد به مسلم۔ انظر التحفة)) برقم (١٩٣١٦)

عَنِ ابْنِ اَبِیْ ذِئْبٍ عَنْ شُرَحْبِیْلَ بْنِ سَعْدٍ وَكَانَ مُتَّهَمًا۔

[86] حجاج کہتے ہیں، ہمیں ابن ابی ذئب نے شرحبیل بن سعد سے روایات سنائیں، لیکن وہ حدیث میں متہم تھا، یعنی اس پر کذب بیانی کا الزام ہے۔

فائدہ:...... شرحبیل بن سعد یہ مغازی کا جلیل القدر امام ہے، اور بقول ابن عیینہ، مغازی میں اس سے بڑھ کر کوئی نہ تھا، لیکن یہ آخر میں انتہائی تنگدست ہوگیا اور کذب بیانی سے کام لینے لگا، حضرت زید بن ثابت اور دوسرے صحابہ کرام سے روایت لی ہے، آخر میں اختلاط کا شکار ہوگیا، ابن خزیمہ اور ابن حبان نے اس کی روایات لی ہیں۔

[87] وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ قُهْزَاذَ . قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا إِسْحَاقَ الطَّالِقَانِيَّ يَقُوْلُ: سَمِعْتُ......

عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ الْمُبَارَكِ يَقُوْلُ لَوْ خُيِّرْتُ بَيْنَ اَنْ اَدْخُلَ الْجَنَّةَ وَبَيْنَ اَنْ اَلْقٰى عَبْدَ اللّٰهِ بْنِ مُحَرَّرٍ لَاخْتَرْتُ اَنْ اَلْقَاهُ ثُمَّ اَدْخُلَ الْجَنَّةَ فَلَمَّا رَاَيْتُهٗ كَانَتْ بَعْرَةٌ اَحَبَّ اِلَيَّ مِنْهُ۔

[87] حضرت ابن مبارک کہتے ہیں، مجھے عبد اللہ بن محرر سے ملنے کا اس قدر اشتیاق تھا کہ اگر مجھے یہ اختیار دیا جاتا کہ جنت میں داخل ہو جاؤ یا عبد اللہ بن محرر سے مل لو، تو میں یہ پسند کرتا کہ پہلے اس سے ملوں پھر جنت میں داخل ہوں، لیکن جب میں نے اس کو دیکھا تو میرے نزدیک مینگنی کی اس سے زیادہ قدر تھی، (یعنی جب اس قدر شوق اور عقیدت کے بعد ملاقات کا موقع ملا، تو وہ انتہائی نکما نکلا)۔

[88] وَحَدَّثَنِي الْفَضْلُ بْنُ سَهْلٍ . حَدَّثَنَا وَلِيْدُ بْنُ صَالِحٍ . قَالَ: قَالَ عُبَيْدُ اللهِ بْنِ عَمْرٍو......

عَنْ زَيْدٍ يَعْنِي ابْنَ اَبِيْ اُنَيْسَةَ قَالَ لَا تَاْ خُذُوْا عَنْ اَخِيْ۔

[88] عبید اللہ بن عمرو بیان کرتے ہیں، زید یعنی ابن ابی انیسہ نے کہا، میرے بھائی سے روایت نہ لو۔

فائدہ:...... محدثین کے نزدیک دین یعنی قرآن و حدیث کا تحفظ و دفاع اس قدر اہم اور عزیز تھا کہ وہ اس کی خاطر کسی عزیز ترین فرد، بھائی، باپ اور بیٹے کا بھی لحاظ نہیں کرتے تھے، ان کے عیوب و نقائص بھی بیان کر دیتے۔

[89] وَحَدَّثَنِي أَحْمَدُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الدَّوْرَقِيُّ . قَالَ: حَدَّثَنِي عَبْدُ السَّلَامِ الْوَابِصِيُّ . قَالَ: حَدَّثَنِي عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ جَعْفَرٍ الرَّقِّيُّ......

عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ كَانَ يَحْيَى بْنُ اَبِي اُنَيْسَةَ كَذَّابًا

[89] عبید اللہ بن عمرو رحمہ اللہ کہتے ہیں، یحییٰ بن ابی انیسہ جھوٹا تھا۔

---

[87] انفرد به مسلم۔ انظر ((التحفة)) برقم (١٨٩٣٢)

[88] انفرد به مسلم۔ انظر ((التحفة)) برقم (١٨٦٦٧)

[89] انفرد به مسلم۔ انظر ((التحفة)) برقم (١٨٩٩٤)

[90] حَدَّثَنِي أَحْمَدُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ . قَالَ: حَدَّثَنِي سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ......

عَنْ حَمَّادِ بْنِ زَيْدٍ قَالَ ذُكِرَ فَرْقَدٌ عِنْدَ اَيُّوبَ فَقَالَ اِنَّ فَرْقَدًا لَيْسَ صَاحِبَ حَدِيْثٍ۔

[90] حماد بن زید بیان کرتے ہیں، ایوب کے سامنے فرقد (سنجی، عابد، زاہد) کا ذکر کیا گیا تو انہوں نے کہا، وہ حدیث کا اہل نہیں ہے۔

فائدہ:...... ابو یعقوب فرقد بن یعقوب تابعی ایک جلیل القدر عابد، زاہد تھا، لیکن اس کا حافظہ نکما تھا، اس لیے مرسل اور موقوف روایات کو بھی غیر شعوری طور پر مرفوع اور مسند بنا ڈالتا تھا، اس لیے امام ساجی نے لکھا ہے کہ وہ احکام وسنن میں لائق اعتماد اور حجت نہیں ہے۔

[91] عَنْ عَبْدِالرَّحْمٰنِ بْنِ بِشْرٍ الْعَبْدِيِّ قَالَ سَمِعْتُ يَحْيَى بْنَ سَعِيْدِ الْقَطَّانَ وَذُكِرَ عِنْدَهُ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عُبَيْدِ بْنِ عُمَيْرِ اللَّيْثِيُّ فَضَعَّفَهُ جِدًّا فَقِيْلَ لِيَحْيٰى اَضْعَفُ مِنْ يَّعْقُوْبَ بْنِ عَطَآءٍ قَالَ نَعَمْ ثُمَّ قَالَ مَا كُنْتُ اَرٰى اَنَّ اَحَدًا يَرْوِىْ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عُبَيْدِ بْنِ عُمَيْرٍ

[91] عبدالرحمٰن بن بشر عبدی بیان کرتے ہیں، یحییٰ بن سعید القطان کے سامنے محمد بن عبداللہ بن عبید بن عمیر لیثی کا ذکر کیا گیا، تو انہوں نے اسے بہت ضعیف قرار دیا، یحییٰ سے پوچھا گیا، کیا وہ یعقوب بن عطاء سے بھی زیادہ ضعیف ہے؟ انہوں نے کہا، ہاں، پھر کہا، میں نہیں سمجھتا کہ کوئی محمد بن عبداللہ بن عبید بن عمیر سے روایت کرتا ہوگا۔

[92] عَنْ بِشْرِ بْنِ الْحَكَمِ قَالَ سَمِعْتُ يَحْيَى بْنَ سَعِيْدِ الْقَطَّانَ ضَعَّفَ حَكِيْمَ بْنَ جُبَيْرٍ وَعَبْدَ الْاَعْلٰى وَضَعَّفَ يَحْيَى بْنَ مُوْسَى بْنِ دِيْنَارٍ قَالَ حَدِيْثُهٗ رِيْحٌ وَضَعَّفَ مُوْسَى بْنَ الدِّهْقَانَ وَعِيْسَى ابْنَ اَبِىْ عِيْسَى الْمَدَنِيَّ وَسَمِعْتُ الْحَسَنَ بْنَ عِيْسٰى يَقُوْلُ قَالَ لِىَ ابْنُ الْمُبَارَكِ اِذَا قَدِمْتَ عَلٰى جَرِيْرٍ فَاكْتُبْ عِلْمَهٗ كُلَّهٗ اِلَّا حَدِيْثَ ثَلٰثَةٍ لَا تَكْتُبْ حَدِيْثَ عُبَيْدَةَ بْنِ مُعَتِّبٍ وَالسَّرِيِّ بْنِ اِسْمٰعِيْلَ مُحَمَّدِ بْنِ سَالِمٍ

[92] بشر بن حکم رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں، میں نے یحییٰ بن سعید القطان سے سنا، انہوں نے حکیم بن جبیر اور عبد الاعلیٰ کو ضعیف قرار دیا، اور یحییٰ بن موسیٰ کی تضعیف کی اور فرمایا، اس کی حدیث ریح (ہوا) ہے، یعنی اس کی کوئی

[90] انفرد به مسلم۔ انظر ((التحفة)) برقم (١٨٤٤٩)

[91] انفرد به مسلم۔ انظر ((التحفة)) برقم (١٩٥٣٩)

[92] انفرد به مسلم۔ انظر ((التحفة)) برقم (١٩٥٣٩) و (١٨٩٣٣)

حیثیت نہیں ہے، اور انہوں نے موسیٰ بن دہقان اور عیسیٰ بن ابی عیسیٰ مدنی کو بھی ضعیف قرار دیا، اور حسن بن عیسیٰ کہتے ہیں، مجھے عبداللہ بن مبارک نے کہا، جب تم جریر کی خدمت میں حاضر ہو، تو اس کا تمام علم (احادیث) لکھ لینا، مگر تین راویوں کی روایات، عبیدہ بن معتب، سری بن اسماعیل اور محمد بن سالم کی روایات نہ لکھنا، (کیونکہ یہ تینوں ضعیف اور متروک راوی ہیں)۔

فائدہ :...... یحییٰ بن موسیٰ بن دینار، کا لفظ کسی راوی کا وہم ہے، کیونکہ امام مسلم رحمہ اللہ کا مقصد تو یہ ہے کہ یحییٰ نے یعنی یحییٰ بن سعید القطان نے موسیٰ بن دینار کو ضعیف قرار دیا، یہ مقصد تو نہیں ہے کہ یحییٰ بن موسیٰ کو ضعیف قرار دیا۔

قَالَ مُسْلِمُ بْنُ الْحَجَّاجِ وَاَشْبَاهُ مَا ذَكَرْنَا مِنْ كَلَامِ اَهْلِ الْعِلْمِ فِي مُتَّهَمِي رُوَاةِ الْحَدِيْثِ وَاَخْبَارِهِمْ عَنْ مَعَائِبِهِمْ كَثِيْرٌ يَطُوْلُ الْكِتٰبُ بِذِكْرِهٖ عَلَى اسْتِقْصَآءِهٖ وَفِيْمَا ذَكَرْنَا كِفَايَةٌ لِّمَنْ تَفَهَّمَ وَعَقَلَ مَذْهَبَ الْقَوْمِ فِيْمَا قَالُوْا مِنْ ذٰلِكَ وَبَيَّنُوْا۔

امام مسلم فرماتے ہیں، اہل علم کا حدیث میں متہم راویوں پر نقد اور ان کے معائب و نقائص کی آ گاہی و اطلاع کے بارے میں ہم نے جو کلام نقل کیا ہے، اس جیسا کلام بہت زیادہ ہے، اگر ہم سب کا استیعاب کریں تو اس کے بیان سے کتاب میں طوالت پیدا ہو جائے گی، اور ہم نے ائمہ کا جو کلام بیان کر دیا ہے جو انسان ان کے اقوال اور بیان کو سمجھ لے گا اور محدثین کے طرز عمل کو جان لے گا، اس کے لیے ہم نے جو کچھ بیان کر دیا ہے وہی کافی ہے، (کیونکہ اصل مقصود تو محدثین کا راویوں کے سلسلہ میں طرز عمل بیان کرنا ہے، تا کہ اس کو نمونہ اور معیار بنایا جائے، جرح و تعدیل کی کوئی مستقل کتاب لکھنی تو مطلوب نہیں ہے، اس فن پر تو الگ اور مستقل کتب موجود ہیں)۔

وَاِنَّمَآ اَلْزَمُوْآ اَنْفُسَهُمُ الْكَشْفَ عَنْ مَعَآئِبِ رُوَاةِ الْحَدِيْثِ وَنَاقِلِى الْاَخْبَارِ وَاَفْتَوْا بِذٰلِكَ حِيْنَ سُئِلُوْا لِمَا فِيْهِ مِنْ عَظِيْمِ الْخَطَرِ اِذِ الْاَخْبَارُ فِي اَمْرِ الدِّيْنِ اِنَّمَا تَاْتِىْ بِتَحْلِيْلٍ اَوْ تَحْرِيْمٍ اَوْ اَمْرٍ اَوْ نَهْيٍ اَوْ تَرْغِيْبٍ اَوْ تَرْهِيْبٍ فَاِذَا كَانَ الرَّاوِى لَهَا لَيْسَ بِمَعْدَنٍ لِلصِّدْقِ وَالْاَمَانَةِ ثُمَّ اَقْدَمَ عَلَى الرِّوَايَةِ عَنْهُ مَنْ قَدْ عَرَفَهٗ وَلَمْ يُبَيِّنْ مَافِيْهِ لِغَيْرِهٖ مِمَّنْ جَهِلَ مَعْرِفَتَهٗ كَانَ اٰثِمًا بِفِعْلِهٖ ذٰلِكَ غَآشًّا لِعَوَامِ الْمُسْلِمِيْنَ اِذْ لَا يُؤْمَنُ عَلٰى بَعْضِ مَنْ سَمِعَ تِلْكَ الْاَخْبَارَ اَنْ يَّسْتَعْمِلَهَآ اَوْ يَسْتَعْمِلَ بَعْضَهَا وَلَعَلَّهَا اَوْ اَكْثَرَهَآ اَكَاذِيْبُ لَا اَصْلَ لَهَا مَعَ اَنَّ الْاَخْبَارَ الصِّحَاحَ مِنْ رِّوَايَةِ الثِّقَاتِ وَاَهْلِ الْقَنَاعَةِ اَكْثَرُ مِنْ اَنْ يُّضْطَرَّ اِلٰى نَقْلِ مَنْ لَّيْسَ بِثِقَةٍ وَّ لَا مَقْنَعٍ۔

اور محدثین نے حدیث کے راویوں اور اخبار (احادیث) نقل کرنے والوں کے نقائص بیان کرنے (لکھوانے) کا اپنے آپ کو محض اس وجہ سے پابند بنایا ہے، اور جب ان سے اس کے بارے میں پوچھا گیا، تو اس کے جواز کا فتویٰ دیا، کیونکہ یہ بہت اہمیت اور شان والا کام ہے، کیونکہ دین کے معاملہ کے سلسلہ میں جو اخبار و احادیث وارد ہوئی ہیں، ان میں تو کسی چیز حلت یا حرمت، یا حکم یا نہی یا ترغیب (شوق و رغبت دلانے) یا ترہیب (خوف و ڈر دلانے) کا بیان ہے، تو جب ان کے بیان کرنے والا راوی، صدق و امانت کا منبع نہیں ہے، یعنی صدق و امانت سے متصف نہیں ہے، پھر اس کے باوجود ان سے روایت کرنے کا اقدام و جسارت ایسا شخص کرتا ہے، جو ان کی معرفت اور شناخت رکھتا ہے، اور اس کے عیب و نقص کو ان دوسروں کے لیے بیان نہیں کرتا، جو ان کی اصل حقیقت یا اصلیت کی معرفت نہیں رکھتا، تو ایسا نسان اس کتمان علم کی بنا پر گناہ گار ہو گا، اور مسلمان عوام سے فریب اور دغا کرنے والا ہو گا، کیونکہ جو لوگ ان اخبار (احادیث) کو سنیں گے، ان میں سے بعض کے بارے میں اس سے بے خوف یا مطمئن نہیں ہوا جا سکتا کہ وہ ان احادیث پر عمل کریں گے، یا ان میں سے بعض احادیث پر عمل کریں گے اور ممکن ہے یہ سب یا ان میں سے اکثر روایات جھوٹ ہوں، جن کی کوئی اصلیت یا حقیقت ہی نہ ہو، حالانکہ ثقہ اور معتبر راویوں جن پر قناعت و اعتماد ہو سکتا ہے، (کیونکہ وہ عدالت وضبط سے متصف ہیں) کی صحیح روایات اس قدر زیادہ ہیں کہ ان کی موجودگی میں نا قابل اعتماد اور جن پر قناعت و اعتماد نہیں ہو سکتا، کی روایات نقل کرنے کی مجبوری یا ضرورت نہیں ہے۔

فائدہ :...... احادیث، قرآن کا بیان اور توضیح و تشریح ہیں، اس کے اجمال کی تفصیل، مشکل کی تشریح اور مجمل کی توضیح اور عملی بیان ہیں، اس لیے ان پر دین کا دارومدار اور انحصار ہے، ان کے بغیر قرآن اور دین کا فہم اور اس پر عمل ممکن نہیں ہے، اس لیے ان کا تحفظ اور دفاع، آمیزش و اختلاط سے پاک صاف رکھنا امت کا فریضہ ہے، اور اللہ، اس کی کتاب، اس کے رسول اور عام مسلمانوں کی خیر خواہی و نصیحت کا تقاضا ہے کہ اس فریضہ کو سرانجام دیا جائے کہ صحیح احادیث میں، باطل، منکر اور ضعیف احادیث کی آمیزش نہ ہو سکے اور یہ کام اس کے بغیر ممکن نہیں ہے کہ حدیث بیان کرنے والے راویوں کے عیوب و نقائص کو ناواقف لوگوں کے سامنے بیان کر دیا جائے، تاکہ وہ ان سے دھوکہ نہ کھا جائیں، اور ان کی غلط اور نا قابل اعتبار باتوں کو حدیث سمجھ کر قبول نہ کر لیں، اس سے اگرچہ ان کا شخصی وقار مجروح ہو گا، لیکن دین و شریعت اور قرآن و سنت کا تحفظ و دفاع ہو گا، جو ایک امت کا ایک اجتماعی اور دینی فریضہ ہے، اور امتِ کے اجتماعی مفاد کو شخصی اور انفرادی مفاد کی بھینٹ نہیں چڑھایا جا سکتا، اور ثقہ اور قابل اعتماد لوگوں کی صحیح روایات، اس کثرت سے موجود ہیں کہ ان کی موجودگی میں کسی باطل، بے اصل اور ضعیف روایت کو قبول کرنے کی ضرورت نہیں ہے کہ اس کی خاطر غیر ثقہ لوگوں کو گوارا کر لیا جائے، ہاں، اس کی ایک وجہ وہ

ہوسکتی ہے، جس کو آگے امام مسلم رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں، یعنی اپنی کثرت معلومات کی عوام الناس پر دھاک بٹھانا کہ دیکھو ہمیں کس قدر اور کتنی عجیب وغریب احادیث یاد ہیں۔

وَلَا اَحْسِبُ كَثِيْرًا مِمَّنْ يُّعَرِّجُ مِنَ النَّاسِ عَلٰى مَا وَصَفْنَا مِنْ هٰذِهِ الْاَحَادِيْثِ الضِّعَافِ وَالْاَسَانِيْدِ الْمَجْهُوْلَةِ وَيَعْتَدُّ بِرِوَايَتِهَا بَعْدَ مَعْرِفَتِهٖ بِمَا فِيْهَا مِنَ التَّوَهُّنِ وَالضُّعْفِ اِلَّا اَنَّ الَّذِيْ يَحْمِلُهٗ عَلٰى رِوَايَتِهَا وَالْاِعْتِدَادِ بِهَا اِرَادَةُ التَّكْثِيْرِ بِذٰلِكَ عِنْدَ الْعَوَامِّ وَلِاَنْ يُّقَالَ مَا اَكْثَرَ مَا جَمَعَ فُلَانٌ مِّنَ الْحَدِيْثِ وَاَلَّفَ مِنَ الْعَدَدِ وَمَنْ ذَهَبَ فِي الْعِلْمِ هٰذَا الْمَذْهَبَ وَسَلَكَ هٰذَا الطَّرِيْقَ فَلَا نَصِيْبَ لَهٗ فِيْهِ وَكَانَ بِاَنْ يُّسَمّٰى جَاهِلًا اَوْلٰى مِنْ اَنْ يُّنْسَبَ اِلَى الْعِلْمِ۔

اور میں سمجھتا ہوں، بہت سے وہ لوگ جنہوں نے ان ضعیف احادیث اور مجہول سندوں (جن کے راویوں کے بارے میں معلوم نہیں) کی طرف توجہ دی ہے اور ان میں جو کمزوری اور ضعف ہے، اس کے جان لینے کے بعد بھی ان کے بیان کو قابل اعتبار سمجھا ہے، ان کی غرض وسبب اس کے سوا کچھ نہیں ہے کہ ان روایات کو بیان کر کے اور ان کو شمار کر کے عوام کے سامنے اپنے علم کی کثرت وزیادتی ثابت کریں (کہ ہم بڑی معلومات رکھتے ہیں، بڑے عالم اور فاضل ہیں) اور یہ کہا جا سکے فلاں شخص نے کس قدر زیادہ احادیث جمع کی ہیں، اور کتنی تعداد میں ان کو جمع کیا ہے، اور جو انسان علم میں یہ راستہ چلتا ہے، اور اس ڈگر وطریقہ کو اختیار کرتا ہے، اس کا صحیح علم میں کوئی حصہ نہیں ہے، اور اس کو جاہل کہنا اس سے زیادہ مناسب وبہتر ہے کہ اس کی علم کی طرف نسبت کی جائے اور عالم کہا جائے۔

نوٹ:...... صحیح مسلم بشرح النووی، مطبع مصریہ از ہر اور پاکستانی نسخوں میں، حدیث مُعَنْعَن سے احتجاج کی صحت کا یہاں عنوان قائم کیا گیا ہے۔ اس لیے ہم نے یہ عبارت یہاں لکھ دی ہے اگرچہ علامہ نووی کا نسخہ جو ہمارے پیش نظر ہے اس میں یہ عنوان آگے آئے گا۔

وَقَدْ تَكَلَّمَ بَعْضُ مُنْتَحِلِي الْحَدِيْثِ مِنْ اَهْلِ عَصْرِنَا فِيْ تَصْحِيْحِ الْاَسَانِيْدِ وَتَسْقِيْمِهَا بِقَوْلٍ لَّوْ ضَرَبْنَا عَنْ حِكَايَتِهٖ وَذِكْرِ فَسَادِهٖ صَفْحًا لَّكَانَ رَاْيًا مَتِيْنًا وَّ مَذْهَبًا صَحِيْحًا اِذِ الْاِعْرَاضُ عَنِ الْقَوْلِ الْمُطَّرَحِ اَحْرٰى لِاِمَاتَتِهٖ وَاِخْمَالِ ذِكْرِ قَائِلِهٖ وَاَجْدَرُ اَنْ لَّا يَكُوْنَ ذٰلِكَ تَنْبِيْهًا لِّلْجُهَّالِ عَلَيْهِ غَيْرَ اَنَّ لَمَّا تَخَوَّفْنَا مِنْ شُرُوْرِ الْعَوَاقِبِ وَاغْتِرَارِ الْجَهَلَةِ بِمُحْدَثَاتِ الْاُمُوْرِ وَاِسْرَاعِهِمْ اِلَى اعْتِقَادِ خَطَاءِ الْمُخْطِئِيْنَ وَ الْاَقْوَالِ السَّاقِطَةِ عِنْدَ الْعُلَمَاءِ رَاَيْنَا الْكَشْفَ عَنْ فَسَادِ قَوْلِهٖ وَرَدَّ مَقَالَتِهٖ بِقَدْرِ مَا يَلِيْقُ بِهَا مِنَ الرَّدِّ اَجْدٰى عَلَى الْاَنَامِ وَاَحْمَدَ لِلْعَاقِبَةِ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ۔

ہمارے معاصرین میں سے بعض حضرات جو علم حدیث کی مہارت کا دعویٰ رکھتے ہیں، نے اسانید کی تصحیح (صحیح قرار دینا) اور تسقیم (سقیم و کمزور قرار دینا کے بارے میں) ایسی گفتگو کی ہے کہ اگر ہم اس کی نقل سے اعراض کریں، اور اس کے فساد و بگاڑ کے ذکر سے پہلو تہی کریں، تو یہ ایک پختہ رائے اور صحیح نظریہ ہوگا، کیونکہ نظرانداز کردہ اور گرے پڑے قول سے اعراض کرنا ہی (اس پر توجہ اور اس کو اہمیت نہ دینا) اس کو مٹانے اور اس کے کہنے والے کے نام کو گم کرنے کے لیے زیادہ مناسب ہے، اور زیادہ بہتر اور قابل قبول یہی ہے کہ اس کا ذکر کر کے اس سے ناواقفوں کو آگاہ نہ کیا جائے، مگر چونکہ ہمیں یہ اندیشہ اور خطرہ محسوس ہوا کہ اس کا انجام اور نتیجہ برا ہوگا، جاہل لوگ نئی نئی باتوں سے دھوکا کھا جاتے ہیں، (ان پر فریفتہ اور ان کے دلدادہ ہو جاتے ہیں) اور بہت جلد خطا کر جانے والوں کی خطا و غلطی اور علماء کی نظر میں گرے پڑے اقوال کا اعتقاد کر لیتے ہیں، اس لیے ہماری رائے یہی ٹھہری کہ اس کے قول کا فساد ظاہر کریں، اور بقدر لائق، اس کے قول کی تردید کرنا لوگوں کے لیے زیادہ مفید ہے اور انجام کے لحاظ سے زیادہ قابل تعریف ہے۔ ان شاء اللہ۔

وَزَعَمَ الْقَائِلُ الَّذِی افْتَتَحْنَا الْكَلَامَ عَلَى الْحِكَايَةِ عَنْ قَوْلِهِ وَالْاَخْبَارِ عَنْ سُوْءِ رَوِيَّتِهِ اَنَّ كُلَّ اِسْنَادٍ لِحَدِيْثٍ فِيْهِ فُلَانٌ عَنْ فُلَانٍ وَقَدْ اَحَاطَ الْعِلْمُ بِاَنَّهُمَا قَدْ كَانَا فِیْ عَصْرٍ وَّاحِدٍ وَجَائِزٌ اَنْ يَّكُوْنَ الْحَدِيْثُ الَّذِیْ رَوَى رَّاوِیْ عَمَّنْ رَّوَى عَنْهُ قَدْ سَمِعَهُ مِنْهُ وَشَافَهَا بِهٖ غَيْرَ اَنَّهٗ لَا نَعْلَمُ لَهٗ مِنْهُ سِمَاعًا وَّلَمْ نَجِدْ فِیْ شَیْءٍ مِّنَ الرِّوَايَاتِ اَنَّهُمَا الْتَقَيَا قَطُّ اَوْ تَشَافَهَا بِحَدِيْثٍ اَنَّ الْحُجَّةَ لَا تَقُوْمُ عِنْدَهٗ بِكُلِّ خَبَرٍ جَآءَ هٰذَا الْمَجِیْءَ حَتّٰى يَكُوْنَ عِنْدَهُ الْعِلْمُ بِاَنَّهُمَا قَدِ اجْتَمَعَا مِنْ دَهْرِهِمَا مَرَّةً فَصَاعِدًا اَوْ تَشَافَهَا بِالْحَدِيْثِ بَيْنَهُمَا اَوْ يَرِدُ خَبَرٌ فِيْهِ بَيَانُ اجْتِمَاعِهِمَا اَوْ تَلَاقِيْهِمَا مَرَّةً مِّنْ دَهْرِهِمَا فَمَا فَوْقَهَا فَاِنْ لَّمْ يَكُنْ عِنْدَهٗ عِلْمُ ذٰلِكَ وَلَمْ يَاْتِ رِوَايَةٌ تُخْبِرُ اَنَّ هٰذَا الرَّاوِیَ عَنْ صَاحِبِهٖ قَدْ لَقِيَهٗ مَرَّةً وَسَمِعَ مِنْهُ شَيْئًا لَّمْ يَكُنْ فِیْ نَقْلِهِ الْخَبَرَ عَمَّنْ رُّوِیَ عَنْهُ عِلْمُ ذٰلِكَ وَالْاَمْرُ كَمَا وَصَفْنَا حُجَّةٌ وَكَانَ الْخَبَرُ عِنْدَهٗ مَوْقُوْفًا حَتّٰى يَرِدَ عَلَيْهِ سِمَاعُهٗ مِنْهُ بِشَیْءٍ مِّنَ الْحَدِيْثِ قَلَّ اَوْكَثُرَ فِیْ رِوَايَةٍ مِّثْلِ مَاوَرَدَ

اور وہ بات کرنے والا شخص جس کے قول کی نقل اور اس کی بدفکری یا رائے سے آگاہی سے ہم نے کلام کا آغاز کیا، اس کا خیال و گمان ہے کہ ہر وہ حدیث جس کی سند میں فلان عن فلان ہو، جبکہ ہمیں یقینی طور پر علم ہو چکا ہو کہ وہ دونوں ایک دور اور زمانہ کے ہیں، اور یہ ممکن اور جائز ہے کہ اس حدیث کا راوی، جس شخص سے یہ روایت کر رہا ہے، اس سے اسے سن چکا ہے، اور اس کے منہ سے (روبرو) اس کو لے چکا ہے، ہاں اتنی بات ہے، ہمیں اس سے سماع

(سننے) کا علم نہیں ہے اور کسی روایت میں ہم یہ نہیں پاتے کہ وہ کبھی ملے ہوں یا کوئی حدیث روبرو (بالمشافہ) بیان کی ہو، تو اس کے نزدیک اس انداز اور طریقہ پر آنے والی روایت حجت نہیں بن سکتی، (اس سے استدلال نہیں ہوسکتا) جب تک اسے اس بات کا علم نہ ہو جائے کہ وہ دونوں کبھی اپنے دور زمانہ میں ایک یا اس سے زائد دفعہ اکٹھے ہوئے تھے، یا روبرو (آمنے سامنے بیٹھ کر) حدیث سنائی تھی، یا کوئی ایسی خبر واطلاع ہو، جس میں یہ وضاحت ہو کہ وہ دونوں اپنے دور میں کبھی ایک یا زائد مرتبہ جمع ہوئے تھے اور ملے تھے، اگر اسے اس کا علم نہ ہو سکے، اور کوئی ایسی صحیح روایت بھی نہ ہو، جو یہ خبر واطلاع دے کہ یہ راوی اپنے استاد کو ایک دفعہ مل چکا ہے، اور اس سے کچھ سن چکا ہے تو ایسی حدیث کی نقل وخبر، جس کی روایت کی صورت وہ ہے جو ہم بیان کر چکے ہیں، (کہ راوی اور اس کا استاد ہم عصر ہیں اور ان کی ملاقات کا امکان ہے) حجت اور دلیل نہیں بن سکتی، اور اس حدیث کے بارے میں اس کے نزدیک اس وقت تک توقف کیا جائے گا حتی کہ اس کو پتہ چل جائے کہ اس نے اپنے استاد سے کم یا زیادہ حدیث سنی ہے، ایسے آنے والی کسی ایک حدیث سے سہی۔

فائدہ:...... فلان عن فلان کی صورت میں بیان کردہ حدیث کو مُعَنْعَن حدیث کہتے ہیں، چونکہ اس حدیث میں راوی اس بات کی تصریح یا وضاحت نہیں کرتا کہ اس نے یہ حدیث اپنے استاد سے سنی ہے یا اس نے مجھ سے بیان کی ہے، تو اس لیے یہ شبہ پیدا ہو جاتا ہے، شاید اس نے اپنے مروی عنہ جس سے روایت کر رہا ہے، یہ روایت رو برو اور بلاواسطہ براہ راست نہ سنی ہو، درمیان میں کوئی اور واسطہ اور راوی ہو، اور یہ روایت اس تک بالواسطہ، دوسرے راوی کے ذریعہ پہنچی ہو، اور اس نے اس واسطہ، دوسرے راوی کو نظر انداز کر دیا ہے، اور اس کا نام نہیں لیا، اس شبہ کی بنا پر، اس حدیث کے حجت اور لائق استناد ہونے میں اختلاف ہے، بعض حضرات کے نزدیک، معنعن حدیث کسی صورت میں حجت نہیں ہے، اور امام مسلم کا نظریہ، یہ ہے کہ اگر راوی اور مروی عنہ جس سے وہ روایات بیان کر رہا ہے، دونوں ہم عصر ہوں اور ان کی ملاقات کا امکان ہو، اور راوی مدلس نہ ہو، یعنی جس استاد سے اسے سماع حاصل ہے، اس سے ایسی روایت بیان نہ کرتا ہو، جو اس سے سنی نہیں ہے کسی اور سے سنی ہے اور اس کو گرا عن کے ذریعہ یہ روایت بھی اپنے استاد کی طرف منسوب کر دی ہے، امام مسلم اور بعض دوسرے حضرات کے نزدیک، یہ روایت حجت ہے اگرچہ دونوں کی ملاقات خارج میں ثابت نہ ہو، محض امکان ملاقات ہی ملاقات کے قائم مقام ہوگا، لیکن امام علی بن المدینی، امام بخاری وغیرہ حضرات کا نظریہ یہ ہے کہ جب تک ایک یا زائد دفعہ ملاقات ثابت نہ ہو، محض ملاقات کا امکان ہو، تو یہ روایت حجت یا لائق استدلال نہیں ہے، اور صحیح قول یہی ہے، امکان ملاقات کافی نہیں ہے، ملاقات کا ثبوت اور علم ہونا چاہیے، امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے اس نظریہ اور رائے کی بڑے شد و مد اور انتہائی سخت انداز میں تردید کی ہے، اور اس قول کے قائل کو جعلی اور بناوٹی محدث قرار دیا ہے، معلوم ہوتا ہے، امام مسلم کو اس بات کا علم نہیں

تھا، کہ ان کے جلیل القدر اساتذہ علی بن المدینی اور امام بخاری کا موقف بھی یہی ہے، اس کی وجہ ہم آگے بیان کریں گے۔

۷...... صِحَّةِ الْاِحْتِجَاجِ بِالْحَدِيْثِ الْمُعَنْعَنِ اِذَا اَمْكَنَ لِقَآءُ الْمُعَنْعِنِيْنَ وَلَمْ يَكُنْ فِيْهِمْ مُدَلِّس

باب ۷: حدیث معنعن سے استدلال کرنا، اس کو حجت و دلیل بنانا درست ہے

وَهٰذَا الْقَوْلُ يَرْحَمُكَ اللّٰهُ فِي الطَّعْنِ فِي الْاَسَانِيْدِ قَوْلٌ مُّخْتَرَعٌ مُّسْتَحْدَثٌ غَيْرُ مَسْبُوْقٍ صَاحِبُهٗ عَلَيْهِ وَلَا مُسَاعِدَ لَهٗ مِنْ اَهْلِ الْعِلْمِ عَلَيْهِ وَ ذٰلِكَ اَنَّ الْقَوْلَ الشَّآئِعَ الْمُتَّفَقَ عَلَيْهِ بَيْنَ اَهْلِ الْعِلْمِ بِالْاَخْبَارِ وَالرِّوَايَاتِ قَدِيْمًا وَّ حَدِيْثًا اَنَّ كُلَّ رَجُلٍ ثِقَةٍ رَوٰى عَنْ مِّثْلِهٖ حَدِيْثًا وَجَآئِزٌ مُّمْكِنٌ لَّهٗ لِقَآءُهٗ وَالسِّمَاعُ مِنْهُ لِكَوْنِهِمَا جَمِيْعًا كَانَا فِيْ عَصْرٍ وَّاحِدٍ وَاِنْ لَّمْ يَاْتِ فِيْ خَبَرٍ قَطُّ اَنَّهُمَا اجْتَمَعَا وَلَا تَشَافَهَا بِكَلَامٍ فَالرِّوَايَةُ ثَابِتَةٌ وَالْحُجَّةُ بِهَا لَازِمَةٌ اِلَّا اَنْ تَكُوْنَ هُنَاكَ دَلَالَةٌ بَيِّنَةٌ اَنَّ هٰذَا الرَّاوِيَ لَمْ يَلْقَ مَنْ رَّوٰى عَنْهُ اَوْ لَمْ يَسْمَعْ مِنْهُ شَيْئًا فَاَمَّا وَالْاَمْرُ مُبْهَمٌ عَلَى الْاِمْكَانِ الَّذِيْ فَسَّرْنَا فَالرِّوَايَةُ عَلَى السِّمَاعِ اَبَدًا حَتّٰى يَكُوْنَ الدَّلَالَةُ الَّتِيْ بَيَّنَّا

فَيُقَالُ لِمُخْتَرِعِ هٰذَا الْقَوْلِ الَّذِيْ وَصَفْنَا مَقَالَتَهٗ اَوْ لِلذَّابِّ عَنْهُ قَدْ اَعْطَيْتَ فِيْ جُمْلَةِ قَوْلِكَ اَنَّ خَبَرَ الْوَاحِدِ الثِّقَةِ عَنِ الْوَاحِدِ الثِّقَةِ حُجَّةٌ يَلْزَمُ بِهِ الْعَمَلُ ثُمَّ اَدْخَلْتَ فِيْهِ الشَّرْطَ بَعْدُ فَقُلْتَ حَتّٰى يُعْلَمَ اَنَّهُمَا قَدْ كَانَا الْتَقَيَا مَرَّةً فَصَاعِدًا اَوْسَمِعَ مِنْهُ شَيْئًا فَهَلْ تَجِدُ هٰذَا الشَّرْطَ الَّذِي اشْتَرَطْتَهٗ عَنْ اَحَدٍ يَّلْزَمُ قَوْلُهٗ وَاِلَّا فَهَلُمَّ دَلِيْلًا عَلٰى مَازَعَمْتَ فَاِنِ ادَّعٰى قَوْلَ اَحَدٍ مِّنْ عُلَمَآءِ السَّلَفِ بِمَازَعَمَ مِنْ اِدْخَالِ الشَّرِيْطَةِ فِيْ تَثْبِيْتِ الْخَبَرِ طُوْلِبَ بِهٖ وَلَنْ يَّجِدَ هُوَ وَلَا غَيْرُهٗ اِلٰى اِيْجَادِهٖ سَبِيْلًا وَاِنْ هُوَ ادَّعٰى فِيْمَا زَعَمَ دَلِيْلًا يَّحْتَجُّ بِهٖ قِيْلَ لَهٗ وَمَا ذَاكَ الدَّلِيْلُ۔

یہ (مذکورہ بالا) قول، اللہ تم پر رحم فرمائے...... سندوں پر طعن کرنے کے سلسلہ میں من گھڑت اور نیا قول ہے، اس قائل سے پہلے کسی نے یہ نہیں کہا، اور اہل علم میں سے کوئی اس کا معاون و حامی نہیں ہے، اس کا سبب اور وجہ یہ ہے کہ احادیث کا علم رکھنے والے قدیم اور جدید اہل علم میں شائع (مشہور، پھیلا ہوا) اتفاقی قول یہ ہے کہ ہر وہ شخص جو ثقہ ہے اور اپنے جیسے ثقہ سے کوئی حدیث بیان کرتا ہے اور اس سے اس کی ملاقات اور سماع (حدیث سننا) ممکن اور جائز ہے، کیونکہ وہ دونوں ایک دور میں تھے، (ان کا زمانہ ایک ہی ہے) اگرچہ کسی حدیث میں کبھی یہ تصریح نہیں ملی کہ وہ دونوں اکٹھے ہوئے تھے اور ان کی رو برو، آمنے سامنے گفتگو ہوئی تھی، بہر حال وہ حدیث صحیح ہے اور قابل

حجت ہے، الا یہ کہ اس کی جگہ، اس بات کی کھلی دلیل موجود ہو کہ یہ راوی جس سے روایت بیان کر رہا ہے، اس سے ملا نہیں ہے، یا اس سے کچھ سنا نہیں ہے، مگر اس صورت میں جبکہ معاملہ مبہم ہو، (سماع یا عدم سماع کی صراحت نہ ہو) اور امکان ملاقات کی وہ صورت موجود ہے، جس کی وضاحت ہم نے کی ہے، تو پھر یہ روایت ہمیشہ سماع پر محمول ہو گی، (اور متصل سمجھی جائے گی) حتی کہ اس کے خلاف واضح دلالت مل جائے کہ اس نے اس سے کچھ نہیں سنا اور نہ ملا ہے (پھر روایت متصل اور حجت نہیں ہو گی) اس قول کے موجد، جس کا قول ہم نے بیان کیا ہے، یا اس کا دفاع کرنے والے حمایتی سے کہا جائے گا، اپنے قول میں تم یہ مان چکے ہو کہ ایک قابل اعتماد شخص کی دوسرے قابل اعتماد شخص سے روایت ایسی حجت ہے، جس پر عمل کرنا ضروری ہے، پھر بعد میں تم نے ایک شرط داخل کر دی ہے، (شرط لگا دی ہے) اور آپ کہتے ہیں، حتی کہ ہم جان لیں، وہ دونوں ایک یا زائد دفعہ مل چکے ہوں، یا اس نے اس سے کوئی حدیث سنی ہو، تو کیا آپ یہ شرط جو آپ نے لگا دی ہے، کسی ایسے شخص کے ہاں پاتے ہیں، جس کا قول ماننا ضروری ولازی ہے؟ اگر نہیں تو اپنے دعویٰ پر کوئی دلیل پیش کریں، اگر وہ سلف علماء میں سے کسی کے قول کا دعویٰ کرے کہ جس شرط کا حدیث کے اتصال کے ثبوت کے لیے، اس نے دعویٰ کیا ہے، وہ اس کا قول بھی ہے، تو اس سے اس کا مطالبہ کیا جائے گا، اور اسے یا کسی اور کو اس قول کے پیش کرنے کی کوئی صورت یا راہ نہ مل سکے گی، اور اگر وہ اپنے دعویٰ کے حق میں قابل حجت دلیل پیش کرنے کا دعویٰ کرے، تو اس سے کہا جائے گا، وہ کون سی دلیل ہے؟ (پیش کرو)۔

فائدہ :...... ارسال کا معنی ہے، آزاد کرنا، کھول دینا، یعنی کسی راوی کو چھوڑ دینا، اس لیے مرسل روایات وہ ہوں گی، جس کسی سند سے کوئی راوی گرا ہو، چونکہ گرنے والے راوی کا پتہ نہیں ہے کہ وہ کون ہے، اس لیے جمہور محدثین اور بہت سے اصولی اور فقہاء حضرات کے نزدیک یہ حجت اور سند نہیں بن سکتی، لیکن امام ابوحنیفہ، مالک اور احمد کے مشہور قول کے مطابق، مرسل روایات حجت ہے، بشرطیکہ ارسال کرنے والا قابل اعتماد اور ثقہ ہو اور ثقہ ہی سے ارسال کرتا ہو، لیکن سوال یہ ہے، کیا یہ ضروری ہے، اگر وہ اس کے نزدیک ثقہ ہے تو دوسروں کے نزدیک بھی ثقہ ہو۔

فَاِنْ قَالَ قُلْتُهٗ لِاَنِّیْ وَجَدْتُ رُوَاةَ الْاَخْبَارِ قَدِیْمًا وَّحَدِیْثًا یَرْوِیْ اَحَدُهُمْ عَنِ الْاٰخَرِ الْحَدِیْثَ وَلَمَّا یُعَایِنْهُ وَلَا سَمِعَ مِنْهُ شَیْئًا قَطُّ فَلَمَّا رَاَیْتُهُمْ اسْتَجَازُوْا رِوَایَةَ الْحَدِیْثِ بَیْنَهُمْ هٰکَذَا عَلَی الْاِرْسَالِ مِنْ غَیْرِ سِمَاعٍ وَّالْمُرْسَلُ مِنَ الرِّوَایَاتِ فِیْ اَصْلِ قَوْلِنَا وَقَوْلِ اَهْلِ الْعِلْمِ بِالْاَخْبَارِ لَیْسَ بِحُجَّةٍ اِحْتَجْتُ لِمَا وَصَفْتُ مِنَ الْعِلَّةِ اِلَی الْبَحْثِ عَنْ سِمَاعِ الرَّاوِیْ کُلِّ خَبَرٍ عَنْ رَّاوِیْهِ فَاِذَا اَنَا هَجَمْتُ عَلٰی سِمَاعِهٖ مِنْهُ لِاَدْنٰی شَیْءٍ ثَبَتَ عِنْدِیْ بِذٰلِكَ جَمِیْعُ مَا یُرْوٰی عَنْهُ بَعْدُ فَاِنْ عَزَبَ عَنِّیْ مَعْرِفَةُ ذٰلِكَ اَوْقَفْتُ الْخَبَرَ وَلَمْ یَکُنْ عِنْدِیْ مَوْضِعَ حُجَّةٍ لِاِمْکَانِ الْاِرْسَالِ فِیْهِ۔

فَيُقَالُ لَهُ فَإِنْ كَانَتِ الْعِلَّةُ فِي تَضْعِيفِكَ الْخَبَرَ وَلِتُنْكِكَ الْاِحْتِجَاجَ بِهِ إِمْكَانَ الْإِرْسَالِ فِيهِ لَزِمَكَ أَنْ لَا تُثْبِتَ إِسْنَادًا مُعَنْعَنًا حَتَّى تَرَى فِيهِ السَّمَاعَ مِنْ أَوَّلِهِ إِلَى آخِرِهِ وَذٰلِكَ أَنَّ الْحَدِيثَ الْوَارِدَ عَلَيْنَا بِإِسْنَادِ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ فَبِيَقِينٍ نَعْلَمُ أَنَّ هِشَامًا قَدْ سَمِعَ مِنْ أَبِيهِ وَأَنَّ أَبَاهُ قَدْ سَمِعَ مِنْ عَائِشَةَ كَمَا نَعْلَمُ أَنَّ عَائِشَةَ قَدْ سَمِعَتْ مِنَ النَّبِيِّ ﷺ وَقَدْ يَجُوزُ إِذَا لَمْ يَقُلْ هِشَامٌ فِي رِوَايَةٍ يَرْوِيهَا عَنْ أَبِيهِ سَمِعْتُ أَوْ أَخْبَرَنِي أَنْ يَكُونَ بَيْنَهُ وَبَيْنَ أَبِيهِ فِي تِلْكَ الرِّوَايَةِ إِنْسَانٌ آخَرُ أَخْبَرَهُ بِهَا عَنْ أَبِيهِ وَلَمْ يَسْمَعْهَا هُوَ مِنْ أَبِيهِ لَمَّا أَحَبَّ أَنْ يَرْوِيَهَا مُرْسَلًا وَلَا يُسْنِدَهَا إِلَى مَنْ سَمِعَهَا مِنْهُ وَكَمَا يُمْكِنُ ذٰلِكَ فِي هِشَامٍ عَنْ أَبِيهِ فَهُوَ أَيْضًا مُمْكِنٌ فِي أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ وَكَذٰلِكَ كُلُّ إِسْنَادٍ لِحَدِيثٍ لَيْسَ فِيهِ ذِكْرُ سَمَاعِ بَعْضِهِمْ مِنْ بَعْضٍ وَإِنْ كَانَ قَدْ عُرِفَ فِي الْجُمْلَةِ أَنَّ كُلَّ وَاحِدٍ مِنْهُمْ قَدْ سَمِعَ مِنْ صَاحِبِهِ سَمَاعًا كَثِيرًا فَجَائِزٌ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمْ أَنْ يَنْزِلَ فِي بَعْضِ الرِّوَايَةِ فَيَسْمَعَ مِنْ غَيْرِهِ عَنْهُ بَعْضَ أَحَادِيثِهِ ثُمَّ يُرْسِلَهُ عَنْهُ أَحْيَانًا وَلَا يُسَمِّيَ مَنْ سَمِعَ مِنْهُ وَيَنْشَطَ أَحْيَانًا فَيُسَمِّيَ الَّذِي حَمَلَ عَنْهُ الْحَدِيثَ وَيَتْرُكَ الْإِرْسَالَ۔

اگر وہ یہ کہے، میں نے یہ شرط کی بات اس لیے کی ہے کہ میں نے پرانے اور نئے (قدیم اور جدید) حدث کے راویوں کو دیکھا ہے، ایک دوسرے سے حدیث روایت کرتا ہے، حالانکہ اس نے (دوسرے کو) دیکھا تک نہیں ہے، اور نہ اس نے اس سے کبھی سنا ہے، تو جب میں نے یہ صورت حال دیکھی ہے کہ انہوں نے باہمی طور پر حدیث کو مرسل (منقطع، بلاسماع) طور پر بلاسماع بیان کرنا روا رکھا ہے، (اس کی اجازت دی ہے) جبکہ مرسل روایات ہمارے اصولی قول اور احادیث کا علم رکھنے والے حضرات کے قول کی رو سے حجت نہیں ہے، تو اس طرز عمل کے سبب جو میں نے بیان کیا ہے، مجھے ضرورت اور حاجت لائق ہوئی کہ میں راوی کی ہر حدیث کی جو وہ دوسرے راوی سے بیان کرتا ہے، اس کے سماع کی تلاش اور کرید کروں، تو جب مجھے اس کے کسی چیز کے سننے کی آگاہی یا واقفیت ہو جائے گی، تو اس سے میرے نزدیک اس کی تمام روایات جو دوسرے راوی سے کرتا ہے، ثابت ہو جائیں گی، (میں سمجھ لوں گا کہ اس نے سب روایات سنی ہیں) لیکن اگر یہ معرفت مجھے حاصل نہ ہو سکے گی، (مجھ سے مخفی اور پوشیدہ رہے گی) تو میں روایت کے بارے میں توقف کروں گا، اور وہ میرے نزدیک، ارسال کے امکان کی بنا پر حجت و دلیل کے مقام پر فائز نہیں ہوگی۔

اس کی اس دلیل کے جواب میں، اسے کہا جائے گا، اگر آپ کے نزدیک حدیث کو ضعیف قرار دینے اور اس سے

احتجاج (حجت بنانا) کے ترک کر دینے کی علت اور وجہ، اس میں ارسال پائے جانے کا امکان ہے، تو آپ پر لازم آتا ہے کہ آپ کسی معنعن سند کی صحت کو تسلیم نہ کریں، جب تک آپ کو ابتدا سے انتہا تک سماع کا ثبوت نہ مل جائے، اس کی صورت یہ ہے کہ ہمارے سامنے ایک حدیث، ہشام بن عروہ عن ابیہ عن عائشہ، کی صورت میں آتی ہے، تو ہم یقین کے ساتھ جانتے ہیں، ہشام نے اپنے باپ سے سنا ہے، اور اس کا باپ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سن چکا ہے، جیسا کہ ہمیں یہ علم ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے، لیکن یہ ممکن ہے، جب ہشام اپنے باپ سے روایت کرتے وقت کسی حدیث میں سمعت یا اخبرنی (میں نے سنا، اس نے مجھے خبر دی) نہیں کہتے (عن عروۃ کہتے ہیں) تو اس کے اور اس کے باپ کے درمیان، اس روایت میں کوئی اور انسان ہو جس نے اسے اس کے باپ سے یہ حدیث سنائی ہو، اور اس نے بذات خود براہ راست اپنے باپ سے نہ سنی ہو، لیکن ہشام نے اس کو مرسل صورت میں بیان کرنا پسند کیا، اور جس شخص سے سنا ہے، اس کی طرف اس کی نسبت نہ کی، اور جس طرح یہ امکان اور احتمال ہشام اور اس کے باپ کے سلسلہ میں موجود ہے، وہی احتمال اور امکان اس کے باپ اور حضرت عائشہ کے سلسلہ میں موجود ہے، اور اس طرح یہ امکان حدیث کی ہر اس سند میں موجود ہوگا، جہاں راوی ایک دوسرے سے سننے (سماع) کی صراحت نہیں کرتے، اگرچہ اجمالی طور پر ان میں سے ہر ایک کے بارے میں یہ معلوم ہے کہ اس نے اپنے مروی عنہ سے (جس سے وہ روایت کر رہا ہے) بہت کچھ سنا ہے، لیکن ہر ایک کے بارے میں یہ جائز اور ممکن ہے کہ وہ بعض روایات میں اس مقام سے نیچے آ جائے اور اس کی بعض روایات اس سے کسی دوسرے کے واسطہ سے سنے، پھر بعض دفعہ ان کو مرسل صورت میں بیان کر دے اور جس سے سنا ہے اس کا نام نہ لے اور بعض دفعہ، وہ چاک و چوبند ہو تو جس آدمی سے وہ حدیث سنی ہے، اس کا نام لے دے اور ارسال نہ کرے۔

خلاصہ کلام:

امام مسلم رحمہ اللہ کے اعتراض کا خلاصہ یہ ہے کہ جب تمہارے نزدیک ارسال کے امکان اور احتمال کی بنا پر، حدیث حجت نہیں ہے، تو یہ احتمال اور امکان تو تمام معنعن سندوں میں موجود رہے گا، کیونکہ ملاقات کے ثبوت سے یہ لازم نہیں آتا کہ اس نے اپنے استاد سے تمام روایات براہ راست سنی ہوں، کوئی روایت بھی دوسروں کے واسطہ سے نہ سنی ہو تو ملاقات کا ثبوت بھی، ارسال کے امکان کو زائل نہیں کرتا، اس لیے ایک دفعہ یا ایک حدیث کے سماع کی شرط لگانا بے سود ہے، ہر حدیث میں شرط لگاؤ، یا کسی میں بھی نہ لگا۔

اعتراض کا جواب:

امام مسلم کے اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ اس قول کا قائل، احتمال یا امکان کو ختم اور زائل کرنے کے لیے ہی تو یہ شرط لگاتا ہے کہ محض امکان یا احتمال ملاقات کے لیے کافی نہیں ہے اور لقاء کا ثبوت ہونا چاہیے، جب ملاقات یا

سماع ثابت ہو جائے گا تو پھر ارسال کا امکان یا احتمال ختم ہو جائے گا، بلکہ سماع کی جانب راجح ہوگی، کیونکہ جب راوی مدلس نہیں ہے، تو وہ ایسی حدیث جو اس نے اپنے شیخ سے سنی نہیں ہے، اس کو ایسے صیغہ سے بیان نہیں کرے گا، جس میں سننے کا وہم پیدا ہوتا ہو، اور جو راوی مدلس ہے، اسکی کوئی روایت سماع کی صراحت کے بغیر قبول نہیں ہے، کیونکہ وہ راوی جو اپنے استاد سے ایسی روایت، سماع کا وہم پیدا کرنے کے الفاظ کے ساتھ بیان کرتا ہے جو اس نے اپنے استاد سے سنی نہیں، تو وہ تو مدلس ہے۔

فائدہ: ......اس قائل سے مراد جس کے قول کو امام مسلم رحمہ اللہ بے اصل، مخترع غیر مسبوق بلا دلیل کہہ رہے ہیں، امام بخاری نہیں ہو سکتے، کیونکہ یہ ممکن نہیں ہے، جس استاد کی وہ انتہائی تعظیم کریں، جس کی خاطر امام ذہلی کی ساری روایات انہیں واپس کر دیں، اس کی تعریف وتوصیف کرتے ہوئے یہ کہیں، دَعْنِي حَتّى أُقَبِّلَ رِجْلَيْكَ يا أُسْتَاذَ الأَسْتَاذِيْنَ يَا سيّد المحدثين او سند المحدثين وطيب الحديث في عِلَلِهِ (مقدمہ فتح الباری) اے اساتذہ کے استاذ، اے محدثوں کے سید، اے محدثوں کے سہارا، معیار، اور علل حدیث (حدیث کے مخفی عیوب) کے ماہر، آپ مجھے اجازت دیں کہ میں آپ کے قدم چوم لوں، اور کہیں، آپ سے حاسد ہی کینہ اور بغض رکھے گا، اور میں گواہی دیتا ہوں، دنیا میں آپ کی نظیر اور تمثیل موجود نہیں ہے، کیا امام مسلم، امام بخاری کو بناوٹی اور جعلی محدث قرار دے سکتے ہیں، اور اس قدر سخت لب ولہجہ اپنا سکتے ہیں، اور شیخین (امام بخاری، مسلم) کے بعد آنے والے محدثین نے بھی امام بخاری کے موقف کو وزنی قرار دیا ہے۔

وَمَا قُلْنَا مِنْ هٰذَا مَوْجُوْدٌ فِي الْحَدِيْثِ مُسْتَفِيْضٌ مِّنْ فِعْلِ ثِقَاتِ الْمُحَدِّثِيْنَ وَ ائِمَّةِ أَهْلِ الْعِلْمِ وَ سَنَذْكُرُ مِنْ رِّوَايَاتِهِمْ عَلَى الْجِهَةِ الَّتِيْ ذَكَرْنَا عَدَدًا يُّسْتَدَلُّ بِهَا عَلٰى أَكْثَرَ مِنْهَا اِنْ شَآءَ اللّٰهُ تَعَالٰى فَمِنْ ذٰلِكَ اَنَّ اَيُّوْبَ السَّخْتِيَانِيَّ وَابْنَ الْمُبَارَكِ وَوَكِيْعًا وَابْنَ نُمَيْرٍ وَّ جَمَاعَةً غَيْرُهُمْ رَوَوْا عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ كُنْتُ أُطَيِّبُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ لِحِلِّهِ وَلِحُرْمِهِ بِاَطْيَبِ مَا اَجِدُ فَرَوٰى هٰذِهِ الرِّوَايَةَ بِعَيْنِهَا اللَّيْثُ بْنُ سَعْدٍ وَدَاوٗدُ الْعَطَّارُ وَحُمَيْدُ بْنُ الْاَسْوَدِ وَوُهَيْبُ بْنُ خَالِدٍ وَاَبُوْ أُسَامَةَ عَنْ هِشَامٍ قَالَ اَخْبَرَنِيْ عُثْمَانُ بْنُ عُرْوَةَ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ وَسَلَّمَ۔

اور جو احتمال ہم نے بیان کیا ہے، وہ واقعتاً نفس الامر میں حدیث میں موجود اور مشہور ہے، جو بڑے قابل اعتماد محدثین اور ائمہ علم کی حدیث میں پایا جاتا ہے، اور ہم چند احادیث اپنی بیان کردہ صورت کے مطابق بیان کرتے ہیں، ان شاء اللہ ان کو نمونہ بنا کر بہت سی روایات سے ہمارے والا استدلال پیش کیا جا سکتا ہے، ان روایات میں سے ایک روایت یہ ہے، جسے ایوب سختیانی، ابن مبارک، وکیع، نمیر اور ان کے علاوہ ایک جماعت عن ہشام، عن

عروہ عن ابیہ عن عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتے ہیں، وہ فرماتی ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کو آپ کے احرام کھولتے اور احرام باندھتے وقت، اپنے پاس موجود سب سے عمدہ خوشبو لگاتی تھی، یہی روایت ہو بہو، لیث بن سعد، داؤد عطاء، حمید بن اسود، وہیب بن خالد، اور ابو اسامہ، ہشام سے یوں بیان کرتے ہیں، اخبرنی عثمان بن عروۃ، عن عروۃ عن عائشۃ، عن النبی ﷺ۔ ہشام کہتے ہیں مجھے عثمان بن عروہ نے عروہ سے روایت بیان کی اور اس نے اس عائشہ بیان کی۔

خلاصہ کلام:

پہلی سند میں ہشام اپنے باپ سے براہ راست بیان کرتے ہیں اور دوسری میں اپنے بھائی عثمان کے واسطہ سے بیان کرتے ہیں، جس سے ثابت ہوا، ہشام اپنے باپ سے کبھی یہ روایت مرسلا بیان کرتے ہیں، اور کبھی مسنداً۔

جواب:

ہشام نے یہ روایت پہلے اپنے بھائی عثمان سے سنی اور پھر براہ راست اپنے باپ عروہ سے سن لی، پھر اس کو دونوں طرح بیان کر دیا۔

وَرَوٰى هِشَامٌ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ كَانَ النَّبِيُّ ﷺ اِذَا اعْتَكَفَ يُدْنِيْ اِلَيَّ رَأْسَهُ فَأُرَجِّلُهُ وَاَنَا حَائِضٌ فَرَوٰهَا بِعَيْنِهَا مَالِكُ بْنُ اَنَسٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَمْرَةَ عَنْ عَائِشَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ۔

اس طرح ہشام بن ابیہ عن عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتے ہیں، وہ فرماتی ہیں، نبی اکرم ﷺ جب اعتکاف بیٹھتے، اپنا سر مبارک میرے قریب کرتے، تو میں حیض کی حالت میں کنگھی کر دیتی، یہی روایت ہو بہو وہ امام مالک بن انس، عن الزہری، عن عروۃ عن عمرۃ، عن عائشۃ، عن النبی ﷺ بیان کرتے ہیں، (اس طرح عروۃ اور عائشہ رضی اللہ عنہا کے درمیان عمرہ کا واسطہ ہے، جبکہ پہلی روایت بلا واسطہ ہے۔

جواب:

عروہ نے پہلے یہ روایت عمرہ سے سنی اور پھر خالہ سے براہ راست سن لی اور امام ترمذی کے نزدیک صحیح صورت حال یہ ہے کہ زہری، عروہ اور عمرہ دونوں سے یہ روایت بیان کرتے ہیں، نہ کہ عن عروۃ عن عمرۃ عن عائشۃ،

وَرَوَى الزُّهْرِيُّ وَصَالِحُ بْنُ اَبِيْ حَسَّانَ عَنْ اَبِيْ سَلَمَةَ عَنْ عَائِشَةَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُقَبِّلُ وَهُوَ صَائِمٌ فَقَالَ يَحْيَى بْنُ اَبِيْ كَثِيْرٍ فِيْ هٰذَا الْخَبَرِ فِي الْقُبْلَةِ اَخْبَرَنِيْ اَبُوْ سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اَنَّ عُمَرَ بْنَ عَبْدِ الْعَزِيْزِ اَخْبَرَهُ اَنَّ عُرْوَةَ اَخْبَرَهُ اَنَّ عَائِشَةَ اَخْبَرَتْهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُقَبِّلُهَا وَهُوَ صَائِمٌ۔

امام زہری اور صالح بن ابی حسان عن ابی سلمہ عن عائشہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ، روزہ کی حالت میں

بوسہ لیتے تھے، اور یحییٰ بن ابی کثیر بوسہ کی اس حدیث کو ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن سے، عمر بن عبد العزیز، کے واسطے سے عروہ سے بیان کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے مجھے بتایا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم، روزہ کی حالت میں، ان کا بوسہ لیتے تھے۔ اس طرح اس سند میں، ابوسلمہ اور حضرت عائشہ کے درمیان دو واسطے ہیں، جبکہ پہلی سند میں کوئی واسطہ نہیں ہے، (اس کا جواب بھی یہی ہے، ابوسلمہ نے یہ حدیث دونوں طرح سے سنی ہے، بلاواسطے میں بیوی کی تعیین نہیں ہے، جبکہ دوسری سند جس میں واسطہ سے بیوی کا تعین ہے کہ وہ بیوی خود حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ہیں)۔

وَرَوَى ابْنُ عُيَيْنَةَ وَغَيْرُهُ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِيْنَارٍ عَنْ جَابِرٍ قَالَ اَطْعَمَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم لُحُوْمَ الْخَيْلِ وَنَهَانَا عَنْ لُحُوْمِ الْحُمُرِ الْاَهْلِيَّةِ فَرَوَاهُ حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ عَمْرٍو عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِيٍّ عَنْ جَابِرٍ عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم وَهٰذَا النَّحْوُ فِي الرِّوَايَاتِ كَثِيْرٌ يَكْثُرُ تَعْدَادُهُ وَفِيْمَا ذَكَرْنَا مِنْهَا كِفَايَةٌ لِّذَوِي الْفَهْمِ

ابن عیینہ وغیرہ، عمرو بن دینار عن جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں گھوڑے کا گوشت کھلایا، اور گدھے کے گوشت سے ہمیں روکا، یہی روایت حماد بن زید بیان کرتے ہیں، اور عمرو بن دینار اور جابر رضی اللہ عنہ کے درمیان محمد بن علی کا واسطہ لاتے ہیں، اس قسم کی روایات بے شمار ہیں، جن کی تعداد بہت زیادہ ہے، اور ہم نے جس قدر بیان کردی ہیں، وہ بات سمجھنے کے لیے فہم وفراست والوں کے لیے کافی ہیں۔

جواب:

ان سب کا جواب یہی ہے کہ وہ دونوں طرح سنی گئی ہیں، بالواسطہ بھی اور بلاواسطہ بھی، اگر یہ صورت حال نہ ہوتی، تو اس قسم کی تمام احادیث میں کبھی نہ کبھی محذوف واسطہ کا ذکر کر دیا جاتا، حالانکہ معنعن احادیث کی انتہائی زیادہ اکثریت میں واسطہ کا ذکر موجود نہیں ہے، اگر واسطہ ہوتا، تو مذکورہ روایات کی طرح ان میں کوئی نہ کوئی راوی تو واسطہ کا تذکرہ کرتا، جس سے پتہ چل سکتا کہ یہ مرسل اور مسند دونوں طرح منقول ہے، لہٰذا مرسل روایت بھی قبول ہے، کیونکہ دوسری سند سے اس کے گرے ہوئے راوی کا پتہ چل گیا ہے، اور ثقہ اور غیر ثقہ ہونے کا علم ہوسکتا ہے۔

فَاِذَا كَانَتِ الْعِلَّةُ عِنْدَ مَنْ وَّصَفْنَا قَوْلَهُ مِنْ قَبْلُ فِيْ فَسَادِ الْحَدِيْثِ وَتَوْهِيْنِهِ اِذَا لَمْ يَعْلَمْ اَنَّ الرَّاوِيَ قَدْ سَمِعَ مِمَّنْ رَّوٰى عَنْهُ شَيْئًا لِّمَكَانِ الْاِرْسَالِ فِيْهِ لَزِمَهُ تَرْكُ الْاِحْتِجَاجِ فِيْ قِيَامِ قَوْلِهٖ بِرِوَايَةِ مَنْ يَّعْلَمُ اَنَّهُ قَدْ سَمِعَ مِمَّنْ رَّوٰى عَنْهُ اِلَّا فِيْ نَفْسِ الْخَبَرِ الَّذِيْ فِيْهِ ذِكْرُ السَّمَاعِ لِمَا بَيَّنَّا مِنْ قَبْلُ عَنِ الْاَئِمَّةِ الَّذِيْنَ نَقَلُوا الْاَخْبَارَ اَنَّهُ كَانَتْ لَهُمْ تَارَاتٌ يُّرْسِلُوْنَ فِيْهَا الْحَدِيْثَ اِرْسَالًا وَلَا يَذْكُرُوْنَ مَنْ سَمِعُوْهُ مِنْهُ وَ

تَارَاتٌ يَنْشَطُوْنَ فِيْهَا فَيُسْنِدُوْنَ الْخَبَرَ عَلٰى هَيْئَةِ مَا سَمِعُوْا فَيُخْبِرُوْنَ بِالنُّزُوْلِ فِيْهِ اِنْ نَزَلُوْا وَبِالصُّعُوْدِ اِنْ صَعِدُوْا كَمَا شَرَحْنَا ذٰلِكَ عَنْهُمْ۔

جب علت و سبب اس شخص کے نزدیک، جس کا قول ہم پہلے بیان کر چکے ہیں، حدیث کے فساد اور کمزوری کا باعث، جب یہ پتہ نہ چل سکے کہ راوی جس سے روایت کر رہا ہے، اس سے کچھ سنا یا نہیں، اس میں ارسال کا امکان یا احتمال ہے تو اس کے قول کا تقاضا یہ ہے کہ وہ جس راوی کی روایت کے بارے میں یہ جانتا ہے کہ اس نے، جس سے وہ روایت کر رہا ہے، سنی ہے تو اس خبر کے سوا جس میں سماع کا ذکر ہے، کسی اور روایت کو لائق حجت نہ سمجھے، کیونکہ ہم پہلے ان ائمہ سے جو احادیث نقل کرنے والے ہیں، یہ بیان کر چکے ہیں کہ وہ بسا اوقات احادیث میں ارسال سے کام لیتے تھے، اور جس سے روایت سنی ہے، اس کا نام نہیں لیتے تھے، اور بعض دفعہ چاک و چوبند ہونے اور نشاط (مسرت) کی صورت میں حدیث کی سند اس انداز وشکل سے بیان کر دیتے، جس طرح سنی ہوتی، پھر اگر سند میں نزول چاہتے، تو نزول اختیار کرتے اور اگر صعود وعروج چاہتے، تو حدیث میں عروج اختیار کر لیتے، جیسا کہ ہم ان سے واضح کر چکے ہیں۔

فائدہ:...... امام صاحب کے مذکورہ بالا بیان سے معلوم ہوا، سند کی دو قسمیں ہیں، سند نازل، جس میں راوی زیادہ ہوں، اور سند عالی جس میں راوی کم ہوں، اور بیان کرنے والا راوی اوپر چڑھ گیا ہو اس میں نے صعود اور عروج حاصل کر لیا ہے، تو اس طرح امام صاحب کے اپنے قول سے ثابت ہو گیا، اس سند میں ارسال نہیں ہوتا، بلکہ راوی بعض دفعہ نزول اختیار کرتے ہوئے سند نازل زیادہ راویوں والی لے آتا ہے، اور کبھی صعود اور علو اختیار کرتے ہوئے سند عالی کم راویوں والی بیان کرتا ہے، سند دونوں صورتوں میں متصل ہی ہوتی ہے، کسی میں ارسال نہیں ہوتا، اس لیے امام مسلم کا الزام ان ہی کے قول سے دور ہو گیا۔

وَمَا عَلِمْنَا اَحَدًا مِّنْ اَئِمَّةِ السَّلَفِ مِمَّنْ يَّسْتَعْمِلُ الْاَخْبَارَ وَيَتَفَقَّدُ صِحَّةَ الْاَسَانِيْدِ وَسُقَمَهَا مِثْلَ اَيُّوْبَ السَّخْتِيَانِيِّ وَابْنِ عَوْنٍ وَمَالِكِ بْنِ اَنَسٍ وَشُعْبَةَ بْنِ الْحَجَّاجِ وَيَحْيَى بْنِ سَعِيْدِ الْقَطَّانِ وَعَبْدِالرَّحْمٰنِ بْنِ مَهْدِيٍّ وَّمَنْ بَعْدَهُمْ مِّنْ اَهْلِ الْحَدِيْثِ فَتَّشُوْا عَنْ مَّوْضِعِ السَّمَاعِ فِي الْاَسَانِيْدِ كَمَا ادَّعَاهُ الَّذِيْ وَصَفْنَا قَوْلَهُ مِنْ قَبْلُ وَاِنَّمَا كَانَ تَفَقَّدَ مَنْ تَفَقَّدَ مِنْهُمْ سِمَاعَ رُوَاةِ الْحَدِيْثِ مِمَّنْ رَّوٰى عَنْهُمْ اِذَا كَانَ الرَّاوِيْ مِمَّنْ عُرِفَ بِالتَّدْلِيْسِ فِي الْحَدِيْثِ وَشُهِرَ بِهٖ فَحِيْنَئِذٍ يَّبْحَثُوْنَ عَنْ سِمَاعِهٖ فِيْ رِوَايَتِهٖ وَيَتَفَقَّدُوْنَ ذٰلِكَ مِنْهُ كَيْ تَنْزَاحَ عَنْهُمْ عِلَّةُ التَّدْلِيْسِ فَاَمَّا ابْتِغَاءُ ذٰلِكَ مِنْ غَيْرِ مُدَلِّسٍ عَلَى الْوَجْهِ الَّذِيْ زَعَمَ مَنْ حَكَيْنَا قَوْلَهُ فَمَا سَمِعْنَا ذٰلِكَ عَنْ اَحَدٍ مِّمَّنْ سَمَّيْنَا وَلَمْ

نُسَمِّ مِنَ الْائِمَّةِ

فَمِنْ ذٰلِكَ اَنَّ عَبْدَاللّٰهِ بْنَ يَزِيْدَ الْاَنْصَارِيَّ وَقَدْ رَاَى النَّبِيَّ ﷺ قَدْ رَوٰى عَنْ حُذَيْفَةَ وَعَنْ اَبِيْ مَسْعُوْدِ الْاَنْصَارِيِّ عَنْ كُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا حَدِيْثًا يُّسْنِدُه' اِلَى النَّبِيِّ ﷺ وَلَيْسَ فِيْ رِوَايَتِهٖ عَنْهُمَا ذِكْرُ السِّمَاعِ مِنْهُمَا وَلَا حَفِظْنَا فِيْ شَيْءٍ مِنَ الرِّوَايَاتِ اَنَّ عَبْدَاللّٰهِ بْنَ يَزِيْدَ شَافَهَ حُذَيْفَةَ وَاَبَا مَسْعُوْدٍ بِحَدِيْثٍ قَطُّ وَلَا وَجَدْنَا ذِكْرَ رُؤْيَتِهٖ اِيَّاهُمَا فِيْ رِوَايَةٍ م بِعَيْنِهَا وَلَمْ يُسْمَعْ عَنْ اَحَدٍ مِنْ اَهْلِ الْعِلْمِ مِمَّنْ مَّضٰى وَلَا مِمَّنْ اَدْرَكْنَآ اَنَّه' طَعَنَ فِيْ هٰذَيْنِ الْخَبَرَيْنِ الَّذَيْنِ رَوَاهُمَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ يَزِيْدَ عَنْ حُذَيْفَةَ وَ اَبِيْ مَسْعُوْدٍ بِضُعْفٍ فِيْهِمَا بَلْ هُمَا وَمَا اَشْبَهَهُمَا عِنْدَ مَنْ لَّاقَيْنَا مِنْ اَهْلِ الْعِلْمِ بِالْحَدِيْثِ مِنْ صِحَاحِ الْاَسَانِيْدِ وَ قَوِيِّهَا يَرَوْنَ اسْتِعْمَالَ مَا نُقِلَ بِهَا وَالْاِ حْتِجَاجَ بِمَآ اَتَتْ مِنْ سُنَنٍ وَّ اٰثَارٍ وَ هِيَ فِيْ زَعْمِ مَنْ حَكَيْنَا قَوْلَه' مِنْ قَبْلُ وَاهِيَةٌ مُّهْمَلَةٌ حَتّٰى يُصِيْبَ سِمَاعَ الرَّاوِيْ عَمَّنْ رَّوٰى۔

وَلَوْ ذَهَبْنَا نُعَدِّدُ الْاَخْبَارَ الصِّحَاحَ عِنْدَ اَهْلِ الْعِلْمِ مِمَّنْ يَّهِنُ بِزَعْمِ هٰذَا الْقَائِلِ وَنُحْصِيْهَا لَعَجَزْنَا عَنْ تَقَصِّيْ ذِكْرِهَا وَاِحْصَائِهَا وَلٰكِنَّآ اَحْبَبْنَا اَنْ نَّنْصِبَ مِنْهَا عَدَدًا يَّكُوْنَ سِمَةً لِّمَنْ سَكَتْنَا عَنْهُ مِنْهَا

وَهٰذَا اَبُوْ عُثْمَانَ النَّهْدِيُّ وَاَبُوْ رَافِعِ الصَّائِغُ وَهُمَا مِمَّنْ اَدْرَكَ الْجَاهِلِيَّةَ وَصَحِبَآ اَصْحٰبَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ مِنَ الْبَدْرِيِّيْنَ هَلُمَّ جَرًّا وَّ نَقَلَا عَنْهُمُ الْاَخْبَارَ حَتّٰى نَزَلَآ اِلٰى مِثْلِ اَبِيْ هُرَيْرَةَ وَابْنِ عُمَرَ وَذَوِيْهِمَا قَدْ اَسْنَدَ كُلُّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا عَنْ اُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ حَدِيْثًا وَّلَمْ يُسْمَعْ فِيْ رِوَايَةٍ بِعَيْنِهَا اَنَّهُمَا عَايَنَا اُبَيًّا اَوْ سَمِعَا مِنْهُ شَيْئًا

اور ائمہ سلف میں سے جو احادیث پر عمل پیرا تھے، اور ان کی سند کی صحت وضعف کی جانچ پڑتال کرتے تھے، مثلاً ایوب سختیانی، ابن عون، مالک بن انس، شعبہ بن حجاج، یحییٰ بن سعید القطان اور عبدالرحمٰن بن مہدی، اور ان کے بعد آنے والے محدثین میں سے کسی کے بارے میں یہ نہیں جانتے کہ اس نے اسانید میں سماع کی اس انداز میں تفتیش وتحقیق کی ہو، جس کا یہ دعویٰ کرنے والا، جس کا قول ہم نقل کر چکے ہیں، دعویٰ کرتا ہے، ان میں سے جو بھی حدیث کے راویوں کا جن سے وہ روایت کرتے ہیں، سماع کی تفتیش وتحقیق کرتا، وہ تحقیق وتلاش صرف اس صورت میں ہوتی، جب وہ تدلیس میں معروف ومشہور ہوتا، ایسی صورت میں وہ روایت میں اس کے سماع کی کرید وجستجو کرتے اور اس کے سماع کی ٹوہ لگاتے تاکہ ان سے تدلیس کی علت و بیماری دور ہو سکے، مگر جو شخص غیر مدلس میں اس انداز کی

جستجو کرتا ہے، جو ہم نے اس مدعی سے نقل کیا ہے، تو ہم نے یہ چیز کسی امام سے نہیں سنی، نہ اس نے جن کے ہم نے نام لیے اور نہ اس نے جن کے ہم نے نام نہیں لیے، اس کی مثال عبد اللہ بن یزید انصاری رضی اللہ عنہ ہیں، جنھوں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا ہے، اور حضرت حذیفہ اور ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہما سے روایت بیان کرتے ہیں، یہ ان دونوں سے ایک ایک حدیث بیان کرتے ہیں، جس کی نسبت انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی طرف کی ہے، اور ان دونوں سے روایت میں، ان دونوں سے روایت سننے کی صراحت موجود نہیں ہے، اور نہ ہی ہم نے کسی روایت میں یہ دیکھا ہے کہ عبد اللہ بن یزید، حضرت حذیفہ اور ابو مسعود کے کسی حدیث میں ان کے روبرو ہوئے ہیں، اور ان سے ملاقات کی ہے، اور ہم نے کسی گزشتہ اہل علم سے نہیں سنا، اور نہ ان علماء سے جو ہمارے ہم عصر ہیں کہ انہوں نے ان دونوں حدیثوں پر طعن کیا ہو، جو عبد اللہ بن یزید، حضرت حذیفہ اور ابو مسعود سے نقل کرتے ہیں کہ یہ ضعیف ہیں، بلکہ یہ دونوں اور ان سے ملتی جلتی احادیث، جن حدیث کے جاننے والوں سے، ہماری ملاقات ہوئی ہے، ان کے نزدیک صحیح اور قوی سند والی ہیں، ان سندوں سے جو احادیث منقول ہیں، ان کے نزدیک وہ قابل عمل ہیں، اور ان سے مروی آثار وسنن قابل احتجاج ہیں، اور یہ روایات اس کے خیال میں جس کا قول ہم نے نقل کیا ہے، کمزور اور بے کار ہیں، جب تک اسے راوی کی مروی عنہ سے سماع کا پتہ نہ چل سکے، اگرچہ ان صحیح احادیث کو گننے لگ جائیں، جو اہل علم کے نزدیک صحیح ہیں اور اس قائل کے خیال وگمان کے مطابق ضعیف ہیں، تو ہم ان سب کے ذکر سے اور ان سب کے شمار سے عاجز اور بے بس ہو جائیں گے، لیکن ہم چاہتے ہیں کہ ان میں سے چند کو بیان کردیں، تاکہ جن سے ہم سکوت اور خاموشی اختیار کریں، ان کے لیے نمونہ اور علامت بن جائیں، سنئے، یہ ابو عثمان نہدی، اور ابو رافع صائغ، ان لوگوں میں سے ہیں جنھوں نے جاہلیت کا دور پایا، اور رسول اللہ ﷺ کے بدری اور بعد والے صحابہ کے ساتھ رہے اور ان سے روایات نقل کیں، حتی کہ بدری صحابہ سے نیچے اتر کر، ابو ہریرہ اور ابن عمر رضی اللہ عنہما اور ان جیسے دوسرے صحابہ سے روایت کی، ان دونوں (ابو عثمان، ابو رافع) میں سے ہر ایک نے ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کے واسطہ سے رسول اللہ ﷺ سے حدیث بیان کی ہے اور ہم نے کسی متعین روایت میں یہ نہیں سنا کہ ان دونوں نے حضرت ابی رضی اللہ عنہ کا دیدار کیا یا ان سے کچھ سنا ہے۔

فائدہ :...... ابو عثمان نہدی اور ابو رافع نے رسول اللہ ﷺ کا دور پایا ہے، مگر آپ سے شرف ملاقات حاصل نہیں کر سکے، ایسے لوگوں کو مخضرمین کا نام دیا جاتا ہے، اور کبار تابعین میں سے شمار ہوتے ہیں۔

وَاَسْنَدَ اَبُوْ عَمْرٍو الشَّيْبَانِيُّ وَهُوَ مِمَّنْ اَدْرَكَ الْجَاهِلِيَّةَ وَكَانَ فِي زَمَنِ النَّبِيِّ ﷺ رَجُلًا وَاَبُوْ مَعْمَرٍ عَبْدُاللّٰهِ بْنُ سَخْبَرَةَ كُلُّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا عَنْ اَبِيْ مَسْعُوْدِ الْاَنْصَارِيِّ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ وَسَلَّمَ خَبَرَيْنِ وَاَسْنَدَ عُبَيْدُ بْنُ عُمَيْرٍ عَنْ اُمِّ سَلَمَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ ﷺ عَنِ

النَّبِيِّ ﷺ حَدِيْثًا وَّ عُبَيْدٌ وُلِدَ فِي زَمَنِ النَّبِيِّ ﷺ وَاَسْنَدَ قَيْسُ ابْنُ اَبِيْ حَازِمٍ وَقَدْ اَدْرَكَ زَمَنَ النَّبِيِّ ﷺ عَنْ اَبِيْ مَسْعُوْدٍ هُوَ الْاَنْصَارِيُّ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ ثَلٰثَةَ اَخْبَارٍ وَّاَسْنَدَ عَبْدُالرَّحْمٰنِ بْنُ اَبِيْ لَيْلٰى وَقَدْ حَفِظَ عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ وَصَحِبَ عَلِيًّا عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ حَدِيْثًا وَّاَسْنَدَ رِبْعِيُّ بْنُ حِرَاشٍ عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ حَدِيْثَيْنِ وَعَنْ اَبِيْ بَكْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ حَدِيْثًا وَّقَدْ سَمِعَ رِبْعِيٌّ مِّنْ عَلِيِّ بْنِ اَبِيْ طَالِبٍ وَّرَوٰى عَنْهُ وَاَسْنَدَ نَافِعُ بْنُ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ عَنْ اَبِيْ شُرَيْحٍ الْخُزَاعِيِّ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ حَدِيْثًا وَّ اَسْنَدَ النُّعْمَانُ بْنُ اَبِيْ عَيَّاشٍ عَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ ثَلٰثَةَ اَحَادِيْثَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ وَاَسْنَدَ عَطَاءُ بْنُ يَزِيْدَ اللَّيْثِيُّ عَنْ تَمِيْمٍ الدَّارِيِّ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ حَدِيْثًا وَّ اَسْنَدَ سُلَيْمَانُ بْنُ يَسَارٍ عَنْ رَّافِعِ بْنِ خَدِيْجٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ حَدِيْثًا وَّاَسْنَدَ حُمَيْدُ بْنُ عَبْدِالرَّحْمٰنِ الْحِمْيَرِيُّ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ اَحَادِيْثَ۔

فَكُلُّ هٰٓؤُلَاءِ التَّابِعِيْنَ الَّذِيْنَ نَصَبْنَا رِوَايَتَهُمْ عَنِ الصَّحَابَةِ الَّذِيْنَ سَمَّيْنَاهُمْ لَمْ يُحْفَظْ عَنْهُمْ سِمَاعٌ عَلِمْنَاهُ مِنْهُمْ فِيْ رِوَايَةٍ بِعَيْنِهَا وَلَآ اَنَّهُمْ لَقُوْهُمْ فِيْ نَفْسِ خَبَرٍ بِعَيْنِهٖ وَهِيَ اَسَانِيْدُ عِنْدَ ذَوِي الْمَعْرِفَةِ بِالْاَخْبَارِ وَالرِّوَايَاتِ مِنْ صِحَاحِ الْاَسَانِيْدِ لَا نَعْلَمُهُمْ وَهَّنُوْا مِنْهَا شَيْئًا قَطُّ وَلَا الْتَمَسُوْا فِيْهَا سِمَاعَ بَعْضِهِمْ مِنْ بَعْضِهِمْ اِذِالسِّمَاعُ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمْ مُمْكِنٌ مِّنْ صَاحِبِهٖ غَيْرُ مُسْتَنْكَرٍ لِكَوْنِهِمْ جَمِيْعًا كَانُوْا فِي الْعَصْرِ الَّذِيْ اِتَّفَقُوْا فِيْهِ وَكَانَ هٰذَا الْقَوْلُ الَّذِيْ اَحْدَثَهُ الْقَائِلُ الَّذِيْ حَكَيْنَاهُ فِيْ تَوْهِيْنِ الْحَدِيْثِ بِالْعِلَّةِ الَّتِيْ وَصَفَ اَقَلَّ مِنْ اَنْ يُعَرَّجَ عَلَيْهِ وَيُثَارَ ذِكْرُهٗ اِذْكَانَ قَوْلًا مُحْدَثًا وَّكَلَامًا خَلْفًا لَّمْ يَقُلْهُ اَحَدٌ مِّنْ اَهْلِ الْعِلْمِ سَلَفَ وَيَسْتَنْكِرُهٗ مَنْم بَعْدَهُمْ خَلَفَ فَلَا حَاجَةَ بِنَا فِيْ رَدِّهٖ بِاَكْثَرَ مِمَّا شَرَحْنَا اِذْ كَانَ قَدْرُ الْمُقَالَةِ وَقَآئِلِهَا الْقَدْرَ الَّذِيْ وَصَفْنَاهُ وَاللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ عَلٰى دَفْعِ مَا خَالَفَ مَذْهَبَ الْعُلَمَاءِ وَعَلَيْهِ التُّكْلَانُ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَصَلَّى اللّٰهُ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَسَلَّمَ۔

اس طرح ابوعمرو شیبانی، جوان لوگوں میں سے ہیں، جنہوں نے جاہلیت کا دور پایا، اور وہ نبی اکرم ﷺ کے زمانہ میں جواں مرد تھے، (بچے اور کم عمر نہ تھے) اور ابومعمر عبداللہ بن سخبرہ ہیں، ان میں سے ہر ایک نے ابومسعود انصاری رضی اللہ عنہ کے واسطہ سے، نبی اکرم ﷺ سے دو حدیثیں بیان کی ہیں، اور عبید بن عمیر نے جو نبی اکرم ﷺ کے دور میں پیدا ہوئے تھے،

اس عبید نے ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے واسطہ سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک حدیث بیان کی ہے اور قیس بن ابی حازم جس نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ پایا ہے، اس نے ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ کے واسطہ سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے تین احادیث بیان کی ہے، عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ اس نے حضرت عمر بن خطاب کو یاد رکھا ہے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ رہے ہیں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے ایک مرفوع حدیث بیان کی ہے اور ربعی بن حراش نے حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کے واسطہ سے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے دو حدیثیں بیان کی ہیں، اور عن ابی بکرۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک روایت بیان کی ہے، اور ربعی، حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بھی سن چکے ہیں، اور ان سے روایت بھی کی ہے، اور نافع بن جبیر بن مطعم نے ابو شریح رضی اللہ عنہ کے واسطہ سے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک حدیث بیان کی ہے، اور نعمان بن ابی عیاش نے ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کے واسطہ سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے تین احادیث بیان کی ہیں، عطاء بن یزید لیثی نے تمیم داری رضی اللہ عنہ کے واسطہ سے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک حدیث بیان کی ہے، حمید بن عبد الرحمان حمیری نے، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے واسطہ سے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کئی احادیث بیان کی ہیں، یہ تمام تابعین، جن کی روایات ہم نے ان صحابہ کرام سے نقل کی ہیں، جن کے ہم نے نام لیے ہیں، کسی ایک متعین روایت میں بھی ہمارے علم میں ان کا سماع ان صحابہ کرام سے ثابت نہیں ہوا، اور نہ کسی ایک خاص روایت میں ان سے ملاقات کا تذکرہ محفوظ ہے، اور یہ تمام اسانید، احادیث و روایات کی معرفت و علم رکھنے والے حضرات کے نزدیک صحیح اسانید ہیں، اور اہل علم میں سے کسی ایک کے بارے میں بھی ہم نہیں جانتے کہ اس نے ان روایات کو ضعیف قرار دیا ہو، یا ایک دوسرے سے سماع کی تلاش و جستجو کی ہو، کیونکہ ان میں سے ہر ایک کا اپنے مروی عنہ سے (جس صحابی سے وہ روایت کرتا ہے) سماع ممکن ہے، جس کا انکار نہیں ہو سکتا، کیونکہ یہ سب ایک مشترکہ دور میں موجود تھے، اور یہ قول جو ہم نے اس قائل نے نیا نکالا ہے، جس کا قول ہم احادیث ضعیف ٹھہرانے کے لیے نقل کر چکے ہیں، اس علت و سبب کی بنا پر جو اس نے بیان کیا ہے، یہ قول اس قابل نہیں ہے کہ اس کی طرف توجہ اور التفات کیا جائے اور اس کا چرچا کیا جائے، کیونکہ یہ قول نیا نکالا گیا ہے، اور ایسا گرا پڑا کلام ہے کہ سلف اہل علم میں سے کوئی بھی اس کا قائل نہیں ہے اور ان کے بعد آنے والے خلف نے اس کو ناپسندیدہ قرار دیا ہے، اس لیے جس شرح سے ہم نے اس کی تردید کر دی، اس سے زیادہ تردید کرنے کی ہمیں ضرورت اور حاجت نہیں ہے، جبکہ اس قول اور اس کے قائل کی حیثیت اور مقام یا وقعت وہی ہے جو ہم بیان کر چکے ہیں، اور جو شخص اہل علم کے موقف و رائے کے خلاف بات کہے، اس سے دفاع و حفاظت کے لیے اللہ تعالیٰ ہی سے مدد مطلوب ہے، اور اسی پر اعتماد اور بھروسہ ہے۔

فائدہ:...... ان کبار تابعین کی عدالت و ضبط اور بلند مقام کی بنا پر، ان کی ان روایات کو سماع پر محمول کر لیا گیا ہے، کیونکہ ان کی معاصرت اور لقاء، قرائن اور حالات کے پیش نظر ایک یقینی چیز ہے، اور صحابہ کرام سے ان کی ملاقات ثابت ہے، اگرچہ جن سے وہ روایت کرتے ہیں، ان سے ملاقات اور سماع کی صراحت نہیں ہے۔

حدیث نمبر 93 سے 533 تک

١...... كِتَابُ الْإِيمَانِ

١. ایمان کا بیان

١...... باب: بَيَانِ الْإِيْمَان وَالْإِسْلَامِ وَالْإِحْسَانِ وَوُجُوبِ الْإِيْمَانَ بِاثْبَاتِ قَدَرِ اللّٰهِ سُبْحَانَهُ وَتَعَالَىٰ وَبَيَانِ الدَّلِيْلِ عَلَى التَّبَرِّيْ مِمَّنْ لَايُؤْمِنُ بِالْقَدَرِ وَإِغْلَاظِ الْقَوْلِ فِيْ حَقِّهِ

باب ١: ایمان، اسلام اور احسان کا بیان، اللہ تعالیٰ کے لیے تقدیر کے اثبات پر ایمان لازم ہے، جو لوگ تقدیر پر ایمان نہیں لاتے، ان سے براءت کی دلیل اور ان کے بارے میں سخت الفاظ کا استعمال

قَالَ الْإِمَامُ اَبُوالْحُسَيْنِ مُسْلِمُ بْنُ الْحَجَّاجِ رَحِمَهُ اللّٰهُ بِعَوْنِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ نَبْتَدِئُ وَإِيَّاهُ نَسْتَكْفِيْ وَمَا تَوْفِيْقُنَا اِلَّا بِاللّٰهِ جَلَّ جَلَالُهُ۔

امام ابوالحسین مسلم بن الحجاج رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''ہم اللہ تعالیٰ کی مدد سے آغاز کرتے ہیں اور اسے ہی کافی سمجھتے ہیں، ہمیں توفیق عنایت فرمانے والا اللہ تعالیٰ ہی ہے جو عظمت و جلالت والا ہے۔''

[93] ١-(٨) حَدَّثَنَا أَبُو خَيْثَمَةَ زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ كَهْمَسٍ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ بُرَيْدَةَ عَنْ يَحْيَى بْنِ يَعْمَرَ ح: وَحَدَّثَنَا عُبَيْدُاللّٰهِ بْنُ مُعَاذٍ مُعَاذِ الْعَنْبَرِيُّ وَهٰذَا حَدِيْثُهُ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا كَهْمَسٌ عَنِ ابْنِ بُرَيْدَةَ .

---

[93] اخرجه ابوداود فی ((سننه))، باب: فی القدر برقم (٤٦٩٥) والترمذی فی ((جامعه)) فی الایمان، باب: ماجاء فی وصف جبریل للنبی ﷺ الایمان والاسلام برقم (٢٦١٠) والنسائی فی ((المجتبی)) ٨/ ٩٧-١٠١ فی الایمان، باب نعت الاسلام برقم (٥٠٠٥) وابن ماجه فی ((سننه)) فی المقدمة، باب: فی الایمان برقم (٦٣)۔ انظر ((التحفة)) برقم (١٠٥٧٢) وهو فی ((جامع الاصول)) برقم (٢)

عَنْ يَحْيَى بْنِ يَعْمَرَ قَالَ كَانَ اَوَّلُ مَنْ قَالَ فِي الْقَدْرِ بِالْبَصْرَةِ مَعْبُدُ الْجُهَنِيُّ فَانْطَلَقْتُ اَنَا وَحُمَيْدُ بْنُ عَبْدِالرَّحْمٰنِ الْحِمْيَرِيُّ حَاجَّيْنِ اَوْ مُعْتَمِرَيْنِ فَقُلْنَا لَوْ لَقِينَا اَحَدًا مِّنْ اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَسَاَلْنَاهُ عَمَّا يَقُوْلُ هٰؤُلَاءِ فِي الْقَدْرِ فَوُفِّقَ لَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ دَاخِلَ الْمَسْجِدِ فَاكْتَنَفْتُهُ اَنَا وَصَاحِبِيْ اَحَدُنَا عَنْ يَمِيْنِهِ وَالْاٰخَرُ عَنْ شِمَالِهِ فَظَنَنْتُ اَنَّ صَاحِبِيْ سَيَكِلُ الْكَلَامَ اِلَيَّ فَقُلْتُ يَا اَبَا عَبْدِالرَّحْمٰنِ اِنَّهُ قَدْ ظَهَرَ قِبَلَنَا نَاسٌ يَقْرَءُوْنَ الْقُرْاٰنَ وَيَتَقَفَّرُوْنَ الْعِلْمَ وَ ذَكَرَ مِنْ شَانِهِمْ وَاَنَّهُمْ يَزْعُمُوْنَ اَنْ لَّا قَدَرَ وَاَنَّ الْاَمْرَ اُنُفٌ فَقَالَ اِذَا لَقِيْتَ اُولٰٓئِكَ فَاَخْبِرْهُمْ اَنِّيْ بَرِيٌّ مِّنْهُمْ وَاَنَّهُمْ بُرَآءُ مِنِّيْ وَالَّذِيْ يَحْلِفُ بِهٖ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ لَوْ اَنَّ لِاَحَدِهِمْ مِثْلَ اُحُدٍ ذَهَبًا فَاَنْفَقَهُ مَاقَبِلَ اللّٰهُ مِنْهُ حَتّٰى يُؤْمِنَ بِالْقَدْرِ ثُمَّ قَالَ حَدَّثَنِيْ اَبِيْ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ قَالَ بَيْنَمَا نَحْنُ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ ذَاتَ يَوْمٍ اِذْ طَلَعَ عَلَيْنَا رَجُلٌ شَدِيْدُ بَيَاضِ الثِّيَابِ شَدِيْدُ سَوَادِ الشَّعْرِ لَا يُرٰى عَلَيْهِ اَثَرُ السَّفَرِ وَلَا يَعْرِفُهُ مِنَّا اَحَدٌ حَتّٰى جَلَسَ اِلَى النَّبِيِّ ﷺ وَسَلَّمَ فَاَسْنَدَ رُكْبَتَيْهِ اِلٰى رُكْبَتَيْهِ وَوَضَعَ كَفَّيْهِ عَلٰى فَخِذَيْهِ وَقَالَ يَا مُحَمَّدُ اَخْبِرْنِيْ عَنِ الْاِسْلَامِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ ((**اَلْاِسْلَامُ اَنْ تَشْهَدَ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَتُقِيْمَ الصَّلٰوةَ وَ تُؤْتِيَ الزَّكٰوةَ وَتَصُوْمَ رَمَضَانَ وَتَحُجَّ الْبَيْتَ اِنِ اسْتَطَعْتَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا**)) قَالَ صَدَقْتَ قَالَ فَعَجِبْنَا لَهُ يَسْاَلُهُ وَ يُصَدِّقُهُ قَالَ فَاَخْبِرْنِيْ عَنِ الْاِيْمَانِ قَالَ ((**اَنْ تُؤْمِنَ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَ رُسُلِهٖ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَتُؤْمِنَ بِالْقَدْرِ خَيْرِهٖ وَشَرِّهٖ**)) قَالَ صَدَقْتَ قَالَ فَاَخْبِرْنِيْ عَنِ الْاِحْسَانِ قَالَ ((**اَنْ تَعْبُدَ اللّٰهَ كَاَنَّكَ تَرَاهُ فَاِنْ لَّمْ تَكُنْ تَرَاهُ فَاِنَّهٗ يَرَاكَ**)) قَالَ فَاَخْبِرْنِيْ عَنِ السَّاعَةِ قَالَ ((**مَاالْمَسْئُوْلُ عَنْهَا بِاَعْلَمَ مِنَ السَّائِلِ**)) قَالَ فَاَخْبِرْنِيْ عَنْ اَمَارَاتِهَا قَالَ ((**اَنْ تَلِدَ الْاَمَةُ رَبَّتَهَا وَ اَنْ تَرَى الْحُفَاةَ الْعَالَةَ رِعَآءَ الشَّآءِ يَتَطَاوَلُوْنَ فِي الْبُنْيَانِ**)) قَالَ ثُمَّ انْطَلَقَ فَلَبِثْتُ مَلِيًّا ثُمَّ قَالَ لِيْ يَا عُمَرُ اَتَدْرِيْ مَنِ السَّآئِلُ؟ قُلْتُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ قَالَ ((**فَاِنَّهٗ جِبْرِيْلُ اَتَاكُمْ يُعَلِّمُكُمْ دِيْنَكُمْ**)).

[93]۔ مجھے ابوخیثمہ زہیر بن حرب نے وکیع کے واسطہ سے، کہمس سے سنایا، کہمس کہتے ہیں مجھے عبداللہ بن بریدہ نے یحییٰ بن یعمر سے نقل کیا، نیز امام مسلم کا قول ہے، ہمیں عبیداللہ بن معاذ العنبری نے اپنے باپ کے

واسطے سے، کہمس سے بیان کیا اور یہ الفاظ عنبری کے ہیں (حدیث عنبری کی نقل کی گئی ہے) کہمس، ابن بریدہ کے واسطہ سے یحییٰ بن یعمر سے روایت کرتے ہیں کہ: بصرہ میں سب سے پہلے مسئلہ تقدیر پر گفتگو کا آغاز معبدالجہنی نے کیا، میں (یحییٰ) اور حمید بن عبدالرحمٰن الحمیری حج یا عمرہ کے ارادہ سے نکلے، ہم نے آپس میں کہا: اے کاش! ہماری ملاقات نبی اکرم ﷺ کے ساتھیوں میں سے کسی ایک کے ساتھ ہو جائے، تو ہم اس سے (یہ لوگ جو کچھ تقدیر کے بارے میں کہہ رہے ہیں) اس کے بارے میں پوچھ لیں، تو اتفاقاً ہماری ملاقات عبداللہ بن عمر بن خطاب رضی اللہ عنہما سے مسجد میں داخل ہوتے ہوئے ہوگئی، میں اور میرے ساتھی نے انہیں گھیر لیا، ہم میں سے ایک ان کے دائیں اور دوسرا ان کے بائیں تھا۔ میں نے خیال کیا، میرا ساتھی یقیناً گفتگو کا معاملہ میرے ہی سپرد کرے گا، چنانچہ میں نے پوچھا: اے ابوعبدالرحمٰن (یہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی کنیت ہے) واقعہ یہ ہے کہ ہمارے علاقے میں کچھ ایسے لوگ ہیں، جو قرآن کی قرأت کرتے ہیں اور علم کے متلاشی ہیں (اس طرح) ان کے حالات بیان کیے ان لوگوں کا خیال ہے کہ تقدیر کا کوئی مسئلہ نہیں۔ ہر کام نئے سرے سے ہو رہا ہے (اللہ تعالیٰ کو پہلے سے اس کا علم نہیں ہے) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جب تیری ان لوگوں سے ملاقات ہو تو انہیں بتانا، میں ان سے بری ہوں (ان سے میرا کوئی تعلق نہیں) اور ان کا مجھ سے کوئی تعلق نہیں، عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ جس ذات کی قسم اٹھاتا ہے، اس کی قسم، ان میں سے کسی ایک کے پاس اگر احد پہاڑ کے برابر سونا ہو، جسے وہ خرچ کر دے، اللہ تعالیٰ اس سے قبول نہیں فرمائے گا یہاں تک کہ وہ تقدیر پر ایمان لے آئے، پھر کہا، مجھے میرے والد عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ ایک دن ہم نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر تھے، اسی اثنا میں، اچانک ایک شخص ہمارے سامنے نمودار ہوا، جس کے کپڑے انتہائی سفید اور بال بہت ہی زیادہ سیاہ تھے، اس پر سفر کے اثرات دکھائی نہ دیتے تھے، اور ہم میں سے کوئی ایک اسے جانتا پہچانتا بھی نہ تھا، حتیٰ کہ وہ آ کر رسول اللہ ﷺ کے پاس بیٹھ گیا، اور اپنے گھٹنے آپ کے گھٹنوں سے ملا دیئے، اور اپنی ہتھیلیاں، اپنی رانوں پر رکھ لیں، (جیسے طالب علم استاد کے سامنے بیٹھتا ہے) اور پوچھا اے محمد! (ﷺ) مجھے اسلام کے بارے میں بتلایئے، تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اسلام یہ ہے کہ تو اس بات کا اقرار کرے کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی الٰہ نہیں (بندگی اور عبادت کے لائق کوئی نہیں) اور محمد (ﷺ) اس کے رسول ہیں۔ نماز کا اہتمام کرے، زکاۃ ادا کرتا رہے، رمضان کے روزے رکھے، بیت اللہ کا حج کرے اگر اس تک پہنچنے کی طاقت رکھتا ہو۔'' اس نے کہا، آپ نے سچ کہا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں، ہمیں اس کی اس بات پر تعجب ہوا کہ یہ شخص پوچھتا ہے اور پھر (خود ہی) تصدیق کرتا ہے، اس نے سوال کیا، مجھے ایمان کی حقیقت سے آگاہ کیجئے، آپ نے فرمایا: ''تو اللہ تعالیٰ، اس کے

فرشتوں، اس کی کتابوں، اس کے رسولوں اور آخرت کے دن یعنی قیامت کو مان لے اور تقدیر کو خیر کی ہو یا شر کی، تسلیم کر لے۔'' اس نے کہا، آپ نے درست فرمایا۔ اس نے پوچھا، پس مجھے احسان کی حقیقت کی خبر دیجئے، آپ نے فرمایا: تو اللہ تعالیٰ کی بندگی وطاعت اس طرح کرے گویا کہ تو اسے دیکھ رہا ہے حالانکہ تو اسے نہیں دیکھ رہا یقیناً وہ تجھے دیکھ رہا ہے، اس نے سوال کیا، مجھے قیامت کے بارے میں بتائیے، آپ نے جواب دیا: جس سے قیامت کے بارے میں سوال کیا جا رہا ہے، وہ سوال کرنے والے سے زیادہ نہیں جانتا) اس نے کہا، تو مجھے اس کی کچھ علامات (نشانیاں) ہی بتا دیجئے، آپ نے فرمایا: لونڈی اپنی مالکہ کو جنے گی اور تو دیکھے گا ننگے پاؤں، ننگے بدن والے، محتاج، بکریوں کے چرواہے عمارتوں کی تعمیر میں، ایک دوسرے پر فخر کریں گے۔'' حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے پھر وہ سائل چلا گیا تو میں کچھ عرصہ ٹھہرا رہا، بعد میں مجھ سے آپ نے پوچھا: اے عمر! تجھے معلوم ہے سائل کون تھا؟ میں نے عرض کیا، اللہ اور اس کا رسول ہی زیادہ جانتا ہے۔ آپ نے فرمایا: وہ جبریل علیہ السلام تھے تمہارے پاس تمہیں تمہارا دین سکھانے آئے تھے۔

مفردات الحدیث ❶ قَدَرَ: دال کی زبر اور سکون کے ساتھ پڑھا جاتا ہے، معنی ہے اندازہ، مقدار، قدرت وطاقت۔ ❷ يَتَقَفَّرُوْنَ: وہ تلاش اور جستجو کرتے ہیں، اگر قاف کی بجائے فاء پہلے ہو یعنی يَتَفَقَّرُوْنَ تو معنی ہوگا باریکیاں نکالتے ہیں، گہرائی میں اترتے ہیں۔ ❸ اَلْاَمْرُ اُنُفٌ: ہر کام نئے سرے سے ہو رہا ہے، اللہ تعالیٰ کو پہلے سے اس کا علم نہیں، اللہ تعالیٰ کو وقوع کے بعد پتہ چلتا ہے۔ ❹ حُفَاةٌ: حَافٍ کی جمع ہے۔ ننگے پاؤں والے، عُرَاةٌ کا مفرد عارٍ ہے، ننگے بدن والے، عالةٌ کا مفرد عائل ہے۔ فقیر محتاج، رِعاءٌ راء کے کسرہ کے ساتھ راعٍ کی جمع ہے چرواہا۔ ❺ يَتَطَاوَلُوْنَ: عمارات کے ارتفاع وبلندی اور کثرت پر ایک دوسرے سے بڑھیں گے اور ان کے حسن وزیبائش پر ایک دوسرے پر فخر کریں گے۔ ❻ مَلِيًّا: میم کے فتح اور یاء کی تشدید کے ساتھ، کافی عرصہ یا دیر تک ٹھہرنا۔ سنن کی روایت ہے کہ یہ عرصہ تین دن تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ مجلس سے جلد چلے گئے تھے، اس لیے ان کو آپ نے بعد میں بتایا اور حاضرین کو اسی مجلس میں بتا دیا تھا۔

فوائد :...... ❶ جبریل علیہ السلام کی آمد اور آپ سے گفتگو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے بالکل آخری دور میں ہوئی، گویا جس دین کی تکمیل، آپ کی تیئیس سالہ زندگی میں ہوئی، آخری دور میں حضرت جبریل کے سوالات اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جوابات کی صورت میں اس کا خلاصہ اور نچوڑ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے سامنے پیش کر دیا گیا، اور اسی حدیث کو حدیث جبریل کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔ ❷ اس حدیث میں چونکہ پورے دین کا نچوڑ، خلاصہ اور عطر آ گیا ہے، جس طرح فاتحہ میں پورے قرآن کا نچوڑ اور مغز آ گیا ہے، اس لیے اس حدیث کو ام السنۃ یا ام الحدیث کا نام دیا گیا، جس طرح کہ فاتحہ کو ام القرآن یا ام الکتاب کہا جاتا ہے۔ ❸ دین کا حاصل اور روح تین باتیں ہیں:

(الف) انسان اپنے آپ کو کلی طور پر اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دے، اس کا مطیع اور فرماں بردار بن جائے، اپنی پوری زندگی اس کی بندگی میں گزارے، اس کا نام اسلام ہے، اور اس کے پانچ ارکان، توحید و رسالت کا اقرار و شہادت، نماز، زکاۃ، روزہ اور بیت اللہ کا حج یہ اسلام کا پیکرِ محسوس اور بندگی کا مظہر ہیں۔ (ب) ان غیبی حقیقتوں کا ماننا اور ان پر یقین کرنا، جو اللہ تعالیٰ کا رسول بتلائے اور ان کے ماننے کی دعوت دے اس کا نام ایمان ہے، جس کے چھ ارکان ہیں، اللہ تعالیٰ، فرشتوں، آسمانی کتابوں، رسولوں، قیامت اور تقدیر خیر و شر پر ایمان لانا۔ (ج) اسلام اور ایمان کا اس قدر پختہ یقین، جس کی بنا پر اللہ تعالیٰ کی ذات کا ایسا استحضار ہو کہ اس کے احکام و فرامین، اور اس کے اوامر ونواہی کی تعمیل اس طرح ہونے لگے گویا وہ ہماری آنکھوں کے سامنے ہے اور ہمیں دیکھ رہا ہے۔ فرماں برداری اور بندگی کی اس کیفیت کا نام احسان ہے۔ اگرچہ انسان دنیا میں نہیں دیکھ سکتا مگر دیکھنے کا تصور کر رہا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ تو دیکھ رہا ہے اور اصل میں اسی کے دیکھنے کا اعتبار ہے کیونکہ اجر و ثواب اسی نے دینا۔ ❹ اللہ تعالیٰ پر ایمان لانا: یہ ہے کہ اس کو ان تمام صفات کمال سے متصف مانا جائے جو قرآن و حدیث میں آئی ہیں اور ان کو بلا تشبیہ وتمثیل اور بلا تکییف وتاویل تسلیم کیا جائے۔ اور اس کو تمام صفات نقص سے منزہ اور پاک مانا جائے، اس کی ذات، صفات افعال اور حقوق میں کسی کو شریک وسہیم قرار نہ دیا جائے، پوری کائنات کا خالق و مالک اور مدبر ومنتظم مانا جائے، نفع ونقصان کا مالک صرف اسی کو تسلیم کیا جائے۔ اس لیے تمام حوائج وضروریات کا پورا کرنے والا اور تمام مشکلات کا حل کرنے والا اسے ہی مانا جائے۔ ❺ ملائکہ پر ایمان لانا: یہ ہے کہ وہ ایک مستقل مخلوق ہے، جس طرح انسان، جن اور حیوان ایک الگ الگ اور مستقل مخلوق ہیں۔ فرشتے اللہ تعالیٰ کی ایک پاکیزہ اور محترم مخلوق ہے، یعنی "عباد مکرمون" معزز ومکرم بندے ہیں، جن میں شر اور شرارت، عصیان وسرکشی اور نافرمانی کا مادہ نہیں ہے۔ ﴿لَا يَعْصُونَ اللَّهَ مَا أَمَرَهُمْ وَيَفْعَلُونَ مَا يُؤْمَرُونَ﴾ (التحریم: ٦) "وہ اللہ تعالیٰ کے احکام کی نافرمانی نہیں کرتے۔ جو حکم ملتا ہے اس کی تعمیل کرتے ہیں۔" ﴿لَا يَسْبِقُونَهُ بِالْقَوْلِ وَهُمْ بِأَمْرِهِ يَعْمَلُونَ﴾ (الانبیاء: ٢٧) "بات میں پہل نہیں کرتے، صرف اس کے حکم کے مطابق ہی کام کرتے ہیں۔" اس طرح قرآن وسنت میں ان کی جو صفات اور فرائض و ذمہ داریاں بیان کی گئی ہیں ان کو دل کی گہرائی سے ماننا "ایمان بالملائکہ" ہے۔ ❻ اللہ تعالیٰ کی کتابوں پر ایمان لانے کا مقصد یہ ہے کہ تسلیم کیا جائے کہ اللہ تعالیٰ نے انسانوں کی رشد وہدایت اور رہنمائی کے لیے وقتاً فوقتاً جو ہدایت نامے بھیجے وہ برحق تھے اور اب آخری ہدایت نامہ قرآن مجید ہے جو پہلی تمام کتابوں کا مصداق اور مھیمن (نگہبان ومحافظ) ہے۔ یہ ہدایت نامہ، آسمانی ہدایت ناموں کا گویا آخری اور مکمل ترین ایڈیشن ہے، جو تمام آسمانی کتابوں کے اساسی وبنیادی اور ضروری مضامین پر مشتمل ہے۔ سب سے مستغنی اور بے نیاز کر دینے والا ہے۔ رہتی دنیا تک کے تمام انسانوں کی ضروریات کا کفیل ہے۔ اب انسان کسی اور ہدایت نامے (آسمانی کتاب) اور شریعت ودین کے محتاج نہیں ہیں، اللہ تعالیٰ نے قیامت تک، اس کے حفاظت کی ذمہ داری اٹھائی ہے، فرمایا:

﴿إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحٰفِظُونَ﴾ (الحجر:٩) ”بے شک ہم ہی نے ذکر اتارا ہے اور ہم ہی اس کے محافظ ہیں۔“ ❼ اللہ تعالیٰ کے رسولوں پر ایمان لانا یہ ہے کہ اس واقعی حقیقت کا صدق دل سے اقرار کیا جائے کہ اللہ تعالیٰ نے وقتاً فوقتاً اپنے بندوں کی رشد وہدایت اور رہنمائی کے لیے، اپنے مخصوص، برگزیدہ اور منتخب بندوں کو اپنی رضا مندی کا مظہر ضابطہ حیات اور دستورِ زندگی دے کر مختلف علاقوں اور مختلف لوگوں کی طرف بھیجا۔ انہوں نے انتہائی دیانت وامانت اور فرض شناسی سے اللہ تعالیٰ کا پیغام انسانوں تک پہنچایا اور انہوں نے انسانوں کو راہِ راست پر لانے اور کفر وضلالت سے بچانے کے لیے اپنی زندگیاں وقف کر دیں اور انتہائی محنت ومشقت برداشت کرتے ہوئے اپنے فرضِ منصبی سے عہدہ برآ ہوئے، وہ سب کے سب صادق اور امین تھے، ان میں سے کسی نے بھی اپنا فرض ادا کرنے میں کوتاہی نہیں کی اور نہ ہی کسی نے سستی اور کاہلی کا مظاہرہ کیا، ان میں سے چند ایک کے حالات وواقعات قرآن وسنت میں بیان کیے گئے ہیں اور اکثر کے حالات پردۂ خفا میں ہیں، فرمایا: ﴿مِنْهُمْ مَّنْ قَصَصْنَا عَلَيْكَ وَمِنْهُمْ مَّنْ لَّمْ نَقْصُصْ عَلَيْكَ﴾ (المومن: ٧٨) ”ان میں سے بعض کا حال ہم نے آپ سے بیان کیا ہے اور بعض کا حال آپ سے بیان نہیں کیا ہے۔“ رسالت ونبوت کا یہ سلسلہ حضرت محمد ﷺ پر ختم کر دیا گیا ہے۔ اب کسی نبی یا رسول کا آنا ممکن نہیں ہے اور جو بھی یہ دعویٰ کرتا ہے، یا کرے گا وہ جھوٹا اور مکار ہے اور اس کو ماننے والا دائرہ اسلام سے خارج ہوگا۔ آپ خاتم الانبیاء اور اللہ تعالیٰ کے آخری رسول ہیں: ﴿مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ﴾ (الاحزاب: ٤٠) ”محمد (ﷺ) تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں، البتہ اللہ کے رسول ہیں اور تمام نبیوں کے خاتم ہیں۔“ قیامت تک آنے والے انسانوں کے لیے نجات وفلاح آپ ہی کی پیروی پر موقوف ہے اور آپ ہی کی ہدایات وتعلیمات کی پابندی ایمان کی علامت اور نشانی ہے۔ ❽ ایمان بالیوم الآخر کا معنی یہ ہے کہ: اس حقیقت کا یقین کیا جائے کہ یہ دنیا اپنے وقتِ مقررہ پر انجام کو پہنچ جائے گی یعنی موجودہ کائنات فنا کر دی جائے گی، دنیا کے خاتمہ پر اللہ تعالیٰ اپنی قدرتِ کاملہ سے تمام انسانوں کو دوبارہ زندہ فرمائے گا اور ان سے ان کی زندگی کا حساب وکتاب لے گا، انسان نے جو کچھ اس دنیا میں کیا ہے اس کی جزا یا سزا پائے گا جو بویا ہے اسے ہی کاٹے گا، انسان کی کامیابی وکامرانی یا ناکامی ونامرادی کا دارومدار انسان کے اپنے عقیدہ اور عمل پر ہے۔ ❾ ایمان بالقدر یہ ہے کہ: اس بات کا اقرار کیا جائے کہ دنیا میں جو کچھ بھی ہو رہا ہے خیر ہے یا شر نیک ہے یا بد، کفر وشرک ہے یا ایمان ویقین، شریعت ودین کی پابندی وپاسداری ہے یا نافرمانی وعصیان اور سرکشی، اس سب کا اللہ تعالیٰ کو پہلے سے علم ہے اور سب کچھ اس کے ارادہ اور مشیت کے تحت ہو رہا ہے، لیکن وہ ایمان ویقین اور اطاعت وفرمانبرداری کو پسند فرماتا ہے اور کفر وعصیان کو ناپسند کرتا ہے: ﴿لَا

يَرْضَى لِعِبَادِهِ الْكُفْرَ وَإِنْ تَشْكُرُوا يَرْضَهُ لَكُمْ﴾ (الزمر: ۷) ''وہ اپنے بندوں کے لیے کفر کو ناپسند کرتا ہے اور اگر تم شکر کرو گے تو وہ اسے تمہارے لیے پسند کرتا ہے۔'' دنیا میں کوئی چیز اس کی منشا کے بغیر ممکن نہیں وہ جو کچھ چاہتا ہے وہی ہوتا ہے اور جو کچھ نہیں چاہتا وہ نہیں ہو سکتا، ایسا نہیں ہے کہ وہ تو کچھ اور چاہتا ہو لیکن اس دنیا میں اس کی منشا کے خلاف کچھ اور واقع ہو جائے وہ عاجز اور بے بس نہیں ہے بلکہ قدرت کاملہ کا مالک ہے۔ اس کا علم محیط ہے یعنی ازلی وابدی ہے۔ ہر چیز کو اس کے وقوع سے پہلے جانتا ہے اور اس دنیا میں جو کچھ ہو رہا ہے، اس کے علم کے مطابق ہو رہا ہے ایسا نہیں ہے کہ اس کے علم میں کچھ ہو اور واقع کچھ اور ہو جائے۔

قدریہ جو معبد جہنی کے پیروکار ہیں: وہ ان چیزوں کے منکر ہیں، ان کے بقول اللہ تعالیٰ کو پہلے سے کسی چیز کا علم نہیں ہے، بلکہ اس وقت علم ہوتا ہے جب کوئی چیز واقع ہو جاتی ہے، اس فرقہ کو جو تقدیر کا منکر ہے قدریہ اس لیے کہتے ہیں کہ یہ لوگ تقدیر کے مسئلہ پر بہت بحث وتمحیص کرتے ہیں، اہل حق تمام کاموں کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کرتے ہیں۔ اور ان کے تمام افعال، خیر ہوں یا شر، نیک ہوں یا بد کا خالق اللہ تعالیٰ کو تسلیم کرتے ہیں، انسان کو صرف فاعل (کرنے والا) اور کَاسِبُ (کمانے والا) قرار دیتے ہیں اور قدریہ تمام افعال کا خالق اپنے آپ کو یعنی انسان کو قرار دیتے ہیں، گویا قدر اور فعل کی نسبت اپنی طرف کرتے ہیں، اس لیے ان کا نام قدریہ رکھا گیا، لیکن یہ عقیدہ قدیم قدریہ کا تھا جو ختم ہو چکے ہیں، معتزلہ کو بھی قدریہ کہتے ہیں، کیونکہ وہ بھی اس بات کے قائل تھے کہ بندہ قادر ہے اور وہ خود اپنے افعال خیر ہوں یا شر، کفر وضلالت ہوں یا رشد وہدایت کا خالق ہے۔ رافضی یعنی شیعہ کا موقف بھی یہی ہے، اہل حدیث کے نزدیک ہر چیز کا خالق اللہ تعالیٰ ہے اس کے سوا کوئی بھی خالق نہیں، یہاں تک کہ انسان کے ارادہ واختیار اور افکار وخیالات کا خالق بھی وہی ہے۔

جدید قدریہ: خیر کا خالق اللہ تعالیٰ کو مانتے ہیں اور شر کا انسان کو، اس لیے ان کو مجوس قرار دیا جاتا ہے کیونکہ مجوسی بھی نور (یزداں) کو خالق خیر قرار دیتے ہیں اور ظلمت (اہرمن) کو خالق شر، جب کہ حقیقتاً یہ لوگ مجوس سے بھی بدتر ہیں، کیونکہ انہوں نے تو ہر انسان کو خالق قرار دیا ہے۔ ⑩ احسان: یہ ہے کہ ہر انسان، ہر عمل انتہائی خوبی وکمال کے ساتھ اس طرح سرانجام دے گویا کہ وہ اللہ تعالیٰ کو اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہے، کیونکہ یہ تو ایک حقیقت مسلمہ ہے کہ وہ ہمیں دیکھ رہا ہے اگرچہ ہم اسے دیکھ نہیں رہے ہیں، اس طرح احسان کا تعلق انسان کی پوری زندگی اور ہر حرکت وعمل سے ہے۔ اس کی حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی بندگی وطاعت اور اس کے ہر حکم کی تعمیل اس طرح کی جائے اور اس کے مؤاخذہ ومحاسبہ سے اس طرح ڈرا جائے گویا وہ ہمارے سامنے ہے اور ہماری ہر حرکت وسکون اور ہر قول فعل کو دیکھ رہا ہے اور ہمارا داعیہ عمل جذبہ فعل اور اخلاص ومحنت اس پر عیاں ہے۔ اس حقیقت کو یوں سمجھا جا سکتا ہے کہ ایک غلام اپنے آقا کے حکم کی تعمیل ایک تو اس وقت کرتا ہے جب اس کا آقا و مالک اس کے سامنے موجود ہوتا ہے

اور اس کو یقین ہوتا ہے کہ میرا آقا میرے کام کو اچھی طرح دیکھ رہا ہے اور ایک صورت یہ ہوتی ہے کہ غلام کا آقا اس کے سامنے موجود نہیں ہوتا، اور وہ یہ سمجھتا ہے کہ میرا مالک میرے کام کو دیکھ نہیں رہا ہے، عام طور پر ان دونوں قسم کے حالات میں فرق ہوتا ہے۔ جس قدر توجہ واہتمام اور محنت ولگن، اور خوبصورتی وہنر مندی سے غلام آقا کے سامنے جب کہ وہ دونوں ایک دوسرے کو دیکھ رہے ہوتے ہیں۔ کام سرانجام دیتا ہے، اس کی عدم موجودگی یا نظر نہ آنے کی صورت میں اس قدر خوش اسلوبی اور محنت یا کاوش اور ذوق وشوق سے کام نہیں کرتا۔ یہی حال انسان کا اپنے خالق ومالک کے ساتھ ہے کہ جس وقت بندہ یہ محسوس کرتا ہے کہ میرا خالق ومالک مجھے دیکھ رہا ہے۔ میرا ہر کام، ہر قول وفعل اور اس کا جذبہ محرکہ یا داعیہ عمل اس پر عیاں ہے، اس وقت اس کے عمل ورویہ میں جو دلی توجہ واہتمام، محنت ولگن اور اخلاص کا جذبہ کارفرما ہوتا ہے وہ اس وقت نہیں ہوتا۔ جب اسے یہ احساس نہ ہو کہ میرا آقا ومالک مجھے دیکھ رہا ہے۔ اس لیے ہر قول وعمل کے وقت اس احساس کا استحضار ہونا چاہیے کہ میں اپنے مالک کو دیکھ رہا ہوں جیسا کہ وہ مجھے دیکھ رہا ہے کیونکہ اس کا دیکھنا ایک طے شدہ حقیقت ہے، اس لیے جذبہ مشاہدہ حق کو پیدا کرنے کی ضرورت ہے۔ علامہ نووی اور امام سندھیؒ نے اسی معنی کو ترجیح دی ہے، لیکن عام طور پر یہ معنی کیا جاتا ہے کہ اعلیٰ درجہ اس حقیقت کو پیدا کرنا ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کو دیکھ رہا ہوں اور وہ مجھے دیکھ رہا ہے، اس کو مشاہدہ حق کا نام دیا جاتا ہے۔ اگر یہ درجہ پیدا نہ ہو سکے تو کم از کم اس حقیقت کا تو استحضار وتصور ہونا چاہیے کہ وہ (اللہ تعالیٰ) مجھے دیکھ رہا ہے، اگرچہ میں اسے نہیں دیکھ رہا ہوں اس کو مراقبہ حق کا نام دیا جاتا ہے۔ علامہ نووی وسندھیؒ کے نزدیک انسان کا اللہ تعالیٰ کو نہ دیکھنا ایک حقیقت ہے جس طرح کہ اللہ تعالیٰ کا انسان کو دیکھنا ایک حقیقت ہے، اس لیے مراقبہ حق کا استحضار اور ذہن نشین ہونا ہی مشاہدہ حق کا ذریعہ وواسطہ ہے۔ (11) اگر انسان کو کسی چیز کا علم نہ ہو تو اسے اہل علم سے دریافت کرنا چاہیے، اور اہل علم کو سائل کے سوال کا خندہ پیشانی سے جواب دینا چاہیے اور اگر صاحب علم کو کسی سوال کا جواب معلوم نہ ہو تو اسے صاف کہہ دینا چاہیے مجھے اس کا علم نہیں ہے، تحقیق وجستجو کے بعد بتا سکوں گا اور ہر سوال کا جواب معلوم نہ ہونا اہل علم کی شان کے منافی نہیں، کیونکہ عالم کے لیے ہر بات کا معلوم ہونا ضروری نہیں ہے۔ جبریل علیہ السلام اور نبی اکرم ﷺ کے سوالات وجوابات اس حقیقت کا مظہر ہیں اور قرآن مجید نے اس حقیقت کو یوں بیان فرمایا ہے: ﴿فَسْـَٔلُوٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ﴾ (النحل: ٤٣) ''اگر تمہیں علم نہ ہو تو اہل علم سے پوچھ لو۔'' (12) علامات قیامت: (الف) لونڈی، اپنی مالکہ اور آقا کو جنے گی۔ شارحین حدیث نے اس جملہ کے مختلف معانی بیان فرمائے ہیں۔ دور حاضر کے مناسب معنی یہ ہے کہ قیامت کے وقوع اور قرب کی علامات میں سے ایک علامت یہ ہے کہ ماں باپ کی نافرمانی عام ہو جائے گی حتی کہ بچیاں جن کی جبلت وسرشت میں ماؤں کی اطاعت اور فرمانبرداری کا جذبہ وافر ہوتا ہے، جن سے ماں کی سرکشی ونافرمانی کا صدور بظاہر بہت مشکل ہے وہ بھی نہ صرف یہ کہ ماؤں کی نافرمان ہوں گی، بلکہ الثاان پر اس طرح حکم چلائیں گی جس طرح ایک مالکہ اپنی لونڈی پر حکم

چلاتی ہے۔ (ب) بھوکے، ننگے اور بکریوں کے چرواہے یعنی نچلے طبقہ کے لوگ اونچے اونچے محل اور قلعہ نما کوٹھیاں تعمیر کریں گے۔ اس فقرہ میں اس حقیقت کی نشان دہی فرمائی گئی ہے کہ قیامت کے قریب دنیوی مال ودولت اور سرداری، چودھراہٹ ان لوگوں کے ہاتھ میں آئے گی جو اس کے اہل نہیں ہوں گے، ان کے نزدیک مال و دولت اور حکومت واقتدار کا مقصد ومصرف یہی ہوگا کہ اونچے اونچے اور شاندار محل بنوائے جائیں اور اسی کو سرمایہ فخر و مباہات قرار دیا جائے۔ اس میں ایک دوسرے سے بازی لے جانے کی کوشش کی جائے گی ہمارے ملک کا صدارتی محل، وزیراعظم ہاؤس اور ہمارے لیڈروں کی کوٹھیاں اس کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔ نبی اکرم ﷺ نے اس حقیقت کو ایک دوسری حدیث میں یوں بیان فرمایا ہے: ((اِذَا وُسِّدَ الامْرُ اِلٰی غَیْرِ اَهْلِهٖ فَانْتَظِرِ السَّاعَةَ)) (بخاری) ''جب حکومتی اختیارات اور عہدے ومناصب نااہلوں کے سپرد ہونے لگیں تو پھر قیامت کا انتظار کرنا۔''

بعض شبہات کا ازالہ: (۱) بعض حضرات نے اس حدیث سے استدلال کرتے ہوئے یا محمد کہنا اور اس کے ذریعہ ندا کرنا جائز قرار دیا ہے اور لکھا ہے یہ ندا ادب اور احترام کے خلاف نہیں، اگر ندا کرنا ادب واحترام کے خلاف ہوتا تو یا اللہ کہنا بھی حرام ہوتا، اس کی تائید میں وہ احادیث بھی پیش کی ہیں جن میں اللہ تعالیٰ اور انبیاء نے رسول اللہ ﷺ کو یا محمد کے ساتھ ندا اور خطاب کیا ہے۔

اس کا جواب یہ ہے: (۱) اللہ تعالیٰ، جبریل اور بعض انبیاء کا آپ کو یا محمد (ﷺ) کہنا آپ کی دنیوی زندگی میں اور آپ کے سامنے تھا اور آج آپ کو یا محمد حاضر ناظر سمجھ کر استعانت اور استغاثہ کے لیے کہا جاتا ہے۔ اس لیے یہ قیاس مع الفارق ہے، آپ کو حاضر ناظر سمجھنا اور اس وقت آپ سے استعانت واستغاثہ کرنا قرآن وسنت کے خلاف ہے۔ کیونکہ آپ کو اب حیات برزخی حاصل ہے، اور آپ کا ہم سے تعلق ورابطہ ختم ہو چکا ہے، اس لیے اس عقیدہ کی صورت میں تو یا رسول اللہ کہنا بھی درست نہیں ہے۔

(۲) یا اللہ کہنا نصوص شرعیہ سے ثابت ہے اور یا محمد کہنا خلاف ادب واحترام ہے، اور مخلوق کو خالق پر قیاس کرنا، ایک فریب اور دھوکا ہے۔

(۳) یا محمد کہنے کی ممانعت اور اس کا ادب واحترام کے منافی ہونا امۃ محمدیہ علی صاحبہا التحیات والسلام کے لیے ہے۔ اللہ تعالیٰ، جبریل علیہ السلام اور انبیاء کرام علیہم السلام اس کے مکلف نہ تھے۔

(۴) اللہ تعالیٰ، جبریل علیہ السلام اور انبیاء کرام علیہم السلام کا یا محمد کہنا ندا یا خطاب کے لیے نہ تھا کیونکہ ان کے سامنے اور ان کے پاس آپ موجود تھے۔ محض اپنی طرف متوجہ کرنا مقصود تھا، اس لیے جبریل علیہ السلام نے کبھی یا محمد کہا اور کبھی یا رسول اللہ جیسا کہ امام بخاری نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں سورۃ لقمان میں یا رسول اللہ کے الفاظ نقل کیے ہیں، مسلم میں یہ روایت آگے آرہی ہے۔

(۵) جبریل علیہ السلام جس کیفیت اور ہیئت میں آئے تھے اس کا تقاضا مصلحت یہی تھا کہ آپ بدویانہ انداز سے آپ کو

مخاطب کرتے اور ادب و احترام کا اظہار نہ ہو کیونکہ بدو شخص ادب و اداب سے واقف نہ تھے کیونکہ ابو ہریرہ کی حدیث میں ہے اس نے یا رسول اللہ کہا تھا۔

(۲) جبریل علیہ السلام نے معنی وصفی کا ارادہ کیا یعنی بہت تعریف کیا گیا، بطور نام خطاب مقصود نہ تھا۔

[94] ۲۔(. . .)حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدِ الْعَنْبَرِيُّ أَبُوْ كَامِلٍ الْجَحْدَرِيُّ وَأَحْمَدُ بْنُ عَبْدَةَ قَالُوْا حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ مَطَرِ الْوَرَّاقِ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ بُرَيْدَةَ عَنْ يَحْيَى بْنِ يَعْمَرَ قَالَ لَمَّا تَكَلَّمَ مَعْبَدٌ بِمَا تَكَلَّمَ بِهِ فِيْ شَأْنِ الْقَدَرِ أَنْكَرْنَا ذٰلِكَ قَالَ فَحَجَجْتُ أَنَا وَحُمَيْدُ بْنُ عَبْدِالرَّحْمٰنِ الْحِمْيَرِيُّ حَجَّةً وَسَاقُوا الْحَدِيْثَ بِمَعْنَى حَدِيْثِ كَهْمَسٍ وَإِسْنَادِهِ وَفِيْهِ بَعْضُ زِيَادَةٍ وَنُقْصَانُ أَحْرُفٍ۔

[94] ۔ مجھے حماد بن زید کے واسطہ سے مطر الوراق نے بیان کیا، مطر نے عبداللہ بن بریدہ کے واسطہ سے یحیٰی بن یعمر سے نقل کیا کہ جب معبد نے تقدیر کے بارے میں جو گفتگو چاہی کی۔ ہم نے اسے بہت عجیب خیال کیا، تو میں اور حمید بن عبدالرحمٰن حمیری نے حج کیا، امام مسلم کے تینوں اساتذہ نے کہمس کی روایت، اس کی سند سے بیان کی اور الفاظ میں کچھ کمی بیشی ہے۔

[95] ۳۔(. . .) وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ الْقَطَّانِ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ غِيَاثٍ حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ بُرَيْدَةَ.

عَنْ يَحْيَى بْنِ يَعْمَرَ وَحُمَيْدِ بْنِ عَبْدِالرَّحْمٰنِ قَالَا لَقِيْنَا عَبْدَاللّٰهِ بْنَ عُمَرَ فَذَكَرْنَا الْقَدْرَ وَمَا يَقُوْلُوْنَ فِيْهِ فَاقْتَصَّ الْحَدِيْثَ كَنَحْوِ حَدِيْثِهِمْ عَنْ عُمَرَ رضی اللہ عنہ عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم وَفِيْهِ شَيْءٌ مِّنْ زِيَادَةٍ وَقَدْ نَقَصَ مِنْهُ شَيْئًا

[95]۔عبداللہ بن بریدہ نے یحیٰی بن یعمر اور حمید بن عبدالرحمٰن دونوں سے نقل کیا کہ ہم عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کو ملے اور ہم نے تقدیر کا تذکرہ کیا اور منکرین تقدیر کا قول نقل کیا۔ محمد بن حاتم نے بھی امام صاحب کے مذکورہ بالا اساتذہ کی طرح حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی اس میں کچھ اضافہ ہے اور کچھ کمی بھی کی ہے۔

[96] ٤۔(. . .) وَحَدَّثَنِي حَجَّاجُ بْنُ الشَّاعِرِ حَدَّثَنَا يُوْنُسُ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا الْمُعْتَمِرُ عَنْ أَبِيهِ.

[94] انظر الحديث السابق ۹۳۔

[95] اخرجه ابوداود فى ((سننه)) فى السنة، باب فى القدر برم (٤٦٩٦) انظر ((التحفة)) برقم (١٠٥١٦) و (١٠٥٧٢) وهو فى ((جامع الاصول)) برقم (٢)

[96] تقدم تخريجه فى الحديث قبل السابق برقم (٩٣)

عَنْ يَحْيَى بْنِ يَعْمَرَ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنْ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ بِنَحْوِ حَدِيثِهِمْ۔

[96]۔معتمر نے اپنے باپ کے حوالہ سے یحییٰ بن یعمر کی عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی روایت بیان کی جو مذکورہ بالا اساتذہ کی حدیث جیسی ہے۔

[97]۵-(۹) وَحَدَّثَنَا أَبُوبَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ جَمِيعًا عَنِ ابْنِ عُلَيَّةَ قَالَ زُهَيْرٌ حَدَّثَنَا إِسْمٰعِيلُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ عَنْ أَبِي حَيَّانَ عَنْ أَبِي زُرْعَةَ بْنِ عَمْرِو بْنِ جَرِيرٍ-

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ يَوْمًا بَارِزًا لِلنَّاسِ فَأَتَاهُ رَجُلٌ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ مَاالْإِيمَانُ قَالَ ((أَنْ تُؤْمِنَ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَلِقَآئِهٖ وَرُسُلِهٖ وَتُؤْمِنَ بِالْبَعْثِ الْاٰخِرِ)) فَقَالَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ مَا الْإِسْلَامُ قَالَ ((الْإِسْلَامُ أَنْ تَعْبُدَ اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكَ بِهٖ شَيْئًا وَّتُقِيمَ الصَّلٰوةَ الْمَكْتُوبَةَ وَتُؤَدِّيَ الزَّكٰوةَ الْمَفْرُوضَةَ وَتَصُومَ رَمَضَانَ)) قَالَ يَارَسُولَ اللّٰهِ مَا الْإِحْسَانُ قَالَ ((أَنْ تَعْبُدَ اللّٰهَ كَأَنَّكَ تَرَاهُ فَإِنَّكَ إِنْ لَّا تَرَاهُ فَإِنَّهُ يَرَاكَ)) قَالَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ مَتَى السَّاعَةُ قَالَ ((مَا الْمَسْئُولُ عَنْهَا بِأَعْلَمَ مِنَ السَّآئِلِ وَلٰكِنْ سَاُحَدِّثُكَ عَنْ أَشْرَاطِهَا إِذَا وَلَدَتِ الْأَمَةُ رَبَّهَا فَذَاكَ مِنْ أَشْرَاطِهَا وَإِذَا كَانَتِ الْعُرَاةُ الْحُفَاةُ رُؤُوسَ النَّاسِ فَذَاكَ مِنْ أَشْرَاطِهَا وَإِذَا تَطَاوَلَ رِعَآءُ الْبَهْمِ فِي الْبُنْيَانِ فَذَاكَ مِنْ أَشْرَاطِهَا فِي خَمْسٍ لَّا يَعْلَمُهُنَّ إِلَّا اللّٰهُ)) ثُمَّ تَلَا رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ إِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ وَيُنَزِّلُ الْغَيْثَ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْأَرْحَامِ وَمَا تَدْرِي نَفْسٌ مَّا ذَا تَكْسِبُ غَدًا وَّمَا تَدْرِي نَفْسٌ بِأَيِّ أَرْضٍ تَمُوتُ إِنَّ اللّٰهَ عَلِيمٌ خَبِيرٌ قَالَ ثُمَّ أَدْبَرَ الرَّجُلُ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ ((رُدُّوا عَلَيَّ الرَّجُلَ)) فَأَخَذُوا لِيَرُدُّوهُ فَلَمْ يَرَوْا شَيْئًا فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ ((هٰذَا جِبْرِيلُ جَآءَ لِيُعَلِّمَ النَّاسَ دِينَهُمْ)).

[97]۔ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ ایک دن لوگوں کے سامنے تشریف فرما تھے تو ایک آدمی

---

[97] اخرجه البخاری فی ((صحیحه)) فی الایمان، باب سوال جبریل النبی ﷺ عن الایمان والاسلام والاحسان وعلم الساعة برقم (٥٠) وفی التفسیر، باب: ان الله عنده علم الساعة برقم (٤٧٧٧) وابن ماجه فی ((سننه)) فی المقدمة، باب فی الایمان بتمامه برقم (٦٤) وفی الفتن، باب: اشراط الساعة مختصرا برقم (٤٠٤٤) انظر ((التحفة)) برقم (١٤٩٢٩) وهو فی ((جامع الاصول)) برقم (٣)

نے آ کر آپ سے سوال کیا اے اللہ کے رسول ﷺ! ایمان کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: ''تم اللہ تعالیٰ کے فرشتوں، اس کی کتابوں، اس کی ملاقات، اور اس کے رسولوں کو مان لو اور دوبارہ اٹھنے کا یقین کر لو۔'' اس نے پوچھا، اے اللہ کے رسول! اسلام کیا ہے؟ آپ نے جواب دیا: ''اسلام یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت و بندگی کرو اور اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ ٹھہراؤ، فرض نماز کی پابندی کرو، فرض زکاۃ ادا کرو اور رمضان کے روزے رکھو۔'' اس نے کہا: اے اللہ کے رسول! احسان کی حقیقت کیا ہے؟ آپ نے ارشاد فرمایا: ''اللہ کی بندگی اس طرح کرو گویا تم اسے دیکھ رہے ہو، کیونکہ بے شک تم اسے نہیں دیکھ رہے ہو وہ تو تمہیں دیکھ رہا ہے۔'' اس نے عرض کی، اے اللہ کے رسول! قیامت کب قائم ہوگی، آپ نے فرمایا: ''جس سے سوال کیا گیا ہے وہ اس کے بارے میں پوچھنے والے سے زیادہ نہیں جانتا، لیکن میں تمہیں اس کی نشانیوں سے آگاہ کیے دیتا ہوں، جب لونڈی اپنے مالک کو جنے گی تو یہ اس کی علامات میں سے ہوگا۔ اور جب ننگے جسم، ننگے پاؤں، لوگوں کے سردار (حاکم) ہوں گے تو یہ بھی اس کی نشانی ہوگی اور جب بھیڑ بکریوں کے چرانے والے، بڑی بڑی عمارات بنانے میں ایک دوسرے پر بازی لے جانے کی کوشش کریں گے (اور اس میں ایک دوسرے پر فخر کریں گے) تو یہ بھی اس کی علامات میں سے ہے۔ قیامت کے وقوع کا علم ان پانچ چیزوں میں سے ہے، جنہیں اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔'' پھر آپ نے یہ آیت پڑھی: ''بے شک اللہ تعالیٰ ہی کے پاس ہے قیامت کا علم، وہی بارش برساتا ہے اور ماں کے پیٹ میں جو کچھ ہے اسے جانتا ہے، کوئی نفس نہیں جانتا کہ وہ کل کیا کرے گا، نہ کسی نفس کو یہ معلوم ہے کہ وہ کس زمین میں (کس جگہ) فوت ہوگا۔ بے شک اللہ ہی خوب جاننے والا خبردار ہے۔'' (لقمان: ۳۴)

راوی نے بتایا، پھر وہ آدمی پشت پھیر کر چلا گیا، تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''اس آدمی کو واپس میرے پاس لاؤ۔'' صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اسے واپس لانے کے لیے نکلے تو انہیں کچھ نظر نہ آیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''یہ جبریل تھے جو لوگوں کو ان کا دین سکھانے آئے تھے۔''

مفردات الحدیث

❶ الایمان: اُمن سے ماخوذ ہے اور امن خوف کی ضد ہے، اس لیے اس کا معنی ہے خوف کا نہ ہونا۔ طمانیت و تسکین اور انسان جس سے بے خوف ہوتا ہے، اس پر اعتماد اور بھروسہ کرتا ہے اور اس سے بیقرار اور پریشان نہیں ہوتا، اس لیے ایمان کا لفظ چار معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ ❷ آمَنَهُمْ ان کو بے خوف کر دیا۔ ❸ آمَنَ بِهِ اس کا اعتراف کیا، اس کو مان لیا۔ ❹ آمَنَ لَهُ اس کی تصدیق کی۔ ❺ آمَنَ عَلَيْهِ اس پر اعتماد و بھروسہ کیا۔ اس لیے ایمان کا معنی ہوگا رسول پر اعتماد کرتے ہوئے اس کی بات کی تصدیق کر کے اس کو مخالفت سے بے خوف کر دینا۔

اسلام: کا معنی ہے، اپنے آپ کو کسی کے سپرد کر دینا۔ اور اس کے تابع فرمان ہو جانا۔ اس لیے اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے اور اس کے رسولوں کے پیش کردہ، ضابطہ حیات کا نام اسلام ہے، کیونکہ اس کی رو سے انسان اپنے آپ کو بالکل اللہ تعالیٰ کے حوالہ کر دیتا ہے اور اس کے مقابلہ میں اپنی رضا سے دستبردار ہو کر، مکمل طور پر اس کی اطاعت کا عہد کرتا ہے۔

احسان: حسن سے ماخوذ ہے، جس کا معنی ہے خوبی وکمال، استحکام و پختگی، کام اس طرح کرنا جس طرح کے اس کے کرنے کا حق ہے۔

لقاء: مصدر ہے جس کا معنی، ملاقات ہے، لیکن یہاں مراد، حساب وکتاب کے لیے، اللہ تعالیٰ کے حضور پیشی ہے۔

بعث آخر: اس سے مراد، جزاوسزا کے لیے دوبارہ زندہ ہونا ہے۔

اشراط: شرط شین اور راء کے فتحہ کے ساتھ، کی جمع ہے جس کا معنی علامت ونشانی ہے یا مقدمات (کسی چیز کے ابتدائی معاملات)۔

بَهْمٌ: بَهْمَةٌ کی جمع ہے اور بَهْمٌ بھیڑ بکری کے بچہ کو کہتے ہیں۔

فوائد ...... ❶ ارکان اسلام: میں سے پہلا رکن اللہ تعالیٰ کی بندگی اور عبادت کرنا اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرانا ہے، یہ رکن اساس اور سنگ میل کی حیثیت رکھتا ہے، جس پر باقی ارکان کی قبولیت اور ان کے قیام و بقا کا انحصار ہے، عبادت کے اصل معنی ہیں کسی کے لیے رام ہونا، اس کے سامنے بچھ جانا اور اس کے حضور انتہائی عاجزی وفروتنی اور بے بسی وانکساری کا اظہار کرنا، چنانچہ اس کے لیے اطاعت وفرمانبرداری لازم ہے۔

شریعت کی رو سے عبادت: اس عجز و نیاز اور اطاعت و بندگی کو کہتے ہیں، جو کسی کو نفع ونقصان کا مالک سمجھ کر اس کی رضا وخوشنودی کے حصول کے لیے کی جائے۔ اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرنا، پہلے جملہ کی تاکید اور توضیح و بیان کے لیے ہے کہ اللہ تعالیٰ کی بندگی وعبادت کا حق اسی صورت میں ادا ہو سکتا ہے، جب اس حق میں کسی اور کو دخیل یا شریک نہ کیا جائے۔

❷ لونڈی اپنے مالک اور آقا کو جنے گی: کا مفہوم یہ ہے کہ بیٹے ماں پر حکمرانی کریں گے، اس کی خدمت وطاعت کی بجائے اس پر رعب جمائیں گے اور اس کو اپنا تابع فرمان سمجھیں گے۔

❸ ننگے بدن، ننگے پاؤں، لوگوں کے سردار ہوں گے: یعنی نچلے طبقہ کے لوگ اور بے حیثیت، اور نا اہل افراد حکمران بنیں گے، باصلاحیت اور صاحب استعداد لوگ نظر انداز کر دیئے جائیں گے۔ عہدہ اقتدار واختیار کے حصول کا ذریعہ صرف مال ودولت ہوگا، امانت ودیانت اور علم وفضل کی کوئی اہمیت باقی نہیں رہے گی۔

❹ پانچ چیزوں کا علم صرف اللہ تعالیٰ کو ہے: یہاں اللہ تعالیٰ کے علم کو پانچ اشیاء کے ساتھ مختص کیا گیا ہے، حالانکہ اس کا علم غیر متناہی ہے اور ہر چیز کا علم صرف اسے ہی ہے، اس تخصیص کی وجہ یہ ہے کہ آپ سے سوال صرف

انھی پانچ چیزوں کے بارے میں ہوا تھا اس لیے کہ یہ پانچ اشیاء بنیادی اور مرکز و مرجع کی حیثیت رکھتی ہیں اور باقی اشیاء انہیں کے تحت مندرج ہیں اور اس علم سے مراد کلی اور مجموعی علم ہے، جو اصول اور کلیات پر مشتمل ہے، بعض افراد یا جزئیات کا علم کسی کو حاصل ہو جائے تو وہ اس کے منافی نہیں۔ نیز اس سے مراد غیبی علم ہے جو حواس، بداہت عقل، علامات و امارات، اسباب و وسائل اور تجربات و استدلال کے بغیر حاصل ہوتا ہے اگر ان اشیاء خمسہ میں سے کسی جزئی یا جزئیات کا علم، کسی سبب، واسطہ و ذریعہ یا آلات و وسائل سے حاصل ہو جائے یا ظن و تخمین سے بتا دیا جائے تو وہ اس کے منافی نہیں۔ قیامت کے وقوع کا وقت اور ان کی تعیین کے ساتھ یقینی و قطعی علم مخلوقات میں سے کسی ایک کو بھی حاصل نہیں، وہ فرشتہ ہو یا رسول، ولی جن ہو یا عام انسان۔ بارش کس وقت ہوگی، کتنی ہوگی، کہاں کہاں ہوگی، کب تک رہے گی اس کے اثرات و نتائج کیا نکلیں گے، اس کا قطعی و یقینی علم بھی اللہ تعالیٰ کو ہے، تجربہ و مشاہدہ یا اسباب و وسائل اور آلات سے صرف اندازہ اور تخمینہ لگایا جا سکتا ہے، ماں کے پیٹ میں کیا ہے، اس کی رنگت، ڈیل ڈول، قد کاٹھ، عمر، صحت، رزق، احوال کیا ہوں گے، تمام ارحام کے بیک وقت بلا کسی آلہ و ذریعہ، بلا سبب و وسیلہ اور بغیر تجربہ و مشاہدہ کے احتیاج کے صرف اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے، تجربہ و مشاہدہ اور آلات کے ذریعہ کسی مخصوص مال کے بارے میں محدود اور ناقص معلومات کا حاصل ہونا، اس کے خلاف نہیں، آئندہ کل کے بارے میں کامل معلومات، پورے حالات و واقعات، تمام مشاغل اور مصروفیات کا کلی علم، جو ہر انسان پر حاوی ہے، صرف اللہ تعالیٰ کو حاصل ہے، شخصی اور انفرادی طور پر اور محدود پیمانہ پر بعض پروگرام ترتیب دینا اور اس کے مطابق پروگرام سرانجام دے لینا بھی اس کے منافی نہیں، یہ الگ بات ہے پروگرام کی ہر جزئی کو وقت کی پابندی کے ساتھ ادا کرنا ایک مشکل معاملہ ہے اسی طرح ہر انسان کی موت، کب، کہاں، کیسے اور کن حالات میں واقع ہوگی، اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی فرد بشر یا فرشتہ و جن نہیں جانتا۔

ایک اشکال اور اس کا حل: بعض شارحین حدیث نے لکھا ہے کہ ان علوم خمسہ میں سے حظ وافر اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام کو عموماً اور رسول اکرم ﷺ کو خصوصاً عنایت فرمایا ہے۔ اس کے لیے بعض علمائے اسلام کی عبارات بھی پیش کی ہیں۔

(۱)...... اس کا جواب یہ ہے کہ صحیح احادیث کی موجودگی میں جب کہ قرآن مجید کی صریح آیت بھی ان احادیث کی تصدیق اور تائید کرتی ہے، علماء اسلام کا بلا دلیل، قول حجت نہیں اور وہ قول بھی یقینی نہیں۔ علامہ آلوسی لکھتے ہیں:
وليس عندي ما يفيد الجزم بذالك ، لیکن مجھے اس پر کوئی قطعی دلیل نہیں ملی۔ (روح المعانی تفسیر سورۂ لقمان)

(۲)...... ان پانچ اشیاء کا علم ذاتی طور پر یا غیبی طور پر، کلی اور مجموعی حیثیت سے صرف اللہ تعالیٰ کو ہے اگر ان میں سے بعض کا علم، جزئیات اور افراد کے اعتبار سے جزئیات کم ہوں یا زیادہ کسی کو کسی ذریعہ اور واسطہ سے حاصل ہو جائے، تو وہ اس کے منافی نہیں ہے اور نہ ہی ایسے کسی فرد بشر یا ملکی کو عالم الغیب قرار دیا جا سکتا ہے، اطلاع علی الغیب کو

غیب قرار دینا فریب نفس ہے۔ اور اس اطلاع کے لیے بھی دلیل و حجت اور برہان کی ضرورت ہے، محض احتمال پیدا کرنا دلیل نہیں۔ اگر اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ کو غیب کی بعض باتیں بتا دینے سے رسول اللہ ﷺ کو عالم الغیب قرار دیا جائے تو پھر رسول اللہ ﷺ نے امت کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے معلوم ہونے والی غیب کی جو باتیں بتائی ہیں ان کی وجہ سے امت بھی عالم الغیب ہونی چاہیے، حالانکہ یہ بات کوئی نہیں کہتا۔

یہ علوم غیب یا علوم خمسہ ہی مفاتیح الغیب ہیں جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہیں، اس لیے اگر کسی کا دعویٰ ہے کہ ان میں سے کسی کا علم، کسی کو دیا گیا ہے تو اس کی قطعی اور یقینی دلیل پیش کرنی ہوگی، محض امکان یا احتمال دلیل نہیں۔ امام قرطبی نے تصریح کی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے مفاتیح الغیب کی تفسیر ان علوم خمسہ سے کی ہے۔ (فتح الباری)

[98]٦۔(. .) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بِشْرٍ حَدَّثَنَا أَبُو حَيَّانَ التَّيْمِيُّ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ مِثْلَهُ غَيْرَ أَنَّ فِي رِوَايَتِهِ إِذَا وَلَدَتِ الْأَمَةُ بَعْلَهَا يَعْنِي السَّرَارِيَّ

[98]۔ امام صاحب نے اوپر والی روایت دوسرے استاد سے بیان کی ہے۔ صرف ان الفاظ کا فرق ہے "اذا ولدت الامة بعلها" لونڈی اپنے مالک کو جنے گی، یعنی رب کی جگہ بعل کا لفظ ہے۔ یعنی السراری، لونڈیاں۔

مفردات الحدیث ❶ بعل: کی تفسیر بعض نے شوہر سے کی ہے اور بعض نے مالک و آقا سے، حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اسی کو اختیار کیا۔ ❷ سراری: سریة کی جمع ہے، سریہ اس لونڈی کو کہتے ہیں جو تعلقات قائم کرنے کے لیے رکھی جاتی ہے۔

[99]٧۔(١٠) حَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنْ عُمَارَةَ وَهُوَ ابْنُ الْقَعْقَاعِ عَنْ أَبِي زُرْعَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ ((سَلُوْنِي)) فَهَابُوْهُ أَنْ يَسْأَلُوْهُ قَالَ فَجَاءَ رَجُلٌ فَجَلَسَ عِنْدَ رُكْبَتَيْهِ فَقَالَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ مَاالْإِسْلَامُ؟ قَالَ ((لَاتُشْرِكُ بِاللّٰهِ شَيْئًا)) وَّ تُقِيْمُ ((الصَّلٰوةَ وَ تُؤْتِي الزَّكٰوةَ وَتَصُوْمُ رَمَضَانَ)) قَالَ صَدَقْتَ قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَاالْإِيْمَانُ؟ قَالَ ((اَنْ تُؤْمِنَ بِاللّٰهِ وَمَلٰئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَلِقَآئِهٖ وَرُسُلِهٖ وَتُؤْمِنَ بِالْبَعْثِ وَتُؤْمِنَ بِالْقَدَرِ كُلِّهٖ)) قَالَ صَدَقْتَ قَالَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ مَاالْإِحْسَانُ قَالَ ((اَنْ تَخْشَى اللّٰهَ كَاَنَّكَ تَرَاهُ فَاِنَّكَ اِنْ لَّاتَكُنْ تَرَاهُ فَاِنَّهٗ يَرَاكَ)) قَالَ صَدَقْتَ قَالَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ

[98] تقدم تخريجه في الحديث السابق (٩٧)

[99] انفرد به مسلم۔ انظر ((التحفة)) برقم (١٤٩١٥) وهو في ((جامع الاصول)) برقم (١٠)

مَتٰی تَقُوْمُ السَّاعَةُ قَالَ ((مَا الْمَسْئُوْلُ عَنْهَا بِاَعْلَمَ مِنَ السَّآئِلِ وَسَاُحَدِّثُكَ عَنْ اَشْرَاطِهَآ اِذَارَاَيْتَ الْمَرْاَةَ تَلِدُرَبَّهَا فَذَاكَ مِنْ اَشْرَاطِهَا وَاِذَا رَاَيْتَ الْحُفَاةَ الْعُرَاةَ الصُّمَّ الْبُكْمَ مُلُوْكَ الْاَرْضِ فَذَاكَ مِنْ اَشْرَاطِهَا وَاِذَا رَاَيْتَ رِعَآءَ الْبُهْمِ يَتَطَاوَلُوْنَ فِي الْبُنْيَانِ فَذَاكَ مِنْ اَشْرَاطِهَا فِيْ خَمْسٍ مِنَ الْغَيْبِ لَايَعْلَمُهُنَّ اِلَّا اللّٰهُ)) ثُمَّ قَرَءَ الْاٰيَةَ اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَه' عِلْمُ السَّاعَةِ وَيُنَزِّلُ الْغَيْثَ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْاَرْحَامِ وَمَاتَدْرِيْ نَفْسٌ مَّا ذَاتَكْسِبُ غَدًا وَّمَا تَدْرِيْ نَفْسٌ بِاَيِّ اَرْضٍ تَمُوْتُ اِلٰی اٰخِرِ السُّوْرَةِ قَالَ ثُمَّ قَامَ الرَّجُلُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ ((رُدُّوْهُ عَلَيَّ فَالْتُمِسَ فَلَمْ يَجِدُوْهُ)) فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ ((هٰذَا جِبْرِيْلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ اَرَادَ اَنْ تَعَلَّمُوْآ اِذَا لَمْ تَسْاَلُوْا)).

[99]۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مجھ سے پوچھ لو، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آپ سے سوال کرنے میں ہیبت محسوس کی (آپ کی عظمت کی بنا پر سوال نہ کیا) تو ایک آدمی آیا اور آپ کے گھٹنوں کے پاس بیٹھ گیا، پھر کہنے لگا اے اللہ کے رسول! اسلام کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: تو اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائے، نماز کا اہتمام کرے، زکاۃ ادا کرے، رمضان کے روزے رکھے۔'' اس نے کہا: آپ نے سچ فرمایا۔ پوچھا، اے اللہ کے رسول! ایمان کیا ہے؟ آپ ﷺ نے جواب دیا: یہ کہ تو اللہ، اس کے فرشتوں، اس کی کتابوں، اس کی ملاقات اور اس کے رسولوں پر ایمان لائے۔ اور مرنے کے بعد اٹھنے کا یقین رکھے اور ہر قسم کی تقدیر کو تسلیم کرے۔ اس نے کہا، آپ نے درست فرمایا۔ کہنے لگا، اے اللہ کے رسول! احسان کیا ہے؟ آپ نے ارشاد فرمایا: تو اللہ تعالیٰ سے اس طرح ڈرے، گویا کہ تو اسے دیکھ رہا ہے، بلاشبہ اگر چہ تو اسے نہیں دیکھ رہا ہے وہ تو تجھے دیکھ رہا ہے (اور اصل چیز آقا و مالک کا دیکھنا ہے) اس نے کہا، آپ نے صحیح فرمایا۔ پوچھا، اے اللہ کے رسول! قیامت کب قائم ہوگی؟ آپ نے جواب دیا: جس سے قیامت کے (وقوع) بارے میں پوچھا جا رہا ہے، وہ پوچھنے والے سے زیادہ نہیں جانتا اور میں تمہیں اس کی علامات بتائے دیتا ہوں، جب دیکھو لونڈی اپنے آقا کو جن رہی ہے تو یہ اس کی نشانیوں میں سے ہے، اور جب دیکھو ننگے پاؤں، ننگے بدن، بہرے، گونگے، زمین کے بادشاہ ہیں، تو یہ بھی اس کی علامات میں سے ہے اور جب دیکھو بھیڑ بکریوں کے چرواہے عمارات بنانے میں ایک دوسرے پر فخر کر رہے ہیں تو یہ بھی اس کی نشانیوں میں سے ہے۔ قیامت ان پانچ غیبی چیزوں میں سے ہے، جن کو اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا، پھر آپ نے پڑھا قیامت کا علم اللہ تعالیٰ ہی کے پاس ہے، وہی بارش برساتا ہے، وہی جانتا ہے کہ رحموں میں کیا ہے، اور کوئی شخص نہیں جانتا وہ آنے

والے کل کیا کرے گا، اور نہ کوئی شخص یہ جانتا ہے وہ کس زمین میں (کہاں) فوت ہوگا۔ بے شک اللہ تعالیٰ جاننے والا خبر دینے والا ہے۔ (لقمان: ۳۴) پھر آدمی اٹھ کر چلا گیا، تو رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: اسے میرے پاس واپس لاؤ۔'' اسے تلاش کیا گیا تو وہ انہیں (صحابہ کرام رضی اللہ عنہم) کو نہ ملا۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''یہ جبریل علیہ السلام تھے، انہوں نے چاہا تم (دین) سیکھ لو، کیونکہ تم نے سوال نہ کیا تھا۔

مفردات الحدیث ❶ **الصم:** اصم کی جمع ہے، بہرے (کان رکھنے کے باوجود حق قبول نہ کرنا، گویا قوت سماع سے محروم ہونا) ❷ **البکم:** ابکم کی جمع ہے، گونگے (زبان رکھنے کے باوجود حق کا اظہار نہ کرنا، زبان سے محروم ہونا ہے) ❸ **ملوك:** ملك کی جمع ہے، بادشاہ، صاحب اقتدار۔ ❹ **غیب:** جو چیز حواس اور بداہت عقلی سے معلوم نہ ہو سکے اور اس پر کوئی دلیل بھی قائم نہ ہو۔

فوائد: ...... ❶ حدیث میں دین کے تین درجات بیان کیے گئے ہیں، اسلام، ایمان اور احسان ہر بعد والا درجہ پہلے سے بلند اور اس پر مشتمل ہے، ایمان کے اندر اسلام داخل ہے اور احسان، اسلام اور ایمان دونوں پر مشتمل ہے اور آخری، بلند ترین رتبہ ہے۔

❷ اسلام: جس طرح پورے دین کا نام ہے ﴿وَمَنْ يَبْتَغِ غَيْرَ الْإِسْلَامِ دِينًا﴾، جو اسلام کے سوا کسی دین کا متلاشی ہوگا۔ اسی طرح دین کے عملی پیکر جو محسوس ہو کا نام بھی ہے، جو پانچ ارکان سے تشکیل پاتا ہے۔

❸ ایمان: دین کا دوسرا مرتبہ ہے جو دین اسلام کے چھ بنیادی ارکان پر مشتمل ہے اور اسلام کے عملی اور محسوس ہونے والے پانچ ارکان کے لیے قوت محرکہ کا کام دیتا ہے، اس لیے اس پر مشتمل اور برتر درجہ ہے۔

❹ احسان: دین کا آخری اور تیسرا مرتبہ ہے، جو پہلے دونوں درجوں پر مشتمل اور ان سے بلند ہے، جس کی حقیقت یہ ہے کہ ہر قول و فعل اور عقیدہ و عمل کے پس منظر میں یہ جذبہ اور داعیہ موجود ہو کہ گویا کہ میں اللہ تعالیٰ کو دیکھ رہا ہوں اور وہ مجھے دیکھ رہا ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا دیکھنا تو ایک ایسی حقیقت ہے جس کا کوئی مسلمان منکر نہیں، ضرورت اس امر کی ہے کہ انسان اس حقیقت کے تصور کے ساتھ اس تصور کو بھی قائم کرے کہ میں بھی اسے دیکھ رہا ہوں، لیکن آج ہماری بدقسمتی یہ ہے کہ اس حقیقت مسلمہ کہ اللہ تعالیٰ ہمیں دیکھ رہا ہے، اس کا تصور بھی مفقود ہے۔ اس لیے کم از کم ہمیں ہر عقیدہ و عمل کے ساتھ، اس حقیقت کا استحضار (تصور و خیال میں) کرنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں دیکھ رہا ہے کیونکہ اجر و ثواب یا جزا و سزا میں تو اس کے دیکھنے کا اعتبار ہے۔

❺ جس طرح انسان کو اپنی موت کے وقت، دن اور جگہ کا علم نہیں، اسی طرح پورے عالم یا کائنات کے فنا اور خاتمہ کا بھی کسی کو علم نہیں، ہاں قیامت سے پہلے اس کے قرب اور وقوع کی علامات اور نشانیوں کا آہستہ آہستہ، بتدریج ظہور شروع ہو جائے گا، اور اس حدیث میں، ان میں سے صرف تین نشانیوں کو بیان فرمایا گیا ہے: (۱) ننگے بدن، ننگے پاؤں، بکریوں کے چرواہے جو علم و فضل سے محروم جاہل اور ناداں ہوتے ہیں، وہ لوگوں کے سردار و قائد اور

دولت وثروت کے مالک ہوں گے، جن کا کام عمارات بنانے میں ایک دوسرے سے بڑھنا اور اس پر فخر ومباہات کرنا ہوگا۔ (۲) جب فقیر وقلاش لوگ جو بہرے گونگے ہوں گے یعنی صلاحیت واہلیت اور استعداد وقابلیت سے محروم ہوں گے، امانت و دیانت اور علم وفضل سے تہی دامن ہوں گے وہ بادشاہ ہوں گے، انہیں اپنے حقوق و فرائض کا علم نہ ہوگا۔ انہیں تو صرف مال و دولت سمیٹنے اور محلات بنانے کی فکر ہوگی، اس سے دین ودنیا دونوں کا نظم ونسق تباہ و برباد ہوگا۔ (۳) علم اور دیانت سے محرومی کی بنا پر بیٹیاں، ماؤں کی نافرمان ہوں گی بلکہ مالکہ کی طرح ان پر حکم چلائیں گی۔

❻ ما المسئول عنها اعلم من السائل: آپ نے یہ نہیں فرمایا، میں اسے تجھ سے زیادہ نہیں جانتا بلکہ یہ فرمایا مسئول عنہ، سائل سے زیادہ نہیں جانتا۔ اس میں اس طرف اشارہ ہے کہ اس مسئلہ میں میری اور تیری تخصیص نہیں بلکہ ہر سائل اور مسئول اس کے جواب میں برابر ہیں، کسی شخص کو بھی اس کا علم نہیں دیا گیا۔

❼ راوی جب استاد سے اکیلا روایت سنے تو حدثنی کہتا ہے اور جب دوسرے ساتھیوں کے ساتھ سماع کرے تو حدثنا، اسی طرح جب اکیلا، استاد کو روایت سنائے تو اخبرنی اور جب ساتھیوں کے ساتھ قراءت کرے تو اخبرنا استعمال کرتا ہے۔ امام صاحب کی بھی صورت حال یہی ہے۔

٢...... بَابُ بَيَانِ الصَّلٰوةِ الَّتِىْ هِىَ اَحَدُ اَرْكَانِ الْاِسْلَام

باب ۲: نماز کا بیان جو اسلام کے ارکان میں سے ایک رکن ہے

[100] ٨-(١١) حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدِ بْنِ جَمِيلِ بْنِ طَرِيفِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ الثَّقَفِيُّ عَنْ مَالِكِ بْنِ أَنَسٍ فِيمَا قُرِءَ عَلَيْهِ عَنْ أَبِى سُهَيْلٍ۔

عَنْ طَلْحَةَ بْنَ عُبَيْدِ اللّٰهِ يَقُولُ جَاءَ رَجُلٌ إِلٰى رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ مِنْ أَهْلِ نَجْدٍ ثَائِرُ الرَّأْسِ نَسْمَعُ دَوِىَّ صَوْتِهِ وَلَا نَفْقَهُ مَا يَقُولُ حَتّٰى دَنَا مِنْ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ فَإِذَا هُوَ يَسْأَلُ عَنِ الْإِسْلَامِ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ ((خَمْسُ صَلَوَاتٍ فِي الْيَوْمِ وَاللَّيْلَةِ)) فَقَالَ هَلْ عَلَيَّ غَيْرُهُنَّ قَالَ ((لَا إِلَّا أَنْ تَطَوَّعَ وَصِيَامُ شَهْرِ رَمَضَانَ)) فَقَالَ هَلْ عَلَيَّ غَيْرُهُ فَقَالَ ((لَا إِلَّا أَنْ تَطَوَّعَ)) وَذَكَرَ لَهُ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ الزَّكٰوةَ فَقَالَ هَلْ عَلَيَّ غَيْرُهَا قَالَ ((لَا إِلَّا أَنْ تَطَوَّعَ)) قَالَ فَأَدْبَرَ الرَّجُلُ وَهُوَ يَقُولُ وَاللّٰهِ لَا أَزِيدُ عَلٰى هٰذَا وَلَا أَنْقُصُ مِنْهُ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ ((أَفْلَحَ إِنْ صَدَقَ))۔

---

[100] اخرجه البخارى فى ((صحيحه)) فى الايمان، باب الزكاة فى الاسلام برقم (٤٦) وفى ←

[100]۔ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک نجدی آدمی آیا، جس کے بال پراگندہ تھے، اس کی آواز کی بھنبھناہٹ ہم سن رہے تھے اور وہ جو کچھ کہہ رہا تھا اس کو ہم سمجھ نہیں رہے تھے، یہاں تک کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے قریب آیا وہ آپ سے اسلام کے بارے میں پوچھ رہا تھا، تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: دن، رات میں پانچ نمازیں ہیں۔ تو اس نے پوچھا، میرے ذمہ ان کے علاوہ بھی ہیں؟ آپ نے فرمایا: نہیں، الا یہ کہ تو نفلی نماز ادا کرے، اور ماہِ رمضان کے روزے رکھے، تو اس نے پوچھا، کیا میرے ذمہ اس کے علاوہ روزے بھی ہیں؟ فرمایا نہیں الا یہ کہ تم نفلی روزے رکھو اور رسول اللہ ﷺ نے اسے زکاۃ کے بارے میں بتایا، تو اس نے سوال کیا، کیا میرے ذمہ زکاۃ کے سوا صدقہ بھی فرض ہے، آپ نے جواب دیا، نہیں۔ ہاں اگر تم نفلی صدقہ کرنا چاہو تو کر سکتے ہو۔ راوی بیان کرتے ہیں وہ آدمی یہ کہتا ہوا واپس چلا گیا، اللہ کی قسم نہ میں اس پر اضافہ کروں گا اور نہ اس میں کمی، تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، کامیاب ہوا اگر سچا ہے۔

مفردات الحدیث ❶ **ثَائِرٌ**: پراگندہ، بکھرے ہوئے بال۔ ❷ **دَوِيّ**: دال کی زبر کے ساتھ، دوری اور بعد کی بنا پر آواز کی گنگناہٹ جس سے معنی و مطلب سمجھ میں نہ آ سکے۔

فوائد: ...... ❶ دن، رات میں صرف پانچ نمازیں فرض ہیں، ان کے سوا روزانہ اور کوئی نماز فرض نہیں ہے۔ فرض نمازوں کے آگے اور پیچھے یعنی پہلے اور بعد میں پڑھی جانے والی سنتیں، وہ کوئی الگ اور مستقل فرض نماز نہیں ہیں۔ وہ صرف فرض نمازوں کے لیے دل کی حضوری، خشوع وخضوع کے حصول اور فرض میں ہو جانے والی کمی و کوتاہی کے دور کرنے کے لیے پڑھی جاتی ہیں گویا فرض نمازوں میں حسن وکمال پیدا کرنے کا باعث اور ان کا تتمہ وتکملہ ہیں، مستقل فرض نہیں۔ ❷ صرف ماہِ رمضان کے روزے فرض ہیں، رمضان کے علاوہ روزے، رفع درجات اور نفس انسانی کے تزکیہ وتطہیر کے عمل کو قائم و برقرار رکھنے کے لیے رکھے جاتے ہیں، نفلی نمازوں کی طرح، نفلی روزے بھی گناہوں کا کفارہ بنتے ہیں اور فرض روزے رکھنے کی ہمت و استعداد پیدا کرتے ہیں۔ ❸ دین میں آئینی وقانونی فرض، صرف زکاۃ ہے جو مال کے شکرانہ کے طور پر اللہ تعالیٰ کا حق ہے، مال میں زکاۃ کے علاوہ انفاق

← الشهادات، باب: كيف يستحلف برقم (٢٥٣٢) وفي الصوم، باب وجوب صوم رمضان برقم (١٨٩١) وفي الحيل، باب في الزكاة، وان لا يفرق بين مجتمع، ولا يجمع بين متفرق خشية الصدقة برقم (٦٩٥٦) وابوداود في ((سننه)) في الصلاة، باب فرض الصلاة برقم (٣٩١ و ٣٩٢) وفي الايمان والنذور، باب في كراهية الحلف بالآباء برقم (٣٢٥٢) والنسائي في ((المجتبى)) ١/ ٢٢٦۔ ٢٢٧۔ في الصلاة، باب: كم فرضت في اليوم والليلة۔ وفي الصوم، باب: وجوب الصيام ٤/ ١٢ برقم (٢٠٨٩) وفي ١/ ١١٩۔ ١٢٠ الايمان، باب الزكاة برقم (٥٠٤٣) انظر ((التحفة)) برقم (٥٠٠٩) وهو في ((جامع الاصول)) برقم (٧)

ایک اخلاقی، سماجی اور معاشرتی فرض ہے، اس لیے قرآن مجید میں آیت بر میں زکاۃ کے ساتھ وَ اٰتَى الْمَالَ عَلٰى حُبِّهٖ مال کی محبت کے باوجود، مال دیا۔ مستقل طور پر بیان کیا گیا ہے۔ ❹ اِلَّا ان تَطَوَّعَ: میں لَا شوافع کے نزدیک، استثناء منقطع کے لیے ہے، اس لیے نفل کو پورا کرنا بہتر اور افضل ہے لازم نہیں، ضرورت کے وقت نفلی نماز اور نفلی روزہ کو توڑا جا سکتا ہے۔ اور اس کی قضاء، لازم یا واجب نہیں، احناف کے نزدیک الا استثناء متصل کے لیے ہے، اس لیے توڑنے کی صورت میں قضاء فرض یا لازم ہے مگر احناف کے قول کو درست مانا جائے تو فرض نماز کی تعداد پانچ نہیں رہتی اسی طرح رمضان کے علاوہ روزے بھی فرض ماننا پڑتے ہیں جو ظاہر ہے کہ درست نہیں۔ (مسئلہ کی تفصیل اپنے محل پر آئے گی) ❺ لا ازيد ولا انقص: میں کمی وبیشی نہیں کروں گا، مقصد یہ ہے کہ میں آپ کی تعلیم وہدایت کی پوری پوری پابندی کروں گا، اپنی طبیعت ومزاج اور اپنی مرضی وخواہش سے کوئی زیادتی یا کمی نہیں کروں گا۔ ❻ اس حدیث میں حج کا تذکرہ نہیں ہے۔ ممکن ہے یہ سوال وجواب فرضیت حج سے پہلے ہوئے ہوں، کیونکہ حج کی ادائیگی کا موقع، فتح مکہ کے بعد ہی ممکن تھا۔ اور حج مشہور قول کی رو سے ۹ ہجری میں فرض ہوا۔ یہ بھی ممکن ہے کہ آپ نے موقع محل کی مناسبت سے انہیں ارکانِ اسلام سے آگاہ فرمایا ہو۔ بخاری شریف میں حضرت طلحہ بن عبیداللہ رضی اللہ عنہ کی روایت کے آخر میں یہ الفاظ ہیں، فَأَخْبَرَهُ عَنْ شَرَائِعِ الْاِسْلَامِ، آپ نے اسے اسلامی احکام کی خبر دی، اس سے معلوم ہوتا ہے، اس روایت میں اختصار ہے۔ ❼ نفس فلاح ونجات کا انحصار فرائض وواجبات کی پابندی پر ہے، درجات ومراتب کے حصول کے لیے نوافل اور مستحبات کا اہتمام ضروری ہے، جس قدر نوافل اور استحبات کا اہتمام ہوگا اس قدر درجہ بلند ہوگا۔ اور اس کی تعمیل وامتثال (اطاعت وفرمانبرداری ہے) اس لیے آپ نے فرمایا اگر اپنی بات میں سچا ہے تو کامیاب وکامران ہوگا۔

[101] ۹-(. . .) حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ أَيُّوبَ وَقُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ جَمِيعًا عَنْ إِسْمٰعِيلَ بْنِ جَعْفَرٍ عَنْ أَبِي سُهَيْلٍ

عَنْ طَلْحَةَ بْنِ عُبَيْدِ اللّٰهِ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ بِهٰذَا الْحَدِيثِ نَحْوَ حَدِيثِ مَالِكٍ غَيْرَ أَنَّهُ قَالَ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ ((أَفْلَحَ وَأَبِيهِ إِنْ صَدَقَ أَوْ دَخَلَ الْجَنَّةَ وَأَبِيهِ إِنْ صَدَقَ)).

[101]۔ امام صاحب یہی روایت دوسرے استاد سے نقل کرتے ہیں، صرف اتنا فرق ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کامیاب ہوا، اس کے باپ کی قسم، اگر سچا ہے یا فرمایا، جنت میں داخل ہوگا، اس کے باپ کی قسم، اگر سچا ہے۔

فائدہ: ......وَأَبِيهِ: اس کے باپ کی قسم، آپ نے باپ کی قسم سے منع کرنے کے باوجود، باپ کی قسم اٹھائی ہے، اس کا جواب یہ ہے (۱) یہ قسم سے منع کرنے سے پہلے کا واقعہ ہے۔ (۲) یہ عربوں کے کلام ومحاورہ یا ان کے عرف

[101] تقدم تخريجه في الحديث السابق برقم (۱۰۰)

وعادت کے مطابق ہے، جس میں قسم کا ارادہ یا قصد نہیں ہوتا۔ محض کلام میں زور وتاکید پیدا کرنا مطلوب ہوتا ہے۔

(۳) قسم کا ارادہ یا نیت نہ تھی، تکیہ کلام کے طور پر عقری، حلقی "تَرِبَتْ یَدَاهُ" کی طرح کہہ دیا، اس طرح یہ لغو قسم کی ایک شکل ہے جس پر مؤاخذہ نہیں۔

۳...... بَابُ السُّؤَالِ عَنْ أَرْكَانِ الْإِسْلَامِ

باب ۳: ارکان اسلام کے بارے میں سوال

[102] ۱۰-(۱۲) حَدَّثَنِي عَمْرُو بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ بُكَيْرٍ النَّاقِدِ حَدَّثَنَا هَاشِمُ بْنُ الْقَاسِمِ أَبُو النَّضْرِ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ الْمُغِيرَةِ عَنْ ثَابِتٍ۔

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ نُهِينَا أَنْ نَسْأَلَ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ عَنْ شَيْءٍ فَكَانَ يُعْجِبُنَا أَنْ يَجِيْءَ الرَّجُلُ مِنْ أَهْلِ الْبَادِيَةِ الْعَاقِلُ فَيَسْأَلَهُ وَنَحْنُ نَسْمَعُ فَجَاءَ رَجُلٌ مِنْ أَهْلِ الْبَادِيَةِ فَقَالَ يَا مُحَمَّدُ أَتَانَا رَسُولُكَ فَزَعَمَ لَنَا أَنَّكَ تَزْعُمُ أَنَّ اللّٰهَ أَرْسَلَكَ قَالَ ((صَدَقَ)) قَالَ ((فَمَنْ خَلَقَ السَّمَاءَ)) قَالَ اللّٰهُ قَالَ فَمَنْ خَلَقَ الْأَرْضَ قَالَ ((اللّٰهُ)) قَالَ فَمَنْ نَصَبَ هٰذِهِ الْجِبَالَ وَجَعَلَ فِيهَا مَا جَعَلَ قَالَ اللّٰهُ قَالَ فَبِالَّذِي خَلَقَ السَّمَاءَ وَخَلَقَ الْأَرْضَ وَنَصَبَ هٰذِهِ الْجِبَالَ آللّٰهُ أَرْسَلَكَ قَالَ ((نَعَمْ)) قَالَ وَزَعَمَ رَسُولُكَ أَنَّ عَلَيْنَا خَمْسَ صَلَوَاتٍ فِي يَوْمِنَا وَلَيْلَتِنَا قَالَ ((صَدَقَ)) قَالَ فَبِالَّذِي أَرْسَلَكَ آللّٰهُ أَمَرَكَ بِهٰذَا قَالَ نَعَمْ قَالَ وَزَعَمَ رَسُولُكَ أَنَّ عَلَيْنَا زَكٰوةً فِي أَمْوَالِنَا قَالَ ((صَدَقَ)) قَالَ فَبِالَّذِي أَرْسَلَكَ آللّٰهُ أَمَرَكَ بِهٰذَا قَالَ ((نَعَمْ)) قَالَ وَزَعَمَ رَسُولُكَ أَنَّ عَلَيْنَا صَوْمَ شَهْرِ رَمَضَانَ فِي سَنَتِنَا قَالَ ((صَدَقَ)) قَالَ فَبِالَّذِي أَرْسَلَكَ آللّٰهُ أَمَرَكَ بِهٰذَا قَالَ ((نَعَمْ)) قَالَ وَزَعَمَ رَسُولُكَ أَنَّ عَلَيْنَا حَجَّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيلًا قَالَ ((صَدَقَ)) قَالَ ثُمَّ وَلّٰى قَالَ وَالَّذِي بَعَثَكَ بِالْحَقِّ لَا أَزِيدُ عَلَيْهِنَّ وَلَا أَنْقُصُ مِنْهُنَّ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ ((لَئِنْ صَدَقَ لَيَدْخُلَنَّ الْجَنَّةَ))

---

[102] اخرجه البخاری فی ((صحیحه)) فی العلم، باب ما جاء فی العلم وقوله تعالی: ﴿وقل رب زدنی علما﴾ تعلیقا برقم (٦٣) والترمذی فی ((جامعه)) فی الزكاة، باب ماجاء اذا اديت الزكاة فقد قضيت ما عليك برقم (٦١٩) والنسائی فی ((المجتبی)) فی الصوم، باب وجوب الصيام برقم (٢٠٩٠) انظر تحفة الاشواق (٤٠٤)

[102]۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہمیں (بلا ضرورت) رسول اللہ ﷺ سے سوال کرنے سے روک دیا گیا، تو ہمیں اس بات سے خوشی ہوتی تھی کہ کوئی سمجھ دار بدوی، آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر آپ سے سوال کرے اور ہم سنیں، تو ایک بدوی آیا اور کہنے لگا: اے محمد! (ﷺ) آپ کا ایلچی ہمارے پاس آیا، اس نے ہمیں بتایا، آپ کا کہنا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو رسول بنایا ہے، آپ نے فرمایا: اس نے سچ کہا۔ اس نے پوچھا: تو آسمان کس نے بنایا ہے؟ آپ نے جواب دیا: ''اللہ نے۔'' اس نے کہا: تو زمین کو کس نے بنایا ہے؟ ارشاد ہوا: ''اللہ نے۔'' اس نے سوال کیا، تو یہ پہاڑ کس نے گاڑے ہیں اور ان میں جو کچھ رکھا ہے، کس نے رکھا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے۔'' بدوی نے کہا، اس ذات کی قسم، جس نے آسمان بنایا، زمین بنائی اور یہ پہاڑ نصب کیے، کیا اللہ ہی نے آپ کو رسول بنا کر بھیجا ہے؟ آپ نے جواب دیا: ''ہاں۔'' اس نے پوچھا، آپ کے قاصد نے کہا، ہمارے ذمہ ہمارے دن اور رات میں پانچ نمازیں ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا: ''اس نے درست کہا۔'' اس نے کہا، تو اس ذات کی قسم! جس نے آپ کو بھیجا ہے، کیا اللہ ہی نے آپ کو یہ حکم دیا (کہ ہم پانچ نمازیں ادا کریں) آپ نے جواب دیا: ''ہاں۔'' (یہ اللہ ہی کا حکم ہے) اس نے سوال کیا، آپ کے ایلچی کا گمان ہے، ہمارے ذمہ، ہمارے مالوں کی زکاۃ ہے؟ آپ نے کہا: ''اس نے سچ کہا۔'' بدوی نے کہا: تو اس ذات کی قسم جس نے آپ کو رسول بنایا، کیا اللہ ہی نے آپ کو یہ حکم دیا ہے۔ آپ نے جواب دیا: ''ہاں۔'' اعرابی نے کہا، آپ کے پیغامبر کا خیال ہے، ہمارے سال میں ہمارے ذمہ ماہ رمضان کے روزے ہیں، آپ نے فرمایا: ''اس نے صحیح کہا۔'' اس نے کہا، تو جس نے آپ کو بھیجا ہے اس کی قسم! کیا اللہ ہی نے آپ کو یہ حکم دیا، آپ نے جواب دیا: ''ہاں۔'' بدوی نے کہا: آپ کے ایلچی نے کہا، ہمارے ذمہ بیت اللہ کا حج ہے، اس پر جو اس تک پہنچ سکتا ہو۔ آپ نے کہا: ''اس نے سچ کہا۔'' صحابی بیان کرتے ہیں پھر وہ واپس چل پڑا اور چلتے چلتے کہا، اس ذات کی قسم! جس نے آپ کو حق دے کر بھیجا، میں ان پر اضافہ کروں گا نہ ہی ان میں کمی کروں گا تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''اگر یہ سچا ہے، تو یقیناً جنت میں داخل ہوگا۔''

مفردات الحدیث ❶ **اَهْلُ الْبَادِيَة**: اعرابی، بدوی یا جنگلی لوگ، جن میں جہالت اور جفا (درشتی و ترشی) عام ہے۔ ❷ **اَلْعَاقِل**: دانشمند، سمجھ دار۔ ❸ **زَعَم**: محض گمان یا ظن کے معنی میں نہیں، بلکہ یقین قول (بات) کے معنی میں استعمال ہوا ہے، اس لیے آپ نے تصدیق کی۔ ❹ **نَصَبَ**: گاڑنا، پیوست کرنا۔ ❺ **جِبَال**: جبل کی جمع ہے، پہاڑ۔

فوائد :...... (۱) سوال کی بندش کرنے میں قرآن مجید کی سورۂ مائدہ کی آیت کی طرف اشارہ ہے: ﴿لَا تَسْـَٔلُوْا عَنْ اَشْيَآءَ اِنْ تُبْدَ لَكُمْ تَسُؤْكُمْ﴾ (المآئدة: ۱۰۱) ''ایسی باتیں مت پوچھو کہ اگر تم پر ظاہر کر دی جائیں تو تمہارے لیے ناگواری کا باعث بنیں۔''

اصل بات یہ ہے کہ نئے نئے سوالات کرنا انسانی فطرت ہے، لیکن اس عادت کو اگر بالکل آزاد چھوڑ دیا جائے تو اس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ انسان غیر متعلق اور بے فائدہ چیزوں کے متعلق سوالات کرنا شروع کر دیتا ہے، اور اس کا رجحان موشگافیوں کی طرف بڑھ جاتا ہے، وہ بال کی کھال اتارتا ہے، جس سے عمل کی طرف توجہ کم ہو جاتی ہے، حالانکہ اصل مقصود عمل ہے نیز رسول سے زیادہ سوال کرنے کا نتیجہ یہ بھی نکلتا ہے کہ پابندیوں میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ (جیسا کہ بنو اسرائیل کے گائے کے بارے میں سوالات سے یہ بات ظاہر ہے) جس سے عمل میں دشواری پیدا ہوتی ہے اور جذبہ عمل مزید کمزور ہو جاتا ہے، اس وجہ سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو غیر ضروری اور بے مقصد سوال کرنے سے روک دیا گیا، اس لیے وہ براہ راست بہت کم سوال کرتے تھے، اور اس بات کے آرزومند رہا کرتے کہ کوئی عاقل اور سمجھ دار اعرابی آئے۔ جو سوال کرنے کی کیفیت، آداب اور ضرورت کو سمجھتا ہو، وہ آپ سے سوال کرے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو سننے کا موقع مل جائے۔

(۲) قسم، بعض دفعہ محض تاکید اور تقریر کے لیے اٹھائی جاتی ہے، کسی شک وشبہ کو دور کرنا مقصود نہیں ہوتا۔

(۳) سائل کو جواب دیتے وقت، اس کی حیثیت و مقام اور معاشرتی سطح کا لحاظ رکھنا چاہیے، رسول اللہ ﷺ کے ہاں بدویوں کے لیے بڑی وسعت وکشادگی تھی، وہ سوالات میں بڑی جرأت و جسارت دکھاتے اور بے دھڑک جو چاہتے پوچھ لیتے، بسا اوقات سخت رویہ اختیار کرتے، وہ شہری تہذیب وسلیقہ یا ادب وآداب کا لحاظ نہ رکھتے، لیکن آپ کے رخ انوار پر ملال ظاہر نہ ہوتا، خندہ روئی سے جواب دیتے۔

[103] ۱۱-(...) حَدَّثَنِي عَبْدُاللهِ بْنُ هَاشِمٍ الْعَبْدِيُّ حَدَّثَنَا بَهْزٌ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ الْمُغِيرَةِ عَنْ ثَابِتٍ۔

عَنْ أَنَسٍ كُنَّا نُهِينَا فِي الْقُرْآنِ أَنْ نَسْأَلَ رَسُولَ اللهِ ﷺ عَنْ شَيْءٍ وَسَاقَ الْحَدِيثَ بِمِثْلِهِ

[103]۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت نقل کرتے ہیں کہ ہمیں قرآن مجید میں رسول اللہ ﷺ سے (بلا خاص ضرورت کے) کسی چیز کے بارے میں سوال کرنے کی ممانعت کر دی گئی۔ بہز نے بھی ہاشم بن القاسم جیسے الفاظ میں حدیث بیان کی۔

[103] تقدم تخريجه في الحديث السابق برقم (۱۰۲)

۴...... بَيَانِ الْإِيمَانِ الَّذِي يَدْخُلُ بِهِ الْجَنَّةَ وَأَنَّ مَنْ تَمَسَّكَ بِمَا أُمِرَ بِهِ بِمَآ دَخَلَ الْجَنَّةَ

باب ٤: وہ ایمان جس کی بنا پر انسان جنت میں داخل ہو سکے گا اور جو اس چیز کی پابندی کرے گا جس کا حکم ملا ہے وہ جنتی ہے

[104] ١٢-(١٣) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عُثْمَانَ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ طَلْحَةَ

عَنْ أَبِي أَيُّوبَ أَنَّ أَعْرَابِيًّا عَرَضَ لِرَسُولِ اللّٰهِ ﷺ وَهُوَ فِي سَفَرٍ فَأَخَذَ بِخِطَامِ نَاقَتِهِ أَوْ بِزِمَامِهَا ثُمَّ قَالَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ أَوْ يَا مُحَمَّدُ أَخْبِرْنِي بِمَا يُقَرِّبُنِي مِنَ الْجَنَّةِ وَمَا يُبَاعِدُنِي مِنَ النَّارِ قَالَ فَكَفَّ النَّبِيُّ ﷺ ثُمَّ نَظَرَ فِي أَصْحَابِهِ ثُمَّ قَالَ ((**لَقَدْ وُفِّقَ أَوْ لَقَدْ هُدِيَ**)) قَالَ ((**كَيْفَ قُلْتَ**)) قَالَ فَأَعَادَ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ ((**تَعْبُدُ اللّٰهَ لَا تُشْرِكُ بِهِ شَيْئًا وَتُقِيمُ الصَّلٰوةَ وَتُؤْتِي الزَّكٰوةَ وَتَصِلُ الرَّحِمَ دَعِ النَّاقَةَ**)).

[104]۔ حضرت ابو ایوب رضی اللہ عنہ روایت بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ایک سفر میں تھے، ایک اعرابی آپ کے سامنے آ کھڑا ہوا، اور آپ کی اونٹنی کی مہار یا نکیل پکڑ لی پھر پوچھا اے اللہ کے رسول! یا اے محمد! مجھے وہ بات بتایئے جو مجھے جنت کے قریب کر دے اور آگ سے دور کر دے، راوی کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ رک گئے، پھر اپنے ساتھیوں پر نظر دوڑائی، پھر فرمایا: اس کو توفیق یا ہدایت ملی اور بدوی سے پوچھا؟ تو نے کیا کہا؟ اس نے اپنی بات دہرائی تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ کی بندگی کر، اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرا، نماز کی پابندی کر، زکاۃ ادا کر، صلہ رحمی کر، اونٹنی کو چھوڑ دے۔''

مفردات الحدیث ❶ خطام اور زمام، دونوں ایک معنی مہار یا ہانکنے کی رسی کے لیے آ جاتے ہیں، اور ان میں فرق بھی کر لیا جاتا ہے۔ خطام رسی یا مہار، زمام نکیل۔ ❷ **وُفِّقَ**: نیکی کرنے کی قدرت حاصل ہوئی اچھی بات پوچھنے کی ہمت ملی۔

فوائد:...... ❶ رسول اللہ ﷺ نے جنت سے قریب اور دوزخ سے دور کرنے والے اعمال میں سے صرف چار عملوں کو بیان فرمایا: (الف) صرف اللہ تعالیٰ کی بندگی اور اطاعت۔ (ب) نماز کا اہتمام۔ (ج) ادائے زکاۃ۔

[104] اخرجه البخاری فی ((صحيحه)) فی الزكاة، باب وجوب الزكاة برقم (١٣٩٦) وفی الادب، باب فضل صلة الرحم برقم (٥٩٨٢) والنسائی فی ((المجتبی)) ١/ ٢٣٤) فی الصلاة، باب ثواب من اقام الصلاة برقم (٤٦٧) انظر ((تحفة الاشراف)) برقم (٣٤٩١)

(د) عزیز واقارب سے اچھا سلوک، یہاں روزہ اور حج کا تذکرہ نہیں فرمایا، اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ ایک شفیق استاد اور مہربان مربی ہیں، کوئی مصنف یا مؤلف نہیں کہ سب کچھ ایک ہی مجلس ومحل میں بیان فرما دیں، موقع محل کے مطابق اور سائل کے حالات کے مناسب، اس کو انہیں چیزوں کی تلقین کی جن کی اسے ضرورت تھی۔ نیز عموماً لوگ ان ہی چار چیزوں میں زیادہ کوتاہی کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کا خطرہ، تمام کوتاہیوں سے زیادہ ہے۔ نماز کی پابندی، زکاۃ کی ادائیگی اور صلہ رحمی میں غفلت وکوتاہی بھی عام ہے۔ اور جو لوگ ان چار چیزوں کا پورا پورا اور صحیح اہتمام کرتے ہیں۔ وہ یقیناً باقی فرائض وواجبات کی بھی پابندی کرتے ہیں اور منہیات (جن سے روکا گیا ہے) ومحرمات (حرام کردہ) سے بچنے کی کوشش کرتے ہیں اس لیے اگلی روایت میں آ رہا ہے، اگر یہ پختگی واستقامت سے ان احکام پر عمل پیرا رہے گا، تو یقیناً جنت میں داخل ہوگا۔ ❷ ایک استاد اور مربی کو انتہائی مشفق اور مہربان ہونا چاہیے کہ اثنائے سفر میں ایک بالکل اجنبی بدوی سامنے آ کر، رسول اللہ ﷺ کی اونٹنی کی مہار پکڑ کر کھڑا ہو جاتا ہے، پھر سوال کرتا ہے آپ اس کے، اس رویہ اور طرز عمل سے ناراض نہیں ہوتے بلکہ اس کے دینی ذوق وجذبہ کی تعریف فرما کر اس کی حوصلہ افزائی کرتے ہیں۔ ❸ الفاظ حدیث کے نقل کرنے میں انسان کو انتہائی محتاط رویہ اختیار کرنا چاہیے، راوی کو تین جگہ الفاظ کے بارے میں شک ہے اور اس نے اس کا اظہار کیا ہے، حالانکہ تینوں جگہ معنی میں کوئی خاص تبدیلی پیدا نہیں ہوتی۔

[105] ١٣-(. . .) وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ وَعَبْدُالرَّحْمٰنِ بْنُ بِشْرٍ قَالَا حَدَّثَنَا بَهْزٌ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُثْمَانَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَوْهَبٍ وَأَبُوهُ عُثْمَانُ أَنَّهُمَا سَمِعَا مُوسَى بْنِ طَلْحَةَ يُحَدِّثُ

وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ وَعَبْدُالرَّحْمٰنِ بْنُ بِشْرٍ قَالَا حَدَّثَنَا بَهْزٌ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُثْمَانَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَوْهَبٍ وَأَبُوهُ عُثْمَانُ أَنَّهُمَا سَمِعَا مُوسَى بْنِ طَلْحَةَ يُحَدِّثُ عَنْ أَبِي أَيُّوبَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ بِمِثْلِ هٰذَا الْحَدِيثِ

[105]۔ امام صاحب مذکورہ بالا روایت ایک دوسرے استاد سے نقل کرتے ہیں۔

[106] ١٤-(. . .) حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى التَّمِيمِيُّ أَخْبَرَنَا أَبُو الْأَحْوَصِ ح وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا أَبُو الْأَحْوَصِ عَنْ أَبِي إِسْحٰقَ عَنْ مُوسَى بْنِ طَلْحَةَ

عَنْ أَبِي أَيُّوبَ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ دُلَّنِي عَلَى عَمَلٍ أَعْمَلُهُ يُدْنِينِي مِنَ الْجَنَّةِ وَيُبَاعِدُنِي مِنَ النَّارِ قَالَ ((تَعْبُدُ اللّٰهَ لَا تُشْرِكُ بِهِ شَيْئًا وَتُقِيمُ الصَّلٰوةَ وَتُؤْتِي

[105] تقدم تخريجه في الحديث السابق برقم (١٠٤)

[106] تقدم تخريجه في الحديث قبل السابق برقم (١٠٤)

الزَّكٰوةَ وَتَصِلُ ذَا رَحِمِكَ)) فَلَمَّا أَدْبَرَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ ((إِنْ تَمَسَّكَ بِمَا أُمِرَ بِهٖ دَخَلَ الْجَنَّةَ)) وَفِي رِوَايَةِ ابْنِ أَبِي شَيْبَةَ ((إِنْ تَمَسَّكَ بِهٖ))

[106]۔حضرت ابو ایوب رضی اللہ عنہ روایت نقل کرتے ہیں کہ ایک آدمی نبی اکرم ﷺ کے پاس آیا اور پوچھا: مجھے کوئی ایسا عمل بتایئے جو مجھے جنت کے قریب کر دے اور دوزخ سے دور کر دے، آپ نے فرمایا: ''اللہ کی بندگی کر، اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرا، نماز کی پابندی کر، زکاۃ دیتا رہ اور اپنے رشتہ داروں سے صلہ رحمی کر۔'' جب وہ پشت پھیر کر چل دیا، تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اگر اس نے ان چیزوں کی پابندی کی، جن کا اس کو حکم دیا گیا ہے تو جنتی ہے۔'' ابن ابی شیبہ کی روایت ہے اگر ان چیزوں کی پابندی کی۔

[107] ۱۵۔(۱٤)حَدَّثَنِي أَبُو بَكْرِ بْنُ إِسْحٰقَ حَدَّثَنَا عَفَّانُ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ عَنْ أَبِي زُرْعَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ أَعْرَابِيًّا جَاءَ إِلٰى رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ دُلَّنِي عَلٰى عَمَلٍ إِذَا عَمِلْتُهٗ دَخَلْتُ الْجَنَّةَ قَالَ ((تَعْبُدُ اللّٰهَ لَا تُشْرِكُ بِهٖ شَيْئًا وَتُقِيمُ الصَّلٰوةَ الْمَكْتُوبَةَ وَتُؤَدِّي الزَّكٰوةَ الْمَفْرُوضَةَ وَتَصُومُ رَمَضَانَ)) قَالَ وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهٖ لَا أَزِيدُ عَلٰى هٰذَا شَيْئًا أَبَدًا وَلَا أَنْقُصُ مِنْهُ فَلَمَّا وَلّٰى قَالَ النَّبِيُّ ﷺ ((مَنْ سَرَّهٗ أَنْ يَنْظُرَ إِلٰى رَجُلٍ مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ فَلْيَنْظُرْ إِلٰى هٰذَا.))

[107]۔حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک اعرابی رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور پوچھا اے اللہ کے رسول! مجھے ایسا عمل بتایئے کہ میں اس پر عمل پیرا ہو کر جنت میں داخل ہو جاؤں، آپ نے فرمایا: ''تو اللہ کی بندگی کر، اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرا، فرض نماز قائم کر، فرض زکاۃ ادا کرتا رہ اور رمضان کے روزے رکھا کر۔'' وہ کہنے لگا، اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے میں اس پر کبھی کسی چیز کا اضافہ نہیں کروں گا اور نہ اس میں کمی کروں گا۔ پھر جب اس نے پشت پھیر لی (اور چل دیا) نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''جسے اس بات سے خوشی ہو کہ وہ ایک جنتی آدمی کو دیکھے، وہ اس کو دیکھ لے۔''

مفردات الحدیث ❶ دُلَّنی: میری رہنمائی کیجئے، مجھے بتلایئے۔ ❷ المکتوبۃ: لکھی گئی، یعنی فرض ولازم ٹھہرائی گئی۔ ❸ المفروضۃ: فرض اور واجب قرار دی گئی۔ ❹ سَرَّ: مسرت اور خوشی کا باعث بنا۔

فائدہ:...... لا ازید و لا انقص: عربی زبان کا ایک محاورہ ہے جو کلام کے اندر حسن اور زور و تاکید پیدا کرنے

[107] اخرجه البخاري في ((صحيحه)) في الزكاة برقم (١٣٩٧) انظر ((التحفة)) برقم (٤٩٣٠)

کے لیے استعمال ہوتا ہے، جس کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ میں ان اعمال کی تعمیل میں کسی قسم کی کوتاہی یا کمی نہیں کروں گا، یہ مقصد نہیں ہوتا کہ میں اس سے زائد عمل نہیں کروں گا۔ جب کہ ہم دوکاندار سے سودا سلف خریدتے وقت کہہ دیتے ہیں، اس میں کمی، بیشی ہو سکتی ہے، بیشی کا لفظ محض حسن اور زور کلام میں اضافہ کے لیے بڑھا دیا جاتا ہے، ہمارا مطلوب صرف کمی ہوتا ہے نہ کہ بیشی، اس کے لیے تو وہ دوکاندار فوراً تیار ہوگا۔ اسی محاورہ کے مطابق اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿فَإِذَا جَآءَ أَجَلُهُمْ لَا يَسْتَأْخِرُونَ سَاعَةً وَلَا يَسْتَقْدِمُونَ﴾ (الاعراف: ۳۴) ''جس وقت ان کا وقت مقررہ آ جائے گا، اس وقت نہ ایک گھڑی پیچھے رہ سکیں گے اور نہ آگے بڑھ سکیں گے۔'' جب وقت مقررہ آ جائے تو اس میں تاخیر کا امکان تو موجود ہے، مگر تقدیم تو عقلاً ممکن ہی نہیں۔ یہاں مقصود صرف تاخیر ہی ہے لیکن کلام کے انداز و تاکید اور تحسین کے لیے تاخیر کے ساتھ اس کے مقابل، تقدیم کو بھی لایا گیا ہے۔ اسی طرح، اس حدیث میں مقصد لا انقص ہے لیکن کلام کی تحسین و تاکید کے لیے اس کے مقابل لا ازید کہہ دیا گیا ہے وگرنہ نفل تو مقصود و مطلوب ہیں۔

[108] ۱۶۔(۱۵) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَأَبُو كُرَيْبٍ وَاللَّفْظُ لِأَبِي كُرَيْبٍ قَالَا حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي سُفْيَانَ

عَنْ جَابِرٍ قَالَ أَتَى النَّبِيَّ ﷺ النُّعْمَانُ بْنُ قَوْقَلٍ فَقَالَ يَارَسُولَ اللّٰهِ أَرَأَيْتَ إِذَا صَلَّيْتُ الْمَكْتُوبَةَ وَحَرَّمْتُ الْحَرَامَ وَأَحْلَلْتُ الْحَلَالَ أَأَدْخُلُ الْجَنَّةَ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ ((نَعَمْ)).

[108]۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس نعمان بن قوقل آئے اور کہا اے اللہ کے رسول! بتلائیے جب میں فرضی نمازیں ادا کرتا رہوں، حرام سے بچتا رہوں اور حلال کو حلال قرار دوں، تو کیا میں جنت میں داخل ہو جاؤں گا، آپ نے فرمایا: ''ہاں۔''

مفردات الحدیث ❶ حـرمـت الحرام: حرام کو حرام سمجھ کر، اس سے بچوں۔ ❷ اَحْـلَـلْتُ الْحَلَالَ: حلال کو حلال سمجھوں۔

فائدہ :...... حرام کو حرام سمجھنا اور اس سے بچنا دونوں لازم ہیں، اور حلال کے لیے محض اس کو حلال سمجھنا ہی لازم ہے اس کا استعمال ضروری نہیں۔

[109] ۱۷۔(. . .) وَحَدَّثَنِي حَجَّاجُ بْنُ الشَّاعِرِ وَالْقَاسِمُ بْنُ زَكَرِيَّاءَ قَالَا حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُوسٰى عَنْ شَيْبَانَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي صَالِحٍ وَأَبِي سُفْيَانَ۔

عَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ النُّعْمَانُ بْنُ قَوْقَلٍ يَارَسُولَ اللّٰهِ بِمِثْلِهِ وَزَادَ فِيهِ وَلَمْ أَزِدْ عَلٰى ذٰلِكَ شَيْئًا

[108] انفرد به مسلم فی ((صحیحه)) انظر ((التحفة)) برقم (۲۳۱۳)

[109] انفرد به مسلم۔ انظر ((التحفة)) برقم (۲۳۱۲) و (۲۳۲۶)

[109]۔حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں نعمان بن قوقل نے کہا، اے اللہ کے رسول! پھر مذکورہ روایت بیان کی اور آخر میں اتنا اضافہ کیا: اور اس پر کسی چیز کا اضافہ نہ کروں۔

[110] ۱۸۔(. . .)وَحَدَّثَنِي سَلَمَةُ بْنُ شَبِيبٍ حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ اَعْيَنٍ حَدَّثَنَا مَعْقَلٌ وَهُوَ ابْنُ عَبْدِاللّٰهِ عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ۔

عَنْ جَابِرٍ أَنَّ رَجُلًا سَأَلَ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ أَرَأَيْتَ إِذَا صَلَّيْتُ الصَّلَوَاتِ الْمَكْتُوبَاتِ وَصُمْتُ رَمَضَانَ وَأَحْلَلْتُ الْحَلَالَ وَحَرَّمْتُ الْحَرَامَ وَلَمْ أَزِدْ عَلَى ذٰلِكَ شَيْئًا أَأَدْخُلُ الْجَنَّةَ قَالَ ((نَعَمْ)) قَالَ وَاللّٰهِ لَا أَزِيدُ عَلَى ذٰلِكَ شَيْئًا

[110]۔حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک آدمی نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا، بتلایئے، جب میں فرض نمازیں ادا کروں، اور میں رمضان کے روزے رکھوں اور میں حلال کو حلال سمجھوں اور میں حرام سے اجتناب کروں اور اس پر کچھ اضافہ نہ کروں، تو کیا میں جنت میں داخل ہو جاؤں گا، آپ نے فرمایا: ''ہاں۔'' اس نے کہا: اللہ کی قسم! میں اس پر کچھ اضافہ نہیں کروں گا۔

فائدہ :......اَحْلَلْتُ الْحَلَالَ وَحَرَّمْتُ الْحَرَامَ: میں اس امر کی طرف اشارہ کیا گیا ہے، یا عہد کیا گیا ہے کہ میں شریعت کی تمام حدود وقیود کی پابندی کروں گا۔ نیز نماز کی پابندی اور اہتمام، پورے دین کے قیام اور بقا کا باعث ہے، اس لیے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے: من حَفِظَها و حَافَظَ عَلَيها فَقَدْ حَفِظَ دِينَهُ. (موطا) ''جس نے نماز کو یاد رکھا اور اس کی حفاظت و پابندی کی، اس نے اپنے دین کو یاد رکھا'' اس لیے یہ وہم نہیں پیدا ہونا چاہیے کہ اس میں ایمان کے کسی رکن کا تذکرہ نہیں ہے اور نہ ہی اسلام کے تمام ارکان بیان ہوئے ہیں۔

۵...... بَاب :بَيَانِ أَرْكَانِ الْإِسْلَامِ وَدَعَائِمِهِ الْعِظَامِ

باب ۵: اسلام کے ارکان اور انتہائی بڑے ستونوں کا بیان

رکن کی جمع ارکان ہے اور رکن اس چیز کو کہتے ہیں، جس کے وجود پر دوسری چیز کے وجود کا انحصار ہو اور وہ اس کا حصہ اور جز ہو، جس طرح نماز میں سجدہ اور رکوع ہیں۔

دَعَائِم: دَعَامَة کی جمع ہے، عمود اور ستون کو کہتے ہیں۔ عِظام: عظیم کی جمع ہے، بڑا، برتر۔

[111] ۱۹۔(۱٦) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ نُمَيْرٍ الْهَمْدَانِيُّ حَدَّثَنَا أَبُو خَالِدٍ يَعْنِي سُلَيْمَانَ بْنِ حَيَّانَ الْاَحْمَرَ عَنْ أَبِي مَالِكٍ الْاَشْجَعِيِّ عَنْ سَعْدِ بْنِ عُبَيْدَةَ۔

[110] انفرد به مسلم- انظر ((التحفة)) برقم (۲۹۵۰)
[111] انفرد به مسلم- انظر ((التحفة)) برقم (۷۰۴۷)

عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ ((بُنِيَ الْإِسْلَامُ عَلَى خَمْسَةٍ عَلَى أَنْ يُّوَحَّدَ اللّٰهُ وَإِقَامِ الصَّلٰوةِ وَإِيْتَاءِ الزَّكٰوةِ وَصِيَامِ رَمَضَانَ وَالْحَجِّ)) فَقَالَ رَجُلٌ الْحَجُّ وَصِيَامُ رَمَضَانَ قَالَ لَا صِيَامَ رَمَضَانَ وَالْحَجِّ هٰكَذَا سَمِعْتُهُ مِنْ رَّسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

[111]۔حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما روایت بیان کرتے ہیں نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''اسلام کی تعمیر پانچ چیزوں سے ہے، اللہ تعالیٰ کو یکتا قرار دیا جائے، نماز قائم کرنا، زکاۃ ادا کرنا، رمضان کے روزے رکھنا اور حج۔'' ایک شخص نے کہا: حج اور رمضان کے روزے؟ ابن عمر نے کہا: نہیں، رمضان کے روزے اور حج، میں نے رسول اللہ ﷺ سے ایسے ہی سنا۔

مفردات الحدیث ❶ **بُنِيَ**: مجہول کا صیغہ ہے، بنایا گیا، تعمیر کیا گیا۔ ❷ **يُوَحَّدُ**: مضارع مجہول، یکتا ومنفرد قرار دیا جائے۔ ❸ **إِقَامِ**: مصدر ہے، اصل میں اقوام تھا، واو کو حذف کر دیا گیا اس کے عوض میں آخر میں ۃ کا اضافہ کر کے اقامۃ کہتے ہیں، جو یہاں اضافت کی وجہ سے گر گئی ہے، اس کا معنی بالکل سیدھا کرنا، کجی اور ٹیڑھ نکال دینا، کسی کام یا ذمہ داری کو اس طرح ادا کرنا، جس طرح اس کا حق ہے۔

فوائد:...... ❶ اسلام کو ایک خیمے سے تشبیہ دی گئی ہے جس کے پانچ ستون ہوتے ہیں، چار ستون یعنی کھونٹیاں چار اطراف میں ہوتے ہیں اور ایک مرکز میں، جس پر خیمہ کھڑا ہوتا ہے اور مرکزی ستون ہی اصل اور بنیاد ہوتا ہے، جس کے بغیر خیمہ کھڑا نہیں ہو سکتا، یہ حیثیت کلمۂ شہادت کو حاصل ہے یا اگر اسلام کو ایک عمارت سے تشبیہ دیں، جس کی چار دیواریں اور ایک چھت ہوتی ہے، اور چھت کے بغیر مکان بے کار اور بے فائدہ ہوتا ہے۔'' اسی طرح ارکان اربعہ، نماز، زکاۃ، روزہ اور حج کی قبولیت کا انحصار کلمہ شہادت پر ہے، کسی مسلمان کے لیے اس بات کی کوئی گنجائش نہیں ہے کہ وہ ان پانچ ارکان کی ادائیگی اور سرانجام دہی میں کسی قسم کی غفلت سستی وکاہلی یا کوتاہی سے کام لے، کیونکہ یہ اسلام کے بنیادی ستون ہیں اور اسلام کا محسوس پیکر ہیں۔ نیز یہ وہ تقیدی امور ہیں جو بالذات اور ہر حالت میں مطلوب ومقصود ہیں، لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ اسلام صرف ان پانچ امور کا نام ہے، خیمہ میں پانچ ستونوں کے سوا اور بھی بہت سی چیزیں ہوتی ہیں، اسی طرح عمارت، صرف چار دیواروں اور چھت کا نام نہیں، لیکن اصلی اور مرکزی اہمیت انھی کو حاصل ہوتی ہے۔ ❷ **الفاظ حدیث میں تقدیم وتاخیر**: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے صوم کا تذکرہ حج سے پہلے کیا، کیونکہ عملی ارکان کی فرضیت کی ترتیب یہی ہے، ایمان کے بعد سب سے پہلے نماز فرض ہوئی، پھر اجمالی طور پر زکاۃ، ہجرت کے دوسرے سال ۲ ہجری میں روزے فرض ہوئے اور ۶ ہجری یا صحیح اور مشہور قول کے مطابق ۹ ہجری میں حج فرض ہوا، لیکن یزید بن بشر السکسکی نے حج کا تذکرہ صوم سے پہلے کیا، اس پر حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اعتراض کیا، اور بتایا نبی اکرم ﷺ نے صوم کا تذکرہ حج سے پہلے کیا تھا، اس سے معلوم ہوا جہاں تک

ممکن ہو حدیث کو اسی طرح بیان کرنا چاہیے، جس طرح اس کو سنا ہو، اس میں تغیر وتبدل کرنا اور حدیث کے الفاظ کی ترتیب بدلنا درست نہیں ہے، عبداللہ بن عمر کی اگلی روایت میں حج کا تذکرہ، صوم سے پہلے کیا گیا ہے، تو یہ روایت بالمعنی کی بنا پر ہے کیونکہ راوی نے سمجھا واو ترتیب کا تقاضا نہیں کرتی جیسا کہ جمہور فقہاء اور نحاۃ کا نظریہ ہے یا اس راوی کو ابن عمر رضی اللہ عنہما کے اعتراض اور تردید کا علم نہیں ہوگا، اس لیے اس نے ترتیب بدل دی۔ (فتح الباری: ۱/ ۷۱ دار السلام)

[112] ۲۰۔(. . .) وَحَدَّثَنَا سَهْلُ بْنُ عُثْمَانَ الْعَسْكَرِيُّ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ زَكَرِيَّا حَدَّثَنَا سَعْدُ بْنُ طَارِقٍ قَالَ حَدَّثَنِي سَعْدُ بْنُ عُبَيْدَةَ السُّلَمِيُّ۔

عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ ((بُنِيَ الْإِسْلَامُ عَلٰى خَمْسٍ عَلٰى أَنْ يُعْبَدَ اللّٰهُ وَيُكْفَرَ بِمَا دُوْنَهُ وَإِقَامِ الصَّلٰوةِ وَإِيتَاءِ الزَّكٰوةِ وَحَجِّ الْبَيْتِ وَصَوْمِ رَمَضَانَ))۔

[112]۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما روایت بیان کرتے ہیں نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے، اللہ کی بندگی کرنا، اس کے ماسوا کی عبادت سے انکار کرنا، نماز قائم کرنا، زکاۃ ادا کرنا، بیت اللہ کا حج کرنا اور رمضان کے روزے رکھنا۔

فائدہ:...... پہلی روایت میں اللہ تعالیٰ کو یکتا اور منفرد قرار دینا بیان کیا گیا تھا۔ اس روایت میں اس کی جگہ اللہ تعالیٰ کی بندگی کرنا اور ماسوا اللہ کی عبادت سے انکار کرنا بیان کیا گیا ہے، جو اس بات کی دلیل ہے کہ توحید کی تین اقسام (۱) توحید ربوبیت کہ کائنات کا خالق، مالک، مدبر و منتظم اور رب، صرف اللہ ہے۔ (۲) توحید اسماء وصفات کہ وہ اپنے اسماء وصفات میں بے مثل ہے اور اسی کے اسماء وصفات حسنی ہیں۔ (۳) توحید الوہیت کہ بندگی کا حقدار صرف وہی ہے۔ ان میں مرکز ومحور کی حیثیت توحید الوہیت کو حاصل ہے، اس لیے سب سے پہلے اس کا مطالبہ کیا گیا ہے۔

[113] ۲۱۔(. . .) حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُعَاذٍ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا عَاصِمٌ وَهُوَ ابْنُ مُحَمَّدِ بْنِ زَيْدِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ بُنِيَ الْإِسْلَامُ عَلٰى خَمْسٍ شَهَادَةِ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ وَإِقَامِ الصَّلٰوةِ وَإِيتَاءِ الزَّكٰوةِ وَحَجِّ الْبَيْتِ وَصَوْمِ رَمَضَانَ۔

[113]۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما روایت بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، اسلام کی تعمیر پانچ چیزوں سے ہوئی ہے، اس بات کی گواہی دینا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی الٰہ (بندگی کے لائق) نہیں، اور بے شک محمد ﷺ اس

[112] تقدم تخرجه في الحديث السابق برقم (۱۱۱)

[113] انفرد به مسلم في ((صحيحه)) انظر ((التحفة)) برقم (۷۴۲۹)

کے بندے اور اس کے رسول ہیں، نماز قائم کرنا، زکاۃ ادا کرنا، بیت اللہ کا حج کرنا اور رمضان کے روزے رکھنا۔

فائدہ :...... اللہ تعالیٰ کی الوہیت کے اقرار کے لیے نبی اکرم ﷺ کی رسالت کا اقرار لازم ہے۔ اس لیے اوپر والی روایات میں صرف الوہیت کا تذکرہ کیا گیا ہے، رسالت کا ذکر صراحت کے ساتھ نہیں کیا گیا۔

[114] ۲۲۔(. . .)وَحَدَّثَنِی ابْنُ نُمَیْرٍ حَدَّثَنَا أَبِی حَدَّثَنَا حَنْظَلَةُ قَالَ سَمِعْتُ عِکْرِمَةَ بْنَ خَالِدٍ عَنْ طَاوُسٍ أَنَّ رَجُلًا قَالَ لِعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ أَلَا تَغْزُو فَقَالَ إِنِّی سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ يَقُولُ ((إِنَّ الْإِسْلَامَ بُنِیَ عَلٰی خَمْسٍ شَهَادَةِ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَإِقَامِ الصَّلٰوةِ وَإِیْتَاءِ الزَّکٰوةِ وَصِیَامِ رَمَضَانَ وَحَجِّ الْبَیْتِ))

[114]۔ ایک آدمی نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے پوچھا آپ جہاد میں حصہ کیوں نہیں لیتے؟ تو انہوں نے جواب دیا، بلا شبہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا آپ فرما رہے تھے، اسلام کی عمارت پانچ چیزوں پر قائم ہے، اللہ تعالیٰ کی الوہیت کی گواہی دینا، نماز قائم کرنا، زکاۃ ادا کرنا، رمضان کے روزے رکھنا اور بیت اللہ کا حج کرنا۔

فوائد :...... ❶ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے سوال کرنے والا الحکیم نامی انسان تھا۔ ❷ جہاد اسلام کے ارکان خمسہ کی طرح بالذات مقصود اور مطلوب نہیں بلکہ اسلام کے باقی امور کی طرح کسی عارضی (ضرورت وحاجت) خاص حالات اور خاص موقعوں پر فرض ہوتا ہے، اس لیے جہاد ہر وقت، ہر حالت میں، ہر مرد اور ہر عورت پر فرض نہیں۔ اس لیے جہاد کو ارکان اسلام میں شمار نہیں کیا گیا۔

٦...... بَابُ الْأَمْرِ بِالْإِیْمَانِ بِاللّٰهِ تَعَالٰی وَرَسُولِهِ ﷺ وَشَرَائِعِ الدِّیْنِ وَالدُّعَاءِ إِلَیْهِ وَالسُّؤَالِ عَنْهُ وَحِفْظِهِ وَتَبْلِیْغِهِ مَنْ لَمْ یَبْلُغْهُ

باب ٦: اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان، دینی احکام پر عمل، دین کی طرف بلانا، دین کے بارے میں سوال کرنا، اس کی حفاظت کرنا یاد رکھنا اور جن تک دین نہ پہنچا ہو ان تک پہنچانا

[115] ۲۳۔(۱۷) حَدَّثَنَا خَلَفُ بْنُ هِشَامٍ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَیْدٍ عَنْ أَبِی جَمْرَةَ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ ح وَحَدَّثَنَا یَحْیَی بْنُ یَحْیٰی وَاللَّفْظُ لَهُ أَخْبَرَنَا عَبَّادُ بْنُ عَبَّادٍ عَنْ أَبِی جَمْرَةَ۔

[114] اخرجه البخاری فی ((صحیحه)) فی الایمان، باب: دعاوکم ایمانکم برقم (٨) والترمذی فی ((جامعه)) فی الایمان، باب ما جاء بنی الاسلام علی خمس برقم (٢٦٠٩) انظر ((التحفة)) برقم (٧٣٤٤)

[115] اخرجه البخاری فی ((صحیحه)) فی الایمان، باب اداء الخمس من الایمان برقم ←

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَدِمَ وَفْدُ عَبْدِ الْقَيْسِ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَقَالُوا يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّا هَذَا الْحَيَّ مِنْ رَبِيعَةَ وَقَدْ حَالَتْ بَيْنَنَا وَبَيْنَكَ كُفَّارُ مُضَرَ فَلَا نَخْلُصُ إِلَيْكَ إِلَّا فِي شَهْرِ الْحَرَامِ فَمُرْنَا بِأَمْرٍ نَعْمَلُ بِهِ وَنَدْعُو إِلَيْهِ مَنْ وَرَاءَنَا قَالَ ((آمُرُكُمْ بِأَرْبَعٍ وَأَنْهَاكُمْ عَنْ أَرْبَعٍ الْإِيمَانُ بِاللَّهِ ثُمَّ فَسَّرَهَا لَهُمْ فَقَالَ شَهَادَةُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ وَإِقَامُ الصَّلَاةِ وَإِيتَاءُ الزَّكَاةِ وَأَنْ تُؤَدُّوا خُمُسَ مَا غَنِمْتُمْ وَأَنْهَاكُمْ عَنِ الدُّبَّاءِ وَالْحَنْتَمِ وَالنَّقِيرِ وَالْمُقَيَّرِ)) زَادَ خَلَفٌ فِي رِوَايَتِهِ ((شَهَادَةُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَعَقَدَ وَاحِدَةً))

[115]۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں عبدالقیس کا وفد حاضر ہوا، اور کہنے لگا اے اللہ کے رسول! ہم ربیعہ قبیلہ کے افراد ہیں، ہمارے اور آپ کے درمیان، مضر قبیلہ جو کافر ہے، حائل ہے اور ہم حرمت والے مہینے کے سوا آپ تک پہنچ نہیں سکتے۔ لہٰذا آپ ہمیں کسی ایسے امر (حکم، بات) کا حکم دیجیے جس پر ہم عمل پیرا ہوں اور اپنے پیچھے رہ جانے والے لوگوں کو اس کی دعوت دیں۔ آپ نے فرمایا: ''میں تمہیں چار چیزوں کا حکم دیتا ہوں اور تمہیں چار چیزوں سے روکتا ہوں، (۱) اللہ تعالیٰ پر ایمان لانا، پھر آپ نے ایمان باللہ کی تفسیر کی، فرمایا اس بات کی گواہی دینا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں۔ اور بے شک محمد اللہ کے رسول ہیں۔ (۲) نماز قائم کرنا۔ (۳) زکاۃ ادا کرنا۔ (۴) مال غنیمت جو تمہیں حاصل ہو، اس سے پانچواں حصہ ادا کرنا۔ اور میں تمہیں دُباء (کدو کا تونبہ) سبز گھڑے، لکڑی کے برتن، تارکول ملے ہوئے برتن کے استعمال سے منع کرتا ہوں۔'' خلف نے اپنی روایت میں یہ اضافہ کیا، اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی بندگی کے لائق نہیں کا اقرار اور اس کو آپ نے انگلی کے اشارے سے ایک شمار کیا۔

مفردات الحدیث

❶ **وفد:** وافد کی جمع ہے، کسی قوم یا قبیلہ کے ان منتخب لوگوں کو کہتے ہیں جو کسی ضروری کام کے لیے کسی صاحب اختیار و اقتدار کی ملاقات کے لیے بھیجے جاتے ہیں۔ **عبدالقیس:** یہ ایک آدمی کا نام ہے، اس کی اولاد، اس کی طرف منسوب ہوئی اور یہ ربیعہ کی ایک شاخ ہے، ربیعہ بن فزار بن سعد، اور مضر بن نزار بن

← (٥٣) وفي المواقيت، باب ﴿منيبين اليه واتقوه واقيموا الصلاة ولا تكونوا من المشركين﴾ برقم (٥٢٣) وفي الزكاة باب: وجوب الزكاة برقم (١٣٩٨) وفي فرض الخمس، باب اداء الخمس من الدين برقم (٣٠٩٥) وفي المناقب، باب۔ ٥۔ برقم (٣٥١٠) وفي المغازي باب: وفد عبدالقيس برقم (٤٣٦٨ و ٤٣٦٩) واخرجه ايضا في: الادب، باب: قول الرجل: مرحبا برقم (٦١٧٦) وفي اخبار الاحاد، باب وصاة النبي ﷺ وفود العرب ان يبلغوا من ورائهم برقم (٧٢٦٦) وفي التوحيد، باب قول الله تعالى: ﴿والله خلقكم وما تعملون﴾ برقم (٧٥٥٦)

معد دونوں بھائی تھے۔ عبدالقیس کے لوگ بحرین کے علاقہ میں رہتے تھے، ان کا ایک وفد ۱۲ افراد پر مشتمل ۶ ہجری میں آیا اور دوسرا ۴۰ افراد پر مشتمل ۸ ہجری میں آیا، پہلے وفد کا قائد منذر بن عائذ تھا آپ نے اس کو اشج کے نام سے پکارا۔ ❷ غنیمت: وہ مال جو دشمن پر غالب آنے کی صورت میں اس سے حاصل ہو۔ ❸ الدباء: کدو کے خشک ہونے کے بعد، اس کے گودے کو نکال کر جو تونبہ بنایا جاتا ہے۔ ❹ النقیر: کھجور کے نچلے حصہ کو کرید کر برتن بنایا جاتا ہے گویا کریدی ہوئی لکڑی کا برتن۔ ❺ الحنتم: سبز روغن کا گھڑا، بعض نے مطلقاً روغن گھڑا کہا ہے، تو بعض مصری روغنی گھڑا، یا لال رنگ گھڑا۔ ❻ مقیر: قار سے ماخوذ ہے، رال یا تارکول چڑھا ہوا برتن، اسی کو دوسری روایت میں مُزَفَّتٌ کا نام دیا گیا ہے جو زفت سے ماخوذ ہے اور مقیر کا ہم معنی ہے۔

فوائد:...... ❶ شھر الحرام: اہل عرب کے ہاں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے وقت سے چار ماہ محترم اور معزز خیال کیے جاتے تھے، ان چار مہینوں میں جنگ وجدال اور قتل وغارت کو ممنوع سمجھا جاتا تھا اور لوگ امن وامان سے سفر کر سکتے تھے، ذوالقعدہ، ذوالحجہ اور محرم، حج کے لیے مخصوص تھے اور رجب، عمرہ کے لیے، الشھر میں الف لام اگر عہد خارجی کے لیے ہو تو اس سے مراد، رجب مراد ہوگا اور مضری لوگ رجب کی باقی مہینوں سے زیادہ تعظیم کرتے تھے، اس لیے بعض حدیثوں میں رجب کی اضافت مضر کی طرف کر کے رجب مضر کے الفاظ آئے ہیں، اگر مراد جنس ہو تو اس سے چاروں مہینے مراد ہوں گے۔ آگے آنے والے اشھر الحرم کے الفاظ سے اس کی تائید ہوتی ہے۔ ❷ آمُرُكُمْ بِاَرْبَعٍ: میں تمہیں چار باتوں کا حکم دیتا ہوں، لیکن جب آپ نے حکم دیا تو صرف ایمان باللہ کا حکم دیا، اور اس کی تفسیر میں امور اربعہ (چار باتیں) بیان فرمائیں، اس کا جواب یہ ہے کہ ایک چیز جب متعدد اجزا سے مرکب ہوتی ہے، اور وہ اجزا، الگ الگ، ایک مستقل حیثیت بھی رکھتے ہیں تو اس کے اجزا کے تعدد کا لحاظ رکھتے ہوئے، اس کو متعدد بھی شمار کر سکتے ہیں اور مجموعہ کی حیثیت سے ایک بھی، جیسا کہ بعض اہل علم کے مختلف رسائل کو یکجا کر دیا جاتا ہے تو وہ ایک کتاب بن جاتے ہیں۔ اور اپنی الگ الگ، مستقل حیثیت کے اعتبار سے متعدد، اسلام کے پانچ ارکان، الگ الگ پانچ ہی شمار ہوتے ہیں اور ان کا مجموعی نام، اسلام ایک ہی ہے، یہی حال ایمان کے چھ ارکان کا ہے۔ اسی طرح اس حدیث میں، ایمان باللہ کی تفسیر میں جو اشیاء بیان ہوئی ہیں، وہ مجموعی اعتبار سے ایک ہیں اور اپنی الگ الگ حیثیت سے چار۔ اس لیے خلف بن ہشام نے شہادۃ ان لا الہ الا اللہ کا تذکرہ کرنے کے بعد عقد واحدہ ایک انگلی ہاتھ سے ملا کر ایک شمار کیا۔ ❸ ربیعہ، مضر، انمار اور زید چار بھائی تھے ان میں ربیعہ اور مضر کو بہت شہرت ملی قریش آپ کا قبیلہ مضر کی اولاد سے ہے۔

[116] ٢٤-(. . .) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَمُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى وَمُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ وَأَلْفَاظُهُمْ مُتَقَارِبَةٌ قَالَ أَبُو بَكْرٍ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ عَنْ شُعْبَةَ وَ قَالَ الْآخَرَانِ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ۔

[116] تقدم تخرجه في الحديث السابق برقم (١١٥)

عَنْ أَبِي جَمْرَةَ قَالَ كُنْتُ أُتَرْجِمُ بَيْنَ يَدَيِ ابْنِ عَبَّاسٍ وَبَيْنَ النَّاسِ فَأَتَتْهُ امْرَأَةٌ تَسْأَلُهُ عَنْ نَبِيذِ الْجَرِّ فَقَالَ إِنَّ وَفْدَ عَبْدِ الْقَيْسِ أَتَوْا رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ ((مَنِ الْوَفْدُ أَوْ مَنِ الْقَوْمُ)) قَالُوا رَبِيعَةُ قَالَ ((مَرْحَبًا بِالْقَوْمِ أَوْ بِالْوَفْدِ غَيْرَ خَزَايَا وَلَا النَّدَامٰى)) قَالَ فَقَالُوا يَا رَسُولَ اللّٰهِ إِنَّا نَأْتِيكَ مِنْ شُقَّةٍ بَعِيدَةٍ وَإِنَّ بَيْنَنَا وَبَيْنَكَ هٰذَا الْحَيُّ مِنْ كُفَّارِ مُضَرَ وَإِنَّا لَا نَسْتَطِيعُ أَنْ نَأْتِيَكَ إِلَّا فِي شَهْرِ الْحَرَامِ فَمُرْنَا بِأَمْرٍ فَصْلٍ نُخْبِرْ بِهِ مَنْ وَرَائَنَا نَدْخُلُ بِهِ الْجَنَّةَ قَالَ فَأَمَرَهُمْ بِأَرْبَعٍ وَنَهَاهُمْ عَنْ أَرْبَعٍ قَالَ أَمَرَهُمْ بِالْإِيمَانِ بِاللّٰهِ وَحْدَهُ وَقَالَ ((هَلْ تَدْرُونَ مَا الْإِيمَانُ بِاللّٰهِ)) قَالُوا اَللّٰهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ قَالَ ((شَهَادَةُ أَنْ لَّا اِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُولُ اللّٰهِ وَإِقَامُ الصَّلٰوةِ وَإِيتَاءُ الزَّكٰوةِ وَصَوْمُ رَمَضَانَ وَأَنْ تُؤَدُّوا خُمُسًا مِّنَ الْمَغْنَمِ)) وَنَهَاهُمْ عَنِ الدُّبَّاءِ وَالْحَنْتَمِ وَالْمُزَفَّتِ قَالَ شُعْبَةُ وَرُبَّمَا قَالَ النَّقِيرِ قَالَ شُعْبَةُ وَرُبَّمَا قَالَ الْمُقَيَّرِ وَقَالَ ((احْفَظُوهُ وَأَخْبِرُوا بِهِ مِنْ وَّرَاءِكُمْ)) و قَالَ أَبُو بَكْرٍ فِي رِوَايَتِهِ ((مَنْ وَّرَائَكُمْ)) وَلَيْسَ فِي رِوَايَتِهِ الْمُقَيَّرِ۔

[116]۔ ابو جمرہؒ بیان کرتے ہیں کہ میں عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اور دوسرے لوگوں کے درمیان ترجمان تھا۔ ان کے پاس ایک عورت، ان سے گھڑے کے نبیذ کے بارے میں سوال کرنے کے لیے آئی، ابن عباس رضی اللہ عنہما نے جواب دیا: رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں عبدالقیس کا وفد آیا تو آپ ﷺ نے پوچھا یہ وفد کون ہے؟ یا یہ کون لوگ ہیں؟ انہوں نے کہا، ربیعہ فرمایا قوم یا وفد کو خوش آمدید، جسے رسوائی ذلت اور شرمندگی وندامت نہیں اٹھانی پڑی، ان لوگوں نے کہا اے اللہ کے رسول! ہم لوگ آپ کے پاس بہت دور سے آئے ہیں اور ہمارے اور آپ کے درمیان یہ کافر قبیلہ مضر حائل ہے اور ہم آپ کے پاس حرمت والے مہینوں کے سوا نہیں آ سکتے، لہٰذا آپ ہمیں دوٹوک (فیصلہ کن) بات بتایئے، ہم اس کو اپنے پچھلے لوگوں کو بتائیں اور اس کے ذریعہ سے ہم جنت میں چلے جائیں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بتایا کہ آپ نے ان کو چار باتوں کا حکم دیا اور ان کو چار چیزوں سے روکا۔ آپ نے ان کو صرف اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے کا حکم دیا اور پوچھا: جانتے ہو، صرف اللہ پر ایمان لانا کیا ہے؟ انہوں نے کہا اللہ اور اس کا رسول ہی خوب جانتے ہیں، آپ نے فرمایا: گواہی دینا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی الٰہ نہیں اور محمد اللہ کے رسول ہیں، نماز قائم کرنا، زکاۃ دینا، رمضان کے روزے رکھنا اور تم مال غنیمت میں سے اس کا پانچواں حصہ دینا اور انہیں خشک کدو سے بنائے ہوئے برتن، سبز مٹکے اور تارکول ملے ہوئے برتن سے منع کیا۔'' شعبہ کہتے

ہیں ابو جمرہ نے بعض دفعہ نقیر لکڑی میں کھدائی کیا ہوا برتن کیا اور بعض دفعہ مقیر تارکول ملا ہوا برتن کہا اور آپ نے فرمایا، اس کو خود یاد رکھو اور اس کی اپنے پچھلوں کو خبر دو۔ ابوبکر بن ابی شیبہ کی روایت میں مِـنْ وَرَاءْ کُـمْ کی بجائے مَنْ وَرَاء کم کے الفاظ ہیں اور اس کی روایت میں مقیر کا ذکر نہیں ہے۔

مفردات الحدیث ❶ اُتَـرجِـمُ: میں ترجمانی کرتا تھا، ایک کی بات دوسرے کو سمجھانا، ایک زبان سے دوسری زبان میں ترجمہ کرنا۔ ❷ نبیـــذ: انگور یا کھجوروں کو پانی میں بھگونا، تاکہ جب ان کا اثر پانی میں منتقل ہو جائے تو اس کو پی لیا جائے۔ اگر اس میں سکر (نشہ) پیدا ہو جائے، تو پھر اس کا پینا جائز نہیں ہوگا۔ ❸ جَــرّ: جَرّة کی جمع ہے، مٹکا، گھڑا۔ ❹ مَـرْحبًا: رَحب دوست، کشادگی سے ماخوذ ہے، کسی کی آمد پر مسرت وخوشی کا اظہار کرنا، اس کو خوش آمدید کہنا۔ ❺ خزَایا: خَزیان کی جمع ہے، رسوا وذلیل۔ ❻ نَدامٰی، نَدمان کی جمع ہے جو نَـادِم شرمندہ، پشیمان کے معنی میں ہے۔ ❼ شُقَّة: شین کے ضمہ اور کسرہ کے ساتھ، ضمہ (پیش) کے ساتھ بہتر ہے، دوری یا طویل مسافت۔

فوائد ...... ❶ ایمان باللہ کی تفسیر وتفصیل میں آپ نے پانچ چیزوں کا تذکرہ فرمایا ہے حالانکہ آپ نے چار چیزوں کا حکم دینے کا کہا تھا، اس کا جواب یہ ہے: (ا) آپ نے چار چیزوں کے لیے کہا تھا، لیکن ربیعہ کا مضری کافروں سے مقابلہ تھا، اس لیے ان سے جہاد کا امکان تھا اور جہاد میں دشمن پر غلبہ وفتح کی صورت میں مال غنیمت حاصل ہو سکتا ہے، اس لیے اسلوب کلام بدلتے ہوئے موقعہ محل کی مناسبت سے انہیں غنیمت کا حکم بھی بتا دیا، اور اس کا انہیں خصوصی مخاطب بنایا (اَن تـــودوا، تم ادا کرو) (ب) ادائے خمس، زکاۃ ہی کا ایک شعبہ یا حصہ ہے، الگ یا مستقل نہیں، اس لیے، زکاۃ ہی میں داخل ہوگا۔ (ج) ادائے خمس کا عطف، ایمان باللہ یا لفظ صلاۃ، صوم اور زکاۃ پر نہیں ہے بلکہ امـرکـم باربع پر ہے کہ چار چیزوں کے حکم کے ساتھ جو عام ہیں سب کے لیے ہیں) تمہیں خصوصی طور پر ادائے خمس کا حکم دیتا ہوں۔ ❷ چار برتنوں میں خصوصی طور پر نبیذ تیار کرنے کی ممانعت کا سبب یہ ہے کہ لوگ ان برتنوں میں شراب تیار کرتے تھے اور ان میں نشہ جلد پیدا ہو جاتا تھا، اس لیے شراب کی حرمت کے بعد ان میں نبیذ تیار کرنے سے منع کر دیا گیا، تاکہ ان برتنوں کو دیکھ کر شراب کا خیال نہ آئے، اور بے خبری یا غفلت وسستی سے غیر شعوری طور پر نبیذ میں نشہ پیدا ہو جانے کے بعد اس کو پی نہ لیا جائے، لیکن جب شراب کی حرمت پر ایک عرصہ گزر گیا، اور اس سے نفرت دلوں میں راسخ ہوگئی، تو پھر ان برتنوں میں نبیذ بنانے کی اجازت دے دی گئی اور بتا دیا گیا کہ اس کو نشہ آور ہونے کے بعد نہ پینا جیسا کہ آگے حضرت بریدہ کی حدیث آرہی ہے، ابن عمر، ابن عباس رضی اللہ عنہم اور امام مالک، امام احمد، اسحاق رحمہم اللہ کے نزدیک ان میں نبیذ بنانے کی حرمت اب بھی موجود ہے۔ (شرح مسلم: ۱/۳۴) لیکن ان کی یہ بات درست نہیں ہے۔

[117] ۲۵-(. . .) وَحَدَّثَنِي عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُعَاذٍ حَدَّثَنَا أَبِي ح وَحَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ الْجَهْضَمِيُّ قَالَ أَخْبَرَنِي أَبِي قَالَا جَمِيعًا حَدَّثَنَا قُرَّةُ بْنُ خَالِدٍ عَنْ أَبِي جَمْرَةَ۔

عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ بِهٰذَا الْحَدِيثِ نَحْوِ حَدِيثِ شُعْبَةَ وَقَالَ ((أَنْهَاكُمْ عَمَّا يُنْبَذُ فِي الدُّبَّاءِ وَالنَّقِيرِ وَالْحَنْتَمِ وَالْمُزَفَّتِ)) وَزَادَ ابْنُ مُعَاذٍ فِي حَدِيثِهِ عَنْ أَبِيهِ قَالَ وَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ لِلْأَشَجِّ عَبْدِ الْقَيْسِ ((إِنَّ فِيكَ خَصْلَتَيْنِ يُحِبُّهُمَا اللّٰهُ الْحِلْمُ وَالْأَنَاةُ))

[117]۔ابو جمرہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کی یہ مرفوع حدیث بیان کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا، میں تمہیں اس نبیذ سے منع کرتا ہوں، جو دباء (تونبہ) لکڑی کے تراشیدہ برتن) سبز مٹکے اور تارکول ملے برتن میں تیار کیا جائے، ابن معاذ نے اپنے باپ کی روایت میں یہ اضافہ کیا ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے عبدالقیس کے اشج کو فرمایا تم میں دو خوبیاں ایسی ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ پسند فرماتا ہے: ''عقل و سمجھ بردباری اور ٹھہراؤ و وقار۔''

مفردات الحدیث ❶ **الحلم:** عقل و دانائی اور تحمل و بردباری۔ ❷ **الاناۃ:** ٹھہراؤ، یا وقار، جلد بازی سے پرہیز۔ ❸ **اشج:** جس کی پیشانی پر زخم ہو۔

فوائد :...... ❶ **اشج کی تعریف کا پس منظر:** جب عبدالقیس کا وفد مدینہ پہنچا، تو یہ لوگ فوراً رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو گئے، مگر اشج سامان کے پاس رک گیا، سب سامان اکٹھا کیا، اونٹ کو باندھا، پھر کپڑے تبدیل کیے، اس کے بعد آپ کے پاس پہنچا، آپ نے اسے قریب بلایا، اپنے پہلو میں بٹھایا اور یہ الفاظ کہے کہ تم میں دو ایسی خوبیاں ہیں جو اللہ تعالیٰ کو پسند ہیں یہ دونوں خوبیاں تمام خوبیوں کی جڑ اور اصل ہیں۔ ❷ **مثلہ اور نحوہ میں فرق:** مثل میں الفاظ قریباً یکساں ہوتے ہیں اور نحوہ میں الفاظ میں فرق ہوتا ہے معنی یکساں ہوتا ہے۔

[118] ۲۶-(۱۸) حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَيُّوبَ حَدَّثَنَا ابْنُ عُلَيَّةَ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ أَبِي عَرُوبَةَ۔

عَنْ قَتَادَةَ قَالَ حَدَّثَنَا مَنْ لَقِيَ الْوَفْدَ الَّذِينَ قَدِمُوا عَلَى رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ مِنْ عَبْدِ الْقَيْسِ قَالَ سَعِيدٌ وَذَكَرَ قَتَادَةُ أَبَا نَضْرَةَ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ فِي حَدِيثِهِ هٰذَا أَنَّ أُنَاسًا مِنْ عَبْدِ الْقَيْسِ قَدِمُوا عَلَى رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ فَقَالُوا يَا نَبِيَّ اللّٰهِ إِنَّا حَيٌّ مِنْ رَبِيعَةَ وَبَيْنَنَا وَبَيْنَكَ كُفَّارُ مُضَرَ وَلَا نَقْدِرُ عَلَيْكَ إِلَّا فِي أَشْهُرِ الْحُرُمِ فَمُرْنَا بِأَمْرٍ نَأْمُرُ بِهِ مَنْ وَرَاءَنَا وَنَدْخُلُ بِهِ الْجَنَّةَ إِذَا نَحْنُ أَخَذْنَا بِهِ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ ((آمُرُكُمْ

[117] تقدم تخرجه في الحديث قبل السابق (١١٥)

[118] انفرد به مسلم۔ انظر ((التحفة)) برقم (٤٣٧٥)

بِأَرْبَعٍ وَأَنْهَاكُمْ عَنْ أَرْبَعٍ اُعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا وَّأَقِيمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَصُومُوا رَمَضَانَ أُعْطُوا الْخُمُسَ مِنَ الْغَنَائِمِ وَأَنْهَاكُمْ عَنْ أَرْبَعٍ عَنِ الدُّبَّاءِ وَالْحَنْتَمِ وَالْمُزَفَّتِ وَالنَّقِيرِ)) قَالُوا يَا نَبِيَّ اللّٰهِ مَا عِلْمُكَ بِالنَّقِيرِ قَالَ ((بَلٰى جِذْعٌ تَنْقُرُونَهُ فَتَقْذِفُونَ فِيهِ مِنَ الْقُطَيْعَاءِ)) قَالَ سَعِيدٌ أَوْ قَالَ مِنَ التَّمْرِ ثُمَّ تَصُبُّونَ فِيهِ مِنَ الْمَاءِ حَتّٰى إِذَا سَكَنَ غَلَيَانُهُ شَرِبْتُمُوهُ حَتّٰى إِنَّ أَحَدَكُمْ أَوْ إِنَّ أَحَدَهُمْ لَيَضْرِبُ ابْنَ عَمِّهِ بِالسَّيْفِ قَالَ وَفِي الْقَوْمِ رَجُلٌ أَصَابَتْهُ جِرَاحَةٌ كَذٰلِكَ قَالَ وَكُنْتُ اَخْبَأُهَا حَيَاءً مِّنْ رَّسُولِ اللّٰهِ ﷺ فَقُلْتُ فَفِيمَ نَشْرَبُ يَا رَّسُولَ اللّٰهِ قَالَ ((فِي أَسْقِيَةِ الْأَدَمِ الَّتِي يُلَاثُ عَلٰى أَفْوَاهِهَا)) قَالُوا يَا رَسُولَ اللّٰهِ إِنَّ أَرْضَنَا كَثِيرَةُ الْجُرْذَانِ وَلَا تُبْقِى بِهَا أَسْقِيَةُ الْأَدَمِ فَقَالَ نَبِيُّ اللّٰهِ ﷺ ((وَإِنْ أَكَلَتْهَا الْجُرْذَانُ وَإِنْ أَكَلَتْهَا الْجُرْذَانُ وَإِنْ أَكَلَتْهَا الْجُرْذَانُ)) قَالَ وَقَالَ نَبِيُّ اللّٰهِ ﷺ لِأَشَجِّ عَبْدِ الْقَيْسِ ((إِنَّ فِيكَ لَخَصْلَتَيْنِ يُحِبُّهُمَا اللّٰهُ الْحِلْمُ وَالْأَنَاةُ))

[118]۔قتادہ کہتے ہیں مجھے اس شخص نے بتایا جس نے عبدالقیس کے اس وفد سے ملاقات کی تھی، جو رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تھا، سعید کہتے ہیں، قتادہ نے ابونضرہ کے واسطہ سے ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے ان کی یہ روایت بیان کی کہ عبدالقیس کے کچھ لوگ رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور عرض کیا: اے اللہ کے رسول! ہم ربیعہ کے لوگ ہیں اور ہمارے اور آپ کے درمیان مضر قبیلہ جو کافر ہے حائل ہے اور ہم حرمت والے مہینوں کے علاوہ آپ تک نہیں پہنچ سکتے، اس لیے آپ ہمیں ایسا حکم بتایئے جو ہم اپنے پچھلوں تک پہنچائیں، اور اس پر عمل کر کے جنت میں داخل ہو جائیں، تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں تمہیں چار چیزوں کا حکم دیتا ہوں اور چار چیزوں سے روکتا ہوں، اللہ تعالیٰ کی بندگی کرو اور اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ ٹھہراؤ، نماز کی پابندی کرو، زکاۃ دیتے رہو، رمضان کے روزے رکھو، اور غنیموں میں سے پانچواں حصہ ادا کرو، اور میں تمہیں چار چیزوں سے روکتا ہوں، خشک کدو کے برتن سے، سبز مٹکے سے، لکڑی کے تراشے ہوئے برتن اور تارکول ملے برتن سے۔'' انھوں نے کہا اے اللہ کے رسول! نقیر کو آپ جانتے ہیں؟ فرمایا: کیوں نہیں، تنا، تم اسے اندر سے کریدتے ہو، اس میں کھجوریں ڈالتے ہو۔'' سعید کہتے ہیں یا آپ نے کہا: تمر (چھوہارے) ڈالتے ہو، پھر اس میں پانی ڈالتے ہو، جب اس کا جوش ساکن ہو جاتا ہے یعنی (جوش ختم ہو جاتا ہے) اسے پی لیتے ہو، یہاں تک کہ تم میں سے ایک یا ان میں سے ایک اپنے چچا زاد کو تلوار کا نشانہ بناتا ہے۔لوگوں میں ایک آدمی تھا جس کو اسی صورت میں

ایک زخم لگا تھا، وہ کہتا ہے کہ میں اسے حیا وشرم کی بنا پر رسول اللہ ﷺ سے چھپاتا تھا، تو میں نے پوچھا اے اللہ کے رسول! ہم کس چیز میں پیا کریں، آپ نے فرمایا: ''چمڑے کی ان مشکوں میں پیو جن کے منہ بندھے ہوئے ہوں۔'' اہل وفد نے کہا اے اللہ کے نبی! ہماری زمین میں چوہے بہت ہیں، وہاں چمڑے کے مشکیزے نہیں بچ سکتے، تو اللہ کے نبی ﷺ نے فرمایا: اگرچہ ان کو چوہے کھالیں، اگرچہ انہیں چوہے کاٹ لیں، اگرچہ ان کو چوہے کاٹ لیں۔ راوی کا بیان ہے کہ پھر رسول اللہ ﷺ نے عبدالقیس کے اشج سے فرمایا تمہارے اندر دو ایسی خوبیاں ہیں، جو اللہ تعالیٰ کو محبوب ہیں۔ عقل ودانشمندی اور تحمل وٹھہراؤ۔''

مفردات الحدیث ❶ جذع: کھجور کے درخت کا تنا یا نچلا حصہ۔ ❷ تَقْذِفُوْنَ: تم ڈالتے ہو۔ ❸ القُطَيْعَاءُ: کھجوروں کی ایک قسم ہے، جو چھوٹی چھوٹی ہوتی ہیں۔ ❹ تَصُبُّوْن: تم ڈالتے ہوئے یا انڈیلتے ہو۔ ❺ سَكَّنَ غَلْيَانَهُ: جوش کا ماند پڑنا اور اس کا تھم جانا۔ ❻ اسقية: سِقَاء کی جمع ہے مشک، مشکیزہ۔ ❼ آلادَم، ادیم: کی جمع ہے چمڑا، جِرذان جیم کے کسرہ کے ساتھ، جُرذ کی جمع ہے، چوہوں کی ایک قسم ہے۔

فوائد :...... ❶ جب انسان نشہ آور چیز استعمال کرتا ہے تو اس کی عقل ماؤف ہو جاتی ہے اور وہ عقل وشعور سے محروم ہو کر دوست دشمن میں امتیاز نہیں کرسکتا، اپنے قریبی عزیز تک کو نقصان پہنچاتا ہے، اس لیے شریعت اسلامیہ میں نشہ آور اشیاء کے استعمال کو ممنوع قرار دیا گیا ہے۔ ❷ جب شریعت کسی چیز سے روک دے تو اس کی اجازت کے لیے عذر اور بہانے تلاش کرنا درست نہیں، اس لیے آپ نے فرمایا اگرچہ مشکیزوں کو چوہے کاٹ لیں۔ ❸ کسی کی حوصلہ افزائی کے لیے، اس کی خوبیوں کا اس کے سامنے اعتراف کرنا درست ہے۔ ❹ ایمان اور اسلام: مترادف یا ہم معنی ہیں، اس لیے آپ نے وفد عبدالقیس کے سامنے ایمان کی تفسیر وتشریح میں انھی اعمال کا تذکرہ فرمایا، جن کو عبداللہ بن عمر کی حدیث میں اسلام کے تحت شمار کیا گیا ہے۔ ❺ مسائل پوچھنے کے لیے اہل علم کے پاس، وفد بھیجنا درست ہے تاکہ وہ آکر پیچھے رہ جانے والے لوگوں کو آگاہ کریں۔ ❻ اہل علم کے سامنے اپنا صحیح عذر پیش کرنا، تاکہ بار بار آنے کی زحمت نہ اٹھانی پڑے۔ ❼ آنے والوں کے سامنے مسرت وشادمانی کا اظہار کرنا اور انہیں خوش آمدید کہنا تاکہ انہیں اپنی آمد کا مقصد بیان کرنے میں سہولت اور آسانی پیدا ہو، بہتر ہے۔ ❽ بات سمجھنے کے لیے دوبارہ پوچھنا جائز ہے۔

[119] ٢٧-(. . .) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى وَابْنُ بَشَّارٍ قَالَا حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عَدِيٍّ عَنْ سَعِيدٍ عَنْ قَتَادَةَ قَالَ حَدَّثَنِي غَيْرُ وَاحِدٍ لَقِيَ ذٰلِكَ الْوَفْدَ وَذَكَرَ أَبَا نَضْرَةَ۔

[119] انفرد تخريجه في الحديث السابق برقم (١١٨)

عَنْ أَبِي سَعِيدِ الْخُدْرِيِّ أَنَّ وَفْدَ عَبْدِ الْقَيْسِ لَمَّا قَدِمُوا عَلَى رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ بِمِثْلِ حَدِيثِ ابْنِ عُلَيَّةَ غَيْرَ أَنَّ فِيهِ ((وَتَذِيفُونَ فِيهِ مِنَ الْقُطَيْعَاءِ وَ التَّمْرِ وَالْمَاءِ)) وَلَمْ يَقُلْ قَالَ سَعِيدٌ أَوْ قَالَ مِنَ التَّمْرِ

[119] ۔قتادہؒ کہتے ہیں، مجھے بہت سے ان لوگوں نے جن کی ملاقات عبدالقیس کے وفد سے ہوئی تھی، حدیث سنائی، اور ابونضرہ نے ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ سے نقل کیا کہ جب عبدالقیس کا وفد رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، پھر ابن علیہ کی حدیث جیسی حدیث بیان کی۔ ہاں اس میں یہ الفاظ ہیں، تم اس میں چھوٹی کھجوریں ڈالتے ہو اور چھوہارے اور پانی اور اس میں سعید کا قول او قال من التمر یا چھوہارے نہیں ہے۔

مفردات الحدیث ٭ **تَذِيفُونَ**: ذَافَ يَذِيفُ سے ہے، ملانا، آمیزش کرنا۔

[120] ۲۸۔(. . .) حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ بَكَّارٍ الْبَصْرِيُّ حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ ح وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ وَاللَّفْظُ لَهُ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ أَخْبَرَنِي أَبُو قَزَعَةَ أَنَّ أَبَا نَضْرَةَ أَخْبَرَهُ وَحَسَنًا أَخْبَرَهُمَا۔

عَنْ أَبِي سَعِيدِ الْخُدْرِيِّ أَخْبَرَهُ أَنَّ وَفْدَ عَبْدِ الْقَيْسِ لَمَّا أَتَوْا نَبِيَّ اللّٰهِ ﷺ قَالُوا يَا نَبِيَّ اللّٰهِ جَعَلَنَا اللّٰهُ فِدَاكَ مَاذَا يَصْلُحُ لَنَا مِنَ الْأَشْرِبَةِ فَقَالَ ((لَا تَشْرَبُوا فِي النَّقِيرِ)) قَالُوا يَا نَبِيَّ اللّٰهِ جَعَلَنَا اللّٰهُ فِدَاكَ أَوَ تَدْرِي مَا النَّقِيرُ قَالَ ((نَعَمْ الْجِذْعُ يُنْقَرُ وَسَطُهُ وَلَا فِي الدُّبَّاءِ وَلَا فِي الْحَنْتَمَةِ وَعَلَيْكُمْ بِالْمُوكَى))

[120] ۔حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب عبدالقیس کا وفد نبی اکرم ﷺ کے پاس آیا تو انہوں نے پوچھا، اے اللہ کے نبی! اللہ تعالیٰ ہمیں آپ پر فدا کرے، کون سے مشروبات ہمارے لیے درست ہیں؟ تو آپ نے جواب دیا: لکڑی میں کھدے ہوئے برتن میں نہ پیو، کہنے لگے: اے اللہ کے نبی! اللہ تعالیٰ ہمیں آپ پر قربان کرے، آپ جانتے ہیں نقیر کیا ہے؟ فرمایا: ''ہاں۔'' درخت کا تنا جس کو درمیان سے کھود لیا جاتا ہے (یعنی چٹو) اور نہ خشک کدو کے برتن میں اور نہ سبز گھڑے میں، مشکیزوں میں پیو جن کا منہ بندھا ہوا ہو۔

مفردات الحدیث ٭ ❶ **اَلْاَشْرِبَة**: شَرَاب کی جمع ہے، مشروب، پینے کی چیز۔ ❷ **الْمُوكَى**: جس کا منہ روکا، یعنی تسمہ یا ڈوری سے باندھا گیا ہو۔

[120] انفرد به مسلم۔ انظر ((التحفة)) برقم (٤٣٥٥)

٧...... باب الدُّعَاءِ إِلَى الشَّهَادَتَيْنِ وَشَرَائِعِ الْإِسْلَامِ

باب ۷: شہادتین (توحید ورسالت) کی گواہی اور اسلام کے احکام کی دعوت دینا

[121] ٢٩-(١٩) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَأَبُو كُرَيْبٍ وَإِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ جَمِيعًا عَنْ وَكِيعٍ قَالَ أَبُو بَكْرٍ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ زَكَرِيَّاءَ بْنِ إِسْحٰقَ قَالَ حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ صَيْفِيٍّ عَنْ أَبِي مَعْبَدٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ مُعَاذًا قَالَ بَعَثَنِي رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ قَالَ ((إِنَّكَ تَأْتِي قَوْمًا مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ فَادْعُهُمْ إِلٰى شَهَادَةِ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَنِّي رَسُولُ اللّٰهِ فَإِنْ هُمْ أَطَاعُوا لِذٰلِكَ فَأَعْلِمْهُمْ أَنَّ اللّٰهَ افْتَرَضَ عَلَيْهِمْ خَمْسَ صَلَوَاتٍ فِي كُلِّ يَوْمٍ وَلَيْلَةٍ فَإِنْ هُمْ أَطَاعُوا لِذٰلِكَ فَأَعْلِمْهُمْ أَنَّ اللّٰهَ افْتَرَضَ عَلَيْهِمْ صَدَقَةً تُؤْخَذُ مِنْ أَغْنِيَائِهِمْ فَتُرَدُّ فِي فُقَرَائِهِمْ فَإِنْ هُمْ أَطَاعُوا لِذٰلِكَ فَإِيَّاكَ وَكَرَائِمَ أَمْوَالِهِمْ وَاتَّقِ دَعْوَةَ الْمَظْلُومِ فَإِنَّهُ لَيْسَ بَيْنَهَا وَبَيْنَ اللّٰهِ حِجَابٌ))

[121]۔ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے رسول اللہ ﷺ نے بھیجا اور فرمایا تم اہل کتاب کے کچھ لوگوں کے پاس جا رہے ہو، تو انہیں دعوت دینا کہ وہ اس بات کی گواہی دیں کہ اللہ کے سوا کوئی بندگی کا مستحق نہیں اور میں (محمد ﷺ) اللہ کا رسول ہوں، اگر وہ اس کو مان لیں تو انہیں بتلانا اللہ تعالیٰ نے ان پر ہر دن رات میں پانچ نمازیں فرض کی ہیں، اگر وہ اس کو تسلیم کر لیں تو ان کو بتلانا، اللہ تعالیٰ نے ان پر صدقہ (زکاۃ) فرض کیا ہے، جو ان کے مالداروں سے لے کر، ان کے محتاجوں کی طرف لوٹایا جائے گا، پھر جب وہ اس کو قبول کر لیں تو ان کے بہترین مالوں سے دور رہنا (زکاۃ میں بہترین مال وصول نہ کرنا) اور مظلوم کی دعا (بددعا) سے بچنا کیونکہ اس کے اور اللہ کے درمیان کوئی حجاب (پردہ) حائل نہیں۔

مفردات الحدیث ❶ شَرَائِع: شَرِيعَة کی جمع ہے، حکم، قانون، ضابطہ۔ ❷ أَغْنِيَاء: غَنِيٌّ کی جمع ہے، مالدار، اصحاب ثروت ودولت۔ ❸ فُقَرَاء: فقیر کی جمع ہے محتاج، قلاش۔ ❹ كَرَائِم: كَرِيمة کی جمع ہے نفیس، عمدہ، بہترین، اموال مال کی جمع ہے۔

[121] اخرجه البخاری فی ((صحيحه)) فی الزكاة، باب وجوب الزكاة برقم (١٣٩٥) وفی الزكاة، باب: اخذ الصدقة من الاغنياء، وترد فی الفقراء حيث كانوا برقم (١٤٥٨) وفی المظالم، باب الاتقاء والحذر من دعوة المظلوم برقم (٢٤٤٨) وفی المغازی، باب بعث ابی موسى ومعاذ بن جبل رضی الله عنه الی اليمن قبل حجة الوداع برقم (٤٣٤٧) وفی التوحيد، باب ما جاء فی دعاء النبی ﷺ امته الی توحيد الله تبارك وتعالى برقم (٧٣٧١)

[122] ۳۰۔(...)حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عُمَرَ حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ السَّرِيِّ حَدَّثَنَا زَكَرِيَّاءُ بْنُ إِسْحٰقَ ح وَحَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ عَنْ زَكَرِيَّاءَ بْنِ إِسْحٰقَ عَنْ يَحْيَى بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ صَيْفِيٍّ عَنْ أَبِي مَعْبَدٍ۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ بَعَثَ مُعَاذًا إِلَى الْيَمَنِ فَقَالَ ((إِنَّكَ سَتَأْتِي قَوْمًا)) بِمِثْلِ حَدِيثِ وَكِيعٍ

[122] ۔حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما روایت نقل کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے نبی ﷺ نے معاذ کو یمن کی طرف بھیجا اور فرمایا تم جلد کچھ لوگوں کے پاس پہنچو گے، آگے وکیع کی روایت جیسے الفاظ ہیں۔

[123] ۳۱۔(...)حَدَّثَنَا أُمَيَّةُ بْنُ بِسْطَامٍ الْعَيْشِيُّ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ حَدَّثَنَا رَوْحٌ وَهُوَ ابْنُ الْقَاسِمِ عَنْ إِسْمٰعِيلَ بْنِ أُمَيَّةَ عَنْ يَحْيَى بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ صَيْفِيٍّ عَنْ أَبِي مَعْبَدٍ۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ لَمَّا بَعَثَ مُعَاذًا إِلَى الْيَمَنِ قَالَ ((إِنَّكَ تَقْدَمُ عَلٰى قَوْمٍ أَهْلِ كِتَابٍ فَلْيَكُنْ أَوَّلَ مَا تَدْعُوهُمْ إِلَيْهِ عِبَادَةُ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ فَإِذَا عَرَفُوا اللّٰهَ فَأَخْبِرْهُمْ أَنَّ اللّٰهَ فَرَضَ عَلَيْهِمْ خَمْسَ صَلَوَاتٍ فِي يَوْمِهِمْ وَلَيْلَتِهِمْ فَإِذَا فَعَلُوا فَأَخْبِرْهُمْ أَنَّ اللّٰهَ قَدْ فَرَضَ عَلَيْهِمْ زَكٰوةً تُؤْخَذُ مِنْ أَغْنِيَائِهِمْ فَتُرَدُّ عَلٰى فُقَرَائِهِمْ فَإِذَا أَطَاعُوا بِهَا فَخُذْ مِنْهُمْ وَتَوَقَّ كَرَائِمَ أَمْوَالِهِمْ))

[123] ۔حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما روایت سناتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ نے معاذ کو یمن بھیجا، فرمایا: تم اہل کتاب کے لوگوں کے پاس جاؤ گے، تو انہیں سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کی بندگی کی دعوت دینا۔ جب وہ اللہ کی معرفت حاصل کر لیں تو انہیں بتانا اللہ تعالیٰ نے ان کے دن، رات میں ان پر پانچ نمازیں فرض کی ہیں، تو جب وہ اس کی تعمیل کر لیں، تو انہیں بتلانا کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر زکاۃ فرض کی ہے، جو ان کے مالوں سے لی جائے گی یا ان کے اغنیاء سے لی جائے گی، اور ان کے ضرورت مندوں میں تقسیم کر دی جائے گی۔ پس جب وہ اس کو مان لیں، تو ان سے زکاۃ لینا اور ان کے نفیس نفیس مال سے بچنا۔

فوائد:...... ❶ آپ نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو امام بخاری وغیرہ کی تحقیق کے مطابق ۱۰ ہجری میں اور اکثر علمائے سیرت اور اہل مغازی کے نزدیک ۹ ہجری میں یمن کا گورنر بنا کر بھیجا تھا۔ ❷ دین کی تعلیم اور اسلام کی دعوت میں معلم اور داعی کو ترتیب اور تدریج کا لحاظ رکھنا چاہیے اور ایک دم اسلام کے تمام احکام ومطالبات اور دینکے تمام اوامر ونواہی لوگوں کے سامنے بیان نہیں کرنے چاہئیں، اہم فالاہم کی ترتیب کو ملحوظ رکھا جائے گا۔ ❸ دین کی اساس وبنیاد، توحید ورسالت ہے، اس لیے سب سے پہلے انہیں کی دعوت دی جائے گی۔ کیونکہ جب تک کوئی انسان

[122] تقدم تخريجه في الحديث السابق برقم (۱۲۱).
[123] تقدم تخريجه في الحديث السابق برقم (۱۲۱).

اللہ تعالیٰ کو تسلیم نہیں کرتا، وہ رسول اور اس کے دین و شریعت کو کیسے قبول کرے گا، اللہ تعالیٰ کی الوہیت کے اقرار کے بعد ہی رسالت اور دین و شریعت کو قبول کرنے کا داعیہ پیدا ہوگا۔ ❹ توحید و رسالت کے اقرار کے بعد، اسلام کے ارکان اور فرائض میں نماز اور زکاۃ کی اہمیت سب سے زیادہ ہے۔ اور قرآن مجید میں ان ہی دو پر سب سے زیادہ زور دیا گیا ہے، عبداللہ بن عمر کی روایت جو آگے آرہی ہے، اس میں بھی ان دو کا ہی تذکرہ ہے، کیونکہ نماز تمام حقوق اللہ کی ادائیگی کی بنیاد ہے اور زکاۃ تمام حقوق العباد کی ادائیگی کی اساس ہے، اس لیے جو انسان ان دو کی پابندی کرتا ہے، اس کے لیے اسلام کے تمام ارکان و فرائض کا ادا کرنا آسان ہو جاتا ہے۔ ❺ زکاۃ کی وصولی کے وقت لوگوں کے اموال (پیداوار ہو یا حیوانات) سے نفیس نفیس اور بہتر بہتر چیز نہیں لی جائے گی، بلکہ درمیانی قسم کا مال وصول کیا جائے گا اور مسلمان ضرورت مندوں میں تقسیم کر دیا جائے گا۔ ❻ کسی پر ظلم و زیادتی کرنا، انتہائی حرام ہے، مظلوم کی دعا کی قبولیت کے درمیان کوئی چیز حائل نہیں ہوتی، فسق و فجور کے ارتکاب کے باوجود مظلوم کی بددعا قبول ہوتی ہے۔ ❼ رسول اللہ ﷺ پر ایمان لانا اور آپ کی لائی ہوئی شریعت پر چلنا، آپ سے پہلے آنے والے انبیاء کے ماننے والے اہل کتاب کے لیے بھی ضروری ہے، اپنے سابقہ ادیان پر قائم رہنا ان کی نجات کے لیے کافی نہیں ہے۔

٨...... :بَابُ الْأَمْرِ بِقِتَالِ النَّاسِ حَتَّى يَقُولُوا لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ وَيُقِيمُوا الصَّلَاةَ وَيُؤْتُوا الزَّكَاةَ وَيُؤْمِنُوا بِجَمِيعِ مَا جَاءَ بِهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَنَّ مَنْ فَعَلَ ذَلِكَ عَصَمَ نَفْسَهُ وَمَالَهُ إِلَّا بِحَقِّهَا وَوُكِّلَتْ سَرِيرَتُهُ إِلَى اللَّهِ تَعَالَى وَقِتَالِ مَنْ مَنَعَ الزَّكَاةَ أَوْ غَيْرَهَا مِنْ حُقُوقِ الْإِسْلَامِ وَاهْتِمَامِ الْإِمَامِ بِشَعَائِرِ الْإِسْلَامِ

باب ٨: لوگوں سے لڑائی کا حکم، یہاں تک کہ وہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کہیں، نماز کی پابندی کریں، زکاۃ ادا کریں، نبی اکرم ﷺ کی پیش کردہ تمام باتوں کو مان لیں اور جو انسان مذکورہ کام کرے گا، وہ اپنی جان اور مال محفوظ کرے گا، الا یہ کہ اسلام کا تقاضا ہو کہ اس کی جان یا مال محفوظ نہیں اس کا باطن اللہ تعالیٰ کے سپرد ہوگا اور جو لوگ زکاۃ اور اس کے علاوہ، اسلام کے حق ادا نہیں کریں گے، ان سے جنگ ہوگی اور حکمران اسلامی شعائر (امتیازات) کا اہتمام کرے گا

[124] ٣٢-(٢٠) حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا لَيْثُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِي عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُتْبَةَ بْنِ مَسْعُودٍ

[124] اخرجه البخاری فی ((صحیحه)) فی الزکاة، باب وجوب الزکاة برقم (١٣٩٩) وفی باب اخذ العناق فی الصدقة مختصرا برقم (١٤٥٧) وفی الجهاد، باب دعاء النبی ﷺ الی ←

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ لَمَّا تُوُفِّيَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ وَاسْتُخْلِفَ أَبُو بَكْرٍ بَعْدَهُ وَكَفَرَ مَنْ كَفَرَ مِنْ بِالْعَرَبِ قَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ لِأَبِي بَكْرٍ كَيْفَ تُقَاتِلُ النَّاسَ وَقَدْ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ ((أُمِرْتُ أَنْ أُقَاتِلَ النَّاسَ حَتّٰى يَقُولُوا لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ فَمَنْ قَالَ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ فَقَدْ عَصَمَ مِنِّي مَالَهُ وَنَفْسَهُ إِلَّا بِحَقِّهِ وَحِسَابُهُ عَلَى اللّٰهِ)) فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ وَاللّٰهِ لَأُقَاتِلَنَّ مَنْ فَرَّقَ بَيْنَ الصَّلٰوةِ وَالزَّكٰوةِ فَإِنَّ الزَّكٰوةَ حَقُّ الْمَالِ وَاللّٰهِ لَوْ مَنَعُونِي عِقَالًا كَانُوا يُؤَدُّونَهُ إِلٰى رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ لَقَاتَلْتُهُمْ عَلٰى مَنْعِهِ فَقَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ فَوَاللّٰهِ مَا هُوَ إِلَّا أَنْ رَأَيْتُ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ قَدْ شَرَحَ صَدْرَ أَبِي بَكْرٍ لِلْقِتَالِ فَعَرَفْتُ أَنَّهُ الْحَقُّ۔

[124] ۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ نے وفات پائی، اور آپ کے بعد ابوبکر رضی اللہ عنہ خلیفہ مقرر ہوئے اور عرب کے بعض لوگ کافر ہو گئے۔ (اور ابوبکر نے مانعین زکاۃ سے جنگ کا ارادہ کیا) تو حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کہنے لگے: آپ ان لوگوں سے کس طرح جنگ کر سکتے ہیں جبکہ رسول اللہ ﷺ فرما چکے ہیں: مجھے لوگوں سے اس وقت تک لڑائی کا حکم دیا گیا ہے، جب تک وہ لا الٰہ الا اللہ کا اقرار نہ کریں جس نے لا الٰہ الا اللہ کہہ لیا، اس نے مجھ سے اپنی جان، مال، محفوظ کر لیا، الا یہ کہ لا الٰہ الا اللہ کا تقاضا اس کے خلاف ہو۔ (وہ دین کے احکام وحدود کی خلاف ورزی کرے گا تو مواخذہ ہوگا) اور اس کا محاسبہ، اللہ تعالیٰ کا کام ہے (اس کا باطن اللہ تعالیٰ کے سپرد ہے) تو ابوبکر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: اللہ تعالیٰ کی قسم! میں ان لوگوں سے جنگ لڑوں گا، جو نماز اور زکاۃ میں فرق کریں گے کیونکہ زکاۃ، مال میں (اللہ کا) حق ہے۔ اللہ کی قسم! اگر یہ لوگ ایک زانو بند (رسی) جو رسول اللہ ﷺ کو دیا کرتے تھے، مجھے نہیں دیں گے، تو میں اس (زانو بند) کے روکنے پر ضرور ان سے جنگ لڑوں گا، تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: اللہ کی قسم! میں نے یقین کر لیا کہ اس کے سوا کچھ نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے لڑائی کے لیے ابوبکر کا سینہ کھول دیا ہے (اللہ تعالیٰ نے ابوبکر کے دل میں اس کا القا فرمایا ہے) تو میں جان گیا یہی چیز درست ہے۔

← الاسلام والنبوة، وان لا يتخذ بعضهم بعضا اربابا من دون الله برقم (٢٩٤٦) وفي استتابة المرتدين والمعاندين، باب: قتل من ابى قبول الفرائض وما نسبوا الى الردة برقم (٦٩٢٤) وفي كتاب: الاعتصام بالكتاب والسنة، باب الاقتداء بسنن رسول الله ﷺ برقم (٦٨٥٥) وابوداود في ((سننه)) في الزكاة برقم (١٥٥٦، ١٥٥٧) والترمذى في ((جامعه)) في الايمان، باب: ما جاء امرت ان اقاتل الناس حتى يقولوا لا اله الا الله وقال: هذا حديث حسن صحيح برقم (٢٦٠٧) والنسائى في ((المجتبى)) ٥/ ١٤ـ١٥ في الزكاة، باب مانع الزكاة وفي الجهاد، باب: وجوب الجهاد ٥/ ٦، ٧ وفي كتاب تحريم الدم ٧/ ٧٧ـ٧٨ـ انظر ((تحفة الاشراف)) برقم (١٠٦٦٦)

مفردات الحدیث ❊ عِقَال: اونٹ کا گھٹنا باندھنے کی رسی، زانو بند۔

فوائد:...... ❶ رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد مدینہ منورہ سے دور رہنے والے قبائل جنہیں نبی اکرم ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی رفاقت کا زیادہ موقع نہیں ملا تھا اور اسلام کو پوری طرح سمجھ نہیں سکے تھے، یا محض مسلمانوں کی قوت وطاقت سے خوف کھا کر مسلمان ہوئے تھے وہ اسلام سے پھر گئے، لیکن وہ لوگ جنہیں نبی اکرم ﷺ سے تعلیم وتربیت کا موقع ملا اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ اٹھنے بیٹھنے کے لمحات میسر آئے، اور انہوں نے اسلام کو دل کی گہرائیوں سے سمجھ لیا، ان کے دل میں اسلام کے بارے میں کوئی شک وشبہ پیدا نہیں ہوا، وہ اسلام پر قائم رہے، یہی لوگ اکثریت میں تھے اور تقریباً ہر قبیلہ میں کم وبیش موجود تھے۔ اسلام سے پھرنے والوں کے مختلف گروہ تھے۔ (الف) وہ لوگ جو اسلام سے بالکل مرتد ہو کر اپنے پہلے کفر کی طرف لوٹ گئے، دین شعائر، نماز، زکاۃ اور دوسرے احکام شرعیہ کو ترک کر کے، زمانہ جاہلیت کے طور طریقوں کو اختیار کر لیا۔ (ب) وہ لوگ جنہوں نے مدعیان نبوت کے فریب میں آ کر ان کی جھوٹی نبوت کو تسلیم کر لیا۔ (ج) وہ لوگ جو کنارہ کش ہو کر، حالات کا انتظار کرنے لگے۔ (د) وہ لوگ جو اسلام کے منکر نہیں تھے، صرف زکاۃ کا انکار کرتے تھے کہ یہ صرف رسول اللہ ﷺ ہی وصول کر سکتے تھے، اور ان میں سے بھی کچھ لوگ صرف خلیفہ کو زکاۃ ادا کرنے سے منکر تھے کہ ہم اپنے طور پر اپنے محتاجوں میں تقسیم کریں گے، بلکہ بنو یربوع کے لوگوں نے تو صدقات اکٹھے کر کے، خلیفہ کو دینا چاہا تھا۔ ان کے سردار، مالک بن نویرہ نے ان کو روک دیا، حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کا اختلاف اس چوتھے گروہ کے بارے میں تھا، اور پھر یہ اختلاف بھی ختم ہو گیا۔ ❷ نماز اور زکاۃ اسلام کے ایسے دو بنیادی ارکان ہیں کہ اسلام کا قیام وبقا ان پر منحصر ہے، اس لیے ان میں سے کسی ایک کا منکر کافر ہے بلکہ ضروریات دین، جن چیزوں کا دین ہونا، ہر خاص وعام کو معلوم ہے ان کا منکر کافر ہے۔ ❸ جو انسان کلمہ شہادت کا اقرار کرتا ہے یا اللہ تعالیٰ کی الوہیت کو تسلیم کرتا ہے تو گویا وہ پورے دین کو تسلیم کرتا ہے، اس لیے اس کا مال وجان محفوظ ہوں گے، اور دین کے احکام پر عمل پیرا ہونے کا وہ پابند ہوگا۔ اس لیے اگر کسی ایسی چیز کا ارتکاب کرے گا، جس سے اس کا مال یا جان محفوظ نہ رہ سکتے ہوں، تو اس کا محاسبہ ہوگا، زکاۃ اگر ادا نہ کرے تو زبردستی لی جائے گی، شادی شدہ ہو کر، زنا کرے گا یا کسی کو ناحق قتل کرے گا تو اس کو قتل کر دیا جائے گا۔ ❹ جو شخص کلمہ اسلام پڑھ کر ہمارے سامنے اپنے ایمان لانے کا اظہار کرتا ہے تو یہ دنیوی اور قانونی طور پر اس کو مسلمان تسلیم کر لیں گے اور اس کو مسلمانوں والے حقوق حاصل ہوں گے، اور مسلمانوں کے فرائض کا وہ پابند ہوگا لیکن اگر یہ کام، اس نے محض مسلمانوں سے ڈر کر یا کسی بدنیتی سے کیا ہے، تو اللہ اس کا محاسبہ کرے گا، ہم تو ظاہر کے پابند ہیں، باطن کو عالم الغیب اور علیم بذات الصدور، ذات ہی جانتی ہے۔ ❺ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اعتراض کا جواب دیتے ہوئے فرمایا تھا: ”مَنْ فَرَّقَ بَيْنَ الصَّلٰوةِ وَالزَّكَاةِ“ جو نماز اور زکاۃ میں فرق اور امتیاز کرے گا، ایک کو ادا کرے گا اور دوسری کا منکر ہوگا، اس سے معلوم ہوتا ہے

کہ ان کے سامنے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت تھی جس میں جان ومال کی عصمت کو نماز اور زکاۃ پر موقوف کیا گیا ہے، یہ روایت آگے آ رہی ہے اور متفق علیہ ہے۔ (فتح الباری: ۱/ ۱۰۳)

اس لیے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا، جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں کو یکساں اہمیت دی ہے، تو پھر ان میں فرق کیسے برداشت کیا جا سکتا ہے اور بعض تاریخی روایات میں اس روایت کے پیش کرنے کی تصریح موجود ہے۔ (الامارة والسياسة: ۱/ ۱۷)

اس لیے یہ کہنا درست نہیں کہ شیخین کے سامنے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت نہ تھی، اس لیے حضرت ابوبکر کو قیاس واستنباط سے کام لینا پڑا اور حضرت عمر کو شبہ لاحق ہوا۔

❻ الناس سے مراد، صرف قریش مرد ہیں اس لیے کہا جاتا ہے ”عام ارید به الخاص“ لفظ عام لیکن مراد خاص ہے یا ”اختص منه البعض“ عام ہے لیکن دلائل کی روشنی میں اس کی تخصیص کر لی گئی یا الف لام عہد ذہنی کے لیے ہے مراد قریش ہیں کیونکہ اہل کتاب اگر جزیہ ادا کر دیں تو ان سے لڑائی نہیں کی جائے گی حتی یوتو الجزية عن يدوهم صاغرون (سورة توبه)

[125] ۳۳۔(۲۱) وَحَدَّثَنَا أَبُو الطَّاهِرِ وَحَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيٰى وَأَحْمَدُ بْنُ عِيْسٰى قَالَ أَحْمَدُ حَدَّثَنَا وَقَالَ الْآخَرَانِ أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ حَدَّثَنِي سَعِيدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَخْبَرَهُ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ ((أُمِرْتُ أَنْ أُقَاتِلَ النَّاسَ حَتّٰى يَقُولُوا لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ فَمَنْ قَالَ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ عَصَمَ مِنِّي مَالَهُ وَنَفْسَهُ إِلَّا بِحَقِّهِ وَحِسَابُهُ عَلَى اللّٰهِ))

[125]۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے حکم ہے کہ میں لوگوں سے اس وقت تک جنگ جاری رکھوں یہاں تک کہ وہ لا الٰہ الا اللہ کی شہادت دیں، جس نے لا الٰہ الا اللہ کہہ لیا، اس کے میری طرف سے مال وجان محفوظ ہو گئے، الا یہ کہ اس کا (کلمہ) حق ہو اور اس کا مواخذہ اللہ تعالیٰ کرے گا۔

[126] ۳۴۔(. . .) حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدَةَ الضَّبِّيُّ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ يَعْنِي الدَّرَاوَرْدِيَّ عَنِ الْعَلَاءِ ح وَحَدَّثَنَا أُمَيَّةُ بْنُ بِسْطَامٍ وَاللَّفْظُ لَهُ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ حَدَّثَنَا رَوْحٌ عَنِ الْعَلَاءِ بْنِ عَبْدِالرَّحْمٰنِ بْنِ يَعْقُوبَ عَنْ أَبِيهِ

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ ((أُمِرْتُ أَنْ أُقَاتِلَ النَّاسَ حَتّٰى يَشْهَدُوا أَنْ لَا إِلٰهَ

---

[125] اخرجه النسائي في ((المجتبى)) ٥/ ٦ في الجهاد، باب: وجوب الجهاد۔ انظر ((التحفة)) برقم ((١٣٣٤٤))

[126] انفرد به مسلم۔ انظر ((التحفة)) برقم (١٤٠١٦)

إِلَّا اللّٰهُ وَيُؤْمِنُوا بِي وَبِمَا جِئْتُ بِهِ فَإِذَا فَعَلُوا ذٰلِكَ عَصَمُوا مِنِّي دِمَآئَهُمْ وَأَمْوَالَهُمْ إِلَّا بِحَقِّهَا وَحِسَابُهُمْ عَلَى اللّٰهِ))

[126] ۔حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''مجھے حکم ہے کہ میں لوگوں سے اس وقت تک جنگ جاری رکھوں، یہاں تک کہ وہ لا الہ الا اللہ کی گواہی دیں، اور مجھ پر اور جو (دین) میں لے کر آیا ہوں، اس پر ایمان لے آئیں، سو جب وہ ایسا کرلیں تو انہوں نے اپنی جان و مال کو مجھ سے محفوظ کرلیا، سوائے اس کے حق کے اور ان کا حساب اللہ کے سپرد ہے۔''

فائدہ:......اس حدیث میں لا الہ الا اللہ کی شہادت کے علاوہ رسول اللہ ﷺ کی رسالت اور آپ کی لائی ہوئی ہدایت و دین پر ایمان لانے کا بھی ذکر موجود ہے، جو اس بات کا واضح قرینہ اور دلیل ہے کہ لا الہ الا اللہ کی شہادت پورے دین کا عنوان ہے اور لا الہ الا اللہ کے قائل ہونے کا معنی ہے دین اسلام کو قبول کرنا۔

[127] ٣٥۔(. . .)وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ غِيَاثٍ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي سُفْيَانَ عَنْ جَابِرٍ۔ وَعَنْ أَبِي صَالِحٍ۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَا قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ ((أُمِرْتُ أَنْ أُقَاتِلَ النَّاسَ)) بِمِثْلِ حَدِيثِ ابْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ وَحَدَّثَنِي أَبُوبَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ ح وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ يَعْنِي ابْنَ مَهْدِيٍّ قَالَا جَمِيعًا حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ

[127] ۔حضرت ابو ہریرہ اور حضرت جابر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مجھے لوگوں سے جنگ کرنے کا حکم ملا ہے، پھر وہی الفاظ بیان کیے جو سعید بن المسیب ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں۔

[128] حَدَّثَنِي أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ ح و حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ يَعْنِي ابْنَ مَهْدِيٍّ قَالَا جَمِيعًا حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ

عَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ ((أُمِرْتُ أَنْ أُقَاتِلَ النَّاسَ حَتّٰى يَقُولُوا لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ فَإِذَا قَالُوا لَآ إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ عَصَمُوا مِنِّي دِمَائَهُمْ وَأَمْوَالَهُمْ إِلَّا بِحَقِّهَا وَحِسَابُهُمْ عَلَى اللّٰهِ)) ثُمَّ قَرَأَ إِنَّمَا أَنْتَ مُذَكِّرٌ لَسْتَ عَلَيْهِمْ بِمُصَيْطِرٍ [الغاشية: ٢١، ٢٢]

[128] اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''مجھے حکم ملا ہے کہ لوگوں سے جنگ

---

[127] تقدم

[128] اخرجه ابن ماجة في ((سننه)) في الفتن، بابه: الكف عمن قال: لا اله الا الله برقم (٣٩٢٧) انظر ((تحفة الاشراف)) برقم (١٢٣٦٧)

لڑوں، یہاں تک کہ وہ لا الہ الا اللہ کہیں، جب لا الہ الا اللہ کہیں لیں گے تو اس کے بعد میری طرف سے ان کے خون اور مال محفوظ ہیں الا یہ کہ اس (کلمہ) کے حق کا تقاضا ہو اور ان کا حساب اللہ کے سپرد ہے، پھر آپ نے پڑھا: ''آپ تو بس نصیحت کرنے والے ہیں۔ ان پر مسلط (جبر کرنے والے) نہیں ہیں۔'' (سورۃ غاشیہ: ۲۱،۲۲)

فائدہ: ...... جب مصنف سند میں کسی نام کے بعد "یعنی" یا "ھو" کا اضافہ کر کے کسی نام یا نسبت کا تذکرہ کرتے ہیں، تو اس میں اس طرف اشارہ ہوتا ہے کہ مصنف کے استاد نے اس نام یا نسبت کو ذکر نہیں کیا تھا، بلکہ مصنف نے توضیح وتعیین کے لیے ایسے کیا ہے۔

[129] ۳۶۔(۲۲) حَدَّثَنَا أَبُو غَسَّانَ الْمِسْمَعِيُّ مَالِكُ بْنُ عَبْدِ الْوَاحِدِ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ الصَّبَّاحِ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ وَاقِدِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ زَيْدِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ عَنْ أَبِيهِ۔

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ **((أُمِرْتُ أَنْ أُقَاتِلَ النَّاسَ حَتّٰى يَشْهَدُوا أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُولُ اللّٰهِ وَيُقِيمُوا الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوا الزَّكٰوةَ فَإِذَا فَعَلُوا عَصَمُوا مِنِّيْ دِمَائَهُمْ وَأَمْوَالَهُمْ إِلَّا بِحَقِّهَا وَحِسَابُهُمْ عَلَى اللّٰهِ))**

[129]۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''مجھے حکم ملا ہے کہ میں لوگوں سے اس وقت تک لڑتا رہوں یہاں تک کہ وہ اس بات کی شہادت دیں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، اور محمد اللہ کے پیغمبر ہیں، اور نماز قائم کریں، اور زکاۃ ادا کرنے لگیں، پس جب وہ یہ سب کچھ کرنے لگیں تو انہوں نے اپنے خون (جان) اور مال کو مجھ سے محفوظ کر لیا سوائے اسلام کے حق کے، اور ان کا حساب اللہ کے سپرد ہے۔''

[130] ۳۷۔(۲۳) وَحَدَّثَنَا سُوَيْدُ بْنُ سَعِيدٍ وَابْنُ أَبِي عُمَرَ قَالَا حَدَّثَنَا مَرْوَانُ يَعْنِيَانِ الْفَزَارِيَّ۔

عَنْ أَبِي مَالِكٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ يَقُولُ **((مَنْ قَالَ لَآ إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَكَفَرَ بِمَا يُعْبَدُ مِنْ دُونِ اللّٰهِ حَرُمَ مَالُهُ وَدَمُهُ وَحِسَابُهُ عَلَى اللّٰهِ))**.

[130]۔ ابو مالک اپنے باپ سے روایت بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: ''جس نے لا الہ الا اللہ کہا اور اللہ کے سوا جن کی بندگی کی جاتی ہے کا انکار کیا اس کا مال وجان محفوظ ہے اور اس کا حساب اللہ کے سپرد ہے۔''

---

[129] اخرجه البخاري في ((صحيحه)) في الايمان، باب: ﴿فان تابوا وقاموا الصلاة وآتوا الزكاة فخلوا سبيلهم﴾ برقم (۲۵) انظر ((التحفة)) برقم (۷۴۲۲)

[130] انفرد به مسلم۔ انظر ((التحفة)) برقم (۴۹۷۸)

[131] ٣٨-(. . .)وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا أَبُو خَالِدِ الْأَحْمَرُ ح وَحَدَّثَنِيهِ زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ كِلاهُمَا عَنْ أَبِي مَالِكٍ

عَنْ أَبِيهِ أَنَّهُ سَمِعَ النَّبِيَّ ﷺ يَقُولُ ((مَنْ وَحَّدَ اللّٰهَ)) ثُمَّ ذَكَرَ بِمِثْلِهِ

[131] ۔ابو مالک رحمہ اللہ اپنے باپ سے روایت بیان کرتے ہیں کہ اس نے نبی اکرم ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: جس نے اللہ تعالیٰ کو یکتا قرار دیا، پھر مذکورہ بالا حدیث بیان کی۔

فائدہ:...... مذکورہ بالا احادیث سے معلوم ہوا، مسلمانوں کے قتال وجہاد کی غرض وغایت اس کے سوا کچھ نہیں ہے، کہ لوگ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے لگیں اور دعوت اسلام کو قبول کرلیں، اور جو لوگ دین اسلام کو قبول کرلیں گے، ان کے جان و مال محفوظ ہوں گے اور وہ حقوق و فرائض (ذمہ داری) میں دوسرے مسلمانوں کے بالکل مساوی ہوں گے۔

٩...... بَاب: الدَّلِيلِ عَلَى صِحَّةِ إِسْلَامِ مَنْ حَضَرَهُ الْمَوْتُ مَا لَمْ يَشْرَعْ فِي النَّزْعِ وَهُوَ الْغَرْغَرَةُ وَنَسْخِ جَوَازِ الِاسْتِغْفَارِ لِلْمُشْرِكِينَ وَالدَّلِيلِ عَلَى أَنَّ مَنْ مَاتَ عَلَى الشِّرْكِ فَهُوَ فِي أَصْحَابِ الْجَحِيمِ وَلَا يُنْقِذُهُ مِنْ ذٰلِكَ شَيْءٌ مِنَ الْوَسَائِلِ

باب ٩: جس کی موت کا وقت آ گیا لیکن ابھی تک جان کنی طاری نہیں ہوئی، اس کا اسلام لانا صحیح ہے اور مشرکوں کے لیے بخشش کی دعا کرنے کی اجازت منسوخ ہے اور اس بات کی دلیل کہ جو مشرک فوت ہوا وہ جہنمی ہے اور اس کو جہنم سے کسی قسم کا وسیلہ نجات نہیں دلوا سکے گا

❶ نزع اور غرغرۃ: جان کنی کے عالم کو کہتے ہیں، یعنی جب موت کی علامات وآثار نمایاں ہو جاتے ہیں اور موت یقینی ہوتی ہے۔ ❷ الوسائل، وسیلة کی جمع ہے، واسطہ، ذریعہ، سبب جس کے ذریعہ دوسرے کا تقرب حاصل ہو سکے۔ ❸ لا يُنْقِذُهُ: انقاذ سے ماخوذ ہے، چھڑانا، بچانا، اس کو نہیں چھڑائے یا بچائے گا۔

[132] ٣٩-(٢٤)وَحَدَّثَنِي حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى التُّجِيبِيُّ أَخْبَرَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ أَخْبَرَنِي

[131] تقدم تخريجه في الحديث السابق برقم (١٢٩)

[132] اخرجه البخارى فى ((صحيحه)) فى الجنائز، باب: اذا قال المشرك عند الموت: لا اله الا الله برقم (١٣٦٠) وفى فضائل الصحابة، باب: قصة ابو طالب برقم (٤٨٨٤) وفى التفسير، باب: ﴿ما كان للنبى والذن آمنوا ان يستغفروا للمشركين﴾ برقم (٤٦٧٥) وباب: ﴿انك لا تهدى من احببت ولكن الله يهدى من يشاء﴾ برقم (٤٧٧٢) وفى الايمان والنذور ←

سَعِيدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ عَنْ أَبِيهِ قَالَ لَمَّا حَضَرَتْ أَبَا طَالِبٍ الْوَفَاةُ جَاءَهُ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فَوَجَدَ عِنْدَهُ أَبَا جَهْلٍ وَعَبْدَ اللَّهِ بْنَ أَبِي أُمَيَّةَ بْنِ الْمُغِيرَةِ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ ((يَا عَمِّ قُلْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ كَلِمَةً أَشْهَدُ لَكَ بِهَا عِنْدَ اللَّهِ)) فَقَالَ أَبُو جَهْلٍ وَعَبْدُاللَّهِ بْنُ أَبِي أُمَيَّةَ يَا أَبَا طَالِبٍ أَتَرْغَبُ عَنْ مِلَّةِ عَبْدِالْمُطَّلِبِ فَلَمْ يَزَلْ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَعْرِضُهَا عَلَيْهِ وَيُعِيدُ لَهُ تِلْكَ الْمَقَالَةَ حَتَّى قَالَ أَبُو طَالِبٍ آخِرَ مَا كَلَّمَهُمْ هُوَ عَلَى مِلَّةِ عَبْدِالْمُطَّلِبِ وَأَبَى أَنْ يَقُولَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ ((أَمَا وَاللَّهِ لَأَسْتَغْفِرَنَّ لَكَ مَا لَمْ أُنْهَ عَنْكَ)) فَأَنْزَلَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِينَ آمَنُوا أَنْ يَسْتَغْفِرُوا لِلْمُشْرِكِينَ وَلَوْ كَانُوا أُولِي قُرْبَى مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمْ أَنَّهُمْ أَصْحَابُ الْجَحِيمِ وَأَنْزَلَ اللَّهُ تَعَالَى فِي أَبِي طَالِبٍ فَقَالَ لِرَسُولِ اللَّهِ ﷺ إِنَّكَ لَا تَهْدِي مَنْ أَحْبَبْتَ وَلَكِنَّ اللَّهَ يَهْدِي مَنْ يَشَاءُ وَهُوَ أَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِينَ

[132] ۔سعید بن المسیبؒ نے اپنے باپ سے روایت سنائی کہ جب ابو طالب کی وفات کا وقت آ پہنچا تو اس کے پاس رسول اللہ ﷺ تشریف لائے، ابو طالب کے پاس ابو جہل اور عبداللہ بن ابی امیہ بن مغیرہ بھی موجود تھے۔سو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے چچا! ایک بار لا الہ الا اللہ کہو میں تمہارے حق میں اللہ کے ہاں، اس کے سبب تمہارے (ایمان کی) گواہی دوں گا۔ ابو جہل اور عبداللہ بن ابی امیہ نے کہا، اے ابو طالب! کیا تم اپنے باپ عبدالمطلب کی ملت سے اعراض کرو گے (چھوڑو گے)؟ رسول اللہ ﷺ مسلسل اس کو کلمہ پیش کرتے رہے اور اپنی یہ بات دہراتے رہے، یہاں تک کہ ابو طالب نے جو آخری بات ان سے کی، وہ یہ تھی ''وہ عبدالمطلب کی ملت پر قائم ہے۔'' اور لا الہ الا اللہ کہنے سے انکار کر دیا، تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہاں، اللہ کی قسم! میں تیرے لیے اللہ تعالیٰ سے مغفرت کی دعا کرتا رہوں گا، جب تک مجھے اس سے روک نہ دیا جائے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: ''نبی اور مسلمانوں کے لیے مشرکین کی مغفرت کی دعا کرنا جائز نہیں ہے، خواہ وہ ان کے رشتہ دار ہی کیوں نہ ہوں، جب کہ ان کے سامنے ان کا جہنمی ہونا واضح ہو چکا ہے۔'' (توبہ: ۱۱۳)

← بـاب: اذا قال: والله لا اتكلم اليوم فصلى اوقرا، او سبح، او كبر، او حمد، او هلل فهو على نيته بـرقم (٦٦٨١)۔ والنسائي في ((المجتبى من السنن)) ٤/ ٩٠ في الجنائز، باب النهي عن الاستغفار للمشركين۔

اور اللہ تعالیٰ نے ابو طالب کے بارے میں یہ آیت بھی اتاری، اور رسول اللہ ﷺ کو مخاطب فرمایا: ہر وہ شخص جس کو آپ چاہیں آپ اسے راہِ راست پر نہیں لا سکتے، لیکن اللہ تعالیٰ جس کو چاہے راہِ راست پر لے آتا ہے اور وہ راہ یاب ہونے والوں کو خوب جانتا ہے۔'' (قصص: ۲۸)

[133] ۴۰-(. . .) وَحَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ قَالَا أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ ح وَحَدَّثَنَا حَسَنٌ الْحُلْوَانِيُّ وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ قَالَا حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ وَهُوَ ابْنُ إِبْرَاهِيمَ بْنِ سَعْدٍ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ صَالِحٍ كِلَاهُمَا۔

عَنِ الزُّهْرِيِّ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ مِثْلَهُ غَيْرَ أَنَّ حَدِيثَ صَالِحٍ انْتَهٰى عِنْدَ قَوْلِهِ فَأَنْزَلَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ فِيهِ وَلَمْ يَذْكُرِ الْآيَتَيْنِ وَقَالَ فِي حَدِيثِهِ وَيَعُودَانِ فِي تِلْكَ الْمَقَالَةِ وَفِي حَدِيثِ مَعْمَرٍ مَكَانَ هٰذِهِ الْكَلِمَةِ فَلَمْ يَزَالَا بِهِ

[133]۔ معمر اور صالح رحمہما اللہ زہری سے اوپر والی سند کے ساتھ مذکورہ بالا روایت بیان کرتے ہیں، فرق یہ ہے کہ صالح کی روایت ''فانزل الله عز وجل فيه'' اس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے آیت اتاری، پر ختم ہوگئی اور اس نے دونوں آیتوں کو بیان نہیں کیا اور اپنی حدیث میں یہ بھی کہا کہ وہ دونوں (ابوجہل، عبداللہ بن امیہ) اپنی بات دہراتے رہے، اور معمر کی روایت میں اس کی بجائے یہ ہے، وہ دونوں برابر اس کے پاس رہے یا بات دہراتے رہے۔

[134] ۴۱-(۲۵) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبَّادٍ وَابْنُ أَبِي عُمَرَ قَالَا حَدَّثَنَا مَرْوَانُ عَنْ يَزِيدَ وَهُوَ ابْنُ كَيْسَانَ عَنْ أَبِي حَازِمٍ۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ لِعَمِّهِ عِنْدَ الْمَوْتِ ((**قُلْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ أَشْهَدُ لَكَ بِهَا يَوْمَ الْقِيَامَةِ**)) فَأَبٰى فَأَنْزَلَ اللّٰهُ ﴿إِنَّكَ لَا تَهْدِي مَنْ أَحْبَبْتَ﴾ الْآيَةَ

[134]۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے چچا کی موت کے وقت، چچا سے فرمایا: لا الٰہ الا اللہ کہہ لیں، میں قیامت کے دن اس کی بنیاد پر تیرے حق میں (آپ کے اسلام کی) گواہی دوں گا، لیکن چچا نے انکار کر دیا، تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری ''آپ جسے چاہیں ہدایت پر نہیں لا سکتے۔'' (قصص: ۲۸)

[133] تقدم تخريجه في الحديث السابق برقم (۱۳۱)

[134] اخرجه الترمذي في ((جامعه)) في تفسير القرآن، باب: ومن سورة القصص وقال: هذا حديث حسن غريب برقم (۳۱۸۸) انظر ((التحفة)) برقم (۱۳۴۴۲)

[135] ٤٢۔(. . .)حَـدَّثَـنَـا مُـحَـمَّدُ بْنُ حَاتِمِ بْنِ مَيْمُونٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ كَيْسَانَ عَنْ أَبِي حَازِمٍ الْأَشْجَعِيِّ

عَـنْ أَبِـي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ لِعَمِّهِ ((قُلْ لَآ إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ أَشْهَدُ لَكَ بِهَا يَوْمَ الْقِيَامَةِ)) قَـالَ لَوْلَا أَنْ تُعَيِّرَنِي قُرَيْشٌ يَقُولُونَ إِنَّمَا حَمَلَهُ عَلَى ذٰلِكَ الْجَزَعُ لَأَقْرَرْتُ بِهَا عَيْنَكَ فَأَنْزَلَ اللّٰهُ إِنَّكَ لَا تَهْدِي مَنْ أَحْبَبْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِي مَنْ يَّشَآءُ

[135]۔حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے چچا (ابو طالب) سے فرمایا: لا الٰہ الا اللہ کہہ دو میں قیامت کے دن اس کی بنا پر تیرے حق میں گواہی دوں گا، اس نے جواب دیا: اگر مجھے قریش کے اس عار دلانے کا ڈر نہ ہوتا کہ وہ کہیں گے کہ اسے اس بات پر (آخرت کی) گھبراہٹ نے آمادہ کیا ہے، تو میں یہ کلمہ پڑھ کر تیری آنکھوں کو ٹھنڈا کرتا تو اس پر اللہ تعالیٰ نے اتارا ''آپ جسے چاہیں راہِ راست پر نہیں لا سکتے، لیکن اللہ تعالیٰ جسے چاہے راہ راست پہ لے آتا ہے۔'' (قصص:۲۸)

فوائد:...... ❶ نبی اکرم ﷺ اور مشرکوں سے ابو طالب کا گفتگو کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ ابھی اس پر نزع کی حالت طاری نہیں ہوئی تھی اور جان حلق میں نہیں پہنچی تھی۔ ابوطالب کی وفات ہجرت سے تین سال پہلے ہوئی ہے جبکہ نبی ﷺ کی عمر ۴۹ سال آٹھ ماہ اور گیارہ دن تھی۔ ❷ انسان کے مسلمان ہونے کے لیے کلمہ شہادت کا علی الاعلان اقرار اور اعتراف ضروری ہے، محض دل کے اندر آپ کی نبوت کا اقرار کافی نہیں ہے۔ ❸ ابو طالب کی وفات شرک پر ہوئی ہے، یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ ابو طالب، ایمان پر فوت ہوا ہے کیونکہ یہ قرآن مجید اور صحیح احادیث کے خلاف ہے، بریلوی علامہ غلام رسول سعیدی صاحب لکھتے ہیں: قرآن مجید کی اول الذکر آیات اور ثانی الذکر احادیث صحیحہ کی روشنی میں مذاہب اربعہ کے معروف علماء، فقہاء، مفسرین اور جمہور اہل سنت کا یہ موقف ہے کہ ابو طالب کا ایمان ثابت نہیں ہے۔ (شرح صحیح مسلم اردو: ۱/ ۳۹۸) ❹ ہدایت کا لفظ ''دو معنی میں استعمال ہوتا ہے: (الف) راہ دکھانا، رہنمائی کرنا، یہ رسول کا فریضہ ہے۔ (ب) راہ راست پر چلانا، ہدایت دینا، یہ اللہ تعالیٰ کا کام ہے، رسول کے بس میں نہیں ہے۔ ❺ ابو طالب کی وفات مکہ مکرمہ میں ہوئی ہے اور آپ نے صلح حدیبیہ کے سفر میں اپنی والدہ کی قبر پر استغفار کی اجازت طلب کی ہے لیکن آپ کو اجازت نہیں ملی اور اس آیت کا نزول ہوا اس کا یہ مطلب بھی ہوسکتا ہے کہ یہ آیت پہلے سے نازل ہو چکی تھی اس لیے آپ نے اجازت طلب کرنے کی ضرورت

[135] تقدیم تخریجه فی الحدیث السابقه برقم (١٣٣)

محسوس ہوئی اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ آیت کا نزول ابو طالب کی وفات کے کافی عرصہ بعد ہوا ہو کیونکہ یہ آیت سورۃ توبہ کی ہے جس کا نزول ہجرت کے بعد ہوا ہے۔

۱۰...... بَابُ الدَّلِيلِ عَلَى أَنَّ مَنْ مَّاتَ عَلَى التَّوْحِيدِ دَخَلَ الْجَنَّةَ قَطْعًا

باب ۱۰: اس بات کی دلیل کہ توحید پر مرنے والا قطعی طور پر جنت میں داخل ہوگا

[136] ٤٣-(٢٦) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ كِلَاهُمَا عَنْ إِسْمَعِيلَ بْنِ إِبْرَاهِيمَ قَالَ أَبُو بَكْرٍ حَدَّثَنَا ابْنُ عُلَيَّةَ عَنْ خَالِدٍ قَالَ حَدَّثَنِي الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ عَنْ حُمْرَانَ۔
عَنْ عُثْمَانَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ ((مَنْ مَّاتَ وَهُوَ يَعْلَمُ أَنَّهُ لَآ إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ دَخَلَ الْجَنَّةَ))

[136]۔ حضرت حمران رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی روایت سنائی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص اس یقین پر مرا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کا حق دار نہیں ہے وہ جنت میں داخل ہوگا۔

فائدہ:...... اہل سنت اور اہل حق کا اس بات پر اتفاق ہے کہ توحید پر مرنے والا جنتی ہے اگر وہ گناہوں سے بچا ہو۔ صحیح تو یہ ہے کہ وہ سیدھا جنت میں داخل ہوگا، اگر اس نے کبیرہ گناہوں کا ارتکاب کیا اور توبہ کی توفیق نہ ملی، تو پھر اللہ تعالیٰ کی مرضی، اس کے گناہ معاف کردے اور جنت میں داخل کرے یا اس کے گناہوں کے مطابق، دوزخ میں داخل کر کے گناہوں سے پاک، صاف کر کے، جنت میں لے جائے، بہر حال وہ انجام کے اعتبار سے جنتی ہے۔
توحید کے اقرار و شہادت کے لیے رسالت و آخرت پر یقین و ایمان لازم ہے، ان کا آپس میں چولی دامن کا ساتھ ہے۔

[137] حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي بَكْرٍ الْمُقَدَّمِيُّ حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ الْمُفَضَّلِ حَدَّثَنَا خَالِدٌ الْحَذَّاءُ
عَنِ الْوَلِيدِ أَبِي بِشْرٍ قَالَ سَمِعْتُ حُمْرَانَ يَقُولُ سَمِعْتُ عُثْمَانَ يَقُولُ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ يَقُولُ مِثْلَهُ سَوَآءً

[137] حضرت حمران، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی مذکورہ بالا روایت بیان کرتے ہیں، دونوں میں یکسانیت ہے۔

[138] ٤٤-(٢٧) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ النَّضْرِ بْنِ أَبِي النَّضْرِ قَالَ حَدَّثَنِي أَبُو النَّضْرِ هَاشِمُ بْنُ الْقَاسِمِ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ الْأَشْجَعِيُّ عَنْ مَالِكِ بْنِ مِغْوَلٍ عَنْ طَلْحَةَ بْنِ مُصَرِّفٍ عَنْ أَبِي صَالِحٍ۔
عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ فِي مَسِيرٍ قَالَ فَنَفِدَتْ أَزْوَادُ الْقَوْمِ قَالَ حَتّٰى

---

[136] انفرد به مسلم۔ انظر ((تحفة الاشراف)) برقم (٩٧٩٨)
[137] انفرد به مسلم۔ انظر ((التحفة)) برقم (٩٧٩٨)
[138] انفرد به مسلم۔ انظر ((التحفة)) برقم (١٢٨٠٦)

هَمَّ بِنَحْرِ بَعْضِ حَمَائِلِهِمْ قَالَ فَقَالَ عُمَرُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ لَوْ جَمَعْتَ مَا بَقِيَ مِنْ أَزْوَادِ الْقَوْمِ فَدَعَوْتَ اللّٰهَ عَلَيْهَا قَالَ فَفَعَلَ قَالَ فَجَاءَ ذُو الْبُرِّ بِبُرِّهِ وَذُو التَّمْرِ بِتَمْرِهِ قَالَ وَقَالَ مُجَاهِدٌ وَذُو النَّوَاةِ بِنَوَاتِهِ قُلْتُ وَمَا كَانُوا يَصْنَعُونَ بِالنَّوٰى قَالَ كَانُوا يَمُصُّونَهُ وَيَشْرَبُونَ عَلَيْهِ الْمَاءَ قَالَ فَدَعَا عَلَيْهَا حَتّٰى مَلَأَ الْقَوْمُ أَزْوِدَتَهُمْ قَالَ فَقَالَ عِنْدَ ذٰلِكَ **((أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَنِّي رَسُولُ اللّٰهِ لَا يَلْقَى اللّٰهَ بِهِمَا عَبْدٌ غَيْرَ شَاكٍّ فِيهِمَا إِلَّا دَخَلَ الْجَنَّةَ))**

[138]۔حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہم ایک سفر میں نبی اکرم ﷺ کے ساتھ تھے،لوگوں کا زادِ راہ ختم ہوگیا، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ بعض سواریوں (اونٹوں) کو ذبح کر دیا جائے،تو عمر رضی اللہ عنہ کہنے لگے،اے اللہ کے رسول! کاش آپ لوگوں کا بچا کھچا توشہ جمع فرمالیں اور اس پر اللہ تعالیٰ سے برکت کی دعا فرمائیں نبی ﷺ نے ایسے ہی کیا،گندم والا اپنی گندم لایا اور کھجور والا کھجور۔مجاہد کہتے ہیں جس کے پاس گٹھلیاں تھیں وہ گٹھلیاں لے آیا۔ راوی نے پوچھا (مجاہد سے) کہ گٹھلیوں کا لوگ کیا کرتے تھے، جواب ملا، ان کو چوس کر پانی پی لیتے تھے۔حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، جمع شدہ توشہ پر آپ نے دعا فرمائی،تو لوگوں نے اپنے اپنے توشہ کے برتنوں کو بھر لیا۔اس وقت آپ نے فرمایا: میں گواہی دیتا ہوں کہ میں اللہ کا رسول ہوں،اور اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے جو بندہ بھی اللہ تعالیٰ کو ان دونوں باتوں میں (توحید و رسالت) بلا شک وشبہ ملے گا وہ جنت میں داخل ہوگا۔

[139] ٤٥۔(. . .)حَدَّثَنَا سَهْلُ بْنُ عُثْمَانَ وَأَبُو كُرَيْبٍ مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ جَمِيعًا عَنْ أَبِي مُعَاوِيَةَ قَالَ أَبُو كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي صَالِحٍ

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَوْ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ شَكَّ الْأَعْمَشُ قَالَ لَمَّا كَانَ يَوْمُ غَزْوَةِ تَبُوكَ أَصَابَ النَّاسَ مَجَاعَةٌ قَالُوا يَا رَسُولَ اللّٰهِ لَوْ أَذِنْتَ لَنَا فَنَحَرْنَا نَوَاضِحَنَا فَأَكَلْنَا وَادَّهَنَّا فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ **((افْعَلُوا))** قَالَ فَجَاءَ عُمَرُ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ إِنْ فَعَلْتَ قَلَّ الظَّهْرُ وَلٰكِنِ ادْعُهُمْ بِفَضْلِ أَزْوَادِهِمْ ثُمَّ ادْعُ اللّٰهَ لَهُمْ عَلَيْهَا بِالْبَرَكَةِ لَعَلَّ اللّٰهَ أَنْ يَجْعَلَ فِي ذٰلِكَ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ **((نَعَمْ))** قَالَ فَدَعَا بِنِطَعٍ فَبَسَطَهُ ثُمَّ دَعَا بِفَضْلِ أَزْوَادِهِمْ قَالَ فَجَعَلَ الرَّجُلُ يَجِيءُ بِكَفِّ ذُرَةٍ قَالَ وَيَجِيءُ الْآخَرُ بِكَفِّ تَمْرٍ

[139] انفرد به مسلم- انظر ((التحفة)) برقم (٤٠١٠) و (١٢٥٣٥)

قَالَ وَيَجِيءُ الْآخَرُ بِكَسْرَةٍ حَتَّى اجْتَمَعَ عَلَى النِّطَعِ مِنْ ذٰلِكَ شَيْءٌ يَسِيرٌ قَالَ فَدَعَا رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ عَلَيْهِ بِالْبَرَكَةِ ثُمَّ قَالَ ((خُذُوا فِي أَوْعِيَتِكُمْ)) قَالَ فَأَخَذُوا فِي أَوْعِيَتِهِمْ حَتَّى مَا تَرَكُوا فِي الْعَسْكَرِ وِعَاءً إِلَّا مَلَئُوهُ قَالَ فَأَكَلُوا حَتَّى شَبِعُوا وَفَضَلَتْ فَضْلَةٌ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ ((أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَنِّي رَسُولُ اللّٰهِ لَا يَلْقَى اللّٰهَ بِهِمَا عَبْدٌ غَيْرُ شَاكٍّ فَيُحْجَبُ عَنِ الْجَنَّةِ))

[139]۔حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے یا حضرت ابوسعید سے (اعمش کو شک ہے) روایت ہے کہ غزوہ تبوک کے سفر میں لوگوں کو بھوک لاحق ہوئی، انہوں نے پوچھا اے اللہ کے رسول کاش! آپ ہمیں اجازت دیں تو ہم پانی لانے والے اونٹوں کو ذبح کر لیں، کھائیں اور چربی کا تیل بنا لیں، تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، ایسے کر لو۔ اتنے میں عمر رضی اللہ عنہ آ گئے، اور عرض کیا اے اللہ کے رسول! اگر آپ نے ایسا کیا تو سواریاں کم ہو جائیں گی، البتہ آپ ان کو ان کے بچے ہوئے زادِ راہ سمیت بلوایئے، پھر ان کے لیے اللہ سے اس پر برکت کی دعا کیجئے۔ امید ہے اللہ تعالیٰ اس میں برکت ڈال دے گا، تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، ٹھیک ہے۔ آپ نے چمڑے کا ایک دستر خوان منگوا کر بچھا دیا، پھر لوگوں کا بچا ہوا زادِ راہ منگوایا کوئی شخص مٹھی بھر جوار لا رہا ہے اور کوئی مٹھی بھر کھجور، کوئی روٹی کا ٹکڑا یہاں تک کہ اس سے دستر خوان پر تھوڑی سی تعداد جمع ہو گئی اس پر رسول اللہ ﷺ نے برکت کی دعا فرمائی پھر لوگوں سے کہا: اپنے برتنوں میں ڈال لو، تو سب نے اپنے اپنے برتن بھر لیے، یہاں تک کہ لشکر کے تمام برتن بھر گئے تو پھر سب نے مل کر کھایا اور سیر ہو گئے اور کھانا پھر بھی بچ گیا، اس پر رسول اللہ ﷺ نے لوگوں کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا: میں گواہی دیتا ہوں اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کے مستحق نہیں اور میں اللہ کا رسول ہوں، جو شخص ان دونوں (توحید و رسالت) پر یقین رکھتے ہوئے اللہ کو ملے گا وہ جنت سے محروم نہ ہوگا۔

مفردات الحدیث

❶ ازواد: زاد کی جمع ہے، زادِ سفر، توشہ۔ ❷ حمائل: حمولة کی جمع ہے، باربرداری کے اونٹ یا سواری کے اونٹ۔ ❸ نوی: نواة کی جمع ہے گٹھلی۔ ❹ ازْوِدَة: زاد کی جمع ہے، توشہ، لیکن یہاں توشہ داں مراد ہے، یا مضاف محذوف یعنی ادعیة ازودتهم ان کے توشہ کے برتن۔ ❺ نَاضِحٌ: ناضحة کی جمع ہے پانی لانے والے اونٹ، مذکر کو ناضح اور مؤنث کو ناضحہ کہتے ہیں۔ ❻ ادّهنا: کا ظاہری معنی تیل لگانا ہے، لیکن یہاں مراد، اونٹوں کی چربی کا تیل بنانا ہے۔ ❼ الظهر: سواری، کیونکہ اس کی پشت پر سوار ہوا جاتا ہے یا اس سے سفر میں قوت و مدد حاصل کی جاتی ہے۔ ❽ فَضَل: بچا کھچا۔ ❾ نِطَعٌ: چمڑے کا دستر خواں۔

فائدہ:...... نبی اکرم ﷺ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا مشورہ قبول کرتے ہوئے لوگوں کو بچا کھچا زادِ راہ اکٹھا کرنے کا

حکم دیا اور اس پر برکت کی دعا فرمائی، اللہ تعالیٰ نے برکت ڈالی، اس سے معلوم ہوتا ہے، اگر ادنیٰ، اعلیٰ کو مناسب اور صحیح مشورہ دے تو اس کو قبول کر لینا چاہیے، بلاوجہ اپنی بات پر اڑنا نہیں چاہیے یا اس کو عزت نفس کا مسئلہ نہیں بنانا چاہیے۔

[140] ٤٦-(٢٨) حَدَّثَنَا دَاوُدُ بْنُ رَشِيْدٍ حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ يَعْنِي ابْنَ مُسْلِمٍ عَنِ ابْنِ جَابِرٍ قَالَ حَدَّثَنِي عُمَيْرُ بْنُ هَانِئٍ قَالَ حَدَّثَنِي جُنَادَةُ بْنُ أَبِي أُمَيَّةَ

عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ ((مَنْ قَالَ أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ وَأَنَّ عِيسٰى عَبْدُاللّٰهِ وَابْنُ اَمَتِهِ وَكَلِمَتُهُ أَلْقَاهَا إِلٰى مَرْيَمَ وَرُوحٌ مِّنْهُ وَأَنَّ الْجَنَّةَ حَقٌّ وَّأَنَّ النَّارَ حَقٌّ أَدْخَلَهُ اللّٰهُ مِنْ اَيِّ أَبْوَابِ الْجَنَّةِ الثَّمَانِيَةِ شَآءَ))

[140]۔ حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس شخص نے کہا: میں گواہی دیتا ہوں اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ یکتا ہے اس کا کوئی شریک نہیں۔ بے شک محمد اس کا بندہ اور اس کا رسول ہے، اور بے شک عیسیٰ، اللہ کا بندہ، اس کی بندی کا بیٹا ہے اور اس کا وہ کلمہ ہے جس کا اس نے مریم کی طرف القاء کیا اور اس کی طرف سے روح ہے، اور جنت حق ہے، دوزخ حق ہے، اللہ تعالیٰ ایسے شخص کو جنت کے آٹھ دروازوں میں سے جس سے وہ چاہے گا جنت میں داخل کرے گا۔''

مفردات الحدیث ❶ **کلمة**: بول کو کہتے ہیں چونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کلمہ کن (ہو جا) سے پیدا ہوئے ہیں، اس لیے ان کو کلمہ قرار دیا گیا ہے۔ ❷ **روح منه**: حضرت عیسیٰ کی روح کی نسبت، تعظیم و تکریم کے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف کی گئی ہے، جیسے بیت اللہ، ناقۃ اللہ، سورۂ سجدہ میں انسان کی تخلیق کے سلسلہ میں فرمایا: ﴿نَفَخَ فِيهِ مِنْ رُّوحِهِ﴾ اس میں اپنی روح پھونکی، منه کا معنی اس کا جز نہیں ہے وگرنہ ہر چیز اس کا جز ہوگی۔ سورۃ جاثیہ میں فرمایا: ﴿سَخَّرَ لَكُمْ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا﴾ (جاثية: ١٣) ''اس نے تمہارے لیے مسخر کیا جو کچھ بھی آسمانوں میں ہے اور جو کچھ بھی زمین میں ہے سب کو اپنی طرف سے۔ یہاں جميعا منه کا یہ معنی نہیں ہے کہ سب کچھ اس کا حصہ یا جز ہے۔ ❸ **الحق**: حق اس موجود کو کہتے ہیں جو پایا جائے یا جس کا پایا جانا ضروری ہو، اللہ تعالیٰ کو حق اس لیے کہتے ہیں کہ وہ ازلی اور ابدی ہے ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا، جنت اور دوزخ کو حق اس لیے کہتے ہیں کہ ان کا پایا جانا یقینی ہے، حق لازم اور واجب کو بھی کہتے ہیں۔

[140] اخرجه البخاري في ((صحيحه)) في الانبياء، باب: قوله تعالى: ﴿يا اهل الكتاب لا تغلوا في دينكم ولا تقولوا على الله الا الحق انما المسيح عيسى ابن مريم رسول الله وكلمته القاها الى مريم و روح منه فآمنوا بالله ورسله ولا تقولوا ثلاثة انتهوا خيرا لكم انما الله اله واحد سبحانه ان يكون له ولد له ما في السماوات وما في الارض وكفى بالله وكيلا﴾ برقم (٣٤٣٥) انظر ((التحفة)) برقم (٥٠٧٥)

[141] (. . .) وَحَدَّثَنِي أَحْمَدُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الدَّوْرَقِيُّ حَدَّثَنَا مُبَشِّرُ بْنُ إِسْمٰعِيلَ عَنِ الْأَوْزَاعِيِّ عَنْ عُمَيْرِ بْنِ هَانِئٍ فِي هٰذَا الْإِسْنَادِ بِمِثْلِهِ غَيْرَ أَنَّهُ قَالَ ((**أَدْخَلَهُ اللّٰهُ الْجَنَّةَ عَلٰى مَا كَانَ مِنْ عَمَلٍ**)) وَلَمْ يَذْكُرْ ((**مِنْ أَيِّ أَبْوَابِ الْجَنَّةِ الثَّمَانِيَةِ شَآءَ**))

[141]۔ عمیر بن ہانی نے مذکورہ بالا سند سے یہی حدیث سنائی، آخری الفاظ یہ ہیں، اللہ تعالیٰ اسے جنت میں داخل کرے گا، اس کے عمل کیسے بھی ہوں اور جنت کے آٹھ دروازوں میں سے جس سے چاہے داخل ہو جائے، ذکر نہیں کیا۔

[142] ۴۷-(۲۹) حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا لَيْثٌ عَنِ ابْنِ عَجْلَانَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ يَحْيَى بْنِ حَبَّانَ عَنِ ابْنِ مُحَيْرِيزٍ

عَنِ الصُّنَابِحِيِّ عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ أَنَّهُ قَالَ دَخَلْتُ عَلَيْهِ وَهُوَ فِي الْمَوْتِ فَبَكَيْتُ فَقَالَ مَهْلًا لِمَ تَبْكِي فَوَاللّٰهِ لَئِنِ اسْتُشْهِدْتُ لَأَشْهَدَنَّ لَكَ وَلَئِنْ شُفِّعْتُ لَأَشْفَعَنَّ لَكَ وَلَئِنِ اسْتَطَعْتُ لَأَنْفَعَنَّكَ ثُمَّ قَالَ وَاللّٰهِ مَا مِنْ حَدِيثٍ سَمِعْتُهُ مِنْ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ لَكُمْ فِيهِ خَيْرٌ إِلَّا حَدَّثْتُكُمُوهُ إِلَّا حَدِيثًا وَاحِدًا وَسَوْفَ أُحَدِّثُكُمُوهُ الْيَوْمَ وَقَدْ أُحِيطَ بِنَفْسِي سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ يَقُولُ ((**مَنْ شَهِدَ أَنْ لَآ إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُولُ اللّٰهِ حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ النَّارَ**))

[142]۔ صنابحیؒ بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ کے پاس تھا جبکہ وہ موت کے قریب تھے، تو میں رو پڑا، وہ مجھے فرمانے لگے، ٹھہریے کیوں روتے ہو؟ پس اللہ کی قسم! اگر مجھ سے گواہی لی گئی، تو میں تیرے حق میں گواہی دوں گا اور اگر مجھے سفارش کا موقعہ ملا تو میں تیری سفارش کروں گا اور اگر میرے بس میں ہوا تو میں تجھے ضرور نفع پہنچاؤں گا۔ پھر کہا: اللہ کی قسم جو حدیث بھی میں نے تمہاری بہتری کا باعث نبی اکرم ﷺ سے سنی، وہ ایک حدیث کے سوا تم تک پہنچا دی اور وہ حدیث بھی آج تمہیں سنائے دیتا ہوں، کیونکہ میری جان قبض ہونے کو ہے، میں نے آپ کو فرماتے ہوئے سنا: ”جس شخص نے اس بات کی گواہی دی کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، اور محمد اللہ کے رسول ہیں، اللہ تعالیٰ اس پر جہنم کی آگ حرام کر دے گا۔“

[141] تقدم تخریجه في الحديث السابق برقم (۱۳۹)

[142] اخرجه الترمذي في ((جامعه)) في الايمان، باب: ما جاء فيمن يموت وهو يشهد ان لا اله الا الله۔ وقال: حديث حسن صحيح غريب من هذا الوجه برقم (۲۶۳۸) انظر ((التحفة)) برقم (۵۰۹۹)

فائدہ :...... لوگوں کے سامنے ان کی حیثیت اور ان کے علم وادراک کے مناسب ایسی احادیث بیان کرنی چاہئیں، جو ان کے لیے بھلائی اور بہترین یا نفع کا باعث ہوں، ایسی احادیث جو لوگوں کے فہم اور شعور سے بالا ہوں یا ان کے لیے فتنہ یا نقصان کا سبب بن سکتی ہوں، ان کو بیان نہیں کرنا چاہیے۔ آخری وقت میں ان لوگوں کو یہ حدیث سنائی جس کے فہم وشعور پر اعتماد تھا کہ وہ اس سے اس بدفہمی یا غلط فہمی میں تباہ نہیں ہوں گے ان کو عملوں کی ضرورت نہیں ہے۔

[143] ٤٨۔(٣٠)حَدَّثَنَا هَدَّابُ بْنُ خَالِدٍ الْأَزْدِيُّ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ حَدَّثَنَا قَتَادَةُ حَدَّثَنَا أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ قَالَ كُنْتُ رِدْفَ النَّبِيِّ ﷺ لَيْسَ بَيْنِي وَبَيْنَهُ إِلَّا مُؤَخَّرُ الرَّحْلِ فَقَالَ يَامُعَاذَ بْنَ جَبَلٍ قُلْتُ لَبَّيْكَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ وَسَعْدَيْكَ ثُمَّ سَارَ سَاعَةً ثُمَّ قَالَ ((يَا مُعَاذَ بْنَ جَبَلٍ)) قُلْتُ لَبَّيْكَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ وَسَعْدَيْكَ ثُمَّ سَارَ سَاعَةً ثُمَّ قَالَ ((يَا مُعَاذَ بْنَ جَبَلٍ)) قُلْتُ لَبَّيْكَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ وَسَعْدَيْكَ قَالَ ((هَلْ تَدْرِي مَا حَقُّ اللّٰهِ عَلَى الْعِبَادِ)) قَالَ قُلْتُ اللّٰهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ قَالَ ((فَإِنَّ حَقَّ اللّٰهِ عَلَى الْعِبَادِ أَنْ يَعْبُدُوهُ وَلَا يُشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا)) ثُمَّ سَارَ سَاعَةً قَالَ يَا مُعَاذَ بْنَ جَبَلٍ قُلْتُ لَبَّيْكَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ وَسَعْدَيْكَ قَالَ ((هَلْ تَدْرِي مَا حَقُّ الْعِبَادِ عَلَى اللّٰهِ إِذَا فَعَلُوا ذٰلِكَ)) قَالَ قُلْتُ اللّٰهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ قَالَ ((أَنْ لَّا يُعَذِّبَهُمْ)).

[143]۔ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نبی اکرم ﷺ کے ساتھ سواری پر آپ کے پیچھے سوار تھا، میرے اور آپ کے درمیان کجاوے کے پچھلے حصے کے سوا اور کوئی چیز حائل نہ تھی، تو آپ نے فرمایا: اے معاذ بن جبل! میں نے عرض کیا، اے اللہ کے رسول میں حاضر ہوں اور خدمت کے لیے تیار ہوں، پھر کچھ دیر چلنے کے بعد فرمایا: اے معاذ بن جبل! میں نے عرض کیا، میں خدمت میں حاضر ہوں، آپ کا فرمانبردار ہوں، پھر کچھ وقت چلنے کے بعد فرمایا: اے معاذ بن جبل! میں نے عرض کیا، حاضر خدمت ہوں اور اطاعت کے لیے تیار ہوں، آپ نے فرمایا: کیا تم جانتے ہو کہ بندوں پر اللہ کا کیا حق ہے؟ میں نے عرض کیا: اللہ اور اس کے رسول ہی کو زیادہ علم ہے۔ ارشاد فرمایا: ''اللہ کا حق بندوں پر یہ ہے کہ اس کی بندگی کریں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ

[143] اخرجه البخاري في ((صحيحه)) في اللباس، باب: ارداف الرجل خلف الرجل برقم (٥٩٦٧) وفي الاستئذان، باب: من اجاب بلبيك وسعديك برقم (٦٢٦٧) وفي الرقاق، باب: من جاهد نفسه في طاعة الله بر (٦٥٠٠) انظر ((تحفة الاشراف)) برقم (١١٣٠٨)

کریں۔'' پھر کچھ دیر چلنے کے بعد فرمایا: اے معاذ بن جبل! میں نے عرض کیا: حاضر ہوں اور خدمت کے لیے تیار ہوں۔'' آپ نے فرمایا: کیا جانتے ہو کہ جب بندے اللہ کا یہ حق ادا کریں، تو پھر اللہ پر ان کا کیا حق ہے؟ میں نے عرض کیا: ''اللہ و رسول ہی کو زیادہ علم ہے۔'' آپ نے فرمایا: یہ کہ انہیں عذاب میں نہ ڈالے۔

مفردات الحدیث

❶ **لبیك**: لب کا تثنیہ ہے اور ک کی طرف مصاف ہے، تکرار اور تاکید و کثرت کے لیے ایسا کرتے ہیں، معنی ہے اجبت لك اجابة بعد اجابة، آپ کے لیے بار بار حاضر ہوں یا اقمت علی طاعتك اقامة بعد اقامة، مسلسل آپ کی اطاعت پر قائم ہوں۔ ❷ **سَعْدَیك**: سعد کا تثنیہ ہے اور اس کا مقصد بھی تکرار و کثرت ہے معنی ہے: انا مسعد طاعتك اسعاد بعد اسعادِ، یا اُسعِدُك اسعاد ابعد اسعاد، آپ کی خدمت و طاعت کی سعادت پر قائم ہوں۔

فوائد:...... ❶ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے آپ کے ساتھ بیٹھنے کی کیفیت کو تفصیل سے بیان کیا ہے تاکہ نبی اکرم ﷺ کی جو خاص شفقت اور عنایت حاصل تھی اور بارگاہ نبوی میں جو خاص مقام قرب حاصل تھا، وہ سامعین کے پیش نظر رہے تاکہ وہ سمجھ سکیں، کہ آپ نے حضرت معاذ کو ایسی بات کیوں فرمائی، جس کی عام اشاعت کی اجازت نہ تھی جیسا کہ آگے ان کی حدیث میں آرہا ہے، نیز لوگوں کے سامنے یہ بات واضح ہو جائے کہ مجھے یہ حدیث اچھی طرح یاد ہے حتیٰ کہ اس کی جزئی باتیں بھی محفوظ ہیں۔ ❷ رسول اللہ ﷺ نے تھوڑے تھوڑے وقفہ کے ساتھ، حضرت معاذ کو تین دفعہ مخاطب کیا۔ اور پھر تیسری دفعہ بھی بات مکمل نہیں کی، مقصد یہ تھا کہ حضرت معاذ پوری طرح آپ کی طرف متوجہ ہوں اور ہمہ تن گوش ہو کر پوری رغبت و توجہ اور غور و تامل کے ساتھ آپ کی بات سنیں کیونکہ جب انسان کس چیز کا منتظر ہوتا ہے، تو اس کی طرف پوری توجہ کرتا ہے اور کامل انہماک اور شوق سے سنتا ہے اور اس کو ذہن نشین کرنے کی کوشش کرتا ہے۔

[144] ٤٩-(. . .)حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا أَبُوالْأَحْوَصِ سَلَّامُ بْنُ سُلَيْمٍ عَنْ أَبِي إِسْحٰقَ عَنْ عَمْرِو بْنِ مَيْمُونٍ

عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ قَالَ كُنْتُ رِدْفَ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ عَلَى حِمَارٍ يُقَالُ لَهُ عُفَيْرٌ قَالَ فَقَالَ ((يَا مُعَاذُ أَتَدْرِي مَا حَقُّ اللّٰهِ عَلَى الْعِبَادِ وَمَا حَقُّ الْعِبَادِ عَلَى اللّٰهِ)) قَالَ قُلْتُ اللّٰهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ قَالَ ((فَإِنَّ حَقَّ اللّٰهِ عَلَى الْعِبَادِ أَنْ يَعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا يُشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا وَحَقَّ الْعِبَادِ عَلَى اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ أَنْ لَا يُعَذِّبَ مَنْ لَا يُشْرِكُ بِهِ شَيْئًا)) قَالَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ أَفَلَا أُبَشِّرُ النَّاسَ قَالَ ((لَا تُبَشِّرْهُمْ فَيَتَّكِلُوا))

[144] اخرجه البخاری فی ((الجهاد)) باب: اسم الفرس والحمار برقم (٢٧٠١) وابوداود فی ←

[144]۔ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں عفیر نامی گدھے پر رسول اللہ ﷺ کے ساتھ آپ کے پیچھے سوار تھا۔ آپ نے فرمایا: اے معاذ! جانتے ہو، اللہ کا بندوں پر کیا حق ہے اور بندوں کا اللہ پر کیا حق ہے؟ میں نے عرض کیا اللہ و رسول ہی خوب جانتے ہیں، آپ نے فرمایا: ''اللہ کا بندوں پر یہ حق ہے کہ وہ اس کی بندگی کریں، اس کے ساتھ کس چیز کو شریک نہ ٹھہرائیں اور بندوں کا اللہ پر یہ حق ہے جو اس کے ساتھ شریک نہ ٹھہرائے۔ اس کو عذاب نہ دے، میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! کیا میں لوگوں کو خوش خبری نہ سناؤں؟ آپ نے فرمایا: ''ان کو خوش خبری نہ دو وہ اسی پر بھروسہ کر لیں گے۔''

فائدہ: ...... الحق: حق، موجود چیز کو کہتے ہیں، اس لیے سچ، صدق کو بھی حق کہہ دیتے ہیں کیونکہ وہ موجود ہے اور حق ہر اس چیز کو کہہ دیتے ہیں جس کا کرنا لازم اور ضروری ہے، اس لیے فرائض جن کی ادائیگی ضروری ہے یا قرض جس کا ادا کرنا لازم ہے اس کو بھی حق کہہ دیتے ہیں اللہ کا بندوں پر حق ہے کا معنی یہ ہے کہ بندہ پر اس کام کا کرنا لازم اور واجب ہے اور بندوں کا اللہ پر حق ہے کا معنی یہ ہے کہ اس چیز کا پایا جانا قطعی اور یقینی ہے، یہ معنی نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ پر اس کا کرنا لازم واجب ہے۔

[145] ٥٠۔(. . .) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى وَابْنُ بَشَّارٍ قَالَ ابْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِي حُصَيْنٍ وَالْأَشْعَثِ بْنِ سُلَيْمٍ أَنَّهُمَا سَمِعَا الْأَسْوَدَ بْنَ هِلَالٍ يُحَدِّثُ عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ **((يَا مُعَاذُ أَتَدْرِي مَا حَقُّ اللّٰهِ عَلَى الْعِبَادِ))** قَالَ اللّٰهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ قَالَ **((أَنْ يَعْبَدَ اللّٰهُ وَلَا يُشْرِكَ بِهِ شَيْءٌ))** قَالَ **((أَتَدْرِي مَا حَقُّهُمْ عَلَيْهِ إِذَا فَعَلُوا ذٰلِكَ))** فَقَالَ اللّٰهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ قَالَ **((أَنْ لَّا يُعَذِّبَهُمْ))**

[145]۔ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے معاذ! کیا تم جانتے ہو اللہ کا بندوں پر کیا حق ہے؟ معاذ نے جواب دیا: اللہ اور اس کا رسول ہی بہتر جانتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: اللہ کی بندگی کریں اور اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک قرار نہ دیں، آپ نے پوچھا، کیا تم جانتے ہو اگر بندے یہ فرض سرانجام دیں، تو ان کا اس پر (اللہ پر) کیا حق ہے؟'' میں نے جواب دیا، اللہ و رسول خوب جانتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: ''ان کو عذاب نہ دے۔''

←((سننہ)) فی الجهاد، باب فی الرجل یسمی دابته باختصار برقم (٢٨٥٦) والترمذی فی ((جامعه)) فی الایمان، باب: ما جاء فی افتراق هذه الامة۔ ولم یذکر قصه الحمار، وقال: هذا حدیث حسن صحیح برقم (٢٦٤٣) انظر ((تحفة الاشراف)) برقم (١١٣٥١)

[145] اخرجه البخاری فی ((صحیحه)) فی التوحید، باب: ما جاء فی دعاء النبی ﷺ امته الی توحید الله تبارك وتعالی برقم (٧٣٧٣) انظر ((تحفة الاشراف)) برقم (١١٣٠٦)

[146] ٥١-(...) حَدَّثَنَا الْقَاسِمُ بْنُ زَكَرِيَّاءَ حَدَّثَنَا حُسَيْنٌ عَنْ زَائِدَةَ عَنْ أَبِي حُصَيْنٍ عَنِ الْأَسْوَدِ بْنِ هِلَالٍ قَالَ: سَمِعْتُ مُعَاذًا يَقُولُ دَعَانِي رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ فَأَجَبْتُهُ فَقَالَ ((هَلْ تَدْرِي مَا حَقُّ اللّٰهِ عَلَى النَّاسِ)) بِنَحْوِ حَدِيثِهِمْ.

[146]۔ اسود کہتے ہیں، میں نے معاذ رضی اللہ عنہ کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا کہ مجھے رسول اللہ ﷺ نے بلایا، تو میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا، آپ نے پوچھا: کیا جانتے ہو اللہ کا لوگوں پر کیا حق ہے؟ پھر اوپر والی روایت بیان کی۔

[147] ٥٢-(٣١) حَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ يُونُسَ الْحَنَفِيُّ حَدَّثَنَا عِكْرِمَةُ بْنُ عَمَّارٍ قَالَ حَدَّثَنِي أَبُو كَثِيرٍ قَالَ:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ كُنَّا قُعُودًا حَوْلَ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ مَعَنَا أَبُوبَكْرٍ وَعُمَرُ فِي نَفَرٍ فَقَامَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ مِنْ بَيْنِ أَظْهُرِنَا فَأَبْطَأَ عَلَيْنَا وَخَشِينَا أَنْ يُقْتَطَعَ دُونَنَا وَفَزِعْنَا فَقُمْنَا فَكُنْتُ أَوَّلَ مَنْ فَزِعَ فَخَرَجْتُ أَبْتَغِي رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ حَتَّى أَتَيْتُ حَائِطًا لِلْأَنْصَارِ لِبَنِي النَّجَّارِ فَدُرْتُ بِهِ هَلْ أَجِدُ لَهُ بَابًا فَلَمْ أَجِدْ فَإِذَا رَبِيعٌ يَدْخُلُ فِي جَوْفِ حَائِطٍ مِنْ بِئْرٍ خَارِجَةٍ وَالرَّبِيعُ الْجَدْوَلُ فَاحْتَفَزْتُ كَمَا يَحْتَفِزُ الثَّعْلَبُ فَدَخَلْتُ عَلَى رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ ((أَبُوهُرَيْرَةَ)) فَقُلْتُ نَعَمْ يَا رَسُولَ اللّٰهِ قَالَ مَا شَأْنُكَ قُلْتُ كُنْتَ بَيْنَ أَظْهُرِنَا فَقُمْتَ فَأَبْطَأْتَ عَلَيْنَا فَخَشِينَا تُقْتَطَعَ دُونَنَا فَفَزِعْنَا فَكُنْتُ أَوَّلَ مَنْ فَزِعَ فَأَتَيْتُ هَذَا الْحَائِطَ فَاحْتَفَزْتُ كَمَا يَحْتَفِزُ الثَّعْلَبُ وَهٰؤُلَاءِ النَّاسُ وَرَائِي فَقَالَ ((يَا أَبَا هُرَيْرَةَ)) وَأَعْطَانِي نَعْلَيْهِ قَالَ ((اذْهَبْ بِنَعْلَيَّ هَاتَيْنِ فَمَنْ لَقِيتَ مِنْ وَرَاءِ هَذَا الْحَائِطِ يَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ مُسْتَيْقِنًا بِهَا قَلْبُهُ فَبَشِّرْهُ بِالْجَنَّةِ)) فَكَانَ أَوَّلَ مَنْ لَقِيتُ عُمَرَ بْنُ الْخَطَّابِ فَقَالَ مَا هَاتَانِ النَّعْلَانِ يَا أَبَا هُرَيْرَةَ فَقُلْتُ هَاتَانِ نَعْلَا رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ بَعَثَنِي بِهِمَا مَنْ لَقِيتُ يَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ مُطْمَئِنًّا بِهَا قَلْبُهُ بَشَّرْتُهُ بِالْجَنَّةِ فَضَرَبَ عُمَرُ بِيَدِهِ بَيْنَ ثَدْيَيَّ فَخَرَرْتُ لِاسْتِي فَقَالَ ارْجِعْ يَا أَبَا هُرَيْرَةَ فَرَجَعْتُ إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ فَأَجْهَشْتُ بُكَاءً وَرَكِبَنِي عُمَرُ فَإِذَا هُوَ عَلَى أَثَرِي فَقَالَ لِي رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ

[146] تقدم تخريجه فى الحديث السابق برقم (١٤٤)

[147] انفرد به مسلم۔ انظر ((التحفة)) برقم (١٤٨٤٣)

((مَا لَكَ يَا أَبَا هُرَيْرَةَ)) قُلْتُ لَقِيتُ عُمَرَ فَأَخْبَرْتُهُ بِالَّذِي بَعَثْتَنِي بِهِ فَضَرَبَ بَيْنَ ثَدْيَيَّ ضَرْبَةً خَرَرْتُ لِاسْتِي قَالَ ارْجِعْ فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ ((يَا عُمَرُ مَا حَمَلَكَ عَلَى مَا فَعَلْتَ)) قَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ بِأَبِي أَنْتَ وَأُمِّي أَبَعَثْتَ أَبَا هُرَيْرَةَ بِنَعْلَيْكَ مَنْ لَقِيَ يَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُسْتَيْقِنًا بِهَا قَلْبُهُ بَشَّرَهُ بِالْجَنَّةِ قَالَ ((نَعَمْ)) قَالَ فَلَا تَفْعَلْ فَإِنِّي أَخْشَى أَنْ يَتَّكِلَ النَّاسُ عَلَيْهَا فَخَلِّهِمْ يَعْمَلُونَ قَالَ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ ((فَخَلِّهِمْ))

[147] ۔حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے گردا گرد بیٹھے تھے، ساتھ ابوبکر اور عمر بھی ایک جماعت کے ساتھ موجود تھے، رسول اللہ ﷺ ہمارے درمیان سے اٹھے (اور کسی طرف چلے گئے) پھر آپ کی واپسی میں بہت تاخیر ہوگئی، تو ہمیں ڈر پیدا ہوا کہ کہیں ہم سے علیحدہ آپ کو کوئی تکلیف نہ پہنچائی جائے۔ (ہماری عدم موجودگی میں دشمن وغیرہ کی طرف سے آپ کو کوئی گزند نہ پہنچے) اس پر ہم بہت گھبرائے اور ہم لوگ (آپ کی تلاش میں) نکل کھڑے ہوئے، اور سب سے پہلے میں ہی گھبرا کر آپ کی تلاش میں نکلا، یہاں تک کہ انصار کے خاندان بنو النجار کے ایک باغ میں پہنچ گیا، جو چہار دیواری سے گھرا ہوا تھا، اور میں نے اس کے چاروں طرف چکر لگایا کہ اندر جانے کے لیے مجھے راستہ مل جائے لیکن نہیں ملا۔ اچانک ایک نالہ دکھائی دیا جو باہر کے کنویں سے باغ کے اندر جاتا تھا، ربیع جدول (نالے) کو کہتے ہیں۔ میں لومڑی کی طرح سمٹ اور سکڑ کر اندر رسول اللہ ﷺ کے پاس پہنچ گیا، آپ نے پوچھا: ابوہریرہ! میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! میں ہی ہوں۔ آپ نے فرمایا: تم کیسے آئے (کیا بات ہے؟) میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! آپ ہمارے درمیان تشریف رکھتے تھے، پھر وہاں سے اٹھ کر چلے آئے، پھر دیر تک آپ کی واپسی نہیں ہوئی، تو ہمیں خطرہ لاحق ہوا، کہ کہیں دشمن آپ کو تنہا دیکھ کر ایذا نہ پہنچائے، تو اس پر ہم گھبرا گئے، سب سے پہلے میں گھبرایا، تو میں اس باغ تک پہنچا اور لومڑی کی طرح سمٹ سکڑ کے (اندر گھس آیا ہوں) اور دوسرے لوگ میرے پیچھے آرہے ہیں، تو آپ نے فرمایا: ''اے ابوہریرہ! اور مجھے اپنے نعلین (جوتے) مبارک عطا فرمائے اور ارشاد فرمایا: میرے یہ جوتے لے جاؤ اور اس باغ سے باہر جو آدمی بھی تمہیں ایسا ملے، جو دل کے پورے یقین کے ساتھ لا الٰہ الا اللہ کی شہادت دیتا ہو، اس کو جنت کی خوشخبری سنا دو، تو سب سے پہلے میری ملاقات عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے ہوئی، انہوں نے مجھ سے پوچھا: ''ابوہریرہ! تمہارے ہاتھ میں یہ دو جوتیاں کیسی ہیں؟ میں نے کہا: یہ نعلین مبارک رسول اللہ ﷺ کے ہیں، آپ نے یہ دونوں جوتیاں مجھے دے کر بھیجا ہے، کہ جو کوئی بھی دل کے اطمینان کے ساتھ لا الٰہ الا اللہ کی شہادت دیتا ہوا، مجھے ملے میں اس کو جنت کی بشارت دے دوں، ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں،

پس عمر نے میرے سینے پر ایک ہاتھ مارا، جس سے میں اپنی سرینوں کے بل پیچھے کو گر پڑا، اور مجھ سے انہوں نے کہا: اے ابو ہریرہ! پیچھے کو لوٹو۔'' میں روتی صورت کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کے پاس واپس آیا، اور عمر رضی اللہ عنہ بھی میرے پیچھے پیچھے آئے، رسول اللہ ﷺ نے پوچھا: اے ابو ہریرہ! تمہیں کیا ہوا؟ میں نے عرض کیا: عمر رضی اللہ عنہ مجھے ملے تھے آپ نے مجھے جو پیغام دے کر بھیجا تھا، میں نے انہیں وہ بتلایا، تو انہوں نے میرے سینے پر ایک تھپڑ مارا، جس سے میں اپنی سرین کے بل گر پڑا، اور مجھ سے کہا کہ پیچھے لوٹو۔'' رسول اللہ ﷺ نے عمر کو مخاطب کر کے فرمایا: عمر! تم نے ایسا کیوں کیا؟'' انہوں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! آپ پر میرے ماں، باپ قربان ہوں، کیا آپ نے ابو ہریرہ کو اپنے نعلین مبارک دے کر اس لیے بھیجا تھا کہ جو کوئی بھی دل کے یقین کے ساتھ لا الہ الا اللہ کی شہادت دینے والا ان کو ملے، وہ اس کو جنت کی بشارت دے دیں؟ آپ نے فرمایا: ہاں! (میں نے ہی یہ کہہ کر بھیجا تھا) عمر نے عرض کیا: تو ایسا نہ کیجئے، مجھے خطرہ ہے کہ کہیں لوگ بس اس شہادت پر بھروسہ کر کے (سعی و عمل سے بے پرواہ ہو کر) نہ بیٹھ جائیں، لہٰذا انہیں اسی طرح عمل کرنے دیجئے۔'' تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اچھا ان کو عمل کرنے دو۔''

مفردات الحدیث

❶ **قعودا حوله**: اردگرد بیٹھنا، چاروں اطراف گھیرے میں لیے ہوئے تھے۔ ❷ **اظهرنا**: درمیان میں یا وسط میں بیٹھنا، اظهرکم، ظهرانیکم، ظهریکم سب کا یہی مفہوم ہے۔ ❸ **خَشِيْنَا اَنْ يَقْتَطَعَ دُوْنَنَا**: ہمیں خطرہ پیدا ہوا کہ آپ کو ہم سے الگ تھلگ، دشمن ایذا نہ پہنچائے۔ ❹ **فَزِعْنَا**: ہم گھبرائے، کسی چیز کی فکر کرتے ہوئے اٹھے یا مدد و نصرت کے لیے کھڑے ہوئے۔ ❺ **حائط**: وہ باغ جس کی چار دیواری ہو، چھت نہ ہونے کی وجہ سے اسے حائط (دیوار) کہتے ہیں۔ ❻ **الجَدْوَل**: نالا، اس کو ربیع بھی کہتے ہیں۔ ❼ **بِئْرٌ خَارِجَة**: خارجہ کو اگر بئر کی صفت بنائیں تو معنی ہوگا، باہر والا کنواں اور اگر خارجہ کسی انسان کا نام ہو تو معنی ہوگا خارجہ کے کنویں سے۔ ❽ **فَاحْتَفَزْتُ**: میں سمٹا اور سکڑا، تاکہ اندر گھسنا آسان ہو جائے۔ ❾ **ثَعْلَب**: لومڑی۔ ❿ **استی** اپنی سرین، دُبر کو کہتے ہیں، شرم و حیا کی خاطر، صریح لفظ استعمال نہیں کیا جاتا۔ ⓫ **اَجْهَشْتُ بكاءً**: میں گھبرا کر آپ کی پناہ میں آیا، رنگ فق ہو گیا، اور صورت رونی تھی، رویا نہیں تھا۔ ⓬ **ركبني عمر**: عمر نے میرا پیچھا کیا، اور میرے پیچھے پیچھے چل دیئے۔

فوائد:...... ❶ رسول اللہ ﷺ نے ابو ہریرہ کو ایک بشارت عظمیٰ کے اعلان کے لیے بھیجا تھا، اس کی غیر معمول اہمیت کے پیش نظر، آپ کی کسی خاص نشانی کی ضرورت تھی، اس وقت میسر نشانی نعلین (دو جوتے) مبارک ہی تھے، وہی عطا فرمائے۔ ❷ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا مقصود ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو گرانا یا ایذا پہنچانا نہ تھا، بلکہ اس کام سے باز رکھنا مقصود تھا، شاید عمر نے پہلے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو واپس چلنے کو کہا ہو، لیکن چونکہ وہ اہل ایمان کے لیے ایک عظیم بشارت کا

پروانہ لے کر آ رہے تھے، اور انہیں اسی طرح ایک بڑی سعادت حاصل ہو رہی تھی اس لیے انہوں نے واپس جانے سے انکار کیا ہوگا، اس لیے تنبیہ اور سرزنش کے طور پر انہوں نے سینہ پر ہاتھ مارا جو اچانک لگا، اس لیے حضرت ابو ہریرہ اپنا توازن برقرار نہ رکھ سکے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ چونکہ اس بشارت عامہ میں ایک مضر اور نقصان دہ پہلو دیکھتے تھے، وہ وقت سعی و عمل اور جدوجہد کا تھا۔ تمام احکام اسلامیہ کی پابندی کرنا، دین کی تبلیغ واشاعت کے لیے سعی وکوشش کرنا اور ترقی دین کے لیے جہاد میں حصہ لینا ضروری تھا، اس خوشخبری کے اعلان عام کے بعد احتمال تھا کہ بہت سے لوگ تن آسانی اختیار کر کے، اس پر بھروسہ کرتے ہوئے عمل وکوشش سے سستی اور تغافل برتیں گے اس لیے حضرت عمر اس کو خلاف مصلحت سمجھتے تھے اس لیے وہ چاہتے تھے کہ لوگ زیادہ سے زیادہ نیک اعمال کریں تاکہ ان کے درجات و مراتب میں رفعت اور ترقی ہو، اس لیے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر کی بات کو تسلیم کر لیا اور آپ نے خود بھی حضرت معاذ کو اس کی اشاعت کی اجازت نہیں دی تھی اور وجہ وہی بتائی تھی جو عمر نے بیان کی ہے۔

[148] ٥٣-(٣٢) حَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ مَنْصُورٍ أَخْبَرَنَا مُعَاذُ بْنُ هِشَامٍ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ قَتَادَةَ قَالَ: عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم وَمُعَاذَ بْنَ جَبَلٍ رَدِيفُهُ عَلَى الرَّحْلِ فَقَالَ يَا مُعَاذُ قَالَ لَبَّيْكَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ وَسَعْدَيْكَ قَالَ ((يَا مُعَاذُ)) قَالَ لَبَّيْكَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ وَسَعْدَيْكَ قَالَ ((يَا مُعَاذُ)) قَالَ لَبَّيْكَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ وَسَعْدَيْكَ قَالَ ((مَا مِنْ عَبْدٍ يَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ إِلَّا حَرَّمَهُ اللّٰهُ عَلَى النَّارِ)) قَالَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ أَفَلَا أُخْبِرُ بِهَا النَّاسَ فَيَسْتَبْشِرُوا قَالَ ((إِذًا يَتَّكِلُوا)) فَأَخْبَرَ بِهَا مُعَاذٌ عِنْدَ مَوْتِهِ تَأَثُّمًا۔

[148]۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ کو جبکہ وہ پالان پر آپ کے پیچھے سوار تھے، پکارا اے معاذ! انہوں نے عرض کیا، لبيك يا رسول الله وسعديك ، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر کہا: اے معاذ! انہوں نے عرض کیا: لبيك يا رسول الله وسعديك ، تین دفعہ ایسا ہوا، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو کوئی سچے دل سے شہادت دے، کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد اس کے رسول ہیں، تو اللہ نے دوزخ پر ایسے شخص کو حرام کر دیا ہے۔'' حضرت معاذ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! کیا میں لوگوں کو اس کی خبر نہ کر دوں تاکہ وہ سب خوش ہو جائیں؟'' آپ نے فرمایا: پھر وہ اسی پر بھروسہ کر کے بیٹھ جائیں گے، پھر حضرت معاذ نے کتمان علم کے گناہ کے خوف سے اپنے آخری وقت میں یہ حدیث بیان کی۔

فوائد :...... ❶ حضرت ابو ہریرہ کی مذکورہ بالا حدیث میں آپ نے خود یہ خوشخبری دینے کا حکم دیا تھا، لیکن

[148] اخرجه البخاري في ((صحيحه)) في العلم، من خص بالعلم قوما دون قوم كراهية ان لا يفهموا برقم (١٢٨) انظر ((التحفة)) برقم (١٣٦٣)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جب آپ کے سامنے اس میں جو منفی پہلو تھا وہ پیش کیا اور نبی نے اس کو خلاف مصلحت سمجھا تو آپ نے حضرت عمر کی رائے تسلیم کر لی، اس سے یہ اصول نکلا کہ اگر کوئی بڑا حتی کہ اللہ کا نبی ورسول بھی کسی معاملہ میں اپنی رائے ظاہر کرے اور کسی صاحب رائے آدمی کو اس میں مضرت کا پہلو نظر آئے تو وہ ادب واحترام کے ساتھ اپنی رائے اور اپنا مشورہ پیش کرنے میں تامل نہ کرے اور بڑے کو چاہیے کہ وہ اس رائے یا مشورہ پر غور وخوض کرے، اگر دوسرے کی رائے بہتر اور مصلحت وحکمت کے مطابق ہو تو اس کو قبول کر کے اپنی رائے سے رجوع کرنے میں ادنیٰ تامل نہ کرے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عمر رضی اللہ عنہ کی رائے کے بعد اپنی رائے بدل لی تھی۔ ❷ حضرت معاذ جب تک زندہ رہے، اس وقت تک اس حدیث کے ضیاع کا احتمال نہیں تھا، جب مرنے لگے تو انہیں کتمان علم (علم چھپانا) کا اندیشہ لاحق ہوا، جو ایک بڑا جرم ہے، اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا منع فرمانا، ایک مصلحت وحکمت کے لیے تھا کہ لوگ اس پر اعتماد کر کے، سعی وعمل سے بیٹھ رہیں گے، لیکن جب دین کی نشر واشاعت عام ہوگئی، آپ کی وفات تک دین وشریعت مکمل ہوگئے، لوگوں کے اندر، دین راسخ ہوگیا اور جذبہ عمل قوی ہوگیا اور عمل وکوشش میں کوتاہی کا ڈر نہ رہا۔ تو حضرت معاذ نے یہ حدیث، موت کے وقت بیان کر دی، کیونکہ نہی تحریم کے لیے نہ تھی، وگرنہ حضرت معاذ جیسے صاحب علم وفضل کو کتمان علم کا اندیشہ لاحق نہ ہوتا۔ اور حقیقت یہ ہے کہ کلمہ شہادت کا دل کی گہرائی سے اقرار انسان کو دین کی مکمل پابندی پر مجبور کرتا ہے جس کے نتیجہ میں انسان دوزخ سے محفوظ ہو جاتا ہے۔

[149] ٥٤-(٣٣) حَدَّثَنَا شَيْبَانُ بْنُ فَرُّوخَ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ يَعْنِي ابْنَ الْمُغِيرَةِ قَالَ حَدَّثَنَا ثَابِتٌ. عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ حَدَّثَنِي مَحْمُودُ بْنُ الرَّبِيعِ عَنْ عِتْبَانَ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَدِمْتُ الْمَدِينَةَ فَلَقِيتُ عِتْبَانَ فَقُلْتُ حَدِيثٌ بَلَغَنِي عَنْكَ قَالَ أَصَابَنِي فِي بَصَرِي بَعْضُ الشَّيْءِ فَبَعَثْتُ إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم اَنِّي أُحِبُّ أَنْ تَأْتِيَنِي تُصَلِّيْ فِي مَنْزِلِي فَأَتَّخِذَهُ مُصَلًّى قَالَ فَأَتَى النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم وَمَنْ شَاءَ اللّٰهُ مِنْ أَصْحَابِهِ فَدَخَلَ وَهُوَ يُصَلِّيْ فِي مَنْزِلِي وَأَصْحَابُهُ يَتَحَدَّثُونَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ أَسْنَدُوا عُظْمَ ذٰلِكَ وَكِبْرَهُ إِلَى مَالِكِ بْنِ دُخْشُمٍ قَالَ وَدُّوا أَنَّهُ دَعَا عَلَيْهِ فَهَلَكَ وَوَدُّوا أَنَّهُ أَصَابَهُ شَرٌّ فَقَضَى رَسُولُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم الصَّلٰوةَ وَقَالَ ((أَلَيْسَ يَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَنِّي رَسُولُ اللّٰهِ)) قَالُوا إِنَّهُ يَقُولُ ذٰلِكَ وَمَا هُوَ فِي قَلْبِهِ قَالَ ((لَا يَشْهَدُ أَحَدٌ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَنِّي رَسُولُ اللّٰهِ فَيَدْخُلَ النَّارَ أَوْ تَطْعَمَهُ)) قَالَ أَنَسٌ فَأَعْجَبَنِي هٰذَا الْحَدِيثُ فَقُلْتُ لِابْنِي اكْتُبْهُ فَكَتَبَهُ

[149] اخرجه البخاري في ((صحيحه)) في الصلاة، باب اذا دخل بيتا يصلي حيث شاء، او حيث امر، ولا يتجسس برقم (٤٢٤) وفي باب: في المساجد في البيوت برقم (٤٢٥) وفي ←

[149] ۔حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے محمود بن ربیع رضی اللہ عنہ نے عتبان بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت سنائی، محمود کہتے ہیں، میں مدینہ آیا اور عتبان کو ملا، تو میں نے کہا: آپ کی ایک روایت مجھے پہنچی ہے (وہ مجھے براہ راست سنائیے) عتبان نے کہا: میری آنکھوں میں کچھ تکلیف پیدا ہوئی تو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیغام بھیجا کہ حضور میری تمنا ہے آپ میرے مکان پر تشریف لا کر کسی جگہ نماز ادا فرمائیں تا کہ میں اس کو نماز گاہ بنا لوں (وہاں نماز پڑھا کروں) تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور جن ساتھیوں کو اللہ تعالیٰ نے چاہا وہ بھی ساتھ تھے، سو آپ داخل ہو کر میرے گھر میں نماز پڑھنے لگے اور آپ کے ساتھی آپس میں باتیں کرنے لگے باتوں کا (موضوع منافقوں کے اعمال بد اور ان کی بری حرکات تھیں) اکثر اور بڑا موضوع مالک بن دخشم کی حرکات تھیں، صحابہ نے چاہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں بددعا فرمائیں وہ مر جائے اور خواہش کی کہ اسے کوئی آفت پہنچے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے فارغ ہوئے اور پوچھا: کیا وہ اس بات کی گواہی نہیں دیتا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں اللہ کا رسول ہوں، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے جواب دیا: وہ زبان سے یہ کہتا ہے لیکن دل میں یہ نہیں ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص بھی اس بات کی گواہی دے گا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں اللہ کا رسول ہوں۔ وہ جہنم میں داخل نہ ہوگا نہ اسے جہنم کھائے گی۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: یہ حدیث مجھے بہت اچھی لگی (پسند آئی) تو میں نے اپنے بیٹے کو کہا: اسے لکھ لو، اس نے لکھ لیا۔

مفردات الحدیث ❶ **عظم**: عین کے پیش کے ساتھ، بڑا حصہ، کُبر کاف کے پیش اور زیر کے ساتھ، اکثر حصہ۔ ❷ **دعا علیه**: کسی کے خلاف بددعا کرنا۔

فائدہ: ...... آپ نے توحید و رسالت کی شہادت دینے والے کو کہا کہ وہ دوزخ پر حرام ہے یا اسے آگ نہیں کھائے گی، اس قسم کی بشارتوں میں آپ کا مقصد اور مطمح نظر کسی عمل خیر کی ذاتی خاصیت اور اس کا اصل اثر بتانا ہے

← الجماعة والامامة، باب الرخصة في المطر والعلة ان يصلي في رحله برقم (٦٦٧) وفي باب: زار الامام قوما فامهم برقم (٦٨٦) وفي كتاب: صفة الصلاة، باب: يسلم حين يسلم الامام مختصرا برقم ((٨٣٨) وفي باب: من لم يرد السلام على الامام، باب: يسلم حين يسلم الامام مختصرا برقم (٨٣٨) وفي باب: من لم يرد الاسلام على الامام، واكتفى بتسليم الصلاة برقم (٨٤٠) وفي التطوع، باب: صلاة النوافل جماعة برقم (١١٨٦) مطولا وفي المغازي، باب: شهود الملائكة بدرا برقم (٤٠٠٩) مطولا وفي الاطعمة، باب: الخزيرة برقم (٥٤٠١) وفي الرقاق، باب: العمل الذي يبتغى به وجه الله مختصرا برقم (٦٤٢٣) وفي استتابة المرتدين والمعائدين، مختصرا برقم (٦٩٣٨) والمولف (مسلم) في ((صحيحه)) في المساجد ومواضع

اور یہ خاصیت اور اثر اسی وقت ظاہر ہوتا ہے، جب کوئی چیز اس کے مانع موجود نہ ہو جو اس کے اثر کو زائل کرنے والی ہو۔ مثلاً طبیب کہتا ہے جو شخص ہمیشہ اطریفل استعمال کرتا رہے گا وہ ہمیشہ نزلہ سے محفوظ رہے گا، تو کیا اس کا یہ معنی لینا درست ہوگا اس کے ساتھ کسی پرہیز اور احتیاط کی ضرورت نہیں ہے وہ شخص اگر نزلہ پیدا کرنے والی اشیاء مثلاً تیل، ترش وغیرہ چیزیں بھی برابر کھاتا رہے تو کیا وہ نزلہ سے بچ سکے گا، توحید و رسالت کی شہادت کا اصل مقصد، دعوت دین و ایمان کو قبول کرنا اور آپ کے لائے ہوئے دین اسلام کو اپنانا ہے جیسا کہ ہم پہلے اس کی وضاحت کر چکے ہیں، اس لیے توحید و رسالت کی شہادت کا اقتضاء یہی ہے کہ ایسا آدمی عذاب دوزخ سے محفوظ رہے اور جنت میں جائے، لیکن اگر اس نے اپنی بدبختی سے کچھ ایسے بداعمال بھی کیے ہیں جن کا ذاتی تقاضا یا خاصیت و اثر قرآن و حدیث کی رو سے عذاب پانا اور دوزخ میں جانا بتلایا گیا ہے، تو ظاہر ہے ان اعمال کا بھی کچھ نہ کچھ اثر ہوگا اور ان کے مطابق (اسے اگر اللہ تعالیٰ نے معاف نہ فرمایا) تو کچھ عرصہ دوزخ میں گزارنا ہوگا۔

ایک شبہ اور اس کا ازالہ: صحیح مسلم کے بعض شارحین نے لکھا ہے کہ بعض صحابہ نے مالک بن دخشم کے بارے میں یہ گمان کیا کہ وہ دل سے کلمہ نہیں پڑھتا، تو رسول اللہ ﷺ نے اس کا رد کیا، اس سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ دلوں کے حال پر مطلع ہیں اس کا جواب یہ ہے کہ پیچھے ایسی روایات گزر چکی ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے، ہمارا کام ظاہر کے مطابق فیصلہ کرنا ہے، ہم کسی کے باطن سے آگاہ نہیں ہیں، اس لیے اس پر حکم لگانا درست نہیں ہے، اس کا فیصلہ اللہ کے ہاتھ میں ہے، اسی اصول کے مطابق آپ نے ایک اصولی بات فرمائی ہے کہ "لا یشھد احد" جو بھی شہادت دیتا ہے، اور شہادت، دل اور زبان کی یکسانیت کا نام ہے یعنی شہادت دل کی گواہی کا نام ہے، محض زبان سے کہہ دینا شہادت نہیں ہے، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے سورۃ منافقون میں، منافقوں کے نشہد کہنے کی تردید فرمائی ہے اور آپ نے حضرت اسامہ کو فرمایا تھا: هَلْ شَقَقْتَ قَلْبَهٗ، کیا تو نے اس کا دل پھاڑ کر دیکھ لیا تھا کہ اس نے اسلام کا اقرار دل سے نہیں کیا، اور آپ نے ابن دخشم کے بارے میں نفاق کا شبہ کرنے والے کو فرمایا تھا: اَلَا تَرَاهُ قَدْ قَالَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ يُرِيْدُ بِذَالِكَ وَجْهَ اللّٰهِ؟ "کیا تم نہیں دیکھتے ہو کہ وہ لا الہ الا اللہ کا قائل ہے اور وہ اس سے اللہ ہی کی رضا چاہتا ہے۔" آپ نے تراہ کا لفظ استعمال فرمایا ہے تو کیا وہ اس کے دل کے حالات سے آگاہ تھا یا اس کے دل میں جھانک رہا تھا، اگر آپ دلوں پر مطلع تھے تو یہ کیوں فرمایا گیا: لَا تَعْلَمُهُمْ نَحْنُ نَعْلَمُهُمْ "آپ آگاہ نہیں ہیں انہیں ہم ہی جانتے ہیں۔" (توبہ:۱۰۱)

الصلاة، باب الرخصة فی التخلف عن الجماعة لعذر برقم (١٤٩٤) وبرقم (١٠٩٥ و ١٤٩٦) والنسائی فی ((المجتبی من السنن)) فی المامة، باب امامة الاعمی ٢/ ٨٠ وفی السهود، باب تسليم الماموم حين يسلم الامام ٣/ ٦٤۔٦٥ وابن ماجه فی ((سننه)) فی المساجد والجماعات، باب المساجد فی الدور مطولا برقم (٧٥٤) انظر ((تحفة الاشراف)) برقم (٩٧٥٠)

[150] ٥٥-(. . .)حَدَّثَنِي أَبُو بَكْرِ بْنُ نَافِعٍ الْعَبْدِيُّ حَدَّثَنَا بَهْزٌ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ حَدَّثَنَا ثَابِتٌ عَنْ أَنَسٍ قَالَ حَدَّثَنِي عِتْبَانُ بْنُ مَالِكٍ أَنَّهُ عَمِيَ فَأَرْسَلَ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَقَالَ تَعَالَ فَخُطَّ لِي مَسْجِدًا فَجَاءَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَجَاءَ قَوْمُهُ وَتَغَيَّبَ رَجُلٌ مِنْهُمْ يُقَالُ لَهُ مَالِكُ بْنُ الدُّخَيْشِمِ ثُمَّ ذَكَرَ نَحْوَ حَدِيثِ سُلَيْمَانَ بْنِ الْمُغِيرَةِ۔

[150] ۔حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں مجھے عتبان بن مالک نے بتایا کہ میں نابینا ہوگیا، اس وجہ سے رسول اللہ ﷺ کی طرف پیغام بھیجا، (تشریف لا کر میرے مکان میں) مسجد کی ایک جگہ متعین کر دیجیے (تا کہ میں اس میں نماز پڑھ سکوں) تو رسول اللہ ﷺ تشریف لائے اور عتبان کی قوم کے لوگ بھی آ گئے، ان میں سے ایک آدمی جسے مالک بن دخشم کہتے تھے، غائب رہا اس کے بعد سلیمان بن مغیرہ کی حدیث کی طرح روایت ہے۔

۱۱...... بَابُ الدَّلِيلِ عَلَى أَنَّ مَنْ رَضِيَ بِاللَّهِ رَبًّا وَبِالْإِسْلَامِ دِينًا وَبِمُحَمَّدٍ ﷺ رَسُولًا فَهُوَ مُؤْمِنٌ وَإِنِ ارْتَكَبَ الْمَعَاصِيَ الْكَبَائِرَ

باب ۱۱: اس بات کی دلیل کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کی الوہیت، اسلام کے دین اور محمد ﷺ کے رسول ہونے پر راضی اور مطمئن ہے تو وہ مومن ہے اگر چہ وہ کبیرہ گناہوں کا مرتکب ہی کیوں نہ ہو

[151] ٥٦-(٣٤)حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى بْنِ أَبِي عُمَرَ الْمَكِّيُّ وَبِشْرُ بْنُ الْحَكَمِ قَالَا حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ وَهُوَ ابْنُ مُحَمَّدٍ الدَّرَاوَرْدِيُّ عَنْ يَزِيدَ بْنِ الْهَادِ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ عَنْ عَامِرِ بْنِ سَعْدٍ عَنِ الْعَبَّاسِ بْنِ عَبْدِالْمُطَّلِبِ أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ ((ذَاقَ طَعْمَ الْإِيمَانِ مَنْ رَضِيَ بِاللَّهِ رَبًّا وَبِالْإِسْلَامِ دِينًا وَبِمُحَمَّدٍ رَسُولًا))

[151] ۔حضرت عباس بن عبدالمطلب بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا، آپ فرما رہے تھے، ایمان کا مزہ چکھ لیا اس نے جو اللہ کو اپنا رب، اسلام کو اپنا دین اور محمد (ﷺ) کو اپنا رسول ماننے پر دل سے راضی ہوگیا۔

فوائد:...... ❶ جس طرح مزیدار اور ذائقہ دار مادی غذاؤں میں ایک لذت اور لطف ہوتا ہے جسے صرف وہ آدمی پا سکتا ہے، جس کی قوت ذائقہ، کسی بیماری کی وجہ سے متاثر نہ ہوئی ہو، اسی طرح ایمان میں ایک لذت اور ذائقہ ہے، جسے وہ خوش قسمت انسان ہی پا سکتا ہے، جس نے پوری خوش دلی اور انبساط اور دل کی رضا کے ساتھ اللہ تعالیٰ

[150] تقدم تخريجه في الحديث السابق برقم (١٤٨)
[151] اخرجه الترمذي في ((جامعه)) في الايمان، باب من ذاق طعم الايمان۔ وقال: هذا حديث حسن صحيح برقم (٢٦٢٣) انظر ((التحفة)) برقم (٥١٢٧)

کو اپنا مالک اور پروردگار اور محمد ﷺ کو اپنا رسول اور اسلام کو اپنا دین اور زندگی کا دستور بنا لیا ہو، اللہ و رسول اور اسلام کے ساتھ اس کا تعلق محض رسمی اور موروثی یا محض عقلی اور دماغی نہ ہو۔ بلکہ ان کے ساتھ دل کی گرویدگی اور شیفتگی ہو، کیونکہ رضا کا معنی، قناعت، کفایت اور کچھ نہ چاہنا ہے۔ ❷ اللہ تعالیٰ کی ربوبیت پر راضی ہونا یہ ہے کہ اس کی قضا وقدر پر راضی رہے، دکھ سکھ، رنج والم اور تکلیف ومصیبت میں مطمئن رہے، اس کا گلا شکوہ نہ کرے، اسلام پر راضی ہونا یہ ہے کہ اس کے احکام وہدایات کی دل کی گہرائیوں سے، فرمانبرداری کرے اور اس کے احکام وفرامین کے بارے میں کسی قسم کے شک وشبہ میں نہ پڑے اور محمد ﷺ کی رسالت پر راضی ہونا یہ ہے کہ آپ کی اطاعت واتباع کرے، آپ سے محبت وعقیدت کا رشتہ استوار کرے، آپ کے طور وطریقہ کو چھوڑ کر کوئی اور طریقہ اور رویہ اختیار نہ کرے۔ ایسے انسان کو نیکی کے کام سے لذات وفرحت حاصل ہوتی ہے اور نافرمانی اور معصیت کے ارتکاب سے رنج وکلفت محسوس ہوتی ہے۔

١٢...... بَاب بَيَانِ عَدَدِ شُعَبِ الْإِيمَانِ وَأَفْضَلِهَا وَأَدْنَاهَا وَفَضِيلَةُ الْحَيَاءِ وَكَوْنِهِ مِنَ الْإِيمَانِ

باب ۱۲: ایمان کی شاخوں کی تعداد، اور ایمان کے اعلیٰ درجہ اور ادنیٰ درجہ کا بیان

حیا وشرم کی فضیلت اور اس کا ایمان میں داخل ہونا

[152] ٥٧-(٣٥) حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ سَعِيدٍ وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ قَالَا حَدَّثَنَا أَبُو عَامِرٍ الْعَقَدِيُّ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ بِلَالٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ دِينَارٍ عَنْ أَبِي صَالِحٍ
عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ ((الْإِيمَانُ بِضْعٌ وَسَبْعُونَ شُعْبَةً وَالْحَيَاءُ شُعْبَةٌ مِّنَ الْإِيمَانِ))

[152]۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ایمان کی ستر سے زیادہ شاخیں ہیں اور حیاء بھی ایمان کی ایک شاخ ہے۔

مفردات الحدیث

❀ ❶ بضع: اگر عدد کے لیے استعمال ہو تو بَضِعْ اور بِضْعَة کی باء پر زبر اور زیر دونوں پڑھ لیتے ہیں گوشت کا ٹکڑا بھی مراد لیا جاتا ہے۔ عدد میں، تین سے نو یا دس تک کے لیے استعمال ہوتا ہے۔
❷ الشُعبة: حصہ، ٹکڑا، جز۔

[152] اخرجه البخاري في ((صحيحه)) في الايمان، باب امور الايمان بر (٩) وابوداود في ((سننه)) في السنة، باب: في رد الارجاء بنحوه برم (٤٦٧٦) والترمذي في ((جامعه)) في الايمان، باب: ما جاء في استكمال الايمان- وزيادته ونقصانه- وقال: هذا حديث حسن صحيح- برم (٢٦١٤) ((سننه)) في المقدمة، باب: في الايمان برقم (٥٧) انظر ((التحفة)) برقم (١٢٨١٦)

فوائد:...... ❶ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت میں اسلام کو ایک عمارت یا خیمہ سے تشبیہ دی گئی تھی اور یہاں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں ایمان کو ایک درخت سے تشبیہ دی گئی ہے اور ظاہر ہے درخت مرکب ہے چند اجزا سے یعنی جڑ، شاخیں، اور پتے، بسیط نہیں ہے یعنی صرف جڑ یا تنے کا نام نہیں ہے، لیکن ان تمام اجزا کی حیثیت یکساں نہیں ہے بلکہ بعض اجزا ایسے ہیں کہ ان کے سوا بھی اصل حقیقت شجرۃ (درخت) برقرار اور قائم رہتی ہے گوان میں نقص اور کمی آ جائے جیسا کہ شاخیں، ٹہنیاں اور پتے ہیں اور بعض اجزا ایسے ہیں کہ اگر وہ نہ رہیں، اور باقی اجزا موجود ہوں تو درخت قائم نہیں رہتا، جیسا کہ جب جڑ اور اصل (تنہ) کو کاٹ دیا جائے اور شاخیں اور پتے صحیح وسالم ہوں تو درخت ختم ہو جاتا ہے۔ اسی طرح ایمان بھی تین چیزوں سے مرکب ہے یعنی اس کے تین اجزا ہیں، مگر تینوں کی حیثیت ورتبہ یکساں اور برابر نہیں ہے، اس لیے ایمان میں کمی وبیشی ہوتی رہتی ہے۔

اس حدیث میں ایمان کے بضع وسبعون ستر سے زائد شعبے بتائے گئے ہیں اور بخاری کی روایت، بضع وستون، ساٹھ سے زائد، اس لیے دونوں حدیثوں کی تطبیق میں علماء کا اختلاف ہے۔ بعض علماء کا نظریہ ہے ستر کے لفظ سے محض کثرت مراد ہے، اہل عرب محض مبالغہ اور کثرت کے لیے بھی ستر کا لفظ استعمال کر لیتے ہیں، عدد متعین مراد نہیں ہوتا۔ علامہ عینی نے تصدیق بالقلب کے لحاظ سے ایمان کی اکتیس شاخیں اقرار باللسان کے لحاظ سے سات اور عمل بالارکان کے لحاظ سے چالیس شاخیں بیان کی ہیں، اس طرح کل شاخیں اٹھتر بنتی ہیں۔

اور حافظ ابن حجر کی تحقیق کے مطابق اعمال قلبی چوبیس، اعمال لسانی سات اور اعمال بدنی اڑتیس ہیں، اس طرح تعداد انہتر بنتی ہے۔ (فتح الباری: ١/ ٧٣، ٧٤)

علامہ شبیر احمد عثمانی کا خیال ہے کہ قرآن مجید میں بعض ایسے شعبے بھی بیان کیے گئے ہیں کہ اگر ان کو ایک شمار کیا جائے تو پھر بھی ٹھیک ہے اور ایک سے زائد مان لیں تو پھر بھی درست ہے، مثلاً قرآن مجید میں انفاق فی سبیل اللہ کو ایمان کا ایک شعبہ قرار دیا گیا ہے اور زکاۃ بھی ایمان کا شعبہ ہے۔

اسی طرح، اجتناب عن الکذب (جھوٹ سے بچنا) ایک شعبہ ہے اور ایک شعبہ جھوٹی شہادت سے پرہیز کرنا ہے، اس قسم کے چھ شعبے ہیں ان کو اگر ایک ایک مانا جائے تو تعداد تریسٹھ بنتی ہے اور اگر دو، دو مانا جائے تو بہتر، اسی طرح ایک اعتبار سے بضع وستون ہوگا اور دوسرے اعتبار سے بضع وسبعون فضل الباری شرح صحیح بخاری اردو ج ١ ص ٣١٨۔

❷ اس حدیث سے ایمان کا مرکب ہونا ثابت ہوتا ہے، لیکن بعض حضرات اس کو بسیط مانتے ہیں اس سلسلہ میں مختلف مذاہب ومسالک کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

ایمان کے بسیط ہونے کے اعتبار سے مسالک ومذاہب

(ا) جَھْمِیَہ: جو جہم بن صفوان کے پیروکار ہیں، ان کے نزدیک ایمان فقط معرفت قلبی کا نام ہے، وہ معرفت اختیاری

ہو یا اضطراری، اعمال جیسے بھی ہوں لیکن اس صورت میں تو ابلیس اور فرعون بھی مومن ہیں کیونکہ دلی طور پر اللہ تعالیٰ کو وہ بھی جانتے تھے۔ ابلیس کا قول ہے۔ رب بما اغویتنی (حجرات: ۳۹) فرعون اور اس کی قوم کے بارے میں ہے وجحدو بھا واستیقنتھا انفسھم (نمل: ۱۴)

(۲) کرامیہ: جو محمد بن کرّام کے متبع ہیں، ان کے نزدیک ایمان صرف اقرار باللسان (زبان سے تسلیم کرنا) کا نام ہے، اس طرح منافق بھی مومن ہوں گے، الا یہ کہ یہ مراد ہو کہ وہ دنیوی احکام کے اعتبار سے مومن ہیں، کیونکہ یہ تو ظاہر کے پابند ہیں، باطن (دل) کو تو اللہ ہی جانتا ہے، اس لیے منافقوں کو مسلمان ہی تصور کیا جاتا ہے۔ آخرت میں فیصلہ باطن کے مطابق ہوگا۔

(۳) متکلمین: ابو الحسن اشعری اور ابو منصور ماتریدی اور ان کے متبعین کے نزدیک ایمان تصدیق قلبی کا نام ہے ان حضرات کے نزدیک اقرار باللسان (زبان سے اقرار) دینوی احکام میں مسلمان تصور کرنے کے لیے شرط ہے کہ اس کے بغیر اس کے مسلمان ہونے کا پتہ نہیں چلے گا، اور ظاہر ہے کسی چیز کی شرط، اس کا رکن یا جز نہیں ہوتی، جس طرح وضو نماز کے لیے شرط ہے، نماز کا رکوع وسجود کی طرح رکن یا جز نہیں ہے۔

بعض احناف بھی اس کے قائل ہیں، احناف فقہاء اقرار باللسان کو رکن مانتے ہیں لیکن رکن زائد جو ساقط ہو سکتا ہے۔

(۴) مرجئہ: ان کے تین قول منقول ہیں: (۱) ایمان صرف اقرار باللسان کا نام ہے۔ (۲) ایمان صرف تصدیق قلبی (دل سے ماننا) کا نام ہے۔ (۳) ایمان تصدیق قلبی اور اقرار باللسان کا نام ہے۔ اس تیسرے قول کی رو سے مرجئہ کے نزدیک ایمان مرکب ہوگا۔

ایمان کے مرکب ہونے کے اعتبار سے مسالک ومذاہب:

(۱) مرجئہ: ایمان، اقرار باللسان اور تصدیق بالجنان کا نام ہے۔

(۲) احناف: احناف کا مشہور قول یہ ہے کہ ایمان اقرار باللسان اور تصدیق بالجنان کا نام ہے۔

(۳) معتزلہ وخوارج: معتزلہ اور خارجیوں کے نزدیک ایمان، اقرار باللسان، تصدیق بالجنان اور عمل بالارکان کا نام ہے، یعنی اعمال ایمان کا جز اور حصہ ہیں۔

(۴) امام مالک، امام شافعی امام احمد، تمام محدثین اور سلف امت کے نزدیک ایمان اقرار باللسان تصدیق بالجنان اور عمل بالارکان کا نام ہے۔ مولانا شبیر احمد عثمانیؒ نے امام ابوحنیفہ کا مسلک بھی یہی تسلیم کیا ہے، وہ لکھتے ہیں، امام ابوحنیفہ نے کلام سلف کی تحلیل کر کے بتلا دیا کہ ان کے نزدیک ایمان اعتقاد اور قول وعمل سب کے مجموعہ کا نام ہے ۔ لیکن اس مجموعہ میں کچھ اصول ہیں اور کچھ فروع، اصل ایمان جو مدار نجات ہے وہ تصدیق بالجنان اور اقرار باللسان ہے۔ (فضل الباری: ۱/ ۲۶۷)

مرجئہ اور احناف میں فرق: مرجئہ کے نزدیک اعمال کا ایمان سے کوئی تعلق نہیں ہے وہ کہتے ہیں: ''لا یضر مع

الایمان معصیة، کما لا ینفع مع الکفر طاعة" ایمان کی موجودگی میں گناہ سے کوئی نقصان نہیں ہوتا، جس طرح کفر کے ساتھ کوئی اطاعت مفید نہیں ہے، لیکن احناف کے نزدیک اعمال، ایمان کا ثمرہ، تقاضا اور مطالبہ ہیں ان کے بغیر ایمان کامل نہیں ہوتا۔ اس لیے مرجئہ کے نزدیک کبیرہ گناہ کا مرتکب، عذاب سے دو چار نہیں ہوگا، اس کا ایمان کامل ہے، لیکن احناف کے نزدیک اگر گناہ کبیرہ کے مرتکب نے توبہ کی، یا اللہ تعالیٰ نے اسے معاف نہ فرمایا تو وہ دوزخ میں جائے گا گویا ایمان کامل کی صورت میں انسان سیدھا جنت میں داخل ہوگا، وہ منجی عن النار ہے، آگ سے تحفظ و پناہ دینے والا ہے، اگر گناہ کبیرہ کا مرتکب ہوا تو یہ منجی عن الخلود فی النار، ہے کہ عذاب بھگتنے کے بعد دوزخ سے نکل آئے گا۔ گویا احناف کے نزدیک اعمال مطلوب ہیں اگرچہ ایمان کا حصہ نہیں ہیں۔

معتزلہ و خوارج اور سلف امت میں فرق: معتزلہ کے نزدیک اعمال، ایمان کا ایسا جز ہیں کہ اگر یہ نہ ہوں تو ایمان ختم ہو جاتا ہے یعنی گناہ کبیرہ کا مرتکب مومن نہیں ہے، اگرچہ وہ اس کو کافر بھی نہیں کہتے لیکن ہمیشہ ہمیشہ کے لیے دوزخی قرار دیتے ہیں اور اس کو فاسق کا نام دیتے ہیں۔ خارجیوں کے نزدیک کبیرہ گناہ کا مرتکب کافر ہے اور ہمیشہ ہمیشہ کے لیے دوزخ میں جائے گا۔ سلف امت، ائمہ اور محدثین کے نزدیک ایمان اگرچہ تین چیزوں کے مجموعہ کا نام ہے، لیکن تینوں اجزا کی حیثیت برابر نہیں ہے۔ اس لیے عمل بد یا گناہ کبیرہ کے ارتکاب سے انسان کافر نہیں ہوتا، ہاں اس کے ایمان میں نقص اور کمی پیدا ہو جاتی ہے، اس لیے وہ مومن فاسق کہلاتا ہے یعنی مومن تو ہے لیکن گناہ گار، اس لیے وہ اگر اللہ تعالیٰ نے اسے معاف نہ کیا، تو سزا بھگتنے کے بعد دوزخ سے نکل کر جنت میں آ جائے گا۔

احناف اور باقی ائمہ و محدثین میں فرق: (۱) احناف کے نزدیک اعمال حقیقت ایمان میں داخل نہیں ہیں، اس لیے ایمان کا جز یا حصہ نہیں۔ محدثین اور باقی ائمہ کے نزدیک اعمال، ایمان کی حقیقت میں داخل ہیں، اس لیے اس کا حصہ اور جز ہیں، جس طرح اغصان و اوراق درخت کا حصہ اور جز ہیں انسان کے ہاتھ، پاؤں اس کا حصہ اور جزء ہیں لیکن ان کے کٹنے سے درخت اور انسان ختم نہیں ہوتا۔ (۲) احناف کے نزدیک ایمان میں کمی وبیشی نہیں ہوتی، محدثین اور باقی ائمہ کے نزدیک ایمان گھٹتا اور بڑھتا ہے، جس طرح درخت کے اغصان اور اوراق کٹنے سے اس میں کمی و نقص پیدا ہوتا ہے، اگر اس کی شاخیں موجود ہوں تو وہ کامل ہوتا ہے یا بعض اعضاء جس طرح انسان کے لیے اعضاء کٹنے سے نقص پیدا ہوتا ہے اور اعضاء و جوارح مکمل ہوں، تو وہ کامل، اسی طرح اعمال میں کوتاہی سے ایمان گھٹتا ہے اور اعمال صالحہ کرنے سے ایمان بڑھتا ہے، قرآن وسنت کی نصوص ائمہ ثلاثہ اور محدثین کے موقف کی مؤید ہیں اور یہی نظریہ درست ہے۔

[153] ۵۸۔(. . .) حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنْ سُهَيْلٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ دِينَارٍ عَنْ أَبِي صَالِحٍ

[153] تقدم تخريجه في الحديث السابق برقم (١٥١)

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ ((الْإِيمَانُ بِضْعٌ وَسَبْعُونَ أَوْ بِضْعٌ وَسِتُّونَ شُعْبَةً فَأَفْضَلُهَا قَوْلُ لَا إِلَهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَدْنَاهَا إِمَاطَةُ الْأَذَى عَنِ الطَّرِيقِ وَالْحَيَاءُ شُعْبَةٌ مِنَ الْإِيمَانِ)).

[153] ۔حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ایمان کے ستر سے اوپر یا ساٹھ سے زائد شعبے ہیں، سب سے اعلیٰ اور افضل شاخ لا الٰہ الا اللہ کا اقرار اور اس کا نچلا درجہ کسی اذیت اور تکلیف دینے والی چیز کا راستہ سے ہٹانا ہے اور حیاء، ایمان کی ایک اہم شاخ ہے۔

فائدہ :...... **حیاء کا لغوی معنی**: طبیعت انسانی کے اندر، بری، ناپسندیدہ، قابل عیب یا قابل ملامت چیز کے ارتکاب سے جو انقباض اور شکستگی طبیعت کی کیفیت پیدا ہوتی ہے، اس کو حیاء کہتے ہیں۔

حیاء شرعی: انسان کے اندر وہ ملکہ اور خلق جو انسان کو اس بات پر آمادہ کرتا ہے کہ وہ کسی برائی کا ارتکاب نہ کرے اور کسی صاحب حق کے حق کی ادائیگی میں کوتاہی اور تقصیر نہ کرے۔ اس طرح حقوق اللہ اور حقوق العباد کی ادائیگی کی اساس و بنیاد حیاء وشرم ہے، جو ان کو ہر اطاعت کے کرنے پر آمادہ کرتا ہے اور ہر معصیت سے بچنے کی ہمت بخشتا ہے، اس کو ایمان کے شعبوں میں خصوصی اہمیت حاصل ہے۔

مفردات الحدیث ❁ **اماطة الاذی**: ہر وہ چیز جو انسان کے لیے تکلیف اور اذیت کا باعث ہو یعنی گندگی یا پتھر، کانٹا وغیرہ اس چیز کو ایمان کا ادنیٰ (نچلا درجہ) دیا گیا ہے جس سے معلوم ہوا ہر نیک عمل، وہ ایمان کی شاخ اور جز ہے۔

[154] ۵۹-(۳۶)حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي وَعَمْرٌو النَّاقِدُ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالُوا حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَالِمٍ

عَنْ سَالِمٍ عَنْ أَبِيهِ سَمِعَ النَّبِيَّ ﷺ رَجُلًا يَعِظُ أَخَاهُ فِي الْحَيَاءِ فَقَالَ ((الْحَيَاءُ مِنَ الْإِيمَانِ)).

[154] ۔ سالم اپنے والد سے بیان کرتے ہیں نبی اکرم ﷺ نے ایک آدمی کو سنا، وہ اپنے بھائی کو حیاء کے بارے میں نصیحت کر رہا ہے، تو آپ نے فرمایا: (حیا سے مت روکو) حیاء ایمان کا اہم جز ہے۔

[155] ۵۹-(. . .)حَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ بِهَذَا الْإِسْنَادِ وَقَالَ مَرَّ بِرَجُلٍ مِنَ الْأَنْصَارِ يَعِظُ أَخَاهُ.

---

[154] الترمذی فی ((جامعه)) فی الایمان، باب: ما جاء ان الحياء من الايمان۔ وقال: هذا حديث حسن صحيح برقم (٢٦١٥) وابن ماجه فی (سننه) فی المقدمة، باب: فی الایمان برقم (٥٨) انظر ((تحفة الاشراف)) برقم (٦٨٢٨))

[155] انفرد به مسلم۔ انظر ((التحفة)) برقم (٦٩٥٤)

[155]۔ ہمیں عبد بن حمید نے عبدالرزاق سے معمر کی زہری سے مذکورہ بالا سند کے ساتھ روایت بیان کی، جس میں یہ ہے کہ آپ ایک انصاری آدمی کے پاس سے گزرے جو اپنے بھائی کو نصیحت کر رہا تھا۔

[156] ٦٠۔(٣٧) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى وَمُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ وَاللَّفْظُ لِابْنِ الْمُثَنَّى قَالَا حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا السَّوَّارِ يُحَدِّثُ أَنَّهُ سَمِعَ.

عَنْ عِمْرَانَ بْنَ حُصَيْنٍ يُحَدِّثُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ قَالَ ((الْحَيَاءُ لَا يَأْتِي إِلَّا بِخَيْرٍ)) فَقَالَ بُشَيْرُ بْنُ كَعْبٍ. إِنَّهُ مَكْتُوبٌ فِي الْحِكْمَةِ أَنَّ مِنْهُ وَقَارًا وَمِنْهُ سَكِينَةً فَقَالَ عِمْرَانُ أُحَدِّثُكَ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ وَتُحَدِّثُنِي عَنْ صُحُفِكَ

[156]۔ حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: حیا خیر و بھلائی ہی کا باعث ہے۔ تو بشیر بن کعب نے کہا: حکمت کی کتابوں میں لکھا ہے کہ اس میں سے بعض وقار سے اور بعض سکون سے۔ تو عمران بن حصین نے کہا: میں تمہیں رسول اللہ ﷺ کی حدیث سناتا ہوں اور تم (اس کے مقابلہ میں) اپنی کتابوں کی باتیں سناتے ہو۔

مفردات الحدیث ❊ **وقار:** سوچ، سمجھ کر کام کرنا، عجلت اور جلد بازی کا مظاہرہ نہ کرنا اس کے قریب سکینہ ہے، اطمینان اور سکون وثبات، اضطراب وگھبراہٹ سے احتراز کرنا۔

فائدہ:...... قرآن وحدیث کے مقابلہ میں کسی بڑے سے بڑے دانشمند یا امام کا قول پیش کرنا مناسب نہیں ہے۔ کیونکہ رسول معصوم ہے اور دوسرا کوئی انسان معصوم نہیں۔ آئندہ روایت میں تفصیل ہے کہ اس نے حیاء کی دو قسمیں بنائیں اور کہا کہ بعض تو وقار اور سکون ہوتے ہیں اور بعض دفعہ حیاء آدمی کی کمزوری اور بزدلی ہوتا ہے اس پر صحابی کو غصہ آیا کہ نبی ﷺ تو حیا کو سراسر خیر کہہ رہے ہیں اور یہ حیاء کی بعض قسموں کو ضعف اور بزدلی قرار دے رہا ہے، اس لیے اس پر ناراض ہوئے، جیسا کہ اگلی حدیث میں تفصیل آ رہی ہے۔

[157] ٦١۔(٣٧) حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَبِيبٍ الْحَارِثِيُّ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ إِسْحٰقَ وَهُوَ ابْنُ سُوَيْدٍ.

عَنْ أَبِي قَتَادَةَ حَدَّثَ قَالَ كُنَّا عِنْدَ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ فِي رَهْطٍ مِّنَّا وَفِينَا بُشَيْرُ بْنُ كَعْبٍ فَحَدَّثَنَا عِمْرَانُ يَوْمَئِذٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ ((الْحَيَاءُ خَيْرٌ كُلُّهُ)) قَالَ أَوْ قَالَ

[156] اخرجه البخاري في ((صحيحه)) في الادب، في الحياء برقم (٥٧٦٦) انظر ((التحفة)) برقم (١٠٨٧٧)

[157] اخرجه ابوداود في ((سننه)) في الادب، باب: في الحياء برقم (٤٧٩٦) انظر ((تحفة الاشراف)) برقم (١٠٨٧٨)

((الْحَيَاءُ كُلُّهُ خَيْرٌ)) فَقَالَ بُشَيْرُ بْنُ كَعْبٍ إِنَّا لَنَجِدُ فِي بَعْضِ الْكُتُبِ أَوِ الْحِكْمَةِ أَنَّ مِنْهُ سَكِينَةً وَّوَقَارًا لِلّٰهِ وَمِنْهُ ضَعْفٌ قَالَ فَغَضِبَ عِمْرَانُ حَتّٰى احْمَرَّتَا عَيْنَاهُ وَقَالَ أَلَا أَرَانِي أُحَدِّثُكَ عَنْ رَّسُولِ اللّٰهِ ﷺ وَتُعَارِضُ فِيهِ قَالَ فَأَعَادَ عِمْرَانُ الْحَدِيثَ قَالَ فَأَعَادَ بُشَيْرٌ فَغَضِبَ عِمْرَانُ قَالَ فَمَا زِلْنَا نَقُولُ فِيهِ إِنَّهُ مِنَّا يَا أَبَا نُجَيْدٍ إِنَّهُ لَا بَأْسَ بِهِ

[157]۔ حضرت ابوقتادہ نے بتایا کہ ہم اپنے گروہ کے ساتھ، حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کے پاس حاضر تھے، اور ہم میں بشیر بن کعب بھی موجود تھے، اس دن عمران نے ہمیں ایک حدیث سنائی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: حیا مکمل خیر ہے یا پوری خیر ہے تو بشیر بن کعب نے کہا: (ہم نے بعض کتابوں یا حکمت میں پایا ہے کہ بعض دفعہ وہ وقار اور اطمینان ہوتا ہے اور بعض دفعہ وہ کمزوری ہوتا ہے، تو حضرت عمران غصہ میں آ گئے یہاں تک کہ ان کی آنکھیں سرخ ہوگئیں، اور فرمانے لگے میں دیکھ رہا ہوں کہ میں تمہیں رسول اللہ ﷺ کی حدیث سناتا ہوں اور تم اس کے خلاف یا مقابلہ میں باتیں کرتے ہو، ابوقتادہ کہتے ہیں کہ عمران نے دوبارہ حدیث سنائی اور بشیر نے بھی اپنی بات کو دہرایا، اس پر عمران غصہ میں آ گئے (اور بشیر کو سزا دینے کا ارادہ کیا) تو ہم مسلسل کہنے لگے اے ابونجید (عمران کی کنیت) یہ ہم میں (مہمان) ہے اس میں کوئی عیب یا نقص نہیں (منافق یا بے دین نہیں) ہے۔

[158] حَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ أَخْبَرَنَا النَّضْرُ حَدَّثَنَا أَبُو نُعَامَةَ الْعَدَوِيُّ قَالَ سَمِعْتُ حُمَيْرَ بْنَ الرَّبِيعِ الْعَدَوِيَّ يَقُولُ عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ نَحْوَ حَدِيثِ حَمَّادِ بْنِ زَيْدٍ.

[158] ہمیں اسحاق بن ابراہیم نے نضر سے ابونعامہ عدوی کی روایت سنائی، اس نے بتایا کہ میں نے حمیر میں ربیع عدوی سے عمران بن حصین کی روایت سنی یہ روایت بھی حماد بن زید کی روایت کی طرح ہے۔

مفردات الحدیث

❶ ضَعْفٌ: پست حوصلگی، بوداپن، یا ڈرپوک ہونا، ظاہر ہے یہ حیاء نہیں، بلکہ جُبْنٌ (بزدلی) یا عجز و بے بسی ہے، اس لیے اس کو حیا کا نام دینا درست نہیں ہے۔ حیاء صرف اس صفت یا ملکہ کو کہتے ہیں جو انسان کو قبائح اور معاصی سے روکتا ہے۔ ❷ احمرّتا عیناہُ: "یہ اسروا النجوی اور یتعاقبون فیکم الملائکۃ کے اصول پر مبنی ہے جس میں ضمیر فاعل ہوتی ہے اور اسم ظاہر بدل بنتا ہے۔

[158] انفرد بہ مسلم۔ انظر ((التحفۃ)) برقم (۱۰۷۹۲)

۱۳...... بَاب جَامِعِ أَوْصَافِ الْإِسْلَامِ

باب ۱۳: اسلام کے جامع اوصاف

[159] ٦٢-(٣٨) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَأَبُو كُرَيْبٍ قَالَا حَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ ح وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ وَإِسْحَقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ جَمِيعًا عَنْ جَرِيرٍ ح وَحَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ كُلُّهُمْ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ.

عَنْ سُفْيَانَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ الثَّقَفِيِّ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ قُلْ لِي فِي الْإِسْلَامِ قَوْلًا لَا أَسْأَلُ عَنْهُ أَحَدًا بَعْدَكَ وَفِي حَدِيثِ أَبِي أُسَامَةَ غَيْرَكَ قَالَ ((قُلْ آمَنْتُ بِاللّٰهِ ثُمَّ اسْتَقِمْ))

[159]۔ حضرت سفیان بن عبداللہ ثقفی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا: اے اللہ کے رسول! مجھے اسلام کے بارے میں ایسی (تسلی بخش) بات بتایئے کہ پھر آپ کے بعد مجھے کسی سے اسلام کے متعلق سوال نہ کرنا پڑے (ابواسامہ کی روایت میں بعدك کی بجائے غيرك آپ کے سوا ہے) آپ نے ارشاد فرمایا: اٰمنتُ باللّٰه (میں اللہ پر ایمان لایا) کہہ کر اس پر پختگی کے ساتھ قائم رہو یا جم جاؤ۔

مفردات الحدیث ✵ **آمَنْتُ بالله:** یہ ایک عہد و پیمان ہے جس کا معنی ہے، میں نے اللہ تعالیٰ کے ہر حکم ہر ہدایت کو دل و جان سے مان لیا اور دین اسلام پر عمل کرنے کی ذمہ داری کو قبول کرلیا۔

استقامت: استحکام و پختگی اور مضبوطی، جم جانا، ڈٹ جانا، استقلال و پامردی دکھانا۔ اس لیے استقامت کا تقاضا ہے کہ انسان اس اقرار اور معاہدے سے انحراف اختیار کیے بغیر زندگی بھر اسلام کے احکام کی پابندی اور التزام کرے، ہر قسم کے گرم، سرد حالات، کڑے سے کڑے اور مشکل سے مشکل مرحلہ میں اس کے پائے استقامت میں ضعف و انحلال نہ آئیں اور کسی مرحلہ پر بھی اس کے پاؤں نہ ڈگمگائیں۔ اس لیے امام ابوالقاسم قشیری نے لکھا ہے کہ استقامت درجہ ہے، جس کے نتیجہ میں تمام کام، کامل طریقہ پر سرانجام پاتے ہیں، تمام نیکیاں اور بھلائیاں وجود میں آتی ہیں، جس شخص میں استقامت و استقلال نہ ہو اس کی ہر کوشش رائیگاں جاتی ہے۔ (شرح مسلم نووی: ۱/ ۴۸)

---

[159] اخرجه الترمذي في ((جامعه)) في الزهد، باب: في حفظ اللسان- وقال: هذا حديث حسن صحيح- وقال: وقد روى من غير وجه عن سفيان بن عبدالله الثقفي برقم (٢٤١٠) وابن ماجه في ((سننه)) في الفتن، باب كف اللسان في الفتنة برقم (٣٩٧٢) انظر ((التحفة)) برقم (٤٤٧٨)

۱۴...... بَاب بَيَانِ تَفَاضُلِ الْإِسْلَامِ وَأَيِّ أُمُورِهِ أَفْضَلُ

باب ۱٤: اسلام کے احکام وخصائل کی ایک دوسرے پر فضیلت اور ان میں سے سب سے افضل کام

[160] ٦٣ ـ(٣٩) حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا لَيْثٌ ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رُمْحِ بْنِ الْمُهَاجِرِ أَخْبَرَنَا اللَّيْثُ عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي حَبِيبٍ عَنْ أَبِي الْخَيْرِ.

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو أَنَّ رَجُلًا سَأَلَ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ أَيُّ الْإِسْلَامِ خَيْرٌ قَالَ ((تُطْعِمُ الطَّعَامَ وَتَقْرَأُ السَّلَامَ عَلَى مَنْ عَرَفْتَ وَمَنْ لَمْ تَعْرِفْ)).

[160] ـ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا: ''اسلام کی کون سی خوبی اور خصلت بہتر ہے؟'' آپ نے جواب دیا: ''لوگوں کو کھانا کھلانا، ہر مسلمان کو سلام کہنا تمہارا شناسا ہو یا ناواقف واجنبی۔''

فوائد:...... ❶ ای کا مضاف الیہ، جمع ہوتا ہے، اس لیے یہاں عبارت مقدر ہوگی، اَیّ خِصَالِ الْاِسْلَامِ یا اَیّ ذَوِی الْاِسْلَامِ، اسلام کی کونسی خصلت یا کونسا مسلمان بہتر ہے۔ ❷ سلام: اسلام کا مسلمانوں کے لیے ایک بہترین تحفہ ہے جو بہتر بھی ہے اور پرمغز بھی کہ اس میں دعا کے ساتھ یہ فائدہ بھی ہے کہ دو انسان آپس میں ملتے ہوئے ایک دوسرے کو اپنی طرف سے سلامتی کی خبر سے ایک دوسرے کو مطمئن کر دیتے ہیں کہ میری طرف سے تم کو ہر قسم کی سلامتی ہے کسی قسم کی گھبراہٹ اور تشویش کی ضرورت نہیں۔

[161] ٦٤ ـ(٤٠) وحَدَّثَنَا أَبُو الطَّاهِرِ أَحْمَدُ بْنُ عَمْرِو بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ سَرْحٍ الْمِصْرِيُّ أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ الْحَارِثِ عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي حَبِيبٍ عَنْ أَبِي الْخَيْرِ أَنَّهُ.

عَنْ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ يَقُولُ إِنَّ رَجُلًا سَأَلَ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ أَيُّ الْمُسْلِمِينَ خَيْرٌ قَالَ ((مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُونَ مِنْ لِسَانِهِ وَيَدِهِ)).

[160] اخرجه البخاری فی ((صحیحه)) فی الایمان، باب اطعام الطعام من الاسلام برقم (١٢) وفی باب افشاء السلام من الاسلام برقم (٢٨) وفی کتاب الستئذان باب السلام للمعرفة وغیر المعرفة برقم (٥٨٨٢) وابوداود فی ((سننه)) فی الادب، باب: فی افشاء السلام برقم (٥١٩٣) والنسائی فی ((المجتبی)) ٨/ ١٠٧ فی الایمان، باب: ای الاسلام خیر برقم (٥٠١٥) وابن ماجه فی ((سننه)) فی الاطعمة، باب اطعام برقم (٣٢٥٣) انظر ((تحفة الاشراف)) برقم (٨٩٢٧)

[161] انفرد به مسلم- انظر ((التحفة)) برقم (٨٩٢٩)

[161] ۔حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک آدمی نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا: کونسا مسلمان بہتر ہے؟ آپ نے فرمایا: ''جس کی زبان اور ہاتھ سے مسلمان محفوظ ہوں۔''

فائدہ:...... حدیث میں صرف زبان اور ہاتھ سے ایذا رسانی کا ذکر صرف اس لیے فرمایا گیا ہے کہ عام طور پر ایذاؤں کا تعلق ان دو ہی سے ہوتا ہے، ورنہ اصل مقصد اور مطلب یہ ہے کہ مسلمان کی شان یہ ہے کہ لوگوں کو اس سے کسی قسم کی تکلیف یا اذیت نہ پہنچے اس کا تعلق قول سے ہو یا فعل سے۔

[162] ٦٥-(٤١) حَدَّثَنَا حَسَنٌ الْحُلْوَانِيُّ وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ جَمِيعًا عَنْ أَبِي عَاصِمٍ قَالَ عَبْدٌ أَنْبَأَنَا أَبُو عَاصِمٍ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا الزُّبَيْرِ يَقُولُ سَمِعْتُ.

عَنْ جَابِرٍ يَقُولُ سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقُولُ ((**الْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُونَ مِنْ لِّسَانِهِ وَيَدِهِ**))

[162] ۔حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ کہتے ہوئے سنا: مسلم وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے مسلمان محفوظ رہیں۔

فائدہ:......اس حدیث میں جس ایذا رسانی کو اسلام کے منافی بتلایا گیا ہے، اس سے مراد وہ تکلیف ہے جو بغیر کسی صحیح وجہ اور معقول یا شرعی واخلاقی سبب کے ہو، ورنہ بشرط طاقت وقدرت مجرموں کو سزا دینا اور ظالموں کی زیادتیوں، شرانگیزوں کی شرانگیزیوں اور مفسدوں کی فساد انگیزیوں کو بزور بازو دفع کرنا یا کم از کم ان کو زبان سے منع کرنا مسلمانوں کا فرض منصبی ہے، اگر ایسا نہ کیا جائے، تو دنیا امن وراحت سے محروم ہو کر جہنم کدہ بن جائے، جیسا کہ آج کل دنیا جہنم کدہ بن چکی ہے۔

[163] ٦٦-(٤٢) وَحَدَّثَنِي سَعِيدُ بْنُ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ الْأُمَوِيُّ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي حَدَّثَنَا أَبُو بُرْدَةَ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي بُرْدَةَ بْنِ أَبِي مُوسَى عَنْ أَبِي بُرْدَةَ

عَنْ أَبِي مُوسَى قَالَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَيُّ الْإِسْلَامِ أَفْضَلُ قَالَ ((**مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُونَ مِنْ لِّسَانِهِ وَيَدِهِ**))

[163] ۔حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا: اسلام کی کونسی خصلت یا عمل افضل ہے۔آپ نے فرمایا: ''مسلمان جس کی زبان اور ہاتھ سے محفوظ ہوں۔''

---

[162] انفرد به مسلم- انظر ((التحفة)) برقم (٢٨٣٧)

[163] اخرجه البخاری فی ((صحيحه)) فی الايمان، باب ای الاسلام افضل برقم (٤) والترمذی فی ((جامعه)) فی الزهد من باب: ٥٢ وقال: هذا حديث حسن صحيح غريب من هذا الوجه من حديث ابی موسی برقم (٢٥٠٤) والنسائی فی ((المجتبی)) ٨/ ١٠٧- فی الايمان، باب ای الاسلام افضل- انظر ((تحفة الاشراف)) برقم (٩٠٤١)

[164] وَحَدَّثَنِيهِ إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعِيدٍ الْجَوْهَرِيُّ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ قَالَ: حَدَّثَنِي بُرَيْدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ قَالَ: سُئِلَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ أَيُّ الْمُسْلِمِينَ أَفْضَلُ؟ فَذَكَرَ مِثْلَهُ.

[164] اور مجھے ابراہیم بن سعید جوہری نے ابواسامہ سے برید بن عبداللہ سے اسی سند کے ساتھ حدیث سنائی کہ رسول اللہ ﷺ سے پوچھا گیا: کونسا مسلمان افضل ہے؟ آگے اوپر والی حدیث ہے۔

فائدہ:...... آپ نے ایک سوال کا جواب دو مختلف انسانوں کو مختلف دیا ہے، اس کا جواب یہ ہے، ایک دوسرے پر فضیلت اشخاص میں ہو یا اعمال میں، اس کی دو صورتیں ہیں: (۱) فضیلت کلی (۲) فضیلت جزئی۔ فضیلت کلی یہ ہے کہ ایک چیز اپنی ذات اور شخصیت کے لحاظ سے دوسری چیز سے بہتر اور افضل ہے لیکن کسی جزئی امر کے اعتبار سے مفضول چیز میں فضیلت آ سکتی ہے اور اس خاص امر میں اسی کو افضل قرار دیا جائے گا اور اس جزئی امر میں فضیلت سے یہ چیز کلی فضیلت والی چیز سے افضل نہیں بن جائے گی اور یہ جزئی امور یا اوصاف مختلف ہو سکتے ہیں جیسا کہ رسول اللہ ﷺ تمام انبیاء سے افضل اور اشرف ہیں، لیکن اس کے باوجود بہت سے انبیاء کے لیے مختلف وجوہ، مختلف اعتبارات اور مختلف حیثیات سے فضیلت ثابت ہے، ابراہیم خلیل اللہ ہیں جن کو سب سے پہلے حلہ پہنایا جائے گا، موسیٰ علیہ السلام کلیم اللہ ہیں جو نفخ ثانی کے بعد سب سے پہلے ہوش میں آ کر عرش کا پایا تھامے ہوں گے، تیسرے پارے کی پہلی آیت میں اسی جزئی فضیلت کی طرف اشارہ ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں خلفائے اربعہ، ترتیب خلافت کے مطابق افضل ہیں، اس کے باوجود آپ نے فرمایا: ''اَمِيْنُ هٰذِهِ الْأُمَّةِ أَبُوْعُبَيْدَةَ ابْنِ الْجَرَّاحِ'' ''میری امت کے امین ابوعبیدہ ہیں'' اصدقهم لهجة ابو ذر'' ''سب سے سچا آدمی ابوذر ہے۔'' ''اقرأهم ابی'' ''سب سے بڑا قاری ابی ہے۔'' ''اشدهم فی امر الله عمر واصدقهم حيا عثمان واقضاهم علی .'' ''اللہ تعالیٰ کے دین کے بارے میں سب سے پختہ عمر، سب سے بڑا حیادار عثمان ہے، اور سب سے بڑا قاضی علی رضی اللہ عنہ ہے۔'' بالکل اسی طرح اعمال میں بھی مختلف حیثیات اور مختلف جہات، فضیلت کی بنا پر تفاضل ہو سکتا ہے، بعض اعمال کی فضیلت مسلمات فطرت میں سے ہونے کی وجہ سے ہے کہ ان کی اچھائی ہر مسلم اور غیر مسلم، نیک و بد تسلیم کرتا ہے مثلاً بچوں سے پیار، غریبوں مسکینوں کی خبر گیری کرنا، مریضوں کی عیادت، لوگوں سے خندہ پیشانی سے پیش آنا اور نرمی کا برتاؤ کرنا، اس لیے وہ تمام امور جن میں خیر ہی خیر ہے، شر کا کوئی پہلو نہیں وہ افضل ہیں، لیکن مختلف اشخاص، مختلف اوقات اور مختلف موقعہ و محل کے اعتبار سے، ان میں سے مختلف عملوں کو افضل قرار دیا جا سکتا ہے، کھانا کھلانا، ہر ایک کو سلام کہنا، دوسروں کو ایذا نہ پہنچانا، سب افضل ہیں لیکن شخص یا وقت یا موقعہ کے بدلنے سے جواب بدل گیا ہے، اس طرح بعض اعمال کی فضیلت، ان سے ثواب عظیم اور اجر

[164] تقدم تخريجه

جزیل کے حصول کی بنا پر ہے کیونکہ ان کے حصول کے لیے محنت ومشقت زیادہ برداشت کرنی پڑتی ہے اور قاعدہ وقانون سے انعامات کا انحصار، تکالیف ومصائب کی برداشت پر ہے۔''العَطَایا علَی مَتْنِ البلایا'' اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو آپ نے فرمایا تھا: ''اَجْـرُكِ علی قَدْرِ نَصْبِكِ'' تمہیں تمہاری محنت کے بقدر ثواب ملے گا۔ اس اعتبار سے سب سے افضل عمل آبائی دین کو چھوڑ کر دین اسلام کو قبول کرنا ہے اس کے بعد جہاد فی سبیل اللہ ہے اس کے بعد حج مبرور کا درجہ ہے۔ بعض اعمال کی افضلیت کی وجہ یہ ہے کہ ان سے انسان کی عبدیت، انتہائی عجز وانکساری اور تواضع وتذلل کا اظہار ہوتا ہے، اس اعتبار سے سب سے افضل اور بہتر عمل ''الـصلاة لوقتها'' ہے یعنی وقت پر نماز پڑھنا، کیونکہ نماز کے اندر جس قدر انتہائی عجز وفروتنی اور انسان کی محکومیت وعبودیت کا مظاہرہ پایا جاتا ہے وہ کسی اور عمل میں نہیں ہے، دوسرا درجہ بـر الـوالدین ماں باپ کی اطاعت وفرمانبرداری ہے۔ اور تیسرا درجہ اطاعت امیر ہے۔ اس لیے مختلف حدیثوں میں جو ایک سوال کے مختلف جوابات آئے ہیں یا آئیں گے ان میں کوئی تضاد اور مخالفت نہیں ہے۔

۱۵...... بَاب بَيَانِ خِصَالٍ مَنِ اتَّصَفَ بِهِنَّ وَجَدَ حَلَاوَةَ الْإِيمَانِ

باب ۱۵: ان خصائل اور خوبیوں کا بیان جن سے متصف ہونے سے ایمان کی شیرینی اور مٹھاس حاصل ہوتی ہے

[165] ٦٧-(٤٣) حَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ وَمُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى بْنِ أَبِي عُمَرَ وَمُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ جَمِيعًا عَنِ الثَّقَفِيِّ قَالَ ابْنُ أَبِي عُمَرَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ أَبِي قِلَابَةَ

عَنْ أَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ ((ثَلَاثٌ مَنْ كُنَّ فِيهِ وَجَدَ بِهِنَّ حَلَاوَةَ الْإِيمَانِ مَنْ كَانَ اللّٰهُ وَرَسُولُهُ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِمَّا سِوَاهُمَا وَأَنْ يُحِبَّ الْمَرْءَ لَا يُحِبُّهُ إِلَّا لِلّٰهِ وَأَنْ يَكْرَهَ أَنْ يَعُودَ فِي الْكُفْرِ بَعْدَ أَنْ أَنْقَذَهُ اللّٰهُ مِنْهُ كَمَا يَكْرَهُ أَنْ يُقْذَفَ فِي النَّارِ)).

[165]۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ایمان کی حلاوت اسی کو نصیب ہوگی، جس میں تین خوبیاں پائی جائیں گی، ایک یہ کہ اللہ ورسول کی محبت اس میں تمام ماسوا سے زیادہ ہو، دوسرے یہ کہ جس

[165] اخرجه البخاری فی ((صحیحه)) فی الایمان، باب: حلاوة الایمان برقم (١٦) وفی الاكراه، باب: من اختار الضرب، والقتل، الهوان علی الكفر برقم (٦٥٤٢) والترمذی فی ((جامعه)) فی الایمان، باب: ١٠ وقال: هذا حدیث حسن صحیح برقم (٢٦٢٤) انظر ((التحفة)) برقم (٩٤٦)

آدمی سے بھی اس کو محبت ہو صرف اللہ ہی کے لیے ہو، اور تیسرے یہ کہ ایمان کے بعد کفر کی طرف پلٹنے سے اس کو اتنی نفرت یا ایسی اذیت ہو جیسی کہ آگ میں ڈالے جانے سے ہوتی ہے۔

[166] ۶۸۔(. . .) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى وَابْنُ بَشَّارٍ قَالَا حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ سَمِعْتُ قَتَادَةَ يُحَدِّثُ

عَنْ أَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ ((ثَلَاثٌ مَنْ كُنَّ فِيهِ وَجَدَ طَعْمَ الْإِيمَانِ مَنْ كَانَ يُحِبُّ الْمَرْءَ لَا يُحِبُّهُ إِلَّا لِلّٰهِ وَمَنْ كَانَ اللّٰهُ وَرَسُولُهُ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِمَّا سِوَاهُمَا وَمَنْ كَانَ أَنْ يُلْقَى فِي النَّارِ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنْ أَنْ يَرْجِعَ فِي الْكُفْرِ بَعْدَ أَنْ أَنْقَذَهُ اللّٰهُ مِنْهُ))

[166]۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تین خصلتیں جس میں بھی ہوں گی، وہ ایمان کی شیرینی محسوس کرے گا۔(۱) جو کسی انسان سے محبت صرف اللہ کی خاطر کرتا ہے۔(۲) جسے اللہ اور اس کا رسول ان کے ماسوا سے زیادہ محبوب ہے۔(۳) جسے کفر سے نجات پانے کے بعد کفر کی طرف لوٹنے سے آگ میں ڈالا جانا، زیادہ پسند ہے۔

[167] (. .) حَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ مَنْصُورٍ أَنْبَأَنَا النَّضْرُ بْنُ شُمَيْلٍ أَنْبَأَنَا حَمَّادٌ عَنْ ثَابِتٍ

عَنْ أَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ بِنَحْوِ حَدِيثِهِمْ غَيْرَ أَنَّهُ قَالَ((مِنْ أَنْ يَرْجِعَ يَهُودِيًّا أَوْ نَصْرَانِيًّا))

[167] حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ اوپر والی حدیث ہی ہے، صرف اتنا فرق ہے کہ آپ نے فرمایا: ''یہودی اور عیسائی ہو جانے سے آگ میں ڈالا جانا زیادہ پسند ہے۔''

فوائد:...... ❶ حلاوت ایمانی: جس طرح انسان، شیریں اور میٹھی غذاؤں اور مٹھائیوں سے مٹھاس اور شیرینی محسوس کرتا ہے، اور اس ذائقہ ولذت کی بنا پر، ان کی طرف شوق ورغبت رکھتا ہے اور ان سے فرحت وانبساط پاتا ہے اس طرح ان خوبیوں سے متصف انسان کو دینی امور کی اطاعت وفرمانبرداری سے اسے لذت وفرحت حاصل ہوتی ہے، ان کی سرانجام دہی کی طرف رغبت اور شوق ہوتا ہے اور تعمیل حکم کے بعد خوشی اور مسرت حاصل ہوتی ہے۔ ❷ اس حدیث میں تین چیزوں کا تذکرہ کیا گیا ہے، ان تینوں کا مرکز ومرجع اللہ تعالیٰ کی محبت ہے کیونکہ محبت کے تمام اسباب ووجوہ (جن کا تذکرہ جلد ہوگا) بدرجہ اتم اللہ تعالیٰ میں جمع ہیں، اس لیے محبت دراصل

[166] اخرجه البخاري في ((صحيحه)) في الايمان، باب: من كره ان يعود في الكفر كما يكره ان يلقى في النار من الايمان برقم (١٢) وفي الادب، باب الحب في الله برقم (٥٦٩٤) والنسائي في ((المجتبى)) في الايمان، باب: حلاوة الايمان ٨/ ٩٤۔ انظر ((التحفة)) برقم (١٢٥٥)

[167] انفرد به مسلم۔ انظر ((التحفة)) بر (٣٤٢)

اسی سے ہونی چاہیے اور رسول سے محبت اسی کا نمائندہ اور محبوب ہونے کی وجہ سے ہے اور ان سے محبت، نیک بندوں سے محبت کی بنیاد ہے اور اسی وجہ سے اسلام محبوب و پسندیدہ ہے اور کفر ناپسندیدہ و مکروہ۔ اللہ اور اس کے رسول سے محبت کی علامت و نشانی ان کی اطاعت و فرمانبرداری اور ان کی مخالفت سے نفرت اور دوری ہے۔

١٦...... بَاب وُجُوبِ مَحَبَّةِ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ أَكْثَرَ مِنَ الْأَهْلِ وَالْوَلَدِ وَالْوَالِدِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ وَإِطْلَاقِ عَدَمِ الْإِيمَانِ عَلٰى مَنْ لَّمْ يُحِبَّهُ هٰذِهِ الْمَحَبَّةِ

باب ١٦: رسول اللہ ﷺ سے محبت، اہل، اولاد، والدین اور سب لوگوں سے زیادہ ہونا ضروری ہے اور جس کے دل میں ایسی محبت نہیں وہ مومن نہیں ہے

[168] ٦٩-(٤٤) وَحَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا إِسْمَعِيلُ ابْنُ عُلَيَّةَ ح وَحَدَّثَنَا شَيْبَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ كِلَاهُمَا عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ

عَنْ أَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ ((لَا يُؤْمِنُ عَبْدٌ وَفِي حَدِيثِ عَبْدِ الْوَارِثِ الرَّجُلُ حَتّٰى أَكُونَ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنْ أَهْلِهِ وَمَالِهِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ))

[168] ۔حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کوئی بندہ (اور عبدالوارث کی حدیث میں ہے کوئی آدمی) اس وقت تک مومن نہیں ہوسکتا، جب تک میں اس کے نزدیک اس کے اہل، مال اور سب لوگوں سے زیادہ محبوب نہ بن جاؤں۔"

[169] ٧٠-(...)حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى وَابْنُ بَشَّارٍ قَالَا حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ سَمِعْتُ قَتَادَةَ يُحَدِّثُ

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ ((لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتّٰى أَكُونَ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنْ وَلَدِهِ وَوَالِدِهِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ))

[168] اخرجه البخاري فی ((صحيحه)) فی الايمان، باب: حب الرسول ﷺ من الايمان برقم (١٥) والنسائی فی ((المجتبی)) ٨/ ١١٥) فی الايمان، باب علامة الايمان۔ انظر ((التحفة)) برقم (٩٩٣) و (١٠٤٧)

[169] اخرجه البخاري فی ((صحيحه)) فی الايمان، باب حب الرسول ﷺ من الايمان برقم (١٥) والنسائی فی الايمان، باب علامة الايمان ٨/ ١١٤-١١٥۔ وابن ماجه فی ((سننه)) فی المقدمة، باب فی الايمان برقم (٦٧) انظر ((التحفة)) برقم (١٢٤٩)

[169] ۔حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے کوئی شخص مومن نہیں ہوسکتا جب تک میں اس کے نزدیک، اس کی اولاد اس کے ماں باپ اور سب لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔''

مفردات الحدیث ٭ محبت کا لغوی معنی، کسی شے کی طرف میلان قلب یا کسی لذیذ چیز کی طرف متوجہ ہونا یا جھک جانا ہے۔

فائدہ :...... محبت کی دو قسمیں ہیں: (۱) محبت طبعی جو غیر اختیاری ہے جیسے اہل، اولاد، والدین، عزیز و اقارب اور مال و منال کی محبت۔ (۲) محبت عقلی، یہ محبت اختیاری ہے، عقل کا تقاضا اور مطالبہ ہے کہ اس چیز یا ذات سے محبت کا رشتہ استوار کیا جائے، اس کے اسباب و وجوہ مختلف ہیں۔

(۱) احسان وتفضل: کسی شخص کا کسی کا محسن ہونا اور ہمدردی وخیر خواہی کرنا، محبت کا باعث ہوتا ہے۔ کہتے ہیں: الانسَانُ عَبْدُ الاِحْسَان ، انسان، محسن کا غلام و بندہ ہے، اس کو حب احسانی کا نام دیا جاتا ہے۔

(۲) حسن و جمال: کسی چیز یا شخص کا حسن و جمال اور خوبصورتی بھی کشش و میلان اور گرویدگی کا باعث ہے یہ حسن ذات ہو یا حسن صوت وآواز یا حسن صورت وسیرت، اس کو ''حب جمالی'' کہہ سکتے ہیں۔

(۳) کمال وخوبی: کسی کا کسی فن و ہنر میں کامل ہونا بھی محبت اور میلان قلبی کا سبب بنتا ہے اور کسی کے کمالات سن کر ہی انسان اس سے محبت کرنے لگتا ہے، اس کا نام ''حب کمالی'' رکھا جا سکتا ہے۔

(۴) کسی چیز کا نافع اور فائدہ بخش ہونا: جس دواء، فن و پیشہ سے انسان کو مطلوب و مقصود فائدہ اور نفع حاصل ہوتا ہے، اس سے بھی انسان محبت کرتا ہے، بعض ائمہ نے اس کو حب عقلی کا نام دیا ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اندر محبت کا باعث یہ تمام اسباب موجود تھے، یہ اسباب اگرچہ طبعی نہیں ہیں جو ایک اضطراری اور غیر اختیاری محبت کا باعث ہیں لیکن یہ حقیقت ہے کہ انسان ان اسباب کو بالکلیہ غیر طبعی بھی قرار نہیں دے سکتا، انسان طبعی اور فطرتی طور پر بھی ان کی طرف کچھ نہ کچھ راغب ہوتا ہے، لیکن رسول کی محبت ان تمام امور سے بالا اور بلند ہے، اس لیے رسول سے محبت بھی اللہ تعالیٰ کے بعد سب سے زیادہ ہوتی ہے۔ رسول سے محبت کا سبب ایمان ہے، اور ایمان ہر چیز سے زیادہ محبوب ہے، اس کی خاطر، انسان سب کچھ لٹا سکتا ہے لیکن اس کو کسی چیز پر قربان نہیں کیا جا سکتا، اس لیے رسول سے محبت ایمان کے سبب ہے اور اس کو ''حب ایمانی'' کا نام دینا چاہیے اور اس سے آپ سے محبت کا معنی ومفہوم بھی واضح ہوگیا کہ آپ کی خاطر، ہر چیز کو چھوڑا جا سکتا ہے، ہر محبوب سے محبوب اور ہر عزیز سے عزیز چیز آپ کی خاطر قربان کی جا سکتی ہے لیکن کسی محبوب سے محبوب اور عزیز سے عزیز چیز کے حصول کی خاطر آپ کو، آپ کے لائے ہوئے دین کو، اور آپ کی تعلیمات وہدایات اور آپ کے احکام وفرامین کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا ہے، یہی چیز ایمان کی کسوٹی اور میزان وترازو ہے۔

لیکن اس سب کچھ کے باوجود، آپ پر ایمان، اللہ تعالیٰ کا رسول ہونے کی حیثیت سے ہے اسی لیے آپ محبوب

ہیں۔ لہٰذا آپ کی شان ومقام کو اللہ تعالیٰ سے بڑھانا، غلو ہے جو ایک ناپسندیدہ حرکت ہے۔ ایک بریلوی عالم غلام رسول سعیدی صاحب نے کیا خوب لکھا ہے: ''یوں نہ کہا جائے کہ خدا کا ذکر مٹ جائے گا اور مصطفیٰ کا ذکر جاری رہے گا، یا خدا کی دی ہوئی آنکھ میں اتنی روشنی نہ تھی، جتنی مصطفیٰ کی دی ہوئی آنکھ میں روشنی تھی، اس طرح یہ شعر بھی غلط ہے:

خدا جس کو پکڑے چھڑائے محمد
محمد کا پکڑا چھڑا کوئی نہیں سکتا

یہ شعر بھی غلط ہے۔

بجاتے تھے جو دنیا میں انی عبدہ کی بین بیلسری ہر دم وہ محشر میں انی انا اللہ کہہ کے نکلیں گے

بعض واعظین کلمہ میں اللہ کے ذکر کے مقدم ہونے کی وجہ یہ بیان کرتے ہیں کہ پہلے لا الٰہ الا اللہ کہنے سے زبان پاک ہو جائے پھر محمد رسول اللہ پڑھا جائے۔ بعض واعظین جوش خطابت میں یا نعرہ لگوانے اور داد حاصل کرنے کے شوق میں اس قسم کی باتیں کہہ جاتے ہیں، ان سب سے احتراز لازم ہے، رسول اللہ ﷺ، اللہ کی مخلوق اور اس کے بندے ہیں، خدا ہیں نہ خدا سے بڑھ کر ہیں، نہ اس میں آپ کی کوئی فضیلت ہے نہ آپ ایسی تعریف سے خوش ہوتے ہیں، آپ اللہ کی مخلوق میں سب سے اعلیٰ اور افضل ہیں۔ (شرح مسلم اردو: ۱/۴۴۲)

۱۷......بَاب الدَّلِيلِ عَلَى أَنَّ مِنْ خِصَالِ الْإِيمَانِ أَنْ يُحِبَّ لِأَخِيهِ الْمُسْلِمِ مَا يُحِبُّ لِنَفْسِهِ مِنَ الْخَيْرِ

باب ۱۷: اس بات کی دلیل کہ ایمانی خوبیوں میں سے یہ بھی ہے کہ جو اچھی چیز اپنے لیے پسند کرے وہی اپنے مسلمان بھائی کے لیے پسند کرے

[170] ۷۱۔(۴۵) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى وَابْنُ بَشَّارٍ قَالَا حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ سَمِعْتُ قَتَادَةَ يُحَدِّثُ

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ ((لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتَّى يُحِبَّ لِأَخِيهِ أَوْ قَالَ لِجَارِهِ مَا يُحِبُّ لِنَفْسِهِ))

---

[170] اخرجه البخاری فی ((صحيحه)) فی الايمان، باب: من الايمان ان يحب لاخيه ما يحب لنفسه برقم (۱۳) والترمذی فی ((جامعه)) فی الزهد، باب (۵۹) وقال: هذا حديث صحيح برقم (۲۵۱۵) والنسائی فی ((المجتبیٰ)) ۸/ ۱۱۹ فی الايمان، باب علامة الايمان، ←

[170] ۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، کوئی بندہ اس وقت تک مومن نہیں ہوسکتا جب تک اپنے پڑوسی یا فرمایا اپنے بھائی کے لیے اس چیز کو پسند نہ کرے جسے وہ اپنے لیے پسند کرتا ہے۔

فائدہ :...... مقصد یہ ہے کہ ایمان کے اصل مقام تک پہنچنے کے لیے اور اس کی خاص خیرات و برکات کے حصول کی خاطر، ضروری ہے کہ انسان خود غرضی سے پاک ہو، اور اس کے دل میں اپنے مسلمان بھائی کے لیے اتنا جذبہ خیر خواہی اور ہمدردی موجود ہو (جیسا کہ نسائی کی روایت میں، مــن الـخير کی تصریح موجود ہے) کہ جو نعمت، بھلائی اور جو بہتری وہ اپنے لیے چاہتا ہے وہی دوسرے بھائیوں کے لیے بھی چاہے یا جس طرح وہ اپنے لیے احترام واکرام، اپنے جذبات واحساسات کی پاسداری چاہتا ہے اور اپنے ساتھ لوگوں کا جو رویہ اور طرز عمل پسند کرتا ہے اپنے دوسرے بھائیوں کے ساتھ وہی رویہ اور سلوک اختیار کرے اور جو بات اور جو حال اور جو سلوک وہ اپنے ساتھ پسند نہیں کرتا دوسروں کے لیے بھی پسند نہ کرے، اس کے بغیر وہ کامل ایمان دار نہیں ہوسکتا، اس لیے صحیح ابن حبان کی ایک روایت میں ہے: "لَا يَبْلُغُ الْعَبْدُ حَقِيقَةَ الْإِيْمَانِ" ''بندہ ایمان کی حقیقت وکمال کو نہیں پا سکتا۔'' یہ عربی کا اس طرح کا ایک روزمرہ یا عام محاورہ ہے جس طرح ہم اردو میں کسی برے اور غلط کار آدمی کو کہہ دیتے ہیں کہ ''اس میں تو انسانیت ہی نہیں ہے'' مقصد یہ ہوتا ہے کہ وہ اچھا اور معقول آدمی نہیں ہے۔

[171] ۷۲ـ(. . .) وَحَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ عَنْ حُسَيْنٍ الْمُعَلِّمِ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ ((وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَا يُؤْمِنُ عَبْدٌ حَتَّى يُحِبَّ لِجَارِهِ)) أَوْ قَالَ ((لِأَخِيهِ مَا يُحِبُّ لِنَفْسِهِ)).

[171] حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اس ذات کی قسم! جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اس وقت تک بندہ مومن نہیں ہوسکتا جب تک وہ اپنے پڑوسی کے لیے پسند کرے'' ''یا فرمایا اپنے بھائی کے لیے وہ چیز پسند کرے جو اپنے لیے کرے۔''

← و ۸/ ۱۲۵ـ۱۲٦ فی الایمان، باب علامة المؤمن۔ وابن ماجه فی ((سننه)) فی ((المقدمة)) باب: فی الایمان (٦٦) انظر ((التحفة)) برقم (۱۲۳۹)

[171] اخرجه البخاری فی ((صحیحه)) فی الایمان، باب: من الایمان ان یحب لاخیه ما یحب لنفسه برقم (۱۳) واخرجه النسائی فی ((المجتبی)) ۸/ ۱۱۵ فی الایمان، باب علامة الایمان۔ انظر ((التحفة)) برقم (۱۱۵۳)

۱۸...... بَاب بَيَانِ تَحْرِيمِ إِيذَاءِ الْجَارِ

باب ۱۸: پڑوسی کو تکلیف پہنچانے کی ممانعت

[172] ۷۳۔(۴۶) حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَيُّوبَ وَقُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ وَعَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ جَمِيعًا عَنْ إِسْمَعِيلَ بْنِ جَعْفَرٍ قَالَ ابْنُ أَيُّوبَ حَدَّثَنَا إِسْمَعِيلُ قَالَ أَخْبَرَنِي الْعَلَاءُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ ((لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ مَنْ لَا يَأْمَنُ جَارُهُ بَوَائِقَهُ))

[172] ۔حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس کے پڑوسی، اس کی ایذا رسانی سے محفوظ نہ ہوں، وہ جنت میں نہیں جائے گا۔

مفردات الحدیث ❊ بوائق: بَائِقَةٌ کی جمع ہے، شر، فساد و بگاڑ، تکلیف دہ اور ہلاکت و تباہی کا باعث چیز، آفت۔

فائدہ :...... پڑوسیوں کے ساتھ ایسا حسن سلوک اور ایسا شریفانہ برتاؤ کہ ان کو ہماری طرف سے پورا اطمینان و تسکین رہے، اور ہماری جانب سے، کسی ظلم و زیادتی اور شرارت و بدسلوکی کا اندیشہ نہ رہے، یہ ایمان کے ان شرائط اور لوازم میں سے ہے، جن کے بغیر ایمان، گویا کالعدم ہے اصل مقصد شریفانہ برتاؤ پر آمادہ کرنا ہے۔

۱۹...... بَاب الْحَثِّ عَلَى إِكْرَامِ الْجَارِ وَالضَّيْفِ وَلُزُومِ الصَّمْتِ إِلَّا عَنِ الْخَيْرِ وَكَوْنِ ذٰلِكَ كُلِّهِ مِنَ الْإِيمَانِ

باب ۱۹: پڑوسی اور مہمان کی تکریم اور خیر و بھلائی کی بات کے سوا اسے خاموش رہنے پر آمادہ کرنا اور ان سب چیزوں کا ایمان میں داخل ہونا

[173] ۷۴۔(۴۷) حَدَّثَنِي حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى أَنْبَأَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِالرَّحْمَنِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ قَالَ ((مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلْيَقُلْ خَيْرًا أَوْ لِيَصْمُتْ وَمَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلْيُكْرِمْ جَارَهُ وَمَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلْيُكْرِمْ ضَيْفَهُ))

[173] ۔ابو سلمہ بن عبدالرحمن نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے وہ رسول اللہ ﷺ سے بیان کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: جو انسان اللہ اور قیامت پر ایمان و یقین رکھتا ہے، وہ اچھی بات کرے یا پھر خاموش رہے، اور جو شخص

[172] انفرد به مسلم۔ انظر ((التحفة)) برقم (۱۳۹۸۹)

[173] انفرد به مسلم۔ انظر ((التحفة)) برقم (۱۵۳۳۹)

اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہے، وہ اپنے پڑوسی کا احترام کرے اور جو آدمی اللہ اور آخری دن پر یقین رکھتا ہے وہ اپنے مہمان کی عزت کرے۔''

[174] ۷۵۔(. . .)حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا أَبُو الْأَحْوَصِ عَنْ أَبِي حُصَيْنٍ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ ((مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلَا يُؤْذِ جَارَهُ وَمَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلْيُكْرِمْ ضَيْفَهُ وَمَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلْيَقُلْ خَيْرًا أَوْ لِيَسْكُتْ))

[174]۔حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جوشخص اللہ اور آخری دن پر ایمان رکھتا ہے وہ اپنے پڑوسی کو ایذا نہ پہنچائے اور جو آدمی اللہ اور قیامت پر ایمان رکھتا ہے تو وہ اپنے مہمان کی تکریم کرے اور جو انسان اللہ اور قیامت پر یقین رکھتا ہے وہ اچھی بات کرے یا پھر چپ رہے۔''

[175] ۷٦۔(. . .) وَحَدَّثَنَا إِسْحَقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ أَخْبَرَنَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ بِمِثْلِ حَدِيثِ أَبِي حُصَيْنٍ غَيْرَ أَنَّهُ قَالَ فَلْيُحْسِنْ إِلَى جَارِهِ

[175]۔حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:''وہ اپنے پڑوسی سے اچھا سلوک کرے۔''

[176] ۷۷۔(٤٨)حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَمُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ نُمَيْرٍ جَمِيعًا عَنِ ابْنِ عُيَيْنَةَ قَالَ ابْنُ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَمْرٍو أَنَّهُ سَمِعَ نَافِعَ بْنَ جُبَيْرٍ يُخْبِرُ عَنْ أَبِي شُرَيْحٍ الْخُزَاعِيِّ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ ((مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلْيُحْسِنْ إِلَى جَارِهِ وَمَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلْيُكْرِمْ ضَيْفَهُ وَمَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلْيَقُلْ خَيْرًا أَوْ لِيَسْكُتْ))

---

[174] اخرجه البخاری فی ((صحيحه)) فی الادب، باب: من كان يومن بالله واليوم الآخر فلا يؤذ جاره برقم (٥٦٧٢) وابن ماجه فی ((سننه)) فی الفتن، باب: كف اللسان فی الفتنة مختصرا برقم (٣٩٧١) انظر ((التحفة)) برقم (١٢٨٤٣)

[175] انفرد به مسلم۔ انظر ((التحفة)) برقم (١٢٤٥٠)

[176] اخرجه البخاری فی ((صحيحه)) فی الادب، باب من كان يومن بالله واليوم الآخر فلا يوذ جاره برقم (٥٦٧٣) وفی باب اكرام الضيف وخدمته اياه بنفسه برقم (٥٧٨٤) و (٥٧٨٥) وفی الرقاق، باب: حفظ اللسان برقم (٦١١١) والمولف۔ مسلم۔ فی اللقطة، باب الضيافة ←

[176] ۔حضرت ابوشریح خزاعی رضی اللہ عنہ روایت بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: جو شخص اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے وہ اپنے پڑوسی سے اچھا سلوک کرے اور جو اللہ اور پچھلے دن پر یقین رکھتا ہے تو وہ اپنے مہمان کی تکریم کرے اور جو اللہ اور قیامت پر ایمان رکھتا ہے وہ اچھی بات کہے یا پھر خاموشی اختیار کرے۔"

فوائد: ......اللہ تعالی کی رضا وخوشنودی اور آخرت میں کامیابی وکامرانی کے مطالبات میں سے چند ایک یہ ہیں:

❶ انسان بات کرنے سے پہلے سوچ یعنی "پہلے تولو پھر بولو" کے اصول پر عمل پیرا ہو، ہر وہ بات کرے جو اس کے لیے اجر وثواب اور اللہ کی رضا کا باعث ہو اور ہر اس گفتگو یا کلام سے باز رہے جو اس کی گرفت اور مواخذہ کا باعث ہو یا لغو، بے مقصد، فضول اور بے فائدہ یا لایعنی ہو۔ ❷ اپنے پڑوسی کے ساتھ اچھا سلوک اور بہتر برتاؤ کرے، ہر اس حرکت، قول وفعل سے باز رہے جو پڑوسی کے لیے تکلیف واذیت یا اس کی دل آزاری کا سبب بنتا ہو۔ میل ملاپ کے وقت خندہ پیشانی، کشادہ روئی اور اعزاز واکرام سے پیش آئے۔ ❸ مہمان کی آمد پر اسے خوش آمدید کہے، اس کی حتی المقدور مہمان نوازی کرے اور اچھے انداز سے الوداع کہے۔

٢٠...... باب بَيَانِ كَوْنِ النَّهْيِ عَنِ الْمُنكَرِ مِنَ الْإِيمَانِ وَأَنَّ الْإِيمَانَ يَزِيدُ وَيَنْقُصُ وَأَنَّ الْأَمْرَ بِالْمَعْرُوفِ وَالنَّهْيَ عَنِ الْمُنكَرِ وَاجِبَانِ

باب ٢٠ : برائی سے روکنا ایمان میں داخل ہے اور ایمان گھٹتا بڑھتا ہے، معروف کا حکم دینا اور منکر سے روکنا فرض ہے

[177] ٧٨-(٤٩) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ سُفْيَانَ ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ كِلَاهُمَا عَنْ قَيْسِ بْنِ مُسْلِمٍ

➜ مختصرا برقم (٤٤٨٨ و ٤٤٨٩، و ٤٤٩٠) بلفظ قريب منه۔ والترمذى فى ((جامعه)) فى البر والصلة، باب: ما جاء فى الضيافة كم هو۔ ولم يذكر قصة الجار۔ وقال: هذا حديث حسن صحيح برقم (١٩٦٧ و ١٩٦٨) مع ذكر قصة الضيافة وابن ماجه فى ((سننه)) فى الادب، باب: حق الضيف برقم (٣٦٧٥) انظر ((التحفة)) برقم (١٢٠٥٦)

[177] اخرجه ابوداود فى ((سننه)) فى الصلاة، باب: الخطبة يوم العيد برقم (١١٤٠) وفى الملاحم، باب: الامر والنهى برقم (٤٣٤٠) مختصرا بدون ذكر القصة۔ والترمذى فى ((جامعه)) فى الفتن، باب: ما جاء فى تغيير المنكر باليد، او باللسان، او بالقلب۔ وقال: هذا حديث حسن صحيح برقم (٢١٧٢) والنسائى فى ((المجتبى من السنن)) ٨/ ١١١-١١٢ فى ➜

عَنْ طَارِقِ بْنِ شِهَابٍ وَهٰذَا حَدِيثُ أَبِي بَكْرٍ قَالَ أَوَّلُ مَنْ بَدَأَ بِالْخُطْبَةِ يَوْمَ الْعِيدِ قَبْلَ الصَّلٰوةِ مَرْوَانُ فَقَامَ إِلَيْهِ رَجُلٌ فَقَالَ الصَّلٰوةُ قَبْلَ الْخُطْبَةِ فَقَالَ قَدْ تُرِكَ مَا هُنَالِكَ فَقَالَ أَبُو سَعِيدٍ أَمَّا هٰذَا فَقَدْ قَضٰى مَا عَلَيْهِ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ يَقُولُ ((مَنْ رَّاٰى مِنكُمْ مُّنكَرًا فَلْيُغَيِّرْهُ بِيَدِهٖ فَإِنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ فَبِلِسَانِهٖ فَإِنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ فَبِقَلْبِهٖ وَذٰلِكَ أَضْعَفُ الْإِيمَانِ)).

[177]۔ طارق بن شہابؒ بیان کرتے ہیں کہ سب سے پہلے عید کے دن نماز سے پہلے خطبہ کا آغاز مروان نے کیا، ایک آدمی نے کھڑے ہو کر کہا: نماز خطبہ سے پہلے ہے، مروان نے جواب دیا: یہ طریقہ ترک کر دیا گیا ہے، ابوسعید رضی اللہ عنہ نے کہا: اس انسان نے اپنی ذمہ داری پوری کر دی ہے۔ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا، آپ فرما رہے تھے: تم میں سے جو شخص منکر کام دیکھے، اس پر لازم ہے اگر طاقت رکھتا ہو تو اسے اپنے ہاتھ (یعنی زور وقوت) سے روکنے کی کوشش کرے اور اگر اس کی طاقت نہ رکھتا ہو، تو پھر اپنی زبان ہی سے اس کو بدلنے کی سعی کرے، اور اگر اس کی بھی طاقت نہ رکھتا ہو تو اپنے دل میں سے اس کے بدلنے کی تدبیر سوچے) اور یہ سب سے کمزور ایمان ہے۔

مفردات الحدیث ❶ **منکر**: برا، ناپسندیدہ، شریعت اور عقل وعرف کے خلاف کام۔ **فَلْيُغَيِّرْهُ** اس کو تبدیل کرے، بدلنے اور درست کرنے کی کوشش کرے۔ ❷ **يَد**: ہاتھ کو کہتے ہیں یہاں مراد بزور بازو ہے کہ قوت وطاقت استعمال کرے۔

فوائد:...... ❶ برائی، شرارت اور خلاف شریعت کام کو روکنے اور اس کو بدل ڈالنے کی بقدر استطاعت سعی وکوشش کرنا ہر انسان کی ذمہ داری ہے یہ کسی خاص فرد، گروہ، طبقہ یا صرف حکومت کی ذمہ داری نہیں ہے اور اس کے تین درجات یا مراتب ہیں:

(الف) اگر اقتدار واختیار حاصل ہو اور قوت وطاقت کے ذریعہ اس برائی کو بند کیا جا سکتا ہو، تو قوت وطاقت، یا حکومت واقتدار کا استعمال کرنا ضروری ہے۔

(ب) اگر اقتدار واختیار یا طاقت وقوت کا استعمال ممکن نہیں، یا یہ چیزیں حاصل نہیں ہیں تو زبانی اور تحریری طور پر افہام وتفہیم اور پند ونصیحت ہی سے اس کو روکنے اور اصلاح کرنے کی کوشش کرنا ہوگا۔

(ج) اگر حالات اس قدر سنگین اور ایسے ناموافق ہیں کہ انسان اس برائی کے خلاف زبان کھولنے کی بھی طاقت نہیں

← الایمان، باب: تفاضل اهل الایمان وابن ماجه فی ((سننه)) فی اقامة الصلاة والسنة فیها، باب: ما جاء فی صلاة العیدین برقم (١٢٧٥) مطولا۔ وفی الفتن، باب الامر بالمعروف والنهی عن المنکر۔ مطولا برقم (٤٠١٣) انظر ((التحفة)) برقم (٤٠٣٢ و ٤٠٨٥)

رکھتا یا اہل دین اس قدر کمزور پوزیشن میں ہیں کہ اجتماعی طور پر بھی اس کے خلاف زبان کھولنے کی گنجائش نہیں ہے، تو آخری درجہ یہ ہے کہ اس کو دل سے برا سمجھا جائے اور اس کو مٹانے اور بدلنے کا جذبہ دل میں رکھا جائے، اور اس کو مٹانے کی تدابیر سوچی جائیں اور جس کی کم از کم صورت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سے انفرادی اور اجتماعی طور پر جیسے بھی ممکن ہو، مٹانے کی دعا کرتے رہنا چاہیے اور یہ ایمان کا آخری اور کمزور درجہ ہے کہ اس کے بعد کوئی اور درجہ ایمان کا ہے ہی نہیں۔ ❷ یہ اعتراض نہیں ہوسکتا کہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ اس حدیث پر عمل کرتے ہوئے خود مروان کو کیوں نہیں روکا۔ کیونکہ متفق علیہ روایت میں موجود ہے کہ جب نماز سے پہلے مروان خطبہ کے لیے منبر کی طرف بڑھا تو حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ نے اس کا ہاتھ پکڑ کر کھینچا اور کہا پہلے نماز پڑھ۔ (فتح الباری: ۲/ ۵۷۹) اور جب اس انسان نے یہ فریضہ سرانجام دیا، تو پھر دوبارہ آپ نے اس کی تائید فرمائی۔ ❸ اگر برائی اور منکر کا ارتکاب سب کے سامنے کیا جا رہا ہو، تو پھر یہ فرض عین نہیں ہوگا، فرض کفایہ ہوگا جب بعض لوگ اس فرض کو ادا کرلیں گے، تو دوسروں سے یہ فرض ساقط ہو جائے گا، جس جگہ کوئی اور شخص برائی سے روکنے والا موجود نہ ہو، تو جو اس برائی کو جاننے والا شخص موجود ہوگا تو اس پر روکنا فرض عین ہوگا برائی کا مرتکب باز آئے یا نہ آئے، ہر حالت میں روکنا ذمہ داری ہے۔ ❹ شریعت نے کسی شرعی کام اور عمل کے لیے جو صورت اور شکل وہیئت مقرر کی ہے، اس میں تبدیلی کرنا جائز نہیں۔ روای نے صرف نماز اور خطبہ میں تقدیم وتاخیر کی تھی کسی کام کو نظر انداز نہیں کیا تھا۔ محض تقدیم وتاخیر اور ترتیب کی تبدیلی کی بنا پر اس کے فعل کو منکر قرار دیا گیا، امت کے کسی امام نے اس تبدیلی کو قبول نہیں کیا، حالانکہ اس میں ایک مصلحت اور فائدہ ہے کہ اس طرح دیر سے آنے والے بھی نماز میں شریک ہو جاتے ہیں اور خطبہ جمعہ میں بھی، خطبہ نماز سے پہلے ہے جب ہیئت وشکل میں تبدیلی گوارا نہیں ہے تو اپنی طرف سے کسی عمل کے لیے ہیئت وکیفیت یا طریقہ مقرر کرنے کی اجازت کیسے دی جاسکتی ہے۔

[178] ۷۹-(. . .) حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ عَنْ إِسْمَعِيلَ بْنِ رَجَاءٍ عَنْ أَبِيهِ

عَنْ أَبِي سَعِيدِ الْخُدْرِيِّ وَعَنْ قَيْسِ بْنِ مُسْلِمٍ عَنْ طَارِقِ بْنِ شِهَابٍ عَنْ أَبِي سَعِيدِ الْخُدْرِيِّ فِي قِصَّةِ مَرْوَانَ وَحَدِيثِ أَبِي سَعِيدٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ بِمِثْلِ حَدِيثِ شُعْبَةَ وَسُفْيَانَ۔

[178]۔ امام صاحب مذکورہ بالا واقعہ اور حدیث دوسری سند سے بیان کرتے ہیں۔

[178] تقدم تخريجه في الحديث السابق برقم (۱۷۵)

[179] ٨٠-(٥٠) حَدَّثَنِي عَمْرُو النَّاقِدُ وَأَبُو بَكْرِ بْنُ النَّضْرِ وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ وَاللَّفْظُ لِعَبْدٍ قَالُوا حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ بْنِ سَعْدٍ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ صَالِحِ بْنِ كَيْسَانَ عَنِ الْحَارِثِ عَنْ جَعْفَرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الْحَكَمِ عَنْ عَبْدِالرَّحْمٰنِ بْنِ الْمِسْوَرِ عَنْ أَبِي رَافِعٍ

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ ((مَا مِنْ نَّبِيٍّ بَعَثَهُ اللَّهُ فِي أُمَّةٍ قَبْلِي إِلَّا كَانَ لَهُ مِنْ أُمَّتِهِ حَوَارِيُّونَ وَأَصْحَابٌ يَّأْخُذُونَ بِسُنَّتِهِ وَيَقْتَدُونَ بِأَمْرِهِ ثُمَّ إِنَّهَا تَخْلُفُ مِنْ بَعْدِهِمْ خُلُوفٌ يَقُولُونَ مَالَا يَفْعَلُونَ وَيَفْعَلُونَ مَا لَا يُؤْمَرُونَ فَمَنْ جَاهَدَهُمْ بِيَدِهِ فَهُوَ مُؤْمِنٌ وَمَنْ جَاهَدَهُمْ بِلِسَانِهِ فَهُوَ مُؤْمِنٌ وَمَنْ جَاهَدَهُمْ بِقَلْبِهِ فَهُوَ مُؤْمِنٌ وَلَيْسَ وَرَاءَ ذٰلِكَ مِنَ الْإِيمَانِ حَبَّةُ خَرْدَلٍ)) قَالَ أَبُو رَافِعٍ فَحَدَّثْتُ بِهِ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عُمَرَ فَأَنْكَرَهُ عَلَيَّ فَقَدِمَ ابْنُ مَسْعُودٍ فَنَزَلَ بِقَنَاةَ فَاسْتَتْبَعَنِي إِلَيْهِ عَبْدُاللَّهِ بْنُ عُمَرَ يَعُودُهُ فَانْطَلَقْتُ مَعَهُ فَلَمَّا جَلَسْنَا سَأَلْتُ ابْنَ مَسْعُودٍ عَنْ هٰذَا الْحَدِيثِ فَحَدَّثَنِيهِ كَمَا حَدَّثْتُهُ ابْنَ عُمَرَ قَالَ صَالِحٌ وَقَدْ تُحُدِّثَ بِنَحْوِ ذٰلِكَ عَنْ أَبِي رَافِعٍ

[179]۔حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ نے جو نبی بھی مجھ سے پہلے کسی امت میں بھیجا تو اس کے کچھ حواری، اور لائق ساتھی ہوتے تھے، جو اس کے طریقے اور اس کے حکم پر چلتے تھے، پھر ایسا ہوتا تھا کہ ان کے نالائق پسماندگان ان کے جانشین ہوتے تھے، جو ایسی بات کہتے تھے جو خود نہیں کرتے تھے (لوگوں کو اچھا کام کرنے کو کہتے تھے اور اور خود وہ کام نہیں کرتے تھے یا کرنے جو کام، وہ نہیں کرتے تھے، ان کے متعلق لوگوں کو کہتے تھے کہ ہم کرتے ہیں، گویا اپنا تقدس اور اپنی بزرگی قائم رکھنے کے لیے جھوٹ بھی بولتے تھے) اور جن کاموں کا ان کو حکم نہیں دیا گیا تھا، ان کو کرتے تھے (یعنی اپنے نبی کی سنتوں اور اس کے اوامر واحکام پر تو عمل پیرا نہ تھے مگر معصیات اور بدعات، جن کا ان کو حکم نہیں دیا گیا تھا، ان کے (دلدادہ تھے، ان کو خوب کرتے تھے) تو جس نے ان کے خلاف اپنے دست وبازو سے جہاد کیا وہ مومن ہے اور جس نے (بدرجہ مجبوری) ان کے خلاف صرف زبان سے جہاد کیا وہ بھی مومن ہے، اور جس نے (زبان سے عاجز رہ کر) صرف دل سے ان کے خلاف جہاد کیا یعنی دل میں ان سے نفرت کی اور ان کے خلاف غیظ وغضب رکھا) تو وہ بھی ایماندار ہے لیکن اس کے بغیر رائی کے دانہ کے برابر بھی ایمان نہیں ہے، ابو رافع کہتے ہیں، میں نے یہ حدیث عبداللہ بن عمر کو سنائی، تو انہوں نے اس کو نہ مانا اتفاق سے عبداللہ بن مسعود بھی آ گئے اور وادی قناۃ (مدینہ

[179] انفرد به مسلم۔ انظر ((التحفة)) برقم (٩٦٠٢)

کی ایک وادی ہے) میں ٹھہرے۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے ان کی عیادت کے لیے، مجھے بھی اپنے ساتھ چلنے کو کہا میں ان کے ساتھ چلا گیا، ہم جب جا کر بیٹھ گئے تو میں نے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے اس حدیث کے بارے میں پوچھا، تو انہوں نے مجھے یہ حدیث اسی طرح سنائی جیسے میں نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو سنائی تھی، صالح بن کیسان نے کہا، یہ حدیث ابورافع سے اسی طرح بیان کی گئی ہے۔ (مقصد یہ ہے کہ ابورافع نے یہ حدیث، عبداللہ بن مسعود کے واسطہ کے بغیر براہ راست بیان کی ہے)

مفردات الحدیث ❶ حواریّون: حواری کی جمع ہے مخلص اور برگزیدہ لوگ جو ہر قسم کے عیب سے پاک ہوں یا مددگار، یا جہاد کرنے والے، یا رسول کے بعد آپ کی خلافت کے اہل۔ ❷ خُلُوف: خَلف (لام کے سکون کے ساتھ) کی جمع ہے، برے جانشین، جیسا کہ قرآن مجید میں ہے: ﴿فَخَلَفَ مِنْ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ﴾ (مریم) ''ان کے بعد برے لوگ ان کے جانشین بنے۔'' إِسْتَتْبَعَ مجھ سے ساتھ چلنے کا تقاضا کیا یا ساتھ چلنے کو کہا۔

[180] (. . .) وَحَدَّثَنِيهِ أَبُو بَكْرِ بْنُ إِسْحٰقَ بْنِ مُحَمَّدٍ أَخْبَرَنَا ابْنُ أَبِي مَرْيَمَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ أَخْبَرَنِي الْحَارِثُ بْنُ الْفُضَيْلِ الْخَطْمِيُّ عَنْ جَعْفَرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْحَكَمِ عَنْ عَبْدِالرَّحْمٰنِ بْنِ الْمِسْوَرِ بْنِ مَخْرَمَةَ عَنْ أَبِي رَافِعٍ مَوْلَى النَّبِيِّ ﷺ

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُودٍ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ ((مَا كَانَ مِنْ نَّبِيٍّ إِلَّا وَكَانَ لَهُ حَوَارِيُّونَ يَهْتَدُونَ بِهَدْيِهِ وَيَسْتَنُّونَ بِسُنَّتِهِ)) مِثْلَ حَدِيثِ صَالِحٍ وَّلَمْ يَذْكُرْ قُدُومَ ابْنِ مَسْعُودٍ وَاجْتِمَاعَ ابْنِ عُمَرَ مَعَهُ

[180] حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو نبی بھی گزرا ہے اس کے ساتھ کچھ حواری (معاون، مددگار) تھے، جو اس کی راہ ورسم کو اپناتے اور اس کی سنت کی پیروی کرتے تھے۔ آگے صالح کی روایت کی طرح ہے لیکن اس میں عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی آمد اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے ان کی ملاقات کا تذکرہ نہیں ہے۔

مفردات الحدیث هَدی: رویہ، طرز عمل یا وطیرہ، سنت، طریقہ، راستہ۔

فوائد: ❶ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ انبیاء علیہم السلام اور بزرگان دین کے جانشینوں اور ان کے نام لیواؤں میں غلط کار اور بدکردار لوگ بھی ہوتے ہیں، جو دوسروں کو تو اعمال خیر کی دعوت دیتے ہیں، لیکن خود ان پر عمل نہیں کرتے، ہاں لوگوں کے سامنے ایسے نیک اور اچھے کاموں کے کرنے کا جھوٹا دعویٰ کرتے ہیں، جو کیے نہیں

[180] انفرد به مسلم۔ انظر ((التحفة)) برقم (۹۶۰۲)

ہوتے اوراس کے برعکس، اپنی بدکرداری اور بے عملی کو چھپانے کے لیے ایسی رسوم اور بدعات نکالتے ہیں، جن کا دین سے کوئی تعلق نہیں ہوتا چونکہ یہ رسول ونبی کی جانشینی کے دعویدار ہوتے ہیں، اس لیے لوگ ان کے فریب میں آجاتے ہیں اور دین کے اندر، دین کے نام سے بدعات راہ پاجاتی ہیں، ایسے غلط کار اور بدعتی لوگوں کے خلاف حسب استطاعت ہاتھ سے یا زبان سے جہاد کرنا اہل حق کی ذمہ داری ہے۔ اگر قوت وطاقت اور زبان سے ان کے خلاف جہاد ممکن نہ ہو، تو ایسے لوگوں کے خلاف جہاد کا جذبہ رکھنا، ان بدعات کو مٹانے کی تدابیر سوچنا اور ان افعال سے دل میں نفرت وبغض رکھنا اور ان بدعتوں کے داعیوں سے دل میں غیظ وغضب رکھنا، ایمان کے شرائط ولوازم میں سے ہے جو شخص اپنے دل میں بھی اس جہاد کا جذبہ نہ رکھتا ہو اس کا دل ایمان کی حرارت اور اس کے سوز سے گویا بالکل خالی ہے۔ ❷ دین کی نشر واشاعت اور دین کی تعلیم وتدریس اور تبلیغ اور دین کے خلاف ہونے والے امور سے اس کا تحفظ ودفاع بھی جہاد ہے جس طرح سیف وسنان اور توپ وتفنگ سے جہاد کیا جاتا ہے، اسی طرح قلم وزبان سے بھی جہاد ہوتا ہے اور اس کی اہمیت گھٹانا اور اس کی تحقیر کرنا درست نہیں ہے۔ ❸ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے اس حدیث سے انکار کی وجہ یہ ہے کہ بعض حدیثوں میں منکرات کی عام ترویج کے دور کے بارے میں آیا ہے ''اصبروا حتی تلقونی'' صبر کرنا، یہاں تک قیامت کو تم مجھے ملو، اور درحقیقت ان دونوں حدیثوں میں کوئی تضاد نہیں ہے اس حدیث کا تعلق اس دور سے ہے، جب انکار منکر سے خرابی اور برائی میں اضافہ کا ڈر ہو، یا فتنہ وفساد ابھرنے اور خونریزی کا خطرہ ہو، اس بنا پر امام احمد رحمہ اللہ نے بھی اس حدیث کا انکار کیا ہے، لیکن علمائے امت نے امام احمد کے قول کی تردید کی ہے اور اس کو تعجب خیز قرار دیا ہے۔ (شرح مسلم نووی: ۱/۵۲) ❹ اس باب کی احادیث سے ایمان کے مختلف مراتب ثابت ہوتے ہیں اور اس میں قوت کا بھی پتہ چلتا ہے۔

۲۱...... بَاب: تَفَاضُلِ أَهْلِ الْإِيمَانِ فِيهِ وَرُجْحَانِ أَهْلِ الْيَمَنِ فِيهِ

باب ۲۱: اہل ایمان کا ایمان میں ایک دوسرے سے کم زیادہ ہونا اور اہل یمن کو اس میں ترجیح حاصل ہونا

[181] ۸۱ـ(۵۱) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا أَبِي ح وَحَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا ابْنُ إِدْرِيسَ كُلُّهُمْ عَنْ إِسْمَعِيلَ بْنِ أَبِي خَالِدٍ ح وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَبِيبٍ الْحَارِثِيُّ وَاللَّفْظُ لَهُ حَدَّثَنَا مُعْتَمِرٌ عَنْ إِسْمَعِيلَ قَالَ سَمِعْتُ قَيْسًا يَرْوِي

[181] اخرجه البخاری فی ((صحیحه)) فی بدء الخلق، باب: خیر مال المسلم غنم یتبع بها شغف الجبال برقم (۳۱۲۶) وفی المناقب، باب: قول الله تعالیٰ: ﴿یا ایها الناس انا خلقناکم من ذکر وانثی وجعلناکم شعوبا وقبائل لتعارفوا ان اکرمکم عندالله اتقاکم﴾ برقم (۳۳۰۷)

عَنْ أَبِی مَسْعُودٍ قَالَ أَشَارَ النَّبِیُّ ﷺ بِيَدِهِ نَحْوَ الْيَمَنِ فَقَالَ ((أَلَا إِنَّ الْإِيمَانَ هٰهُنَا وَإِنَّ الْقَسْوَةَ وَغِلَظَ الْقُلُوبِ فِي الْفَدَّادِينَ عِنْدَ أُصُولِ أَذْنَابِ الْإِبِلِ حَيْثُ يَطْلُعُ قَرْنَا الشَّيْطَانِ فِي رَبِيعَةَ وَمُضَرَ)).

[181] ۔حضرت ابو مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ہاتھ یمن کی طرف کر کے اشارہ کیا اور فرمایا: خبردار ایمان ادھر ہے درشتی وشدت اور سنگ دلی ان لوگوں میں ہے جو اونٹوں کی دم کی جڑ میں چیختے چلاتے ہیں جہاں شیطان کے دو سینگ نکلتے ہیں ربیعہ ومضر میں ۔قسوۃ

مفردات الحدیث ❶ قَسْوَة وہ سختی ورشدت جس کی بنا پر وہ وعظ ونصیحت سے متاثر نہیں ہوتے اور غِلَظ سختی ہے۔جس کی بنا پر دل فہم اور سمجھنے سے عاری ہوتا ہے۔غلظت،نرمی اور رقت کی ضد ہے اور قسوۃ کے معنی غلظت بھی ہے یہ غلظ سے مصدر ہے۔ ❷ فَدَّادِين: بعض ائمہ لغت کے نزدیک فداد کی جمع ہے کھیتی باڑی میں کام آنے والے بیل کو کہتے ہیں۔لہٰذا اس سے مراد کاشتکار ہوں گے چونکہ یہ لوگ علم وتہذیب کے مراکز سے دور ہوتے ہیں،اس لیے ان میں شدت وخشونت یا کھر درا پن ہوتا ہے،بعض نے کہا یہ فدید سے ماخوذ ہے، جس کا معنی ہے چیخنا اور چلانا جو اونٹوں کے پیچھے چیختے اور شور کرتے ہیں ابوعبیدہ کے نزدیک زیادہ اونٹ رکھنے والے لوگ ہیں جن کے پاس دو سو سے لے کر ہزار تک اونٹ ہوتے ہیں حقیقت یہ ہے کہ جانوروں کی صحبت و رفاقت کی بھی تاثیر ہوتی ہے،اس لیے بڑے اور مضبوط جانوروں کے چرواہے،سخت گیر اور بدخلق ہوتے ہیں کیونکہ وہ اپنے مویشیوں کو خوب مارتے پیٹتے ہیں،بھیڑ بکری کمزور جانوروں کو چرانے والے نرم خو اور نرم دل ہوتے ہیں،کیونکہ وہ بکریوں کو زیادہ مار کر اپنی بھڑاس نہیں نکال سکتے بلکہ انہیں اپنی بکریوں کے ساتھ نرم برتاؤ کرنا پڑتا ہے،اس لیے وہ نرمی کے عادی ہو جاتے ہیں،اسی بنا پر پیغمبروں نے بکریوں کو چرایا،بعض کے بقول اس سے مراد مال ودولت کی کثرت ہے،مال دار لوگ،دوسروں کو حقیر اور کم تر سمجھ کر ان پر تکبر کرتے ہیں،عربوں میں مال ودولت کی کثرت کی علامت اونٹوں کی کثرت تھی،اس لیے اونٹوں کا نام لیا گیا ہے۔ ❸ قرنا الشیطان: شیطان کے دو سینگ،کیونکہ جب سورج طلوع ہوتا ہے تو وہ اس کو اپنے دونوں سینگوں کے درمیان لے کر سمجھتا ہے سورج کے پجاری،میری پرستش کر رہے ہیں۔

اصول:اصل کی جمع ہے جڑ اور بنیاد کو کہتے ہیں،اذناب،ذنب کی جمع ہے دم کو کہتے ہیں۔

فائدہ :......انسان حیوانات جن کے ساتھ سے ہر وقت واسطہ پڑتا ہے،ان کے مزاج اور طبیعت سے متاثر ہوتا

←وفي المغازي، باب: قدوم الاشعريين واهل اليمن برقم (٤١٢٦) وفي الطلاق، باب: اللعان برقم (٤٩٩٧) انظر ((التحفة)) برقم (١٠٠٥)

ہے تو انسان، انسانوں کی رفاقت اور دوستی سے کیوں متاثر نہیں ہوگا، اسی لیے شیخ سعدی نے کہا ہے کہ جال ہمنشیں دامن اثر کرد، میں ساتھی کی ہمنشینی سے متاثر ہوا ہوں۔ انسان کے رفیق اور ساتھی جس قسم کے ہوں گے، ویسا ہی رہے بنے گا، صحبت صالح ترا، صالح کند، وصحبت طالح، ترا، طالح کند۔

[182] ٨٢-(٥٢) حَدَّثَنَا أَبُو الرَّبِيعِ الزَّهْرَانِيُّ أَنْبَأَنَا حَمَّادٌ حَدَّثَنَا أَيُّوبُ حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ ((جَاءَ أَهْلُ الْيَمَنِ هُمْ أَرَقُّ أَفْئِدَةً الْإِيمَانُ يَمَانٍ وَالْفِقْهُ يَمَانٍ وَالْحِكْمَةُ يَمَانِيَةٌ)).

[182]۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اہل یمن آئے ہیں، یہ لوگ نرم دل ہیں، ایمان یمنی ہے، فقہ یمنی ہے اور حکمت بھی یمانی ہے۔

مفردات الحديث

❶ **فقہ**: لغوی طور پر کسی چیز کے فہم اور علم کو کہتے ہیں، بعض نے معنی باریک بینی، دقیقہ رسی اور متکلم کی غرض ومقصد کو جان لینا بتایا ہے۔ ❷ **الحكمة**: حکمت کے مختلف معانی کیے گئے، آسان معنی یہ ہے کسی چیز کی اصل اور حقیقت کو جاننا اور اس کے مطابق عمل کرنا۔ ❸ **ارق افئدة**: رقت، باریکی اور نرمی کو کہتے ہیں، مقصد ہے اثر پذیری یا جلد متاثر ہونے والے۔ ❹ **افئدة**: فواد کی جمع ہے، بعض قلب اور فواد دونوں کو ہم معنی قرار دیتے ہیں اور ظاہر یہی ہے۔ بعض کے دل کے اندرونی، یا دل کی آنکھ کو فواد کہتے ہیں۔

فائدہ: ...... اللہ تعالیٰ نے مختلف علاقوں کے لوگوں کے اندر مختلف صفات رکھی ہیں، یمنی لوگوں کے اندر، حدیث میں بیان کردہ صفات پائی جاتی ہیں جیسا کہ اہل مشرق کے اندر دلوں کی سختی اور درشتی پائی جاتی ہے۔

[183] ٨٣-(...) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عَدِيٍّ ح وَحَدَّثَنِي عَمْرٌو النَّاقِدُ حَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ يُوسُفَ الْأَزْرَقُ كِلَاهُمَا عَنِ ابْنِ عَوْنٍ عَنْ مُحَمَّدٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ بِمِثْلِهِ

[183]۔ امام صاحب مذکورہ بالا روایت دوسری سند سے بیان کرتے ہیں۔

[184] ٨٤-(...) وَحَدَّثَنِي عَمْرٌو النَّاقِدُ وَحَسَنٌ الْحُلْوَانِيُّ قَالَا حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ وَهُوَ ابْنُ إِبْرَاهِيمَ بْنِ سَعْدٍ حَدَّثَنَا أَبِي عَنْ صَالِحٍ عَنِ الْأَعْرَجِ قَالَ:

[182] انفرد به مسلم- انظر ((التحفة)) برقم (١٤٤٢١)
[183] انفرد به مسلم- انظر ((التحفة)) برقم (١٤٤٧٣)
[184] انفرد به مسلم- انظر ((التحفة)) برقم (١٣٦٥٣)

عَنْ أَبِی هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ ((أَتَاكُمْ أَهْلُ الْيَمَنِ هُمْ أَضْعَفُ قُلُوبًا وَّأَرَقُّ أَفْئِدَةً اَلْفِقْهُ يَمَانٍ وَالْحِكْمَةُ يَمَانِيَةٌ))

[184] ۔حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تمہارے پاس یمنی لوگ آئے ہیں، دل کے ضعیف اور فواد کے نرم، فقہ یمنی ہے اور حکمت بھی یمانی ہے۔

فائدہ :......قلب کے ضعیف اور فواد کے رقیق ہونے کا مقصد یہ ہے کہ ان کے دلوں کے اندر خوف وخشیت اور تواضع ہے اور وعظ نصیحت سے جلد متاثر ہونے اور صحیح بات کو قبول کرنے کی صلاحیت موجود ہے۔ دلوں کی قسوت اور غلظت سے پاک اور صحیح وسالم ہیں۔

[185] ٨٥۔(. . .)حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيٰى قَالَ قَرَأْتُ عَلٰى مَالِكٍ عَنْ أَبِی الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ

عَنْ أَبِی هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ ((رَأْسُ الْكُفْرِ نَحْوَ الْمَشْرِقِ وَالْفَخْرُ وَالْخُيَلَاءُ فِی أَهْلِ الْخَيْلِ وَالْإِبِلِ الْفَدَّادِينَ أَهْلِ الْوَبَرِ وَالسَّكِينَةُ فِی أَهْلِ الْغَنَمِ))

[185] ۔حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''کفر کا گڑھ، مشرق کی طرف ہے، اور فخر وتکبر گھوڑوں اور اونٹوں والوں میں ہے جو چلاتے ہیں جو وبر والے (جنگلی) ہیں، اور سکینت واطمینان بکریوں کے مالکوں میں ہے۔

مفردات الحدیث ❶ الفخر: گھمنڈ اور غرور ❷ الخیلاء: تکبر، لوگوں کو حقیر سمجھنا۔ ❸ اھل الوبر، اہل البدو، بادیہ نشین اور وبر اونٹوں کے بالوں کہتے ہیں، یہ لوگ عام طور پر جنگلوں میں رہتے تھے۔

[186] ٨٦۔(. . .) وَحَدَّثَنِی يَحْيَى بْنُ أَيُّوبَ وَقُتَيْبَةُ وَابْنُ حُجْرٍ عَنْ إِسْمٰعِيلَ بْنِ جَعْفَرٍ قَالَ ابْنُ أَيُّوبَ حَدَّثَنَا إِسْمٰعِيلُ قَالَ أَخْبَرَنِی الْعَلَاءُ عَنْ أَبِيهِ

عَنْ أَبِی هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ ((الْإِيمَانُ يَمَانٍ وَّالْكُفْرُ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالسَّكِينَةُ فِی أَهْلِ الْغَنَمِ وَالْفَخْرُ وَالرِّيَاءُ فِی الْفَدَّادِينَ أَهْلِ الْخَيْلِ وَالْوَبَرِ))

[186] ۔حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: (ایمان یمن میں ہے، کفر مشرق کی طرف ہے سکون واطمینان اہل غنم (بکری) میں ہے، فخر وریاء شور کرنے والوں، اہل خیل (گھوڑے) اور اہل وبر میں ہے۔(اونٹوں والے)

[185] انظر برقم (٢٢٠٠)

[186] اخرجه البخاری فی ((صحیحة)) فی بدء الخلق، باب: خیر مال المسلم غنم یتبع بها شعف الجبال برقم (٣١٢٥) انظر ((التحفة)) بر (١٣٨٢٣)

[187] ۸۸-(. . .) وَحَدَّثَنِي حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيٰى أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ أَخْبَرَنِي أَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِالرَّحْمٰنِ أَنَّ

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ يَقُولُ ((الْفَخْرُ وَالْخُيَلَاءُ فِي الْفَدَّادِينَ أَهْلِ الْوَبَرِ وَالسَّكِينَةُ فِي أَهْلِ الْغَنَمِ))

[187] ۔حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: فخر وتکبر چلانے والوں اونٹوں کے مالکوں میں سے ہے اور اطمینان وسکون بکری والوں میں ہے۔"

[188] ۸۸-(۵۲) وَحَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ عَبْدِالرَّحْمٰنِ الدَّارِمِيُّ أَخْبَرَنَا أَبُو الْيَمَانِ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ مِثْلَهُ وَزَادَ ((الْإِيمَانُ يَمَانٌ وَالْحِكْمَةُ يَمَانِيَّةٌ))

[188] ۔زہری یہی روایت اسی سند سے بیان کرتے ہیں اور آخر میں اضافہ ہے ایمان یمنی ہے اور حکمت بھی یمانی ہے۔

[189] ۸۹-(۵۲) حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ عَبْدِالرَّحْمٰنِ أَخْبَرَنَا أَبُو الْيَمَانِ عَنْ شُعَيْبٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ حَدَّثَنِي سَعِيدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ أَنَّ

عَنْ أَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقُولُ ((جَاءَ أَهْلُ الْيَمَنِ هُمْ أَرَقُّ أَفْئِدَةً وَأَضْعَفُ قُلُوبًا الْإِيمَانُ يَمَانٌ وَالْحِكْمَةُ يَمَانِيَّةٌ وَالسَّكِينَةُ فِي أَهْلِ الْغَنَمِ وَالْفَخْرُ وَالْخُيَلَاءُ فِي الْفَدَّادِينَ أَهْلِ الْوَبَرِ قِبَلَ مَطْلِعِ الشَّمْسِ))

[189] ۔حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے نبی اکرم ﷺ کو فرماتے سنا: اہل یمن آئے ہیں، ان کے دل بعد میں ضعیف اور فواد رقیق سے ہیں، ایمان یمنی ہے اور حکمت بھی یمانی ہے، سکینت اہل غنم میں ہے، اور فخر وخیلاء، چیخنے والے اہل وبر میں ہے جو سورج کے طلوع ہونے کی طرف رہتے ہیں۔

[190] ۹۰-(. . .) حَدَّثَنَا أَبُوبَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَأَبُو كُرَيْبٍ قَالَا حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي صَالِحٍ

[187] انفرد به مسلم۔ انظر ((التحفة)) برقم (۱۳۹۹۱)

[188] انفرد به مسلم۔ انظر ((التحفة)) برقم (۱۵۳٤۰)

[189] اخرجه البخاري في ((صحيحه)) في المناقب، باب: قول الله تعالى: ﴿يا ايها الناس انا خلقناكم من ذكر وانثى وجعلناكم شعوبا وقبائل لتعارفوا إن اكرمكم عندالله اتقاكم﴾ برقم (۳۳۰۸) انظر ((التحفة)) برقم (۱۵۱٦۰)

[190] انفرد به مسلم۔ انظر ((التحفة)) برقم (۱۳۱٦۹)

عَنِ أَبِی هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ ((أَتَاكُمْ أَهْلُ الْيَمَنِ هُمْ أَلْيَنُ قُلُوبًا وَّأَرَقُّ أَفْئِدَةً الْإِيمَانُ يَمَانٍ وَالْحِكْمَةُ يَمَانِيَّةٌ رَأْسُ الْكُفْرِ قِبَلَ الْمَشْرِقِ))

[190] ۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تمہارے پاس اہل یمن آئے ہیں ان کے قلوب نرم اور فواد رقیق (پتلے) ہیں، ایمان یمنی ہے اور حکمت بھی یمانی ہے اور کفر کی چوٹی مشرق کی طرف ہے۔"

مفردات الحدیث ٭ راس الکفر: راس، سر یا کسی چیز کی چوٹی کو کہتے ہیں، اور "راس اشھر" سے مراد مہینہ کا پہلا دن ہوتا ہے۔ اس لیے مراد، منبع و سرچشمہ ہوگا جس طرح محاورہ ہے "رَأْسُ الْحِكْمَةِ مَخَافَةُ اللّٰهِ" "حکمت کا سرچشمہ اللہ کا خوف ہے۔"

[191] (. . .) وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَا حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنِ الْأَعْمَشِ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ وَلَمْ يَذْكُرْ ((رَأْسُ الْكُفْرِ قِبَلَ الْمَشْرِقِ))

[191] امام صاحب مذکورہ بالا روایت ایک دوسری سند سے بیان کرتے ہیں اور اس میں کفر گڑھ مشرق کی طرف ہے کا تذکرہ نہیں کیا۔"

[192] ۹۱۔(. . .) وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِی عَدِيٍّ ح وَحَدَّثَنِی بِشْرُ بْنُ خَالِدٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ يَعْنِی ابْنَ جَعْفَرٍ قَالَا حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنِ الْأَعْمَشِ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ مِثْلَ حَدِيثِ جَرِيرٍ وَزَادَ ((وَالْفَخْرُ وَالْخُيَلَاءُ فِی أَصْحَابِ الْإِبِلِ وَالسَّكِينَةُ وَالْوَقَارُ فِی أَصْحَابِ الشَّاءِ))

[192] ۔ امام صاحب یہی روایت ایک اور سند سے بیان کرتے ہیں اور اس میں اتنا اضافہ ہے کہ فخر وخیلاء اونٹ والوں اور سکینت ووقار بکریوں والوں میں ہے۔

[193] ۹۲۔(۵۳) وَحَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ أَخْبَرَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ الْحَارِثِ الْمَخْزُومِیُّ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ قَالَ أَخْبَرَنِی أَبُو الزُّبَيْرِ أَنَّهُ سَمِعَ عَنِ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ ((غِلَظُ الْقُلُوبِ وَالْجَفَاءُ فِی الْمَشْرِقِ وَالْإِيمَانُ فِی أَهْلِ الْحِجَازِ))

[191] انفرد به مسلم۔ انظر ((التحفة)) برقم (۱۲۳۴۳)

[192] اخرجه البخاری فی ((صحیحه)) فی المغازی، باب: قدوم الاشعریین واهل الیمن برقم (۴۱۲۷) انظر ((التحفة)) برقم (۱۲۳۹۶)

[193] انفرد به مسلم۔ انظر ((التحفة)) برقم (۲۸۳۹)

[193] ۔حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''دلوں کی سختی اور شدت مشرق میں ہے اور ایمان اہل حجاز میں ہے۔''

ایک شبہ اور اس کا حل: اہل مشرق سے کون لوگ مراد ہیں اس کی تعیین آپ نے خود فرمادی ہے کہ اس سے مراد، ربیعہ اور مضر کے قبائل ہیں، آپ کی تعیین کے بعد اس کو محمد بن عبدالوہاب پر چسپاں کرنے کی کوئی تک نہیں ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ مدینہ سے مشرق کی طرف عراق ہے اور اکثر فتنے یہیں سے نکلے ہیں۔

اہل مشرق سے کون مراد ہیں، اس کی تفصیل کے لیے دیکھئے البینات عاصم حداد ص ۳۹۸ تا ۴۰۰۔

۲۲...... باب بَيَانِ أَنَّهُ لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ إِلَّا الْمُؤْمِنُونَ وَأَنَّ مَحَبَّةَ الْمُؤْمِنِينَ مِنَ الْإِيمَانِ وَأَنَّ إِفْشَاءَ السَّلَامِ سَبَبٌ لِّحُصُولِهَا

باب ۲۲: اس بات کا بیان جنت میں صرف مومن داخل ہوں گے اور مومنوں سے محبت کرنا ایمان کا حصہ ہے اور السلام علیکم کو عام رواج دینا، محبت کا باعث ہے

[194] ۹۳۔(۵۴) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ وَوَكِيعٌ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صلی اللہ علیہ وسلم ((لَا تَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ حَتّٰى تُؤْمِنُوا وَلَا تُؤْمِنُوا حَتّٰى تَحَابُّوا أَوَلَا أَدُلُّكُمْ عَلَى شَيْءٍ إِذَا فَعَلْتُمُوهُ تَحَابَبْتُمْ أَفْشُوا السَّلَامَ بَيْنَكُمْ))

[194] ۔حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جب تک تم ایمان نہیں لاؤ گے جنت میں داخل نہیں ہوسکو گے، اور تم اس وقت تک صحیح مومن نہیں ہو گے جب تک ایک دوسرے سے محبت نہیں کرو گے۔ کیا میں تمھیں ایسی چیز نہ بتاؤں کہ اگر تم اس پر عمل پیرا ہوگے تو باہمی محبت کرنے لگو گے؟ ایک دوسرے کو بکثرت سلام کہو۔''

[195] ۹۴۔(۵۴) وَحَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ أَنْبَأَنَا جَرِيرٌ عَنِ الْأَعْمَشِ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صلی اللہ علیہ وسلم ((وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَا تَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ حَتّٰى تُؤْمِنُوا)) بِمِثْلِ حَدِيثِ أَبِي مُعَاوِيَةَ وَوَكِيعٍ

---

[194] اخرجه ابن ماجه فی ((سننه)) فی المقدمة، باب: فی الایمان برقم (٦٨) انظر ((التحفة)) برقم (١٢٤٦٩)

[195] انفرد به مسلم۔ انظر ((التحفة)) برقم (١٢٣٤٩)

[195] ۔امام صاحب اپنے ایک اور استاد سے یہ حدیث یوں بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے، تم جب تک ایمان نہیں لاؤ گے، جنت میں داخل نہیں ہو گے۔'' آگے کی عبارت ابو معاویہ اور وکیع کی حدیث کی طرح ہے۔

فائدہ :...... جنت میں داخلہ ایمان پر موقوف ہے اور ایمان کی پہچان اور علامت باہمی محبت و پیار ہے، اور باہمی محبت و مودت پیدا کرنے کا آسان طریقہ یہ ہے کہ ہر ایک مسلمان کو سلام کیا جائے، اس سے جان پہچان ہو یا نہ ہو، اس سے محبت والفت پیدا ہوگی، عداوت و دشمنی مٹے گی، کیونکہ سلام کا معنی ہے اللہ تعالیٰ تم کو ہر بلا و مصیبت سے محفوظ اور سلامت رکھے اور انسان کی عام عادت ہے کہ وہ اپنے خیر خواہ اور دعا گو سے محبت کرتا ہے، اس کو دوست سمجھتا ہے۔

۲۳...... بَاب بَيَانِ أَنَّ الدِّيْنَ النَّصِيحَةُ

باب ۲۳ : اس بات کا بیان کہ دین خیر خواہی اور خلوص کا نام ہے

[196] ۹۵۔(۵۵) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبَّادٍ الْمَكِّيُّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ قُلْتُ لِسُهَيْلٍ إِنَّ عَمْرًوا حَدَّثَنَا عَنِ الْقَعْقَاعِ عَنْ أَبِيكَ قَالَ وَرَجَوْتُ أَنْ يُسْقِطَ عَنِّي رَجُلًا قَالَ فَقَالَ سَمِعْتُهُ مِنَ الَّذِي سَمِعَهُ مِنْهُ أَبِي كَانَ صَدِيقًا لَهُ بِالشَّامِ ثُمَّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ سُهَيْلٍ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَزِيدَ

عَنْ تَمِيمٍ الدَّارِيِّ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ((الدِّيْنُ النَّصِيحَةُ)) قُلْنَا لِمَنْ قَالَ((لِلّٰهِ وَلِكِتَابِهِ وَلِرَسُولِهِ وَلِأَئِمَّةِ الْمُسْلِمِينَ وَعَامَّتِهِمْ))

[196] ۔سفیان کا کہنا ہے کہ میں نے سعید سے کہا، عمر نے ہمیں قعقاع کے واسطہ سے آپ کے باپ سے حدیث سنائی ہے اور میری خواہش یہ تھی کہ وہ مجھے روایت سنائے تا کہ ایک راوی کم ہو جائے۔ تو سہیل نے کہا: میں نے اپنے باپ کے شامی دوست، جس سے وہ روایت بیان کرتے ہیں، خود حدیث سنی ہے: (اب یہ روایت قعقاع اور سہیل کے باپ ابو صالح کی بجائے سہیل سے ہے اور سند عالی ہوگئی ہے) پھر سفیان نے ہمیں سہیل سے عطاء بن یزید کی تمیم داری سے روایت سنائی کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: دین خیر خواہی کا نام ہے۔'' ہم نے پوچھا: کس کی خیر خواہی؟ آپ نے فرمایا: ''اللہ کی، اس کی کتاب کی، اس کے رسول کی، مسلمانوں کے امیروں کی اور عام مسلمانوں کی۔''

[196] اخرجه ابوداود فی ((سننه)) فی الادب، باب: فی النصيحة برقم (٤٩٤٤) والنسائی فی ((المجتبی من السنن)) ۷/ ۱۵٦-۱۵۷ فی البيعة، باب: النصيحة للامام- انظر ((التحفة)) برقم (٢٠٥٣)

مفردات الحدیث ✲ النصیحہ: نصیحہ کا لفظ انتہائی جامع اور پر مغز ہے جس میں ہر قسم کی بھلائیاں داخل ہیں۔ اس لیے جس طرح الحج عرفہ کہا گیا ہے کہ عرفہ میں وقوف کے بغیر حج نہیں ہوسکتا، اسی طرح دین خیر خواہی اور ہمدردی سے عبارت ہے، اس کے بغیر دین کالعدم ہے، بعض حضرات نے اس کو ''نَصَحَ الرَّجُلُ ثَوْبَه'' (آدمی نے اپنے کپڑے سیے) کے محاورہ سے ماخوذ مانا ہے، اس لیے نصیحۃ اس کام کا نام ہے جس سے دوسروں کے عیوب ونقائص دور ہوتے ہیں ان کے معاملات میں اصلاح اور درستگی پیدا ہوتی ہے۔ بعض نے اس کو ''نَصَحْتُ السَلَّ'' میں نے شہد کو موم سے پاک صاف کیا، سے ماخوذ مانا ہے، اس میں خلوص وصفائی کا معنی ہے، تو نصیحت کا معنی ہوگا خلوص کے ساتھ دوسروں کے معاملات کو سنوارنا اور ان کی اصلاح کرنا۔

فائدہ :...... (ا) اللہ تعالیٰ کے لیے نصیحت کا معنی ہے، اللہ تعالیٰ کی ذات اور اس کی تمام صفات کو بلا تشبیہ وتمثیل ماننا۔ اس کے احکام کی پیروی کرنا، اس کی بندگی میں کسی کو شریک نہ ٹھہرانا، اس کی شان کے منافی کوئی چیز اس کی طرف منسوب نہ کرنا، اور اس کی عبادت وبندگی کی دوسروں کو دعوت دینا، اور یہ تمام کام انتہائی خلوص اور سچائی کے ساتھ سرانجام دینا۔

(ب) اللہ کی کتاب کے لیے نصیحت یہ ہے کہ اس کو اللہ تعالیٰ کا کلام مانا جائے، جو بے مثل ہے اور اللہ کی صفت ہے اس کی تعظیم وتکریم کرنا، اس کی تلاوت کرنا، اس پر تدبر وتفکر کرنا اور اس کے احکام وہدایات کے سامنے سر تسلیم خم کرنا اس کی نشر واشاعت اور تبلیغ کے لیے کوشاں رہنا، اس کے خلاف شکوک وشبہات پھیلانے والوں کے اعتراضات کا رد کرنا۔

(ج) اس کے رسول کے لیے نصیحت یہ ہے کہ اس کی رسالت پر ایمان لانا، اس سے محبت وعقیدت رکھنا اور اس کی اتباع واطاعت کرنا اور اس کی حمایت ودفاع کے لیے کمربستہ رہنا، آپ کے دوستوں سے محبت اور آپ کے دشمنوں سے عداوت رکھنا اور آپ کے لائے ہوئے دین کی نشر واشاعت اور تبلیغ کرنا۔

(د) مسلمان حکمرانوں کے لیے نصیحت یہ ہے کہ نیک اور صحیح کاموں میں ان کی اطاعت کرنا، ان سے توقیر وتعظیم کے ساتھ پیش آنا، بلاوجہ ان کی مخالفت نہ کرنا اور ان کے خلاف علم بغاوت بلند نہ کرنا، اگر اس سے مراد ائمہ دین ہوں تو اس سے مراد ہوگا ان کی تکریم واحترام کرنا، ان کے بارے میں اچھے جذبات رکھنا، قرآن وسنت کے مطابق، ان کی ہدایات وتعلیمات پر عمل پیرا ہونا، ان کے علم وفضل سے فائدہ اٹھانا، لیکن اس سے ان کی تقلید کرنا مراد نہیں ہے، کیونکہ ''لَا طَاعَةَ لِمَخْلُوْقٍ فِیْ مَعْصِيَةِ الخَالِقِ'' کا قانون واصول صرف ائمہ سیاست کے لیے نہیں ہے، ائمہ دین بھی اس میں داخل ہیں، اور کسی امام کے بارے میں بھی معصوم ہونے کا دعویٰ نہیں کیا جاسکتا۔ اس لیے ان کی ہر بات آنکھیں بند کر کے تسلیم نہیں کی جاسکتی، یہ مقام ومرتبہ تو صرف پیغمبر کو حاصل ہے کہ اس کی ہر بات ماننا اور اس کے مطابق عمل کرنا، ایمان کی جان ہے، اس کے بغیر انسان، ایماندار نہیں ہوسکتا۔

(س) مسلمان عوام کی نصیحت یہ ہے کہ ان کے ساتھ خیر خواہی وہمدردی سے پیش آیا جائے، ان کے جان ومال اور عزت وناموس کی حفاظت کی جائے، ان کے دکھ سکھ میں ان کے شریک ہوا جائے، دل میں ان کے خلاف حسد

وکینہ اور نفرت وغصہ نہ رکھا جائے، ان کے عیوب کو چھپایا جائے انہیں دین ودنیا کی بھلائی کی باتوں کی تلقین کی جائے۔

[197] ٩٦-(. . .) حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ حَدَّثَنَا ابْنُ مَهْدِيٍّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ سُهَيْلِ بْنِ أَبِي صَالِحٍ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَزِيدَ اللَّيْثِيِّ عَنْ تَمِيمٍ الدَّارِيِّ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ بِمِثْلِهِ

[197] سفیان ثوری نے سہیل بن ابن صالح سے، انھوں نے عطاء بن یزید لیثی سے، انھوں نے حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ سے اور انھوں نے رسول اللہ ﷺ سے سابقہ حدیث کی مانند روایت کی۔

[198] ٩٦-(. . .) وَحَدَّثَنِي أُمَيَّةُ بْنُ بِسْطَامٍ حَدَّثَنَا يَزِيدُ يَعْنِي ابْنَ زُرَيْعٍ حَدَّثَنَا رَوْحٌ وَهُوَ ابْنُ الْقَاسِمِ حَدَّثَنَا سُهَيْلٌ

عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَزِيدَ سَمِعَهُ وَهُوَ يُحَدِّثُ أَبَا صَالِحٍ عَنْ تَمِيمٍ الدَّارِيِّ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ بِمِثْلِهِ

[198]۔ امام صاحب ایک اور سند سے مذکورہ بالا روایت نقل کرتے ہیں۔

[199] ٩٧-(٥٦) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ نُمَيْرٍ وَأَبُو أُسَامَةَ عَنْ إِسْمٰعِيلَ بْنِ أَبِي خَالِدٍ عَنْ قَيْسٍ

عَنْ جَرِيرٍ قَالَ بَايَعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ عَلٰى إِقَامِ الصَّلٰوةِ وَإِيتَاءِ الزَّكٰوةِ وَالنُّصْحِ لِكُلِّ مُسْلِمٍ

[199]۔ حضرت جریر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے نماز قائم کرنے زکاۃ ادا کرنے اور ہر مسلمان کے ساتھ خیر خواہی کرنے پر بیعت کی۔

[200] ٩٨-(. . .) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَابْنُ نُمَيْرٍ قَالُوا حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ زِيَادِ بْنِ عِلَاقَةَ سَمِعَ

عَنْ جَرِيرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ يَقُولُ بَايَعْتُ النَّبِيَّ ﷺ عَلَى النُّصْحِ لِكُلِّ مُسْلِمٍ

---

[197] تقدم تخريجه في الحديث السابق (١٩٤)

[198] تقدم تخريجه في الحديث قبل السابق (١٩٤)

[199] اخرجه البخارى فى ((صحيحه)) فى الايمان، باب: قول النبى ﷺ: ((الدين النصيحة: لله ولرسوله ولائمة المسلمين ...... برقم (٥٧) وفى ((المواقيت))، باب البيعة على اقامة الصلاة برقم (٥٠١) وفى الزكاة، باب: البيعة على ايتاء الزكاة برقم (١٣٣٦)۔ وفى ((البيوع)) باب: هل يبيع حاضر لباد بغير أجر وهل يعينه او ينصحه برقم (٢٠٤٩) وفى الشروط من باب: ما يجوز فى الشروط فى الاسلام، والاحكام والمبايعة برقم (٢٥٦٦) والترمذى فى ((جامعه)) فى ((البر والصلة))

[200] اخرجه البخارى فى ((صحيحه)) فى الايمان، باب: قول النبى ﷺ: ((الدين باب: ماجاء فى النصيحة وقال: حديث صحيح برقم (١٩٢٥) انظر ((التحفة)) برقم (٣٢٢٦) ←

[200] ۔حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہر مسلمان کی خیر خواہی پر بیعت کی۔

[201] ۹۹۔(. . .) حَدَّثَنَا سُرَيْجُ بْنُ يُونُسَ وَيَعْقُوبُ الدَّوْرَقِيُّ قَالَا حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ عَنْ سَيَّارٍ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنْ جَرِيرٍ قَالَ بَايَعْتُ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم عَلَى السَّمْعِ وَالطَّاعَةِ فَلَقَّنَنِي فِيمَا اسْتَطَعْتَ وَالنُّصْحِ لِكُلِّ مُسْلِمٍ قَالَ يَعْقُوبُ فِي رِوَايَتِهِ قَالَ حَدَّثَنَا سَيَّارٌ۔

[201] ۔حضرت جریر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے، بات سننے اور ماننے پر بیعت کی تو آپ نے مجھے تلقین کی کہ جہاں تک تیرے بس میں ہو اور ہر مسلمان کی خیر خواہی کی بیعت کی۔

فائدہ:...... دین اسلام، انسان کو اس کی وسعت اور مقدرت کے مطابق اعمال کا مکلف ٹھہراتا ہے، فرمان باری تعالیٰ ہے: ﴿لَا يُكَلِّفُ اللَّهُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا﴾ اللہ تعالیٰ کسی کو اس کی وسعت سے زائد مکلف نہیں ٹھہراتا، اس لیے جب جریر رضی اللہ عنہ نے عمومی سمع اور اطاعت کی بات کی، تو آپ نے کمال شفقت سے کام لیتے ہوئے لقمہ دیا کہ یوں کہا اور کہہ کہ جہاں تک مجھ سے ہو سکے گا، سنوں گا اور عمل کروں گا۔

۲۴...... بَاب بَيَانِ نُقْصَانِ الْإِيمَانِ بِالْمَعَاصِي وَنَفْيِهِ عَنِ الْمُتَلَبِّسِ بِالْمَعْصِيَةِ عَلَى إِرَادَةِ نَفْيِ كَمَالِهِ

باب ۲۴: اس بات کی وضاحت کہ گناہوں سے ایمان کا کم ہونا اور گناہوں کے مرتکب سے ایمان کی نفی اس معنی میں کرنا کہ اس کا ایمان کامل نہیں ہے

[202] ۱۰۰۔(۵۷) حَدَّثَنِي حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عِمْرَانَ التُّجِيبِيُّ أَنْبَأَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا سَلَمَةَ بْنَ عَبْدِ الرَّحْمَنِ وَسَعِيدَ بْنَ الْمُسَيَّبِ يَقُولَانِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ ((لَا يَزْنِي الزَّانِي حِينَ يَزْنِي وَهُوَ مُؤْمِنٌ وَلَا يَسْرِقُ السَّارِقُ حِينَ يَسْرِقُ وَهُوَ مُؤْمِنٌ وَلَا يَشْرَبُ الْخَمْرَ حِينَ يَشْرَبُهَا وَهُوَ مُؤْمِنٌ)) قَالَ ابْنُ

← النصيحة: لله والرسوله ...... برقم (٥٨) وفى كتاب الشروط، باب: ما يجوز من الشروط فى الاسلام والاحكام والمبايعة برم (٢٥٦٥) والنسائى فى ((المجتبى)) ٧/ ١٤٠ فى البيعة، باب: البيعة على النصح لكل مسلم۔ انظر ((التحفة)) برقم (٣٢١٠)

[201] اخرجه البخارى فى ((صحيحة)) فى الاحكام، باب: كيف يبايع الامام الناس برقم (٦٧٧٨) والنسائى فى ((المجتبى)) ٧/ ١٥٢ فى البيعة، باب: البيعة فيما يستطيع الانسان برقم (٤٢٠٠) انظر ((التحفة)) برقم (٣٢١٦)

[202] اخرجه البخارى فى ((صحيحه)) فى الاشربة برقم (٥٢٥٦) كذا فى التحفة برقم (١٣٣٢٩) (١٥٣٢٠)

شِهَابٍ فَأَخْبَرَنِي عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ أَبِي بَكْرِ بْنِ عَبْدِالرَّحْمٰنِ أَنَّ أَبَا بَكْرٍ كَانَ يُحَدِّثُهُمْ هٰؤُلَاءِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ ثُمَّ يَقُوْلُ وَكَانَ أَبُو هُرَيْرَةَ يَلْحَقُ مَعَهُنَّ ((وَلَا يَنْتَهِبُ نُهْبَةً ذَاتَ شَرَفٍ يَرْفَعُ النَّاسُ إِلَيْهِ فِيهَا أَبْصَارَهُمْ حِينَ يَنْتَهِبُهَا وَهُوَ مُؤْمِنٌ))

[202] ۔حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: زانی جب زنا کر رہا ہوتا ہے تو وہ مومن نہیں ہوتا۔ اور چور جب چوری کر رہا ہوتا ہے تو وہ مومن نہیں ہوتا اور نہ شراب پیتے وقت (شرابی) مومن ہوتا ہے۔ اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ مذکورہ بالا باتوں کے بعد ان کے ساتھ یہ بات بھی ملاتے، نہ (لوٹنے والا) کس بڑی قدر ومنزلت والی چیز کو جس کی طرف لوگ نظر اٹھاتے ہیں، لوٹتے وقت مومن ہوتا ہے۔

مفردات الحدیث

❶ يَنْتَهِبُ نهبة: چھینتا ہے، برسر عام لوٹتا ہے۔ ❷ ذات شرف: مرتبہ ومقام والی چیز بڑی قدر ومنزلت والی۔ ❸ ابصار، بصر کی جمع ہے، نظر، آنکھ۔

فائدہ :...... گناہ کبیرہ کے ارتکاب کے وقت انسان، ایمان کی روشنی ونور اور ایمانی بصیرت وفراست سے محروم ہوتا ہے، گویا اس کا ایمان، کامل نہیں ہوتا (جیسا کہ امام نووی رحمہ اللہ نے ترجمۃ الباب میں اس کی طرف اشارہ کیا ہے) کیونکہ بعض دفعہ کسی شے کی نفی سے مقصد اس کے کمال کی نفی ہوتی ہے، جیسا کہ کہتے ہیں، علم وہی ہے جو فائدہ دے، مال نہیں مگر اونٹ، زندگی نہیں مگر آخرت کی زندگی کمال۔

[203] ۱۰۱ ۔(. . .)وَحَدَّثَنِي عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ شُعَيْبِ بْنِ اللَّيْثِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ جَدِّي قَالَ حَدَّثَنِي عُقَيْلُ بْنُ خَالِدٍ قَالَ: قَالَ ابْنُ شِهَابٍ أَخْبَرَنِي أَبُو بَكْرِ بْنُ عَبْدِالرَّحْمٰنِ بْنِ الْحَارِثِ بْنِ هِشَامٍ

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّهُ قَالَ إِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ لَا يَزْنِي الزَّانِي وَاقْتَصَّ الْحَدِيثَ بِمِثْلِهِ يَذْكُرُ مَعَ ذِكْرِ النُّهْبَةِ وَلَمْ يَذْكُرْ ذَاتَ شَرَفٍ قَالَ ابْنُ شِهَابٍ حَدَّثَنِي سَعِيدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ وَأَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِالرَّحْمٰنِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم بِمِثْلِ حَدِيثِ أَبِي بَكْرٍ هٰذَا إِلَّا النُّهْبَةَ

[203] ۔حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''زانی زنا نہیں کرتا۔'' اوپر والی حدیث

[203] اخرجه البخاری فی ((صحیحه)) فی المظالم، باب: النهی بغیر اذن صاحبه برقم (۲۳۴۳) وفی الحدود، باب: ما یحذر من الحدود: الزنا وشرب الخمر برقم (۶۳۹۰) وابن ماجه فی ((سننه)) فی الفتن، باب: النهی عن النهی برقم (۳۹۳۶) انظر ((التحفة)) برقم (۱۳۲۰۹ و ۱۴۸۶۳ و ۱۵۲۱۸)

بیان کی اس میں لوٹ کے ذکر کے ساتھ ''ذات شرف'' کی قید نہیں ہے۔ امام صاحب ایک اور استاد سے مذکورہ بالا روایت بیان کرتے ہیں۔ اس میں نھبة کا ذکر نہیں

[204] ۱۰۲۔(. . .)وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ مِهْرَانَ الرَّازِيُّ قَالَ أَخْبَرَنِي عِيسَى بْنُ يُونُسَ حَدَّثَنَا الْأَوْزَاعِيُّ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنِ ابْنِ الْمُسَيَّبِ وَأَبِي سَلَمَةَ وَأَبِي بَكْرِ بْنِ عَبْدِالرَّحْمٰنِ بْنِ الْحَارِثِ بْنِ هِشَامٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ بِمِثْلِ حَدِيثِ عُقَيْلٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ أَبِي بَكْرِ بْنِ عَبْدِالرَّحْمٰنِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ وَذَكَرَ النُّهْبَةَ وَلَمْ يَقُلْ ذَاتَ شَرَفٍ

[204] ۔امام صاحب اور ایک سند سے مذکورہ بالا روایت نقل کرتے ہیں جس میں لوٹ کا تذکرہ موجود ہے، لیکن قدر و منزلت یا شان والی کی قید نہیں ہے۔

[205] ۱۰۳۔(. . .)وَحَدَّثَنِي حَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ الْحُلْوَانِيُّ حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ الْمُطَّلِبِ عَنْ صَفْوَانَ بْنِ سُلَيْمٍ عَنْ عَطَآءِ بْنِ يَسَارٍ مَوْلٰى

وَحَدَّثَنِي حَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ الْحُلْوَانِيُّ حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ الْمُطَّلِبِ عَنْ صَفْوَانَ بْنِ سُلَيْمٍ عَنْ عَطَآءِ بْنِ يَسَارٍ مَوْلٰى مَيْمُونَةَ وَحُمَيْدِ بْنِ عَبْدِالرَّحْمٰنِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ

[205] ۔امام صاحب یہی روایت ایک اور سند سے بیان کرتے ہیں۔

[206] (. . .)وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُالْعَزِيزِ يَعْنِي الدَّرَاوَرْدِيَّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ

[206] امام صاحب مذکورہ روایت ایک اور سند سے بیان کرتے ہیں۔

[207] (. . .)وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ: أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ: أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنْ هَمَّامِ ابْنِ مُنَبِّهٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ كُلُّ هٰؤُلَاءِ بِمِثْلِ حَدِيثِ الزُّهْرِيِّ غَيْرَ أَنَّ الْعَلَاءَ وَصَفْوَانَ بْنَ سُلَيْمٍ لَيْسَ فِي حَدِيثِهِمَا ((يَرْفَعُ النَّاسُ إِلَيْهِ فِيهَا أَبْصَارَهُمْ وَفِي

[204] انفرد به مسلم۔ انظر ((التحفة)) برقم (١٣١٩١، ١٥٢٠٢)

[205] انفرد به مسلم۔ انظر ((التحفة)) برقم (١٤٧٤٠)

[206] تقدم

[207] انفرد به مسلم۔ انظر ((التحفة)) برقم (١٤٠٥٦)

حَدِيثِ هَمَّامٍ يَرْفَعُ إِلَيْهِ الْمُؤْمِنُونَ أَعْيُنَهُمْ فِيهَا وَهُوَ حِينَ يَنْتَهِبُهَا مُؤْمِنٌ وَزَادَ وَلَا يَغُلُّ أَحَدُكُمْ حِينَ يَغُلُّ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَإِيَّاكُمْ وَإِيَّاكُمْ)).

[207] امام صاحب ایک اور سند سے یہی روایت بیان کرتے ہیں فرق صرف یہ ہے کہ صفوان بن سلیم اور علاء کی روایت میں اس کی قدر ومنزلت کی بنا پر لوگ اس کی طرف اپنی نظریں اٹھائیں گے۔" کا تذکرہ نہیں اور ہمام کی روایت میں ہے مومن اس کی اہمیت کی بنا پر اس کی طرف اپنی نظریں اٹھاتے ہیں کہ وہ لوٹتے وقت مومن ہو۔ اور اتنا اضافہ ہے اور تم میں سے خیانت کرنے والا خیانت کرتے وقت مومن نہیں ہوتا اور تم ان تمام کاموں سے، بچو، بچو۔"

[208] ۱۰۴-(. . .)حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عَدِيٍّ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ سُلَيْمَانَ عَنْ ذَكْوَانَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ ((لَا يَزْنِي الزَّانِي حِينَ يَزْنِي وَهُوَ مُؤْمِنٌ وَلَا السَّارِقُ حِينَ يَسْرِقُ وَهُوَ مُؤْمِنٌ وَلَا يَشْرَبُ الْخَمْرَ حِينَ يَشْرَبُهَا وَهُوَ مُؤْمِنٌ وَالتَّوْبَةُ مَعْرُوضَةٌ بَعْدُ)).

[208] ۔حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: "زانی زنا کی حالت میں مومن نہیں ہوتا، چور چوری کرتے وقت مومن نہیں ہوتا، شرابی، شراب پیتے وقت مومن نہیں ہوتا اس کے باوجود ان کو توبہ کا موقع حاصل ہوتا ہے۔"

فائدہ:......زنا سے ان تمام کاموں کی طرف اشارہ ہے، جو جنسی خواہش کے نتیجہ میں سرزد ہوتے ہیں شراب سے ان تمام گناہوں سے تنبیہ کی ہے، جو انسان کو یاد الٰہی سے غافل کرتے ہیں، جن کی بنا پر حقوق اللہ پامال ہوتے ہیں، لوٹ مار ان تمام گناہوں کی نمائندہ ہے، جن میں اللہ تعالیٰ کے بندوں پر ظلم وستم ڈھایا جاتا ہے اور مال ودولت کو ناجائز ذرائع سے جمع کیا جاتا ہے۔لیکن جان کنی سے پہلے پہلے تمام گناہوں کی توبہ، قبول ہوتی ہے اور توبہ کے تین رکن ہیں: (۱) گناہ سے رک جائے۔ (۲) گناہ کے کرنے پر شرمندہ ہو اور (۳) دل میں عہد کرے آئندہ اس کا مرتکب نہ ہوگا۔ اگر نفس کے غلبہ اور شیطان کے بہکانے کی وجہ سے دوبارہ، سہ بارہ اس گناہ کا مرتکب ہو جائے تو پھر بھی توبہ کا دروازہ بند نہیں ہوگا۔ (شرح صحيح مسلم: ۱/ ۵۶)

[209] ۱۰۵-(. . .)حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ ذَكْوَانَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَفَعَهُ قَالَ ((لَا يَزْنِي الزَّانِي)) ثُمَّ ذَكَرَ بِمِثْلِ حَدِيثِ شُعْبَةَ

[208] اخرجه البخاری فی ((صحيحه)) فی المحاربين، باب: اثم الزكاة برقم (٦٤٢٥) والنسائی فی ((المجتبى)) ٨/ ٦٥ فی قطع السارق باب: تعظيم السرقة۔ انظر ((التحفة)) برقم (١٢٣٩٥)

[209] انفرد به مسلم۔ انظر ((التحفة)) برقم (١٢٣٨٣)

[209] ۔حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: ''زانی زنا نہیں کرتا'' آگے مذکورہ بالا روایت ہے۔

فائدہ :...... اگر کوئی مسلمان اللہ تعالیٰ کی حرام کردہ چیزوں کو علماء کی باتیں کہہ کر اور حلال سمجھ کر ان کا برسر عام ارتکاب کرتا ہے یا ان محرمات کو معمولی سمجھتا ہے اور کوئی اہمیت نہیں دیتا، تو پھر ایسے انسان کا ایمان خطرہ کی زد میں ہے، وہ ان گناہوں کی نحوست کی بنا پر ایمان سے محروم ہوسکتا ہے۔ (اعاذنا اللہ منہ)

٢٥...... بَاب: خِصَالِ الْمُنَافِقِ

باب ٢٥ : باب منافق کی خصلتیں

[210] ١٠٦۔(٥٨) حَدَّثَنَا أَبُوبَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُاللهِ بْنُ نُمَيْرٍ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ ح وَحَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مُرَّةَ عَنْ مَسْرُوقٍ

عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ ((أَرْبَعٌ مَّنْ كُنَّ فِيهِ كَانَ مُنَافِقًا خَالِصًا وَمَنْ كَانَتْ فِيهِ خُلَّةٌ مِنْهُنَّ كَانَتْ فِيهِ خُلَّةٌ مِّنْ نِفَاقٍ حَتّٰى يَدَعَهَا إِذَا حَدَّثَ كَذَبَ وَإِذَا عَاهَدَ غَدَرَ وَإِذَا وَعَدَ أَخْلَفَ وَإِذَا خَاصَمَ فَجَرَ)) غَيْرَ أَنَّ فِي حَدِيثِ سُفْيَانَ ((وَإِنْ كَانَتْ فِيهِ خَصْلَةٌ مِنْهُنَّ كَانَتْ فِيهِ خَصْلَةٌ مِنَ النِّفَاقِ)).

[210] ۔حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: چار عادتیں ہیں جس میں چاروں ہوں گی وہ پکا منافق ہوگا اور جس میں ان میں سے ایک ہوگی، تو اس میں نفاق کی ایک خصلت ہوگی، یہاں تک کہ اس سے باز آجائے، جب بات کرے تو جھوٹ بولے اور جب عہد کرے تو اس کی خلاف ورزی کرے، جب وعدہ کرے تو اس کو پورا نہ کرے اور جب کسی سے جھگڑے تو حق کو چھوڑ دے۔'' سفیان کی روایت میں خلّۃ کی جگہ خصلة کا لفظ ہے۔

مفردات الحدیث

❶ **خالص**: پکا، بے آمیز۔ ❷ **عَاهَدَ**: عہد و معاہدہ کرتا ہے، پیمان وفا باندھتا ہے۔

[210] اخرجه البخاری فی ((صحيحه)) فی الايمان، باب علامة المنافق برقم (٣٤) وفی المظالم، باب: اذا خاصم فجر برقم (٢٤٢٧) وفی الجزية، باب: اثم من عاهد ثم غدر برقم (٣٠٠٧) وابوداود فی ((سننه)) فی السنة، باب: الدليل على زيادة الايمان ونقصه برقم (٣٦٨٨) والترمذی فی ((جامعه)) فی الايمان، باب: ما جاء فی علامة المنافق و قال: هذا حديث حسن صحيح برقم (٢٦٣٢) انظر ((التحفة)) برقم (٨٩٣١)

❸ غَدَرَ: بدعہدی کرتا ہے، عہد وفا کو توڑتا ہے۔ ❹ فجر: حق سے ہٹ کر غلط اور جھوٹی بات کہتا ہے قصد اور اعتدال سے دور ہو جاتا ہے۔

[211] ۱۰۷۔(۵۹) حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَيُّوبَ وَقُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ وَاللَّفْظُ لِيَحْيَى قَالَا حَدَّثَنَا إِسْمٰعِيلُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ أَخْبَرَنِي أَبُو سُهَيْلٍ نَافِعُ بْنُ مَالِكِ بْنِ أَبِي عَامِرٍ عَنْ أَبِيهِ

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ ((آيَةُ الْمُنَافِقِ ثَلَاثٌ إِذَا حَدَّثَ كَذَبَ وَإِذَا وَعَدَ أَخْلَفَ وَإِذَا اؤْتُمِنَ خَانَ))

[211]۔حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: منافق کی تین نشانیاں ہیں، جب بات کرے جھوٹ بولے، جب وعدہ کرے تو اس کی خلاف ورزی کرے اور جب اس کو کسی امانت کا امین بنایا جائے تو اس میں خیانت کرے۔"

[212] ۱۰۸۔(...) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ إِسْحٰقَ أَخْبَرَنَا ابْنُ أَبِي مَرْيَمَ أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ أَخْبَرَنِي الْعَلَاءُ بْنُ عَبْدِالرَّحْمٰنِ بْنِ يَعْقُوبَ مَوْلَى الْحُرَقَةِ عَنْ أَبِيهِ

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ ((مِنْ عَلَامَاتِ الْمُنَافِقِ ثَلَاثَةٌ إِذَا حَدَّثَ كَذَبَ وَإِذَا وَعَدَ أَخْلَفَ وَإِذَا اؤْتُمِنَ خَانَ))

[212]۔حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "منافق کی علامات میں سے یہ تین بھی ہیں، جب بات کرے جھوٹ بولے، جب وعدہ کرے اس کی خلاف ورزی کرے اور جب امین بنایا جائے تو خیانت کرے۔"

[213] ۱۰۹۔(...) حَدَّثَنَا عُقْبَةُ بْنُ مُكْرَمٍ الْعَمِّيُّ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ قَيْسٍ أَبُو زُكَيْرٍ قَالَ

---

[211] اخرجه البخاری فی ((صحيحه)) فی الايمان، باب: علامة المنافق برقم (۳۳) وفی الشهادات، باب: من امر بانجاز الوعد برقم (۲۵۳۶) وفی الوصايا باب قوله تعالى: [من بعد وصية يوصى بها او دين] برقم (۲۵۹۸) فی باب: قول الله تعالى: ﴿يا ايها الذين آمنوا اتقوا الله وكونوا مع الصادقين﴾ وما ينهى عن الكذب برقم (۵۷۴۴) واخرجه الترمذی فی ((جامعه)) فی الايمان، باب: ما جاء فی علامة المنافق۔ وقال: هذا حديث حسن صحيح برقم (۲۶۳۱) والنسائی فی (المجتبى)) ۸/ ۱۱۷ فی الايمان، باب: علامة المنافق انظر ((تحفة الاشراف)) برقم (۱۴۳۴۱)

[212] انفرد به مسلم۔ انظر ((التحفة)) برقم (۱۴۰۹۱)

[213] اخرجه الترمذی فی ((جامعه)) فی الايمان، باب: ماجاء فی علامة المنافق۔ ولم يذكر ←

حَدَّثَنَا عُقْبَةُ بْنُ مُكْرَمٍ الْعَمِّيُّ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ قَيْسٍ أَبُو زُكَيْرٍ قَالَ سَمِعْتُ الْعَلَاءَ بْنَ عَبْدِالرَّحْمٰنِ يُحَدِّثُ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ وَقَالَ ((آيَةُ الْمُنَافِقِ ثَلَاثٌ وَإِنْ صَامَ وَصَلّٰى وَزَعَمَ أَنَّهُ مُسْلِمٌ))

[213] ۔حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے مذکورہ بالا حدیث بیان کی اور کہا: منافق کی علامات تین ہیں اگرچہ وہ روزہ رکھتا ہو، نماز پڑھتا ہو اور اپنے آپ کو مسلمان سمجھتا ہو۔''

[214] ۱۱۰۔(. . .)وَحَدَّثَنِي أَبُو نَصْرٍ التَّمَّارُ وَعَبْدُ الْأَعْلَى بْنُ حَمَّادٍ قَالَا حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ دَاوُدَ بْنِ أَبِي هِنْدٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ بِمِثْلِ حَدِيثِ يَحْيَى بْنِ مُحَمَّدٍ عَنِ الْعَلَاءِ ذَكَرَ فِيهِ ((وَإِنْ صَامَ وَصَلّٰى وَزَعَمَ أَنَّهُ مُسْلِمٌ))

[214] ۔حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے مذکورہ حدیث بیان کی اور اس میں ہے، اگرچہ وہ روزہ رکھے نماز پڑھے اور اپنے آپ کو مسلمان سمجھتا ہو۔

فوائد :...... ❶ آیۃ المنافق ثلاث ،آیۃ مفرد ہے اور ثلاث جمع ہے، اس طرح افراد جمع میں مطابقت نہیں ہے۔تو اس کا جواب یہ ہے کہ آیۃکا لفظ جنس کے لیے ہے، جس کا اطلاق جمع پر بھی ہوتا ہے، یا ثلاث کو مجموعی اعتبار سے ایک سمجھا گیا ہے۔ ❷ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت میں ''اربع ''چار ہے، اور ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں ''ثلاث'' تین ہے، اگر دونوں روایتوں کو سامنے رکھا جائے تو یہ خصلتیں پانچ بنتی ہیں: (۱) جھوٹ بولنا۔ (۲) عہد کی خلاف ورزی کرنا۔ (۳) وعدہ کو پورا نہ کرنا۔ (۴) جھگڑے میں گالی گلوچ کرنا۔ (۵) اور امانت میں خیانت کرنا۔
اس کا جواب یہ ہے کہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں تین میں حصر مقصود نہیں ہے، اس لیے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی دوسری روایت میں جنہیں علامات کہا گیا ہے وہاں علامات میں سے ہے اور عدد کے اظہار سے مقصود، اس سے زائد کی نفی نہیں ہے۔موقع محل کے بدلنے سے، کہیں ایک صفت کو چھوڑ دیا گیا ہے اور کہیں اس کی جگہ دوسری کا تذکرہ کر دیا گیا ہے یا تین کہنے کی وجہ یہ ہے کہ باقی باتیں، ان کے اندر آ جاتی ہیں، کیونکہ اعمال انسانی کا تعلق تین چیزوں سے ہے۔نیت، قول اور فعل وعدہ کی خلاف ورزی کا تعلق نیت سے ہے کیونکہ وعدہ کی خلاف ورزی اس صورت میں قابل مذمت ہے جب کہ وعدہ کرتے وقت ہی عدم وفا کی نیت ہو۔جیسا کہ ایک حدیث ہے اِذَا وَعَدَ وَهُوَ

←فيه: وان صام وصلى وزعم انه مسلم۔ وقال: هذا حديث حسن غريب من حديث العلاء برقم (٢٦٣١) انظر ((التحفة)) برقم (١٤٠٩٦)

[214] انفرد به مسلم۔ انظر ((التحفة)) برقم (١٤٠٩٦)

یُحَدِّثُ نَفْسَهُ أَنَّهُ یَخْلُفُ کہ وعدہ کرتے وقت ہی دل میں خلاف ورزی کا خیال تھا۔ اگر وعدہ کرتے وقت وفا کی نیت تھی لیکن کسی سبب ورکاوٹ کی بنا پر کوشش کے باوجود وعدہ پورا نہ کر سکا تو یہ نفاق کی علامت نہیں ہوگی۔ اس حدیث کے بارے میں حافظ ابن حجر نے لکھا ہے، لا باس به، اور فائدہ فتح الباری سے ماخوذ ہے۔(فتح الباری: ۱/۱۲۲ دارالسلام) یہ سنن ابی داود، سنن ترمذی کی حدیث کا ترجمہ ہے، حوالہ مذکورہ بالا۔ کذب اور گالی گلوچ کا تعلق قول سے ہے، بدعہدی اور خیانت کا تعلق فعل سے ہے۔ ❸ ان حدیثوں میں "اذا" کا لفظ استعمال ہوا ہے جس کا معنی یہ ہے کہ یہ کام اس کا وطیرہ، رویہ اور پختہ عادت ہیں اور اس کی زندگی کا معمول ہیں، تو پھر یہ عادات وخصائل منافقانہ ہیں، اور اگر کبھی کبھار سرزد ہوں تو پھر یہ نفاق کی علامت یا نشانی نہیں ہیں، حدیث کا مقصد یہ ہے کہ یہ اوصاف وخصائل مومن کے شایان شان نہیں ہیں، یہ تو ان لوگوں کی عادات ہیں، جن کا ایمان پختہ نہیں ہے۔ ❹ نفاق کی دو قسمیں ہیں: (۱) ایک کا تعلق ایمان وعقیدہ سے ہے جو کفر کی بدترین صورت ہے کہ إِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ فِي الدَّرْكِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ کہ منافق دوزخ کے سب سے سنگین، نچلے طبقہ میں ہوں گے۔(۲) دوسری قسم کا تعلق، عمل وکردار سے ہے کہ کسی شخص کی سیرت وعمل منافقوں جیسا ہو، اس کا تعلق ایمان وعقیدہ سے نہیں ہے مذکورہ چیزوں کا تعلق انسان کی سیرت وکردار سے ہے، اس طرح یہ نفاق عملی ہوگا اور ایک مسلمان کے لیے جس طرح یہ ضروری ہے کہ وہ کفر وشرک اور اعتقادی نفاق کی نجاست وآلودگی سے بچے، اسی طرح یہ بھی ضروری ہے کہ منافقانہ اعمال واخلاق کی گندگی سے بھی اپنے آپ کو محفوظ رکھے۔

۲۶...... بَاب بَيَانِ حَالِ إِيمَانِ مَنْ قَالَ لِأَخِيهِ الْمُسْلِمِ يَا كَافِرُ

باب ۲٦: اپنے مسلمان بھائی کو اے کافر! کہنے والے کے ایمان کی حالت

[215] ۱۱۱۔(٦٠) حَدَّثَنَا أَبُوبَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بِشْرٍ وَعَبْدُاللهِ بْنُ نُمَيْرٍ قَالَا حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ عَنْ نَافِعٍ

عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ ((إِذَا اَكْفَرَ الرَّجُلُ أَخَاهُ فَقَدْ بَآءَ بِهَا أَحَدُهُمَا))

[215]۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''جب ایک آدمی اپنے بھائی کو کافر کہتا ہے تو دونوں میں سے ایک اس کا مستحق ہوگا۔''

[216] (. . .) وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى التَّمِيمِيُّ وَيَحْيَى بْنُ أَيُّوبَ وَقُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ وَعَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ جَمِيعًا عَنْ إِسْمٰعِيلَ بْنِ جَعْفَرٍ قَالَ يَحْيَى بْنُ يَحْيَى أَخْبَرَنَا إِسْمٰعِيلُ بْنُ جَعْفَرٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ دِينَارٍ

[215] انفرد به مسلم انظر ((تحفة الاشراف)) برقم (٨٠٠٤ و ٨٠٩٥)

[216] انفرد به مسلم۔ انظر ((التحفة)) برقم (٧١٣٥)

عَنْ ابْنَ عُمَرَ يَقُوْلُ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ ((أَيُّمَا امْرِءٍ قَالَ لِأَخِيهِ يَا كَافِرُ فَقَدْ بَاءَ بِهَا أَحَدُهُمَا إِنْ كَانَ كَمَا قَالَ وَإِلَّا رَجَعَتْ عَلَيْهِ))

[216] حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس شخص نے اپنے بھائی سے کہا: اے کافر! تو کفر دونوں میں سے ایک طرف ضرور پلٹے گا اگر مخاطب واقعی کافر ہے تو ٹھیک ہوگا (ورنہ کہنے والا کافر ہوگا)۔

فائدہ:...... کسی انسان کو اس کی بدعملی یا بداخلاقی کی بنا پر کافر قرار دینا سنگین جرم ہے، انسان کو اپنی زبان پر قابو رکھنا چاہیے، اور بلا دریغ ''کفر کے فتوے'' جاری نہیں کرنے چاہئیں۔ ہاں یہ کہنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے کہ اس کے اعمال کافرانہ یا منافقانہ ہیں یا وہ شرکیہ افعال کا مرتکب ہے کیونکہ ممکن ہے وہ جہالت کی وجہ سے یا غلط فہمی بلکہ بدفہمی کی وجہ سے یا کسی غلط یا صحیح تاویل کی وجہ سے، اخلاص وللّٰہیت کے ساتھ اس عمل کو شرک یا کفر کا باعث نہ سمجھتا ہو۔ لیکن اگر کوئی انسان ضروریات دین کا انکار کرے یا قطعی اور یقینی دلائل سے ثابت، ناجائز کام کو جائز قرار دے اور لوگوں کو بھی اس کی دعوت دے، تو پھر ان الفاظ کی گنجائش نکل سکتی ہے۔ بلاوجہ کسی کی تکفیر کرنے والا، اپنی تکفیر کی زد میں خود ہی آ جاتا ہے اور اپنے آپ کو کافر قرار دے بیٹھتا ہے۔

[217] ١١٢۔(٦١) وَحَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الصَّمَدِ بْنُ عَبْدِ الْوَارِثِ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا حُسَيْنٌ الْمُعَلِّمُ عَنِ ابْنِ بُرَيْدَةَ عَنْ يَحْيَى بْنِ يَعْمَرَ أَنَّ أَبَا الْأَسْوَدِ حَدَّثَهُ

عَنْ أَبِي ذَرٍّ أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ يَقُولُ ((لَيْسَ مِنْ رَجُلٍ ادَّعَى لِغَيْرِ أَبِيهِ وَهُوَ يَعْلَمُهُ إِلَّا كَفَرَ وَمَنِ ادَّعَى مَا لَيْسَ لَهُ فَلَيْسَ مِنَّا وَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ وَمَنْ دَعَا رَجُلًا بِالْكُفْرِ أَوْ قَالَ عَدُوَّ اللّٰهِ وَلَيْسَ كَذٰلِكَ إِلَّا عَادَ عَلَيْهِ))

[217]۔ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اس نے رسول اللہ ﷺ سے یہ سنا: جو شخص دانستہ اپنے باپ کی بجائے کسی اور کا بیٹا ہونے کا دعویٰ کرتا ہے تو اس نے کفر کیا اور جو ایسی چیز کا دعویٰ کرتا ہے، جو اس کی نہیں ہے وہ ہم میں سے نہیں ہے اور وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنا لے اور جو شخص کسی کو کافر کہہ کر پکارتا ہے یا اللہ کا دشمن کہتا ہے حالانکہ وہ ایسا نہیں ہے تو کفر اس کی طرف لوٹ آتا ہے۔''

مفردات الحدیث ❶ ادّعی: دعویٰ کرنا۔ ❷ عَادَ عَلَيْهِ: بَاءَ اور رَجَعَ کے ہم معنی ہے پلٹنا، لوٹنا، پلٹ آتا ہے۔

[217] اخرجه البخاري في ((صحيحه)) في المناقب، باب: نسبة اليمن الى اسماعيل برقم (٣٣١٧) وفي الادب، باب: ما ينهى من السباب واللعن برقم (٥٦٩٨) انظر ((التحفة)) برقم (١١٩٢٩)

فوائد:...... ❶ اپنے حقیقی نسب کا انکار کر کے کسی اور کا بیٹا بننا انتہائی مجرمانہ حرکت ہے اور کوئی مسلمان اس کو اپنے لیے روا نہیں سمجھ سکتا، اگر کوئی بدبخت مسلمان ایسا ہے جو اس کو صحیح اور جائز کام قرار دیتا ہے تو کسی بدیہی ناجائز چیز کو حلال اور جائز قرار دینا واقعی کفر ہے اور یہ کفران کفر ہوگا جو مخرج عن اللہ نہیں ہے اور اس کام کو کفر قرار دیا جائے گا، اگر کسی تاویل اور ضرورت کے تحت ایسا کرتا ہے تو یہ کفران نعمت ہوگا۔ جیسا کہ آپ نے عورتوں کے بارے میں فرمایا ہے: "یَکْفُرْنَ الْعَشِیْرَ" وہ خاوند کی ناشکری اور احسان فراموش ہیں۔ اسی طرح یہ انسان اللہ اور باپ کے حق کا نمک حرام ہے۔ ❷ اگر کوئی دانستہ طور پر کسی ایسی چیز کے اپنی ہونے کا دعویٰ کرتا ہے جو اس کی نہیں ہے تو یہ ایک جھوٹ ہے اور دوسرے کے مال پر غاصبانہ قبضہ ہے جو کسی صحیح اور کامل مومن کی شان کے منافی ہے، اس لیے آپ نے فرمایا: ''وہ ہم میں سے نہیں۔'' جیسا کہ نوح علیہ السلام کے بیٹے کے بارے میں فرمان باری تعالیٰ ہے: ﴿إِنَّهُ لَيْسَ مِنْ أَهْلِكَ﴾ ''وہ آپ کے اہل میں سے نہیں ہے۔'' یعنی اس کا طور طریقہ اور طرز عمل یا برتاؤ اور معاملہ مسلمانوں والا نہیں ہے اور یہ ایک ایسا قصور اور کھلم کھلا گناہ ہے جس کی سزا جہنم ہے، الا یہ کہ انسان اس سے توبہ کرے یا اللہ تعالیٰ معاف فرما دے۔

٢٧...... بَاب بَيَانِ حَالِ إِيمَانِ مَنْ رَّغِبَ عَنْ أَبِيهِ وَهُوَ يَعْلَمُ

باب ٢٧: اپنے باپ سے دانستہ بے رغبتی کرنے والے کے ایمان کی حالت

[218] ١١٣-(٦٢) حَدَّثَنِي هَارُونُ بْنُ سَعِيدٍ الْأَيْلِيُّ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي عَمْرٌو عَنْ جَعْفَرِ بْنِ رَبِيعَةَ عَنْ عِرَاكِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّهُ سَمِعَ

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ يَقُولُ إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ ((لَا تَرْغَبُوا عَنْ آبَائِكُمْ فَمَنْ رَّغِبَ عَنْ أَبِيهِ فَقَدْ كَفَرَ))

[218]۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اپنے باپوں سے بے رغبتی نہ کرو کیونکہ اپنے باپ سے بے رغبتی، (انحراف) کرنا کفر ہے۔''

[219] ١١٤-(٦٣) حَدَّثَنِي عَمْرٌو النَّاقِدُ حَدَّثَنَا هُشَيْمُ بْنُ بَشِيرٍ أَخْبَرَنَا خَالِدٌ

---

[218] اخرجه البخاری فی ((صحیحه)) فی الفرائض، باب: من ادعی الی غیر ابیه برقم (٦٣٨٦) انظر ((التحفة)) برقم (١٤١٥٤)

[219] اخرجه البخاری فی ((صحیحه)) فی المغازی، باب: غزوة الطائف برقم (٥٣) وفی الفرائض باب: من ادعی الی غیر ابیه برقم (٦٣٨٥) وابو داود فی ((سننه)) فی الادب، باب: فی الرجل ینتمی الی غیر موالیه برقم (٥١١٣) وابن ماجه فی ((سننه)) فی الحدود، باب: من ادعی الی غیر ابیه او تولی غیر موالیه برقم (٢٦١٠)۔ انظر ((التحفة)) برقم (٣٩٠٢)

عَنْ أَبِي عُثْمَانَ قَالَ لَمَّا ادُّعِيَ زِيَادٌ لَقِيتُ أَبَا بَكْرَةَ فَقُلْتُ لَهُ مَا هَذَا الَّذِي صَنَعْتُمْ إِنِّي سَمِعْتُ سَعْدَ بْنَ أَبِي وَقَّاصٍ يَقُولُ سَمِعَ أُذُنَيَّ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ وَهُوَ يَقُولُ ((مَنِ ادَّعَى أَبًا فِي الْإِسْلَامِ غَيْرَ أَبِيهِ يَعْلَمُ أَنَّهُ غَيْرُ أَبِيهِ فَالْجَنَّةُ عَلَيْهِ حَرَامٌ)) فَقَالَ أَبُو بَكْرَةَ وَأَنَا سَمِعْتُهُ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

[219] ۔ابوعثمان بیان کرتے ہیں کہ جب زیاد کی نسبت ابوسفیان کی طرف کی گئی یا (معاویہ رضی اللہ عنہ نے) اس کے بھائی ہونے کا دعویٰ کیا تو میں ابوبکرہ رضی اللہ عنہ کو ملا اور اس سے پوچھا: ''تم نے یہ کیا، کیا؟'' میں نے تو سعد بن ابی وقاص سے سنا: وہ کہہ رہے تھے، میں نے اپنے کانوں سے رسول اللہ ﷺ سے سنا، آپ فرما رہے تھے: ''جس نے اسلام میں اپنے حقیقی باپ کے سوا کسی اور کے باپ ہونے کا یہ جانتے ہوئے دعویٰ کیا کہ وہ میرا باپ نہیں ہے اس کا جنت میں داخلہ نہیں ہے تو ابوبکرہ نے کہا: خود میں نے بھی رسول اللہ ﷺ سے یہی سنا ہے۔

فائدہ:...... اس حدیث میں اس واقعہ کی طرف اشارہ ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے ابوبکرہ رضی اللہ عنہ کے ماں کی طرف سے بھائی زیاد کو اپنا بھائی قرار دیا تھا، دونوں کی ماں سمیہ نامی لونڈی تھی۔

واقعہ کی اصل حقیقت یہ ہے کہ جاہلیت کے دور میں نکاح کی مختلف صورتیں تھیں، جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی بخاری میں روایت ہے، ان میں سے ایک صورت یہ تھی کہ بہت سے لوگ کسی عورت سے تعلقات قائم کرتے اور جب وہ بچہ جنتی تو ان سب کو بلا لیتی اور اپنے بچہ کو ان میں سے کسی ایک کا قرار دے دیتی اور اس کو اس کی بات تسلیم کرنا پڑتی، وہ اس کے باپ ہونے کا انکار نہیں کرسکتا تھا اور وہ اس کا بیٹا تصور ہوتا تھا۔ جاہلیت کے دور میں ابوسفیان کسی کام سے طائف گئے، وہاں سمیہ سے تعلقات قائم کیے، جب بچہ پیدا ہوا تو سمیہ نے اس کو ابوسفیان کا بیٹا قرار دیا، ابوسفیان کے لیے اس کے اقرار کے سوا کوئی چارہ نہ تھا، اس نے مان لیا چونکہ یہ معاملہ، طائف میں پیش آیا تھا اس لیے اس کا عام چرچا نہ ہوا تھا، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے چند لوگوں کی گواہی پر اس نسب کو تسلیم کرلیا، کیونکہ اسلام کے بعد، جاہلیت کے نسبوں کا انکار نہیں ہوا تھا لیکن چونکہ اس چیز کی شہرت عام نہ تھی، اس لئے بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اس پر اعتراض تھا جبکہ شرعی طور پر اس میں کوئی قابل اعتراض بات نہیں ہے، کیونکہ یہ جاہلیت کے دور کی بات ہے، جس میں اس نسب کو صحیح تسلیم کیا جاتا تھا۔

جاہلیت کے دور میں لوگ خود اپنی لونڈی سے یہ کسب کراتے تھے جیسا کہ سورۂ نور میں ہے، اس لیے اس پر اسلام کا اصول نافذ نہیں ہوگا کیونکہ واقعہ پہلے کا ہے۔

لیکن تشریح "اَلْوَلَدُ لِلْفِرَاشِ" کے خلاف ہے، کیونکہ اگرچہ ابوسفیان نے زنا کیا تھا مگر بچہ قانونی طور پر اس

لونڈی کے مالک کا بیٹا کہلائے گا۔

محترم حافظ عبدالسلام ﷫ کا اعتراض درست نہیں ہے، جاہلیت کے دور کے نسبوں کو اسلامی اصولوں پر نہیں پرکھا جا سکتا وگرنہ حضرت معاویہ ﷜ کبھی اس حرکت کا ارتکاب نہ کرتے، وہ اسلام کے ہم سے زیادہ شیدائی تھے اس طرح بہت سے نسب مشکوک ہو جائیں گے۔ اور وہ اسلام کے اصول ''للعاہر'' سے ناواقف نہ تھے، امام ابوبکر ابن العربی مالکی نے "العواصم من القواصم" ص ۲۳۵، پر حضرت معاویہ ﷜ کے فعل کو صحیح قرار دیا ہے، تفصیلی بحث کے لیے دیکھیے سیدنا معاویہ ﷜ شخصیت و کردار: ۲/۶۴ تا ۷۲، از حکیم محمود احمد ظفر سیالکوٹی۔

[220] ۱۱۵۔(...)حَدَّثَنَا أَبُوبَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ زَكَرِيَّاءَ بْنِ أَبِي زَائِدَةَ وَأَبُو مُعَاوِيَةَ عَنْ عَاصِمٍ عَنْ أَبِي عُثْمَانَ

عَنْ سَعْدٍ وَأَبِي بَكْرَةَ كِلاهُمَا يَقُولُ سَمِعَتْهُ أُذُنَايَ وَوَعَاهُ قَلْبِي مُحَمَّدًا ﷺ يَقُولُ ((مَنِ ادَّعَى إِلَى غَيْرِ أَبِيهِ وَهُوَ يَعْلَمُ أَنَّهُ غَيْرُ أَبِيهِ فَالْجَنَّةُ عَلَيْهِ حَرَامٌ))

[220]۔ حضرت سعد اور ابوبکرہ ﷠ دونوں نے کہا، یہ بات میرے دونوں کانوں نے سنی اور میرے دل نے یاد رکھی، محمد ﷺ نے فرمایا: ''جس نے اپنے باپ کے سوا کسی اور کے بارے میں باپ ہونے کا دعویٰ کیا حالانکہ وہ جانتا ہے کہ وہ اس کا باپ نہیں ہے، ایسے انسان کے لیے جنت حرام ہے۔''

۲۸...... بَاب بَيَانِ قَوْلِ النَّبِيِّ ﷺ سِبَابُ الْمُسْلِمِ فُسُوقٌ وَقِتَالُهُ كُفْرٌ

باب ۲۸: حضور اکرم ﷺ کے اس فرمان کا بیان کہ مسلمان کو برا بھلا کہنا فسق اور اس سے قتال کرنا کفر ہے

[221] ۱۱۶۔(۶۴)حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَكَّارِ بْنِ الرَّيَّانِ وَعَوْنُ بْنُ سَلَّامٍ قَالَا حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ طَلْحَةَ ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ مَهْدِيٍّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ كُلُّهُمْ عَنْ زُبَيْدٍ عَنْ أَبِي وَائِلٍ

[220] تقدم تخريجه في الحديث السابق برقم (۲۱۶)

[221] اخرجه البخاري في ((صحيحه)) في الايمان، باب: خوف المؤمن من ان يحبط عمله وهو لا يشعر برقم (۴۸) وفي الادب برقم (۵۶۹۷) والترمذي في ((جامعه)) في الايمان، باب: ما جاء في سباب المؤمن فسوق برقم (۲۶۳۵) وفي البر والصلة، باب: ما جاء في الشتم

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُودٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ ((سِبَابُ الْمُسْلِمِ فُسُوقٌ وَقِتَالُهُ كُفْرٌ)) قَالَ زُبَيْدٌ فَقُلْتُ لِأَبِي وَائِلٍ أَنْتَ سَمِعْتَهُ مِنْ عَبْدِ اللّٰهِ يَرْوِيهِ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ قَالَ نَعَمْ وَلَيْسَ فِي حَدِيثِ شُعْبَةَ قَوْلُ زُبَيْدٍ لِأَبِي وَائِلٍ

[221] ۔حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''مسلمان کو گالی دینا فسق ہے اور اس سے لڑنا کفر ہے۔'' زبید کہتے ہیں: میں نے ابو وائل سے پوچھا: کیا تو نے یہ روایت عبداللہ بن مسعود کو رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہوئے سنا ہے؟ تو اس نے کہا، ہاں، شعبہ کی روایت میں زبید کے ابو وائل سے پوچھنے کا ذکر نہیں ہے۔

مفردات الحدیث ❶ **سباب: گالی گلوچ کرنا، کسی کی عزت وناموس پر عیب گیری کرنا۔ ❷ الفسق: نکلنا، خراج کرنا یعنی حق وصواب کو چھوڑ دینا، نافرمانی کرنا۔**

[222] ۱۱۷۔(. . .)حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَابْنُ الْمُثَنّٰى عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ جَعْفَرٍ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ مَنْصُورٍ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا عَفَّانُ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنِ الْأَعْمَشِ كِلَاهُمَا عَنْ أَبِي وَائِلٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ بِمِثْلِهِ

[222] ۔منصور اور اعمش دونوں ابو وائل سے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی نبی اکرم ﷺ سے مذکورہ بالا روایت بیان کرتے ہیں۔

فائدہ:...... **ایک مسلمان کو ناحق برا بھلا کہنا اور اس پر عیب لگانا، اسلام کے اصول وضوابط اور اسلامی معاشرت کے تقاضوں سے خروج ہے، اسلام تو باہمی پیار ومحبت، اخوت اور بھائی چارے کا درس دیتا ہے۔**
مسلمان سے لڑائی کرنا مسلمانوں کے ایک دوسرے پر جو حقوق ہیں ان کا انکار کرنا ہے جو نعمت اسلام کی ناقدری وناشکری ہے، اسلام تو مسلمانوں کو ایک دوسرے کی عزت وناموس اور جان ومال کی حفاظت کی تلقین کرتا ہے اور ان کو جسد واحد کی طرح قرار دیتا ہے، اور یہ قتل کے درپے ہے۔

← وقال: هذا حديث حسن صحيح برقم (١٩٨٣) والنسائى فى ((المجتبى)) ٧/ ١٢٢ فى التحريم، باب: قتال المسلم۔ انظر ((التحفة)) برقم (٩٢٤٣) و (٩٢٩٩)

[222] اخرجه البخارى فى ((صحيحه)) فى الفتن، باب: قول النبى ﷺ: ((لا ترجعوا بعدى كفارا يضرب بعضكم رقاب بعض)) برقم (٦٦٦٥) والنسائى فى ((المجتبى)) ٧/ ١٢٧۔١٢٨ فى التحريم، باب: تحريم القتل۔ وابن ماجه فى ((سننه)) فى المقدمة، باب: الايمان برقم (٦٩) انظر ((التحفة)) برقم (٩٢٥١)

۲۹...... بَابُ: بَيَانِ مَعْنٰى قَوْلِ النَّبِيِّ ﷺ "لَا تَرْجِعُوا بَعْدِي كُفَّارًا يَضْرِبُ بَعْضُكُمْ رِقَابَ بَعْضٍ"

باب ۲۹: نبی اکرم ﷺ کے فرمان میرے بعد ایک دوسرے کی گردن مار کر کافر نہ بن جانا کا مفہوم

[223] ۱۱۸ـ(۶۵)حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَمُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى وَابْنُ بَشَّارٍ جَمِيعًا عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ جَعْفَرٍ عَنْ شُعْبَةَ ح وَحَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُعَاذٍ وَاللَّفْظُ لَهُ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَلِيِّ بْنِ مُدْرِكٍ سَمِعَ أَبَا زُرْعَةَ يُحَدِّثُ

عَنْ جَرِيرٍ أَنَّهُ قَالَ قَالَ لِيَ النَّبِيُّ ﷺ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ ((اسْتَنْصِتِ النَّاسَ ثُمَّ قَالَ لَا تَرْجِعُوا بَعْدِي كُفَّارًا يَضْرِبُ بَعْضُكُمْ رِقَابَ بَعْضٍ))

[223] ـ حضرت جریر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مجھے نبی اکرم ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقع پر فرمایا: لوگوں کو چپ کرواؤ، پھر فرمایا: ''میرے بعد کافر نہ بن جانا کہ ایک دوسرے کی گردنیں مارنے لگو۔''

مفردات الحدیث ✲ حجۃ الوداع کے خطبہ جس میں نبی اکرم ﷺ نے لوگوں کو دین کے بنیادی امور کی تلقین کی اور غیر حاضروں تک پہنچانے کی تاکید کی اور یہ فرما کر "لعلی لا اراکم بعد عامی هذا" شاید میں تمہیں اس سال کے بعد دیکھ نہ سکوں۔ الوداع کہا۔ حجة کی حاء پر زبر اور زیر دونوں درست ہیں۔ یہ آپ کا آخری حج تھا، اس کے جلد بعد آپ دنیا سے تشریف لے گئے۔ اِسْتَنْصِتْ: لوگوں کو کہو، خاموش ہو جاؤ، انہیں چپ کرواؤ۔ کفار: کافر کی جمع ہے۔

[224] ۱۱۹ـ(. . .)وَحَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُعَاذٍ قَالَ حَدَّثَنَا قَالَ أَبِي حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ وَاقِدِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ أَبِيهِ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ بِمِثْلِهِ

[224] ـ امام صاحب نے ایک اور سند سے مذکورہ بالا روایت بیان کی ہے۔

---

[223] اخرجه البخاری فی ((صحیحه)) فی العلم، باب: الانصاف للعلماء برقم (۱۲۱) وفی المغازی، باب: حجة الوداع برقم (٤١٤٣) وفی الدیات، باب: قول الله تعالی: ﴿ومن احیاها﴾ برقم (٦٤٧٥) وفی الفتن، باب قول النبی ﷺ: ((لا ترجعوا بعدی کفارا یضرب بعضکم رقاب بعض)) برقم (٦٦٦٩) والنسائی فی ((المجتبی)) ۷/ ۱۲۸ فی التحریم، باب تحریم القتل۔ وابن ماجه فی ((سننه)) فی الفتن، باب: ((لا ترجعوا بعدی کفارا یضرب بعضکم رقاب بعض)) برقم (۳۹٤۲) انظر ((التحفة)) برقم (۳۲۳٦)

[224] اخرجه البخاری فی ((صحیحه)) فی الادب، باب: ما جاء فی قول الرجل: ویلك برقم (٥٨١٤) وفی الحدود، باب: ظهر المؤمن حمی الا فی حد او حق مطولا برقم (٦٤٠٣) وفی الدیات باب: قول الله تعالی: ﴿ومن احیاها﴾ برقم (٦٤٧٤) وفی الفتن، باب قول ←

[225] ۱۲۰ـ(. . .)وَحَدَّثَنِی أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِی شَيْبَةَ وَأَبُوبَكْرِ بْنُ خَلَّادٍ الْبَاهِلِیُّ قَالَا حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ وَاقِدِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ زَيْدٍ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَاهُ يُحَدِّثُ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ أَنَّهُ قَالَ فِی حَجَّةِ الْوَدَاعِ ((وَيْحَكُمْ)) أَوْ قَالَ ((وَيْلَكُمْ لَا تَرْجِعُوا بَعْدِی كُفَّارًا يَضْرِبُ بَعْضُكُمْ رِقَابَ بَعْضٍ))

[225] ۔حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقعہ پر فرمایا: تم پر تعجب وحیرت ہے یا فرمایا تم پر افسوس ہے، میرے بعد کافروں کی طرح ایک دوسرے کی گردنیں نہ مارنا۔

مفردات الحدیث ☆ ویل: تعجب اور دکھ کے لیے استعمال ہے اور ویح رحم وترس کے موقع پر استعمال کرتے ہیں۔

فوائد:...... ❶ مسلمانوں کا ایک دوسرے سے جنگ اور قتال کرنا اور اس کو جائز اور درست قرار دینا، ایک دوسرے کو کافر قرار دینے کے مترادف ہے، اور اس کی نحوست کفر تک پہنچا سکتی ہے۔ ❷ مسلمانوں کا باہمی لڑنا ایک دوسرے کے حقوق کو پامال کرنا ہے، کیونکہ ان میں اخوت ومروت کا تعلق ہے جو ایک دوسرے کے تعاون وتناصر کو ضروری ٹھہراتا ہے۔ ❸ مسلمان مسلمانوں سے لڑائی نہیں کرتا بلکہ مسلمانوں کی لڑائی حربی کافروں سے ہے، اس لیے باہمی لڑائی کافروں کا طریقہ اور رویہ اختیار کرنا ہے اور مسلمانوں کو ان کی مشابہت اور طرز عمل اپنانے سے منع کیا گیا ہے۔

[226] (. . .)حَدَّثَنَا حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيٰى أَخْبَرَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ وَهْبٍ قَالَ حَدَّثَنِی عُمَرُ بْنُ مُحَمَّدٍ أَنَّ أَبَاهُ حَدَّثَهُ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ بِمِثْلِ حَدِيثِ شُعْبَةَ عَنْ وَاقِدٍ

[226] امام صاحب نے ایک اور سند سے مذکورہ بالا روایت بیان کی ہے۔

۳۰...... بَاب إِطْلَاقِ اسْمِ الْكُفْرِ عَلَى الطَّعْنِ فِی النَّسَبِ وَالنِّيَاحَةِ

باب۳۰: باب: نسب میں طعن کرنے اور نوحہ کرنے کو کفر کا نام دیا گیا ہے

[227] ۱۲۱ـ(٦٧)وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِی شَيْبَةَ حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ وَاللَّفْظُ لَهُ حَدَّثَنَا أَبِی وَمُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدٍ كُلُّهُمْ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِی صَالِحٍ

← النبی ﷺ: ((لا ترجعوا بعدی کفارا یضرب یبعضکم رقاب بعض)) برقم (٦٦٦٦) وابوداود فی ((سننه)) فی السنة، باب: الدلیل علی زیادة الایمان ونقصانه برقم (٤٦٨٦) والنسائی فی ((المجتبی)) ٧/ ١٢٦ فی التحریم، باب: تحریم القتل برقم (٤١٣٦) وابن ماجه فی ((سننه)) فی الفتن، باب: لا ترجعوا بعدی کفارا یضرب بعضکم رقاب بعض برقم (٣٩٤٣) انظر ((التحفة)) برقم (٧٤١٨)

[225] تقدم تخریجه فی الحدیث الذی قبله (٢٢١)

[226] تقدم تخریجه فی الحدیث قبل السابق برقم (٢٢١)

[227] انفرد به مسلم۔ انظر ((تحفة الاشراف)) برقم (١٢٤٥٨)

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ ((اِثْنَانِ فِي النَّاسِ هُمَا بِهِمْ كُفْرٌ الطَّعْنُ فِي النَّسَبِ وَالنِّيَاحَةُ عَلَى الْمَيِّتِ)).

[227] ۔حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''لوگوں کی دو باتیں ان میں کفر کی ہیں نسب میں طعن کرنا اور میت پر نوحہ کرنا۔''

فوائد:...... ❶ جاہلیت کے دور میں لوگ حسب ونسب پر فخر کرتے تھے، اور دوسروں کے حسب ونسب پر طعن وتشنیع کرتے تھے۔ کیونکہ ان کے نزدیک تفوق وبرتری کا انحصار تقویٰ اور اعمال صالحہ پر نہیں تھا لیکن اسلام کی رو سے عزت وشرافت کا مدار تقویٰ اور دینداری پر ہے، قیامت کے دن، ایمان اور اعمال کے بغیر ذات اور نسب کچھ کام نہ دیں گے۔ لیکن مسلمانوں میں ابھی یہ ذہنیت موجود چلی آرہی ہے جو کافرانہ حرکت ہے، جس سے بچنا لازم ہے۔ ❷ میت پر چیخنا چلانا اور واویلا کرنا بھی جاہلیت کا شعار ہے، وہ اس کام میں ایک دوسرے سے بڑھنے کی کوشش کرتے اور عورتیں نوحہ کرنے میں ایک دوسرے کا تعاون کرتی تھیں اور مسلمانوں میں یہ رسم دور جاہلیت کی یادگار کے طور پر چلی آرہی ہے جس سے پرہیز کرنا ضروری ہے۔

۳۱...... بَاب تَسْمِيَةِ الْعَبْدِ الْآبِقِ كَافِرًا

باب ۳۱: بھگوڑے غلام کو کافر کا نام دینا

[228] ۱۲۲۔(۶۸)حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ السَّعْدِيُّ حَدَّثَنَا إِسْمَعِيلُ يَعْنِي ابْنَ عُلَيَّةَ عَنْ مَنْصُورِ بْنِ عَبْدِالرَّحْمٰنِ عَنِ الشَّعْبِيِّ

عَنْ جَرِيرٍ أَنَّهُ سَمِعَهُ يَقُولُ ((أَيُّمَا عَبْدٍ أَبَقَ مِنْ مَوَالِيهِ فَقَدْ كَفَرَ حَتَّى يَرْجِعَ إِلَيْهِمْ)) قَالَ مَنْصُورٌ قَدْ وَاللّٰهِ رُوِيَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ وَلٰكِنِّي أَكْرَهُ أَنْ يُرْوَى عَنِّي هٰهُنَا بِالْبَصْرَةِ

[228] ۔حضرت جریر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ (جو غلام، اپنے مالکوں سے بھاگ گیا، اس نے کفر کا ارتکاب کیا، یہاں تک کہ ان کی طرف لوٹ آئے، منصور کا قول ہے، اللہ کی قسم! یہ روایت نبی اکرم ﷺ سے بیان کی گئی ہے لیکن یہاں بصرہ میں میں اس کو بیان کرنا پسند نہیں کرتا۔

[228] اخرجه ابوداود في ((سننه)) في الحدود، باب: الحكم فيمن ارتد۔ بلفظ: اذا ابق العبد الى الشرك فقد حل دمه)) برقم (۴۳۶۰) والنسائي في ((المجتبى)) ۷/ ۱۰۳۔۱۰۴ في التحريم، باب: الاختلاف على ابى اسحاق موقوفا۔ واخرجه في ۷/ ۱۰۲ في التحريم، باب: العبد يابق الى ارض الشرك وذكر اختلاف الفاظ الناقلين لخبر جرير في ذٰلك الاكتلاف على الشعبي موقوفا۔ انظر ((التحفة)) برقم (۳۲۱۷)

منصور کے قول کا پس منظر: بصرہ میں خارجی لوگ کافی تعداد میں تھے اور وہ کبیرہ گناہ کے مرتکب کو کافر و جہنمی قرار دیتے تھے، اور اس قسم کی حدیثوں کے ظاہر سے استدلال کرتے تھے، حالانکہ اگر تمام نصوص شرعیہ کو مدنظر رکھا جائے تو اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس قسم کے کام، مومن کی شان کے لائق نہیں ہیں، اس قسم کی حرکتیں کافر کرتے ہیں۔ مسلمانوں کو کافروں جیسی حرکتوں اور صفات وافعال سے پرہیز کرنا چاہیے، یہ مطلب نہیں ہوتا کہ ایسا کام کرنے والے کافر اور ابدی جہنمی ہیں اگر ہم یہ تاویل نہیں کریں گے تو جن نصوص اور احادیث سے مرجئہ استدلال کرتے ہیں۔ جن کا یہ موقف ہے کہ ایمان کی صورت میں گناہ کبیرہ کا ارتکاب نقصان دہ نہیں ہے ان کے ساتھ ان احادیث کا تعارض اور مخالفت پیدا ہوگی، نیز یہ انسانی محاورات اور اسلوب کلام سے پہلوتہی ہوگی، بشارت اور تخویف کے اسلوب اور انداز کو ملحوظ رکھنا ضروری ہے، مقصد یہ ہے ایسا انسان کامل مومن نہیں ہے، یہ معنی نہیں ہے کہ وہ دین سے خارج ہے۔

[229] ١٣١-(٦٩) حَدَّثَنَا أَبُوبَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ غِيَاثٍ عَنْ دَاوُدَ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنْ جَرِيرٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ ((أَيُّمَا عَبْدٍ أَبَقَ فَقَدْ بَرِئَتْ مِنْهُ الذِّمَّةُ))

[229]۔ حضرت جریر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو غلام بھگوڑا ہوگیا، تو وہ ذمہ داری سے نکل گیا۔''

فائدہ:...... اسلامی احکام وہدایات پر عمل کرنے سے انسان کو کچھ تحفظات حاصل ہوتے ہیں جو اسلامی احکام کو توڑنے کی بنا پر ختم ہو جاتے ہیں، غلام کے بھاگ جانے کی صورت میں، شریعت نے جو تحفظات تھے وہ ان سے محروم ہو جائے گا اور اس کا مالک اس کو تلاش کر کے اس کو جو چاہے گا سلوک کرنے کا اختیار حاصل کرے گا۔

[230] ١٢٤-(٧٠) حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى أَخْبَرَنَا جَرِيرٌ عَنْ مُغِيرَةَ عَنِ الشَّعْبِيِّ قَالَ كَانَ جَرِيرُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ يُحَدِّثُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ ((إِذَا أَبَقَ الْعَبْدُ لَمْ تُقْبَلْ لَهُ صَلٰوةٌ))

[230]۔ حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے تھے کہ جب غلام بھاگ جائے تو اس کی نماز قبول نہیں ہوتی۔

فائدہ:...... اللہ تعالیٰ نے عبادات اربعہ (نماز، روزہ، زکوٰۃ اور حج) میں مختلف خصوصیات رکھی ہیں اور ان کی ادائیگی سے انسان کے اندر اللہ تعالیٰ کی بندگی اور اطاعت کا جذبہ اور حوصلہ پیدا ہوتا ہے اور یہ راہ حق کو روشن اور

[229] تقدم تخريجه في الحديث السابق برقم (٢٢٥)

[230] تقدم تخريجه في الحديث قبل السابق (٢٢٥)

منور کرتے ہیں، نماز قبول نہ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ وہ نماز کے نور و روشنی اور اس کی خیرات و برکات سے محروم ہو جاتا ہے اور یہ نماز اس کے لیے اجر و ثواب اور فضیلت و رفعت کا باعث نہیں بنتی اگرچہ ظاہری طور پر وہ اس فریضہ کی ادائیگی سے سبکدوش ہو جاتا ہے، اس پر قضائی نہیں ہے۔

٣٢...... باب بَيَانِ كُفْرِ مَنْ قَالَ مُطِرْنَا بِالنَّوْءِ

باب ٣٢: جو شخص بارش کا باعث وسبب ستاروں کی گردش کو قرار دے اس کا کافر ہونا

[231] ١٢٥ـ(٧١) حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ عَنْ صَالِحِ بْنِ كَيْسَانَ عَنْ عُبَيْدِاللهِ بْنِ عَبْدِاللهِ بْنِ عُتْبَةَ

عَنْ زَيْدِ بْنِ خَالِدِ الْجُهَنِيِّ قَالَ صَلَّى بِنَا رَسُولُ اللهِ ﷺ صَلٰوةَ الصُّبْحِ بِالْحُدَيْبِيَةِ فِي إِثْرِ سَمَاءٍ كَانَتْ مِنَ اللَّيْلِ فَلَمَّا انْصَرَفَ أَقْبَلَ عَلَى النَّاسِ فَقَالَ ((**هَلْ تَدْرُونَ مَاذَا قَالَ رَبُّكُمْ**)) قَالُوا اللهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ قَالَ ((**قَالَ أَصْبَحَ مِنْ عِبَادِي مُؤْمِنٌ بِي وَكَافِرٌ فَأَمَّا مَنْ قَالَ مُطِرْنَا بِفَضْلِ اللهِ وَرَحْمَتِهِ فَذٰلِكَ مُؤْمِنٌ بِي كَافِرٌ بِالْكَوْكَبِ وَأَمَّا مَنْ قَالَ مُطِرْنَا بِنَوْءِ كَذَا وَكَذَا فَذٰلِكَ كَافِرٌ بِي مُؤْمِنٌ بِالْكَوْكَبِ**))

[231] ـ حضرت زید بن خالد جہنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حدیبیہ کے مقام پر صبح کی جماعت کرائی، جبکہ رات کو بارش ہو چکی تھی، آپ سلام پھیر کر لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے اور پوچھا: ''کیا جانتے ہو تمہارے رب نے کیا فرمایا؟'' صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے جواب دیا: اللہ اور اس کے رسول کو ہی زیادہ علم ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میرے بندوں میں سے کچھ کی صبح مجھ پر ایمان پہ ہوئی اور بعض کی میرے ساتھ کفر پر۔ جس نے تو یہ کہا ہم پر بارش اللہ تعالیٰ کے فضل اور رحمت کے باعث ہوئی، تو اس نے مجھ پر ایمان رکھا اور ستارے کے ساتھ کفر کیا، اور جس نے یہ کہا ہم پر بارش فلاں، فلاں ستارے کے غروب وطلوع سے ہوئی ہے اس نے میرے ساتھ کفر کا برتاؤ کیا اور ستاروں پر ایمان رکھا۔''

[231] اخرجه البخاري في ((صحيحه)) في الصلاة، باب: يستقبل الامام الناس اذا سلم برقم (٨١٠) وفي الاستسقاء، باب: قول الله تعالى: ﴿وتجعلون رزقكم انكم تكذبون﴾ برقم (٩٩١) وفي المغازي باب: غزوة الحديبية مطولا برقم (٣٩١٦) وفي التوحيد، باب قول الله تعالى: ﴿يريدون ان يبدلوا كلام الله﴾ برقم ٧٠٦٤) وابوداود في ((سننه)) في الطلب، باب في النجوم برقم (٣٩٠٦) والنسائي في ((المجتبى)) ٣/ ١٦٥ في الاستسقاء، باب: كراهية الاستمطار بالكوكب برقم (١٥٢٤) انظر ((التحفة)) برقم (٣٧٥٧)

فائدہ :...... جاہلیت کے لوگوں کا اعتقاد تھا کہ ستارے ذاتی طور پر مؤثر ہیں اس لیے وہ ذاتی طور پر بارش برسانے کا سبب وباعث اور فاعل ہیں، مؤثر حقیقی اور بارش برسانے والا اللہ تعالیٰ کو نہیں سمجھتے تھے، تو اب بھی جس انسان کا اعتقاد یہ ہو وہ کافر ہوگا، لیکن اگر کوئی انسان مؤثر حقیقی اللہ تعالیٰ کو سمجھتا ہے اور یہ اعتقاد رکھتا ہے کہ بارش برسانا اور روکنا اللہ تعالیٰ کا کام ہے اگر اس کا فضل وکرم ہوگا تو وہ بارانِ رحمت برسائے گا، وگرنہ بارش نہیں ہوگی لیکن بعض ستاروں کا طلوع وغروب بارش برسنے کی علامت اور نشانی ہے یا جس طرح اس نے آگ میں جلانے، پانی میں سیراب کرنے کی تاثیر رکھی ہے، کسی ستارے میں بھی کوئی تاثیر رکھی ہے تو وہ کافر نہیں ہوگا لیکن مؤثر حقیقی اور جس کے فضل ورحمت کے نتیجے میں بارش ہوئی اس کی طرف نسبت نہ کرنے اور ظاہری علامت کی طرف منسوب کرنے کی بنا پر ناشکری اور ناسپاسی کا مرتکب ہوگا اور اس کا قول کافروں کے قول کے مشابہ ہوگا۔

[232] ١٢٦ـ(٧٢)حَدَّثَنَا حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيٰى وَعَمْرُو بْنُ سَوَّادٍ الْعَامِرِيُّ وَمُحَمَّدُ بْنُ سَلَمَةَ الْمُرَادِيُّ قَالَ الْمُرَادِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ وَهْبٍ عَنْ يُونُسَ وَقَالَ الْآخَرَانِ أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ حَدَّثَنِي عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُتْبَةَ

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ ((أَلَمْ تَرَوْا إِلٰى مَا قَالَ رَبُّكُمْ قَالَ مَا أَنْعَمْتُ عَلٰى عِبَادِي مِنْ نِّعْمَةٍ إِلَّا أَصْبَحَ فَرِيقٌ مِنْهُمْ بِهَا كَافِرِينَ يَقُولُونَ الْكَوَاكِبُ وَبِالْكَوَاكِبِ))

[232]۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''کیا تمہیں معلوم نہیں کہ تمہارے رب نے کیا فرمایا؟'' اس نے فرمایا: جو نعمت بھی میں بندوں کو دیتا ہوں تو ایک گروہ اس کی ناشکری کرتا ہے کہتا ہے وہ فلاں ستارے یا ستاروں سے حاصل ہوئی ہے۔''

[233] (. . .) وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ سَلَمَةَ الْمُرَادِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ وَهْبٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ الْحَارِثِ ح وَحَدَّثَنِي عَمْرُو بْنُ سَوَّادٍ أَخْبَرَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنَا عَمْرُو بْنُ الْحَارِثِ أَنَّ أَبَا يُونُسَ مَوْلٰى أَبِي هُرَيْرَةَ حَدَّثَهُ

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ قَالَ ((مَا أَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ السَّمَاءِ مِنْ بَرَكَةٍ إِلَّا أَصْبَحَ فَرِيقٌ مِّنَ النَّاسِ بِهَا كَافِرِينَ يُنَزِّلُ اللّٰهُ الْغَيْثَ فَيَقُولُونَ الْكَوْكَبُ كَذَا وَكَذَا)) وَفِي حَدِيثِ الْمُرَادِيِّ بِكَوْكَبِ كَذَا وَكَذَا))۔

[232] اخرجه النسائي في ((المجتبى)) ٣/ ١٦٥ في الاستسقاء، باب: كراهية الاستمطار بالكوكب۔ انظر ((التحفة)) برقم (١٤١١٣)

[233] انفرد به مسلم۔ انظر ((التحفة)) برقم (١٥٤٧٢)

[233] حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ سے بیان کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ''جب اللہ تعالیٰ آسمان سے برکت (بارش) اتارتا ہے تو لوگوں کا ایک گروہ، اس کے باعث ناشکری کرتا ہے، بارش اللہ تعالیٰ اتارتا ہے، تو لوگ کہتے ہیں، فلاں فلاں ستارا، اور مرادی کی روایت میں ہے فلاں فلاں ستارے کے باعث ہوئی ہے۔

[234] ۱۲۷ - (۷۳) وَحَدَّثَنِي عَبَّاسُ بْنُ عَبْدِ الْعَظِيمِ الْعَنْبَرِيُّ حَدَّثَنَا النَّضْرُ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا عِكْرِمَةُ وَهُوَ ابْنُ عَمَّارٍ حَدَّثَنَا أَبُو زُمَيْلٍ قَالَ

حَدَّثَنِي ابْنُ عَبَّاسٍ قَالَ مُطِرَ النَّاسُ عَلَى عَهْدِ النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ ((أَصْبَحَ مِنَ النَّاسِ شَاكِرٌ وَمِنْهُمْ كَافِرٌ قَالُوا هٰذِهِ رَحْمَةُ اللّٰهِ وَقَالَ بَعْضُهُمْ لَقَدْ صَدَقَ نَوْءُ كَذَا وَكَذَا)) قَالَ فَنَزَلَتْ هٰذِهِ الْآيَةُ فَلَا أُقْسِمُ بِمَوَاقِعِ النُّجُومِ حَتّٰى بَلَغَ وَتَجْعَلُونَ رِزْقَكُمْ أَنَّكُمْ تُكَذِّبُونَ

[234] ۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ کے دور میں لوگوں پر بارش برسی، تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''کچھ لوگ شکر گزار بنے اور کچھ ناشکرے، کچھ نے کہا یہ اللہ کی رحمت ہے اور کچھ نے کہا فلاں نوء اور فلاں نوء کا کام ہے۔'' ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں، اس پر یہ آیت اتری: ''مجھے ستاروں کے گرنے کی قسم، سے لے کر تمہارا حصہ اور نصیب یہی ہے کہ تم جھٹلاتے ہو۔''

مفردات الحدیث ✲ رزق کا معنی: بعض نے حصہ ونصیب بعض نے شکر کیا ہے اور بعض نے مضاف محذوف مانا، یعنی شکر رزقکم۔

۳۳...... بَابُ الدَّلِيلِ عَلَى أَنَّ حُبَّ الْأَنْصَارِ وَعَلِيٍّ رضی اللہ عنہ مِنَ الْإِيمَانِ وَعَلَامَاتِهِ وَبُغْضَهُمْ مِنْ عَلَامَاتِ النِّفَاقِ

باب ۳۳: انصار اور حضرت علی رضی اللہ عنہم کی محبت ایمان کا حصہ اور علامت ہے اور ان سے بغض ونفرت نفاق کی علامات میں سے ہے

[235] (۱۲۸ - (۷٤) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ جُبَيْرٍ قَالَ سَمِعْتُ

عَنْ أَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ ((آيَةُ الْمُنَافِقِ بُغْضُ الْأَنْصَارِ وَآيَةُ الْمُؤْمِنِ حُبُّ الْأَنْصَارِ))

---

[234] انفرد به مسلم۔ انظر ((التحفة)) برقم (٥٦٧٢)

[235] اخرجه البخاری فی ((صحیحه)) فی الایمان، باب علامة الایمان حب الانصار برقم ←

[235]۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''منافق کی نشانی انصار سے بغض ہے اور مومن کی علامت انصار کی محبت ہے۔''

فائدہ:...... جو انسان انصار کی اس حیثیت اور مقام ومرتبہ کو پہچان لیتا ہے کہ انہوں نے دین اسلام کی نصرت وحمایت کی، اس کے غلبہ واشاعت کی سعی وکوشش کی، مسلمانوں کو جگہ اور پناہ دی، دین اسلام کی مہمات کی سرانجام دہی میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کی اور آپ کو ان سے محبت وپیار تھا۔ اپنے جان ومال کو بے دریغ خرچ کیا، اسلام کی خاطر تمام لوگوں سے دشمنی مول لی اور ان سے جنگیں لڑیں پھر ان باتوں کی بنا پر ان سے بغض ونفرت کا اظہار کرتا ہے تو یہ چیز یقیناً کفر ونفاق ہے اور اگر کسی ذاتی وجہ سے جو ایک جگہ رہنے والوں میں پیدا ہوسکتی ہے یا کسی اجتہاد اور سیاسی مسئلہ میں اختلاف کی وجہ سے رنجش ونفرت پیدا ہوئی ہے جیسا کہ بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے آپس میں اختلاف تھے یا آپ کی وفات کے بعد مہاجرین وانصار میں خلیفہ کے انتخاب کے مسئلہ پر ناراضی پیدا ہوئی تو اس قسم کا اختلاف، نفاق کی علامت نہیں ہے۔ گویا انصار سے بطور دین کے معاون ومددگار ہونے کے سبب نفرت وبغض ہے نفاق کی علامت ہے۔

[236] (. . . .) حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَبِيبٍ الْحَارِثِيُّ حَدَّثَنَا خَالِدٌ يَعْنِي ابْنَ الْحَارِثِ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَبْدِاللهِ بْنِ عَبْدِاللهِ

عَنْ أَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم أَنَّهُ قَالَ ((حُبُّ الْأَنْصَارِ آيَةُ الْإِيمَانِ وَبُغْضُهُمْ آيَةُ النِّفَاقِ)).

[236] حضرت انس رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: ''انصار سے محبت ایمان کی علامت ہے اور ان سے بغض نفاق کی نشانی ہے۔''

[237] ۱۲۹۔(۷۵) وَحَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ حَدَّثَنِي مُعَاذُ بْنُ مُعَاذٍ ح وَحَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ مُعَاذٍ وَاللَّفْظُ لَهُ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا شُعْبَةُ

عَنْ عَدِيِّ بْنِ ثَابِتٍ قَالَ سَمِعْتُ الْبَرَاءَ يُحَدِّثُ عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم أَنَّهُ قَالَ فِي الْأَنْصَارِ ((لَا يُحِبُّهُمْ إِلَّا مُؤْمِنٌ وَلَا يُبْغِضُهُمْ إِلَّا مُنَافِقٌ مَنْ أَحَبَّهُمْ أَحَبَّهُ اللهُ وَمَنْ أَبْغَضَهُمْ أَبْغَضَهُ اللهُ))
قَالَ شُعْبَةُ لِعَدِيٍّ سَمِعْتَهُ مِنَ الْبَرَاءِ قَالَ إِيَّايَ حَدَّثَ

(۱۷) وفی فضائل الصحابة، باب: حب الانصار من الایمان برقم (۳۵۷۳) والنسائی فی ((المجتبی)) ۸/۱۱۶ فی الایمان، باب: علامة الایمان۔ انظر ((تحفة الاشراف)) برقم (۹۶۲)

[236] تقدم تخریجه فی الحدیث السابق برقم (۲۳۲)

[237] اخرجه البخاری فی ((صحیحه)) فی فضائل الصحابة، باب حب الانصار من الایمان

برقم (٣٥٧٢) والترمذى فى ((جامعه)) فى المناقب، باب: فضل الانصار وقريش برقم (٣٨٩٩) وابن ماجه فى ((سننه)) فى المقدمة، باب: فى فضائل اصحاب رسول الله ﷺ برقم (١٦٣) انظر ((التحفة)) برقم (١٧٩٢)

[237] ۔حضرت براء رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ سے بیان کرتے ہیں کہ آپ نے انصار کے بارے میں فرمایا: ''ان سے صرف مومن محبت کرے گا اور ان سے صرف منافق بغض رکھے گا، جو ان سے محبت کرے اللہ اس سے محبت کرے اور جو ان سے بغض رکھے اللہ اس سے بغض رکھے۔'' شعبہ نے عدی سے پوچھا کیا تو نے یہ روایت براء سے سنی ہے؟ تو اس نے جواب دیا: ''انہوں نے مجھے ہی سنائی تھی۔''

[238] ١٣٠۔(٧٦)حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ يَعْنِى ابْنَ عَبْدِالرَّحْمٰنِ الْقَارِىَّ عَنْ سُهَيْلٍ عَنْ أَبِيهِ

عَنْ أَبِى هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ ((لَا يُبْغِضُ الْأَنْصَارَ رَجُلٌ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ))

[238] ۔حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو آدمی اللہ تعالیٰ اور قیامت پر ایمان رکھتا ہے وہ انصار سے بغض نہیں رکھے گا۔''

[239] (. . .)۔(٧٧)وَحَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ أَبِى شَيْبَةَ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ ح وَحَدَّثَنَا أَبُوبَكْرِ بْنُ أَبِى شَيْبَةَ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ كِلَاهُمَا عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِى صَالِحٍ

عَنْ أَبِى سَعِيدٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ ((لَا يُبْغِضُ الْأَنْصَارَ رَجُلٌ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ))

[239] ۔حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''کوئی شخص جو اللہ تعالیٰ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے انصار سے بغض نہیں رکھے گا۔''

[240] ١٣١۔(٧٨)حَدَّثَنَا أَبُوبَكْرِ بْنُ أَبِى شَيْبَةَ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ وَأَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ ح وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى وَاللَّفْظُ لَهُ أَخْبَرَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ عَدِيِّ بْنِ ثَابِتٍ عَنْ زِرٍّ قَالَ

قَالَ عَلِيٌّ وَالَّذِى فَلَقَ الْحَبَّةَ وَبَرَأَ النَّسَمَةَ إِنَّهُ لَعَهْدُ النَّبِىِّ الْأُمِّىِّ ﷺ إِلَىَّ ((أَنْ لَا يُحِبَّنِى إِلَّا مُؤْمِنٌ وَلَا يُبْغِضَنِى إِلَّا مُنَافِقٌ))

[238] انفرد به مسلم۔ انظر ((التحفة)) برقم (١٢٧٧٣)

[239] انفرد به مسلم۔ انظر ((التحفة)) برقم (٤٠٠٧)

[240] اخرجه الترمذى فى ((جامعه)) فى المناقب، باب: [٢١] وقال: هذا حديث حسن صحيح برقم (٣٧٣٦) والنسائى فى (المجتبى) ٨/ ١١٦ فى الايمان، باب علامة المؤمن وفى ٨/ ١١٧ فى باب علامة المنافق۔ وابن ماجه فى ((سننه)) فى المقدمة، باب: فى فضائل اصحاب ←

[240] ۔حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا: ''اس ذات کی قسم جس نے دانہ کو پھاڑا اور جان کو پیدا کیا! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے تلقین وتاکید کی تھی کہ مجھ سے صرف مومن محبت کرے گا اور مجھ سے صرف منافق بغض رکھے گا۔''

فائدہ :...... ایک انسان حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حیثیت جان کر کہ وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا زاد اور داماد تھے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ان سے محبت تھی، آپ نے بچپن میں ان کی تربیت کی اور وہ سب سے پہلے اسلام لانے والوں میں سے ہیں، انہوں نے اسلام کی خاطر اپنا سب کچھ قربان کیا، تو پھر نفرت وبغض رکھتا ہے، تو یہ اس بات کی صریح دلیل ہے کہ اس کو اسلام اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بغض ہے اور اس کو اسلام کا غلبہ اور اشاعت پسند نہیں ہے اگر وجوہ مذکورہ بالا کے سبب محبت وعقیدت کے جذبات رکھتا ہے تو یہ اس بات کی علامت ہے کہ اس کو اسلام، رسول اور اسلام کے غلبہ سے محبت ہے اور یہ چیزیں اس کے لیے مسرت انگیز ہیں، اس لیے وہ مومن ہے لیکن اگر کسی ذاتی، سیاسی اور خانگی وجہ سے بغض واختلاف ہے جیسا کہ بعض دفعہ فاطمہ رضی اللہ عنہا علی اور شیخین، علی اور دوسرے صحابہ رضی اللہ عنہم میں اختلاف اور ناراضی پیدا ہوئی تو یہ چیز ایمان کے منافی نہیں ہے۔

٣٤...... بَاب بَيَانِ نُقْصَانِ الْإِيمَانِ بِنَقْصِ الطَّاعَاتِ وَبَيَانِ إِطْلَاقِ لَفْظِ الْكُفْرِ عَلٰى غَيْرِ الْكُفْرِ بِاللّٰهِ كَكُفْرِ النِّعْمَةِ وَالْحُقُوقِ

باب ٣٤: طاعات میں کمی سے ایمان کا کم ہونا، اور کفر باللہ کے سوا نعمت وحقوق کے کفران (ناشکری) کو کفر سے تعبیر کرنا

[241] ١٣٢-(٧٩)حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رُمْحِ بْنِ الْمُهَاجِرِ الْمِصْرِيُّ أَخْبَرَنَا اللَّيْثُ عَنِ ابْنِ الْهَادِ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ دِينَارٍ

عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عُمَرَ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم أَنَّهُ قَالَ ((يَا مَعْشَرَ النِّسَآءِ تَصَدَّقْنَ وَأَكْثِرْنَ الِاسْتِغْفَارَ فَإِنِّي رَأَيْتُكُنَّ أَكْثَرَ أَهْلِ النَّارِ)) فَقَالَتِ امْرَأَةٌ مِنْهُنَّ جَزْلَةٌ وَمَا لَنَا يَا رَسُولَ اللّٰهِ أَكْثَرَ أَهْلِ النَّارِ قَالَ ((تُكْثِرْنَ اللَّعْنَ وَتَكْفُرْنَ الْعَشِيرَ وَمَا رَأَيْتُ مِنْ نَاقِصَاتِ عَقْلٍ وَدِينٍ أَغْلَبَ لِذِي لُبٍّ مِنْكُنَّ)) قَالَتْ يَا رَسُولَ اللّٰهِ وَمَا نُقْصَانُ الْعَقْلِ وَالدِّينِ قَالَ ((أَمَّا نُقْصَانُ الْعَقْلِ فَشَهَادَةُ امْرَأَتَيْنِ تَعْدِلُ شَهَادَةَ رَجُلٍ فَهٰذَا نُقْصَانُ الْعَقْلِ وَتَمْكُثُ اللَّيَالِي مَا تُصَلِّي وَتُفْطِرُ فِي رَمَضَانَ فَهٰذَا نُقْصَانُ الدِّينِ))

← رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فضل علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ برقم (١١٤) انظر ((التحفة)) برقم (١٠٠٩٢)

[241] اخرجه ابوداود فی ((سننه)) فی السنة، باب: الدلیل علی زیادة الایمان ونقصانه ←

[241] ۔حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے عورتوں کی جماعت! تم صدقہ کیا کرو اور زیادہ سے زیادہ استغفار کیا کرو کیونکہ میں نے تمہاری کثیر تعداد کو دوزخ میں دیکھا ہے۔'' ان میں سے ایک عقل مند عورت نے پوچھا: اے اللہ کے رسول! ہماری اکثریت دوزخ میں کیوں ہے؟ آپ نے فرمایا: ''تم لعنت بہت بھیجتی ہو اور خاوند کی ناشکری کرتی ہو، میں نے عقل و دین میں کم ہونے کے باوجود، دانا و عقل مند شخص کو مغلوب کر لینے والی تم سے بڑھ کر کسی کو نہیں دیکھا۔'' اس نے پوچھا: عقل و دین میں کمی کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: ''عقل میں کمی یہ ہے کہ دو عورتوں کی شہادت، ایک مرد کے برابر ہے تو یہ عقل کی کمی ہوئی۔ اور وہ کئی راتیں (دن) نماز نہیں پڑھ سکتی (ماہواری کی وجہ سے) اور رمضان میں نہ روزہ رکھ سکتی ہے تو یہ دین و اطاعت کی کمی ہے۔

مفردات الحدیث ❶ مَعْشَر: گروہ یا جماعت۔ ❷ جَزِلَة: صاحب عقل و فکر، جزالت عقل و وقار کو کہتے ہیں۔ لعنت، دور کرنا، نکال دینا، مقصد رحمت الٰہی سے دور قرار دینا۔ ❸ لُبّ: کمال عقل، خالص عقل۔

فوائد:...... ❶ صدقہ و خیرات کرنا اور کثرت استغفار کرنا، ایک انتہائی پسندیدہ فعل ہے جو گناہوں کا کفارہ بنتا ہے کسی پر بلا وجہ لعنت بھیجنا اور شوہر کی احسان فراموشی بہت بڑا جرم ہے، جو دوزخ میں جانے کا باعث بن سکتا ہے۔ ❷ قرآن مجید نے عورت کی شہادت کو مرد کے مقابلہ میں کم درجہ دیا ہے، کیونکہ اسلام عمومی طور پر عورتوں کی خانگی اور گھریلو امور تک محدود رکھنا چاہتا ہے وہ انہیں چراغ خانہ بناتا ہے، شمع محفل نہیں، اس لیے اگر مرد دستیاب نہ ہوں تو پھر ان کو گواہ بنانے کی اجازت دی گئی ہے اور پھر ایک مرد کو ساتھ رکھا گیا ہے کیونکہ عام طور پر عورتوں میں حفظ و ضبط کم ہوتا ہے جس کی طرف قرآن نے ﴿إِنْ تَضِلَّ إِحْدٰهُمَا فَتُذَكِّرَ إِحْدٰهُمَا الْأُخْرٰى﴾ کہ ایک کے بھول جانے پر دوسری یاد دلا سکے۔ میں اشارہ کیا ہے۔ نیز شہادت کا تعلق عدالت سے ہے، اور مدعی علیہ کے خلاف، عدالت میں دوسروں کے سامنے گواہی دینا بڑی جرأت و جسارت اور حوصلہ و ہمت کا کام ہے اور عورت کے اندر اس قدر حوصلہ، جرأت اور استقلال و پامردی نہیں ہے جس کی ایسے موقع پر ضرورت ہے۔ اس لیے شریعت بامر مجبوری اس کو گواہ بنانے کی اجازت دیتی ہے اور اس کے حوصلہ و ہمت کو بلند رکھنے کی خاطر اس کے ساتھ ایک دوسری عورت اور مرد کو بھی کھڑا کرتی ہے، اس لیے وَاسْتَشْهِدُوْا شَهِيْدَيْنِ مِنْ رِّجَالِكُمْ کا حکم دیا اور ضرورت و مجبوری کی صورت میں فرمایا: فَإِنْ لَّمْ يَكُوْنَا رَجُلَيْنِ اگر دو مرد میسر نہ ہوں پھر فَرَجُلٌ وَّامْرَاَتٰنِ ایک مرد اور دو عورتیں ہوں۔ اور یہ مسئلہ اختیاری شہادت کا ہے، ہنگامی، ناگہانی یا اضطراری واقعات میں جہاں صرف عورتیں ہی ہوں یا

← مختصرا برقم (٣٦٨٠) وابن ماجه في ((سننه)) في الفتن، باب: فتنة النساء برقم (٤٠٠٣) انظر ((تحفة الاشراف)) برقم (٨٢٦١)

صرف کافر لوگ موجود ہوں، اس سے اس کا تعلق نہیں ہے، عورتوں میں عقل کی کمی واقعات وشواہد کی رو سے ایک مسلمہ امر ہے، اس کے باوجود وہ اپنی چکنی چپڑی باتوں اور آنسوؤں کے زور پر مرد کو عموماً اپنے پیچھے لگا لیتی ہیں اور وہ ان کی بات تسلیم کرتے ہیں اور نقصان اٹھاتے ہیں۔ ❸ عورتوں کے دین میں کمی کا مطلب، ان کا اطاعت وبندگی میں پیچھے رہ جانا ہے کیونکہ دین، اطاعت وفرمانبرداری کا نام ہے، عورت طبعی طور پر بعض عبادات کو ادا نہیں کرسکتی اور عبادات ہی طاعت کی روح اور جان ہیں۔ اگر وہ ان عبادات کی نیت بھی کرلیں کہ اگر ہمیں اجازت ہوتی تو ہم یہ عبادات ادا کرتیں تو نیت اور عمل میں بہت بڑا فرق ہے اور ماہواری میں کمزوری اور مزاج کی تبدیلی کی وجہ سے عملاً یہ ممکن بھی نہیں ہے۔ ❹ شرعاً کفر کا اطلاق کفران نعمت وحقوق یعنی احسان فراموشی اور ناشکری پر بھی ہو جاتا ہے جو اعتقادی کفر نہیں ہے جو انسان کو دین سے خارج کر دیتا ہے بلکہ عملی واخلاقی کفر ہے جس سے انسان دین سے نہیں نکلتا۔

[242] وَحَدَّثَنِيهِ أَبُو الطَّاهِرِ أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ عَنْ بَكْرِ بْنِ مُضَرَ عَنِ ابْنِ الْهَادِ بِهَذَا الْإِسْنَادِ مِثْلَهُ۔

[242] امام صاحب ایک دوسری سند سے یہی روایت بیان کرتے ہیں۔

[243] (٨٠) وَحَدَّثَنِي الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ الْحُلْوَانِيُّ وَأَبُوبَكْرِ بْنُ إِسْحَقَ قَالَا حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي مَرْيَمَ أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ أَخْبَرَنِي زَيْدُ بْنُ أَسْلَمَ عَنْ عِيَاضِ بْنِ عَبْدِاللهِ

عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَيُّوبَ وَقُتَيْبَةُ وَابْنُ حُجْرٍ قَالُوا حَدَّثَنَا إِسْمَعِيلُ وَهُوَ ابْنُ جَعْفَرٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ أَبِي عَمْرٍو عَنِ الْمَقْبُرِيِّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ بِمِثْلِ مَعْنَى حَدِيثِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

[243]۔ امام صاحب ایک سند سے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ اور ایک دوسری سند سے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی روایت کہ ہم معنی روایت نقل کرتے ہیں۔

---

[242] تقدم تخريجة

[243] اخرجه البخاری فی ((صحيحه)) فی الحيض، باب: ترك الحائض الصوم برقم (٢٩٨)۔ وفی العيدين، باب: الخروج الى المصلى بغير منبر۔ مطولا برقم (٩١٣) وفی الزكاة، باب: الزكاة على الاقارب مطولا برقم (١٣٩٣) وفی الصوم، باب الحائض تترك الصوم والصلاة، مختصرا برقم (١٨٥٠) وفی الشهادات، باب: شهادة النساء برقم (٢٥١٥) و (المولف) [مسلم] فی صلاة العيدين برقم، (٢٠٥٠) والنسائی فی ((المجتبى)) ٣/ ١٨٧ فی العيدن، باب: استقبال الامام الناس بوجهه، فی باب: حث الامام على الصدقة فی الخطبة ←

۳۵......بَاب: بَیَانِ إِطْلَاقِ اسْمِ الْكُفْرِ عَلٰی مَنْ تَرَكَ الصَّلٰوةَ

باب ۳۵: جو شخص نماز چھوڑ دے، اس کو کافر کہنا

[244] ۱۳۳ـ(۸۱) حَدَّثَنَا أَبُوبَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَأَبُو كُرَيْبٍ قَالَا حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي صَالِحٍ

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ ((إِذَا قَرَأَ ابْنُ آدَمَ السَّجْدَةَ فَسَجَدَ اعْتَزَلَ الشَّيْطَانُ يَبْكِي يَقُولُ يَا وَيْلَهُ وَفِي رِوَايَةِ أَبِي كُرَيْبٍ يَا وَيْلَتٰى أُمِرَ ابْنُ آدَمَ بِالسُّجُودِ فَسَجَدَ فَلَهُ الْجَنَّةُ وَأُمِرْتُ بِالسُّجُودِ فَأَبَيْتُ فَلِيَ النَّارُ))

[244]۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب ابن آدم (انسان) سجدہ کی آیت تلاوت کر کے سجدہ کرتا ہے، شیطان روتے ہوئے وہاں سے ہٹ جاتا ہے اور کہتا ہے، ہائے اس کی ہلاکت۔'' اور ابو کریب کی روایت میں ہے، ہائے میری تباہی! ابن آدم کو سجدہ کا حکم ملا تو وہ سجدہ کر کے جنت کا مستحق ٹھہرا اور مجھے سجدہ کا حکم ملا تو میں انکار کر کے دوزخ کا حقدار ٹھہرا۔

فائدہ:...... سجدے کی آیت نماز یا نماز کے علاوہ پڑھنے پر جب بندہ سجدہ کرتا ہے تو اس وقت شیطان یہ کہتا ہے اور حدیث اور باب کے درمیان مطابقت ہے اس طرح شیطان ایک سجدے کے انکار سے دوزخ کا حقدار ٹھہرا اور دوزخ کا حقدار کافر ہی ہے۔

مفردات الحدیث ✲ ویل: شر کا شکار ہونا، تباہی و بربادی۔

[245] (. . . .) حَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ حَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ مِثْلَهُ غَيْرَ أَنَّهُ قَالَ ((فَعَصَيْتُ فَلِيَ النَّارُ))

[245] امام صاحب ایک دوسری سند سے یہی روایت بیان کرتے ہیں۔ اتنا فرق ہے کہ اس میں ابیت کی بجائے عصیت (میں نے نافرمانی کی) اس لئے میرے لئے آگ ہے۔

← ۱۸۸/۳ وابن ماجه فی ((سننه)) فی اقامة الصلاة والسنة فیها، باب: ما جاء فی الخطبة فی العیدین برقم ((۱۲۸۸) انظر ((التحفة)) برقم (۱۳۰۰۶) و (۴۲۷۱)

[244] وابن ماجه فی ((سننه)) فی كتاب اقامة الصلاة والسنة فیها، باب: سجود القرآن برقم (۱۰۵۲) انظر ((تحفة الاشراف)) برقم (۱۲۵۲٤)

[245] انفرد به مسلم۔ انظر ((تحفة الاشراف)) برقم (۱۲٤۷۳)

[246] ۱۳٤-(۸۲) حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى التَّمِيمِيُّ وَعُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ كِلَاهُمَا عَنْ جَرِيرٍ قَالَ يَحْيٰى أَخْبَرَنَا جَرِيرٌ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي سُفْيَانَ قَالَ سَمِعْتُ

جَابِرًا يَقُولُ سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقُولُ ((إِنَّ بَيْنَ الرَّجُلِ وَبَيْنَ الشِّرْكِ وَالْكُفْرِ تَرْكُ الصَّلٰوةِ))

[246] ۔حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا، انسان کو شرک وکفر سے جوڑنے والی چیز نماز چھوڑنا ہے۔''

[247] (. .) حَدَّثَنَا أَبُو غَسَّانَ الْمِسْمَعِيُّ حَدَّثَنَا الضَّحَّاكُ بْنُ مَخْلَدٍ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ قَالَ أَخْبَرَنِي أَبُو الزُّبَيْرِ أَنَّهُ سَمِعَ

جَابِرَ بْنَ عَبْدِاللّٰهِ يَقُولُ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ يَقُولُ ((بَيْنَ الرَّجُلِ وَبَيْنَ الشِّرْكِ وَالْكُفْرِ تَرْكُ الصَّلٰوةِ))

[247] حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: آدمی کو شرک وکفر سے جوڑنے والی چیز نماز کو چھوڑنا ہے۔

فائدہ:...... اس حدیث سے اسلام کے اندر نماز کا مقام ومرتبہ اور اہمیت واضح ہوتی ہے، اس حدیث کی بنا پر امام احمد، عبداللہ بن مبارک اور ابن راہویہ وغیرہم ائمہ ترک نماز کو کفر قرار دیتے ہیں، اگر کوئی انسان نماز کی فرضیت کا انکار کرتے ہوئے نماز چھوڑتا ہے تو وہ بالاتفاق کافر ہے اور اسلام سے خارج ہے۔لیکن فرض تسلیم کرتے ہوئے سستی وکاہلی اور بدعملی کی بنا پر اگر نماز چھوڑ دیتا ہے تو پھر امام مالک، امام شافعی اور جمہور سلف وخلف کی اکثریت کے نزدیک وہ فاسق ہوگا، اور اس سے توبہ کرائی جائے گی۔ اگر وہ توبہ کر کے نماز پڑھنے کا عہد کرے تو اس کو چھوڑ دیا جائے گا، وگرنہ حکومت اسے (حد) قتل کر دے گی اور امام احمد کے نزدیک مرتد ہوگا۔ اس لیے ارتداد کی بنا پر قتل کیا جائے گا۔ امام ابوحنیفہ اور بعض اہل کوفہ کے نزدیک اسے جیل میں ڈالا جائے گا اور جب تک توبہ کر کے نماز پڑھنے کا عہد نہیں کرے گا اسے قید سے نہیں نکالا جائے گا۔ مولانا شبیر احمد عثانی کے بقول احناف کے نزدیک اس کو قید کیا جائے گا اور سخت مارا جائے گا۔ یہاں تک کہ بدن سے خون نکلنے لگے، اس کو بھوکا پیاسا رکھا جائے گا اور ہر قسم کی سزائیں اور تکلیفیں دی جائیں گی، یہاں تک کہ مر جائے یا توبہ کرے۔ (فضل الباری: ۱/ ۳۸۸) ائمہ دین کی اس صراحت کے باوجود امت مسلمہ کا نماز کے بارے میں جو رویہ ہے وہ کسی سے مخفی نہیں ہے۔ (شرح صحیح مسلم: ۱/ ٦۱)

[246] اخرجه الترمذي في ((جامعه)) في الايمان، باب ما جاء في ترك الصلاة وقال هذا حديث حسن صحيح برقم (۲٦۱۸) انظر ((تحفة الاشراف)) برقم (۲۳۰۳)

[247] اخرجه النسائي في ((المجتبى)) ۱/ ۲۳۲ في الصلاة، باب: الحكم في تارك الصلاة انظر ((التحفة)) برقم (۲۸۱۷)

٣٦...... بَاب بَيَانِ كَوْنِ الْإِيمَانِ بِاللّٰهِ تَعَالٰى أَفْضَلُ الْأَعْمَالِ

باب ٣٦: اللہ تعالیٰ پر ایمان لانا سب کاموں سے افضل کام ہے

[248] ١٣٥ ـ(٨٣)وَحَدَّثَنَا مَنْصُورُ بْنُ أَبِي مُزَاحِمٍ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ ح حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرِ بْنِ زِيَادٍ أَخْبَرَنَا إِبْرَاهِيمُ يَعْنِي ابْنَ سَعْدٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ سُئِلَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ أَيُّ الْأَعْمَالِ أَفْضَلُ قَالَ إِيمَانٌ بِاللّٰهِ قَالَ ثُمَّ مَاذَا قَالَ ((**الْجِهَادُ فِي سَبِيلِ**)) اللّٰهِ قَالَ ثُمَّ مَاذَا قَالَ ((**حَجٌّ مَبْرُورٌ**))

[248] ـ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سے پوچھا گیا سب سے افضل عمل کونسا ہے؟ آپ نے فرمایا: ''ایمان باللہ۔'' پوچھا گیا پھر اس کے بعد کونسا؟ آپ نے فرمایا: جہاد (اللہ کے راستہ میں جہاد کرنا) پوچھا۔ پھر کونسا؟ فرمایا: ''حج مقبول۔'' اور محمد بن جعفر کی روایت میں ہے ''اللہ ورسول پر ایمان لانا۔''

[249] وَحَدَّثَنِيهِ مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ عَنْ عَبْدِ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ بِهَذَا الْإِسْنَادِ مِثْلَهُ

[249] امام صاحب یہی روایت ایک دوسری سند سے بیان کرتے ہیں۔

فائدہ: ......صرف اس روایت میں صراحتاً ایمان باللہ کو افضل قرار دیا گیا ہے، بعد والی روایت میں دوسرے اعمال کو افضل قرار دیا گیا ہے لیکن وہ سب اعمال یہی شخص بجالائے گا، جو اللہ پر ایمان رکھتا ہے جس کا اللہ تعالیٰ پر ایمان نہیں ہے ان اعمال کو سرانجام نہیں دے گا گویا ایمان باللہ اور یہ اعمال لازم ملزوم ہیں۔

[250] ١٣٦ ـ(٨٤)حَدَّثَنِي أَبُو الرَّبِيعِ الزَّهْرَانِيُّ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ ح وَحَدَّثَنَا خَلَفُ بْنُ هِشَامٍ وَاللَّفْظُ لَهُ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي مُرَاوِحٍ اللَّيْثِيِّ

[248] اخرجه البخاری فی ((صحيحه)) فی الايمان، باب: من قال: ان الايمان هو العمل برقم (٢٦) وفی الحج، باب فضل الحج المبرور برقم (١٤٤٧) والنسائی فی كتاب: الايمان، باب: ذكر افضل الاعمال ٨/ ٩٣ـ٩٤ـ انظر ((التحفة)) برقم (١٣١٠١)

[249] اخرجه النسائی فی ((المجتبى)) ٥/ ١١٣ فی الحج، باب: فضل الحج، وفی الجهاد، فی باب ما يعدل الجهاد فی سبيل الله عزوجل ٦/ ١٩ـ انظر ((تحفة الاشراف)) برقم (١٣٢٨٠)

[250] اخرجه البخاری فی ((صحيحه)) فی العتق، باب: ای الرقاب افضل برقم (٢٣٨٢) والنسائی فی ((المجتبى)) ٦/ ١٩ فی الجهاد، باب: ما يعدل الجهاد فی سبيل الله مختصرا۔ وابن ماجه فی ((سننه)) فی العتق، باب: العتق برقم (٢٥٢٣) انظر ((تحفة الاشراف)) برقم (١٢٠٠٤)

عَنْ أَبِي ذَرٍّ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللهِ أَيُّ الْأَعْمَالِ أَفْضَلُ قَالَ ((الْإِيمَانُ بِاللهِ وَالْجِهَادُ فِي سَبِيلِهِ)) قَالَ قُلْتُ أَيُّ الرِّقَابِ أَفْضَلُ قَالَ ((أَنْفَسُهَا عِنْدَ أَهْلِهَا وَأَكْثَرُهَا ثَمَنًا)) قَالَ قُلْتُ فَإِنْ لَّمْ أَفْعَلْ قَالَ ((تُعِينُ صَانِعًا أَوْ تَصْنَعُ لِأَخْرَقَ)) قَالَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللهِ أَرَأَيْتَ إِنْ ضَعُفْتُ عَنْ بَعْضِ الْعَمَلِ قَالَ ((تَكُفُّ شَرَّكَ عَنِ النَّاسِ فَإِنَّهَا صَدَقَةٌ مِنْكَ عَلَى نَفْسِكَ))

[250] ۔ حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے پوچھا: اے اللہ کے رسول! کونسا عمل افضل ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ کے ساتھ ایمان اور اس کی راہ میں جہاد کرنا۔'' پھر میں نے پوچھا: کونسی گردن (آزاد کرنا) افضل ہے؟ آپ نے فرمایا: ''مالکوں کو پسندیدہ اور قیمت میں زیادہ۔'' میں نے پوچھا: اگر یہ کام میں نہ کرسکوں؟ آپ نے فرمایا: ''ماہر کاریگر کی مدد کرو اور اناڑی کا کام کردو۔'' میں نے پوچھا: اے اللہ کے رسول! اگر میں کوئی کام نہ کرسکوں؟ آپ نے فرمایا: ''لوگوں سے اپنے شر کو روک لو (ان کو تکلیف نہ پہنچاؤ) یہ بھی تیرا اپنے اوپر صدقہ ہے۔''

مفردات الحدیث

❶ **حج مبرور**: جس میں کسی گناہ کی آمیزش نہ ہو۔ صحیح طریقہ سے ادا کیا گیا ہو، اس لیے اللہ کے ہاں مقبول ہو۔ ❷ **انفس**: بہت عمدہ اور نفیس ہونے کی بنا پر مرغوب اور پسندیدہ۔ ❸ **صانع**: کسی کام میں مہارت رکھنے والا، کاریگر۔ ❹ **أَخْرَقُ**: اناڑی، جسے کسی کام کا سلیقہ نہ ہو، پھوہڑ۔

[251] (. . .) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ قَالَ عَبْدٌ أَخْبَرَنَا وَقَالَ ابْنُ رَافِعٍ حَدَّثَنَا عَبْدُالرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ حَبِيبٍ مَوْلَى عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ أَبِي مُرَاوِحٍ عَنْ أَبِي ذَرٍّ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ بِنَحْوِهِ غَيْرَ أَنَّهُ قَالَ ((فَتُعِينُ الصَّانِعَ أَوْ تَصْنَعُ لِأَخْرَقَ))

[251] امام صاحب ایک اور سند سے یہی روایت بیان کرتے ہیں، فرق یہ ہے کہ اس میں فَتُعِيْنُ الصَّانِعَ ، أَوْ تَصْنَعُ لِأَخْرَقَ کے الفاظ ہیں (اوپر کی روایت میں تُعِيْنُ صَانِعًا تھا)

[252] ۱۳۸۔(۸۵) حَدَّثَنَا أَبُوبَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ عَنِ الشَّيْبَانِيِّ عَنِ الْوَلِيدِ بْنِ الْعَيْزَارِ عَنْ سَعْدِ بْنِ إِيَاسٍ أَبِي عَمْرٍو الشَّيْبَانِيِّ

---

[251] تقدم تخریجه فی الحدیث السابق برقم (۲٤٦)

[252] اخرجه البخاری فی ((صحیحه)) فی مواقیت الصلاة، باب فضل الصلاة لوقتها برقم (٥٠٤) وفی الجهاد، باب: فضل الجهاد والسیر برقم (٢٦٣٠) وفی الادب، باب: البر والصلة برقم (٥٦٢٥) وفی التوحید، باب: وسمی النبی ﷺ الصلاة عملا وقال: ((لا صلاة لمن لم یقرا بفاتحة الکتاب)) برقم (٧٠٩٦) والترمذی فی ((جامعه)) فی الصلاة، باب: ما جاء فی الوقت الاول من الفضل۔ وقال: هذا حدیث حسن صحیح برقم (١٧٣) والنسائی فی ((المجتبی)) ١/ ٢٩٢ فی المواقیت، باب: فضل الصلاة لمواقیتها۔ انظر ((تحفة الاشراف)) (٩٢٣٢)

عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ مَسْعُودٍ قَالَ سَأَلْتُ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ أَيُّ الْعَمَلِ أَفْضَلُ قَالَ ((الصَّلٰوةُ لِوَقْتِهَا)) قَالَ قُلْتُ ثُمَّ أَيٌّ قَالَ ((بِرُّ الْوَالِدَيْنِ)) قَالَ قُلْتُ ثُمَّ أَيٌّ قَالَ ((الْجِهَادُ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ)) فَمَا تَرَكْتُ أَسْتَزِيدُهُ إِلَّا إِرْعَآءً عَلَيْهِ

[252] ۔حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا: کونسا عمل افضل ہے؟ آپ نے فرمایا: ''نماز اپنے وقت پر۔'' میں نے پوچھا: اس کے بعد کونسا؟ فرمایا: ''والدین کے ساتھ حسن سلوک۔'' میں نے پوچھا، پھر کونسا؟ فرمایا: ''اللہ کی راہ میں جہاد۔'' میں نے آپ کی رعایت ولحاظ کی خاطر مزید سوالات نہ کیے۔ (کہ آپ پر گراں نہ گزرے)

مفردات الحدیث ❋ اِرْعَاءٌ: رعایت ولحاظ، کسی کے ساتھ نرمی اور رخصت اختیار کرنا۔

[253] ۱۳۹۔(. . .)حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي عُمَرَ الْمَكِّيُّ حَدَّثَنَا مَرْوَانُ الْفَزَارِيُّ حَدَّثَنَا أَبُو يَعْفُورَ عَنِ الْوَلِيدِ بْنِ الْعَيْزَارِ عَنْ أَبِي عَمْرٍو الشَّيْبَانِيِّ

عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ مَسْعُودٍ قَالَ قُلْتُ يَا نَبِيَّ اللّٰهِ أَيُّ الْأَعْمَالِ أَقْرَبُ إِلَى الْجَنَّةِ قَالَ ((الصَّلٰوةُ عَلٰى مَوَاقِيتِهَا)) قُلْتُ وَمَاذَا يَا نَبِيَّ اللّٰهِ قَالَ ((بِرُّ الْوَالِدَيْنِ)) قُلْتُ وَمَاذَا يَا نَبِيَّ اللّٰهِ قَالَ ((الْجِهَادُ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ))

[253] عبداللہ بن مسعود بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا، کونسا عمل اللہ کو زیادہ پسند ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اپنے وقت پر نماز۔'' میں نے پوچھا پھر کونسا؟ فرمایا: ''پھر والدین کے ساتھ احسان سے پیش آنا۔'' میں نے پوچھا پھر کونسا؟ فرمایا: ''پھر اللہ کی راہ میں جہاد۔''

[254] ۱۳۹۔(. . .)وَحَدَّثَنَا عُبَيْدُاللّٰهِ بْنُ مُعَاذٍ الْعَنْبَرِيُّ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنِ الْوَلِيدِ بْنِ الْعَيْزَارِ أَنَّهُ سَمِعَ

عَنْ أَبِي عَمْرٍو الشَّيْبَانِيِّ قَالَ حَدَّثَنِي صَاحِبُ هَذِهِ الدَّارِ وَأَشَارَ إِلَى دَارِ عَبْدِاللّٰهِ قَالَ سَأَلْتُ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ أَيُّ الْأَعْمَالِ أَحَبُّ إِلَى اللَّهِ قَالَ الصَّلَاةُ عَلَى وَقْتِهَا قُلْتُ ثُمَّ أَيٌّ قَالَ ثُمَّ بِرُّ الْوَالِدَيْنِ قُلْتُ ثُمَّ أَيٌّ قَالَ ثُمَّ الْجِهَادُ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنِي بِهِنَّ وَلَوِ اسْتَزَدْتُهُ لَزَادَنِي

[253] تقدم تخریجه فی الحدیث السابق برقم (۲۴۸)

[254] تقدم تخریجه فی الحدیث السابق برقم (۲۴۸)

[254] ابوعمرو شیبانی بیان کرتے ہیں مجھے اس گھر کے مالک نے بتایا اور عبداللہ کے گھر کی طرف اشارہ کیا میں نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا کونسا عمل اللہ تعالیٰ کو زیادہ محبوب ہے فرمایا اپنے وقت پر نماز پڑھنا، میں نے کہا پھر کونسا؟ فرمایا پھر والدین کے ساتھ حسن سلوک کرنا میں نے پوچھا: پھر کونسا؟ فرمایا: پھر اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرنا۔ آپ نے یہ باتیں مجھے بتائیں اور اگر میں اور پوچھتا آپ مجھے مزید بتا دیتے۔

[254] ابن مسعود کا قول ہے، آپ نے مجھے یہ باتیں بتائیں اور اگر میں اور سوال کرتا تو آپ اور عمل بیان فرما دیتے۔

[255] (. . .) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ

عَنْ شُعْبَةَ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ مِثْلَهُ وَزَادَ وَأَشَارَ إِلَى دَارِ عَبْدِاللّٰهِ وَمَا سَمَّاهُ لَنَا

[255] امام صاحب ایک دوسری سند سے یہی روایت بیان کرتے ہیں۔ آخر میں اتنا اضافہ کیا عبداللہ (ابن مسعود) کے گھر کی طرف اشارہ کیا، ان کا نام ہمیں نہیں بتایا۔

[256] ۱۴۰۔(. . .) حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنِ الْحَسَنِ بْنِ عُبَيْدِ اللّٰهِ عَنْ أَبِي عَمْرٍو الشَّيْبَانِيِّ

عَنْ عَبْدِاللّٰهِ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ ((أَفْضَلُ الْأَعْمَالِ اَوِ الْعَمَلِ الصَّلٰوةُ لِوَقْتِهَا وَبِرُّ الْوَالِدَيْنِ))

[256] ۔حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: اعمال میں سب سے افضل یا افضل عمل وقت پر نماز پڑھنا اور والدین سے حسن سلوک اور نیکی کرنا ہے۔

فائدہ:...... آپ نے مختلف اوقات اور مختلف موقع ومحل کی ضرورت ورعایت اور مختلف اشخاص کے مزاج اور مصلحت کی رعایت رکھتے ہوئے مختلف لوگوں کو مختلف جوابات دیئے ہیں، اس لیے ان احادیث میں تعارض نہیں ہے، تفصیل پیچھے گزر چکی ہے۔ (۱/۱۴)۱۶۶/۴۲ میں۔

۳۷...... بَاب كَوْنِ الشِّرْكِ أَقْبَحُ الذُّنُوبِ وَبَيَانِ أَعْظَمِهَا بَعْدَهُ

باب ۳۷: شرک کا تمام گناہوں سے بدتر ہونا اور اس کے بعد بڑے گناہ کا بیان

[257] ۱۴۱۔(۸۶) حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَإِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ إِسْحٰقُ أَخْبَرَنَا جَرِيرٌ وَقَالَ عُثْمَانُ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ أَبِي وَائِلٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ شُرَحْبِيلَ

[255] تقدم تخريجه في الحديث السابق برقم (٢٤٨)

[256] تقدم تخريجه في الحديث السابق برقم (٢٤٨)

[257] اخرجه البخاري في ((صحيحه)) في التفسير، باب: قول تعالى: ﴿فلا تجعلوا لله اندادا ←

قَالَ عَبْدِاللّٰهِ قَالَ سَأَلْتُ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ أَيُّ الذَّنْبِ أَعْظَمُ عِنْدَ اللّٰهِ قَالَ ((أَنْ تَجْعَلَ لِلّٰهِ نِدًّا وَهُوَ خَلَقَكَ)) قَالَ قُلْتُ لَهُ إِنَّ ذٰلِكَ لَعَظِيمٌ قَالَ قُلْتُ ثُمَّ أَيٌّ قَالَ ((ثُمَّ أَنْ تَقْتُلَ وَلَدَكَ مَخَافَةَ أَنْ يَطْعَمَ مَعَكَ)) قَالَ قُلْتُ ثُمَّ أَيٌّ قَالَ ((ثُمَّ أَنْ تُزَانِيَ حَلِيلَةَ جَارِكَ))

[257] ۔حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا اللہ کے ہاں سب سے سنگین گناہ کونسا ہے؟ آپ نے فرمایا: ''یہ کہ تم اللہ کا شریک اور مدِ مقابل کسی کو ٹھہراؤ حالانکہ وہ تمہارا خالق ہے۔'' میں نے عرض کیا، کیا واقعی یہ سنگین ہے؟ میں نے پوچھا: پھر کونسا؟ فرمایا ''یہ کہ تم اس ڈر سے اپنی اولاد کو قتل کرو کہ وہ تمہارے ساتھ کھائے گی۔'' میں نے پوچھا: پھر کونسا؟ فرمایا: ''پھر یہ کہ اپنے پڑوسی کی بیوی سے زنا کرو۔''

[258] ۱۴۲۔(. . .)حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَإِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ جَمِيعًا عَنْ جَرِيرٍ قَالَ عُثْمَانُ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي وَائِلٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ شُرَحْبِيلَ قَالَ

قَالَ عَبْدُاللّٰهِ قَالَ رَجُلٌ يَارَسُولَ اللّٰهِ أَيُّ الذَّنْبِ أَكْبَرُ عِنْدَ اللّٰهِ قَالَ ((أَنْ تَدْعُوَ لِلّٰهِ نِدًّا وَهُوَ خَلَقَكَ)) قَالَ ثُمَّ أَيٌّ قَالَ ((أَنْ تَقْتُلَ وَلَدَكَ مَخَافَةَ أَنْ يَطْعَمَ مَعَكَ)) قَالَ ثُمَّ أَيٌّ قَالَ ((أَنْ تُزَانِيَ حَلِيلَةَ جَارِكَ فَأَنْزَلَ)) اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ تَصْدِيقَهَا وَالَّذِينَ لَا يَدْعُونَ مَعَ اللّٰهِ إِلٰهًا آخَرَ وَلَا يَقْتُلُونَ النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللّٰهُ إِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا يَزْنُونَ وَمَنْ يَفْعَلْ ذٰلِكَ يَلْقَ أَثَامًا

[258] ۔حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، ایک آدمی نے پوچھا: اے اللہ کے رسول! کونسا گناہ اللہ کے ہاں بڑا ہے؟ فرمایا: ''یہ کہ تم کسی کو اللہ کے برابر قرار دو، حالانکہ اس نے تجھے پیدا کیا ہے۔'' اس نے پوچھا پھر کونسا؟

← وانتم تعلمون﴾ برقم (٤٢٠٧)۔ وفي باب: قوله: ﴿والذين لا يدعون مع الله الها آخر ولا يقتلون النفس التي حرم الله الا بالحق ولا يزنون ومن يفعل ذلك يلق اثاما﴾ برقم (٤٤٨٣) وفي الادب، باب: قتل الولد خشية ان ياكل معه برقم (٥٦٥٥) وفي المحاربين، باب: اثم الزناة برقم (٦٤٢٦) وفي الديات، باب: قول الله تعالى: ﴿ومن يقتل مؤمنا متعمدا فجزاؤه جهنم﴾ برقم (٦٤٦٨) وفي التوحيد، باب: وما ذكر في خلق افعال العباد واكسابهم برقم (٧٠٨٢) وفي باب قول الله تعالى: ﴿يا ايها الرسول بلغ ما انزل اليك من ربك وان لم تفعل فما بلغت رسالته﴾ برقم (٧٠٩٤) وابوداود في ((سننه)) في الطلاق، باب: تعظيم الزنا برقم (٢٣١٠) والترمذي في ((جامعه)) في تفسير القرآن، باب: ٢٦ ومن سورة الفرقان وقال: هذا حديث حسن صحيح برقم (٣١٨٢) والنسائي في ((المجتبى)) ٧/ ٨٩ في التحريم، باب: ذكر اعظم الذنب واختلاف يحيى و عبدالرحمن على سفيان في حديث واصل عن ابي وائل عن عبدالله فيه۔ انظر ((التحفة)) برقم (٩٤٨٠)

[258]تقدم تخريجه في الحديث السابق برقم (٢٥٣)

فرمایا: یہ کہ تم اپنی اولاد کو اس اندیشہ سے قتل کرو کہ وہ تمہارے ساتھ کھائے گی۔'' اس نے پوچھا پھر کونسا؟ آپ نے فرمایا: ''یہ کہ تم اپنے پڑوسی کی بیوی سے زنا کرو۔'' اللہ تعالیٰ نے آپ کے جواب کی تصدیق میں اتارا: ''جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو الہ قرار نہیں دیتے اور اللہ نے جس جان کو محترم ٹھہرایا ہے (اس کے قتل کو حرام قرار دیا ہے) اس کو ناحق قتل نہیں کرتے اور نہ وہ زنا کرتے ہیں اور جو ان کا ارتکاب کرے گا وہ گناہ (کی سزا) سے دو چار ہوگا۔ (سورۃ الفرقان: ۶۸)

مفردات الحدیث ❶ نِدّ: نظیر ومثیل، برابر کی چوٹ کا۔ ❷ حَلِيْلَة: بیوی کیونکہ وہ خاوند کے ساتھ ٹھہرتی ہے اور اس کے لیے حلال ہے۔

فائدہ:...... کسی دنیوی سبب سے وہ فقر وفاقہ ہو یا اس کا اندیشہ وخطرہ اولاد کی پیدائش کو روکنا، شرک کے بعد سب سے بڑا جرم ہے، جس کا غیر مسلموں کی سازش کا شکار ہو کر مسلمان حکومتیں اور افراد ارتکاب کر رہے ہیں۔ (یعنی ضبط ولادت کے لیے غیر مسلم فنڈ وغیرہ کے ساتھ تعاون کرتے ہیں جبکہ اپنے ممالک میں زیادہ ولادتوں پر ٹیکس معاف کرتے ہیں۔ اور انسان اپنے پڑوسی کی عزت وناموس کا محافظ ہے، اگر وہی اس کی عزت پر ڈاکہ ڈالنے لگے یا اس کو غلط راہ پر ڈالنے کی کوشش کرے تو یہ تو باڑ کھیت کو کھانے لگی والا معاملہ ہے اس لیے اس کو انتہائی ناگوار اور سنگین جرم قرار دیا گیا ہے۔

٣٨...... بَاب بَيَانِ الْكَبَائِرِ وَأَكْبَرِهَا

باب ۳۸: کبیرہ گناہوں اور سب سے بڑے گناہ کا بیان

[259] ١٤٣ـ(٨٧)حَدَّثَنِي عَمْرُو بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ بُكَيْرِ بْنِ مُحَمَّدٍ النَّاقِدُ حَدَّثَنَا إِسْمٰعِيلُ ابْنُ عُلَيَّةَ عَنْ سَعِيدٍ الْجُرَيْرِيِّ

حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ أَبِي بَكْرَةَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ كُنَّا عِنْدَ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ ((أَلَا أُنَبِّئُكُمْ بِأَكْبَرِ الْكَبَائِرِ ثَلَاثًا الْإِشْرَاكُ بِاللّٰهِ وَعُقُوقُ الْوَالِدَيْنِ وَشَهَادَةُ الزُّورِ)) أَوْ قَوْلُ الزُّورِ وَكَانَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ مُتَّكِئًا فَجَلَسَ فَمَا زَالَ يُكَرِّرُهَا حَتّٰى قُلْنَا لَيْتَهُ سَكَتَ

---

[259]اخرجه البخاري في ((صحيحه)) في الشهادات، باب: ما قيل في شهادة الزور وكتمان الشهادة برقم (٢٥١١) وفي الادب، باب: عقوق الوالدين برقم (٥٦٣١) واخرجه ايضا في كتاب الاستئذان باب من اتكا بين يدي اصحابه الحديث (٥٩١٨) واخرجه ايضا في كتاب استتابة المرتد والمعاندين وقتالهم- باب: اثم من اشرك بالله وعقوبته في الدنيا والآخرة، الحديث (٦٥٢١) واخرجه الترمذي في كتاب البر والصلة باب ما جاء في عقوق الوالدين ←

[259] ۔عبدالرحمٰن بن ابی بکرہ اپنے باپ سے بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر تھے، تو آپ ﷺ نے تین دفعہ فرمایا: ''کیا میں تمہیں کبیرہ گناہوں میں سے سب سے بڑے گناہ کی خبر نہ دوں؟ ''اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرنا، والدین کی نافرمانی کرنا، جھوٹی شہادت دینا یا جھوٹی بات کرنا۔'' اور رسول اللہ ﷺ ٹیک لگا کر بیٹھے ہوئے تھے تو آپ سیدھے ہو کر بیٹھ گئے اور آخری بات کو مسلسل دہراتے رہے حتیٰ کہ ہم نے (جی میں) کہا اے کاش آپ خاموش ہو جائیں۔ (آپ کا جوش ٹھنڈا ہو جائے اور آپ کو تکرار سے تکلیف نہ ہو)

فائدہ :...... اللہ تعالیٰ کی مخالفت معصیت کے اعتبار سے ہر گناہ بڑا ہے، لیکن گناہوں کی باہمی نسبت کے اعتبار تمام گناہ یکساں نہیں ہیں، ظاہر ہے جن گناہوں کی سزا ہے یا ان کا گناہ وجرم سنگین ہے یا ان کا نقصان اور اثر بد زیادہ ہے وہ بڑے ہوں گے جن کی سزا، سنگینی یا نقصان اور بداثرات یا دائرہ اثر محدود ہے وہ چھوٹے ہوں گے۔

[260] ۱٤٤ ـ(۸۸) وَحَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ حَبِيبٍ الْحَارِثِيُّ حَدَّثَنَا خَالِدٌ وَهُوَ ابْنُ الْحَارِثِ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ أَخْبَرَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ أَبِي بَكْرٍ

عَنْ أَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ فِي الْكَبَائِرِ قَالَ ((الشِّرْكُ بِاللّٰهِ وَعُقُوقُ الْوَالِدَيْنِ وَقَتْلُ النَّفْسِ وَقَوْلُ الزُّورِ))

[260] ۔حضرت انس رضی اللہ عنہ کبائر کے بارے میں بیان کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: ''اللہ کے ساتھ شرک کرنا، والدین کی نافرمانی کرنا، کسی جان کو (ناحق) قتل کرنا اور جھوٹ بولنا (بڑا کبیرہ گناہ ہے)۔

مفردات الحدیث ❶ **عُقُوق**: عق سے ماخوذ ہے، جس کا معنی کاٹنا، والدین کی اطاعت کے حق کو ختم کرنا۔ ❷ **زور**: جھوٹ، ناحق بات۔

← (۱۹۰۱) وفي الشهادات، باب: ما جاء في شهادة الزور وقال: هذا حديث حسن صحيح برقم (۲۲۹۹) وفي التفسير، باب (٥) ومن سورة النساء۔ وقال: هذا حديث حسن غريب صحيح برقم (وفي التفسير، باب (٥) ومن سورة النساء۔ وقال: هذا حديث حسن غريب صحيح برقم (۳۰۱۹) انظر ((تحفة الاشراف)) برقم (۱۱٦۷۹)

[260] اخرجه البخاري في ((صحيحه)) في كتاب الشهادات، باب: ما قيل في شهادة الزور وكتمان الشهادة برقم (۲٥۱۰) وفي الادب، باب: عقوق الوالدين من الكبائر برقم (٥٦۳۲) وفي الديات، باب: قول الله تعالى: ﴿ومن احياها﴾ برقم (٦٤۷۷) والترمذي في ((جامعه)) في البيوع، باب ما جاء في التغليظ في الكذب والزور ونحوه۔ وقال: حديث انس حديث حسن صحيح غريب برقم (۱۲۰۷) وفي التفسير، باب: ومن سورة النساء۔ وقال: هذا حديث حسن غريب صحيح برقم (۳۰۱۸) والنسائي في ((المجتبى)) ۷/ ۸۸-۸۹ في التحريم، باب ذكر الكبرياء وفي القسامة، باب تاويل قول الله عزوجل: ومن يقتل مؤمنا متعمدا فجزاؤه جهنم خالدا فيها)) ۷/ ٦۳ ـ انظر ((التحفة)) برقم (۱۰۷۷)

[261] (. . .) وحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْوَلِيدِ بْنِ عَبْدِ الْحَمِيدِ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ حَدَّثَنِي عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ أَبِي بَكْرٍ

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ ذَكَرَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ الْكَبَائِرَ أَوْ سُئِلَ عَنِ الْكَبَائِرِ فَقَالَ ((الشِّرْكُ بِاللَّهِ وَقَتْلُ النَّفْسِ وَعُقُوقُ الْوَالِدَيْنِ وَقَالَ أَلَا أُنَبِّئُكُمْ بِأَكْبَرِ الْكَبَائِرِ قَالَ قَوْلُ الزُّورِ)) أَوْ قَالَ شَهَادَةُ الزُّورِ قَالَ شُعْبَةُ وَأَكْبَرُ ظَنِّي أَنَّهُ شَهَادَةُ الزُّورِ

[261] حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے بڑے گناہوں کا تذکرہ فرمایا (یا آپ سے بڑے گناہوں کے بارے میں سوال ہوا) تو آپ نے فرمایا: اللہ کے ساتھ شرک کرنا، کسی کو ناحق قتل کرنا، والدین کی نافرمانی کرنا، اور فرمایا، کیا میں کبیرہ گناہوں میں سے سب سے بڑے گناہ کی تمہیں خبر نہ دوں؟'' فرمایا: ''جھوٹ بولنا (یا فرمایا جھوٹی گواہی دینا) شعبہ کا قول ہے میرا ظن غالب یہ ہے کہ آپ نے جھوٹی شہادت کہا۔

فائدہ: ......موقع محل کی مناسبت سے آپ نے یہاں شرک باللہ کی بجائے، جھوٹی شہادت کو اکبر الکبائر قرار دیا ہے کیونکہ جھوٹی شہادت سے روکنا اور اس سے ڈرانا مقصود تھا، اور شرک بھی درحقیقت ایک جھوٹی شہادت اور جھوٹا بول ہے۔'' اللہ تعالیٰ کے مقام و مرتبہ کو نظرانداز کر کے یہ بری حرکت کی جاتی ہے اور اس کی مخلوق کو اس کا شریک و سہیم قرار دیا جاتا ہے۔

[262] ١٤٥-(٨٩) حَدَّثَنِي هَارُونُ بْنُ سَعِيدٍ الْأَيْلِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ حَدَّثَنِي سُلَيْمَانُ بْنُ بِلَالٍ عَنْ ثَوْرِ بْنِ زَيْدٍ عَنْ أَبِي الْغَيْثِ

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ ((اجْتَنِبُوا السَّبْعَ الْمُوبِقَاتِ)) قِيلَ يَا رَسُولَ اللَّهِ وَمَا هُنَّ قَالَ ((الشِّرْكُ بِاللَّهِ وَالسِّحْرُ وَقَتْلُ النَّفْسِ الَّتِي حَرَّمَ اللَّهُ إِلَّا بِالْحَقِّ وَأَكْلُ مَالِ الْيَتِيمِ وَأَكْلُ الرِّبَا وَالتَّوَلِّي يَوْمَ الزَّحْفِ وَقَذْفُ الْمُحْصَنَاتِ الْغَافِلَاتِ الْمُؤْمِنَاتِ))

[262]۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''سات تباہ کن چیزوں سے بچو۔''

---

[261] تقدم تخريجه (٢٥٦)

[262] اخرجه البخاري في ((صحيحه)) في الوصايا، باب: قول الله تعالى: ﴿ان الذين ياكلون اموال اليتامى ظلما انما ياكلون في بطونهم نارا وسيصلون سعيرا﴾ برقم (٢٦١٥) وفي الطب، باب: الشرك والسحر من الموبقات مختصراً برقم (٥٤٣١) وفي المحاربين من اهل الكفر والردة، باب: رمي المحصنات برقم (٦٤٦٥) وابو داود في ((سننه)) في الوصايا، باب: ما جاء في التشديد في اكل مال اليتيم برقم (٢٨٧٤) والنسائي في ((المجتبى)) ٦/ ٢٥٧ في الوصايا، باب: اجتناب اكل مال اليتيم، انظر ((التحفة)) برقم (١٢٩١٥)

سوال ہوا، وہ کونسی ہیں؟ فرمایا: ''اللہ کے ساتھ شرک، جادو، جس جان کے قتل کو اللہ نے حرام ٹھہرایا اس کا ناجائز قتل، یتیم کا مال کھانا، سود کھانا، لڑائی کے دن دشمن کو پشت دکھانا (بھاگ جانا) اور پاک دامن بے خبر مومن عورتوں پر الزام تراشی کرنا۔''

مفردات الحدیث ❶ **المُوبِقات:** وبق سے ماخوذ ہے، جس کا معنی ہلاکت و بربادی ہے، لہٰذا موبقہ کا معنی ہوا تباہ کرنے والی۔ ❷ **تولّی:** اعراض و انحراف، پیٹھ پھیرنا۔

[263] ١٤٦-(٩٠) حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنِ ابْنِ الْهَادِ عَنْ سَعْدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ عَنْ حُمَيْدِ بْنِ عَبْدِالرَّحْمٰنِ

عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ ((مِنَ الْكَبَائِرِ شَتْمُ الرَّجُلِ وَالِدَيْهِ)) قَالُوا يَا رَسُولَ اللّٰهِ وَهَلْ يَشْتِمُ الرَّجُلُ وَالِدَيْهِ قَالَ ((نَعَمْ يَسُبُّ أَبَا الرَّجُلِ فَيَسُبُّ أَبَاهُ وَيَسُبُّ أُمَّهُ فَيَسُبُّ أُمَّهُ))

[263]۔ حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''آدمی کا والدین کو گالی دینا کبیرہ گناہوں میں سے ہے۔'' آپ ﷺ سے سوال ہوا، اے اللہ کے رسول! کیا کوئی آدمی اپنے والدین کو گالی دے سکتا ہے؟ فرمایا: ہاں، کسی کے باپ کو گالی دیتا ہے، تو وہ اس کے باپ کو گالی دیتا ہے۔'' کسی کی ماں کو گالی دیتا ہے تو وہ اس کی ماں کو گالی دیتا ہے۔''

[264] (. . .) وَحَدَّثَنَا أَبُوبَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَمُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى وَابْنُ بَشَّارٍ جَمِيعًا عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ جَعْفَرٍ عَنْ شُعْبَةَ ح وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ كِلَاهُمَا عَنْ سَعْدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ مِثْلَهُ

[264]۔ امام صاحب ایک دوسری سند سے یہی روایت نقل کرتے ہیں۔

فائدہ:...... کسی کام اور عمل کا سبب اور باعث بننے والا بھی اس کا مرتکب تصور ہوتا ہے۔ لیکن افسوسناک بات یہ ہے کہ آج ماں، باپ کو گالی بلا واسطہ دی جاتی ہے، اور اس کو تعجب انگیز خیال نہیں کیا جاتا جب کہ اسلامی معاشرہ میں بالواسطہ گالی دینا بھی ایک انتہائی معیوب فعل ہے جس کا ارتکاب کسی مسلمان کو زیب نہیں دیتا۔

[263] اخرجه البخاری فی ((صحيحه)) فی الادب، باب: لا يسب الرجل والديه برقم (٥٦٢٨) وابوداود فی ((سننه)) فی الادب، باب: فی بر الوالدين برقم (٥١٤٢) بنحوه، والترمذی فی ((جامعه)) فی البر والصلة، باب: ما جاء فی عقوق الوالدين وقال: حسن صحيح برقم (١٩٠٢) انظر ((التحفة)) برقم (٨٦١٨)

[264] تقدم تخريجه فی الحديث السابق برقم (٢٥٩)

۳۹...... بَاب تَحْرِيمِ الْكِبْرِ وَبَيَانِهِ

باب ۳۹: تکبر کی (خود پسندی کی) حرمت کا بیان

[265] ۱۴۷-(۹۱) وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى وَمُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ وَإِبْرَاهِيمُ بْنُ دِينَارٍ جَمِيعًا عَنْ يَحْيَى بْنِ حَمَّادٍ قَالَ ابْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ حَمَّادٍ أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَبَانَ بْنِ تَغْلِبَ عَنْ فُضَيْلٍ ابْنِ عَمْرٍو الْفُقَيْمِيِّ عَنْ إِبْرَاهِيمَ النَّخَعِيِّ عَنْ عَلْقَمَةَ

عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ مَسْعُودٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ مَنْ كَانَ فِي قَلْبِهِ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ مِنْ كِبْرٍ قَالَ رَجُلٌ إِنَّ الرَّجُلَ يُحِبُّ أَنْ يَكُونَ ثَوْبُهُ حَسَنًا وَنَعْلُهُ حَسَنَةً قَالَ ((إِنَّ اللّٰهَ جَمِيلٌ يُحِبُّ الْجَمَالَ الْكِبْرُ بَطَرُ الْحَقِّ وَغَمْطُ النَّاسِ))

[265] ۔حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ جس کے دل میں ذرہ برابر تکبر ہوگا وہ جنت میں داخل نہیں ہوگا۔'' ایک شخص نے پوچھا: آدمی چاہتا ہے کہ اس کے کپڑے اچھے ہوں اور اس کے جوتے اچھے ہوں، آپ نے فرمایا: ''اللہ جمیل ہے اور جمال کو پسند فرماتا ہے، کبر (خود پسندی) حق کے انکار اور لوگوں کو حقیر سمجھنے کا نام ہے۔''

فائدہ:...... کبریائی اور بڑائی خالق کائنات کے لیے زیبا ہے کسی انسان کے لیے روا نہیں، کیونکہ انسان محکوم اور پابند ہے، آزاد اور خود مختار نہیں ہے۔ (یعنی دین سے آزاد اور اسلام سے بالاتر نہیں) لیکن رہن سہن، لباس اور استعمال کی چیزوں میں اپنی حیثیت کے مطابق حلال کمائی سے، اعلیٰ معیار اختیار کرنا، صاف ستھرا رہنا، یہ خود پسندی نہیں ہے، خود پسندی اور تکبر یہ ہے کہ ''انسان ہیچوں ما دیگرے نیست'' ''انا خیر منہ'' کا شکار ہو کر آزادی وخود مختاری کا اظہار کرتے ہوئے حق کا انکار کرے، کسی کو اپنے ہم پلہ نہ سمجھے بلکہ لوگوں کو حقیر وذلیل تصور کرے، اس بدخصلت کی خاصیت اور تاثیر یہی ہے کہ ایسا آدمی دوزخ میں جائے، کیونکہ وہ کسی کے حق کو تسلیم ہی نہیں کرتا تو وہ اللہ تعالیٰ کی بندگی اور عبادت کیسے کرے گا کہ جنت میں جا سکے۔

[266] ۱۴۸-(. . .) حَدَّثَنَا مِنْجَابُ بْنُ الْحَارِثِ التَّمِيمِيُّ وَسُوَيْدُ بْنُ سَعِيدٍ كِلَاهُمَا عَنْ عَلِيِّ بْنِ مُسْهِرٍ قَالَ مِنْجَابٌ أَخْبَرَنَا ابْنُ مُسْهِرٍ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ عَلْقَمَةَ

[265] اخرجه الترمذی فی ((جامعه)) فی البر والصلة، باب: ما جاء فی الکبر مطولا وقال: هذا حدیث حسن صحیح غریب۔ (۱۹۹۹) انظر ((التحفة)) برقم (۹۴۴۴)

[266] اخرجه ابوداود فی ((سننه)) فی اللباس، باب: ما جاء فی الکبر برقم (۴۰۹۱) والترمذی ←

عَنْ عَبْدِاللّٰهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ ((لَا يَدْخُلُ النَّارَ أَحَدٌ فِي قَلْبِهِ مِثْقَالُ حَبَّةِ خَرْدَلٍ مِّنْ إِيمَانٍ وَّلَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ أَحَدٌ فِي قَلْبِهِ مِثْقَالُ حَبَّةِ خَرْدَلٍ مِنْ كِبْرٍ))

[266] ۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''کوئی انسان جس کے دل میں رائی کے دانہ کے برابر ایمان ہے آگ میں داخل نہیں ہوگا، اور نہ کوئی ایسا انسان جس کے دل میں رائی کے دانے کے برابر کبر ہے جنت میں داخل ہوگا۔''

فائدہ:...... ایمان کی خاصیت اور تاثیر جنت میں دخول ہے اور تکبر و گھمنڈ کا خاصہ آگ ہے، اس لیے جب یہ بے آمیز ہوں، یعنی خالص ہوں، کسی مخالف و متضاد چیز کا ان میں اختلاط نہ ہو تو ان کا خاصہ کسی روکاوٹ کے بغیر ظاہر ہوگا لیکن اگر ایمان اور کبر کی آمیزش ہو جائے تو ان کا ذاتی تقاضا پوری طرح ظاہر نہیں ہوگا، ایمان والا ہمیشہ دوزخ میں نہیں رہے گا اور غرور و تکبر کی بنا پر فوری طور پر جنت میں نہیں جائے گا، تکبر کی آمیزش کی بنا پر دوزخ میں سے ہو کر جنت میں داخل ہوگا۔

[267] ۱۴۹۔(. . .) وحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا أَبُودَاوُدَ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَبَانَ بْنِ تَغْلِبَ عَنْ فُضَيْلٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ عَلْقَمَةَ

عَنْ عَبْدِاللّٰهِ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ ((لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ مَنْ كَانَ فِي قَلْبِهِ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ مِنْ كِبْرٍ))

[267] ۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ایسا شخص جنت میں داخل نہیں ہوگا جس کے دل میں ذرہ برابر کبر ہوگا۔''

۴۰...... بَابُ الدَّلِيلِ عَلَى أَنَّ مَنْ مَاتَ لَا يُشْرِكُ بِاللّٰهِ شَيْئًا دَخَلَ الْجَنَّةَ وَأَنَّ وَمَنْ مَّاتَ مُشْرِكًا دَخَلَ النَّارَ

باب ۴۰: جو شخص اس حالت میں مرا کہ اس نے اللہ کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہیں ٹھہرایا وہ جنت میں داخل ہوگا اور اگر شرک کرتا ہوا مرا تو آگ میں داخل ہوگا

[268] ۱۵۰۔(۹۲) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ نُمَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا أَبِي وَوَكِيعٌ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ شَقِيقٍ

← والترمذی فی ((جامعه)) فی البر والصلة، باب: ما جاء فی الکبر، وقال: حدیث حسن صحیح برقم (۱۹۹۸) وابن ماجه فی ((المقدمة)) باب: فی الایمان برقم (۵۹) انظر ((التحفة)) برقم (۹۴۲۱)

[267] تقدم تخریجه فی الحدیث قبل السابق (۲۶۱)

[268] اخرجه البخاری فی ((صحیحه)) فی الجنائز، باب: فی الجنائز، ومن کان آخر کلامه: ←

عَنْ عَبْدِاللّٰهِ قَالَ وَكِيعٌ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ و قَالَ ابْنُ نُمَيْرٍ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ يَقُولُ ((مَنْ مَّاتَ يُشْرِكُ بِاللّٰهِ شَيْئًا دَخَلَ النَّارَ وَقُلْتُ أَنَا وَمَنْ مَّاتَ لَا يُشْرِكُ بِاللّٰهِ شَيْئًا دَخَلَ الْجَنَّةَ))

[268] ۔حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا آپ فرما رہے تھے: ''جو شخص اللہ کے ساتھ شرک کرتا ہوا مرا وہ دوزخی ہے۔'' اور میں نے کہا: جو اللہ کے ساتھ شرک نہ کرتا ہوا (توحید پہ) مرا وہ جنت میں داخل ہوگا۔

فائدہ:......توحید پورے دین کا نچوڑ، روح اور مغز ہے، دوسرے الفاظ میں پورے دین کا عنوان ہے، کیونکہ توحید یہ ہے کہ اللہ کی ذات، صفات واسماء، افعال اور اس کے حقوق میں کسی کو شریک نہ ٹھہرایا جائے اور اس توحید کا اقرار کرنے والا، شعوری طور پر دین وشریعت کی زندگی کے کسی گوشہ میں مخالفت نہیں کر سکتا، اس لیے وہ سیدھا جنت میں داخل ہوگا، اس کے مقابلہ میں شرک یہ ہے کہ اللہ کی ذات یا صفات واسماء یا افعال یا اس کے حقوق میں کسی کو شریک ٹھہرایا جائے، اور ان میں سے شرک کی کسی جزئی کا مرتکب سیدھا جنت میں داخل نہیں ہوگا، ہاں اگر اس میں توحید کا کوئی جز ہوگا تو اس کی بنا پر وہ کسی نہ کسی وقت سزا بھگتنے کے بعد جنت میں داخل ہو سکے گا اس قسم کی احادیث میں توحید حقیقی اور شرک اصلی کے نتائج بیان کیے گئے ہیں، جن میں ایک دوسرے کا اختلاط نہیں ہے کیونکہ مفردات کے خواص، کسی دوسرے چیز کے ساتھ مرکب ہونے سے بدل جاتے ہیں۔

[269] ۱۵۱۔(۹۳)وَحَدَّثَنَا أَبُوبَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَأَبُو كُرَيْبٍ قَالَا حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي سُفْيَانَ

عَنْ جَابِرٍ قَالَ أَتَى النَّبِيَّ ﷺ رَجُلٌ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ مَا الْمُوجِبَتَانِ فَقَالَ ((مَنْ مَّاتَ لَا يُشْرِكُ بِاللّٰهِ شَيْئًا دَخَلَ الْجَنَّةَ وَمَنْ مَّاتَ يُشْرِكُ بِاللّٰهِ شَيْئًا دَخَلَ النَّارَ))۔

[269] ۔حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک آدمی نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور پوچھا: اے اللہ کے رسول! جنت اور دوزخ کو واجب ٹھہرانے والی دو صفات کونسی ہیں؟ تو آپ نے جواب دیا: ''جو شرک نہ کرتا ہوا مرا وہ جنت میں داخل ہوگا اور جو اللہ کے ساتھ کسی چیز کو شریک ٹھہراتے ہوئے مرا وہ دوزخ میں داخل ہوگا۔''

لا الٰه الا الله برقم (۱۱۸۱) وفی التفسیر، باب: قوله: ﴿ومن الناس من یتخذ من دون الله اندادا یحبونهم کحب الله﴾ برقم (٤٢٢٧) وفی الایمان والنذور، باب: اذا قال: والله لا اتکلم الیوم فصلی، او قرا، او سبح، او کبر، او حمد، او هلل فهو علی نیته برقم (٦٣٠٥) انظر ((تحفة الاشراف)) برقم (۹۲۵۵)

[269] انفرد به مسلم۔ انظر ((التحفة)) برقم (۲۳۲۰)

[270] ۱۵۲-(. . .)وَحَدَّثَنِي أَبُو أَيُّوبَ الْغَيْلَانِيُّ سُلَيْمَانُ بْنُ عَبْدِاللَّهِ وَحَجَّاجُ بْنُ الشَّاعِرِ قَالَا نَا عَبْدُالْمَلِكِ بْنُ عَمْرٍو وَحَدَّثَنَا قُرَّةُ عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ

حَدَّثَنَا جَابِرُ بْنُ عَبْدِاللَّهِ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ ((مَنْ لَقِيَ اللَّهَ لَا يُشْرِكُ بِهِ شَيْئًا دَخَلَ الْجَنَّةَ وَمَنْ لَقِيَهُ يُشْرِكُ بِهِ دَخَلَ النَّارَ))

[270] ۔حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: ''جو کوئی اللہ کو اس حالت میں ملا کہ وہ اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہیں ٹھہراتا تھا، وہ جنت میں داخل ہوگا اور جو اللہ کے ساتھ کسی چیز کو شریک ٹھہراتا ہوا ملا وہ آگ میں داخل ہوگا۔''

[271] (. .)وَحَدَّثَنِي إِسْحٰقُ بْنُ مَنْصُورٍ أَخْبَرَنَا مُعَاذٌ وَهُوَ ابْنُ هِشَامٍ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي

عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ أَنَّ نَبِيَّ اللَّهِ ﷺ قَالَ بِمِثْلِهِ

[271] امام صاحب مذکورہ روایت ایک اور سند سے بیان کرتے ہیں۔

[272] ۱۵۳-(۹۴)وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى وَابْنُ بَشَّارٍ قَالَ ابْنُ الْمُثَنّٰى حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ وَاصِلٍ الْأَحْدَبِ عَنِ الْمَعْرُورِ بْنِ سُوَيْدٍ قَالَ سَمِعْتُ

أَبَا ذَرٍّ يُحَدِّثُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ قَالَ ((أَتَانِي جِبْرِيلُ عَلَيْهِ السَّلَام فَبَشَّرَنِي أَنَّهُ مَنْ مَاتَ مِنْ أُمَّتِكَ لَا يُشْرِكُ بِاللَّهِ شَيْئًا دَخَلَ الْجَنَّةَ قُلْتُ وَإِنْ زَنٰى وَإِنْ سَرَقَ قَالَ وَإِنْ زَنٰى وَإِنْ سَرَقَ))۔

[272] ۔حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میرے پاس جبریل علیہ السلام آئے اور مجھے بشارت دی کہ آپ کی امت کا جو فرد اس حالت میں مرے گا کہ اس نے اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہرایا ہوگا، وہ جنت میں داخل ہوگا، میں نے پوچھا: اگرچہ اس نے زنا اور چوری کا ارتکاب کیا ہو؟ اس نے جواب دیا: اگرچہ اس نے زنا اور چوری کی ہو۔''

[273] ۱۵٤(. . .)حَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَأَحْمَدُ بْنُ خِرَاشٍ قَالَا حَدَّثَنَا عَبْدُ الصَّمَدِ بْنُ عَبْدِ الْوَارِثِ

---

[270] انفرد به مسلم۔ انظر ((التحفة)) برقم (۲۹۰۰)

[271] انفرد به مسلم۔ انظر ((التحفة)) برم (۲۹۸۰)

[272] اخرجه البخاری فی ((صحيحه)) فی الجنائز، باب: فی الجنائز، ومن كان آخر كلامه: لا اله الا الله برقم (۱۱۸۰) وفی التوحيد، باب: كلام الرب مع جبريل، ونداء الله الملائكة برقم (۷۰٤۹) انظر ((التحفة)) برقم (۱۱۹۸۲)

[273] اخرجه البخاری فی ((صحيحه)) فی اللباس، باب: الثياب البيض برقم (۵٤۸۹) انظر ((التحفة)) برقم (۱۱۹۳۰)

حَدَّثَنَا أَبِي قَالَ حَدَّثَنِي حُسَيْنٌ الْمُعَلِّمُ عَنِ ابْنِ بُرَيْدَةَ أَنَّ يَحْيَى بْنَ يَعْمَرَ حَدَّثَهُ أَنَّ أَبَا الْأَسْوَدِ الدِّيلِيَّ حَدَّثَهُ

أَنَّ أَبَا ذَرٍّ حَدَّثَهُ قَالَ أَتَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ وَهُوَ نَائِمٌ عَلَيْهِ ثَوْبٌ أَبْيَضُ ثُمَّ أَتَيْتُهُ فَإِذَا هُوَ نَائِمٌ ثُمَّ أَتَيْتُهُ وَقَدِ اسْتَيْقَظَ فَجَلَسْتُ إِلَيْهِ فَقَالَ ((مَا مِنْ عَبْدٍ قَالَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ ثُمَّ مَاتَ عَلَى ذَلِكَ إِلَّا دَخَلَ الْجَنَّةَ)) قُلْتُ ((وَإِنْ زَنَى وَإِنْ سَرَقَ)) قَالَ ((وَإِنْ زَنَى وَإِنْ سَرَقَ)) قُلْتُ وَإِنْ زَنَى ((وَإِنْ سَرَقَ قَالَ وَإِنْ زَنَى وَإِنْ سَرَقَ)) ثَلَاثًا ثُمَّ قَالَ فِي الرَّابِعَةِ ((عَلَى رَغْمِ أَنْفِ أَبِي ذَرٍّ)) قَالَ فَخَرَجَ أَبُو ذَرٍّ وَهُوَ يَقُولُ وَإِنْ رَغِمَ أَنْفُ أَبِي ذَرٍّ

[273] ۔حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں اس حال میں حاضر ہوا کہ آپ سوئے ہوئے تھے، آپ پر ایک سفید کپڑا پڑا ہوا تھا، پھر میں دوبارہ حاضر خدمت ہوا تو آپ پھر بھی سوئے ہوئے تھے، پھر میں (تیسری دفعہ) آیا تو آپ بیدار ہو چکے تھے، تو میں آپ کے پاس بیٹھ گیا، اس پر آپ نے فرمایا: ''جس بندہ نے بھی لا الہ الا اللہ کہا پھر اسی پر مرا وہ جنت میں داخل ہوگا۔'' میں نے پوچھا: اگر چہ اس نے زنا اور چوری کی ہو، آپ نے جواب دیا: ''اگر چہ وہ زنا اور چوری کرے۔'' میں نے پھر کہا: اگر چہ زنا کرے اور چوری کرے۔ آپ نے فرمایا: ''اگر چہ وہ زنا اور چوری کرے۔'' میں نے تین دفعہ کہا (آپ نے تینوں دفعہ یہی جواب دیا) پھر آپ نے چوتھی دفعہ فرمایا: ''ابوذر کی ناک کے خاک آلود کی صورت میں بھی۔'' (یعنی اس کی خواہش اور رائے کے برعکس) تو ابوذر، آپ کی مجلس سے یہ کہتے ہوئے نکلے: ''اگر چہ ابوذر کی ناک خاک آلود ہو۔''

مفردات الحدیث

✲ **علی رغم انف، رَغِمَ، رَغام:** (مٹی، خاک) سے ماخوذ ہے جس کا ظاہری معنی ہے اس کی ناک خاک آلود ہو وہ ذلت ورسوائی سے دوچار ہو، لیکن یہ عربی محاورہ ہے جس سے بدعا دینا مقصود نہیں ہوتا، صرف یہ مقصد ہوتا ہے کہ اس کی خواہش کے برعکس یہ کام ہو کر رہے گا۔

فوائد:...... ❶ لا الہ الا اللہ، توحید سے کنایہ ہے اور توحید جیسا کہ ہم بیان کر آئے ہیں پورے دین کا عنوان ہے یعنی دین اسلام پر ایمان لانا اور اس کی پابندی کرنا، ظاہر ہے جو انسان دین کامل کی پابندی کرے گا، اس کے کسی حکم کی مخالفت نہیں کرے گا، تو وہ سیدھا جنت میں جائے گا۔ اگر اس نے توحید کے اقرار کے باوجود گناہ بھی کیے ہوں گے تو اگر وہ اپنے دوسرے اعمال حسنہ کی بنا پر معافی کا مستحق ہوگا تو اللہ تعالیٰ اس کے گناہ معاف کر کے بغیر کسی عذاب کے اس کو جنت میں داخل کر دے گا، اور اگر وہ معافی کا حقدار نہیں ہوگا تو گناہوں کی سزا پانے کے بعد جنت میں جا سکے گا اور اس کی وجہ ہم اوپر بیان کر آئے ہیں۔ (۱/۴۰/۱۵۰/۹۲) ❷ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے اپنا سوال بار بار دہرایا، کیونکہ وہ زنا اور چوری کو انتہائی ناپاک گناہ تصور کرتے تھے، اس وجہ سے انہیں تعجب ہوا کہ ایسے نازیبا اور

گندے گناہ کرنے والے بھی جنت میں جاسکیں گے۔ ③ اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ کبیرہ گناہ کا مرتکب ہمیشہ ہمیشہ آگ میں نہیں رہے گا، جیسا کہ خوارج اور معتزلہ کا نظریہ ہے لیکن اس سے یہ بات کشید کرنا کہ جنت میں داخلہ کے لیے محض لا الہ الا اللہ کا اقرار ہی کافی ہے، نیک اعمال کرنے کی کوئی ضرورت نہیں اور نہ بداعمالیوں کا کوئی نقصان ہے جیسا کہ مرجیہ کا نظریہ ہے درست نہیں ہے، قرآن وسنت کی نصوص کے معنی کی تشریح وتوضیح کے لیے ضروری ہے کہ اس موضوع کے بارے میں جتنی نصوص موجود ہوں، سب کو پیش نظر رکھا جائے، وگرنہ نصوص میں تعارض پیدا ہوگا اور ان کا صحیح معنی بھی سمجھ میں نہیں آئے گا، اس لیے ہم دیکھتے ہیں کہ خوارج ومعتزلہ نے ایک قسم کی نصوص کو لے کر (جن کا تعلق ترہیب وتخویف سے تھا) کبیرہ گناہ کے مرتکب کو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے دوزخی قرار دیا، اور مرجیہ نے دوسری قسم کی نصوص کو لے کر (جن کا تعلق ترغیب وتشویق اور بشارت سے تھا) گناہوں کو بے حیثیت قرار دیا، اور کہا محض لا الہ الا اللہ کہہ دینا جنت کے داخلہ کے لیے کافی ہے اسی طرح دونوں گروہ حق وصواب کی راہ سے دور ہٹ گئے، اہل سنت نے دونوں قسم کی نصوص کو جمع کیا، جس سے تضاد بھی ختم ہوا اور راہِ حق وصواب بھی مل گئی۔

۴۱...... بَابُ تَحْرِيمِ قَتْلِ الْكَافِرِ بَعْدَ أَنْ قَالَ لَآ إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ

باب ٤١: کافر کو لا الہ الا اللہ کہنے کے بعد قتل کرانا حرام ہے

[274] ١٥٥ـ(٩٥) حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا لَيْثٌ ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رُمْحٍ وَاللَّفْظُ مُتَقَارِبٌ أَخْبَرَنَا اللَّيْثُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَزِيدَ اللَّيْثِيِّ عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ عَدِيِّ بْنِ الْخِيَارِ عَنِ الْمِقْدَادِ بْنِ الْأَسْوَدِ أَنَّهُ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ قَالَ يَارَسُولَ اللَّهِ أَرَأَيْتَ إِنْ لَقِيتُ رَجُلًا مِنَ الْكُفَّارِ فَقَاتَلَنِي فَضَرَبَ إِحْدَى يَدَيَّ بِالسَّيْفِ فَقَطَعَهَا ثُمَّ لَاذَ مِنِّي بِشَجَرَةٍ فَقَالَ أَسْلَمْتُ لِلَّهِ أَفَأَقْتُلُهُ يَا رَسُولَ اللَّهِ بَعْدَ أَنْ قَالَهَا قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ ((**لَا تَقْتُلْهُ**)) قَالَ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّهُ قَدْ قَطَعَ يَدِي ثُمَّ قَالَ ذَلِكَ بَعْدَ أَنْ قَطَعَهَا أَفَأَقْتُلُهُ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ ((**لَا تَقْتُلْهُ فَإِنْ قَتَلْتَهُ فَإِنَّهُ بِمَنْزِلَتِكَ قَبْلَ أَنْ تَقْتُلَهُ وَإِنَّكَ بِمَنْزِلَتِهِ قَبْلَ أَنْ يَقُولَ كَلِمَتَهُ الَّتِي قَالَ**))

[274] ۔حضرت مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے پوچھا، اے اللہ کے رسول! مجھے بتایئے اگر کسی کافر آدمی سے میرا مقابلہ ہو جائے، اور وہ مجھ سے لڑ پڑے اور میرا ایک ہاتھ تلوار کی ضرب سے کاٹ دے، پھر

[274] اخرجه البخاری فی ((صحيحه)) فی المغازی، باب: شهود الملائكة بدرا برقم (٣٧٩٤) وفی الديات، باب: قول الله تعالى: ﴿ومن يقتل مؤمنا متعمدا فجزاؤه جهنم﴾ برقم (٦٤٧٢) وابوداود فی ((سننه)) فی الجهاد، باب: على ما يقاتل المشركون برقم (٢٦٤٤) انظر ((التحفة)) برقم (١١٥٤٧)

مجھ سے کسی درخت کی پناہ لے کر کہے، میں نے اپنے آپ کو اللہ کے سپرد کر دیا (میں مسلمان ہو گیا) تو اے اللہ کے رسول! کیا یہ کلمہ کہنے کے بعد میں اس کو قتل کر سکتا ہوں؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''نہیں! تم اسے قتل نہیں کر سکتے۔'' تو میں نے کہا: اے اللہ کے رسول! وہ میرا ایک ہاتھ کاٹ چکا ہے، پھر اس نے (میرا ہاتھ) کاٹنے کے بعد یہ کلمہ کہا ہے، تو کیا میں اسے قتل کر دوں؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اسے قتل نہ کرو، اگر تو نے اس کو قتل کر دیا تو وہ اس مقام پر ہوگا جس پر تم اس کو قتل کرنے سے پہلے تھے۔ اور تو اس کی اس جگہ و مقام پر ہوگا جس پر وہ اس کلمہ کے کہنے سے پہلے تھا۔''

مفردات الحديث ❊ لاذ: پناہ پکڑنا، بچاؤ اختیار کرنا۔

فائدہ :...... کافر جب کلمہ اسلام زبان سے کہہ لیتا ہے تو اس کی جان کو حرمت و تحفظ حاصل ہو جاتا ہے اور اس کو قتل کرنا جائز نہیں ہوتا، اگر کوئی مسلمان اس کو قتل کر دے گا، تو اس مسلمان کی جان کی حرمت اور تحفظ ختم ہو جائے گا اور اس کو قصاص میں قتل کرنا جائز ہوگا۔

[275] ۔١٥٦ (. . .) حَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ قَالَا أَخْبَرَنَا عَبْدُالرَّزَّاقِ قَالَ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ ح وَحَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ مُوسَى الْأَنْصَارِيُّ حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ عَنِ الْأَوْزَاعِيِّ ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ حَدَّثَنَا عَبْدُالرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ جَمِيعًا

عَنِ الزُّهْرِيِّ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ أَمَّا الْأَوْزَاعِيُّ وَابْنُ جُرَيْجٍ فَفِي حَدِيثِهِمَا قَالَ أَسْلَمْتُ لِلّٰهِ كَمَا قَالَ اللَّيْثُ فِي حَدِيثِهِ وَأَمَّا مَعْمَرٌ فَفِي حَدِيثِهِ فَلَمَّا أَهْوَيْتُ لِأَقْتُلَهُ قَالَ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ

[275] ۔امام صاحب مختلف اساتذہ سے یہی روایت نقل کرتے ہیں۔ ایک روایت میں اسلمت لله، (میں اللہ کا مطیع ہوا) کے الفاظ ہیں اور دوسری روایت میں یہ ہے کہ جب میں اس کے قتل کے لیے لپکا تو اس نے کہا، لا الٰہ الا اللہ۔

[276] ۔١٥٧ (. . .) وَحَدَّثَنِي حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيٰى أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ حَدَّثَنِي عَطَاءُ بْنُ يَزِيدَ اللَّيْثِيُّ ثُمَّ الْجُنْدَعِيُّ أَنَّ عُبَيْدَ اللّٰهِ بْنَ عَدِيِّ بْنِ الْخِيَارِ أَخْبَرَهُ

عَنِ الْمِقْدَادِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْأَسْوَدِ الْكِنْدِيِّ وَكَانَ حَلِيفًا لِبَنِي زُهْرَةَ وَكَانَ مِمَّنْ شَهِدَ بَدْرًا مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ أَنَّهُ قَالَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ أَرَأَيْتَ إِنْ لَقِيتُ رَجُلًا مِنَ الْكُفَّارِ ثُمَّ ذَكَرَ بِمِثْلِ حَدِيثِ اللَّيْثِ

---

[275] تقدم تخريجه فى الحديث السابق برقم (٢٧٠)

[276] تقدم تخريجه (٢٧٠)

[276] حضرت مقداد بن عمرو بن اسود کندی جو بنو زہرہ کے حلیف تھے اور رسول اللہ ﷺ کے ساتھ غزوہ بدر میں شریک ہوئے تھے اس نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا بتایئے اگر میری ایک کافر آدمی سے مڈبھیڑ ہو جائے پھر سب سے پہلی حدیث کی طرح بیان کیا۔

[277] ١٥٨-(٩٦) حَدَّثَنَا أَبُوبَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا أَبُو خَالِدِ الْأَحْمَرُ ح وَحَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ وَإِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ عَنْ أَبِي مُعَاوِيَةَ كِلَاهُمَا عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي ظِبْيَانَ

عَنْ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ وَهٰذَا حَدِيثُ ابْنِ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ بَعَثَنَا رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ فِي سَرِيَّةٍ فَصَبَّحْنَا الْحُرَقَاتِ مِنْ جُهَيْنَةَ فَأَدْرَكْتُ رَجُلًا فَقَالَ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ فَطَعَنْتُهُ فَوَقَعَ فِي نَفْسِي مِنْ ذٰلِكَ فَذَكَرْتُهُ لِلنَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ **((أَقَالَ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَقَتَلْتَهُ))** قَالَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ إِنَّمَا قَالَهَا خَوْفًا مِنَ السِّلَاحِ قَالَ **((أَفَلَا شَقَقْتَ عَنْ قَلْبِهِ حَتّٰى تَعْلَمَ أَقَالَهَا أَمْ لَا))** فَمَا زَالَ يُكَرِّرُهَا عَلَيَّ حَتّٰى تَمَنَّيْتُ أَنِّي أَسْلَمْتُ يَوْمَئِذٍ قَالَ فَقَالَ سَعْدٌ وَأَنَا وَاللّٰهِ لَا أَقْتُلُ مُسْلِمًا حَتّٰى يَقْتُلَهُ ذُو الْبُطَيْنِ يَعْنِي أُسَامَةَ قَالَ قَالَ رَجُلٌ أَلَمْ يَقُلِ اللّٰهُ وَقَاتِلُوهُمْ حَتّٰى لَا تَكُونَ فِتْنَةٌ وَيَكُونَ الدِّينُ كُلُّهُ لِلّٰهِ فَقَالَ سَعْدٌ قَدْ قَاتَلْنَا حَتّٰى لَا تَكُونَ فِتْنَةٌ وَأَنْتَ وَأَصْحَابُكَ تُرِيدُونَ أَنْ تُقَاتِلُوا حَتّٰى تَكُونَ فِتْنَةٌ۔

[277]۔ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں ایک لشکر کے ساتھ بھیجا، ہم صبح صبح جہینہ قبیلہ کی بستی حرقات پہنچ گئے، میں نے ایک آدمی پر غلبہ حاصل کیا تو اس نے لا الٰہ الا اللہ کہہ دیا، میں نے (اس کو کاٹ ڈالا)۔ اس کے بارے میں میرے دل میں کھٹکا پیدا ہوا، سو میں نے اس کا تذکرہ نبی ﷺ سے کیا، تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، کیا تو نے لا الٰہ الا اللہ کہنے کے باوجود اسے قتل کر دیا؟ میں نے عرض کیا، اے اللہ کے رسول! اس نے اسلحہ کے ڈر سے کلمہ پڑھا، آپ نے فرمایا: ''تو نے اس کا دل چیر کر کیوں نہیں دیکھ لیا، تاکہ تمہیں پتہ چل جاتا، اس نے دل سے کہا ہے یا ڈر سے۔'' پھر آپ مسلسل یہ کلمہ دہراتے رہے، یہاں تک کہ میں نے خواہش کی کہ میں آج ہی مسلمان ہوا ہوتا۔ تو سعد رضی اللہ عنہ کہنے لگے، اور میں اللہ کی قسم! کسی مسلمان کو قتل نہیں

---

[277] اخرجه البخاري في ((صحيحه)) في المغازي، باب: بعث النبي ﷺ اسامة بن زيد الى الحرقات من جهينة برقم (٤٠٢١) وفي الديات، باب: قول الله تعالى: ﴿ومن احياها﴾ برقم (٦٤٧٨) وابوداود في ((سننه)) في الجهاد، باب: على ما يقاتل المشركون برقم (٢٦٤٣) انظر ((التحفة)) برقم (٨٨)

کروں گا جب تک ذوالبطین یعنی اسامہ اسے قتل کرنے کے لیے تیار نہ ہو، اس پر ایک آدمی نے کہا، کیا اللہ کا یہ فرمان نہیں: ان سے جنگ لڑو حتیٰ کہ فتنہ مٹ جائے (کسی میں دین سے پھیرنے کی طاقت نہ رہے) اور اللہ کا پورا دین عام ہو جائے۔'' تو سعد نے جواب دیا: ہم نے فتنہ فرو کرنے کی خاطر جنگ لڑی تو اور تیرے ساتھی فتنہ برپا کرنے کی خاطر لڑنا چاہتے ہیں۔

مفردات الحدیث ❶ حُرُقَات: بقول بعض جہینہ کے علاقہ میں ایک بستی کا نام ہے اور بعض کے نزدیک یہ قبیلہ جہینہ کی ایک شاخ اور خاندان ہے۔ ❷ فتنہ: آزمائش، امتحان، مقصود ہے دین سے برگشتہ کرنے کی طاقت نہ رہے۔ ❸ فَصَبَّحنا الحرقات: جگہ کا نام ہو تو صبح کے وقت پہنچے، اگر خاندان ہو تو صبح صبح حملہ آور ہوئے۔ ❹ ذو البطین: باء کے فتحہ کے ساتھ بطن کی تصغیر بڑے پیٹ والا، حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کا پیٹ بڑھا ہوا تھا۔

فوائد:...... ❶ میدان جنگ میں اگر کافر کلمہ پڑھ لے تو وہ مسلمان تصور ہوگا، کیونکہ ہم ظاہر کے پابند ہیں کسی کے دل سے آگاہی ہمارے بس میں نہیں ہے، اس لیے یہ کہہ کر کہ اس نے کلمہ جان بچانے کے لیے پڑھا ہے اس کو قتل کرنا جائز نہیں ہوگا۔ ❷ حضرت اسامہ نے ایک کافر کو کلمہ پڑھنے کے باوجود قتل کر دیا تھا لیکن آپ نے اس پر قصاص، دیت یا کفارہ لازم نہیں ٹھہرایا، صرف غصے کا اظہار کیا، جس کی بنا پر حضرت اسامہ کے دل میں یہ خواہش پیدا ہوئی کہ کاش! میں آج مسلمان ہوا ہوتا تاکہ اس جرم کے گناہ معاف ہو جاتے۔ حضرت اسامہ کا مقصد صرف ندامت و پشیمانی کا اظہار تھا، یہ مقصد نہ تھا کہ میں آج سے پہلے مسلمان نہ ہوا ہوتا۔ حضرت اسامہ چونکہ اس اصول سے آگاہ نہ تھے کہ ہم ظاہر کے پابند ہیں، باطن اللہ کے سپرد ہے، اس لیے انہوں نے ظاہری قرآن سے یہ سمجھا کہ اس نے ڈر کر کلمہ پڑھا ہے، اس لیے اس کا خون بہانا جائز ہے، اس لیے ان کو سزا نہیں دی گئی۔ ❸ حضرت سعد اور اسامہ رضی اللہ عنہما حضرت علی اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہما کی جنگوں میں الگ تھلگ ہو گئے تھے۔ وہ مسلمانوں کی باہمی جنگوں کو فتنہ برپا کرنے سے تعبیر کرتے تھے، اس لیے شراکت کے لیے آمادہ نہ ہوئے۔

[278] ١٥٩ـ(...)حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الدَّوْرَقِيُّ حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ أَخْبَرَنَا حُصَيْنٌ حَدَّثَنَا أَبُو ظِبْيَانَ قَالَ سَمِعْتُ

عَنِ أُسَامَةَ بْنَ زَيْدِ بْنِ حَارِثَةَ يُحَدِّثُ قَالَ بَعَثَنَا رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ إِلَى الْحُرَقَةِ مِنْ جُهَيْنَةَ فَصَبَّحْنَا الْقَوْمَ فَهَزَمْنَاهُمْ وَلَحِقْتُ أَنَا وَرَجُلٌ مِنَ الْأَنْصَارِ رَجُلًا مِنْهُمْ فَلَمَّا غَشِيْنَاهُ قَالَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللّٰهُ فَكَفَّ عَنْهُ الْأَنْصَارِيُّ وَطَعَنْتُهُ بِرُمْحِي حَتَّى قَتَلْتُهُ قَالَ فَلَمَّا قَدِمْنَا بَلَغَ ذٰلِكَ النَّبِيَّ ﷺ فَقَالَ لِي ((يَا أُسَامَةُ أَقَتَلْتَهُ بَعْدَ مَا قَالَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللّٰهُ))

[278] تقدم تخريجه برقم (٢٧٣)

قَالَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ إِنَّمَا كَانَ مُتَعَوِّذًا قَالَ فَقَالَ ((أَقَتَلْتَهُ بَعْدَ مَا قَالَ لَآ إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ))
قَالَ فَمَا زَالَ يُكَرِّرُهَا عَلَيَّ حَتّٰى تَمَنَّيْتُ إِنِّي لَمْ أَكُنْ أَسْلَمْتُ قَبْلَ ذٰلِكَ الْيَوْمِ

[278] ۔حضرت اسامہ بن زید بن حارثہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں جہینہ کی شاخ حرقہ کی طرف بھیجا، تو ہم نے ان لوگوں پر صبح صبح حملہ کر دیا اور ان کو شکست دے دی۔ میں اور ایک انصاری آدمی نے ان کے ایک آدمی کا تعاقب کیا جب ہم نے اس کو گھیرے میں لے لیا (وہ حملہ کی زد میں آ گیا) اس نے لا الٰہ الا اللہ کہہ دیا، انصاری اس سے رک گیا، میں نے اپنا نیزہ مار کر اس کو قتل کر دیا، اسامہ کا بیان ہے کہ جب ہم واپس آئے تو اس کی اطلاع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی ہوگئی (جو خود اسامہ نے دی تھی) تو آپ نے مجھے فرمایا: اے اسامہ! کیا تو نے اسے لا الٰہ الا اللہ کہنے کے بعد قتل کر دیا؟'' میں نے عرض کیا، اے اللہ کے رسول! اس نے تو محض پناہ حاصل کرنے کے لیے ایسا کیا تھا، تو آپ نے پھر فرمایا: ''کیا تو نے اسے لا الٰہ الا اللہ کہنے کے بعد قتل کر دیا؟ پھر آپ بار بار یہ بات دہراتے رہے یہاں تک کہ میں نے آرزو کی اے کاش! میں آج سے پہلے مسلمان نہ ہوتا۔ (آج مسلمان ہوتا تاکہ تمام پچھلے گناہ معاف ہو جاتے)۔

[279] ١٦٠ـ(٩٧)حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ الْحَسَنِ بْنِ خِرَاشٍ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَاصِمٍ حَدَّثَنَا مُعْتَمِرٌ قَالَ سَمِعْتُ أَبِي يُحَدِّثُ أَنَّ خَالِدًا الْأَثْبَجَ ابْنَ أَخِي صَفْوَانَ بْنِ مُحْرِزٍ حَدَّثَ

حَدَّثَ عَنْ صَفْوَانَ بْنِ مُحْرِزٍ أَنَّهُ حَدَّثَ أَنَّ جُنْدَبَ بْنَ عَبْدِاللّٰهِ الْبَجَلِيَّ بَعَثَ إِلٰى عَسْعَسَ بْنِ سَلَامَةَ زَمَنَ فِتْنَةِ ابْنِ الزُّبَيْرِ فَقَالَ اجْمَعْ لِي نَفَرًا مِّنْ إِخْوَانِكَ حَتّٰى أُحَدِّثَهُمْ فَبَعَثَ رَسُولًا إِلَيْهِمْ فَلَمَّا اجْتَمَعُوا جَآءَ جُنْدَبٌ وَعَلَيْهِ بُرْنُسٌ أَصْفَرُ فَقَالَ تَحَدَّثُوا بِمَا كُنْتُمْ تُحَدِّثُونَ بِهِ حَتّٰى دَارَ الْحَدِيثُ فَلَمَّا دَارَ الْحَدِيثُ إِلَيْهِ حَسَرَ الْبُرْنُسَ عَنْ رَأْسِهِ فَقَالَ إِنِّي أَتَيْتُكُمْ وَلَا أُرِيدُ أَنْ أُخْبِرَكُمْ عَنْ نَبِيِّكُمْ إِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم بَعَثَ بَعْثًا مِّنَ الْمُسْلِمِينَ إِلٰى قَوْمٍ مِّنَ الْمُشْرِكِينَ وَإِنَّهُمُ الْتَقَوْا فَكَانَ رَجُلٌ مِنَ الْمُشْرِكِينَ إِذَا شَآءَ أَنْ يَّقْصِدَ إِلٰى رَجُلٍ مِّنَ الْمُسْلِمِينَ قَصَدَ لَهُ فَقَتَلَهُ وَإِنَّ رَجُلًا مِنَ الْمُسْلِمِينَ قَصَدَ غَفْلَتَهُ قَالَ وَكُنَّا نُحَدِّثُ أَنَّهُ أُسَامَةُ بْنُ زَيْدٍ فَلَمَّا رَفَعَ عَلَيْهِ السَّيْفَ قَالَ لَآ إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ فَقَتَلَهُ فَجَآءَ الْبَشِيرُ إِلَى النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم فَسَأَلَهُ فَأَخْبَرَهُ حَتّٰى أَخْبَرَهُ خَبَرَ الرَّجُلِ كَيْفَ صَنَعَ فَدَعَاهُ فَسَأَلَهُ فَقَالَ ((لِمَ قَتَلْتَهُ)) قَالَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ

[279] انفرد به مسلم۔ انظر ((التحفة)) برقم (٣٢٥٨)

أَوْجَعَ فِي الْمُسْلِمِينَ وَقَتَلَ فُلَانًا وَفُلَانًا وَسَمَّى لَهُ نَفَرًا وَإِنِّي حَمَلْتُ عَلَيْهِ فَلَمَّا رَأَى السَّيْفَ قَالَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ أَقَتَلْتَهُ قَالَ نَعَمْ قَالَ ((فَكَيْفَ تَصْنَعُ بِلَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ إِذَا جَاءَتْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ)) قَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ اسْتَغْفِرْ لِي قَالَ ((وَكَيْفَ تَصْنَعُ بِلَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ إِذَا جَاءَتْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ)) قَالَ فَجَعَلَ لَا يَزِيدُهُ عَلَى أَنْ يَقُولَ ((كَيْفَ تَصْنَعُ بِلَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ إِذَا جَاءَتْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ))۔

[279]۔صفوان بن محرز بیان کرتے ہیں حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہ کے فتنہ کے زمانہ میں جندب بن عبداللہ بجلی نے عسعس بن سلامہ کے پاس پیغام بھیجا کہ میرے لیے اپنے ساتھیوں کا ایک گروہ جمع کرو تاکہ میں ان سے بات کروں، عسعس نے اپنے ساتھیوں کو بلا بھیجا، تو جب وہ جمع ہو گئے جندب ایک برنس (برانڈی) زرد رنگ کی پہنے ہوئے آئے، اور فرمایا: جو باتیں تم کر رہے تھے وہ کرتے رہو تو جب بات ان تک پہنچی (ان کے بولنے کی باری آئی) انہوں نے سر سے برانڈی اتار دی، پھر کہا: میں تمہارے پاس تمہارے نبی کی حدیث بیان کرنے کے ارادے سے نہیں آیا تھا۔ (لیکن اب آپ کی حدیث بیان کرتا ہوں) رسول اللہ ﷺ نے مسلمانوں کا ایک لشکر مشرک لوگوں کی طرف بھیجا اوران کا آمنا سامنا ہوا، مشرکوں میں سے ایک آدمی تھا جس مسلمان پر حملہ کرنا چاہتا، حملہ کر کے اس کو قتل کر دیتا، ایک مسلمان آدمی نے اس کی غفلت سے فائدہ اٹھانا چاہا (اس کی گھات میں رہا) ہمیں بتایا جاتا تھا کہ وہ اسامہ بن زید تھے۔ تو جب انہوں نے اس پر تلوار اٹھائی (ان کی تلوار کی زد میں آ گیا) تو اس نے لا الٰہ الا اللہ کہہ دیا، لیکن انہوں نے اسے قتل کر دیا۔ فتح کی بشارت دینے والا نبی اکرم ﷺ کے پاس پہنچا تو آپ نے اس سے پوچھا اس نے حالات بتائے یہاں تک کہ اس آدمی نے حضرت اسامہ کے کارنامہ کی بھی خبر دی، آپ نے ان کو بلا کر پوچھا تو نے اس کو کیوں قتل کیا؟ انہوں نے جواب دیا: اے اللہ کے رسول! اس نے مسلمانوں کو تکلیف پہنچائی اور فلاں، فلاں کو قتل کیا، انہوں نے چند آدمیوں کے نام لیے، جب میں نے اس پر حملہ کیا تو تلوار دیکھ کر اس نے لا الٰہ الا اللہ کہہ دیا، آپ نے پوچھا کیا تو نے اسے قتل کیا ہے؟ اسامہ نے ہاں میں جواب دیا۔ آپ نے فرمایا: ''قیامت کے دن جب لا الٰہ الا اللہ آئے گا تو کیا جواب دو گے؟'' اسامہ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! میرے لیے بخشش طلب کیجئے، آپ نے فرمایا: لا الٰہ الا اللہ جب قیامت کو آئے گا تو اس کا کیا جواب دو گے، رسول اللہ ﷺ اس سے زائد کچھ نہیں کہہ رہے تھے، جب قیامت کے روز لا الٰہ الا اللہ آئے گا تو اس کا کیا جواب دو گے۔''

مفردات الحدیث

✵ برنس: اس جبہ یا برانڈی کو کہتے ہیں جس کے ساتھ ٹوپی موجود ہو۔

فائدہ:......اس حدیث میں ایک جملہ وَلَا أُرِيدُ اَنْ أُخبِرَكُمْ عَنْ نَبِيِّكُم آیا ہے، جس کا معنی ہے میں تمہیں تمہارے نبی کی حدیث سنانے کے ارادہ سے نہیں آیا، حالانکہ انہوں نے حدیث بیان کی ہے، اس کی مختلف توجیہیں کی گئی ہیں۔ ایک تو وہی جو ہم نے ترجمہ میں اختیار کی ہے کہ انہوں نے حالات دیکھ کر ارادہ بدل لیا، اور اپنی باتوں کے ساتھ حدیث بھی سنا دی، دوسری توجیہ یہ ہے کہ اریـــد سے پہلے لا کو زائد مانا جائے، لیکن اس کا کوئی قرینہ موجود نہیں ہے۔

تیسری صورت یہ ہے کہ ان اخبر کم سے پہلے الا ہے جو کسی وجہ سے ساقط ہو گیا ہے جیسا کہ بعض حضرات نے لکھا ہے کہ بعض نسخوں میں الا موجود ہے، اس صورت میں معنی ہوگا، میری نیت وارادہ صرف حدیث نبوی بیان کرنے کا ہے۔ یعنی اِلَّا اَنْ اُخْبِرَكُمْ عَنْ نَبِيِّكُم.

۴۲...... بَاب: قَوْلِ النَّبِيِّ ﷺ مَنْ حَمَلَ عَلَيْنَا السِّلَاحَ فَلَيْسَ مِنَّا

باب ٤٢: نبی اکرم ﷺ کا فرمان جو شخص ہم پر ہتھیار اٹھائے، وہ ہم میں سے نہیں ہے

[280] ١٦١-(٩٨) حَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَمُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَا حَدَّثَنَا يَحْيٰى وَهُوَ الْقَطَّانُ ح وَحَدَّثَنَا أَبُوبَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ وَابْنُ نُمَيْرٍ كُلُّهُمْ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ ((مَنْ حَمَلَ عَلَيْنَا السِّلَاحَ فَلَيْسَ مِنَّا))

[280]۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''جس نے ہمارے خلاف ہتھیار اٹھایا وہ ہم میں سے نہیں ہے۔''

فائدہ:......مسلمانوں سے جنگ لڑنا اور ان کے خلاف ہتھیار اٹھانا کافروں کا کام ہے، تو جو مسلمان اس کام کو اپنے لیے روا اور جائز خیال کرتا ہے تو وہ اپنے آپ کو یا مسلمانوں کو کافر سمجھتا ہے، اس لیے وہ کافر ہوگا، لیکن اگر کوئی مسلمان کسی غلط فہمی یا بدفہمی کی بنا پر یا اجتہادی طور پر دین کا تقاضا سمجھتا ہوا یہ کام کرتا ہے تو پھر وہ کافر نہیں ہوگا اور اگر غیر شعوری طور پر بلا سوچے سمجھے کسی دنیوی مفاد کی خاطر یہ حرکت کرتا ہے تو اس نے مسلمانوں والا رویہ اور طرز عمل اختیار نہیں کیا حالانکہ اس کو مسلمان ہونے کی حیثیت سے مسلمانوں والی سیرت اور کردار اختیار کرنا چاہیے تھا۔ اس لیے وہ مجرم اور گناہ گار ہوگا، کافر نہیں ہوگا۔

[281] ١٦٢-(٩٩) حَدَّثَنَا أَبُوبَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَابْنُ نُمَيْرٍ قَالَا حَدَّثَنَا مُصْعَبٌ وَهُوَ ابْنُ الْمِقْدَامِ حَدَّثَنَا عِكْرِمَةُ بْنُ عَمَّارٍ

[280] انفرد به مسلم۔ انظر ((التحفة)) برقم (۸۰۰۳)
[281] انفرد به مسلم۔ انظر ((التحفة)) برقم (٤٥٢١)

عَنْ إِيَاسِ بْنِ سَلَمَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ ((مَنْ سَلَّ عَلَيْنَا السَّيْفَ فَلَيْسَ مِنَّا))

[281] ۔ ایاس بن سلمہ اپنے باپ سے بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''جس نے ہمارے خلاف تلوار سونتی تو وہ ہم میں سے نہیں ہے۔''

[282] ١٦٣ ۔(١٠٠) حَدَّثَنَا أَبُوبَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَعَبْدُاللهِ بْنُ بَرَّادٍ الْأَشْعَرِيُّ وَأَبُو كُرَيْبٍ قَالُوا حَدَّثَنَا أَبُوأُسَامَةَ عَنْ بُرَيْدَةَ عَنْ أَبِي بُرْدَةَ

عَنْ أَبِي مُوسٰى عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ ((مَنْ حَمَلَ عَلَيْنَا السَّلَاحَ فَلَيْسَ مِنَّا))

[282] ۔ ابوموسیٰ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''جس نے ہمارے خلاف ہتھیار اٹھائے وہ ہم میں سے نہیں ہے۔''

فائدہ:...... لَیْسَ مِنَّا سے مقصود اس کو کافر قرار دینا نہیں ہے بلکہ مقصود یہ ہے کہ اس کے اخلاق واعمال ہم جیسے نہیں ہیں، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے نوح علیہ السلام کو فرمایا تھا۔ اِنَّـهٗ لَيْـسَ مِـنْ اَهْلِكَ ''وہ تیرے اہل میں سے نہیں ہے۔'' حالانکہ وہ نسبی طور پر انھی کا بیٹا تھا، مقصود تھا اس نے تیرے اہل والا طریقہ اور رویہ اختیار نہیں کیا، یا اس نے تیری اطاعت وپیروی نہیں کی اور تیرے راستہ پر نہیں چلا۔

٤٣...... بَاب: قَوْلِ النَّبِيِّ ﷺ مَنْ غَشَّنَا فَلَيْسَ مِنَّا

باب ٤٣: نبی اکرم ﷺ کا فرمان ''جس نے ہم کو دھوکا دیا وہ ہم میں سے نہیں ہے''

[283] ١٦٤ ۔(١٠١) حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ وَهُوَ ابْنُ عَبْدِالرَّحْمٰنِ الْقَارِيُّ ح وَحَدَّثَنَا أَبُوالْأَحْوَصِ مُحَمَّدُ بْنُ حَيَّانَ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي حَازِمٍ كِلَاهُمَا عَنْ سُهَيْلِ بْنِ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ ((مَنْ حَمَلَ عَلَيْنَا السَّلَاحَ فَلَيْسَ مِنَّا وَمَنْ غَشَّنَا فَلَيْسَ مِنَّا))

[283] ۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس نے ہمارے خلاف ہتھیار اٹھایا وہ ہم میں سے نہیں ہے اور جس نے ہمارے ساتھ دھوکا کیا وہ بھی ہم میں سے نہیں ہے۔''

[282] اخرجه البخاري في ((صحيحه)) في الفتن، باب: قول النبي ﷺ: ((من حمل علينا السلاح فليس منا)) برقم (٦٦٦٠) والترمذي في ((جامعه)) في الحدود، باب: ما جاء فيمن شهر السلاح۔ برقم (١٤٥٩) وقال: حسن صحيح۔ وابن ماجه في ((سننه)) في الحدود، باب: من شهر السلاح برقم (٢٥٧٧) انظر ((التحفة)) برقم (٩٠٤٢)

[283] اخرجه ابن ماجه، في الحدود، من شهر السلاح برقم (٢٥٧٥) انظر ((التحفة)) برقم (١٢٦٩٢)

[284] ١٦٤ ـ(١٠٢)وَحَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ أَيُّوبَ وَقُتَيْبَةُ وَابْنُ حُجْرٍ جَمِيعًا عَنْ إِسْمٰعِيلَ بْنِ جَعْفَرٍ قَالَ ابْنُ أَيُّوبَ حَدَّثَنَا إِسْمٰعِيلُ قَالَ أَخْبَرَنِي الْعَلَاءُ عَنْ أَبِيهِ

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ مَرَّ عَلٰى صُبْرَةِ طَعَامٍ فَأَدْخَلَ يَدَهُ فِيهَا فَنَالَتْ أَصَابِعُهُ بَلَلًا فَقَالَ ((مَا هٰذَا يَا صَاحِبَ الطَّعَامِ)) قَالَ أَصَابَتْهُ السَّمَآءُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ قَالَ ((أَفَلَا جَعَلْتَهُ فَوْقَ الطَّعَامِ كَيْ يَرَاهُ النَّاسُ مَنْ غَشَّ فَلَيْسَ مِنِّي))

[284] ۔حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ غلہ کے ایک ڈھیر سے گزرے تو اس میں اپنا ہاتھ داخل فرمایا، اس سے آپ کی انگلیوں کو تری محسوس ہوئی، تو آپ نے فرمایا: ''اے غلہ کے مالک! یہ کیا ہے؟ اس نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! رات اس پر بارش برسی تھی تو آپ نے فرمایا: تو نے اس بھیگے ہوئے غلہ کو اوپر کیوں نہ کیا کہ لوگ اس کو دیکھ لیتے؟ جس نے دھوکا کیا وہ مجھ سے نہیں۔''

فائدہ:......اس حدیث میں دھوکے کی ایک صورت بیان کی گئی ہے جس کے تحت بہت ساری جزئیات آ جاتی ہیں کہ اوپر چیز اچھی ہے جو نظر آ رہی ہے، اور نیچے والی چیز جو نظر نہیں آ رہی، وہ ناقص یا نکمی ہے، اس طرح ملاوٹ و آمیزش، جعل سازی، ملمع سازی، خرید و فروخت کی وہ تمام شکلیں جن میں دھوکا اور فراڈ پایا جاتا ہے، اس حدیث کے تحت آتی ہیں، اور بدقسمتی سے مسلمان بلاخوف و خطر دھڑلے سے ان کا ارتکاب کر رہے ہیں اور ہر طرف دھوکا و فریب کا بازار گرم ہے لیکن مسلمانوں کو احساس نہیں کہ یہ کتنا بڑا جرم ہے کہ کوئی صحیح اور کامل مومن سے اس کا تصور بھی نہیں کر سکتا۔

٤٤...... بَاب: تَحْرِيمِ ضَرْبِ الْخُدُودِ وَشَقِّ الْجُيُوبِ وَالدُّعَاءِ بِدَعْوَى الْجَاهِلِيَّةِ

باب ٤٤: رخسار پیٹنے، گریبان چاک کرنے اور جاہلیت کے دور کی چیخ و پکار کی حرمت

[285] ١٦٥ ـ(١٠٣)حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيٰى أَخْبَرَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ ح وَحَدَّثَنَا أَبُوبَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ وَوَكِيعٌ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا أَبِي جَمِيعًا عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ مُرَّةَ عَنْ مَسْرُوقٍ

---

[284] اخرجه الترمذی فی ((جامعه)) فی البیوع، باب: فی کراهية الفتن فی البیوع، وقال: حديث حسن صحيح برقم (١٣١٥) انظر ((التحفة)) برقم (١٣٩٧٩)

[285] اخرجه البخاری فی ((صحيحه)) فی الجنائز، باب: ليس منا من ضرب الخدود برقم (١٢٣٥) و (١٢٣٦) وفی ((المناقب)) باب: ما ينهی من دعوی الجاهلية برقم (٣٣٣١) ←

عَنْ عَبْدِاللّٰهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ ((لَيْسَ مِنَّا مَنْ ضَرَبَ الْخُدُودَ أَوْ شَقَّ الْجُيُوبَ أَوْ دَعَا بِدَعْوَى الْجَاهِلِيَّةِ)) هٰذَا حَدِيثُ يَحْيٰى وَأَمَّا ابْنُ نُمَيْرٍ وَأَبُو بَكْرٍ فَقَالَا وَشَقَّ وَدَعَا بِغَيْرِ أَلِفٍ

[285] ۔حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس نے رخسار پیٹے، یا گریبان چاک کیا یا جاہلیت کی پکار پکاری تو وہ ہم میں سے نہیں ہے۔'' یہ یحییٰ کی حدیث ہے لیکن ابن نمیر اور ابوبکر دونوں نے کہا شق اور دعا الف کے بغیر (یعنی او کی جگہ و کہا)

مفردات الحدیث

* دَعَا بِدَعْوَى الجاهلية: جاہلیت کے دور کی پکار کا معنی ہے نوحہ کرنا، جزع فزع کرنا۔ اپنے لیے تباہی و بربادی کی دعا کرنا، میت کے صحیح یا غلط کارناموں کو یاد کر کے، اس پر چیخنا چلانا، اور بدقسمتی سے یہ کام آج کل مسلمان گھرانوں کی عورتوں میں عام پائے جاتے ہیں۔ اعاذنا اللہ منها

[286] ۱۶۶۔(. . .)وَحَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ ح وَحَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ وَعَلِيُّ بْنُ خَشْرَمٍ قَالَا أَخْبَرَنَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ جَمِيعًا

عَنِ الْأَعْمَشِ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ وَقَالَا ((وَشَقَّ وَدَعَا))

[286] ۔امام صاحب نے مذکورہ بالا روایت مختلف سندوں سے بیان کی کہا وَشَقَّ ودَعا، گریبان چاک کیا اور واویلا کیا۔

[287] ۱۶۷۔(۱۰۴)حَدَّثَنَا الْحَكَمُ بْنُ مُوسَى الْقَنْطَرِيُّ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَمْزَةَ عَنْ عَبْدِالرَّحْمٰنِ بْنِ يَزِيدَ بْنِ جَابِرٍ أَنَّ الْقَاسِمَ بْنَ مُخَيْمِرَةَ حَدَّثَهُ قَالَ حَدَّثَنِي

أَبُو بُرْدَةَ بْنِ أَبِي مُوسٰى قَالَ وَجِعَ أَبُو مُوسٰى وَجَعًا فَغُشِيَ عَلَيْهِ وَرَأْسُهُ فِي حِجْرِ امْرَأَةٍ مِنْ أَهْلِهِ فَصَاحَتْ امْرَأَةٌ مِنْ أَهْلِهِ فَلَمْ يَسْتَطِعْ أَنْ يَرُدَّ عَلَيْهَا شَيْئًا فَلَمَّا أَفَاقَ قَالَ ((أَنَا بَرِيءٌ مِمَّا بَرِءَ مِنْهُ)) رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ فَإِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ بَرِءَ مِنَ الصَّالِقَةِ وَالْحَالِقَةِ وَالشَّاقَّةِ

← والنسائی فی ((المجتبی)) ٤/ ١٩ فی الجنائز، باب دعوى الجاهلية، وابن ماجه فی ((سننه)) فی الجنائز، باب: ما جاء فی النهی عن ضرب الخدود وشق الجيوب برقم (١٥٨٤) انظر ((التحفة)) برقم (٩٥٦٩)

[286] تقدم تخريجه فی الحديث السابق برقم (٢٨١)

[287] اخرجه البخاری فی ((صحيحه)) فی الجنائز، باب ما ينهى عن الحلق عند المصيبة برقم (١٢٣٤) انظر ((التحفة)) برقم (٩١٢٥)

[287] ۔ابو بردہ بن ابی موسیٰ بیان کرتے ہیں کہ ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ اس قدر شدید بیمار ہوئے کہ ان پر غشی طاری ہوگئی، اور ان کا سر ان کے خاندان کی کسی عورت کی گود میں تھا۔ تو ان کے خاندان کی ایک عورت چیخنے لگی، حضرت ابو موسیٰ (بے ہوشی کی وجہ سے) اس کو کچھ کہہ نہ سکے (منع نہ کر سکے) جب ہوش میں آئے تو کہنے لگے، میں اس سے بیزار ہوں، جس سے رسول اللہ ﷺ نے بیزاری کا اظہار فرمایا، رسول اللہ ﷺ نے چلانے والی، سر منڈوانے والی اور گریبان چاک کرنے والی سے برأت کا اظہار فرمایا۔

مفردات الحدیث ❶ **صالقه یاسالقه**: مصیبت اور رنج کی بنا پر چیخنے، چلانے والی صلق سے ماخوذ ہے۔ بلند اور سخت آواز۔ ❷ **الحالقة**: مصیبت ورنجم کی بنا سے سر منڈانے والی۔ ❸ **الشاقة**: رنجم وحزن کی بنا پر کپڑے پھاڑنے والی۔

فائدہ: ...... مصیبت اور رنج وغم کی بنا پر جزع وفزع کرتے ہوئے، چیخنا چلانا، کپڑے پھاڑنا اور سر کے بال منڈوانا جاہلیت کا طور طریقہ ہے اور شریعت ان غلط رسموں کو جو صبر وشکیب اور اللہ کی مشیت پر رضا کے اظہار کے منافی ہیں ختم کرتی ہے ان رسوم بد کا ارتکاب دین وشریعت سے دوری کی علامت ہے، جس سے ایک مسلمان کو بچنا چاہیے۔

[288] (. . .) حَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ وَإِسْحٰقُ بْنُ مَنْصُورٍ قَالَا أَخْبَرَنَا جَعْفَرُ بْنُ عَوْنٍ أَخْبَرَنَا أَبُو عُمَيْسٍ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا صَخْرَةَ يَذْكُرُ

عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ يَزِيدَ وَأَبِي بُرْدَةَ بْنِ أَبِي مُوسٰى قَالَا أُغْمِيَ عَلٰى أَبِي مُوسٰى وَأَقْبَلَتْ امْرَأَتُهُ أُمُّ عَبْدِ اللّٰهِ تَصِيحُ بِرَنَّةٍ قَالَا ثُمَّ أَفَاقَ قَالَ أَلَمْ تَعْلَمِي وَكَانَ يُحَدِّثُهَا أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ ((قَالَ أَنَا بَرِيءٌ مِمَّنْ حَلَقَ وَسَلَقَ وَخَرَقَ))

[288] عبدالرحمٰن بن یزید اور ابو بردہ بن ابی موسیٰ اشعری دونوں نے بتایا کہ ابو موسیٰ پر غشی طاری ہوگئی، اور ان کی بیوی ام عبداللہ، بلند آواز سے روتی ہوئی آئی، دونوں نے کہا پھر انہیں ہوش آیا، تو انہوں نے کیا کہا، تمہیں معلوم نہیں ہے۔ وہ حدیث اسے بتایا کرتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میں سر منڈانے والے، چلانے والے اور کپڑے پھاڑنے والے سے بیزار ہوں۔''

[288] اخرجه النسائى فى الجنائز، باب: الحلق ٤/ ١٨ - وابن ماجه فى ((سننه)) فى الجنائز، باب: ما جاء فى النهى عن ضرب الخدود وشق الجيوب برقم (١٥٨٦) انظر ((التحفة)) برقم (٩٠٢٠ و ٩٠٨١)

[289] (. . .) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُطِيعٍ حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ عَنْ حُصَيْنٍ عَنْ عِيَاضٍ الْأَشْعَرِيِّ عَنْ امْرَأَةِ أَبِي مُوسَى عَنْ أَبِي مُوسَى عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ح وحَدَّثَنِيهِ حَجَّاجُ بْنُ الشَّاعِرِ حَدَّثَنَا عَبْدُ الصَّمَدِ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي حَدَّثَنَا دَاوُدُ يَعْنِي ابْنَ أَبِي هِنْدٍ حَدَّثَنَا عَاصِمٌ عَنْ صَفْوَانَ بْنِ مُحْرِزٍ عَنْ أَبِي مُوسَى عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ح و حَدَّثَنِي الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ الْحُلْوَانِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الصَّمَدِ أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ عُمَيْرٍ عَنْ رِبْعِيِّ بْنِ حِرَاشٍ عَنْ أَبِي مُوسَى عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِهَذَا الْحَدِيثِ غَيْرَ أَنَّ فِي حَدِيثِ عِيَاضٍ الْأَشْعَرِيِّ قَالَ لَيْسَ مِنَّا وَلَمْ يَقُلْ بَرِيءٌ

[289] امام صاحب نے یہ سند مختلف سندوں سے بیان کی ہے۔

امام صاحب نے ایک دوسری سند سے حضرت ابوموسیٰ سے مرفوعاً یہی روایت بیان کی فرق صرف اتنا ہے کہ عیاض اشعری نے بَرِیءٌ کی بجائے لَیْسَ مِنَّا کہا۔ (بَرِیءٌ نہیں کہا)

۴۵...... بَاب: بَيَانِ غِلَظِ تَحْرِيمِ النَّمِيمَةِ

باب ٤٥: چغل خوری کی سخت حرمت

[290] ۱۶۸۔(۱۰۵) وحَدَّثَنَا شَيْبَانُ بْنُ فَرُّوخَ وَعَبْدُاللهِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ أَسْمَاءَ الضُّبَعِيُّ قَالَا حَدَّثَنَا مَهْدِيٌّ وَهُوَ ابْنُ مَيْمُونٍ حَدَّثَنَا وَاصِلٌ الْأَحْدَبُ عَنْ أَبِي وَائِلٍ
عَنْ حُذَيْفَةَ أَنَّهُ بَلَغَهُ أَنَّ رَجُلًا يَنُمُّ الْحَدِيثَ فَقَالَ حُذَيْفَةُ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ ((**لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ نَمَّامٌ**))

[290]۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کو پتہ چلا ایک آدمی لگائی بجھائی کرتا ہے، تو حذیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا، میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ ''چغل خور جنت میں داخل نہیں ہوگا۔''

مفردات الحدیث
☆ **نمّام**: چغل خور: ایک انسان کی بات دوسرے تک اس غرض سے پہنچانا کہ دوسرا پہلے سے بدظن اور ناراض ہو جائے اور ان کے باہمی تعلقات میں بگاڑ و فساد پیدا ہو جائے۔ یہ نمیمہ کہلاتا ہے۔ اس سے نمام ماخوذ ہے۔

[289] اخرجه النسائی فی ((المجتبی)) ٤/ ٢١ فی الجنائز، باب: شق الجیوب عن ابی موسی عن طریق امراته ام عبدالله۔ انظر ((التحفة)) برقم (٩١٥٣)
[290] انفرد به مسلم۔ انظر ((التحفة)) برقم (٣٣٤٧)

فائدہ:...... چغل خوری کی عادت ان سنگین گناہوں میں سے ہے جو جنت کے داخلہ میں رکاوٹ بننے والے ہیں۔ اور کوئی آدمی اس گندی اور غلیظ عادت کے ساتھ جنت میں داخل نہ ہو سکے گا، الا یہ کہ وہ توبہ کر لے یا اس کے پاس اس قدر عظیم نیکیاں ہوں جن کی بنا پر اس سے معافی مل جائے یا دوزخ کی آگ اس جرم سے اس کو پاک صاف کر دے اس فعل کی ذاتی تاثیر آگ میں داخلہ ہی ہے۔ جب چغلی کا اثر ختم ہو جائے گا تو وہ دوزخ سے نکل آئے گا۔

[291] ۱۶۹-(. . .) حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ السَّعْدِيُّ وَإِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ إِسْحٰقُ أَخْبَرَنَا جَرِيرٌ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ

عَنْ هَمَّامِ بْنِ الْحَارِثِ قَالَ كَانَ رَجُلٌ يَنْقُلُ الْحَدِيثَ إِلَى الْأَمِيرِ فَكُنَّا جُلُوسًا فِي الْمَسْجِدِ فَقَالَ الْقَوْمُ هٰذَا مِمَّنْ يَنْقُلُ الْحَدِيثَ إِلَى الْأَمِيرِ قَالَ فَجَاءَ حَتّٰى جَلَسَ إِلَيْنَا فَقَالَ حُذَيْفَةُ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ يَقُولُ ((لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ قَتَّاتٌ)).

[291] ۔ ہمام بن حارث بیان کرتے ہیں کہ ایک آدمی لوگوں کی باتیں حاکم تک پہنچاتا تھا ہم مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے تو لوگوں نے کہا یہ ان میں سے ہے جو باتیں حاکم تک پہنچاتے ہیں اور وہ آ کر ہمارے پاس بیٹھ گیا، حذیفہ رضی اللہ عنہ فرمانے لگے، میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے ''لگائی بجھائی کرنے والا جنت میں داخل نہیں ہوگا۔''

مفردات الحدیث ☼ **قَتَّاتٌ، نَمَّامٌ**: کے معنی میں ہے۔ بعض کے نزدیک لوگوں کی چوری چھپے باتیں سننے والے کو قتّات کہتے ہیں۔

[292] ۱۷۰-(. . .) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ وَوَكِيعٌ عَنِ الْأَعْمَشِ ح و حَدَّثَنَا مِنْجَابُ بْنُ الْحَارِثِ التَّمِيمِيُّ وَاللَّفْظُ لَهُ أَخْبَرَنَا ابْنُ مُسْهِرٍ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ إِبْرَاهِيمَ

عَنْ هَمَّامِ بْنِ الْحَارِثِ قَالَ كُنَّا جُلُوسًا مَعَ حُذَيْفَةَ فِي الْمَسْجِدِ فَجَاءَ رَجُلٌ حَتّٰى جَلَسَ إِلَيْنَا فَقِيلَ لِحُذَيْفَةَ إِنَّ هٰذَا يَرْفَعُ إِلَى السُّلْطَانِ أَشْيَاءَ فَقَالَ حُذَيْفَةُ إِرَادَةَ أَنْ يُسْمِعَهُ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ يَقُولُ ((لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ قَتَّاتٌ))

---

[291] اخرجه البخاري ((صحيحه)) في الادب، باب: ما يكره من النميمة برقم (٥٧٠٩) وابو داود في ((سننه)) في الادب، باب: في القتات برقم (٤٨٧١) والترمذي في ((جامعه)) في البر والصلة، باب: ما جاء في النمام، وقال: هذا حديث حسن صحيح برقم (٢٠٢٦) انظر ((التحفة)) برقم (٣٣٨٦)

[292] تقدم تخرجه في الحديث السابق برقم (٢٨٧)

[292] ۔ ہمام بن حارث سے روایت ہے کہ ہم مسجد میں حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے تو ایک آدمی آ کر ہمارے پاس بیٹھ گیا، حذیفہ کو بتایا گیا کہ یہ انسان بادشاہ تک لوگوں کی باتیں پہنچاتا ہے تو حذیفہ رضی اللہ عنہ نے اس کو سنانے کے لیے کہا، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ چغل خور جنت میں داخل نہیں ہوگا۔

٤٦...... بَاب :بَيَانِ غِلَظِ تَحْرِيمِ إِسْبَالِ الْإِزَارِ وَالْمَنِّ بِالْعَطِيَّةِ وَتَنْفِيقِ السِّلْعَةِ بِالْحَلْفِ وَبَيَانِ الثَّلَاثَةِ الَّذِينَ لَا يُكَلِّمُهُمُ اللَّهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلَا يَنْظُرُ إِلَيْهِمْ وَلَا يُزَكِّيهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ

باب ٤٦: تہ بند ٹخنوں سے نیچے لٹکانے، دے کر احسان جتلانے، اور جھوٹی قسم کھا کر سودا بیچنے کی سخت حرمت کا بیان اور ان تین گروہوں کا بیان، جن سے قیامت کے دن اللہ (پیار و محبت کی) بات نہیں کرے گا اور نہ ہی (نظر رحمت سے) دیکھے گا اور نہ ان کو (گناہوں سے) پاک کرے گا اور ان کے لیے درد انگیز عذاب ہے

[293] ١٧١ـ(١٠٦) حَدَّثَنَا أَبُوبَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَمُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى وَابْنُ بَشَّارٍ قَالُوا حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ عَلِيِّ بْنِ مُدْرِكٍ عَنْ أَبِي زُرْعَةَ عَنْ خَرَشَةَ بْنِ الْحُرِّ

عَنْ أَبِي ذَرٍّ عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ ((**ثَلَاثَةٌ لَا يُكَلِّمُهُمُ اللَّهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلَا يَنْظُرُ إِلَيْهِمْ وَلَا يُزَكِّيهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ**)) قَالَ فَقَرَأَهَا رَسُولُ اللَّهِ صلی اللہ علیہ وسلم ثَلَاثَ مِرَارًا قَالَ أَبُو ذَرٍّ خَابُوا وَخَسِرُوا مَنْ هُمْ يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ ((**الْمُسْبِلُ وَالْمَنَّانُ وَالْمُنَفِّقُ سِلْعَتَهُ بِالْحَلْفِ الْكَاذِبِ**))

[293] ۔ حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تین قسم کے لوگ ہیں قیامت کے دن اللہ ان سے (پیار و محبت کی) گفتگو نہیں کرے گا اور نہ ان کو (نظر رحمت سے) دیکھے گا، اور نہ ان کو (گناہوں سے) پاک کرے گا، اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے، آپ نے تین دفعہ آل عمران کی یہ آیت (٧٧) پڑھی۔

---

[293] اخرجه ابوداود فی ((سننه)) فی اللباس، باب: ما جاء فی اسبال الازار برقم (٤٠٨٧) والترمذی فی ((جامعه)) فی البیوع، باب: ما جاء فیمن حلف علی سلعة کاذبة۔ وقال: حدیث ابی ذر حدیث حسن صحیح برقم (١٢١١) واخرجه النسائی فی ((المجتبی)) ٥/ ٨١ فی الزکاة، باب: المنان بما اعطی وفی ٧/ ٢٤٠ـ٢٤٧ فی البیوع، باب المنفق السلعة بالحلف الکاذب۔ وفی ٨/ ٢٠٨ فی الزینة، باب: اسبال الزار برقم (٥٣٤٨)۔ وابن ماجه فی ((سننه)) فی التجارات، باب: ما جاء فی کراهیة الایمان فی الشراء والبیع برقم (٢٢٠٨) انظر ((التحفة)) برقم (١١٩٠٩)

ابو ذر رضی اللہ عنہ نے کہا: ناکام ہو گئے اور نقصان سے دو چار ہوئے۔ اے اللہ کے رسول! یہ کون لوگ ہیں؟ فرمایا: ”کپڑا نیچے لٹکانے والا، احسان جتلانے والا اور جھوٹی قسم سے اپنے سامان کو رواج دینے والا (اس کی نکاسی کرنے والا)۔“

مفردات الحدیث ❶ **لا یکلمھم ولا ینظر الیھم:** کسی سے گفتگو کرنا اور اس کی طرف دیکھنا، یہ اس بات کی علامت ہے کہ اس کو اہمیت دی جا رہی ہے اور اس پر توجہ ہے اور ان دونوں چیزوں سے کسی کو محروم کرنا، اس سے اعراض وانحراف کی علامت ہے کہ ایسے لوگوں کو کوئی اہمیت اور حیثیت حاصل نہ ہوگی۔ ❷ **ولا یزکیھم:** مسلمانوں کے لیے آگ گناہوں سے پاکیزگی اور تطہیر کا باعث ہوگی۔ یہ ایسے شدید گناہ ہیں کہ صرف آگ بھی ان سے پاک نہیں کرے گی جب تک توبہ نہ کی جائے۔ ❸ **المسبل:** فخر اور غرور سے ضرورت سے زائد، پگڑی، قمیص یا تہہ بند لٹکانا، عام طور پر تہہ بند کو ٹخنوں سے نیچے لٹکایا جاتا ہے اس لیے اس کا ذکر عام طور پر کیا گیا ہے، یہ اسبال سے ہے، لٹکانا۔ ❹ **المَنَّان:** یہ مَنّ سے ہے احسان دہرانا، کسی کو کچھ دے کر اس کو جتلانا۔ ❺ **المُنَفِّق:** نفاق سے ہے۔ رواج دینا، پرکشش بنانا۔ سلع سامان تجارت، بیچنے کی اشیاء۔

فائدہ ......فخر وغرور سے چادر وغیرہ لٹکانا، کسی کو کچھ دے کر اس کو جتانا اور لوگوں کو پھانسنے کے لیے سامان کی بے جا تعریف کرنا، انسانی شرافت اور اسلامی کردار کے منافی اشیاء ہیں جو دوسروں کے لیے اذیت وتکلیف کا باعث ہیں اس لیے ان کو انتہائی شدید جرم قرار دیا گیا ہے کہ ان کا ارتکاب اللہ تعالیٰ کے پیار ومحبت اور نظر عنایت والتفات سے ہی محرومی کا باعث نہیں ہے بلکہ یہ جرائم ایسے ہیں کہ اگر ایمان اور اعمال صالحہ کا توشہ نہ ہوا تو آگ بھی ان گناہوں کو نہیں جلائے گی، کہ انسان پاک ہو جائے اس لیے مسلمانوں کو ان کاموں سے بچنا چاہیے۔

[294] (. . .) وَحَدَّثَنِي أَبُوبَكْرِ بْنُ خَلَّادٍ الْبَاهِلِيُّ حَدَّثَنَا يَحْيٰى وَهُوَ الْقَطَّانُ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ الْأَعْمَشُ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ مُسْهِرٍ عَنْ خَرَشَةَ بْنِ الْحُرِّ

عَنْ أَبِي ذَرٍّ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ ((ثَلَاثَةٌ لَا يُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ الْمَنَّانُ الَّذِي لَا يُعْطِي شَيْئًا إِلَّا مَنَّهُ وَالْمُنَفِّقُ سِلْعَتَهُ بِالْحَلْفِ الْفَاجِرِ وَالْمُسْبِلُ إِزَارَهُ))

[294] حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ سے روایت سناتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: تین قسم کے لوگ ہیں قیامت کے دن اللہ ان سے (پیار ومحبت کی) بات نہیں کرے گا۔ مَنَّان جو دے کر جتلاتا ہے، جو جھوٹی قسم کے ذریعہ اپنے سامان کو فروخت کرتا ہے، اور جو اپنی تہہ بند لٹکاتا ہے۔

[295] وَحَدَّثَنِيهِ بِشْرُ بْنُ خَالِدٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ يَعْنِي ابْنَ جَعْفَرٍ عَنْ شُعْبَةَ قَالَ سَمِعْتُ

[294] تقدم تخريجه في الحديث السابق برقم (٢٨٩)

[295] تقدم تخرجه (٢٨٩)

سُلَیْمَانَ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ وَقَالَ ((ثَلَاثَةٌ لَا يُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ وَلَا يَنْظُرُ إِلَيْهِمْ وَلَا يُزَكِّيهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ))

[295] امام صاحب ایک دوسری سند سے بیان کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: ''اللہ ان سے گفتگو نہیں کرے گا نہ ان کی طرف دیکھے گا اور نہ انہیں پاک کرے گا، ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔''

[296] ۱۷۲ـ(۱۰۷) وَحَدَّثَنَا أَبُوبَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ وَأَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي حَازِمٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ ((ثَلَاثَةٌ لَا يُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلَا يُزَكِّيهِمْ قَالَ أَبُو مُعَاوِيَةَ وَلَا يَنْظُرُ إِلَيْهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ شَيْخٌ زَانٍ وَمَلِكٌ كَذَّابٌ وَعَائِلٌ مُسْتَكْبِرٌ))

[296] ـحضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تین قسم کے لوگوں سے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن بات نہیں کرے گا اور نہ ان کو پاک کرے گا (ابو معاویہ نے کہا، نہ ان کی طرف دیکھے گا) اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔ ''بوڑھا زانی، جھوٹا حکمران اور تکبر کرنے والا فقیر محتاج۔''

مفردات الحدیث ❊ العائل، عَيْلَة: (فقر واحتیاج) سے ماخوذ ہے، تنگدست اور محتاج۔

فائدہ:...... گناہ اور جرم ہر ایک کے لیے گناہ اور جرم ہے لیکن بعض کسی سبب وضرورت یا داعیہ اور محرک کی بنا پر اس کے کرنے پر مجبور ہو جاتے ہیں، اس لیے ان پر غصہ اور افسوس کم ہوتا ہے، لیکن کچھ لوگ، بلا سبب و وجہ اور بلا داعیہ وضرورت محض جرم وگناہ کو ہلکا اور بے وزن سمجھتے ہوئے یہ کام کرتے ہیں اس لیے ان پر غصہ زیادہ ہوتا ہے۔ بوڑھا، حکمران اور فقیر وقلاش ان جرائم کا ارتکاب کرتے ہیں حالانکہ ان کے اندر اس کام کی ضرورت، یا ان پر آمادہ کرنے والا داعیہ اور محرک نہیں ہے، بوڑھا جنس پرست اور شہوت کے بے قابو ہونے کے دور سے گزر چکا ہے، بادشاہ کو کسی سے کوئی خوف وخطرہ لاحق نہیں ہے، جس سے بچنے کے لیے وہ جھوٹ بولے، فقیر اور قلاش کے پاس وہ مال ودولت نہیں جو انسان کو آپے سے باہر کر دیتی ہے، اور مال دار اس کے بل بوتے پر اکڑفوں کا شکار ہوتا ہے، اس لیے یہ لوگ بلا عذر وسبب اللہ کی نافرمانی ومعصیت کو ہلکا سمجھتے ہوئے اور اس سے بے نیاز ہو کر ہٹ دھرمی کا مظاہرہ کرتے ہوئے یہ حرکت کرتے ہیں، اس لیے ان سے مواخذہ شدیدہ ہوگا آج کل ارباب اختیار واقتدار عام طور پر ان تینوں جرائم میں گرفتار ہیں لیکن اس کے باوجود وہ مسلمانوں کے لیڈر اور قائد شمار ہوتے ہیں اور لوگ ان کو لیڈر تسلیم کرتے ہیں، گویا کہ یہ جرائم ہی نہیں ہیں۔

[297] ۱۷۳ـ(۱۰۸) وَحَدَّثَنَا أَبُوبَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَأَبُو كُرَيْبٍ قَالَا حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي صَالِحٍ

[296] انفرد به مسلم۔ انظر ((التحفة)) برقم (۱۳۴۰۶)

[297] اخرجه ابن ماجه فى ((سننه)) فى التجارات، باب: ما جاء فى كراهية الايمان فى الشراء والبيع ←

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ وَهٰذَا حَدِيثُ أَبِي بَكْرٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ ((ثَلَاثٌ لَا يُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلَا يَنْظُرُ إِلَيْهِمْ وَلَا يُزَكِّيهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ رَجُلٌ عَلٰى فَضْلِ مَاءٍ بِالْفَلَاةِ يَمْنَعُهُ مِنِ ابْنِ السَّبِيلِ وَرَجُلٌ بَايَعَ رَجُلًا بِسِلْعَةٍ بَعْدَ الْعَصْرِ فَحَلَفَ لَهُ بِاللّٰهِ لَأَخَذَهَا بِكَذَا وَكَذَا فَصَدَّقَهُ وَهُوَ عَلٰى غَيْرِ ذٰلِكَ وَرَجُلٌ بَايَعَ إِمَامًا لَا يُبَايِعُهُ إِلَّا لِدُنْيَا فَإِنْ أَعْطَاهُ مِنْهَا وَفٰى وَإِنْ لَمْ يُعْطِهِ مِنْهَا لَمْ يَفِ))

[297]۔حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تین قسم کے آدمی ہیں قیامت کے دن اللہ ان سے گفتگو نہیں کرے گا، نہ ان لوگوں کی طرف دیکھے گا اور نہ ان کو پاک صاف کرے گا ان کے لیے دردانگیز دکھ ہے۔ایک آدمی جنگل میں اس کے پاس ضرورت سے زائد پانی ہے لیکن وہ مسافر کو اس سے روکتا ہے، دوسرا وہ جو کسی آدمی کو عصر کے بعد سامان بیچتا ہے اور اللہ کی قسم کھا کر کہتا ہے: میں نے یہ سامان اتنی رقم میں خریدا ہے، حالانکہ ایسا نہیں ہے، خریدار نے اس کی بات مان لی، تیسرا وہ آدمی جو حکمران کی بیعت صرف اس لیے کرتا ہے کہ اس سے مفاد (دنیا) حاصل کرے، اگر وہ اسے مفاد پہنچاتا ہے تو وہ وفادار رہتا ہے اگر دنیا کا مفاد نہیں دیتا تو وہ بھی بیعت کا حق ادا نہیں کرتا۔“

مفردات الحدیث ❶ **فَضْل**:ضرورت وحاجت سے زائد چیز ❷ **فَلَاة**:بیابان، جنگل ❸ **امام**:حکمران، امیر۔

فائدہ:...... پانی ایک عام ضرورت کی چیز ہے جس پر انسان کی زندگی کا انحصار ہے کسی ضرورت مند اور محتاج کو اس سے بلا اپنی ضرورت وحاجت کے محروم کرنا اس کو موت کے منہ میں دھکیلنا ہے، اس لیے یہ شدید جرم ہے۔ جو لوگ، غذاؤں اور ادویہ میں ملاوٹ کر کے لوگوں کی زندگیوں سے کھیلتے ہیں، انہیں اس پر غور کرنا چاہیے۔ جھوٹ بولنا ایک سنگین جرم ہے اور عصر کا وقت ایک خیر و برکت والا وقت ہے، ایسے وقت جھوٹ بول کر سامان بیچنا تین جرائم کا مجموعہ ہے۔ (۱) جھوٹ (۲) گاہک کے ساتھ دھوکا (۳) اور وقت کی حرمت وتقدس کی پامالی پھر جھوٹ بھی اللہ کی قسم کھا کر، گویا اللہ کی عظمت و مقام کا احساس ہی نہیں، آج اس جرم کو جرم ہی نہیں سمجھا جاتا اور اپنے نفس کو فریب دینے کے لیے اس کے لیے مختلف حیلے اور بہانے نکالے جاتے ہیں، امام وامیر اپنے مقام ومنصب کی بنا پر، اطاعت کا حقدار ہے لیکن اطاعت کو اپنے مفاد پر موقوف کرنا اس کو بلیک میل کرنا ہے اور اس کو اس بات کی ترغیب دینا ہے کہ تم بھی اپنے مفاد کے لیے خوب کھیل کھیلو اور گل کھلاؤ اور آج اس حرکت کا چال چلن عام ہے، اس لیے کوئی بھی حکومت، صحیح طریقے پر نہیں چلتی اور ناکامی سے دوچار ہوتی ہے۔

[298] (...) وَحَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ ح وَحَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ عَمْرٍو الْأَشْعَثِيُّ أَخْبَرَنَا عَبْثَرٌ كِلَاهُمَا

← برقم (۲۲۰۷) وفي الجهاد، باب: الوفاء بالبيعة برقم (۲۸۷۰) انظر ((التحفة)) برقم (۱۲۵۲۲)

[298] انفرد به مسلم- انظر ((التحفة)) برقم (۱۲٤۱۳)

عَنِ الْأَعْمَشِ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ مِثْلَهُ غَيْرَ أَنَّ فِي حَدِيثِ جَرِيرٍ ((وَرَجُلٌ سَاوَمَ رَجُلًا بِسِلْعَةٍ))

[298] امام صاحب جریر سے اس حدیث میں یہ الفاظ نقل کرتے ہیں کہ ایک آدمی جو دوسرے آدمی سے سامان کا بھاؤ کرتا ہے ساوم، سوم سے ہے۔ بھاؤ لگانا، قیمت طے کرنا۔

[299] ١٧٤-(. . .) وَحَدَّثَنِي عَمْرٌو النَّاقِدُ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَمْرٍو عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ أُرَاهُ مَرْفُوعًا قَالَ ((ثَلَاثَةٌ لَا يُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ وَلَا يَنْظُرُ إِلَيْهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ رَجُلٌ حَلَفَ عَلٰى يَمِينٍ بَعْدَ صَلٰوةِ الْعَصْرِ عَلٰى مَالِ مُسْلِمٍ فَاقْتَطَعَهُ)) وَبَاقِي حَدِيثِهِ نَحْوُ حَدِيثِ الْأَعْمَشِ

[299]۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، آپ نے فرمایا: ''تین شخص ہیں اللہ ان سے بات نہیں کرے گا، نہ ان کی طرف دیکھے گا اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے، ایک آدمی جس نے مسلمان کا مال دبانے کے لیے عصر کے بعد قسم اٹھائی (اور اس کا مال دبا لیا) حدیث کا باقی حصہ، اعمش کی حدیث جیسا ہے۔

مفردات الحدیث ✲ **اقتطع، قطع** :سے ہے، مار لینا، کاٹ لینا یعنی دبا لینا۔

فائدہ:...... دوسروں کے مال پر قبضہ کرنا اور اس کے لیے جھوٹی قسم کھانا، انتہائی شدید جرم ہے، اور آج کل (قبضہ گروپوں) کا انحصار اسی حرکت پر ہے بلکہ اس کے ساتھ اور جرائم بھی جمع ہو جاتے ہیں (دھونس، دھاندلی اور اسلحہ کا استعمال)

٤٧...... بَاب: غِلَظِ تَحْرِيمِ قَتْلِ الْإِنْسَانِ نَفْسَهُ وَأَنَّ مَنْ قَتَلَ نَفْسَهُ بِشَيْءٍ عُذِّبَ بِهِ فِي النَّارِ وَأَنَّهُ لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ إِلَّا نَفْسٌ مُّسْلِمَةٌ

باب ٤٧ : خودکشی کی حرمت کی تشدید، انسان جس آلہ (چیز) سے اپنے آپ کو قتل کرے گا، آگ میں اس کو اس کے ذریعہ سے عذاب ہوگا اور جنت میں صرف مسلمان شخص داخل ہوگا

[300] ١٧٥-(١٠٩) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَأَبُو سَعِيدٍ الْأَشَجُّ قَالَا حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي صَالِحٍ

---

[299] اخرجه البخاری فی ((المساقاة)) الشرب، باب: من رای ان صاحب الحوض والقربة احق بمائه برقم (٢٢٤٠) وفی التوحید، باب: قول الله تعالى: ﴿وجوه يومئذ ناضرة الى ربها ناظرة﴾ برقم (٧٠٠٨) انظر ((التحفة)) برقم (١٢٨٥٥)

[300] اخرجه الترمذی فی ((جامعه)) فی الطب، باب: ما جاء فیمن قتل نفسه بسم او غیره۔ وقال: هذا حدیث حسن صحیح۔ بعد حدیث (٢٠٤٤) وابن ماجه فی ((سننه)) فی الطب، باب: النهی عن الدواء الخبیث مختصرا برقم (٣٤٦٠) انظر ((التحفة)) برقم (١٢٤٦٦)

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ ((مَنْ قَتَلَ نَفْسَهُ بِحَدِيدَةٍ فَحَدِيدَتُهُ فِي يَدِهِ يَتَوَجَّأُ بِهَا فِي بَطْنِهِ فِي نَارِ جَهَنَّمَ خَالِدًا مُخَلَّدًا فِيهَا أَبَدًا وَمَنْ شَرِبَ سَمًّا فَقَتَلَ نَفْسَهُ فَهُوَ يَتَحَسَّاهُ فِي نَارِ جَهَنَّمَ خَالِدًا مُخَلَّدًا فِيهَا أَبَدًا وَمَنْ تَرَدَّى مِنْ جَبَلٍ فَقَتَلَ نَفْسَهُ فَهُوَ يَتَرَدَّى فِي نَارِ جَهَنَّمَ خَالِدًا مُخَلَّدًا فِيهَا أَبَدًا))

[300]۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس نے اپنے آپ کو لوہے (کے ہتھیار) سے قتل کیا تو اس کا لوہا اس کے ساتھ میں ہوگا، آگ میں ہمیشہ ہمیشہ، اس کو اپنے پیٹ میں گھونپے گا، جس نے زہر پی کر خودکشی کی وہ جہنم کی آگ میں ہمیشہ ہمیشہ اس کو گھونٹ گھونٹ کر پیئے گا، اور جس نے اپنے آپ کو پہاڑ سے گرا کر قتل کیا، وہ ہمیشہ ہمیشہ جہنم کی آگ میں پہاڑ سے گرے گا۔''

مفردات الحدیث ❶ حَدِيدة: حدید لوہے کو کہتے ہیں، حديدة لوہے کا ہتھیار۔ ❷ يَتَوَجَّأُ: وَجَأَ سے ماخوذ ہے، مارنا، گھونپنا۔ ❸ سَم: سین پر پیش زبر اور زیر تینوں آتے ہیں۔ زیر فصیح تر ہے، زہر۔ ❹ يتحسّاهُ: اسے آہستہ آہستہ پیئے گا۔ ❺ يَتَرَدّىٰ: اونچی جگہ سے گرے گا۔

فائدہ:...... خودکشی، انتہا کا شدید جرم ہے کہ انسان اپنے آپ کو اپنی موت وزندگی کا مالک سمجھتا ہے، حالانکہ وہ مالک نہیں ہے، نیز اپنے آپ کو خود مختار تصور کرتا ہے حالانکہ وہ پابند ہے، نیز اسے اللہ کی مشیت وتقدیر پر یقین نہیں ہے اس لیے ناسازگار حالات پر صبر وشکیب کی بجائے، بے صبری کا مظاہرہ کرتا ہے اس طرح ایک قسم کی بغاوت کرتا ہے، اس کے اس جرم کی تاثیر اور اصلی سزا یہی ہے، دوسرے اسباب ووجوہ کی بنا پر اس میں تخفیف اور کمی ہوسکتی ہے۔

[301] (. . .) وَحَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ ح وَحَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ عَمْرٍو الْأَشْعَثِيُّ حَدَّثَنَا عَبْثَرٌ ح وَحَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ حَبِيبٍ الْحَارِثِيُّ حَدَّثَنَا خَالِدٌ يَعْنِي ابْنَ الْحَارِثِ حَدَّثَنَا عَنْ شُعْبَةَ كُلُّهُمْ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ مِثْلَهُ وَفِي رِوَايَةِ شُعْبَةَ عَنْ سُلَيْمَانَ قَالَ سَمِعْتُ ذَكْوَانَ

[301] امام صاحب ایک دوسری سند سے مذکورہ بالا روایت بیان کرتے ہیں۔ (سلیمان، اعمش کا نام ہے اور ذکوان، ابو صالح کا)

---

[301] اخرجه البخاري في ((صحيحه)) في الطب، باب: شرب السم والدواء وبما يخاف منه والخبيث برقم (٥٤٤٢) والترمذي في ((جامعه)) في الطب، باب: ما جاء فيمن قتل نفسه بسم او غيره برقم (٢٠٤٤) والنسائي في ((المجتبى)) ٤/ ٦٧ في الجنائز، باب: ترك الصلاة على من قتل نفسه- انظر ((التحفة)) برقم (١٢٣٩٤)

[302] ١٧٦ـ(١١٠)حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى أَخْبَرَنَا مُعَاوِيَةُ بْنُ سَلَّامِ بْنِ أَبِي سَلَّامٍ الدِّمَشْقِيُّ عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ أَنَّ أَبَا قِلَابَةَ أَخْبَرَهُ أَنَّ

عَنْ ثَابِتَ بْنَ الضَّحَّاكِ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ بَايَعَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ تَحْتَ الشَّجَرَةِ وَأَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ ((مَنْ حَلَفَ عَلَى يَمِينٍ بِمِلَّةٍ غَيْرِ الْإِسْلَامِ كَاذِبًا فَهُوَ كَمَا قَالَ وَمَنْ قَتَلَ نَفْسَهُ بِشَيْءٍ عُذِّبَ بِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلَيْسَ عَلَى رَجُلٍ نَذْرٌ فِي شَيْءٍ لَّا يَمْلِكُهُ))

[302]۔ حضرت ثابت بن ضحاک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے درخت کے نیچے رسول اللہ ﷺ سے بیعت رضوان کی، آپ نے فرمایا: ''جس شخص نے اسلام کے علاوہ کسی اور مذہب پر ہونے کی جھوٹی قسم اٹھائی تو وہ ویسا ہی ہوگا، اور جس نے اپنے آپ کو کسی چیز سے قتل کیا، اسے اسی چیز کے ذریعہ قیامت کے دن عذاب ہوگا۔ اور جو شخص کسی چیز کا مالک نہیں ہے اس کے بارے میں نذر پوری کرنا اس کے لیے لازم نہیں ہے۔''

فوائد:...... ❶ اسلام کے سوا کسی مذہب کی قسم اٹھانے کا مطلب یہ ہے کہ اگر میں نے فلاں کام کیا ہو تو میں یہودی یا نصرانی ہوں حالانکہ وہ کام کر چکا ہے جس کا معنی ہے اس نے اسلام کو اپنے مفاد کی خاطر تج دیا، اور اسلام کو دنیوی فائدہ پر قربان کر دیا۔ اسی طرح دنیا کو آخرت پر ترجیح دی ہے اگر اس نے یہ کام شعوری طور پر کیا ہے تو وہ واقعی غیر اسلام پر ہوگا۔ اور اگر اس نے اپنے جھوٹ کو یا غلط کام کو چھپانے کے لیے زور و تاکید پیدا کرنے کی خاطر یہ حرکت کی ہے گو یہ کام اتنا سنگین ہے، کہ دین سے نکل گیا ہو کیونکہ اس نے جھوٹی قسم کو ہلکا خیال کیا ہے اور اللہ کی توقیر و تعظیم کے منافی حرکت کی ہے، جو کفر کا باعث بن سکتی ہے۔ ❷ نذر اس چیز کے بارے میں ماننی چاہیے، جو انسان کے بس میں ہے یا اس کی ملکیت میں ہے، وگرنہ یہ نذر لغو اور بے کار ہوگی۔

---

[302] اخرجه البخاري في ((صحيحه)) في الجنائز، باب: ما جاء في قاتل النفس برقم (١٢٩٧) وفي الادب، باب: ما ينهى من السباب واللعن برقم (٥٧٠٠) وباب من اكفر اخاه بغير تاويل فهو كما قال برقم (٥٧٥٤) وفي الايمان والنذور باب من حلف بملة غير ملة الاسلام برقم ٦٤٧٦ و ابوداود اور في سنة في الايمان والنذور، باب ماجاء في الحلف بالبراة وبملة غير الاسلام برقم ٣٢٥٧ـ والترمذي في ((جامعه)) في الايمان والنذور، باب: ما جاء لا نذر فيما لا يملك ابن آدم وقال: هذا حديث حسن صحيح برقم (١٥٢٧) وباب: ما جاء في كراهية الحلف بغير ملة الاسلام، وقال: هذا حديث حسن صحيح برقم (١٥٤٣) والنسائي في ((المجتبى)) ٦/٦ـ٧ في الايمان والنذور، باب الحلف بملة سوى الاسلام وفي ٧/ ١٩ـ٢٠ـ وفي باب: النذر فيما لا يملك ـ وابن ماجه في ((سننه)) في الكفارات، باب: من حلف بملة غير الاسلام برقم (٢٠٩٨) انظر ((التحفة)) برقم (٢٠٦٢)

[303] (. .) حَدَّثَنِی أَبُو غَسَّانَ الْمِسْمَعِیُّ حَدَّثَنَا مُعَاذٌ وَهُوَ ابْنُ هِشَامٍ قَالَ حَدَّثَنِی أَبِی عَنْ یَحْیَی بْنِ أَبِی کَثِیرٍ قَالَ حَدَّثَنِی أَبُو قِلَابَةَ

عَنْ ثَابِتِ بْنِ الضَّحَّاكِ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ ((لَیْسَ عَلَی رَجُلٍ نَذْرٌ فِیمَا لَا یَمْلِكُ وَلَعْنُ الْمُؤْمِنِ کَقَتْلِهِ وَمَنْ قَتَلَ نَفْسَهُ بِشَیْءٍ فِی الدُّنْیَا عُذِّبَ بِهِ یَوْمَ الْقِیَامَةِ وَمَنِ ادَّعَی دَعْوَی کَاذِبَةً لِیَتَکَثَّرَ بِهَا لَمْ یَزِدْهُ اللّٰهُ إِلَّا قِلَّةً وَمَنْ حَلَفَ عَلَی یَمِینِ صَبْرٍ فَاجِرَةٍ))

[303] حضرت ثابت بن ضحاک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس چیز کا انسان مالک نہیں ہے، اس کے بارے میں نذر اس کے ذمہ نہیں ہے، مومن پر لعنت بھیجنا، اس کے قتل کے مترادف ہے، اور جس نے کسی چیز سے اپنے آپ کو قتل کیا، قیامت کے دن اسی چیز سے اس کو عذاب دیا جائے گا اور جس نے مال میں اضافہ کے لیے جھوٹا دعویٰ کیا اللہ تعالیٰ اس کے مال میں کمی کرے گا، یہی حال اس کا ہوگا جو فیصلہ کن جھوٹی قسم اٹھاتا ہے (یعنی جس قسم پر قاضی یا حاکم نے فیصلہ دینا ہے وہ مال بٹورنے کے لیے جھوٹی اٹھائے)۔

فائدہ: ...... کسی مسلمان پر بلا وجہ اور تعیین کے بغیر لعنت بھیجنا انتہائی قبیح حرکت ہے، اس سے احتراز کرنا چاہیے۔

[304] ۱۷۷- (. . .) حَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِیمَ وَإِسْحٰقُ بْنُ مَنْصُورٍ وَعَبْدُ الْوَارِثِ بْنُ عَبْدِ الصَّمَدِ کُلُّهُمْ عَنْ عَبْدِ الصَّمَدِ بْنِ عَبْدِ الْوَارِثِ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ أَیُّوبَ عَنْ أَبِی قِلَابَةَ عَنْ ثَابِتِ بْنِ الضَّحَّاكِ الْأَنْصَارِیِّ ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ عَنْ عَبْدِ الرَّزَّاقِ عَنِ الثَّوْرِیِّ عَنْ خَالِدٍ الْحَذَّاءِ عَنْ أَبِی قِلَابَةَ

عَنْ ثَابِتِ بْنِ الضَّحَّاكِ الْأَنْصَارِیِّ قَالَ قَالَ النَّبِیُّ ﷺ ((مَنْ حَلَفَ بِمِلَّةٍ سِوَی الْإِسْلَامِ کَاذِبًا مُتَعَمِّدًا فَهُوَ کَمَا قَالَ وَمَنْ قَتَلَ نَفْسَهُ بِشَیْءٍ عَذَّبَهُ اللّٰهُ بِهِ فِی نَارِ جَهَنَّمَ)) هٰذَا حَدِیثُ سُفْیَانَ وَأَمَّا شُعْبَةُ فَحَدِیثُهُ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ ((مَنْ حَلَفَ بِمِلَّةٍ سِوَی الْإِسْلَامِ کَاذِبًا فَهُوَ کَمَا قَالَ وَمَنْ ذَبَحَ نَفْسَهُ بِشَیْءٍ ذُبِحَ بِهِ یَوْمَ الْقِیَامَةِ))۔

[304]۔ امام صاحب مختلف سندوں سے حضرت ثابت بن ضحاک رضی اللہ عنہ سے مرفوع روایت بیان کرتے ہیں کہ

[303] اخرجه البخاری فی ((صحیحه)) فی المغازی، باب غزوة الحدیبیه برقم (۳۹۳۸) مختصرا فی غیر ذکر الحدیث۔ وفی التفسیر، باب: ﴿اذ یبایعونك تحت الشجرة﴾ برقم (٤٥٦٢) مختصرا بدون ذکر الحدیث۔ وابوداود فی ((سننه)) فی الایمان والنذور، باب: ما جاء فی الحلف بالبراة وبملة غیر الاسلام برقم (۳۲۵۷) انظر ((التحفة)) برقم (۲۰۶۳)

[304] تقدم تخرجه فی الحدیث السابق برقم (۲۹۸)

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: جس نے جان بوجھ کر، اسلام کے سوا کسی مذہب کی جھوٹی قسم اٹھائی تو وہ اپنے قول کے مطابق ہوگا، اور جس نے اپنے نفس کو کسی چیز سے ختم کیا اللہ جہنم کی آگ میں اسی چیز کے ذریعہ سے اسے عذاب سے دو چار کرے گا۔" یہ سفیان کی روایت ہے لیکن شعبہ کی روایت اس طرح ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جس نے اسلام کے سوا کسی ملت کی جھوٹی قسم کھائی، تو وہ اپنے قول کے مطابق ہے اور جس نے اپنے آپ کو کسی چیز سے ذبح کر ڈالا، قیامت کے دن اسے اسی چیز سے ذبح کیا جائے گا۔"

[305] ۱۷۸-(۱۱۱) وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ جَمِيعًا عَنْ عَبْدِ الرَّزَّاقِ قَالَ ابْنُ رَافِعٍ حَدَّثَنَا عَبْدُالرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنِ ابْنِ الْمُسَيَّبِ

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ شَهِدْنَا مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ حُنَيْنًا فَقَالَ ((لِرَجُلٍ مِمَّنْ يَدَّعِي بِالْإِسْلَامِ هٰذَا مِنْ أَهْلِ النَّارِ)) فَلَمَّا حَضَرْنَا الْقِتَالَ قَاتَلَ الرَّجُلُ قِتَالًا شَدِيدًا فَأَصَابَتْهُ جِرَاحَةٌ فَقِيلَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ الرَّجُلُ الَّذِي قُلْتَ لَهُ آنِفًا إِنَّهُ مِنْ أَهْلِ النَّارِ فَإِنَّهُ قَاتَلَ الْيَوْمَ قِتَالًا شَدِيدًا وَقَدْ مَاتَ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ إِلَى النَّارِ فَكَادَ بَعْضُ الْمُسْلِمِينَ أَنْ يَرْتَابَ فَبَيْنَمَا هُمْ عَلَى ذٰلِكَ إِذْ قِيلَ إِنَّهُ لَمْ يَمُتْ وَلٰكِنَّ بِهِ جِرَاحًا شَدِيدًا فَلَمَّا كَانَ مِنَ اللَّيْلِ لَمْ يَصْبِرْ عَلَى الْجِرَاحِ فَقَتَلَ نَفْسَهُ فَأُخْبِرَ النَّبِيُّ ﷺ بِذٰلِكَ فَقَالَ اَللّٰهُ أَكْبَرُ أَشْهَدُ أَنِّي عَبْدُاللّٰهِ وَرَسُولُهُ ثُمَّ أَمَرَ بِلَالًا فَنَادَى فِي النَّاسِ إِنَّهُ لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ إِلَّا نَفْسٌ مُسْلِمَةٌ وَإِنَّ اللّٰهَ يُؤَيِّدُ هٰذَا الدِّيْنَ بِالرَّجُلِ الْفَاجِرِ

[305]۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم جنگ حنین میں رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ موجود تھے تو آپ نے اسلام کے دعویدار ایک شخص کے بارے میں فرمایا: "یہ جہنمی ہے۔" جب لڑائی شروع ہوئی تو اس آدمی نے بڑی زوردار جنگ لڑی، جس سے وہ زخمی ہوگیا تو آپ سے عرض کیا گیا، اے اللہ کے رسول! وہ آدمی جس کے بارے میں آپ نے ابھی فرمایا تھا: "وہ دوزخی ہے۔" اس نے تو آج بڑی شدید جنگ لڑی ہے اور وہ مر چکا ہے، تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "آگ کی طرف جائے گا۔" تو قریب تھا کہ بعض مسلمان آپ کے اس فرمان کے بارے میں شک وشبہ میں پڑ جاتے (کہ ایسا جان نثار دوزخی ہوگا) اسی اثنا میں بتلایا گیا کہ وہ مرا نہیں ہے لیکن شدید زخمی ہے جب رات پڑی تو وہ اپنے زخموں پر صبر نہ کر سکا اور خودکشی کر لی پھر آپ کو اس کی اطلاع دی

[305] اخرجه البخاري في ((صحيحه)) في الجهاد، باب: ان الله يؤيد الدين بالرجل الفاجر برقم (۲۸۹۷) وفي القدر، باب: العمل بالخواتيم برقم (٦٢٣٢) انظر ((التحفة)) برقم (۱۳۲۷۷)

گئی تو آپ نے فرمایا: ''کبریائی وعظمت کا مستحق اللہ ہے! میں گواہی دیتا ہوں کہ میں اللہ کا رسول اور اس کا بندہ ہوں۔'' پھر آپ نے بلال کو حکم دیا تو اس نے لوگوں میں اعلان کیا کہ مسلمان شخص ہی جنت میں داخل ہو سکے گا اور اللہ اس دین کی تائید کا کام برے لوگوں سے بھی لے لیتا ہے۔''

[306] ١٧٩ـ(١١٢)حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ وَهُوَ ابْنُ عَبْدِالرَّحْمٰنِ الْقَارِيُّ حَيٌّ مِنَ الْعَرَبِ عَنْ أَبِي حَازِمٍ

عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ السَّاعِدِيِّ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ الْتَقٰى هُوَ وَالْمُشْرِكُونَ فَاقْتَتَلُوا فَلَمَّا مَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ إِلٰى عَسْكَرِهِ وَمَالَ الْآخَرُونَ إِلٰى عَسْكَرِهِمْ وَفِي أَصْحَابِ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ رَجُلٌ لَا يَدَعُ لَهُمْ شَاذَّةً وَلَا فَاذَّةً إِلَّا اتَّبَعَهَا يَضْرِبُهَا بِسَيْفِهِ فَقَالُوا مَا أَجْزَأَ مِنَّا الْيَوْمَ أَحَدٌ كَمَا أَجْزَأَ فُلَانٌ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ أَمَا إِنَّهُ مِنْ أَهْلِ النَّارِ فَقَالَ رَجُلٌ مِنَ الْقَوْمِ أَنَا صَاحِبُهُ أَبَدًا قَالَ فَخَرَجَ مَعَهُ كُلَّمَا وَقَفَ وَقَفَ مَعَهُ وَإِذَا أَسْرَعَ أَسْرَعَ مَعَهُ قَالَ فَجُرِحَ الرَّجُلُ جُرْحًا شَدِيدًا فَاسْتَعْجَلَ الْمَوْتَ فَوَضَعَ نَصْلَ سَيْفِهِ بِالْأَرْضِ وَذُبَابَهُ بَيْنَ ثَدْيَيْهِ ثُمَّ تَحَامَلَ عَلٰى سَيْفِهِ فَقَتَلَ نَفْسَهُ فَخَرَجَ الرَّجُلُ إِلٰى رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ أَشْهَدُ أَنَّكَ رَسُولُ اللّٰهِ قَالَ وَمَا ذَاكَ قَالَ الرَّجُلُ الَّذِي ذَكَرْتَ آنِفًا أَنَّهُ مِنْ أَهْلِ النَّارِ فَأَعْظَمَ النَّاسُ ذٰلِكَ فَقُلْتُ أَنَا لَكُمْ بِهِ فَخَرَجْتُ فِي طَلَبِهِ حَتّٰى جُرِحَ جُرْحًا شَدِيدًا فَاسْتَعْجَلَ الْمَوْتَ فَوَضَعَ نَصْلَ سَيْفِهِ بِالْأَرْضِ وَذُبَابَهُ بَيْنَ ثَدْيَيْهِ ثُمَّ تَحَامَلَ عَلَيْهِ فَقَتَلَ نَفْسَهُ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ عِنْدَ ذٰلِكَ إِنَّ الرَّجُلَ لَيَعْمَلُ عَمَلَ أَهْلِ الْجَنَّةِ فِيمَا يَبْدُو لِلنَّاسِ وَهُوَ مِنْ أَهْلِ النَّارِ وَإِنَّ الرَّجُلَ لَيَعْمَلُ عَمَلَ أَهْلِ النَّارِ فِيمَا يَبْدُو لِلنَّاسِ وَهُوَ مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ۔

[306]۔حضرت سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ اور مشرکوں کا آمنا سامنا ہوا اور جنگ شروع ہوگئی جب رسول اللہ ﷺ اپنے لشکر کی طرف پلٹے اور فریق ثانی اپنے لشکر کی طرف جھکا اور تو رسول اللہ ﷺ

---

[306] اخرجه البخاری فی ((صحيحه)) فی المغازی، باب غزوة برقم (٣٩٦٦) وفی الجهاد، باب: لا يقول فلان شهيد برقم (٢٧٤٢) والمولف ((مسلم)) فی القدر، باب: كيفية الخلق الآدمی فی بطن امه، وكتابة رزقه واجله وعمله، وشقاوته وسعادته مختصرا برقم (٦٦٨٣) انظر ((تحفة الاشراف)) برقم (٤٧٨٠ و ٤٢٨٧)

کے ساتھیوں میں ایک آدمی تھا، جو دشمن سے الگ ہونے والے اور الگ رہنے والے کا تعاقب کرتا اور اپنی تلوار سے اس کو موت کے گھاٹ اتار دیتا، لوگوں نے کہا، آج جس قدر اس نے کام کیا ہے (مسلمانوں کو فائدہ پہنچایا) اس قدر کسی نے نفع نہیں پہنچایا، تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اس کے باوجود یہ دوزخی ہے۔'' تو لوگوں میں سے ایک آدمی کہنے لگا میں ہر وقت اس کے ساتھ رہوں گا، تو وہ اس کے ہمراہ نکلا، جہاں وہ ٹھہرتا وہیں وہ ٹھہر جاتا۔'' اور جب وہ تیز رفتاری اختیار کرتا تو وہ بھی تیز چل پڑتا، وہ آدمی شدید زخمی ہوگیا، اس نے جلد موت چاہی اور اس نے اپنی تلوار کا پھل زمین پر رکھا اور اس کی دھار اپنی چھاتی پر پھر اپنی تلوار پر اپنا پورا وزن ڈال کر خودکشی کر لی، تو دوسرا آدمی رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا، اور عرض کیا، میں آپ کی رسالت کی گواہی دیتا ہوں'' آپ نے پوچھا ''کیا سبب ہے؟'' تو اس نے کہا: وہ آدمی جس کے بارے میں آپ نے ابھی بتایا تھا کہ وہ دوزخی ہے اور لوگوں پر یہ بات گراں گزری تھی، تو میں نے لوگوں کو کہا تھا میں اس کے انجام کو جاننے کا ذمہ لیتا ہوں، میں اس کی تلاش میں نکلا یہاں تک کہ وہ شدید زخمی ہوگیا تو اس نے جلد موت چاہی، اس کے لیے اپنی تلوار کا پھل زمین پر رکھا اور اس کی دھار اپنے دونوں پستانوں کے درمیان رکھی پھر اس پر بوجھ ڈال دیا اور خودکشی کر لی تو اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''آدمی جنتیوں والے کام کرتا رہتا ہے جیسا کہ لوگوں کو نظر آتا ہے یعنی ظاہری اعتبار سے حالانکہ وہ دوزخی ہوتا ہے اور ایک دوسرا آدمی لوگوں کو نظر آنے کے اعتبار سے دوزخیوں والے کام کرتا ہے حالانکہ وہ جنتی ہوتا ہے۔''

مفردات الحدیث

❶ **شاذة**: لوگوں سے الگ ہونے والا انفاذة اکیلا، تنہا۔ ❷ **اَجْزَأَمِنَّا**: ہمارے کام آیا، ہمارے لیے کافی ہوا اور ہمیں فائدہ پہنچایا۔ ❸ **لَا یَدَعُ احدًا**: وہ بہت جری اور بہادر ہے ہر ایک پر غلبہ پا لیتا ہے۔ ❹ **اَنَا صَاحِبه**: میں اس کے ساتھ رہوں گا۔ ❺ **نصل**: پھل۔ ❻ **ذُبَاب**: دھار۔ ❼ **اعظم الناس ذالك**: لوگوں نے اس کو بہت بڑا خیال کیا۔ لوگوں پر یہ بات نہایت شاق گزری۔

[307] ۱۸۰-(۱۱۳) حَدَّثَنِی مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ حَدَّثَنَا الزُّبَيْرِیُّ وَهُوَ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِاللهِ بْنِ الزُّبَيْرِ حَدَّثَنَا شَيْبَانُ قَالَ سَمِعْتُ

عَنِ الْحَسَنَ يَقُوْلُ إِنَّ رَجُلًا مِّمَّنْ كَانَ قَبْلَكُمْ خَرَجَتْ بِهِ قُرْحَةٌ فَلَمَّا اٰذَتْهُ انْتَزَعَ سَهْمًا مِّنْ كِنَانَتِهِ فَنَكَأَهَا فَلَمْ يَرْقَاءِ الدَّمُ حَتّٰى مَاتَ قَالَ رَبُّكُمْ قَدْ حَرَّمْتُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ ثُمَّ مَدَّ يَدَهُ إِلَى الْمَسْجِدِ فَقَالَ إِی وَاللهِ لَقَدْ حَدَّثَنِی بِهٰذَا الْحَدِيْثِ جُنْدَبٌ عَنْ رَّسُوْلِ اللهِ ﷺ فِی هٰذَا الْمَسْجِدِ۔

[307] اخرجه الترمذی فی ((جامعه)) فی الجنائز، باب: ما جاء فی قاتل النفس برقم (۱۲۹۸) وفی الانبیاء، باب: ما ذکر عن بنی اسرائیل برقم (۳۷۲۶) انظر ((التحفة)) برقم (۳۲۵٤)

[307] ۔حسن رحمہ اللہ سے روایت ہے انہوں نے کہا اگلے لوگوں میں ایک آدمی تھا اسے پھوڑا نکلا، جب اس نے اسے اذیت دی تو اس نے اپنے ترکش سے ایک تیر نکالا اور اس پھوڑے کو چیرا دیا جس سے خون نکلنا بند نہ ہوا اور وہ مرگیا، اللہ تعالیٰ تمہارے رب نے فرمایا: ''میں نے اس پر جنت کو حرام کر دیا ہے۔'' پھر حسن نے مسجد کی طرف اپنا ہاتھ بڑھایا اور کہا، ہاں! اللہ کی قسم! یہ حدیث مجھے جندب رضی اللہ عنہ نے اسی مسجد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنائی تھی۔

مفردات الحدیث ❶ **قرحة:** پھوڑا، پھنسی۔ ❷ **كنانة:** ترکش۔ ❸ **نكاها:** اسے چھیلا، چیرادیا۔ ❹ **لم یرقاء الدم:** خون نکلنا بند نہ ہوا، خون نہ رکا۔ ❺ **خراج:** پھوڑا۔

[308] ١٨١۔(. . .) وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي بَكْرٍ الْمُقَدَّمِيُّ حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ جَرِيرٍ حَدَّثَنَا أَبِي قَالَ سَمِعْتُ عَنِ الْحَسَنَ يَقُولُ حَدَّثَنَا جُنْدَبُ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ الْبَجَلِيُّ فِي هٰذَا الْمَسْجِدِ فَمَا نَسِينَا وَمَا نَخْشَى أَنْ يَكُونَ جُنْدَبٌ كَذَبَ عَلَى رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ ((خَرَجَ بِرَجُلٍ فِيمَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ خُرَاجٌ فَذَكَرَ نَحْوَهُ))

[308] ۔حسن رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ ہمیں جندب بن عبداللہ بجلی رضی اللہ عنہ نے اس مسجد میں حدیث سنائی، نہ ہم بھولے ہیں اور نہ ہمیں یہ اندیشہ ہے کہ جندب نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اپنی طرف سے بات منسوب کی ہوگی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تم سے پہلے گزرے ہوئے لوگوں میں سے ایک آدمی کے پھوڑا نکلا۔'' پھر اوپر والی حدیث بیان کی۔

٤٨...... بَابٌ: غِلَظِ تَحْرِيمِ الْغُلُولِ وَأَنَّهُ لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ إِلَّا الْمُؤْمِنُونَ

باب ٤٨: غنیمت میں خیانت کی شدید ممانعت اور یہ حقیقت ہے کہ جنت میں صرف مومن ہی داخل ہوں گے۔ (اور اس حقیقت کا اظہار کہ جنت میں مومن ہی داخل ہوں گے)

[309] ١٨٢۔(١١٤)حَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا هَاشِمُ بْنُ الْقَاسِمِ حَدَّثَنَا عِكْرِمَةُ بْنُ عَمَّارٍ قَالَ حَدَّثَنِي سِمَاكٌ الْحَنَفِيُّ أَبُو زُمَيْلٍ قَالَ حَدَّثَنِي عَبْدُاللّٰهِ بْنُ عَبَّاسٍ قَالَ حَدَّثَنِي عَنْ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ قَالَ لَمَّا كَانَ يَوْمُ خَيْبَرَ أَقْبَلَ نَفَرٌ مِّنْ صَحَابَةِ النَّبِيِّ ﷺ فَقَالُوا فُلَانٌ شَهِيدٌ فُلَانٌ شَهِيدٌ حَتّٰى مَرُّوا عَلٰى رَجُلٍ فَقَالُوا فُلَانٌ شَهِيدٌ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ

[308] تقدم تخريجه في الحديث السابق برقم (٣٠٣)

[309] اخرجه الترمذي في ((جامعه)) في السير، باب: ما جاء في الغلول، باختصار، قال: هذا حديث حسن صحيح غريب برقم (١٥٧٤) انظر ((التحفة)) برقم (١٠٤٩٧)

((كَلَّا إِنِّي رَأَيْتُهُ فِي النَّارِ فِي بُرْدَةٍ غَلَّهَا أَوْ عَبَائَةٍ)) ثُمَّ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ ((يَا ابْنَ الْخَطَّابِ اذْهَبْ فَنَادِ فِي النَّاسِ إِنَّهُ لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ إِلَّا الْمُؤْمِنُونَ قَالَ فَخَرَجْتُ فَنَادَيْتُ أَلَا إِنَّهُ لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ إِلَّا الْمُؤْمِنُونَ))

[309]۔حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت سنائی کہ جب خیبر کا دن تھا، تو نبی اکرم ﷺ کچھ ساتھی آئے اور کہنے لگے، فلاں شہید اور فلاں شہید ہوا، یہاں تک کہ آ ایک آدمی کا تذکرہ ہوا۔تو کہنے لگے، وہ شہید ہے، تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''یہ ہرگز نہیں، میں نے اسے ایک دھاری دار چادر یا عباء کی خیانت کرنے کی بنا پر آگ میں دیکھا ہے، پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے خطاب کے بیٹے! لوگوں میں جا کر اعلان کر دو کہ جنت میں صرف مومن داخل ہوں گے۔'' تو میں نے نکل کر (لوگوں میں) اعلان کیا، خبردار ہو جاؤ، جنت میں صرف مومن داخل ہوں گے۔''

مفردات الحدیث ❀ ❶ **غُلُول**: غنیمت میں خیانت کرنا، اور بعض حضرات کے بقول ہر چیز میں خیانت غلول ہے۔ ❷ **بُردة**: دھاری دار چادر یا بڑی چادر اور بقول بعض منقش سیاہ لوئی۔ ❸ **عَبَاءَة**: کپڑوں کے اوپر اوڑھنے والی بڑی چادر۔

[310] ۱۸۳۔(۱۱۵) حَدَّثَنِي أَبُو الطَّاهِرِ قَالَ أَخْبَرَنِي ابْنُ وَهْبٍ عَنْ مَالِكِ بْنِ أَنَسٍ عَنْ ثَوْرِ بْنِ زَيْدٍ الدُّؤَلِيِّ عَنْ سَالِمٍ أَبِي الْغَيْثِ مَوْلَى ابْنِ مُطِيعٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ ح وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ وَهٰذَا حَدِيثُهُ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ يَعْنِي ابْنَ مُحَمَّدٍ عَنْ ثَوْرٍ عَنْ أَبِي الْغَيْثِ

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ خَرَجْنَا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ إِلَى خَيْبَرَ فَفَتَحَ اللّٰهُ عَلَيْنَا فَلَمْ نَغْنَمْ ذَهَبًا وَلَا وَرِقًا غَنِمْنَا الْمَتَاعَ وَالطَّعَامَ وَالثِّيَابَ ثُمَّ انْطَلَقْنَا إِلَى الْوَادِي وَمَعَ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ عَبْدٌ لَهُ وَهَبَهُ لَهُ رَجُلٌ مِنْ جُذَامٍ يُدْعَى رِفَاعَةَ بْنَ زَيْدٍ مِنْ بَنِي الضُّبَيْبِ فَلَمَّا نَزَلْنَا الْوَادِيَ قَامَ عَبْدُ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ يَحُلُّ رَحْلَهُ فَرُمِيَ بِسَهْمٍ فَكَانَ فِيهِ حَتْفُهُ فَقُلْنَا هَنِيئًا لَهُ الشَّهَادَةُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ ((كَلَّا وَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ إِنَّ الشَّمْلَةَ لَتَلْتَهِبُ عَلَيْهِ نَارًا أَخَذَهَا مِنَ الْغَنَائِمِ يَوْمَ خَيْبَرَ لَمْ تُصِبْهَا الْمَقَاسِمُ)) قَالَ فَفَزِعَ النَّاسُ فَجَاءَ رَجُلٌ بِشِرَاكٍ أَوْ شِرَاكَيْنِ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ أَصَبْتُ يَوْمَ خَيْبَرَ فَقَالَ

[310] اخرجه البخاري في ((صحيحه)) في المغازي، باب: غزوة خيبر برقم (۳۹۹۳) وفي الايمان والنذور، باب: هل يدخل في الايمان والنذور الارض والغنم والزروع والامتعة برقم (۶۳۲۹) وابوداود في ((سننه)) في الجهاد، باب: في تعظيم الغلول برقم (۲۷۱۱) انظر ((تحفة الاشراف)) برقم (۱۲۹۱۶)

رَسُولُ اللّٰہِ ﷺ ((شِرَاكٌ مِنْ نَّارٍ أَوْ شِرَاكَانِ مِنْ نَّارٍ))

[310] ۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نبی اکرم ﷺ کی معیت میں خیبر گئے، اللہ نے فتح عنایت فرمائی، ہمیں غنیمت میں سونا یا چاندی نہ ملا، ہمیں غنیمت میں سامان، غلہ اور کپڑے حاصل ہوئے، پھر ایک وادی کی طرف چل پڑے اور رسول اللہ ﷺ کے ساتھ آپ کا ایک غلام تھا، جو جذام قبیلہ کے ایک آدمی نے آپ کو ہبہ کیا تھا، جو بنوضبیب سے تھا، جسے رفاعہ بن زید کہتے تھے، جب ہم نے اس وادی میں پڑاؤ کیا، تو رسول اللہ ﷺ کا غلام (مدعم نامی) آپ کا پالان کھولنے کے لیے اٹھا، اس کو ایک تیر مارا گیا جو اس کی موت کا باعث بنا۔ تو ہم نے کہا، اسے شہادت مبارک ہو، اے اللہ کے رسول! آپ نے فرمایا: ہرگز نہیں، اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں محمد کی جان ہے! وہ شملہ جو اس نے خیبر کے دن مال غنیمت کی تقسیم سے پہلے اٹھائی تھی، اس پر آگ بن کر، بھڑک رہی ہے۔ یہ سن کر لوگ خوفزدہ ہوگئے، ایک آدمی ایک تسمہ یا دو تسمے لے کر آیا، اور کہنے لگا، اے اللہ کے رسول! مجھے یہ خیبر کے دن ملے تھے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: آگ کا ایک تسمہ یا آگ کے دو تسمے۔''

مفردات الحدیث ❶ يَحُلُّ رَحْله: آپ کا پالان یا کجاوا کھول رہا تھا۔ ❷ حَتْف: موت۔ ❸ هَنِيئًا لـه: اسے مبارک ہو۔ اس کے لیے مسرت اور خوش گواری کا باعث ہو۔ ❹ شَمْلَه: کھلی اوڑھنے کی چادری۔ ❺ تَلْتَهِبُ: بھڑک رہی ہے، شعلہ زن ہے۔ ❻ غنائم: غنیمت کی جمع، دشمن سے جنگ کے وقت حاصل ہونے والا مال۔ ❼ مَقاسِم: مَقْسِم کی جمع ہے، جو تقسیم یا بانٹنے کے معنی میں ہے۔ ❽ شِراك: چمڑے کا تسمہ۔

فائدہ ...... تمام لوگوں کی مشترکہ چیز میں سے کسی ایک کا ان کی اجازت کے بغیر کچھ اٹھا لینا اگرچہ وہ معمولی چیز ہو، انتہائی خوفناک جرم ہے جس کی آج کل لوگوں کو بالکل پرواہ نہیں ہے، مفاد عامہ کی چیزوں یا مفاد عامہ کی جگہوں پر قبضہ کرنے کی وبا عام ہو چکی ہے، سیلاب، زلزلہ وغیرہ آفتوں کے سلسلہ میں حاصل ہونے والی اشیاء کو شیر مادر سمجھ کر ہضم کر لیا جاتا ہے، حالانکہ یہ حرکت کرنے والا شہادت کے عظیم رتبہ سے بھی محروم ہو جاتا ہے اس لیے ان کاموں سے بچنا ضروری ہے۔

٤٩...... بَاب: الدَّلِيلِ عَلَى أَنَّ قَاتِلَ نَفْسَهُ لَا يَكْفُرُ

باب ٤٩: خودکشی کرنے والا کافر نہیں ہے

[311] ١٨٤۔(١١٦) حَدَّثَنَا أَبُوبَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَإِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ جَمِيعًا عَنْ سُلَيْمَانَ قَالَ أَبُو بَكْرٍ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ حَجَّاجٍ الصَّوَّافِ عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ

[311] انفرد به مسلم۔ انظر ((التحفة)) برقم (٢٦٨٢)

عَنْ جَابِرٍ أَنَّ الطُّفَيْلَ بْنَ عَمْرٍو الدَّوْسِيَّ أَتَى النَّبِيَّ ﷺ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ هَلْ لَكَ فِي حِصْنٍ حَصِينٍ وَمَنْعَةٍ قَالَ حِصْنٌ كَانَ لِدَوْسٍ فِي الْجَاهِلِيَّةِ فَأَبَى ذٰلِكَ النَّبِيُّ ﷺ لِلَّذِي ذَخَرَ اللَّهُ لِلْأَنْصَارِ فَلَمَّا هَاجَرَ النَّبِيُّ ﷺ إِلَى الْمَدِينَةِ هَاجَرَ إِلَيْهِ الطُّفَيْلُ بْنُ عَمْرٍو وَهَاجَرَ مَعَهُ رَجُلٌ مِنْ قَوْمِهِ فَاجْتَوَوُا الْمَدِينَةَ فَمَرِضَ فَجَزِعَ فَأَخَذَ مَشَاقِصَ لَهُ فَقَطَعَ بِهَا بَرَاجِمَهُ فَشَخَبَتْ يَدَاهُ حَتَّى مَاتَ فَرَآهُ الطُّفَيْلُ بْنُ عَمْرٍو فِي مَنَامِهِ فَرَآهُ وَهَيْئَتُهُ حَسَنَةٌ وَرَآهُ مُغَطِّيًا يَدَيْهِ فَقَالَ لَهُ مَا صَنَعَ بِكَ رَبُّكَ فَقَالَ غَفَرَ لِي بِهِجْرَتِي إِلَى نَبِيِّهِ ﷺ فَقَالَ مَا لِي أَرَاكَ مُغَطِّيًا يَدَيْكَ قَالَ قِيلَ لِي لَنْ نُصْلِحَ مِنْكَ مَا أَفْسَدْتَ فَقَصَّهَا الطُّفَيْلُ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ ((اَللّٰهُمَّ وَلِيَدَيْهِ فَاغْفِرْ))

[311]۔حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ طفیل بن عمرو دوسی نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا، اے اللہ کے رسول ﷺ! کیا آپ ایک مضبوط قلعہ اور محافظ دستہ کی خواہش رکھتے ہیں۔'' تو آپ نے انکار فرمایا، کیونکہ یہ سعادت اللہ نے انصار کے حصہ میں رکھی تھی، تو جب نبی اکرم ﷺ ہجرت کر کے مدینہ تشریف لے گئے۔ طفیل بن عمرو بھی ہجرت کر کے آپ کے پاس آ گیا، اس کے ساتھ اس کی قوم کے ایک آدمی نے بھی ہجرت کی، انہوں نے مدینہ کی آب وہوا ناموافق پائی، تو وہ آدمی بیمار ہو گیا اور گھبرا گیا، اس نے اپنا لمبا چوڑا تیر لیا اور اپنی انگلیوں کے پورے کاٹ ڈالے، دونوں ہاتھوں کا خون بہہ گیا اور وہ اس کی وجہ سے مر گیا۔ طفیل بن عمرو نے اسے خواب میں دیکھا اس کی ہیئت وکیفیت اچھی دیکھی اور اسے دیکھا کہ اس نے اپنے دونوں ہاتھ ڈھانپے ہوئے ہیں۔ طفیل نے اس سے پوچھا، تیرے رب نے تیرے ساتھ کیا سلوک کیا؟ اس نے جواب دیا: مجھے بخش دیا، کیونکہ میں نے اس کے نبی اکرم ﷺ کی خاطر گھر بار چھوڑا تھا، تو پوچھا: تم نے دونوں ہاتھ کیوں چھپائے ہوئے ہیں؟ اس نے کہا: مجھے بتایا گیا جو چیز تو نے خود ہی خراب کی ہے ہم اس کو درست نہیں کریں گے۔ تو طفیل نے یہ خواب رسول اللہ ﷺ کو سنایا، تو آپ نے دعا فرمائی اے اللہ اس کے دونوں ہاتھوں کو بھی معاف فرما (ان کو بھی درست کر دے)۔

مفردات الحدیث ❀ ❶ هَلْ لَكَ فِي حِصْنٍ، حَصْنٍ: کیا آپ کو پختہ اور مستحکم قلعہ کی رغبت وخواہش ہے، حصن حصین یہ رومیوں کا قلعہ تھا۔ ❷ مَنْعَةٌ: قوت وطاقت اور پناہ، یا یہ مانع کی جمع ہوگا تو محافظ دستہ وجماعت مراد ہوگی۔ ❸ فَاجْتَوَوا: کسی جگہ کو پریشانی یا بیماری کے سبب اپنے لیے پسند نہ کرنا، بعض کے نزدیک بلا قید، کسی جگہ کی رہائش کو پسند نہ کرنا (اگرچہ وہاں آسودگی اور خوشحالی میسر ہو) یہ جوی سے ماخوذ ہے، جو پیٹ کی بیماری ہے۔ ❹ مَشَاقِص: مِشْقَص کی جمع ہے، جو بقول بعض لمبے پھل والے تیر کو کہتے ہیں، بعض کے نزدیک

چوڑے پھل والا اور بقول امام نووی ماطال وعرض ، جو لمبا اور چوڑا ہو۔ ❺ بَراجم: برجمة کی جمع ہے، انگلیوں کے جوڑوں کو کہتے ہیں۔ ❻ شَخِبَتْ یداہ: دونوں ہاتھوں کا خون بہہ گیا۔

فوائد: ...... ❶ ہجرت ایک عظیم نیکی ہے، جو خودکشی جیسے سنگین جرم کی معافی کا باعث بن جاتا ہے، جس سے ثابت ہوتا ہے کبیرہ گناہ کی بھی معافی ہو سکتی ہے، اور اس کا مرتکب کافر نہیں ہے، ہاں اگر کسی وجہ سے معافی نہ مل سکی تو عذاب ہوگا۔ ❷ خوارج ومعتزلہ اور مرجئہ دونوں فریقوں کا موقف غلط ہے، مسلمان کبیرہ گناہ کا مرتکب ہمیشہ کے لیے جہنمی نہیں ہے۔ اللہ چاہے تو معاف کر کے سیدھا جنت میں بھیج دے اور چاہے تو سزا کے بعد جنت میں داخل کرے، اس لیے گناہوں سے احتراز ضروری ہے۔ ❸ انسان اپنے اعضاء وجوارح کے استعمال میں خود مختار اور آزاد نہیں ہے کہ جیسے چاہے ان کے ساتھ سلوک کرے۔ اس لیے انسانی اعضاء کی خرید وفروخت جائز نہیں ہے صرف اللہ کی رضا کی خاطر، اپنی جان کو جوکھوں میں ڈالا جا سکتا ہے۔

۵۰...... بَاب: فِي الرِّيحِ الَّتِي تَكُونُ فِي قُرْبِ الْقِيَامَةِ تَقْبِضُ مَنْ فِي قَلْبِهِ شَيْءٌ مِّنَ الْإِيمَانِ

باب ۵۰: وہ ہوا جو قیامت کے قریب چلے گی اور ہر اس شخص کی روح کو قبض کر لے گی جس کے دل میں کچھ نہ کچھ ایمان ہوگا

[312] ۱۸۵-(۱۱۷) حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدَةَ الضَّبِّيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ مُحَمَّدٍ وَأَبُو عَلْقَمَةَ الْفَرْوِيُّ قَالَا حَدَّثَنَا صَفْوَانُ بْنُ سُلَيْمٍ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ سَلْمَانَ عَنْ أَبِيهِ

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ ((إِنَّ اللّٰهَ يَبْعَثُ رِيحًا مِّنَ الْيَمَنِ أَلْيَنَ مِنَ الْحَرِيرِ فَلَا تَدَعُ أَحَدًا فِي قَلْبِهِ قَالَ أَبُو عَلْقَمَةَ مِثْقَالُ حَبَّةٍ و قَالَ عَبْدُ الْعَزِيزِ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ مِنْ إِيمَانٍ إِلَّا قَبَضَتْهُ))

[312]۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ یمن سے ایک ہوا بھیجے گا، جو ریشم سے زیادہ ملائم ہوگی اور جس شخص کے دل میں بھی بقول ابو علقمہ، دانہ برابر اور بقول عبدالعزیز ذرہ برابر ایمان ہوگا اس کی روح قبض کیے بغیر نہ چھوڑے گی۔''

۵۱...... بَاب: الْحَثِّ عَلَى الْمُبَادَرَةِ بِالْأَعْمَالِ قَبْلَ تُظَاهُرِ الْفِتَنِ

باب ۵۱: فتنوں کے ظہور وغلبہ سے پہلے پہلے اعمال صالحہ کی طرف لپکنے کی ترغیب

[313] ۱۸۶-(۱۱۸) حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ أَيُّوبَ وَقُتَيْبَةُ وَابْنُ حُجْرٍ جَمِيعًا عَنْ إِسْمٰعِيلَ بْنِ جَعْفَرٍ قَالَ ابْنُ أَيُّوبَ حَدَّثَنَا إِسْمٰعِيلُ قَالَ أَخْبَرَنِي الْعَلَاءُ عَنْ أَبِيهِ

---

[312] انفرد به مسلم- انظر ((التحفة)) برقم (۱۳٤٦٨)

[313] انفرد به مسلم- انظر ((التحفة)) برقم (۱۳۹۹۰)

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ ((بَادِرُوا بِالْأَعْمَالِ فِتَنًا كَقِطَعِ اللَّيْلِ الْمُظْلِمِ يُصْبِحُ الرَّجُلُ مُؤْمِنًا وَيُمْسِي كَافِرًا أَوْ يُمْسِي مُؤْمِنًا وَيُصْبِحُ كَافِرًا يَبِيعُ دِينَهُ بِعَرَضٍ مِّنَ الدُّنْيَا))

[313] ۔حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ’’ان فتنوں سے پہلے پہلے جورات کے تاریک ٹکڑوں کی طرح چھا جائیں گے، نیک اعمال کرلو، صبح کو آدمی مسلمان ہوگا اور شام کو کافر، یا شام کو مومن ہوگا تو صبح کو کافر اپنا دین ایمان دنیوی سامان کے عوض بیچ ڈالے گا۔‘‘

مفردات الحدیث ❶ فِتَن: فتنہ کی جمع ہے، آزمائش وامتحان کی چیز۔ ❷ بَادِرُوْا: جلدی کرو، سبقت کرو۔ ❸ كَقِطَعِ اللَّيْلِ الْمُظْلِمِ: تاریک رات کے ٹکڑے، یعنی بکثرت فتنوں کا ظہور ہوگا۔

فوائد:...... ❶ انسان کو اپنی صحت وعافیت کے اوقات سے فائدہ اٹھاتے ہوئے زیادہ سے زیادہ نیک عمل کرنے چاہئیں، معلوم نہیں حالات میں کب تبدیلی واقع ہو جائے، اور نیکی کرنا مشکل ہو جائے، دنیوی مفادات ومنافع کو نظر انداز کر کے نیکی کرنا ممکن نہیں ہے۔ اور ہر انسان کے بس کی بات نہیں ہے کہ وہ دنیوی مفادات ومنافع کو نظر انداز کر دے۔ ❷ ایمان کی تباہی و بربادی کا باعث دنیوی مفادات واغراض ہیں، جن کا اسیر ہو کر انسان اپنے ایمان سے محروم ہوسکتا ہے، اوران اغراض ومفادات کو قربان کرنا مشکل ہے، جیسا کہ آج کل ہمارے معاشرہ کے حالات سے محسوس ہو رہا ہے اور کامیابی وکامرانی اس کے بغیر ممکن نہیں ہے کہ انسان دنیوی مفادات سے بلند ہو کر ہی کچھ حاصل کرسکتا ہے۔

۵۲...... بَاب: مَخَافَةِ الْمُؤْمِنِ أَنْ يَّحْبَطَ عَمَلُهُ

باب ۵۲: مومن کا اپنے عمل کے ضائع ہونے سے ڈرنا

[314] ۱۸۷۔(۱۱۹)حَدَّثَنَا أَبُوبَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ مُوسٰى حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ ثَابِتٍ الْبُنَانِيِّ

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّهُ قَالَ لَمَّا نَزَلَتْ هٰذِهِ الْآيَةُ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَرْفَعُوا أَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ إِلَى آخِرِ الْآيَةِ جَلَسَ ثَابِتُ بْنُ قَيْسٍ فِي بَيْتِهِ وَقَالَ أَنَا مِنْ أَهْلِ النَّارِ وَاحْتَبَسَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ فَسَأَلَ النَّبِيُّ ﷺ سَعْدَ بْنَ مُعَاذٍ فَقَالَ ((يَا أَبَا عَمْرٍو مَا شَأْنُ ثَابِتٍ اشْتَكٰى)) قَالَ سَعْدٌ إِنَّهُ لَجَارِي وَمَا عَلِمْتُ لَهُ بِشَكْوٰى قَالَ فَأَتَاهُ سَعْدٌ فَذَكَرَ لَهُ قَوْلَ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ ثَابِتٌ أُنْزِلَتْ هٰذِهِ الْآيَةُ وَلَقَدْ عَلِمْتُمْ أَنِّي

[314] انفرد به مسلم۔ انظر ((التحفة)) برقم (۳۴۳)

مِنْ أَرْفَعِكُمْ صَوْتًا عَلَى رَسُولِ اللهِ ﷺ فَأَنَا مِنْ أَهْلِ النَّارِ فَذَكَرَ ذٰلِكَ سَعْدٌ لِلنَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ ((بَلْ هُوَ مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ))

[314] ۔حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے بتایا، جب یہ آیت اتری، اے ایمان والو! اپنی آوازوں کو نبی کی آواز سے بلند نہ کرو (آیت کے آخر تک) تو ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ اپنے گھر میں بیٹھ گئے اور کہنے لگے، میں تو دوزخی ہوں، اور نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہونے سے رک گئے، تو رسول اللہ ﷺ نے سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ سے پوچھا، اے ابوعمرو! ثابت کو کیا ہوا؟ کیا وہ بیمار ہے؟ سعد نے جواب دیا، وہ میرا پڑوسی ہے اور مجھے اس کی بیماری کا علم نہیں ہے۔ اس کے بعد سعد رضی اللہ عنہ، ثابت رضی اللہ عنہ کے پاس آئے، اور رسول اللہ ﷺ کی بات سنائی تو ثابت نے جواب میں کہا یہ آیت اتر چکی ہے اور تم جانتے ہو میری آواز تم سب کی نسبت رسول اللہ ﷺ کی آواز سے بلند ہے، اس بنا پر میں جہنمی ہوں، اس جواب کا ذکر سعد نے رسول اللہ ﷺ سے کیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”نہیں وہ تو جنتی ہے۔“

فائدہ:......اگر رسول اللہ ﷺ کی آواز سے شعوری طور پر آواز بلند کرنا حبط اعمال کا باعث ہے تو آپ کے پیغام اور آپ کے حکم پر اپنے یا کسی کے قول وفعل کو ترجیح دینا کیسے روا ہو سکتا ہے، حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ، خطیب انصار تھے اور ان کی آواز طبعی طور پر بلند تھی، وہ اپنی بات منوانے کے لیے آواز میں زور اور بلندی پیدا نہیں کرتے تھے کہ یہ چیز رسول اللہ ﷺ کی گستاخی اور بے ادبی ہو اور اس سے آپ کے دل میں تکدر وملال پیدا ہو، جس کی بنا پر انسان کے اعمال ضائع ہو جائیں، چونکہ ان کی آواز طبعی طور پر بلند تھی بلند کرتے نہیں تھے، اس لیے آپ کی اذیت وتکلیف کا باعث نہ تھی، اس لیے آپ نے فرمایا اس کے عمل رائیگاں نہیں، اس لیے وہ جنتی ہے، اس سے یہ کہاں ثابت ہوا کہ آپ کو جنتیوں اور دوزخیوں کا علم تھا اگر آپ کو سب کا علم تھا، تو صرف چند صحابہ کے بارے میں یہ بات کیوں فرمائی؟

[315] ۱۸۸۔(. . .) وحَدَّثَنَا قَطَنُ بْنُ نُسَيْرٍ حَدَّثَنَا جَعْفَرُ بْنُ سُلَيْمَانَ حَدَّثَنَا ثَابِتٌ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ كَانَ ثَابِتُ بْنُ قَيْسِ بْنِ شَمَّاسٍ خَطِيبَ الْأَنْصَارِ فَلَمَّا نَزَلَتْ هٰذِهِ الْآيَةُ بِنَحْوِ حَدِيثِ حَمَّادٍ وَلَيْسَ فِي حَدِيثِهِ ذِكْرُ سَعْدِ بْنِ مُعَاذٍ

[315] ۔حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ثابت بن قیس بن شماس رضی اللہ عنہ انصاریوں کے خطیب تھے، جب یہ آیت اتری، آگے حماد کی حدیث کی طرح ہے لیکن اس میں سعد بن معاذ کا واقعہ نہیں ہے۔

[315] انفرد به مسلم۔ انظر ((التحفة)) برقم (٢٦٩)

[316] وَحَدَّثَنِیهِ أَحْمَدُ بْنُ سَعِیدِ بْنِ صَخْرٍ الدَّارِمِیُّ حَدَّثَنَا حَبَّانُ حَدَّثَنَا سُلَیْمَانُ بْنُ الْمُغِیرَةِ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ أَنَسٍ قَالَ لَمَّا نَزَلَتْ لَا تَرْفَعُوا أَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِیِّ وَلَمْ یَذْكُرْ سَعْدَ بْنَ مُعَاذٍ فِی الْحَدِیثِ

[316] امام صاحب ایک اور استاد سے بیان کرتے ہیں کہ جب آیت ﴿لَا تَرْفَعُوْا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِیِّ﴾ اتری۔ حدیث میں سعد بن معاذ کا ذکر نہیں ہے۔

[317] (. . .) وَحَدَّثَنَا هُرَیْمُ بْنُ عَبْدِ الْأَعْلَى الْأَسَدِیُّ حَدَّثَنَا الْمُعْتَمِرُ بْنُ سُلَیْمَانَ قَالَ سَمِعْتُ أَبِی یَذْكُرُ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ أَنَسٍ قَالَ لَمَّا نَزَلَتْ هٰذِهِ الْآیَةُ وَاقْتَصَّ الْحَدِیثَ وَلَمْ یَذْكُرْ سَعْدَ بْنَ مُعَاذٍ وَزَادَ فَكُنَّا نَرَاهُ یَمْشِی بَیْنَ أَظْهُرِنَا رَجُلٌ مِّنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ

[317] حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت بیان کرتے ہیں کہ جب یہ آیت اتری، آگے مذکورہ حدیث بیان کی اور سعد بن معاذ کا ذکر نہیں کیا، اتنا اضافہ کیا کہ ہم اسے اپنے درمیان چلتا دیکھ کر یہ سمجھتے تھے کہ وہ جنتی آدمی ہے۔

۵۳...... بَاب: هَلْ یُؤَاخَذُ بِأَعْمَالِ الْجَاهِلِیَّةِ

باب ۵۳: کیا جاہلیت کے دور کے اعمال کا مواخذہ ہوگا؟

[318] ۱۸۹۔(۱۲۰) حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِی شَیْبَةَ حَدَّثَنَا جَرِیرٌ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ أَبِی وَائِلٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ قَالَ أُنَاسٌ لِرَسُولِ اللّٰهِ ﷺ یَا رَسُولَ اللّٰهِ أَنُؤَاخَذُ بِمَا عَمِلْنَا فِی الْجَاهِلِیَّةِ قَالَ ((أَمَّا مَنْ أَحْسَنَ مِنْكُمْ فِی الْإِسْلَامِ فَلَا یُؤَاخَذُ بِهَا وَمَنْ أَسَاءَ أُخِذَ بِعَمَلِهِ فِی الْجَاهِلِیَّةِ وَالْإِسْلَامِ))

[318] ۔حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ کچھ لوگوں نے پوچھا، اے اللہ کے رسول! کیا ہمارے جاہلیت کے عملوں پر مواخذہ ہوگا؟ آپ نے فرمایا: ”جس نے اسلام لانے کے بعد اچھے اعمال کیے، اس کے جاہلیت کے اعمال کا مواخذہ نہیں ہوگا اور جس نے برے عمل کیے اس کے جاہلیت اور اسلام دونوں کے اعمال کا مواخذہ ہوگا۔“

---

[316] انفرد به مسلم۔ انظر ((التحفة)) برقم (٤١٢)

[317] انفرد به مسلم۔ انظر ((التحفة)) برقم (٤٠٢)

[318] البخاری فی ((صحیحه)) فی استتابة المرتدین، باب: اثم من اشرك بالله وعقوبته فی الدنیا والآخرة برقم (٦٥٢٣) انظر ((التحفة)) بر (٩٣٠٣)

فائدہ:...... اسلام لانے کا مقصد یہ ہے کہ وہ اپنے کفر کے اعمال سے باز آ جائے، اس لیے، اسلام لانے سے تمام سابقہ اعمال معاف ہو جاتے ہیں، ایک انسان ایمان لانے کے بعد بھی اگر سابقہ اعمال سے باز نہیں آتا تو اس کا معنی یہ ہے وہ ظاہری طور پر مسلمان ہوا ہے، اس نے حقیقی طور پر اسلام کو قبول نہیں کیا۔'' اس لیے اس کا تمام اعمال پر مواخذہ ہوگا۔''

[319] ۱۹۰۔(...) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا أَبِي وَوَكِيعٌ ح وَحَدَّثَنَا أَبُوبَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَاللَّفْظُ لَهُ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي وَائِلٍ

عَنْ عَبْدِاللّٰهِ قَالَ قُلْنَا يَا رَسُولَ اللّٰهِ أَنُؤَاخَذُ بِمَا عَمِلْنَا فِي الْجَاهِلِيَّةِ قَالَ ((**مَنْ أَحْسَنَ فِي الْإِسْلَامِ لَمْ يُؤَاخَذْ بِمَا عَمِلَ فِي الْجَاهِلِيَّةِ وَمَنْ أَسَاءَ فِي الْإِسْلَامِ أُخِذَ بِالْأَوَّلِ وَالْآخِرِ**)).

[319]۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نے پوچھا، اے اللہ کے رسول! کیا ہمارا جاہلیت کے عملوں پر مواخذہ ہوگا؟ آپ نے فرمایا: ''جس نے اسلام لانے کے بعد اچھے عمل کیے، اس کے جاہلیت کے اعمال کا مواخذہ نہیں ہوگا اور جس نے اسلام میں برا طریقہ اختیار کیا اس کے پہلے اور پچھلے اعمال پر مواخذہ ہوگا۔''

[320] ۱۹۱۔(...) حَدَّثَنَا مِنْجَابُ بْنُ الْحَارِثِ التَّمِيمِيُّ أَخْبَرَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ عَنِ الْأَعْمَشِ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ مِثْلَهُ

[320]۔ امام صاحب نے مذکورہ بالا روایت ایک اور سند سے بیان کی ہے۔

۵۴...... بَابٌ: كَوْنِ الْإِسْلَامِ يَهْدِمُ مَا قَبْلَهُ وَكَذَا الْهِجْرَةِ وَالْحَجِّ

باب ۵۴: اسلام ایسے ہی حج اور ہجرت پہلے گناہوں کو مٹا دیتے ہیں

[321] ۱۹۲۔(۱۲۱) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى الْعَنَزِيُّ وَأَبُو مَعْنٍ الرَّقَاشِيُّ وَإِسْحٰقُ بْنُ مَنْصُورٍ كُلُّهُمْ عَنْ أَبِي عَاصِمٍ وَاللَّفْظُ لِابْنِ الْمُثَنّٰى حَدَّثَنَا الضَّحَّاكُ يَعْنِي أَبَا عَاصِمٍ قَالَ أَخْبَرَنَا حَيْوَةُ بْنُ شُرَيْحٍ قَالَ حَدَّثَنِي يَزِيدُ بْنُ أَبِي حَبِيبٍ

عَنِ ابْنِ شِمَاسَةَ الْمَهْرِيِّ قَالَ حَضَرْنَا عَمْرَو بْنَ الْعَاصِ وَهُوَ فِي سِيَاقَةِ الْمَوْتِ

[319] اخرجه البخاري في ((صحيحه)) في استتابة المرتدين، باب اثم من اشرك بالله، وعقوبته في الدنيا والآخرة۔ برقم (٦٥٢٣) وابن ماجه في ((سننه)) في الزهد، باب: ذكر الذنوب برقم (٤٢٤٢) انظر ((التحفة)) برقم (٩٢٥٨)

[320] تقدم تخريجه بمثل الحديث السابق (٣١٥)

[321] انفرد به مسلم۔ انظر ((التحفة)) برقم (١٠٧٣٧)

فَبَكَى طَوِيلًا وَحَوَّلَ وَجْهَهُ إِلَى الْجِدَارِ فَجَعَلَ ابْنُهُ يَقُولُ لَهُ مَا يُبْكِيكَ يَا أَبَتَاهُ أَمَا بَشَّرَكَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ بِكَذَا أَمَا بَشَّرَكَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ بِكَذَا قَالَ فَأَقْبَلَ بِوَجْهِهِ فَقَالَ إِنَّ أَفْضَلَ مَا نُعِدُّ شَهَادَةُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ إِنِّي كُنْتُ عَلَى أَطْبَاقٍ ثَلَاثٍ لَقَدْ رَأَيْتُنِي وَمَا أَحَدٌ أَشَدَّ بُغْضًا لِرَسُولِ اللَّهِ ﷺ مِنِّي وَلَا أَحَبَّ إِلَيَّ أَنْ أَكُونَ قَدِ اسْتَمْكَنْتُ مِنْهُ فَقَتَلْتُهُ فَلَوْ مُتُّ عَلَى تِلْكَ الْحَالِ لَكُنْتُ مِنْ أَهْلِ النَّارِ فَلَمَّا جَعَلَ اللَّهُ الْإِسْلَامَ فِي قَلْبِي أَتَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ فَقُلْتُ ابْسُطْ يَمِينَكَ فَلْأُبَايِعْكَ فَبَسَطَ يَمِينَهُ قَالَ فَقَبَضْتُ يَدِي قَالَ ((مَا لَكَ يَا عَمْرُو)) قَالَ قُلْتُ أَرَدْتُ أَنْ أَشْتَرِطَ قَالَ تَشْتَرِطُ بِمَاذَا قُلْتُ أَنْ يُغْفَرَ لِي قَالَ ((أَمَا عَلِمْتَ أَنَّ الْإِسْلَامَ يَهْدِمُ مَا كَانَ قَبْلَهُ وَأَنَّ الْهِجْرَةَ تَهْدِمُ مَا كَانَ قَبْلَهَا وَأَنَّ الْحَجَّ يَهْدِمُ مَا كَانَ قَبْلَه)) مَا كَانَ أَحَدٌ أَحَبَّ إِلَيَّ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ وَلَا أَجَلَّ فِي عَيْنَيَّ مِنْهُ وَمَا كُنْتُ أُطِيقُ أَنْ أَمْلَأَ عَيْنَيَّ مِنْهُ إِجْلَالًا لَهُ وَلَوْ سُئِلْتُ أَنْ أَصِفَهُ مَا أَطَقْتُ لِأَنِّي لَمْ أَكُنْ أَمْلَأُ عَيْنَيَّ مِنْهُ وَلَوْ مُتُّ عَلَى تِلْكَ الْحَالِ لَرَجَوْتُ أَنْ أَكُونَ مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ ثُمَّ وَلِينَا أَشْيَاءَ مَا أَدْرِي مَا حَالِي فِيهَا فَإِذَا أَنَا مُتُّ فَلَا تَصْحَبْنِي نَائِحَةٌ وَلَا نَارٌ فَإِذَا دَفَنْتُمُونِي فَشُنُّوا عَلَيَّ التُّرَابَ شَنًّا ثُمَّ أَقِيمُوا حَوْلَ قَبْرِي قَدْرَ مَا تُنْحَرُ جَزُورٌ وَيُقْسَمُ لَحْمُهَا حَتَّى أَسْتَأْنِسَ بِكُمْ وَأَنْظُرَ مَاذَا أُرَاجِعُ بِهِ رُسُلَ رَبِّي

[321] ۔ابن شمامہ مہری سے روایت ہے کہ عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کے پاس ان کی موت کے وقت موجود تھے تو وہ دیر تک روتے رہے اور چہرہ دیوار کی طرف کر لیا، تو ان کا بیٹا کہنے لگا: اے ابا جان! کیا رسول اللہ ﷺ نے آپ کو فلاں چیز کی بشارت نہیں دی؟ کیا فلاں بشارت نہیں دی تھی؟ تو وہ ہماری طرف متوجہ ہوئے، اور کہا: ہم سب سے بہتر چیز جس کا اہتمام و تیاری کرتے ہیں اللہ کی الوہیت اور محمد ﷺ کی رسالت کی گواہی ہے اور مجھ پر تین قسم کے حالات گزرے ہیں (پہلا یہ) میں نے اپنے آپ کو اس حالت میں پایا کہ مجھ سے زیادہ کسی کو رسول اللہ ﷺ سے بغض نہ تھا، اور نہ اس سے زیادہ کوئی چیز مجھے پسند تھی کہ میں آپ پر قابو پا کر آپ کو قتل کر دوں اگر میں (خدانخواستہ) اس حالت میں مر جاتا تو میں یقیناً دوزخی ہوتا۔ (دوسرا حال) جب اللہ تعالیٰ نے میرے دل میں اسلام کی محبت پیدا کر دی تو میں نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا، اپنا دایاں ہاتھ بڑھایئے

تاکہ میں آپ کی بیعت کرسکوں۔ آپ نے اپنا دایاں ہاتھ پھیلا دیا، تو میں نے اپنا ہاتھ کھینچ لیا، آپ نے فرمایا: اے عمرو! کیا بات ہے؟ میں نے عرض کیا، شرط طے کرنا چاہتا ہوں، فرمایا: کیا شرط چاہتے ہو؟ میں نے عرض کیا: مجھے معافی مل جائے، آپ نے فرمایا: ''کیا تجھے معلوم نہیں اسلام پہلے گناہوں کو مٹا دیتا ہے؟ اور ہجرت پہلے گناہوں کو مٹا دیتی ہے؟ اور حج پہلے گناہوں کو ساقط کر دیتا ہے؟'' اس وقت مجھے رسول اللہ ﷺ سے زیادہ محبوب کوئی نہ تھا اور نہ ہی آپ سے بڑھ کر میرے نزدیک کوئی جلیل القدر تھا، اور میں آپ کی عظمت کی بنا پر آنکھ بھر کر آپ کو دیکھ نہیں سکتا تھا، اور اگر مجھ سے آپ کا حلیہ پوچھا جائے تو میں بیان نہیں کرسکوں گا کیونکہ میں نے آپ کو آنکھیں بھر کر دیکھا ہی نہیں اور اگر میں اس حالت میں مر جاتا تو مجھے امید ہے کہ میں جنتی ہوتا۔ (تیسرا حال یہ ہے) پھر کچھ امور ہمارے سپرد ہوئے، میں نہیں جانتا ان کی ادائیگی میں میری حالت کیا رہی، (ان کی بنا پر میرا انجام کیا ہوگا) تو جب میں مر جاؤں کوئی نوحہ کرنے والی میرے ساتھ نہ ہو، اور نہ ہی آگ ہو۔ اور جب تم مجھے دفن کر چکو تو مجھ پر مٹی ڈالنا، پھر میری قبر کے گرد، اتنا وقت ٹھہرنا جس میں اونٹ ذبح کر کے اس کا گوشت تقسیم کیا جا سکے، تاکہ میں تمہاری وجہ سے انس حاصل کرسکوں اور دیکھ لوں اپنے رب کے فرستادوں کو میں کیا جواب دیتا ہوں؟

مفردات الحدیث ❶ سِيَاقُ الموت: موت کی آمد، موت کا قرب۔ ❷ اَطْبَاق: طبق کی جمع ہے، حالت۔ ❸ اِسْتَمْكَنْتُ: مکنت وقدرت حاصل کرسکوں۔ ❹ مُكْنَة (قوت) سے ماخوذ ہے۔ ❺ اُبْسُطْ يَمِينَك: اپنا داہنا ہاتھ بڑھائیے۔ ❻ يَهدمُ ما قبله: پہلے اثرات مٹا دیتا ہے یا ختم کر دیتا ہے، یعنی اس سے پہلے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ ❼ اِجْلَال: جلالت سے ماخوذ ہے، عظمت وبڑائی۔ ❽ اَن اَصْفِهٗ: آپ کا حلیہ وصورت بیان کروں۔ ❾ شُنُّوا عَلَى التراب: مجھ پر مٹی ڈالنا۔ ❿ نائحة، نوحہ اور ماتم کرنے والی۔ ⓫ جَزُور، اونٹنی جسے نحر کیا جاتا ہے۔

فوائد :...... ❶ حدیث سے اسلام، ہجرت اور حج کی عظمت اور مقام ومرتبہ ظاہر ہے اگر یہ کام اخلاص اور حسن نیت سے کیے جائیں تو ان سے پہلے تمام گناہ معاف ہو جاتے ہیں اور گناہوں کی نحوست سے پاک صاف ہو کر انسان نیکی کرنے کا جذبہ حاصل کر لیتا ہے، اسلام لاتے ہی مبغوض ترین شخصیت، محبوب ترین بن جاتی ہے۔ ❷ جاہلیت کے دور میں مرنے والے کے ساتھ، اس کی عظمت اور قدر ومنزلت کے اظہار کے لیے ماتم کرنے والی جاتی تھیں، اور اس کی جود وسخا کی طرف اشارہ کرنے کے لیے آگ بھی ساتھ لے جائی جاتی تھی، جاہلیت کے اس شعار کو اسلام نے ختم کر دیا۔ ❸ حاضرین کو قبر پر مٹی ڈالنا چاہیے۔ میت کو دفن کرنے کے بعد قبر کے پاس کچھ وقت کے لیے رک کر ثابت قدمی کی دعا کرنا مسنون ہے۔ لیکن اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ قبر کے پاس جو گفتگو کی جاتی ہے قبر والا اس کو سنتا ہے جوتوں کی آواز سننے اور ہر چیز سننے میں بہت فرق ہے۔ (شرح نووی: ۱/ ۷٦)

[322] ۱۹۳۔(. . .)حَدَّثَنِی مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمِ بْنِ مَیْمُونٍ وَإِبْرَاهِیمُ بْنُ دِینَارٍ وَاللَّفْظُ لِإِبْرَاهِیمَ قَالَا حَدَّثَنَا حَجَّاجٌ وَهُوَ ابْنُ مُحَمَّدٍ عَنِ ابْنِ جُرَیْجٍ قَالَ أَخْبَرَنِی یَعْلَی بْنُ مُسْلِمٍ أَنَّهُ سَمِعَ سَعِیدَ بْنَ جُبَیْرٍ یُحَدِّثُ

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ نَاسًا مِنْ أَهْلِ الشِّرْكِ قَتَلُوا فَأَكْثَرُوا وَزَنَوْا فَأَكْثَرُوا ثُمَّ أَتَوْا مُحَمَّدًا ﷺ فَقَالُوا إِنَّ الَّذِی تَقُولُ وَتَدْعُو لَحَسَنٌ وَلَوْ تُخْبِرُنَا أَنَّ لِمَا عَمِلْنَا كَفَّارَةً فَنَزَلَ وَالَّذِینَ لَا یَدْعُونَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ وَلَا یَقْتُلُونَ النَّفْسَ الَّتِی حَرَّمَ اللّٰهُ إِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا یَزْنُونَ وَمَنْ یَفْعَلْ ذٰلِكَ یَلْقَ أَثَامًا وَنَزَلَ یَا عِبَادِیَ الَّذِینَ أَسْرَفُوا عَلَی أَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوا مِنْ رَحْمَةِ اللّٰهِ الآیة

[322]۔حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ کچھ مشرک لوگوں نے (جاہلیت کے دور میں) بہت قتل کیے، بہت زنا کیے، پھر محمد ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہنے لگے آپ جو کچھ فرماتے ہیں اور جس راہ کی دعوت دیتے ہیں، بہت اچھا ہے اگر آپ ہمیں یہ بتا دیں کہ جو عمل ہم کر چکے ہیں ان کا کفارہ ہے (تو ہم ایمان لے آئیں) تو یہ آیت نازل ہوئی جو لوگ اللہ کے ساتھ کسی اور معبود کو نہیں پکارتے اور جس جان کو اللہ نے محفوظ قرار دیا ہے اسے قتل نہیں کرتے مگر ہاں حق طور پر، اور نہ زنا کرتے ہیں اور جو ایسا کرے گا اس کو سزا سے سابقہ پڑے گا۔ (فرقان: ۶۸) اور نازل ہوا: ”اے میرے بندو! جو اپنے اوپر زیادتیاں کر چکے ہو اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہو۔“ (زمر: ۵۳)

فائدہ:...... حدیث کا پورا مفہوم سمجھنے کے لیے ضروری ہے کہ ان دونوں آیتوں کے بعد والی آیات کو پڑھا جائے۔تاکہ یہ بات واضح ہو سکے، کہ توبہ سے (اسلام لانا بھی کفر و شرک سے توبہ ہے) تمام گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔

۵۵...... بَاب: بَیَانِ حُكْمِ عَمَلِ الْكَافِرِ إِذَا أَسْلَمَ بَعْدَهُ

باب ۵۵: اسلام لانے کے بعد (کافر کے سابقہ اعمال کا حکم)

[323] ۱۹۴۔(۱۲۳)حَدَّثَنِی حَرْمَلَةُ بْنُ یَحْیَی أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِی یُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ

[322] اخرجه البخاری فی ((صحیحه)) فی التفسیر، باب قوله تعالی: ﴿یا عبادی الذین اسرفوا علی انفسهم لا تقنطوا من رحمة الله ان الله یغفر الذنوب جمیعا انه هو الغفور الرحیم﴾ برقم (۴۵۳۲) وابوداود فی ((سننه)) فی الفتن والملاحم، باب: فی تعظیم قتل المؤمن برقم (۴۲۷۴) مختصرا، من غیر ان یذکر القصة۔ واخرجه النسائی فی ((المجتبی)) ۷/ ۲۲۶ فی التحریم، باب: تعظیم الدم۔ انظر ((التحفة)) برقم (۵۶۵۲)

[323] اخرجه البخاری فی ((صحیحه)) فی الزکاة، باب: من تصدق فی الشرك ثم اسلم ←

قَالَ أَخْبَرَنِی عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَیْرِ أَنَّ حَکِیمَ بْنَ حِزَامٍ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ قَالَ لِرَسُولِ اللّٰهِ ﷺ أَرَأَیْتَ أُمُورًا کُنْتُ أَتَحَنَّثُ بِهَا فِی الْجَاهِلِیَّةِ هَلْ لِی فِیهَا مِنْ شَیْءٍ فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ ((أَسْلَمْتَ عَلٰی مَا أَسْلَفْتَ مِنْ خَیْرٍ)) وَالتَّحَنُّثُ التَّعَبُّدُ

[323] ۔عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے حکیم بن حزام نے بتایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا، بتایئے وہ امور جو میں جاہلیت کے دور میں گناہ سے بچنے کی خاطر کرتا تھا، کیا مجھے ان کا کچھ اجر ملے گا؟ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو تم پہلے نیکیاں کر چکے ہو، ان کے ساتھ اسلام لائے ہو۔'' تَحَنّث، تعبد یعنی عبادت و بندگی کو کہتے ہیں۔

مفردات الحدیث ❶ **اُمور**: امر کی جمع ہے مراد کام اور عمل ہیں۔ ❷ **اَتَحَنَّثُ**: تحنث سے ماخوذ ہے، یعنی ایسا کام کرنا جس کی بنا پر انسان گناہ سے نکل جائے، مقصود عبادت یا نیک کام کرنا ہے۔

فائدہ......قرآن وحدیث سے یہ بات ثابت ہے کہ کافر انسان کی اطاعت وعبادت یا نیکی کا اعتبار نہیں ہے، کیونکہ کام (عمل) نیکی اس صورت میں بنتا ہے جب اسے آخرت پر یقین رکھتے ہوئے آخرت میں اجر وثواب کے حصول کے لیے کیا جائے اور کافر یہ یقین نہیں رکھتا، لیکن اسلام اور ایمان اپنے اندر اتنا وزن اور قوت رکھتے ہیں کہ کفر کی حالت میں کی گئی بے وزن اور بیکار نیکیاں، ان کے اندر بھی وزن پیدا ہو جاتا ہے اور وہ بھی کارآمد بن جاتی ہیں اگر کافر کفر پر مرتا تو یہ اعمال رائیگاں جاتے، اس سے نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالْخَوَاتِیمُ'' عملوں کے نتیجہ کا مدار خاتمہ پر ہے۔

[324] ۱۹۵۔(. . .) وَحَدَّثَنَا حَسَنٌ الْحُلْوَانِیُّ وَعَبْدُ بْنُ حُمَیْدٍ قَالَ الْحُلْوَانِیُّ حَدَّثَنَا وَقَالَ عَبْدٌ حَدَّثَنِی یَعْقُوبُ وَهُوَ ابْنُ إِبْرَاهِیمَ بْنِ سَعْدٍ حَدَّثَنَا أَبِی عَنْ صَالِحٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ أَخْبَرَنِی عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَیْرِ

عَنْ حَکِیمِ بْنِ حِزَامٍ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ قَالَ لِرَسُولِ اللّٰهِ ﷺ أَیْ رَسُولَ اللّٰهِ أَرَأَیْتَ أُمُورًا کُنْتُ أَتَحَنَّثُ بِهَا فِی الْجَاهِلِیَّةِ مِنْ صَدَقَةٍ أَوْ عَتَاقَةٍ أَوْ صِلَةِ رَحِمٍ أَفِیهَا أَجْرٌ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ ((أَسْلَمْتَ عَلٰی مَا أَسْلَفْتَ مِنْ خَیْرٍ))

← برقم (١٣٦٩) وفی البیوع، باب: شراء المملوك من الحربی، وهبته وعتقه برقم (٢١٠٧) وفی العتق، باب: عتق المشرك برقم (٢٤٠١) وفی الادب، باب من وصل رحمه فی الشرك ثم اسلم برقم (٥٦٤٦) انظر ((التحفة)) برقم (٣٤٣٢)

[324] تقدم تخریجه فی الحدیث السابق برقم (٣١٩)

[324] ۔حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا، اے اللہ کے رسول! بتایئے وہ امور (نیکیاں) جو میں جاہلیت کے دور گناہ سے بچنے کے لیے کرتا تھا یعنی صدقہ وخیرات، غلاموں کی آزادی، صلہ رحمی تو کیا یہ اجر کا باعث ہوں گی؟ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تو پہلی نیکیوں پر اسلام لایا ہے (یعنی سابقہ نیکیاں قائم ہیں)۔

[325] (. . .) حَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ قَالَا أَخْبَرَنَا عَبْدُالرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنْ الزُّهْرِيِّ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ ح وَحَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ أَخْبَرَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ

عَنْ حَكِيمِ بْنِ حِزَامٍ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ أَشْيَاءَ كُنْتُ أَفْعَلُهَا فِي الْجَاهِلِيَّةِ قَالَ هِشَامٌ يَعْنِي أَتَبَرَّرُ بِهَا فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ ((**أَسْلَمْتَ عَلٰى مَا أَسْلَفْتَ لَكَ مِنَ الْخَيْرِ**)) قُلْتُ فَوَاللّٰهِ لَا أَدَعُ شَيْئًا صَنَعْتُهُ فِي الْجَاهِلِيَّةِ إِلَّا فَعَلْتُ فِي الْإِسْلَامِ مِثْلَهُ

[325] حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا، وہ نیکیاں جو میں جاہلیت کے دور میں کیا کرتا تھا (بقول ہشام یعنی میں ان کے ذریعہ نیکی واحسان کرتا تھا) تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تم ان گذشتہ نیکیوں کے سبب ایمان لائے ہو۔'' میں نے کہا: اللہ کی قسم! میں نے جو کام جاہلیت میں کیے تھے، ان میں سے کسی عمل کو نہیں چھوڑوں گا، مگر ویسا ہی اسلام میں بھی کروں گا۔ جاہلیت والے کام اسلام کی حالت میں کرتا رہوں گا۔

مفردات الحدیث ٭ أَتَبَرَّرُ بِهَا: بر (نیکی، احسان) سے ماخوذ ہے، ان کے ذریعہ لوگوں سے احسان اور اللہ کا تقرب چاہتا تھا۔

فائدہ:...... اس حدیث کا ایک مطلب یہ بھی لیا گیا ہے جاہلیت کے دور کے نیک اعمال نے تیرے اندر، اسلام لانے کی صلاحیت واستعداد پیدا کی، اور وہ تیرے اسلام لانے کا باعث وسبب بنے، یا یہ ان ہی نیکیوں کی برکت اور نتیجہ ہے کہ تم اسلام لے آئے ہو۔

[326] ۱۹۶۔(. . .) حَدَّثَنَا أَبُوبَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ نُمَيْرٍ

عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ أَنَّ حَكِيمَ بْنَ حِزَامٍ أَعْتَقَ فِي الْجَاهِلِيَّةِ مِائَةَ رَقَبَةٍ وَحَمَلَ عَلٰى مِائَةِ بَعِيرٍ ثُمَّ أَعْتَقَ فِي الْإِسْلَامِ مِائَةَ رَقَبَةٍ وَحَمَلَ عَلٰى مِائَةِ بَعِيرٍ ثُمَّ أَتَى النَّبِيَّ ﷺ فَذَكَرَ نَحْوَ حَدِيثِهِمْ۔

---

[325] تقدم تخرجه ((۳۱۹)

[326] تقدم تخريجه (۳۱۹)

[326] ۔ ہشام بن عروہ بیان کرتے ہیں کہ حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ نے دور جاہلیت میں سو غلام آزاد کیے اور سو اونٹ سواری کے لیے صدقہ کیے پھر اسلام لانے کے بعد بھی سو غلام آزاد کیے اور سو اونٹ سواری کے لیے خیرات کیے، پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، آگے مذکورہ بالا روایت ہے۔

٥٦...... بَاب: صِدْقِ الْإِيمَانِ وَإِخْلَاصِهِ

باب ٥٦: ایمان کی سچائی اور اخلاص

[327] ١٩٧ ـ (١٢٤) حَدَّثَنَا أَبُوبَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُاللهِ بْنُ إِدْرِيسَ وَأَبُو مُعَاوِيَةَ وَوَكِيعٌ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ عَلْقَمَةَ

عَنْ عَبْدِاللهِ قَالَ لَمَّا نَزَلَتْ الَّذِينَ آمَنُوا وَلَمْ يَلْبِسُوا إِيمَانَهُمْ بِظُلْمٍ شَقَّ ذٰلِكَ عَلَى أَصْحَابِ رَسُولِ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم وَقَالُوا أَيُّنَا لَا يَظْلِمُ نَفْسَهُ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم ((لَيْسَ هُوَ كَمَا تَظُنُّونَ إِنَّمَا هُوَ كَمَا قَالَ لُقْمَانُ لِابْنِهِ)) يَا بُنَيَّ لَا تُشْرِكْ بِاللهِ إِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيمٌ

[327] ۔ حضرت عبداللہ سے روایت ہے کہ جب یہ آیت اتری: ''جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے اپنے ایمان کے ساتھ ظلم کی آمیزش نہیں کی۔'' (الانعام: ٨٢) تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر یہ آیت بہت شاق (بھاری) گزری۔ انہوں نے گزارش کی، ہم میں سے کون ہے جس نے اپنے نفس پر ظلم نہیں کیا؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اس آیت کا مطلب وہ نہیں جو تم سمجھتے ہو۔'' ظلم سے مراد وہ ہے جیسا کہ لقمان نے اپنے بیٹے سے کہا: ''اے بیٹے! اللہ کے ساتھ شرک نہ کر، شرک بہت بڑا ظلم ہے۔'' (لقمان: ١٣)

[328] ١٩٨ ـ (. . .) حَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ وَعَلِيُّ بْنُ خَشْرَمٍ قَالَا أَخْبَرَنَا عِيسٰى وَهُوَ ابْنُ

[327] اخرجه البخاری فی ((صحیحه)) فی الایمان، باب: ظلم دون ظلم برقم (٣٢) وفی الانبیاء، باب: قول الله تعالی: ﴿واتخذ الله ابراهيم خليلا﴾ برقم (٣١٨١) وفی باب: قوله تعالی: ﴿ولقد اتينا لقمان الحكمة ان اشكر لله﴾ برقم ٣٢٤٥، ٣٢٤٦ وفی التفسير الأنعام باب ولم يلبسوا إيمانهم بظلم برقم (٤٣٥٣) وفی تفسير سورة لقمان، باب: ﴿لا تشرك بالله ان الشرك لظلم عظيم﴾ برقم (٤٤٩٨) وفی استتابة المرتدين والمعاهدين وقتالهم، باب: اثم من اشرك بالله، وعقوبته فی الدنيا والآخرة برقم (٦٥٢٠) وفی باب: ما جاء فی المتاولين برقم (٦٥٣٨) والترمذی فی ((جامعه)) فی التفسير، باب ٧ ومن سورة الانعام وقال: هذا حديث حسن صحيح برقم (٣٠٦٧) انظر ((التحفة)) برقم (٩٤٢٠)

[328] تقدم تخريجه فی الحديث السابق برقم (٣٢٣)

يُونُسَ ح وَحَدَّثَنَا مِنْجَابُ بْنُ الْحَارِثِ التَّمِيمِيُّ أَخْبَرَنَا ابْنُ مُسْهِرٍ ح وَحَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ أَخْبَرَنَا ابْنُ إِدْرِيسَ كُلُّهُمْ

عَنِ الْأَعْمَشِ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ قَالَ أَبُو كُرَيْبٍ قَالَ ابْنُ إِدْرِيسَ حَدَّثَنِيهِ أَوَّلًا أَبِي عَنْ أَبَانَ بْنِ تَغْلِبَ عَنِ الْأَعْمَشِ ثُمَّ سَمِعْتُهُ مِنْهُ

[328] ۔امام صاحب اپنے بہت سے دوسرے اساتذہ سے مذکورہ بالا حدیث بیان کرتے ہیں۔

فائدہ :......ظلم کا لغوی معنی "وَضْعُ الشَّيْءِ فِي غَيْرِ مَحَلِّهِ" ہے کسی چیز کو اس کے موقع اور محل کی بجائے دوسرے محل میں رکھنا یعنی بے جا کام کرنا۔ اس اعتبار سے ایک حقیر اور معمولی گناہ بھی ظلم ہے اور بڑے سے بڑا گناہ بھی ظلم ہے گویا ظلم کلی مشکک ہے جس کے تمام افراد و جزئیات یکساں درجہ کے نہیں ہوتے، اس لیے صحابہ کے لیے یہ آیت ناگواری کا باعث بنی کہ چھوٹا موٹا گناہ تو ہر فرد بشر سے صادر ہو جاتا ہے اس سے تو معصوم کے سوا کوئی نہیں بچ سکتا۔ اس لیے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا، کہ ظلم کس سے صادر نہیں ہوتا؟ تو آپ نے بتا دیا کہ یہاں ظلم سے مراد، ہر قسم کا ظلم نہیں ہے بلکہ وہ ظلم ہے جو ایمان کے ساتھ جمع ہو کر اس کے مٹانے کا باعث بنتا ہے یعنی شرک مراد ہے جو انسان کے ایمان کو ختم کر دیتا ہے شرک کے سوا کوئی ایسا گناہ نہیں ہے جو ایمان کو کالعدم قرار دے۔

٥٧...... بَابٌ: بَيَانِ أَنَّهُ سُبْحَانَهُ وَتَعَالَى لَمْ يُكَلِّفْ إِلَّا مَا يُطَاقُ

باب ٥٧: اللہ تعالیٰ نے انسان پر اتنی ہی ذمہ داری ڈالی ہے جتنی اس کے بس میں ہے

[329] ١٩٩ ـ (١٢٥) حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ مِنْهَالٍ الضَّرِيرُ وَأُمَيَّةُ بْنُ بِسْطَامَ الْعَيْشِيُّ وَاللَّفْظُ لِأُمَيَّةَ قَالَا حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ حَدَّثَنَا رَوْحٌ وَهُوَ ابْنُ الْقَاسِمِ عَنِ الْعَلَاءِ عَنْ أَبِيهِ

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ لَمَّا نَزَلَتْ عَلَى رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ وَإِنْ تُبْدُوا مَا فِي أَنْفُسِكُمْ أَوْ تُخْفُوهُ يُحَاسِبْكُمْ بِهِ اللّٰهُ فَيَغْفِرُ لِمَنْ يَشَاءُ وَيُعَذِّبُ مَنْ يَشَاءُ وَاللّٰهُ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ قَالَ فَاشْتَدَّ ذٰلِكَ عَلَى أَصْحَابِ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ فَأَتَوْا رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ ثُمَّ بَرَكُوا عَلَى الرُّكَبِ فَقَالُوا أَيْ رَسُولَ اللّٰهِ كُلِّفْنَا مِنَ الْأَعْمَالِ مَا نُطِيقُ الصَّلٰوةَ وَالصِّيَامَ وَالْجِهَادَ وَالصَّدَقَةَ وَقَدْ أُنْزِلَتْ عَلَيْكَ هٰذِهِ الْآيَةُ وَلَا نُطِيقُهَا قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ ((أَتُرِيدُونَ أَنْ تَقُولُوا كَمَا قَالَ أَهْلُ الْكِتَابَيْنِ مِنْ قَبْلِكُمْ سَمِعْنَا وَعَصَيْنَا بَلْ قُولُوا سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا غُفْرَانَكَ رَبَّنَا وَإِلَيْكَ الْمَصِيرُ)) قَالُوا سَمِعْنَا

[329] انفرد به مسلم۔ انظر ((التحفة)) برقم (١٤٠١٤)

وَأَطَعْنَا غُفْرَانَكَ رَبَّنَا وَإِلَيْكَ الْمَصِيرُ فَلَمَّا اقْتَرَأَهَا الْقَوْمُ ذَلَّتْ بِهَا أَلْسِنَتُهُمْ فَأَنْزَلَ اللّٰهُ فِي أَثَرِهَا آمَنَ الرَّسُولُ بِمَا أُنْزِلَ إِلَيْهِ مِنْ رَّبِّهِ وَالْمُؤْمِنُونَ كُلٌّ آمَنَ بِاللّٰهِ وَمَلَائِكَتِهِ وَكُتُبِهِ وَرُسُلِهِ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ أَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهِ وَقَالُوا سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا غُفْرَانَكَ رَبَّنَا وَإِلَيْكَ الْمَصِيرُ فَلَمَّا فَعَلُوا ذٰلِكَ نَسَخَهَا اللّٰهُ تَعَالَى فَأَنْزَلَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا لَهَا مَا كَسَبَتْ وَعَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا إِنْ نَّسِينَا أَوْ أَخْطَأْنَا قَالَ نَعَمْ رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَيْنَا إِصْرًا كَمَا حَمَلْتَهُ عَلَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلِنَا قَالَ نَعَمْ رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهِ قَالَ نَعَمْ وَاعْفُ عَنَّا وَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا أَنْتَ مَوْلَانَا فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكَافِرِينَ قَالَ نَعَمْ

[329]۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر آیت اتری: ''آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے اللہ ہی کا ہے، اور تمہارے نفسوں (دلوں) میں جو کچھ ہے اس کو ظاہر کر دیا چھپاؤ، اللہ اس پر تمہارا محاسبہ کرے گا، پھر جسے چاہے گا بخش دے گا اور جسے چاہے گا عذاب دے گا۔ اور اللہ جو چاہے کر سکتا ہے۔ (بقرہ: ۲۸۴) تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھیوں پر شاق گزری، تو وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر دوزانو بیٹھ گئے، اور کہنے لگے، اے اللہ کے رسول! ہمیں ایسے اعمال کا مکلف ٹھہرایا گیا ہے جو ہماری مقدرت میں ہیں (ہم کر سکتے ہیں) نماز، روزہ، جہاد اور صدقہ اور اب آپ پر یہ آیت اتری ہے جس پر عمل ہمارے بس میں نہیں ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''کیا تم دونوں کتابوں والوں (یہود ونصاریٰ) جو تم سے پہلے گزر چکے ہیں کی طرح کہنا چاہتے ہو کہ ہم نے سنا اور نافرمانی کی (نہ مانا) بلکہ یوں کہو، ہم نے سنا اور اطاعت کی (مانا) اے ہمارے رب! ہم تیری بخشش کے طلب گار ہیں اور تیری ہی طرف لوٹنا ہے۔'' صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کہا، ہم نے سن کر مان لیا، اے ہمارے رب! ہم تیری بخشش چاہتے ہیں اور تیری ہی طرف پہنچنا ہے۔'' جب صحابہ نے یہ الفاظ پڑھے تو ان کے لیے ان کی زبانیں نرم ہو گئیں، (آسانی سے الفاظ ان کی زبانوں پر جاری ہو گئے) اللہ نے پہلی آیت کے بعد یہ آیات اتاریں ''اور رسول پر اس کے رب کی طرف سے جو کچھ اتارا گیا، اس پر رسول اور مومن، ایمان لے آئے، سب ایمان لائے، اللہ اس کے فرشتوں پر، اس کی کتابوں پر اور اس کے رسولوں پر، ہم اس کے رسولوں کے درمیان (ایمان لانے میں) بالکل فرق نہیں کرتے اور انہوں نے کہا، ہم نے سنا اور ہم نے مان لیا، اے ہمارے رب ہم تیری بخشش کے خواستگار ہیں اور تیری ہی طرف واپسی ہے۔'' (بقرہ: ۲۸۵)

جب انہوں نے یہ کہا تو اللہ نے آیت اتاری، جس نے پہلی آیت کو منسوخ کر دیا: ''اللہ کسی نفس کو اس کی طاقت سے زائد تکلیف نہیں دیتا (ذمہ داری نہیں ڈالتا) اس کے نفع کے لیے ہیں (جو نیکیاں) اس نے کمائیں، اور اسی پر وبال ہے (ان برائیوں کا) جو اس نے کیں، اے ہمارے رب! اگر ہم بھول جائیں تو ہمارا مواخذہ نہ کرنا یا اگر ہم چوک جائیں (تو پھر بھی نہ پکڑنا) (اللہ نے فرمایا، ٹھیک ہے) اے ہمارے مالک! اور ہم پر بوجھ نہ ڈال ان لوگوں کی طرح جو ہم سے پہلے گزر چکے ہیں (اللہ نے فرمایا ٹھیک ہے) اے ہمارے آقا! ہم کو ہماری طاقت سے زیادہ احکام کا مکلف نہ ٹھہرا (ہم پر ایسا بوجھ نہ ڈال جس کے اٹھانے کی ہم میں طاقت نہیں) (اللہ نے فرمایا: اچھا) اور ہم سے درگزر فرما، اور ہمیں بخش دے۔ اور ہم پر مہربانی فرما تو ہمارا مولیٰ ہے کافروں کے مقابلہ میں ہماری نصرت فرما (اللہ نے فرمایا، ٹھیک ہے)۔'' (سورہ بقرہ:۲۸۶)

مفردات الحدیث

☆ **نسخ**: کا لغوی معنی ہے ازالہ کرنا، ہٹا دینا، کہتے ہیں۔ نَسَخَتِ الشَّمْسُ الظِّلَّ: ''دھوپ نے سایہ زائل کر دیا'' دوسرا معنی ہے نقل کرنا، کہتے ہیں۔ نَسَخْتُ الْكِتَابَ: میں نے کتاب نقل کی۔

فائدہ:...... صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ﴿مَا فِيْ اَنْفُسِكُمْ﴾ کے ما کو عام سمجھا کہ دل کے اندر جو وساوس آتے ہیں یا جن خیالات کا خطور ہوتا ہے یا دل کے اندر جو عقائد و افکار جم جاتے ہیں، سب اس میں داخل ہوتے ہیں جب کہ دل کے اندر پیدا ہونے والے خیالات یا وساوس جو آتے اور گزر جاتے ہیں، وہ انسان کے بس میں نہیں ہیں۔ اگر ان پر بھی مواخذہ ہو تو کوئی انسان مواخذہ سے بچ نہیں سکے گا، اس لیے یہ آیت ان کے لیے انتہائی پریشانی اور اضطراب کا باعث بنی۔ اور وہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے جبکہ یہ ظاہری معنی مراد نہیں تھا۔ مواخذہ تو انھی افکار و نظریات یا دل میں جم جانے والے عقائد و تصورات پر ہے جن کو انسان شعوری طور پر دل میں جگہ دیتا ہے، اس لیے آپ نے جواب دیا، اہل کتاب والا طرز عمل اختیار نہ کرو کہ جو کام ان کے بس میں ہوتے تھے وہاں بھی ان کا عمل سمعنا اور عصینا تھا کہ (سن لیا لیکن عمل نہیں کریں گے) صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے سر تسلیم خم کر دیا تو اگلی آیت میں ظاہری معنی لینے کی تردید کر دی گئی۔ اور پہلی آیت کا مفہوم واضح ہو گیا۔ ظاہری معنی کی تبدیلی و تغییر یا ازالہ کو نسخ سے تعبیر کیا گیا ہے، رفع حکم والا معنی مراد نہیں ہے کہ پہلے تو یہی حکم کہ وساوس و خطرات پر بھی مواخذہ ہوگا، جو انسان کے بس میں نہیں ہیں اور پھر ﴿لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا﴾ سے اس حکم کو منسوخ کر دیا گیا ہو، بلکہ اللہ کا مقصد پہلے ہی سے دل میں جم جانے والے عقائد و اعمال تھے۔

[330] ۲۰۰۔(۱۲۶) حَدَّثَنَا أَبُوبَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَأَبُو كُرَيْبٍ وَإِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ وَاللَّفْظُ لِأَبِي

[330] اخرجه الترمذی فی ((جامعه)) فی التفسیر، باب: ومن سورة البقرة وقال: حدیث حسن برقم (۲۹۹۲) انظر ((التحفة)) برقم (۵۴۳۴)

بَكْرٍ قَالَ إِسْحٰقُ أَخْبَرَنَا وَقَالَ الْآخَرَانِ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ آدَمَ بْنِ سُلَيْمَانَ مَوْلٰى خَالِدٍ قَالَ سَمِعْتُ سَعِيدَ بْنَ جُبَيْرٍ يُحَدِّثُ

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ لَمَّا نَزَلَتْ هٰذِهِ الْآيَةُ وَإِنْ تُبْدُوا مَا فِي أَنْفُسِكُمْ أَوْ تُخْفُوهُ يُحَاسِبْكُمْ بِهِ اللّٰهُ قَالَ دَخَلَ قُلُوبَهُمْ مِنْهَا شَيْءٌ لَمْ يَدْخُلْ قُلُوبَهُمْ مِنْ شَيْءٍ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ ((قُولُوا سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا وَسَلَّمْنَا)) قَالَ فَأَلْقَى اللّٰهُ الْإِيمَانَ فِي قُلُوبِهِمْ فَأَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰى لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا لَهَا مَا كَسَبَتْ وَعَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا إِنْ نَسِينَا أَوْ أَخْطَأْنَا قَالَ قَدْ فَعَلْتُ رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَيْنَا إِصْرًا كَمَا حَمَلْتَهُ عَلَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلِنَا قَالَ قَدْ فَعَلْتُ وَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا أَنْتَ مَوْلَانَا قَالَ قَدْ فَعَلْتُ۔

[330]۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جب یہ آیت ﴿وَ اِنْ تُبْدُوْا مَا فِیْٓ اَنْفُسِكُمْ اَوْ تُخْفُوْهُ يُحَاسِبْكُمْ بِهِ اللّٰهُ﴾ (البقرہ:۲۸۴) ''تمہارے دلوں میں جو کچھ ہے اس کو ظاہر کر دیا چھپاؤ اللہ اس پر تمہارا مواخذہ کرے گا۔'' اتری۔ اس سے صحابہ کے دل میں اس قدر خوف پیدا ہوا جو کسی شے سے پیدا نہیں ہوا تھا۔ تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''یوں کہو، ہم نے سنا، ہم نے اطاعت کی اور ہم نے مان لیا۔'' تو اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں یقین ڈال دیا، اس پر یہ آیت اتری: ''اللہ تعالیٰ کسی شخص کو اس کی طاقت سے زیادہ مکلّف نہیں ٹھہراتا، ہر شخص کو (ان نیکیوں پر ثواب ملے گا) جو اس نے کی ہیں۔ (اور ان پر اعمال کا اس پر وبال ہوگا) جو اس نے کیے ہیں۔ اے ہمارے آقا! اگر ہم بھول جائیں یا چوک جائیں تو ہمارا مواخذہ نہ کرنا (اللہ نے فرمایا، میں نے ایسا کر دیا) اے ہمارے رب! ہم پر بوجھ نہ ڈال جیسا کہ تو نے ان لوگوں پر ڈالا جو ہم سے پہلے تھے (فرمایا: میں نے ایسا کر دیا) ہم سے درگزر فرما، ہمیں بخش دے اور ہم پر رحم فرما تو ہی ہمارا مددگار اور کارساز ہے (اللہ نے فرمایا، میں نے ایسا کر دیا)۔''

۵۸.....بَابُ تَجَاوُزِ اللّٰهِ عَنْ حَدِيثِ النَّفْسِ وَالْخَوَاطِرِ بِالْقَلْبِ إِذَا لَمْ تَسْتَقِرَّ

باب ۵۸: اللہ تعالیٰ نے حدیث نفس اور دل میں آنے والے خواطر سے درگزر فرمایا بشرطیکہ وہ دل میں جگہ نہ بنا لیں

[331] ۲۰۱۔(۱۲۷) حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ مَنْصُورٍ وَقُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ وَمُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدٍ الْغُبَرِيُّ وَاللَّفْظُ لِسَعِيدٍ قَالُوا حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ زُرَارَةَ بْنِ أَوْفٰى

[331] اخرجه البخاری فی ((صحیحه)) فی العتق، باب الخطا والنسیان فی العتاقة والطلاق ←

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ ((إِنَّ اللّٰهَ تَجَاوَزَ لِأُمَّتِي مَا حَدَّثَتْ بِهِ أَنْفُسَهَا مَا لَمْ يَتَكَلَّمُوا أَوْ يَعْمَلُوا بِهِ))

[331] ۔حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے میری امت کی ان باتوں سے درگزر فرمایا ہے جو وہ اپنے نفس سے کرے، جب تک ان کو زبان پر نہ لائیں یا ان پر عمل پیرا نہ ہوں۔''

[332] ۲۰۲۔(. . .) حَدَّثَنَا عَمْرٌو النَّاقِدُ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَا حَدَّثَنَا إِسْمٰعِيلُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ ح وَحَدَّثَنَا أَبُوبَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ وَعَبْدَةُ بْنُ سُلَيْمَانَ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ الْمُثَنّٰى وَابْنُ بَشَّارٍ قَالَا حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عَدِيٍّ كُلُّهُمْ عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي عَرُوبَةَ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ زُرَارَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ ((إِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ تَجَاوَزَ لِأُمَّتِي عَمَّا حَدَّثَتْ بِهِ أَنْفُسَهَا مَا لَمْ تَعْمَلْ أَوْ تَكَلَّمْ بِهِ))

[332] ۔حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے میری امت کی ان باتوں سے درگزر فرمایا ہے جو وہ اپنے نفس سے کرے جب تک اس پر عمل یا کلام نہ کرے۔''

امام صاحب اپنے دوسرے اساتذہ سے بھی مذکورہ بالا روایت نقل کرتے ہیں۔

مفردات الحدیث

❶ تَجَاوَزَ: درگزر کرنا، معاف کر دینا۔ جوَاز: (تساہل وچشم پوشی) سے ماخوذ ہے۔

❷ حَدَّثَتْ بِهِ أَنْفُسُهَا: نفس کے اعراب کے بارے میں علماء کے دو خیال ہیں: (۱) نفس، مفعول بہ اور منصوب ہے اس صورت میں معنی ہوگا، جو وہ اپنے دل سے بات کرے، مشہور اور زیادہ ظاہر یہی قول ہے اور قاضی عیاض نے حدیث "إِنَّ أَحَدَنَا يُحَدِّثُ نَفْسَهُ" (ہم میں سے ایک اپنے نفس سے بات کرتا ہے) سے اس کی تائید کی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم کا زیادہ اظہار اسی سے ہوتا ہے۔ (۲) نفس، فاعل اور مرفوع ہے معنی اس کے دل

← ونحوه، ولا عتاق الا لوجه الله برقم (۲۳۹۱) وفي الطلاق، باب: الطلاق في الاعتراف والكره، والسكران والمجنون وامرهما والغلط والنسيان في الطلاق والشرك وغيره، وما لا يجوز من اقرار الموسوس برقم (٤٩٦٨) وفي الايمان والنذور، باب اذا حنث ناسيا في الايمان برقم (٦٢٨٧) وابوداود في ((سننه)) في الطلاق، باب: في الوسوسة بالطلاق برقم (۲۲۰۹) والترمذي في ((جامعه)) في الطلاق، باب: ما جاء فيمن يحدث نفسه بطلاق امراته وقال: هذا حديث حسن صحيح برقم (۱۱۸۳) والنسائي في ((المجتبى)) في الطلاق، باب: من طلق في نفسه ٦/ ١٥٧ وابن ماجه في ((سننه)) في الطلاق، باب من طلق في نفسه ولم يتكلم به برقم (۲۰٤۰) وفي باب: طلاق المكره والناسي برقم (۲۰٤٤) انظر ((التحفة)) برقم (۱۲۸۹٦)

[332] تقدم تخرجه (۳۲۷)

میں بات آتی ہے۔امام طحاوی نے ﴿نَعْلَمُ مَا تُوَسْوِسُ بِهِ نَفْسُهُ﴾ سے اس کی تائید کی ہے اور بخاری کی حدیث بھی ہے۔ مَا وَسْوَسَتْ بِهِ صَدْرُهَا لیکن ظاہر ہے، حدیث نفس اور وسوسہ میں فرق ہے۔ اللہ تعالیٰ نے دونوں میں سے درگزر فرمایا ہے۔

فائدہ...... خیالات وتصورات کی دو قسمیں ہیں، لیکن وہ دل میں جمتے نہیں ہیں وہ آتے ہیں اور گزر جاتے ہیں، انسان ان پر غور وفکر نہیں کرتا اور نہ ان کا عزم وقصد یا ارادہ کرتا ہے، ان کو وساوس اور خطرات کا نام دیا جاتا ہے، دوسرے قسم کے خیالات وہ ہیں جو انسان خود دل میں لاتا ہے، ان پر غور وفکر کرتا ہے اور بعض دفعہ ان کا عزم وقصد اور ارادہ بھی کر لیتا ہے، ان کی بھی دو قسمیں ہیں ایک وہ جن کا تعلق زبان یا اعضاء جوارح سے ہے جیسے چغلی، غیبت، بہتان یا چوری، زنا اور شراب پینا، دوسرے وہ جن کا تعلق قلب ودل سے ہے جیسے حسد، بغض وکینہ، کبر، نخوت، حرص، طمع وغیرہا، وساوس اور خطرات پر مواخذہ نہیں ہے۔ اسی طرح اعضاء جوارح سے تعلق رکھنے والے اعمال کا دل میں قصد وارادہ کرنا یا عزم کرنا اس پر بھی مواخذہ نہیں ہے۔ یہی امت محمدیہ کا شرف ہے، پہلی امتوں کا اس پر مواخذہ تھا لیکن جن چیزوں کا تعلق محض دل سے ہے یعنی وہ قالبی اعمال نہیں ہے، قلبی اعمال ہیں، ان کے ہم وعزم اور قصد وارادہ پر مواخذہ ہوگا کیونکہ وہ عمل میں آ چکے ہیں، اس لیے مطلق یہ کہہ دینا کہ جو خیال میں جم گیا اور مضبوط ہو گیا یا اس کا عزم وقصد اور ارادہ کر لیا تو اس پر مواخذہ ہوگا، درست نہیں ہے کیونکہ آگے آ رہا ہے کہ ایک انسان برائی کا ارادہ کر لیتا ہے لیکن اللہ کے خوف وڈر سے اس سے باز آ جاتا ہے تو اس کا اجر وثواب ہوگا اگر محض ارادہ پر مواخذہ ہے تو اس پر گناہ ہونا چاہیے تھا۔

[333] وَحَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ حَدَّثَنَا مِسْعَرٌ وَهِشَامٌ ح وَحَدَّثَنِي إِسْحٰقُ بْنُ مَنْصُورٍ أَخْبَرَنَا الْحُسَيْنُ بْنُ عَلِيٍّ عَنْ زَائِدَةَ عَنْ شَيْبَانَ جَمِيعًا عَنْ قَتَادَةَ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ مِثْلَهُ

[333] امام صاحب اپنے دو استادوں کی سند سے مذکورہ بالا روایت بیان کرتے ہیں۔

۵۹...... باب اذا هم العبد بحسنة كتبت واذا هم بسيئة لم تكتب

باب ۵۹: انسان جب نیکی کا ارادہ کرتا ہے تو وہ نیکی لکھ لی جاتی ہے اور جب برائی کا قصد وعزم کرتا ہے (اس کو عمل میں نہیں لاتا) تو برائی نہیں لکھی جاتی

[334] ۲۰۳-(۱۲۸) حَدَّثَنَا أَبُوبَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَإِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ وَاللَّفْظُ لِأَبِي بَكْرٍ قَالَ إِسْحٰقُ أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ وَقَالَ الْآخَرَانِ حَدَّثَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ

---

[333] تقدم تخرجه (۳۲۷)

[334] اخرجه الترمذى فى ((جامعه)) فى التفسير، باب-۷- ومن سورة الانعام برقم ←

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ ((قَالَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ إِذَا هَمَّ عَبْدِي بِسَيِّئَةٍ فَلَا تَكْتُبُوهَا عَلَيْهِ فَإِنْ عَمِلَهَا فَاكْتُبُوهَا سَيِّئَةً وَإِذَا هَمَّ بِحَسَنَةٍ فَلَمْ يَعْمَلْهَا فَاكْتُبُوهَا حَسَنَةً فَإِنْ عَمِلَهَا فَاكْتُبُوهَا عَشْرًا))

[334] ۔حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: جب میرا بندہ کسی گناہ کا قصد وعزم کرے تو اس کو اس کے نامہ اعمال میں نہ لکھو اگر وہ اس کو عمل میں لائے تو اسے ایک بدی لکھو، اور جب نیکی کا قصد وعزم کرے تو اس کو ایک نیکی لکھ لو، پس اگر اس پر عمل کرے تو دس نیکیاں لکھ لو۔''

مفردات الحديث

☆ **هم قصد واراد:** بعض حضرات نے ہم (قصد وارادہ) اور عزم (پختہ ومضبوط ارادہ) میں فرق کیا ہے ان کے نزدیک قصد اور ارادہ پر مواخذہ نہیں ہے لیکن عزم پر مواخذہ ہے، وہ دین میں آنے والے خیالات کو پانچ قسموں میں تقسیم کرتے ہیں: (۱) ھا جِس، کسی چیز کا اچانک خیال آ جائے اور گزر جائے۔ (۲) خَاطِر، کسی چیز کا بار بار خیال آئے لیکن اس کے کرنے یا بولنے کا قصد نہ کرے۔ (۳) حدیث نفس جس چیز کا خیال آئے، ذہن اس کی طرف راغب ہو اور اس کے حصول کا منصوبہ سوچے۔ (۴) ہم، کسی چیز کا دل میں خیال آئے، اور اس کے حصول کا ارادہ غالب ہو، اگرچہ کسی مختص نقصان کی بنا پر خفیف سا خیال ہو اس کو حاصل نہ کیا جائے۔ (۵) عزم، کسی چیز کا خیال دل میں جم جائے اور اس کے حصول کا پختہ عزم وارادہ ہو۔

فائدہ:...... مسلمان پر اللہ تعالیٰ کا یہ فضل وکرم ہے نیکی کرنے کا محض ارادہ ہی ایک نیکی کے اجر وثواب کا باعث بنتا ہے اور اگر وہ اپنے قصد وارادے کو عملی جامہ پہنا لیتا ہے تو اس کے اجر وثواب میں کم از کم دس گنا اضافہ ہوتا ہے، لیکن اگر وہ برائی کا ارادہ کرتا ہے تو جب تک وہ اس کو عملی جامہ پہنانے کی کوشش نہیں کرتا اس کے نامہ اعمال میں برائی نہیں لکھی جاتی اور اگر وہ اللہ کے خوف اور ڈر سے اس سے باز آ جائے تو اس کے لیے نیکی لکھ دی جاتی ہے۔

[335] ۲۰۴-(...) حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَيُّوبَ وَقُتَيْبَةُ وَابْنُ حُجْرٍ قَالُوا حَدَّثَنَا إِسْمٰعِيلُ وَهُوَ ابْنُ جَعْفَرٍ عَنِ الْعَلَاءِ عَنْ أَبِيهِ

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ قَالَ ((قَالَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ إِذَا هَمَّ عَبْدِي بِحَسَنَةٍ وَلَمْ يَعْمَلْهَا كَتَبْتُهَا لَهُ حَسَنَةً فَإِنْ عَمِلَهَا كَتَبْتُهَا عَشْرَ حَسَنَاتٍ إِلٰى سَبْعِ مِائَةِ ضِعْفٍ وَإِذَا هَمَّ بِسَيِّئَةٍ وَلَمْ يَعْمَلْهَا لَمْ أَكْتُبْهَا عَلَيْهِ فَإِنْ عَمِلَهَا كَتَبْتُهَا سَيِّئَةً وَاحِدَةً))

← (۳۰۷۳) وفي النسائي في ((نسخة المدينة)) كما عزاه دعاس في تعليقه على الترمذي ۸/ ۲۳۳۔ وانظر ((التحفة)) برقم (۱۳۶۷۹) وقال الترمذي: حسن صحيح۔

[335] انفرد به مسلم۔ انظر ((التحفة)) برقم (۱۳۹۸۷)

[335] ۔حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو حکم دیا ہے جب میرا بندہ کسی نیکی کا قصد و ارادہ کرے اور اس کو عمل میں نہ لائے تو میں اس کے لیے ایک نیکی لکھوں گا، پس اگر اس پر عمل کر لے تو میں اس کو دس نیکیوں سے سات سو گنا تک لکھوں گا، اور جب میرا بندہ کسی برائی کا قصد و ارادہ کرے اور اس کو عمل میں نہیں لائے تو میں اس کے خلاف اسے نہیں لکھوں گا، پس اگر اس پر عمل کرے تو میں ایک برائی لکھوں گا۔''

[336] ۲۰۵۔(۱۲۹)وحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ حَدَّثَنَا عَبْدُالرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ قَالَ هٰذَا مَا حَدَّثَنَا

عَنْ أَبُو هُرَيْرَةَ عَنْ مُحَمَّدٍ رَّسُولِ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم فَذَكَرَ أَحَادِيثَ مِنْهَا قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم ((قَالَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ إِذَا تَحَدَّثَ عَبْدِي بِأَنْ يَّعْمَلَ حَسَنَةً فَأَنَا أَكْتُبُهَا لَهُ حَسَنَةً مَا لَمْ يَعْمَلْ فَإِذَا عَمِلَهَا فَأَنَا أَكْتُبُهَا بِعَشْرِ أَمْثَالِهَا وَإِذَا تَحَدَّثَ بِأَنْ يَّعْمَلَ سَيِّئَةً فَأَنَا أَغْفِرُهَا لَهُ مَا لَمْ يَعْمَلْهَا فَإِذَا عَمِلَهَا فَأَنَا أَكْتُبُهَا لَهُ بِمِثْلِهَا)).

وَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم ((قَالَتِ الْمَلَائِكَةُ رَبِّ ذَاكَ عَبْدُكَ يُرِيدُ أَنْ يَّعْمَلَ سَيِّئَةً وَهُوَ أَبْصَرُ بِهِ فَقَالَ ارْقُبُوهُ فَإِنْ عَمِلَهَا فَاكْتُبُوهَا لَهُ بِمِثْلِهَا وَإِنْ تَرَكَهَا فَاكْتُبُوهَا لَهُ حَسَنَةً إِنَّمَا تَرَكَهَا مِنْ جَرَّائِيَ))

وَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم ((إِذَا أَحْسَنَ أَحَدُكُمْ إِسْلَامَهُ فَكُلُّ حَسَنَةٍ يَّعْمَلُهَا تُكْتَبُ بِعَشْرِ أَمْثَالِهَا إِلٰى سَبْعِ مِائَةِ ضِعْفٍ وَكُلُّ سَيِّئَةٍ يَّعْمَلُهَا تُكْتَبُ بِمِثْلِهَا حَتّٰى يَلْقَى اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ))۔

[336] ۔ ہمام بن منبہ سے روایت ہے کہ یہ وہ حدیثیں ہیں جو ہمیں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنائیں، ان میں سے ایک یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے فرمایا، جب میرا بندہ دل میں کسی نیکی کے کرنے کی بات کرتا ہے، تو میں اس کے لیے ایک نیکی لکھ دیتا ہوں، اگرچہ اس پر عمل نہ کرے، پھر اگر اس کو عمل میں لے آئے تو میں اسے دس گنا لکھ لیتا ہوں، اور جب دل میں برائی کرنے کی بات کرتا ہے تو میں اسے معاف کر دیتا ہوں جب تک وہ اس کو نہ کرے، تو جب وہ اس کو عمل میں لے آئے تو ایک ہی برائی لکھتا ہوں۔'' اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''فرشتے پوچھتے ہیں اے آقا! تیرا بندہ برائی کرنا چاہتا ہے (اور اللہ اس کو خوب دیکھ رہا ہوتا ہے) تو اللہ فرماتا ہے اس کا انتظار کرو اگر برائی کرے تو اس کے برابر لکھ لو (ایک برائی لکھ لو) اور اگر اس کو چھوڑ دے تو اسے اس کے لیے ایک نیکی لکھو، کیونکہ اس نے میری خاطر اسے چھوڑا ہے (میرے ڈر یا عظمت

[336] انفرد به مسلم۔ انظر ((التحفة)) برقم (۱٤٧٣٨)

کے احساس کی بنا پر ترک کیا ہے) اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تم سے کوئی ایک اپنے اسلام کو خالص کر لیتا ہے احسان کی صفت اپنے اندر پیدا کر لیتا ہے) تو ہر وہ نیکی جسے وہ کرتا ہے اسے دس گنا سے لے کر سات سو گناہ تک لکھا جاتا ہے اور ہر وہ برائی جس کو وہ کر گزرتا ہے، اس کو ایک ہی لکھا جاتا ہے، یہاں تک وہ اللہ سے جا ملتا ہے (فوت ہو جاتا ہے)

مفردات الحدیث ٭ مِنْ جَرَّائِيْ: میری خاطر، یا میرے واسطے۔

فائدہ:...... نیکی کے اجر وثواب کے مراتب میں فرق کا مدار، نیکی کرنے والے کے جذبہ، اخلاص نیت، اس کے حالات اور موقع محل پر ہے جس قدر انسان کے اندر نیکی کا ولولہ وجوش زیادہ اور اس کا اخلاص واحسان بلند درجہ کا ہوگا، وہ جس قدر ایثار وقربانی کا مظاہرہ کرے گا اور جس قدر موقع ومحل زیادہ مناسب اور مستحق ہوگا اس قدر ثواب زیادہ ہوگا جو سات گناہ بلکہ بلا حساب تک پہنچ جائے گا اور جس قدر ان چیزوں میں کمی ہوگی اسی قدر ثواب کم ہوگا اور کم ہوتے، ہوتے دس تک رہ جائے گا۔ اور بقول بعض ان مراتب کا تعلق مختلف اعمال سے ہے، مثلاً عبادات بدنیہ پر دس گنا، صدقات وخیرات پر سات سو گنا اور صبر وثبات اور ضبط نفس پر بلا حساب ولا محدود۔

[337] ٢٠٦ـ(١٣٠) وحَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا أَبُو خَالِدٍ الْأَحْمَرُ عَنْ هِشَامٍ عَنِ ابْنِ سِيرِينَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ مَنْ هَمَّ بِحَسَنَةٍ فَلَمْ يَعْمَلْهَا كُتِبَتْ لَهُ حَسَنَةٌ ((وَمَنْ هَمَّ بِحَسَنَةٍ فَعَمِلَهَا كُتِبَتْ لَهُ عَشْرًا إِلَى سَبْعِ مِائَةِ ضِعْفٍ وَمَنْ هَمَّ بِسَيِّئَةٍ فَلَمْ يَعْمَلْهَا لَمْ تُكْتَبْ وَإِنْ عَمِلَهَا كُتِبَتْ))

[337] ـ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص کسی نیکی کا ارادہ کرتا ہے اور اسے کرتا نہیں ہے، اس کے لیے ایک نیکی لکھی جاتی ہے اور جو شخص نیکی کا ارادہ کر کے اس پر عمل بھی کرتا ہے، اس کے لیے دس سے سات سو گنا تک نیکیاں لکھی جاتی ہیں، اور جو شخص کسی برائی کا ارادہ کر کے کرتا نہیں ہے اس کی برائی نہیں لکھی جاتی اور اگر اسے کر گزرتا ہے تو اسے لکھ دیا جاتا ہے۔

[338] ٢٠٧ـ(١٣١) حَدَّثَنَا شَيْبَانُ بْنُ فَرُّوخَ حَدَّثَنَا عَبْدُالْوَارِثِ عَنِ الْجَعْدِ أَبِي عُثْمَانَ حَدَّثَنَا أَبُو رَجَاءٍ الْعُطَارِدِيُّ

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ فِيمَا يَرْوِي عَنْ رَبِّهِ تَبَارَكَ وَتَعَالَى قَالَ ((إِنَّ اللّٰهَ كَتَبَ الْحَسَنَاتِ وَالسَّيِّئَاتِ ثُمَّ بَيَّنَ ذٰلِكَ فَمَنْ هَمَّ بِحَسَنَةٍ فَلَمْ يَعْمَلْهَا كَتَبَهَا اللّٰهُ عِنْدَهُ حَسَنَةً

[337] انفرد به مسلم۔ انظر ((التحفة)) برقم (١٤٥٦٨)

[338] اخرجه البخاري في ((صحيحه)) في الرقاق، باب: من هم بحسنة او بسيئة برقم (٦١٢٦) انظر ((التحفة)) برقم (٦٣١٨)

كَامِلَةً وَإِنْ هَمَّ بِهَا فَعَمِلَهَا كَتَبَهَا اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ عِنْدَهُ عَشْرَ حَسَنَاتٍ إِلَى سَبْعِ مِائَةِ ضِعْفٍ إِلَى أَضْعَافٍ كَثِيرَةٍ وَإِنْ هَمَّ بِسَيِّئَةٍ فَلَمْ يَعْمَلْهَا كَتَبَهَا اللّٰهُ عِنْدَهُ حَسَنَةً كَامِلَةً وَإِنْ هَمَّ بِهَا فَعَمِلَهَا كَتَبَهَا اللّٰهُ سَيِّئَةً وَّاحِدَةً))

[338] ۔حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیث قدسی بیان کرتے ہیں (کہ آپ نے اس کی نسبت اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف کی) فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے نیکیاں اور برائیاں لکھ لی ہیں، پھر ان کی تفصیل بتا دی ہے، تو جو شخص کسی نیکی کا ارادہ کر کے اس پر عمل نہیں کرتا تو اللہ اسے اپنے ہاں ایک کامل نیکی لکھ لیتا ہے۔ اور اگر نیکی کا ارادہ کر کے اسے کر گزرتا ہے تو اللہ اسے اپنے ہاں دس سے سات سو گنا اور اس سے بہت زیادہ لکھ لیتا ہے۔ اور اگر برائی کا ارادہ کر کے، اسے (اللہ کے ڈر خوف سے) کرتا نہیں ہے تو اللہ اسے اپنے ہاں ایک پوری نیکی لکھ لیتا ہے اور اگر ارادہ کر کے کر گزرتا ہے تو اللہ عزوجل اپنے ہاں ایک ہی برائی لکھتا ہے۔''

[339] ۲۰۸۔(. . .)وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى حَدَّثَنَا جَعْفَرُ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنِ الْجَعْدِ أَبِي عُثْمَانَ فِي هٰذَا الْإِسْنَادِ بِمَعْنٰى حَدِيثِ عَبْدِ الْوَارِثِ وَزَادَ ((وَمَحَاهَا اللّٰهُ وَلَا يَهْلِكُ عَلَى اللّٰهِ إِلَّا هَالِكٌ))

[339] ۔امام صاحب ایک اور سند سے مذکورہ بالا روایت بیان کرتے ہیں اور اس میں یہ اضافہ ہے ''اور اللہ اسے مٹا دیتا ہے، اور اللہ کے ہاں صرف ہلاک ہونے والا ہی ہلاک ہوتا ہے (کہ اللہ کے اس قدر فضل و کرم کے باوجود تباہی سے نہ بچ سکا)

٦٠...... بَاب: بَيَانِ الْوَسْوَسَةِ فِي الْإِيمَانِ وَمَا يَقُولُهُ مَنْ وَّجَدَهَا

باب ٦٠: ایمان کے باوجود وسوسہ آنا اور اس کے آنے پر کیا کہنا چاہیے

[340] ۲۰۹۔(۱۳۲)حَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنْ سُهَيْلٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ جَاءَ نَاسٌ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم فَسَأَلُوهُ إِنَّا نَجِدُ فِي أَنْفُسِنَا مَا يَتَعَاظَمُ أَحَدُنَا أَنْ يَتَكَلَّمَ بِهِ قَالَ ((وَقَدْ وَجَدْتُمُوهُ)) قَالُوا نَعَمْ قَالَ ((ذَاكَ صَرِيحُ الْإِيمَانِ))

[340] ۔حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے کچھ ساتھی حاضر ہو کر درخواست گزار ہوئے

[339] تقدم تخرجه في الحديث قبل السابق برقم (٣٣٤)
[340] انفرد به مسلم- انظر ((التحفة)) برقم (١٢٦٠٠)

''ہمارے دل میں ایسے وساوس آتے ہیں کہ ہم میں سے کوئی ان کو زبان پر لانا انتہائی سنگین سمجھتا ہے۔'' آپ نے پوچھا: ''کیا واقعی ان خیالات پہ یہ گرانی محسوس کرتے ہو؟'' انہوں نے عرض کیا: جی ہاں! آپ نے فرمایا: ''یہ تو خالص ایمان ہے۔''

مفردات الحدیث ❶ **يَتَعَاظَمُ**: اس کو بڑا گراں اور ناگوار تصور کرتا ہے۔ ❷ **صَرِيحُ الايمان**: خالص ایمان ہے۔

فائدہ:...... کسی انسان کی یہ کیفیت وحالت کہ وہ دین وشریعت کے خلاف خیالات وساوس سے اتنا گھبرائے کہ کسی کے سامنے ان کا اظہار کرنا بھی اس کے لیے گراں ہو تو یہ ایمان کے خالص ہونے کی دلیل ہے۔

[341] ٢١٠-(. . .) وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عَدِيٍّ عَنْ شُعْبَةَ ح وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ عَمْرِو بْنِ جَبَلَةَ بْنِ أَبِي رَوَّادٍ وَأَبُوبَكْرِ بْنُ إِسْحٰقَ قَالَا حَدَّثَنَا أَبُو الْجَوَّابِ عَنْ عَمَّارِ بْنِ رُزَيْقٍ كِلَاهُمَا عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ بِهٰذَا الْحَدِيثِ

[341]۔ امام صاحب اپنے دوسرے اساتذہ سے مذکورہ بالا روایت بیان کرتے ہیں۔

[342] ٢١١-(١٣٣) حَدَّثَنَا يُوسُفُ بْنُ يَعْقُوبَ الصَّفَّارُ حَدَّثَنِي عَلِيُّ بْنُ هِشَامٍ عَنْ سُعَيْرِ بْنِ الْخِمْسِ عَنْ مُغِيرَةَ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ عَلْقَمَةَ

عَنْ عَبْدِاللّٰهِ قَالَ سُئِلَ النَّبِيُّ ﷺ عَنِ الْوَسْوَسَةِ قَالَ ((**تِلْكَ مَحْضُ الْإِيمَانِ**))

[342]۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ سے وسوسہ کے بارے میں سوال ہوا، آپ نے فرمایا: ''یہ تو خالص ایمان ہے۔''

فائدہ:...... وسوسہ کا سبب یا وجہ، ایمان ہے کیونکہ شیطان اس کے دل میں وسوسے ڈالتا ہے جس کے گمراہ کرنے سے وہ ناامید ہوتا ہے اور جو لوگ کافر وفاسق ہیں اور اس کے قابو میں ہیں ان کے دل میں اسے وسوسہ ڈالنے کی کیا ضرورت ہے، اس لیے وسوسہ ایمان کی علامت ہے، بشرطیکہ انسان اس کو ناگوار خیال کرے۔

[343] ٢١٢-(. . .) حَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ مَعْرُوفٍ وَمُحَمَّدُ بْنُ عَبَّادٍ وَاللَّفْظُ لِهَارُونَ قَالَا حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ هِشَامٍ عَنْ أَبِيهِ

---

[341] انفرد به مسلم به: ((التحفة)) برقم (١٢٤٤٦)

[342] انفرد به مسلم ((التحفة)) (٩٤٤٦)

[343] اخرجه البخاری فی ((صحيحه)) فی بدء الخلق، باب صفة ابليس وجنوده برقم ←

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ ((لَا يَزَالُ النَّاسُ يَتَسَآئَلُونَ حَتّٰى يُقَالَ هٰذَا خَلَقَ اللّٰهُ الْخَلْقَ فَمَنْ خَلَقَ اللّٰهَ فَمَنْ وَّجَدَ مِنْ ذٰلِكَ شَيْئًا فَلْيَقُلْ اٰمَنْتُ بِاللّٰهِ))

[343] ۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: لوگ ہمیشہ ایک دوسرے سے (فضول) سوالات کرتے رہیں گے، یہاں تک کہ یہ (احمقانہ) سوال بھی ہوگا، اللہ نے سب مخلوق کو پیدا کیا ہے تو پھر اللہ کو کس نے پیدا کیا ہے، پس جس کسی کے ذہن میں اس قسم کا سوال پیدا ہو وہ یہی کہہ کر (بات ختم کر دے) میں اللہ پر ایمان لایا۔

فائدہ:...... مطلب یہ ہے کہ مومن کا رویہ ان سوالات اور وساوس کے بارے میں یہ ہونا چاہیے کہ وہ سوال کرنے والے آدمی سے یا وسوسہ ڈالنے والے شیطان سے اور اپنے نفس سے کہے کہ مجھے اللہ اور اس کے رسولوں پر ایمان کی روشنی نصیب ہوگئی ہے، اس لیے میرے لیے یہ سوال قابل توجہ اور لائق التفات نہیں ہے جس طرح کسی آنکھوں والے کے لیے یہ سوال قابل غور نہیں ہے کہ سورج چڑھا ہوا ہے یا نہیں؟ وہ روشن ہے یا تاریک؟ کیونکہ جب اللہ اس ہستی کا نام ہے جس کا وجود اس کی ذاتی صفت ہے، اور وہ تمام موجودات کو وجود بخشنے والا ہے کسی کا محتاج نہیں ہے اگر اس کے متعلق بھی سوال، قابل غور ہے تو پھر وہ خالق کہاں رہے گا وہ تو مخلوق اور محتاج ہوگا۔

[344] ۲۱۳۔(. . .)وَحَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ حَدَّثَنَا أَبُو النَّضْرِ حَدَّثَنَا أَبُو سَعِيدٍ الْمُؤَدِّبُ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ ((يَأْتِي الشَّيْطَانُ أَحَدَكُمْ فَيَقُولُ مَنْ خَلَقَ السَّمَآءَ مَنْ خَلَقَ الْأَرْضَ فَيَقُولُ اللّٰهُ ثُمَّ ذَكَرَ بِمِثْلِهِ وَزَادَ وَرُسُلِهِ))

[344] ۔ امام صاحب ایک اور سند سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تم میں سے کسی کے پاس شیطان آ کر کہتا ہے آسمان کو کس نے پیدا کیا؟ زمین کو کس نے پیدا کیا؟ تو وہ جواب دیتا ہے اللہ نے۔'' پھر اوپر والی روایت بیان کی اور آمنت باللہ کے بعد ورسلہ (اس کے رسول پر) کا اضافہ کیا۔

[345] ۲۱۴۔(. . .)حَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ جَمِيعًا عَنْ يَعْقُوبَ قَالَ زُهَيْرٌ حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ حَدَّثَنَا ابْنُ أَخِي ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عَمِّهِ قَالَ أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ أَنَّ

← (۳۱۰۲) بنحوه وابوداود في ((سننه)) في السنة، باب: في الجهمية برقم (٤٧٢١) انظر ((التحفة)) برقم (١٤١٦٠)

[344] تقدم تخريجه (٣٤١)

[345] تقدم تخرجه (٣٤١)

أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ ((يَأْتِي الشَّيْطَانُ أَحَدَكُمْ فَيَقُولُ مَنْ خَلَقَ كَذَا وَكَذَا حَتَّى يَقُولَ لَهُ مَنْ خَلَقَ رَبَّكَ فَإِذَا بَلَغَ ذَلِكَ فَلْيَسْتَعِذْ بِاللهِ وَلْيَنْتَهِ))

[345]۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تم میں سے کسی کے پاس شیطان آتا ہے اور پوچھتا ہے کہ فلاں چیز کو کس نے پیدا کیا؟ فلاں چیز کو کس نے پیدا کیا؟ یہاں تک کہ اس سے سوال کرتا ہے تیرے رب کو کس نے پیدا کیا (پس سوالات کا سلسلہ) جب یہاں تک پہنچے تو وہ اللہ سے پناہ مانگے اور رک جائے۔''

فائدہ:...... مقصد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے بارے میں اس قسم کے وسوسے اور سوالات شیطان کی طرف سے ہوتے ہیں اور جب شیطان کسی کے دل میں اس قسم کا فضول بلکہ احمقانہ سوال ڈالے تو اس کا علاج یہی ہے کہ بندہ شیطان کے شر سے اللہ کی پناہ چاہے، اس قسم کے سوالات کو قابل غور نہ سمجھے، بلکہ ان سے رک جائے کیونکہ اللہ کے بارے میں یہ سوال اس کو کس نے پیدا کیا ہے، اس کو خالق کے بجائے مخلوق قرار دینا ہے۔

[346] (...)حَدَّثَنِي عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ شُعَيْبِ بْنِ اللَّيْثِ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ جَدِّي قَالَ حَدَّثَنِي عُقَيْلُ بْنُ خَالِدٍ قَالَ قَالَ ابْنُ شِهَابٍ أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ أَنَّ

أَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ ((يَأْتِي الْعَبْدَ الشَّيْطَانُ فَيَقُولُ مَنْ خَلَقَ كَذَا وَكَذَا)) مِثْلَ حَدِيثِ ابْنِ أَخِي ابْنِ شِهَابٍ

[346] حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''بندہ کے پاس شیطان آتا ہے اور کہتا ہے فلاں فلاں چیز کو کس نے پیدا کیا؟'' آگے مذکورہ بالا روایت جیسے الفاظ ہیں۔

[347] ۲۱۵۔(...)حَدَّثَنِي عَبْدُ الْوَارِثِ بْنُ عَبْدِ الصَّمَدِ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ جَدِّي عَنْ أَيُّوبَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيرِينَ

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ لَا يَزَالُ النَّاسُ يَسْأَلُونَكُمْ عَنِ الْعِلْمِ حَتَّى يَقُولُوا هٰذَا ((اللّٰهُ خَلَقَنَا فَمَنْ خَلَقَ اللّٰهَ)) قَالَ وَهُوَ آخِذٌ بِيَدِ رَجُلٍ فَقَالَ صَدَقَ اللّٰهُ وَرَسُولُهُ قَدْ سَأَلَنِي اثْنَانِ وَهٰذَا الثَّالِثُ أَوْ قَالَ سَأَلَنِي وَاحِدٌ وَهٰذَا الثَّانِي

[347]۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''لوگ تم سے ہمیشہ علم کے بارے میں سوال کریں گے۔ یہاں تک کہ کہیں گے: یہ اللہ اس نے ہمیں پیدا کیا ہے، تو اللہ کو کس نے پیدا کیا ہے؟ اور

[346] تقدم تخريجه (٣٤١)

[347] انفرد به مسلم۔ انظر ((التحفة)) برقم (١٤٤٤٢)

وہ ایک آدمی کا ہاتھ پکڑے ہوئے تھے اور کہنے لگے اللہ اور اس کے رسول نے سچ فرمایا مجھ سے تو دو آدمی سوال کر چکے ہیں اور یہ تیسرا ہے، یا کہا مجھ سے ایک نے سوال کیا تھا اور یہ دوسرا ہے۔

[348] وَحَدَّثَنِيهِ زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَيَعْقُوبُ الدَّوْرَقِيُّ قَالَا حَدَّثَنَا إِسْمٰعِيلُ وَهُوَ ابْنُ عُلَيَّةَ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ مُحَمَّدٍ قَالَ قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ لَا يَزَالُ النَّاسُ بِمِثْلِ حَدِيثِ عَبْدِ الْوَارِثِ غَيْرَ أَنَّهُ لَمْ يَذْكُرِ النَّبِيَّ ﷺ فِي الْإِسْنَادِ وَلٰكِنْ قَدْ قَالَ فِي آخِرِ الْحَدِيثِ صَدَقَ اللّٰهُ وَرَسُولُهُ

[348] امام صاحب حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مذکورہ بالا روایت ایک اور سند سے بیان کرتے ہیں، فرق یہ ہے کہ اس سند میں نبی ﷺ کا ذکر نہیں کیا، لیکن حدیث کے آخر میں یہ کہا: "صدق الله ورسوله"، اللہ اور اس کے رسول نے سچ کہا۔

[349] وَحَدَّثَنِي عَبْدُاللّٰهِ بْنُ الرُّومِيِّ حَدَّثَنَا النَّضْرُ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا عِكْرِمَةُ وَهُوَ ابْنُ عَمَّارٍ حَدَّثَنَا يَحْيٰى حَدَّثَنَا أَبُو سَلَمَةَ

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ لِي رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ **((لَا يَزَالُونَ يَسْأَلُونَكَ يَا أَبَا هُرَيْرَةَ حَتّٰى يَقُولُوا هٰذَا اللّٰهُ فَمَنْ خَلَقَ اللّٰهَ))** قَالَ فَبَيْنَا أَنَا فِي الْمَسْجِدِ إِذْ جَاءَنِي نَاسٌ مِنَ الْأَعْرَابِ فَقَالُوا يَا أَبَا هُرَيْرَةَ هٰذَا اللّٰهُ فَمَنْ خَلَقَ اللّٰهَ قَالَ فَأَخَذَ حَصًى بِكَفِّهِ فَرَمَاهُمْ ثُمَّ قَالَ قُومُوا قُومُوا صَدَقَ خَلِيلِي ﷺ

[349] حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مجھے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''لوگ ہمیشہ تجھ سے سوال کرتے رہیں گے، اے ابوہریرہ! یہاں تک کہ کہیں گے، یہ اللہ ہے تو اللہ کو کس نے پیدا کیا؟ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بتایا، اسی اثناء میں کہ میں مسجد میں تھا کہ اچانک میرے پاس کچھ بدوی آئے، اور کہنے لگے اے ابوہریرہ! یہ اللہ ہے، تو اللہ کو کس نے پیدا کیا ہے؟ راوی کہتے ہیں تو انہوں نے مٹھی میں کنکر لے کر ان پر پھینکے، پھر کہا، اٹھو، اٹھو میرے خلیل نے سچ فرمایا (یعنی نبی اکرم ﷺ نے)۔

[350] ٢١٦-(. . .) حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ حَدَّثَنَا كَثِيرُ بْنُ هِشَامٍ حَدَّثَنَا جَعْفَرُ بْنُ بُرْقَانَ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ الْأَصَمِّ قَالَ سَمِعْتُ

[348] انفرد به مسلم- انظر ((التحفة)) برقم (١٤٤١٠)
[349] انفرد به مسلم- انظر ((التحفة)) برقم (١٥٤٠٣)
[350] انفرد به مسلم- انظر ((التحفة)) برقم (١٤٨٢٥)

أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ ((لَيَسْأَلَنَّكُمُ النَّاسُ عَنْ كُلِّ شَيْءٍ حَتّٰى يَقُوْلُوا اللّٰهُ خَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ فَمَنْ خَلَقَهُ))

[350] ۔حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''لوگ تم سے ہر چیز کے بارے میں سوال کریں گے حتیٰ کہ کہیں گے یہ اللہ ہے اس نے ہر چیز پیدا کی ہے تو اس کو کس نے پیدا کیا ہے؟''

[351] ۲۱۷۔(۱۳۶)حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ عَامِرِ بْنِ زُرَارَةَ الْحَضْرَمِيُّ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فُضَيْلٍ عَنْ مُخْتَارِ بْنِ فُلْفُلٍ

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ قَالَ ((قَالَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ إِنَّ أُمَّتَكَ لَا يَزَالُوْنَ يَقُوْلُوْنَ مَا كَذَا مَا كَذَا حَتّٰى يَقُوْلُوا هٰذَا اللّٰهُ خَلَقَ الْخَلْقَ فَمَنْ خَلَقَ اللّٰهَ))

[351] ۔حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ عزوجل نے فرمایا: تیری امت ہمیشہ پوچھتی رہے گی یہ کیا؟ یہ کیا؟ یہاں تک کہ پوچھیں گے، یہ اللہ ہے اس نے مخلوق کو پیدا کیا، تو اللہ کو کس نے پیدا کیا؟

[352] حَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ أَخْبَرَنَا جَرِيرٌ ح وَحَدَّثَنَا أَبُوبَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا حُسَيْنُ بْنُ عَلِيٍّ عَنْ زَائِدَةَ كِلَاهُمَا

عَنِ الْمُخْتَارِ أَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ بِهٰذَا الْحَدِيثِ غَيْرَ أَنَّ إِسْحٰقَ لَمْ يَذْكُرْ قَالَ ((قَالَ اللّٰهُ إِنَّ أُمَّتَكَ))

[352] مختار نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے نبی اکرم ﷺ کی یہی حدیث سنائی اور (قال الله ان امتك) کا ذکر نہیں کیا۔

٦١...... بَابُ: وَعِيدِ مَنِ اقْتَطَعَ حَقَّ مُسْلِمٍ بِيَمِينٍ فَاجِرَةٍ بِالنَّارِ

باب ٦١: جس نے جھوٹی قسم، مسلمان کا حق مارنے کی خاطر اٹھائی اس کے لیے آگ کی وعید ہے

[353] ۲۱۸۔(۱۳۷)حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَيُّوبَ وَقُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ وَعَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ جَمِيعًا عَنْ إِسْمٰعِيلَ بْنِ جَعْفَرٍ قَالَ ابْنُ أَيُّوبَ حَدَّثَنَا إِسْمٰعِيلُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ أَخْبَرَنَا الْعَلَاءُ وَهُوَ ابْنُ عَبْدِالرَّحْمٰنِ مَوْلَى الْحُرَقَةِ عَنْ مَعْبَدِ بْنِ كَعْبٍ السَّلَمِيِّ عَنْ أَخِيهِ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ كَعْبٍ

[351] انفرد به مسلم۔ انظر ((التحفة)) برقم (۱۵۸۰)

[352] انفرد به مسلم۔ انظر ((التحفة)) برقم (۱۵۸۰)

[353] اخرجه النسائی فی ((أداب القضاء)) فی قلیل المال وکثیره برقم (۸/ ۲۴٦۔ وابن ←

عَنْ أَبِي أُمَامَةَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ ((مَنِ اقْتَطَعَ حَقَّ امْرِءٍ مُسْلِمٍ بِيَمِينِهِ فَقَدْ أَوْجَبَ اللّٰهُ لَهُ النَّارَ وَحَرَّمَ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ)) فَقَالَ لَهُ رَجُلٌ وَإِنْ كَانَ شَيْئًا يَسِيرًا يَارَسُولَ اللّٰهِ قَالَ ((وَإِنْ قَضِيبًا مِنْ أَرَاكٍ))

[353]۔حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس نے اپنی قسم سے کسی مسلمان کا حق دبایا تو اللہ نے اس کے لیے دوزخ کو لازم کر دیا اور جنت کو اس کے لیے حرام ٹھہرایا۔'' ایک شخص نے عرض کیا: اگر چہ وہ حقیر چیز ہو؟ اے اللہ کے رسول! آپ نے فرمایا: ''اگر چہ وہ پیلو کے درخت کی شاخ ہو۔''

[354] ۲۱۹۔(...)وَحَدَّثَنَاهُ أَبُوبَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَإِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ وَهَارُونُ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ جَمِيعًا عَنْ أَبِي أُسَامَةَ عَنِ الْوَلِيدِ بْنِ كَثِيرٍ

عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ كَعْبٍ أَنَّهُ سَمِعَ أَخَاهُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ كَعْبٍ يُحَدِّثُ أَنَّ أَبَا أُمَامَةَ الْحَارِثِيَّ حَدَّثَهُ أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ بِمِثْلِهِ

[354]۔امام صاحب اپنے دوسرے اساتذہ سے مذکورہ بالا روایت نقل کرتے ہیں۔

[355] ۲۲۰۔(۱۳۸)وَحَدَّثَنَا أَبُوبَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ وَوَكِيعٌ ح وَحَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الْحَنْظَلِيُّ وَاللَّفْظُ لَهُ أَخْبَرَنَا وَكِيعٌ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ عَنْ أَبِي وَائِلٍ

عَنْ عَبْدِاللّٰهِ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ قَالَ ((مَنْ حَلَفَ عَلَى يَمِينِ صَبْرٍ يَقْتَطِعُ بِهَا مَالَ امْرِءٍ مُسْلِمٍ هُوَ فِيهَا فَاجِرٌ لَقِيَ اللّٰهَ وَهُوَ عَلَيْهِ غَضْبَانُ)) قَالَ فَدَخَلَ الْأَشْعَثُ بْنُ قَيْسٍ فَقَالَ مَا

← ماجه في ((سننه)) في الاحكام، باب: من حلف على يمين فاجرة ليقتطع بها مالا برقم (٢٣٢٤) انظر ((التحفة)) برقم (١٧٤٤)

[354] تقدم تخريجه برقم (٣٥١)

[355] اخرجه البخاري في ((صحيحه)) في المساقاة، باب الخصومة في البئر والقضاء فيها برقم (٢٢٢٩) وفي الرهن، باب: اذا اختلف الراهن والمرتهن ونحوه، فالبينة على المدعى واليمين على المدعى عليه برقم (٢٣٨٠) وفي الشهادات، باب: سوال الحاكم المدعى، هل لك بينة قبل اليمين برقم (٢٥٢٣) وفي باب: قول الله تعالى: ((ان الذين يشترون بعهدالله وايمانهم ثمنا قليلا برقم (٢٥٣١) مختصرا واخرجه ايضا في كتاب الخصومات باب كلام الخصوم بعضهم مع بعض برقم (٢٢٨٥) واخرجه ايضا في كتاب التفسير: آل عمران باب: ((ان الذين يشترون بعهد الله وايمانهم ثمنا قليلا اولئك لاخلاق لهم)) برقم (٤٢٧٥) واخرجه ايضا في كتاب الايمان والنذور: باب عهد الله عزوجل برقم (٦٢٨٣) واخرجه ايضا في الكتاب نفسه باب قول تعالى: ﴿ان الذين يشترون بعهد الله وايمانهم ثمنا قليلا اولئك ←

يُحَدِّثُكُمْ أَبُو عَبْدِالرَّحْمٰنِ قَالُوا كَذَا وَكَذَا قَالَ صَدَقَ أَبُو عَبْدِالرَّحْمٰنِ فِيَّ نَزَلَتْ كَانَ بَيْنِي وَبَيْنَ رَجُلٍ أَرْضٌ بِالْيَمَنِ فَخَاصَمْتُهُ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ ((هَلْ لَكَ بَيِّنَةٌ)) فَقُلْتُ لَا قَالَ ((فَيَمِينُهُ)) قُلْتُ إِذَنْ يَحْلِفُ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ عِنْدَ ذٰلِكَ ((مَنْ حَلَفَ عَلٰى يَمِينِ صَبْرٍ يَقْتَطِعُ بِهَا مَالَ امْرِءٍ مُسْلِمٍ هُوَ فِيهَا فَاجِرٌ لَقِيَ اللّٰهَ وَهُوَ عَلَيْهِ غَضْبَانُ)) فَنَزَلَتْ إِنَّ الَّذِينَ يَشْتَرُونَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَأَيْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِيلًا إِلٰى آخِرِ الْآيَةِ

[355] ۔حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ سے روایت بیان کرتے ہیں آپ نے فرمایا: ''جس نے مسلمان کا مال دبانے کے لیے فیصلہ کن جھوٹی قسم کھائی وہ اللہ سے ملاقات اس حال میں کرے گا کہ وہ اس سے ناراض ہوگا۔'' راوی بیان کرتا ہے کہ اس دوران ان کے پاس اشعث بن قیس آ گئے، اور پوچھنے لگے تمہیں ابوعبدالرحمٰن نے کیا سنایا ہے؟ حاضرین نے کہا، فلاں فلاں بات بتائی ہے، اشعث نے کہا ابوعبدالرحمٰن نے سچ کہا، یہ آیت میرے بارے میں اتری ہے، میری اور ایک آدمی کی مشترکہ زمین تھی۔ میں اس کے ساتھ اپنا جھگڑا حضور کے پاس لے گیا آپ نے پوچھا کیا تیرے پاس شہادت (گواہ) ہے؟ میں نے عرض کیا، نہیں۔ آپ نے فرمایا: ''تو پھر اس سے قسم لینی ہوگی۔'' میں نے کہا: تو وہ قسم اٹھا دے گا، اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس نے فیصلہ کن جھوٹی قسم اٹھائی تا کہ کسی مسلمان کا مال قبضہ میں کرے، وہ اللہ کو اس حال میں ملے گا کہ اللہ اس پر ناراض ہوگا۔'' اس پر یہ آیت اتری اور جو لوگ اللہ کے عہد اور اپنی قسموں کے ذریعہ متاع حقیر حاصل کرتے ہیں، آخر تک (آیت آل عمران: ۷۷)

مفردات الحدیث ❊ ❶ **لضیب**: چھڑی، شاخ۔ **يَمِيْنٌ صَبْرٌ** جس پر قسم اٹھانے والا اپنے آپ کو روکتا ہے جس پر فیصلہ کا انحصار ہے۔ ❷ **يَقْتَطِعُ**: دباتا ہے، مارتا ہے، مالک سے کاٹ لیتا ہے۔

← لا خلاق لهم في الاخرة ...... الاية﴾ برقم (٦٢٩٩) واخرجه في الاحكام، باب: الحكم في البئر ونحوها برقم (٦٧٦١) وفي التوحيد، باب: قوله تعالى: ﴿وجوه يومئذ ناضرة الى ربها ناظرة﴾ برقم (٧٠٠٧) وابوداود في ((سننه)) في الايمان والنذور، باب: فيمن حلف يمينا ليقتطع بها مالا لاحد برقم (٣٢٤٣) والترمذي في ((جامعه)) في الايمان والنذور، باب: فيمن حلف يمينا ليقتطع بها مالا لاحد برقم (٣٢٤٣) والترمذي في ((جامعه)) في البيوع، باب: ما جاء في اليمين الفاجرة يقتطع به مال المسلم۔ برقم (١٢٦٩) وقال: حديث ابن مسعود حديث حسن صحيح۔ واخرجه ايضا في التفسير، باب ومن سورة آل عمران، وقال: حسن صحيح برقم (٢٩٩٦) وابن ماجه في ((سننه)) في ((الاحكام، باب من حلف على يمين فاجرة ليقتطع بها مالا مختصرا برقم (٢٣٢٣) انظر ((التحفة)) برقم (١٥٨ و ٩٢٤٤)

فائدہ :...... کسی شخص کا حق مارنا یا مال دبانا، خصوصی طور پر جبکہ وہ اپنا دینی بھائی مسلمان ہو اتنا بڑا جرم ہے (جبکہ اس کے لیے اللہ کی جھوٹی قسم بھی اٹھائی گئی ہو، یہ حق معمولی ہو یا زیادہ) کہ اس کا مرتکب اسلام جو ہمدردی اور خیر خواہی کا نام ہے کو پامال کرتا ہے اور اللہ کے مقام و مرتبہ کی بے حرمتی کرتا ہے اس لیے اگر اس کو معافی نہ مل سکے تو وہ اس سزا کا مستحق ہے کہ دوزخ میں جائے اور سیدھا جنت میں جانے کے شرف سے محروم ہو جائے۔

[356] ۲۲۱۔(. . .)حَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ أَخْبَرَنَا جَرِيرٌ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ أَبِي وَائِلٍ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ قَالَ مَنْ حَلَفَ عَلٰى يَمِينٍ يَسْتَحِقُّ بِهَا مَالًا هُوَ فِيهَا فَاجِرٌ لَقِيَ اللّٰهَ وَهُوَ عَلَيْهِ غَضْبَانُ ثُمَّ ذَكَرَ نَحْوَ حَدِيثِ الْأَعْمَشِ غَيْرَ أَنَّهُ قَالَ كَانَتْ بَيْنِي وَبَيْنَ رَجُلٍ خُصُومَةٌ فِي بِئْرٍ فَاخْتَصَمْنَا إِلٰى رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ ((شَاهِدَاكَ أَوْ يَمِينُهُ))

[356]۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا: ''جو شخص ایسی جھوٹی قسم اٹھاتا ہے، جس کی بنا پر وہ مال کا حقدار ٹھہراتا ہے، وہ اللہ کو اس حال میں ملے گا کہ وہ اس پر غضبناک ہوگا۔'' پھر اعمش کی طرح روایت بیان کی، فرق یہ ہے کہ اس نے کہا، میرے اور ایک آدمی کے درمیان کنویں کے بارے میں جھگڑا تھا، تو ہم جھگڑا رسول اللہ ﷺ کے پاس لے گئے، تو آپ نے فرمایا: ''فیصلہ تیرے گواہوں یا اس کی قسم پر ہوگا۔''

[357] ۲۲۲۔(. . .)وحَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عُمَرَ الْمَكِّيُّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ جَامِعِ بْنِ أَبِي رَاشِدٍ وَعَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ أَعْيَنَ سَمِعَا شَقِيقَ بْنَ سَلَمَةَ يَقُولُ سَمِعْتُ ابْنَ مَسْعُودٍ يَقُولُ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ يَقُولُ ((مَنْ حَلَفَ عَلٰى مَالِ امْرِءٍ مُسْلِمٍ بِغَيْرِ حَقِّهِ لَقِيَ اللّٰهَ وَهُوَ عَلَيْهِ غَضْبَانُ)) قَالَ عَبْدُاللّٰهِ ثُمَّ قَرَأَ عَلَيْنَا رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ مِصْدَاقَهُ مِنْ كِتَابِ اللّٰهِ إِنَّ الَّذِينَ يَشْتَرُونَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَأَيْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِيلًا إِلٰى آخِرِ الْآيَةِ

[357]۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: جس نے مسلمان کے مال کے بارے میں ناحق قسم اٹھائی، وہ اللہ کو ناراضی کی حالت میں ملے گا، عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان

---

[356] تقدم تخريجه برقم (٣٥٣)

[357] اخرجه البخاری فی ((صحيحه)) فی التوحيد، باب: قول الله تعالى: ﴿وجوه يومئذ ناضرة الى ربها ناظرة﴾ برقم (٧٠٠٧) انظر ((التحفة)) برقم (٩٢٣٨)

کرتے ہیں، پھر آپ نے اس کی تصدیق میں کتاب اللہ کی آیت سنائی: ''جولوگ اللہ کے عہد اور اپنی قسموں کے عوض حقیر پونجی حاصل کرتے ہیں۔'' (آل عمران: ۷۷) آخر تک۔

[358] ۲۲۳۔(۱۳۹) حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ وَأَبُوبَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَهَنَّادُ بْنُ السَّرِيِّ وَأَبُو عَاصِمٍ الْحَنَفِيُّ وَاللَّفْظُ لِقُتَيْبَةَ قَالُوا حَدَّثَنَا أَبُو الْأَحْوَصِ عَنْ سِمَاكٍ عَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ

وَائِلٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ مِّنْ حَضْرَمَوْتَ وَرَجُلٌ مِّنْ كِنْدَةَ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ الْحَضْرَمِيُّ يَا رَسُولَ اللّٰهِ إِنَّ هٰذَا قَدْ غَلَبَنِي عَلَى أَرْضٍ لِي كَانَتْ لِأَبِي فَقَالَ الْكِنْدِيُّ هِيَ أَرْضِي فِي يَدِي أَزْرَعُهَا لَيْسَ لَهُ فِيهَا حَقٌّ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ لِلْحَضْرَمِيِّ ((أَلَكَ بَيِّنَةٌ)) قَالَ لَا قَالَ فَلَكَ يَمِينُهُ قَالَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ إِنَّ الرَّجُلَ فَاجِرٌ لَا يُبَالِي عَلَى مَا حَلَفَ عَلَيْهِ وَلَيْسَ يَتَوَرَّعُ مِنْ شَيْءٍ فَقَالَ ((**لَيْسَ لَكَ مِنْهُ إِلَّا ذٰلِكَ فَانْطَلَقَ**)) لِيَحْلِفَ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ لَمَّا أَدْبَرَ ((**اَمَا لَئِنْ حَلَفَ عَلٰى مَالِهِ لِيَأْكُلَهُ ظُلْمًا لَيَلْقَيَنَّ اللّٰهَ وَهُوَ عَنْهُ مُعْرِضٌ**))

[358]۔علقمہ بن وائل اپنے باپ سے روایت نقل کرتے ہیں کہ ایک حضرموت کا آدمی اور ایک کندہ کا آدمی نبی اکرم ﷺ کے پاس آئے، حضرمی نے کہا، اے اللہ کے رسول! یہ میری، میرے باپ کی طرف سے زمین پر قبضہ کر بیٹھا ہے، تو کندی نے کہا، یہ میری زمین ہے، میرے قبضہ میں ہے، میں اسے کاشت کرتا ہوں اس کا اس میں کچھ حق نہیں ہے۔'' تو رسول اللہ ﷺ نے حضرمی سے کہا: ''کیا تیرے پاس گواہ ہے؟'' اس نے کہا: نہیں۔ آپ نے فرمایا: ''تم اس سے قسم لے سکتے ہو'' اس نے جواب دیا: اے اللہ کے رسول! یہ آدمی بدکار ہے، اسے کوئی پرواہ نہیں کس قسم کی قسم اٹھاتا ہے، کسی چیز سے پرہیز نہیں کرتا۔ آپ نے فرمایا: ''تم اس سے، اس کے سوا کچھ نہیں لے سکتے۔'' وہ قسم اٹھانے لگا، تو جب قسم کے لیے مڑا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہاں اللہ کی قسم! اگر اس نے ظلماً اس کا مال کھانے کے لیے قسم اٹھائی تو اللہ سے اس حال میں ملے گا کہ وہ اس پر ناراض ہوگا۔''

[358] اخرجه ابوداود فى ((سننه)) فى الايمان والنذور، باب: التغليظ فى الايمان الفاجرة برقم (٣٢٤٥) وفى الاقضية باب: الرجل يحلف على علمه فيما غاب عنه برقم (٣٦٢٣) والنسائى فى ((جامعه)) فى الاحكام، باب: ما جاء فى ان البينة على المدعى واليمين على ←

[359] ٢٢٤-(. . .)وحَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَإِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ جَمِيعًا عَنْ أَبِي الْوَلِيدِ قَالَ زُهَيْرٌ نا هِشَامُ بْنُ عَبْدِالْمَلِكِ قَالَ نا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ عَبْدِالْمَلِكِ بْنِ عُمَيْرٍ عَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ وَائِلٍ بْنِ حُجْرٍ قَالَ كُنْتُ عِنْدَ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ فَأَتَاهُ رَجُلَانِ يَخْتَصِمَانِ فِي أَرْضٍ فَقَالَ أَحَدُهُمَا إِنَّ هٰذَا انْتَزٰى عَلٰى أَرْضِي يَا رَسُولَ اللّٰهِ فِي الْجَاهِلِيَّةِ وَهُوَ امْرُؤُ الْقَيْسِ بْنُ عَابِسٍ الْكِنْدِيُّ وَخَصْمُهُ رَبِيعَةُ بْنُ عِبْدَانَ قَالَ ((بَيِّنَتُكَ)) قَالَ لَيْسَ لِي بَيِّنَةٌ قَالَ ((يَمِينُهُ)) قَالَ إِذًا يَذْهَبُ بِهَا قَالَ لَيْسَ لَكَ إِلَّا ذَاكَ قَالَ فَلَمَّا قَامَ لِيَحْلِفَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ ((**مَنِ اقْتَطَعَ أَرْضًا ظَالِمًا لَقِيَ اللّٰهَ وَهُوَ عَلَيْهِ غَضْبَانُ**)) قَالَ إِسْحٰقُ فِي رِوَايَتِهِ رَبِيعَةُ بْنُ عَيْدَانَ۔

[359]۔حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں رسول اللہ ﷺ کے پاس تھا، آپ کے پاس دو آدمی ایک زمین کا تنازع لائے، تو ان میں سے ایک نے کہا: اے اللہ کے رسول! اس نے جاہلیت کے دور میں میری زمین پر قبضہ کر لیا۔ (وہ امرء القیس بن عابس کندی تھا، اس کا حریف، ربیعہ بن عبدان تھا) آپ نے فرمایا: ''گواہی مطلوب ہے۔'' اس نے کہا: میرے پاس شہادت نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا: ''فیصلہ اس کی قسم پر ہوگا۔'' اس نے کہا: اس صورت میں وہ میری زمین لے جائے گا۔ آپ نے فرمایا: ''تم قسم ہی لے سکتے ہو۔'' تو جب وہ قسم اٹھانے کے لیے اٹھا، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس نے کسی کی زمین ظلم سے چھینی وہ اللہ کو اس حال میں ملے گا کہ اللہ اس پر ناراض ہوگا، اسحاق نے اپنی حدیث میں ربیعہ بن عیدان کا نام لیا، (زہیر نے عبدان باء کے ساتھ کہا تھا، اور اسحاق نے یاء (عیدان) کے ساتھ)۔

فائدہ:...... اگر کسی مسئلہ میں دو آدمیوں کا اختلاف ہو، تو جو مدعی ہوگا (دعویٰ کرے گا) اگر مدعی علیہ (جس کے خلاف دعویٰ کیا گیا ہے) اس کے دعویٰ کو تسلیم نہ کرے تو پھر مدعی کو دو گواہ پیش کرنے ہوں گے، اگر وہ گواہ پیش نہ کر سکے تو مدعی علیہ کی قسم قبول کرنی ہوگی، وہ قسم جھوٹی اٹھائے یا سچی، اور وہ اچھا انسان ہو یا برا، بہرحال قسم اس کی قبول کرنا ہوگی۔

← المدعى عليه- وقال: حديث وائل بن حجر- وقال: حسن صحيح- برقم (١٣٤٠) انظر ((التحفة)) برقم (١١٧٦٨)

[359] تقدم تخريجه (٣٥٦)

۶۲...... بَاب: الدَّلِيلِ عَلَى أَنَّ مَنْ قَصَدَ أَخْذَ مَالِ غَيْرِهِ بِغَيْرِ حَقٍّ كَانَ الْقَاصِدُ مُهْدَرَ الدَّمِ فِي حَقِّهِ وَإِنْ قُتِلَ كَانَ فِي النَّارِ وَأَنَّ مَنْ قُتِلَ دُونَ مَالِهِ فَهُوَ شَهِيدٌ

باب ٦٢: اس بات کی دلیل کہ جو شخص دوسرے کا مال ناحق چھیننا چاہتا ہے تو اس کا خون (دوسرے کے حق میں) رائیگاں ہوگا (اس کا قتل جائز ہوگا) اور اگر وہ قتل ہو جائے تو دوزخی ہوگا اور جو اپنے مال کی حفاظت کرتے ہوئے مرے گا وہ شہید ہوگا

[360] ٢٢٥ـ(١٤٠)حَدَّثَنِي أَبُو كُرَيْبٍ مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ حَدَّثَنَا خَالِدٌ يَعْنِي ابْنَ مَخْلَدٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ عَنِ الْعَلَاءِ بْنِ عَبْدِالرَّحْمٰنِ عَنْ أَبِيهِ

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ أَرَأَيْتَ إِنْ جَاءَ رَجُلٌ يُرِيدُ أَخْذَ مَالِي قَالَ ((فَلَا تُعْطِهِ مَالَكَ)) قَالَ أَرَأَيْتَ إِنْ قَاتَلَنِي قَالَ ((قَاتِلْهُ)) قَالَ أَرَأَيْتَ إِنْ قَتَلَنِي قَالَ ((فَأَنْتَ شَهِيدٌ)) قَالَ أَرَأَيْتَ إِنْ قَتَلْتُهُ قَالَ ((هُوَ فِي النَّارِ))

[360] ۔حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا، اے اللہ کے رسول! بتایئے، اگر کوئی آدمی آ کر میرا مال چھیننا چاہے (تو میں کیا کروں؟) آپ ﷺ نے فرمایا: ''اسے اپنا مال نہ دے۔'' اس نے پوچھا: بتایئے، اگر وہ میرے ساتھ لڑائی کرے؟ فرمایا: ''تو اس سے لڑائی کر۔'' اس نے پوچھا: فرمایئے، اگر وہ مجھے قتل کر دے تو آپ نے فرمایا: ''تو شہید ہے۔'' اس نے پوچھا: اگر میں اسے قتل کر دوں؟ فرمایا: ''وہ دوزخی ہوگا۔''

فوائد:...... ❶ اپنے مال و دولت کا تحفظ اور بچاؤ ایک اجر و ثواب اور فضیلت کا کام ہے، کیونکہ اگر ہر انسان، ظلم کو گوارا کرنا شروع کر دے، ظالم کا مقابلہ نہ کرے تو ظالم دلیر ہوں گے اور ان کی مال و دولت کی ہوس، ان کو مزید ظلم و ستم پر آمادہ کرے گی۔ لیکن اگر ظالموں کا مقابلہ ہوگا، ان کو کیفر کردار تک پہنچایا جائے گا تو ظلم و ستم کا راستہ بند ہوگا، اس لیے شریعت اس کام کو اجر و ثواب کا باعث قرار دیتی ہے، تاکہ لوگوں کے اندر ظالموں کی راہ روکنے کی ہمت و جرأت پیدا ہو۔ بدقسمتی سے آج ہم نے اس حدیث پر عمل کرنا چھوڑ دیا؟ اس لیے دن بدن قتل و غارت اور دہشت گردی میں اضافہ ہو رہا ہے۔ ❷ دوسروں پر ظلم و ستم ڈھانا، کسی کا مال چھیننا، اس قدر گھناؤنا فعل ہے کہ ایسے شخص کا خون محترم نہیں رہتا اس کا ضرورت کی صورت میں خون بہانا جائز ہوگا، اور اس فعل کا خاصہ، جہنم کی سزا ہے اگر توبہ نہ کی یا معافی نہ ملی اور اس کے ہاتھوں مظلوم مرنے والا آخرت کے اجر و ثواب کی رو سے شہید ہوگا۔''

[360] انفرد به مسلم۔ انظر ((التحفة)) برقم (١٤٠٨٨)

[361] ٢٢٦-(١٤١)حَدَّثَنِي الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ الْحُلْوَانِيُّ وَإِسْحٰقُ بْنُ مَنْصُورٍ وَمُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ وَأَلْفَاظُهُمْ مُتَقَارِبَةٌ قَالَ إِسْحٰقُ أَخْبَرَنَا وَقَالَ الْآخَرَانِ حَدَّثَنَا عَبْدُالرَّزَّاقِ قَالَ أَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ أَخْبَرَنِي سُلَيْمَانُ الْأَحْوَلُ أَنَّ

ثَابِتَ مَوْلَى عُمَرَ بْنِ عَبْدِالرَّحْمٰنِ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ لَمَّا كَانَ بَيْنَ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو وَبَيْنَ عَنْبَسَةَ بْنِ أَبِي سُفْيَانَ مَا كَانَ تَيَسَّرُوا لِلْقِتَالِ فَرَكِبَ خَالِدُ بْنُ الْعَاصِ إِلَى عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو فَوَعَظَهُ خَالِدٌ فَقَالَ عَبْدُاللّٰهِ بْنُ عَمْرٍو أَمَا عَلِمْتَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ ((مَنْ قُتِلَ دُونَ مَالِهِ فَهُوَ شَهِيدٌ))

[361] ۔عمرو بن عبدالرحمٰن کے آزاد کردہ غلام ثابت سے روایت ہے کہ جب عبداللہ بن عمرو اور عنبسہ بن ابی سفیان کے درمیان اختلاف پیدا ہوا، اور وہ لڑائی کے لیے تیار ہو گئے تو خالد بن عاص سوار ہو کر عبداللہ بن عمرو کے پاس گئے اور اسے نصیحت کی، تو عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ نے جواب دیا، کیا تمہیں معلوم نہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو اپنے مال کی حفاظت میں قتل کر دیا گیا وہ شہید ہے۔''

فائدہ:...... عنبسہ بن ابی سفیان، حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کے باغ سے زبردستی پانی کی گزرگاہ بنانا چاہتے تھے، اس لیے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ اپنے باغ کے تحفظ کے لیے لڑائی کے لیے آمادہ ہو گئے تھے۔

[362] وَحَدَّثَنِيهِ مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَكْرٍ ح وَحَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عُثْمَانَ النَّوْفَلِيُّ حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ كِلَاهُمَا عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ مِثْلَهُ

[362] امام صاحب یہ روایت ایک اور استاد سے بیان کرتے ہیں۔

٦٣...... بَابُ: اِسْتِحْقَاقِ الْوَالِي الْغَاشِّ لِرَعِيَّتِهِ النَّارَ

باب ٦٣: اپنی رعایا سے دھوکا کرنے والا حکمران آگ کا مستحق ہے

[363] ٢٢٧-(١٤٢)حَدَّثَنَا شَيْبَانُ بْنُ فَرُّوخَ حَدَّثَنَا أَبُو الْأَشْهَبِ

[361] انفرد به مسلم- انظر ((التحفة)) برقم (٨٦١١)

[362] اخرجه البخاري في ((صحيحه)) في الاحكام، باب: من استرعى رعية فلم ينصح مختصرا برقم (٦٧٣١) و (٦٧٣٢) والمؤلف [مسلم] في المغازي، باب: فضيلة الامام العادل، وعقوبة الجائر، والحث على الرفق بالرعية والنهي عن ادخال المشقة عليهم برقم (٤٧٠٦ و ٤٧٠٧) انظر ((التحفة)) برقم (١١٤٦٦)

[363] اخرجه البخاري في كتاب الاحكام باب: من استرعى رعية فلم ينصح مختصرا برقم←

عَنِ الْحَسَنِ قَالَ عَادَ عُبَيْدُاللّٰهِ بْنُ زِيَادٍ مَعْقِلَ بْنَ يَسَارِ الْمُزَنِيَّ فِي مَرَضِهِ الَّذِي مَاتَ فِيهِ قَالَ مَعْقِلٌ إِنِّي مُحَدِّثُكَ حَدِيثًا سَمِعْتُهُ مِنْ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ لَوْ عَلِمْتُ أَنَّ لِي حَيَاةً مَا حَدَّثْتُكَ إِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ يَقُولُ ((مَا مِنْ عَبْدٍ يَسْتَرْعِيهِ اللّٰهُ رَعِيَّةً يَمُوتُ يَوْمَ يَمُوتُ وَهُوَ غَاشٌّ لِرَعِيَّتِهِ إِلَّا حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ))

[363] ۔ حسن رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ عبیداللہ بن زیاد نے حضرت معقل بن یسار مزنی رضی اللہ عنہ کی ان کی مرض الموت میں عیادت کی تو معقل رضی اللہ عنہ کہنے لگے، میں تمہیں ایک ایسی حدیث سنانے لگا ہوں، جو میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنی ہے۔ اگر میں یہ سمجھتا کہ میں ابھی کچھ عرصہ اور زندہ رہوں گا تو تمہیں یہ حدیث نہ سناتا، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس شخص کو اللہ کسی رعایا کا نگران اور محافظ بناتا ہے، اور وہ اپنی رعایا کے (حقوق میں) خیانت کرتا ہوا مرتا ہے، تو اس پر اللہ نے جنت حرام کر دی ہے۔''

مفردات الحدیث ❁ ① **یسترعیه**: حفاظت ونگہداشت چاہنا۔ ② **غاشٌّ**: دھوکا اور فریب کرنے والا۔

فوائد: ...... ① رعایا کے جان ومال، عزت ناموس اور دین کی حفاظت حکمران کی ذمہ داری ہے، اگر وہ ان حقوق وفرائض کی ادائیگی میں جان بوجھ کر کوتاہی کرتا ہے تو یہ اللہ کی مخلوق کے ساتھ بدعہدی اور خیانت ہے اس لیے اس کی اصل اور واقعی سزا دوزخ ہے۔'' لیکن اگر اس کے ساتھ اگر وہ مومن ہے اور اس کے اعمال صالحہ بھی ہیں تو اس سزا میں کمی بیشی ہو سکتی ہے۔ ② حضرت معقل نے آخری وقت میں یہ حدیث اس لیے بیان کی کہ وہ پہلے یہ سمجھتے تھے، اس حدیث کو بیان کرنے کی صورت میں فتنہ وفساد برپا ہوگا، لوگ اس کے خلاف اٹھ کھڑیں ہوں گے یا وہ انہیں نقصان پہنچائے گا۔

اب اگر آخری وقت میں بھی بیان نہ کرتے تو یہ کتمان علم ہوتا، اس لیے اس گناہ سے بچنے کے لیے موت کے وقت بیان کر دی۔

[364] ۲۲۸ ـ(. . .) حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى أَخْبَرَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ عَنْ يُونُسَ عَنِ الْحَسَنِ قَالَ دَخَلَ عُبَيْدُاللّٰهِ بْنُ زِيَادٍ عَلَى مَعْقِلِ بْنِ يَسَارٍ وَهُوَ وَجِعٌ فَسَأَلَهُ فَقَالَ إِنِّي حَدِّثُكَ حَدِيثًا لَمْ أَكُنْ حَدَّثْتُكَهُ إِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ ((لَا يَسْتَرْعِي اللّٰهُ

←(٦٧٣١) و برقم (٦٧٣٢) واخرجه مسلم في كتاب المغازي باب: فضيلة الامام العادل وعقوبة الجائر والحث على الرفق بالرعية والنهي عن ادخال المشقة عليهم برقم (٤٧٠٦-٤٧٠٧) تحفة (١١٤٦٦)

[364] تقدم تخريجه (٣٦١)

عَبْدًا رَعِيَّةً يَمُوتُ حِينَ يَمُوتُ وَهُوَ غَاشٌّ لَّهَا إِلَّا حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ)) قَالَ أَلَا كُنْتَ حَدَّثْتَنِي هٰذَا قَبْلَ الْيَوْمِ قَالَ مَا حَدَّثْتُكَ أَوْ لَمْ أَكُنْ لِّأُحَدِّثَكَ۔

[364]۔حسن رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ جب حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ بیمار ہوئے تو عبیداللہ بن زیاد (ان کی بیمار پرسی کے لیے) ان کے پاس آیا اور ان کا حال پوچھا، تو وہ کہنے لگے: میں تمہیں ایسی حدیث سنانے لگا ہوں جو میں نے پہلے تمہیں نہیں سنائی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ کسی بندہ کو کسی رعیت کا محافظ بناتا ہے اور وہ اس حالت میں مرتا ہے کہ وہ اس (رعیت) کے ساتھ دھوکا کرنے والا ہوتا ہے تو اللہ اس کے لیے جنت ممنوع قرار دے دیتا ہے۔'' عبیداللہ نے کہا: آپ نے آج سے پہلے مجھے یہ حدیث کیوں نہیں سنائی؟ تو انہوں نے جواب دیا، میں نے تجھے نہیں سنائی یا میں بیان نہیں کرسکتا تھا (کیونکہ زندگی میں بیان کرنے کی صورت میں خطرہ تھا)۔

[365] ۲۲۹۔(. . .)وَحَدَّثَنِي الْقَاسِمُ بْنُ زَكَرِيَّآءَ حَدَّثَنَا حُسَيْنٌ يَعْنِي الْجُعْفِيَّ عَنْ زَائِدَةَ

عَنْ هِشَامٍ قَالَ قَالَ الْحَسَنُ كُنَّا عِنْدَ مَعْقِلِ بْنِ يَسَارٍ نَعُودُهٗ فَجَاءَ عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ زِيَادٍ فَقَالَ لَهٗ مَعْقِلٌ إِنِّيْ سَأُحَدِّثُكَ حَدِيثًا سَمِعْتُهٗ مِنْ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ ثُمَّ ذَكَرَ بِمَعْنٰى حَدِيثِهِمَا

[365]۔حسن رحمہ اللہ نے بتایا ہم معقل بن یسار رضی اللہ عنہ کے پاس عیادت کے لیے گئے ہوئے تھے کہ عبیداللہ بن زیاد بھی آ گیا، تو معقل رضی اللہ عنہ نے اس سے کہا: میں تمہیں ایسی حدیث سنانے لگا ہوں جو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہے، پھر اوپر کے مفہوم والی حدیث بیان کی۔

[366] وَحَدَّثَنَا أَبُو غَسَّانَ الْمِسْمَعِيُّ وَمُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى وَإِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ إِسْحٰقُ أَخْبَرَنَا وَقَالَ الْآخَرَانِ حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ هِشَامٍ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ قَتَادَةَ

عَنْ أَبِي الْمَلِيحِ أَنَّ عُبَيْدَاللّٰهِ بْنَ زِيَادٍ عَادَ مَعْقِلَ بْنَ يَسَارٍ فِي مَرَضِهٖ فَقَالَ لَهٗ مَعْقِلٌ إِنِّيْ مُحَدِّثُكَ بِحَدِيثٍ لَوْلَا أَنِّي فِي الْمَوْتِ لَمْ أُحَدِّثْكَ بِهٖ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ يَقُولُ ((مَا مِنْ أَمِيرٍ يَلِي أَمْرَ الْمُسْلِمِينَ ثُمَّ لَا يَجْهَدُ لَهُمْ وَيَنْصَحُ إِلَّا لَمْ يَدْخُلْ مَعَهُمُ الْجَنَّةَ))

[366] ابوالملیح رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ عبیداللہ بن زیاد نے معقل بن یسار رضی اللہ عنہ کی بیماری میں ان کی عیادت کی، تو معقل رضی اللہ عنہ نے اس سے کہا: میں تمہیں ایک حدیث سناتا ہوں اگر میں مرنہ رہا ہوتا تو وہ نہ سناتا، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

[365] تقدم تخريجه (٣٦١)

[366] اخرجه المولف [مسلم] في المغازي، باب: فضيلة الامام العادل ...... الخ برقم (٤٧٠٨) انظر ((التحفة)) برقم (١١٤٨٠)

سے سنا: (جو امیر بھی مسلمانوں کے معاملات کا ذمہ دار بنتا ہے، پھر وہ (ان کی بہتری و بہبود کے لیے) کوشش نہیں کرتا اور خیر خواہی نہیں کرتا، تو وہ ان کے ساتھ جنت میں داخل نہیں ہوگا۔"

۶۴...... بَاب :رَفْعِ الْأَمَانَةِ وَالْإِيمَانِ مِنْ بَعْضِ الْقُلُوبِ وَعَرْضِ الْفِتَنِ عَلَى الْقُلُوبِ

باب ٦٤: لوگوں کے (بعض کے) دلوں سے امانت اور ایمان کا اٹھنا اور دلوں پر فتنوں کا پیش آنا

[367] ٢٣٠-(١٤٣)حَدَّثَنَا أَبُوبَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ وَوَكِيعٌ ح وَحَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ زَيْدِ بْنِ وَهْبٍ

عَنْ حُذَيْفَةَ قَالَ حَدَّثَنَا رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ حَدِيثَيْنِ قَدْ رَأَيْتُ أَحَدَهُمَا وَأَنَا أَنْتَظِرُ الْآخَرَ حَدَّثَنَا ((أَنَّ الْأَمَانَةَ نَزَلَتْ فِي جَذْرِ قُلُوبِ الرِّجَالِ ثُمَّ نَزَلَ الْقُرْآنُ فَعَلِمُوا مِنَ الْقُرْآنِ وَعَلِمُوا مِنَ السُّنَّةِ ثُمَّ حَدَّثَنَا عَنْ رَفْعِ الْأَمَانَةِ قَالَ يَنَامُ الرَّجُلُ النَّوْمَةَ فَتُقْبَضُ الْأَمَانَةُ مِنْ قَلْبِهِ فَيَظَلُّ أَثَرُهَا مِثْلَ الْوَكْتِ ثُمَّ يَنَامُ النَّوْمَةَ فَتُقْبَضُ الْأَمَانَةُ مِنْ قَلْبِهِ فَيَظَلُّ أَثَرُهَا مِثْلَ الْمَجْلِ كَجَمْرٍ دَحْرَجْتَهُ عَلَى رِجْلِكَ فَنَفِطَ فَتَرَاهُ مُنْتَبِرًا وَلَيْسَ فِيهِ شَيْءٌ ثُمَّ أَخَذَ حَصًى فَدَحْرَجَهُ عَلَى رِجْلِهِ فَيُصْبِحُ النَّاسُ يَتَبَايَعُونَ لَا يَكَادُ أَحَدٌ يُؤَدِّي الْأَمَانَةَ حَتَّى يُقَالَ إِنَّ فِي بَنِي فُلَانٍ رَجُلًا أَمِينًا حَتَّى يُقَالَ لِلرَّجُلِ مَا أَجْلَدَهُ مَا أَظْرَفَهُ مَا أَعْقَلَهُ وَمَا فِي قَلْبِهِ مِثْقَالُ حَبَّةٍ مِنْ خَرْدَلٍ مِنْ إِيمَانٍ)) وَلَقَدْ أَتَى عَلَيَّ زَمَانٌ وَمَا أُبَالِي أَيُّكُمْ بَايَعْتُ لَئِنْ كَانَ مُسْلِمًا لَيَرُدَّنَّهُ عَلَيَّ دِينُهُ وَلَئِنْ كَانَ نَصْرَانِيًّا أَوْ يَهُودِيًّا لَيَرُدَّنَّهُ عَلَيَّ سَاعِيهِ وَأَمَّا الْيَوْمَ فَمَا كُنْتُ لِأُبَايِعَ مِنْكُمْ إِلَّا فُلَانًا وَفُلَانًا

[367]۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں دو حدیثیں سنائیں، ایک تو میں دیکھ چکا ہوں (پوری ہو چکی ہے) اور دوسری کا میں منتظر ہوں، آپ نے فرمایا: "امانت لوگوں کے دلوں کی جڑ میں اتری، پھر قرآن اترا، تو انہوں نے قرآن جانا اور سنت سے جانا۔" پھر آپ نے (دوسری حدیث) امانت کے

[367] اخرجه البخاری فی ((صحیحه)) فی الرقاق، باب: رفع الامانة برقم (٦١٣٢) وفی ((الفتن)) باب: اذا بقی فی حثالة من الناس برقم (٦٦٧٥) وفی الاعتصام بالکتاب والسنة باب الاقتداء بسنن رسول الله ﷺ برقم (٦٨٤٨) مختصراً۔ والترمذی فی ((جامعه)) فی الفتن، باب: باب ما جاء فی رفع الامانة برقم (٢١٧٩) وقال: حدیث حسن صحیح۔ وابن ماجه فی ((سننه)) فی الفتن، باب: ذهاب الامانة برقم (٤٠٥٣) انظر ((التحفة)) برقم (٣٣٢٨)

اٹھنے کے بارے میں بیان فرمائی، فرمایا: ''ایک آدمی تھوڑی دیر سوئے گا تو اس کے دل سے امانت قبض کر لی جائے گی، اور اس کا نشان ایک پھیکے رنگ کی طرح رہ جائے گا، پھر وہ کچھ وقت کے لیے سوئے گا تو امانت اس کے دل سے قبض کر لی جائے گی اور اس کا نشان آبلہ کی طرح رہ جائے گا۔ جیسا کہ تم انگارے کو اپنے پاؤں پر لڑھکا دو تو اس پر آبلہ بن جائے، تو تم اسے ابھرا ہوا دیکھتے ہو اور اس کے اندر کچھ نہیں ہوتا، پھر آپ نے ایک کنکری لی اور اسے اپنے پاؤں پر لڑھکا دیا، تو پھر لوگ خرید وفروخت کریں گے تو ان میں سے کوئی ایسا نہیں ملے گا جو امانت ادا کرے۔ یہاں تک کہ لوگ کہیں گے، فلاں خاندان میں ایک امانت دار آدمی ہے، یہاں تک کہ ایک آدی کے بارے میں کہا جائے گا وہ کس قدر بیدار مغز، خوش مزاج اور عقلمند ہے اور اس کی تعریف وتوصیف کریں گے) اور اس کے دل میں رائی کے دانے کے بقدر ایمان نہیں ہوگا۔'' حذیفہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں مجھ پر ایک دور گزر چکا ہے، کہ مجھے کسی کے ساتھ لین دین کرنے میں کوئی پرواہ نہیں ہوتی تھی، اگر وہ مسلمان ہوتا تو اس کا دین اس کو میرے ساتھ خیانت کرنے سے روکتا اور اگر وہ یہودی یا عیسائی ہوتا تو اس کا حاکم اس کو مجھے نقصان پہنچانے سے روکتا، لیکن آج میں تمہارے ساتھ فلاں فلاں کے سوا کسی سے معاملہ کرنے کے لیے تیار نہیں ہوں۔

مفردات الحدیث ❶ **الامانة:** دیانت یہاں مراد وہ ذمہ داری اور تکلیف ہے جس کا انسان مکلف ہے اور سورۃ احزاب کی اس آیت ﴿إِنَّا عَرَضْنَا الْأَمَانَةَ عَلَى السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ﴾ ہم نے آسمانوں اور زمین پر ذمہ داری اور تکلیف پیش کی ہے۔ ❷ **جِذْرِ قُلُوبِ الرِّجَالِ:** جذر جیم پر زبر اور زیر دونوں پڑھے جاسکتے ہیں، یعنی جڑ اور اصل۔ ❸ **الوكت:** ہلکا نشان جو سیاہی مائل ہوتا ہے۔ ❹ **مَجْل:** میم پر زبر ہے اور جیم پر زیر اور سکون دونوں آسکتے ہیں، کلہاڑا یا کسی وغیرہ سے کام کرنے کے نتیجہ میں جو آبلہ ہاتھوں پر ابھر آتا ہے۔ ❺ **نفِط:** فاء پر زیر ہے، چمڑے اور گوشت کے درمیان پیدا ہونے والا پانی۔ ❻ **مُنْتَبِرًا:** ابھرا ہوا، اس سے منبر ہے۔ ❼ **ما اجلده:** جلادة سے ماخوذ ہے، صلاحیت واستحکام کو کہتے ہیں، طاقتور اور صابر انسان یا عقلمند، کس قدر بہادر اور دلیر ہے یا مضبوط اور طاقتور ہے، یا ذہین وفطین ہے۔ ❽ **ما اظرفة ظرافت:** دانشمندی، مہارت وحذاقت، کس قدر حاذق، ماہر ہے یا ہوشیار ہے۔

فوائد: ...... ❶ پاس عہد اور تکلیف وذمہ داری کا احساس انسان کی فطرت اور سرشت میں رکھا گیا ہے، اور انسان طبعی اور فطری طور پر اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کی الوہیت وربوبیت کا پابند سمجھتا ہے، قرآن وسنت سے اس کو مزید تقویت اور تائید حاصل ہوتی ہے۔ ❷ آہستہ آہستہ انسان اپنی فطرت اور سرشت سے ہٹتا جاتا ہے اور اس کی فطرت مسخ ہو جاتی ہے، جس سے احساس ذمہ داری ختم ہوتا جاتا ہے اور دل میں سیاہی اور تاریکی طاری ہونا شروع ہو جاتی ہے اور آخر کار، یہ پاس عہد بالکل ختم ہو جاتا ہے اور اس آبلے کی طرح ہو جاتا ہے جس کے اندر

کچھ نہیں ہوتا، آج کل لوگوں کی اکثریت کی یہی حالت ہے کہ ان کے اندر احساس ذمہ داری ختم ہو چکا ہے، قرآن وسنت کی پابندی و پاسداری عملاً دن بدن مفقود ہو رہی ہے، اور ان کی دین میں بدمعاملگی بڑھ رہی ہے۔

3 جب ذمہ داری اور تکلیف کی پاسداری ختم ہوگی، تو انسان کی تعریف و توصیف کا مدار، علم وعمل یا تقویٰ ودیانت نہیں رہے گی، بلکہ مال و دولت کی کثرت، دلیری وشجاعت اور فصاحت و بلاغت، عہدہ ومنصب باعث مدح بنیں گے، اور آج کل یہ صورت ہر جگہ دیکھی جاسکتی ہے۔

[368] وَحَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا أَبِي وَوَكِيعٌ ح وَحَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ حَدَّثَنَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ جَمِيعًا عَنِ الْأَعْمَشِ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ مِثْلَهُ

[368]۔امام صاحب ایک اور استاد سے مذکورہ بالا روایت بیان کرتے ہیں (نمیر، وکیع اور عیسیٰ سے)۔

٦٥......بَابُ بَيَانِ أَنَّ الْإِسْلَامَ بَدَأَ غَرِيبًا وَّسَيَعُودُ غَرِيبًا وَّإِنَّهُ يَأْرِزُ بَيْنَ الْمَسْجِدَيْنِ

باب ٦٥: اسلام کا آغاز اجنبیت کی حالت میں ہوا وہ (آخر میں بھی) اجنبی ہو جائے گا اور مسجدوں میں سمٹ جائے گا

[369] ٢٣١-(١٤٤) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ نُمَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو خَالِدٍ يَعْنِي سُلَيْمَانَ بْنَ حَيَّانَ عَنْ سَعْدِ بْنِ طَارِقٍ عَنْ رِبْعِيٍّ

عَنْ حُذَيْفَةَ قَالَ كُنَّا عِنْدَ عُمَرَ فَقَالَ أَيُّكُمْ سَمِعَ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ يَذْكُرُ الْفِتَنَ فَقَالَ قَوْمٌ نَحْنُ سَمِعْنَاهُ فَقَالَ لَعَلَّكُمْ تَعْنُونَ فِتْنَةَ الرَّجُلِ فِي أَهْلِهِ وَمَالِهِ وَجَارِهِ قَالُوا أَجَلْ قَالَ تِلْكَ تُكَفِّرُهَا الصَّلٰوةُ وَالصِّيَامُ وَالصَّدَقَةُ وَلٰكِنْ أَيُّكُمْ سَمِعَ النَّبِيَّ ﷺ يَذْكُرُ الْفِتَنَ الَّتِي تَمُوجُ مَوْجَ الْبَحْرِ قَالَ حُذَيْفَةُ فَأَسْكَتَ الْقَوْمُ فَقُلْتُ أَنَا قَالَ أَنْتَ لِلّٰهِ أَبُوكَ قَالَ حُذَيْفَةُ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ يَقُولُ ((تُعْرَضُ الْفِتَنُ عَلَى الْقُلُوبِ كَالْحَصِيرِ عُودًا عُودًا فَأَيُّ قَلْبٍ أُشْرِبَهَا نُكِتَ فِيهِ نُكْتَةٌ سَوْدَآءُ وَأَيُّ قَلْبٍ أَنْكَرَهَا نُكِتَ فِيهِ نُكْتَةٌ بَيْضَآءُ حَتّٰى تَصِيرَ عَلٰى قَلْبَيْنِ عَلٰى أَبْيَضَ مِثْلِ الصَّفَا فَلَا تَضُرُّهُ فِتْنَةٌ مَا دَامَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْأَرْضُ وَالْآخَرُ أَسْوَدُ مُرْبَادًّا كَالْكُوزِ مُجَخِّيًا لَا يَعْرِفُ مَعْرُوفًا وَلَا يُنْكِرُ مُنْكَرًا

---

[368] تقدم تخريجه (٣٦٥)

[369] انفرد به مسلم۔ انظر ((التحفة)) برقم (٣٣١٩)

إِلَّا مَا أُشْرِبَ مِنْ هَوَاهُ)) قَالَ حُذَيْفَةُ وَحَدَّثْتُهُ أَنَّ بَيْنَكَ وَبَيْنَهَا بَابًا مُغْلَقًا يُوشِكُ أَنْ يُكْسَرَ قَالَ عُمَرُ أَكَسْرًا لَا أَبَا لَكَ فَلَوْ أَنَّهُ فُتِحَ لَعَلَّهُ كَانَ يُعَادُ قُلْتُ لَا بَلْ يُكْسَرُ وَحَدَّثْتُهُ أَنَّ ذٰلِكَ الْبَابَ رَجُلٌ يُقْتَلُ أَوْ يَمُوتُ حَدِيثًا لَيْسَ بِالْأَغَالِيطِ قَالَ أَبُو خَالِدٍ فَقُلْتُ لِسَعْدٍ يَا أَبَا مَالِكٍ مَا أَسْوَدُ مُرْبَادًّا قَالَ شِدَّةُ الْبَيَاضِ فِي سَوَادٍ قَالَ قُلْتُ فَمَا الْكُوزُ مُجَخِّيًا قَالَ مَنْكُوسًا۔

[369] ۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس حاضر تھے، تو انہوں (عمر) نے پوچھا، تم میں سے کس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے فتنوں کا ذکر سنا ہے؟ تو کچھ لوگوں نے جواب دیا: ہم نے سنا ہے۔ تو عمر نے فرمایا: شاید تم وہ آزمائش مراد لے رہے ہو جو آدمی کو اپنے اہل، مال اور پڑوسی کے سلسلہ میں پیش آتی ہے۔ انہوں نے کہا، ہاں۔ عمر رضی اللہ عنہ نے کہا، اس فتنہ (آزمائش و ابتلا) کا کفارہ، نماز، روزہ اور صدقہ بن جاتے ہیں لیکن تم میں سے کس نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس فتنہ کا ذکر سنا ہے جو سمندر کی موجوں کی طرح موجزن ہوگا۔ حذیفہ رضی اللہ عنہ نے بتایا، اس پر سب لوگ خاموش ہو گئے، تو میں نے کہا، میں نے (سنا ہے)۔ عمر رضی اللہ عنہ نے کہا، تیرا باپ اللہ کا کرشمہ ہے۔ حذیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، آپ نے فرمایا: ''فتنے لوگوں کے دلوں پر چٹائی کے تنکوں کی طرح ایک ایک کر کے پیش کیے جائیں گے، تو جس دل میں وہ پیوستہ ہو گئے، اس میں سیاہ نکتہ پڑ جائے گا، اور جس دل نے ان کو قبول نہ کیا اس میں سفید نکتہ پڑ جائے گا، یہاں تک کہ دل دو قسم کے ہو جائیں گے، چٹان کی طرح سفید، تو جب تک آسمان و زمین قائم رہیں گے، ایسے دلوں کو کوئی فتنہ نقصان نہیں پہنچائے گا، دوسرے اوندھے لوٹے کی طرح خاکی سیاہ جو نہ کسی معروف کو پہچانیں گے اور نہ کسی منکر کا انکار کریں گے، مگر جس چیز سے ان کی خواہش پوری ہو۔'' حذیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا، میں نے عمر کو بتایا کہ آپ کے اور ان فتنوں کے درمیان بند دروازہ ہے جو جلد ٹوٹ جائے گا، عمر نے پوچھا، کیا توڑ دیا جائے گا؟ تیرا باپ نہ ہو، اگر وہ کھول دیا جائے، تو بند کیا جا سکتا تھا، میں نے کہا، کھولا نہیں، توڑا جائے گا، اور میں نے کہا، وہ دروازہ ایک آدمی ہے جو قتل کیا جائے گا یا مرے گا، صاف بات ہے، پہیلی یا معمہ نہیں ہے۔

ابو خالد کہتے ہیں، میں نے سعد سے پوچھا، اے ابو مالک! ''اسود مربادا'' سے کیا مراد ہے؟ اس نے کہا، سیاہی میں بہت سفیدی، میں نے پوچھا ''الکوز مُجَخِّيًا'' سے کیا مراد ہے؟ اس نے کہا؟ الٹا ہوا (پیالہ)۔

[370] (. . .) وَحَدَّثَنِي ابْنُ أَبِي عُمَرَ حَدَّثَنَا مَرْوَانُ الْفَزَارِيُّ حَدَّثَنَا أَبُو مَالِكٍ الْأَشْجَعِيُّ

---

[370] تقدم تخريجه (٣٦٧)

عَنْ رِبْعِيٍّ قَالَ لَمَّا قَدِمَ حُذَيْفَةُ مِنْ عِنْدِ عُمَرَ جَلَسَ فَحَدَّثَنَا فَقَالَ إِنَّ أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ أَمْسِ لَمَّا جَلَسْتُ ((إِلَيْهِ سَأَلَ أَصْحَابَهُ أَيُّكُمْ يَحْفَظُ قَوْلَ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ فِي الْفِتَنِ وَسَاقَ الْحَدِيثَ بِمِثْلِ حَدِيثِ أَبِي خَالِدٍ وَلَمْ يَذْكُرْ تَفْسِيرَ أَبِي مَالِكٍ لِقَوْلِهِ مُرْبَادًّا مُجَخِّيًا))

[370] ابو مالک اشجعی کی ربعی رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ جب حذیفہ عمر کی مجلس سے آئے تو ہمیں بتانے لگے کہ جب گزشتہ کل میں امیرالمومنین عمر کی مجلس میں بیٹھا، تو انہوں نے اپنے رفقاء سے پوچھا، تم میں سے کس کو رسول اللہ ﷺ کا فتنوں کے بارے میں فرمان یاد ہے؟ اور ابو خالد کی روایت کی طرح، روایت سنائی لیکن ابو مالک کی مرباداً مجخیا کی تفسیر بیان نہیں کی۔

[371] (. . .) وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى وَعَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ وَعُقْبَةُ بْنُ مُكْرَمٍ الْعَمِّيُّ قَالُوا حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي عَدِيٍّ عَنْ سُلَيْمَانَ التَّيْمِيِّ عَنْ نُعَيْمِ بْنِ أَبِي هِنْدٍ عَنْ رِبْعِيِّ بْنِ حِرَاشٍ

عَنْ حُذَيْفَةَ أَنَّ عُمَرَ قَالَ مَنْ يُحَدِّثُنَا أَوْ قَالَ أَيُّكُمْ يُحَدِّثُنَا وَفِيهِمْ حُذَيْفَةُ مَا قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ فِي الْفِتْنَةِ قَالَ حُذَيْفَةُ أَنَا وَسَاقَ الْحَدِيثَ كَنَحْوِ حَدِيثِ أَبِي مَالِكٍ عَنْ رِبْعِيٍّ وَقَالَ فِي الْحَدِيثِ قَالَ حُذَيْفَةُ حَدَّثْتُهُ حَدِيثًا لَيْسَ بِالْأَغَالِيطِ وَقَالَ يَعْنِي أَنَّهُ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

[371] حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا، کوئی ہمیں سنائے گا، یا تم میں سے کون ہمیں وہ روایت سنائے گا، ان میں حذیفہ بھی تھے جو رسول اللہ ﷺ نے فتنہ کے بارے میں فرمائی تھی، حذیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا: میں۔ آگے ابو مالک کی ربعی سے حدیث کی طرح بیان کی اور حدیث میں یہ بھی بیان کیا، میں نے اسے حدیث سنائی تھی، معمہ نہیں۔ مقصد یہ تھا کہ رسول اللہ ﷺ کی حدیث تھی (اپنی بات نہیں)۔

مفردات الحدیث ❶ **فتنہ**: آزمائش، امتحان اور ابتلاء۔ اہل ومال کے فتنہ سے مراد ہے، ان کی محبت یا ان کے ساتھ مصروفیت کی بنا پر، نیک کاموں سے محروم ہو جانا، اور ان کی خاطر غلط کام کر بیٹھنا یا اہل کے حقوق، ان کی تعلیم وتربیت میں کوتاہی کرنا ہے اور پڑوسی کا فتنہ یہ ہے کہ اس کے حقوق ادا نہ کرنا یا اس کی خاطر غلط قدم اٹھانا، جائز و ناجائز ہر صورت میں اس کا ساتھ دینا۔ ❷ **التی تموج موج البحر**: سمندر کی طرح ٹھاٹھیں مارے گا یعنی وہ فتنہ جو عام ہوگا، سب لوگ اس کا شکار ہوں گے انفرادی یا شخصی نہیں ہوگا۔ ❸ **اُسْكِتَ القَوْمُ**: لوگوں نے خاموشی سے سر جھکا لیا۔ ❹ **للہ ابوك**: عربی محاورہ ہے، جو اس وقت استعمال ہوتا ہے، جب کوئی

[371] تقدم تخریجه (۳٦٧)

انسان قابل تعریف کام کرے، چونکہ اس میں والد کی تعلیم وتربیت کا اثر ہوتا ہے۔ اس لیے باپ کی تعظیم وتکریم کی خاطر، باپ کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کر دی جاتی ہے۔ ❺ تُعْرَضُ الْفِتَنُ: فتنے سامنے آتے ہیں، دل پر اثر انداز ہونے کی کوشش کرتے ہیں۔ ❻ عُودا، عودًا: یکے بعد دیگرے، تسلسل کے ساتھ، جس طرح چٹائی، ایک ایک تنکے کو آپس میں ملا کر بنائی جاتی ہے۔ ❼ اُشْرِبھا، ای قلب اُشْرِبَھا: جس دل میں پانی کی طرح سرایت کر گئے، جاگزیں ہوگئے، اس نے ان کے اثر کو قبول کر لیا۔ ❽ مِثْلَ الصَّفَاء: چکنے پتھر یا چٹان کی طرح پختہ ومضبوط، جس کے ساتھ کوئی چیز چمٹتی نہیں ہے۔ ❾ مُرْبادًا: سیاہ رنگ جس میں معمولی سفیدی ہو۔ ❿ مُجَخِّيًا: ایک طرف جھکا ہوا، یا الٹا ہوا۔ ⓫ لا ابالك: ایک عربی محاورہ ہے کہ تمہاری نصرت وحمایت کرنے والا کوئی نہیں ہے، اس لیے بات پورے اہتمام اور اعتماد سے کرو۔ ⓬ أَغَالِيط: اغلوطہ کی جمع ہے، پہیلی، معمہ۔

فوائد: ...... ❶ انسان خطا کار ہے، اس سے مختلف اوقات میں مختلف قسم کے گناہ سرزد ہوتے رہتے ہیں، اس لیے وہ ہر قسم کی عبادات کی ادائیگی کا محتاج ہے، تاکہ مختلف عبادات سے مختلف قسم کے قصور معاف ہوتے رہیں، گناہ اگر شخصی وانفرادی سطح کے ہوں گے اور ان کا دائرہ اثر محدود ہوگا جس کی بنا پر دل بھی کم متاثر ہوگا، تو محض نیکی سے وہ گناہ مٹ جائیں گے اگر گناہ، اجتماعی اور معاشرتی سطح پر ہوں گے اور ان کا دائرہ اثر وسیع ہوگا، جس کی بنا پر دل پر اثر بھی زیادہ ہوگا، تو وہ محض نیکی سے معاف نہیں ہوں گے، ان کی معافی کے لیے توبہ اور استغفار کی ضرورت ہوگی۔ ❷ اللہ تعالیٰ انسان کو آہستہ آہستہ آزماتا ہے، فوراً سخت یا شدید امتحان میں مبتلا نہیں کرتا۔ جو لوگ، چھوٹے چھوٹے گناہوں میں ملوث ہونا، شروع ہو جاتے ہیں، وہ آہستہ آہستہ بڑے گناہوں کا شکار ہو جاتے ہیں اور ان کا دل آہستہ آہستہ کالا ہونا شروع ہو جاتا ہے اور انجام کار بالکل سیاہ ہو جاتا ہے، اور نیکی و بدی میں امتیاز کرنے کی صلاحیت ہی ختم ہو جاتی ہے، لیکن جو لوگ آغاز سے گناہوں سے احتراز کرتے ہیں، اگر سرزد ہو جائے تو نیکی یا توبہ سے اس کا اثر زائل کرنے کی کوشش کرتے ہیں، ان کا دل صاف شفاف رہتا ہے، اور نیکی و بدی میں امتیاز کرتا ہے، گناہوں کے زنگ کو چڑھنے نہیں دیتا۔ ❸ حضور اکرم ﷺ نے امت کے آغاز کے دور میں ہی عموی واجتماعی فتنوں کے سر اٹھانے کی پیشین گوئی فرمائی تھی اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ان فتنوں کے سامنے بند دروازہ قرار دیا تھا جو فتنوں کے پھیلاؤ میں رکاوٹ کا مضبوط بند تھا، اور اس بند کا ٹوٹنا (شہادت) یہ فتنوں کے پھیلنے کی علامت تھی، عمر رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد یہ بند ٹوٹ گیا اور امت اجتماعی اور عموی فتنوں میں مبتلا ہونا شروع ہوگئی، حضرت عثمان کی شہادت سے اس میں شدت پیدا ہوگئی جس کا خمیازہ امت آج تک بھگت رہی ہے اور امت کی وحدت اور اتفاق واتحاد کی کوئی صورت نہیں بن رہی، بلکہ دن بدن اختلاف وانتشار میں اضافہ ہو رہا ہے۔

نوٹ: ...... ہندی نسخوں میں باب: اسلام کا آغاز غربت (اجنبیت میں ہوا) اور پھر اجنبی بنے گا اور دو مسجدوں (مکہ، مدینہ) کے درمیان سمٹ آئے گا۔'' کا آغاز یہاں سے ہوا ہے اور صحیح بات یہی ہے کیونکہ گزشتہ احادیث اس باب

سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

[372] ۲۳۲۔(۱۴۵)حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبَّادٍ وَابْنُ أَبِي عُمَرَ جَمِيعًا عَنْ مَرْوَانَ الْفَزَارِيِّ قَالَ ابْنُ عَبَّادٍ حَدَّثَنَا مَرْوَانُ عَنْ يَزِيدَ يَعْنِي ابْنَ كَيْسَانَ عَنْ أَبِي حَازِمٍ

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ ((بَدَأَ الْإِسْلَامُ غَرِيبًا وَسَيَعُودُ كَمَا بَدَأَ غَرِيبًا فَطُوبَى لِلْغُرَبَاءِ))

[372]۔حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اسلام کا آغاز غربت (اجنبیت) کی حالت میں ہوا اور وہ یقیناً (آخر میں) اجنبی بن کر رہ جائے گا، تو اجنبی بن کر رہ جانے والوں کے لیے مسرت وشادمانی ہو۔

مفردات الحدیث ❶ **غریب**: غربت سے ماخوذ ہے، غریب اجنبی، پردیسی کو کہتے ہیں جس کی دوسرے لوگوں کے ساتھ جان پہچان نہیں ہوتی، اور وہ لوگوں سے الگ تھلگ رہتا ہے اور غریب کی جمع غرباء ہے، حضور اکرم ﷺ نے عبداللہ بن عمر کو فرمایا تھا ((كُنْ فِي الدُّنْيَا كَأَنَّكَ غَرِيبٌ)) ''کہ دنیا میں پردیسی اور اجنبی بن کر رہ۔'' ❷ **طوبی**: فرحت ومسرت آنکھوں کی ٹھنڈک، بہتر انجام، قابل رشک حالت۔

فائدہ:......اسلام کا آغاز اجنبیت اور غربت میں ہوا لوگ اس سے مانوس نہیں تھے، اس کی طرف ان کی توجہ اور اہتمام نہ تھا، اس نے آہستہ آہستہ اپنے قدم پھیلائے (جمائے) اور لوگوں میں مقبول و مانوس بنا۔ اور آہستہ آہستہ غربت واجنبیت کی یہ حالت لوٹ کر آئے گی۔ لوگ اس کی تعلیمات وہدایات سے دور ہٹتے جائیں گے اور وہ لوگوں میں غیر مانوس اور غیر مقبول ہوتا جائے گا، اس پر عمل کرنے والے لوگ دن بدن کم ہوتے جائیں گے اور آخرت میں سرفرازی اور سعادت کے حقدار یہی ہوں گے۔'' آج مادیت اور مغربیت کے غلبہ واستیلاء کی صورت میں، اس پیش گوئی کے ابتدائی آثار رونما ہو چکے ہیں، دن بدن عملی طور پر اسلامی معاشرت، اسلامی تمدن وثقافت اور اسلامی روایات دم توڑ رہی ہیں اور لوگ عملاً دین سے دور ہو رہے ہیں۔

[373] (۱۴۶)وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ وَالْفَضْلُ بْنُ سَهْلٍ الْأَعْرَجُ قَالَا حَدَّثَنَا شَبَابَةُ بْنُ سَوَّارٍ حَدَّثَنَا عَاصِمٌ وَهُوَ ابْنُ مُحَمَّدٍ الْعُمَرِيُّ عَنْ أَبِيهِ

عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ ((إِنَّ الْإِسْلَامَ بَدَأَ غَرِيبًا وَسَيَعُودُ غَرِيبًا كَمَا بَدَأَ وَهُوَ يَأْرِزُ بَيْنَ الْمَسْجِدَيْنِ كَمَا تَأْرِزُ الْحَيَّةُ فِي جُحْرِهَا))

---

[372] اخرجه ابن ماجه في ((سننه)) في الفتن، باب: بدأ الاسلام غريباً۔ برقم (۳۹۸۶) انظر ((تحفة الاشراف)) برقم (۱۳۴۴۷)

[373] انفرد به مسلم۔ انظر ((التحفة)) برقم (۷۴۳۰)

[373] ۔حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کی مرفوع روایت ہے کہ آپ نے فرمایا: اسلام کا آغاز غربت میں ہوا، اور ابتدا کی طرح آخر میں غریب ٹھہرے گا، اور وہ دونوں مسجدوں کے درمیان سمٹ آئے گا جیسا کہ سانپ اپنے بل میں آجاتا ہے۔''

مفردات الحدیث ❶ **مسجدین:** دو مسجدوں سے مراد، بیت اللہ اور مسجد نبوی ہے۔ ❷ **یاْرِزُ** جمع ہونا، لوٹ آنا۔ پناہ پکڑنا۔

[374] ۲۳۳۔(۱٤۷) حَدَّثَنَا أَبُوبَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ نُمَيْرٍ وَأَبُو أُسَامَةَ عَنْ عُبَيْدِاللّٰهِ بْنِ عُمَرَ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ عَنْ خُبَيْبِ بْنِ عَبْدِالرَّحْمٰنِ عَنْ حَفْصِ بْنِ عَاصِمٍ

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ ((إِنَّ الْإِيمَانَ لَيَأْرِزُ إِلَى الْمَدِينَةِ كَمَا تَأْرِزُ الْحَيَّةُ إِلَى جُحْرِهَا))

[374] ۔حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ایمان مدینہ میں لوٹ آئے گا۔ جیسا کہ سانپ اپنے بل کی طرف لوٹ آتا ہے۔''

فائدہ :...... اسلام کا آغاز مکہ سے ہوا، مدینہ سے پھیلا، اس لیے اس کی پناہ گاہ مدینہ ہے اور آخری دور میں اسلام اپنی صحیح حالت میں صرف مدینہ میں ہوگا یا مکہ میں ہوگا۔

٦٦...... بَاب: ذَهَابِ الْإِيمَانِ آخِرِ الزَّمَانِ

باب ٦٦: اخیر زمانہ میں اسلام کا مٹ جانا

[375] ۲۳٤۔(۱٤۸) حَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا عَفَّانُ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ أَخْبَرَنَا ثَابِتٌ عَنْ أَنَسٍ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ ((لَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتّٰى لَا يُقَالَ فِي الْأَرْضِ اَللّٰهُ اَللّٰهُ))

[375] ۔حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''قیامت قائم نہیں ہوگی، یہاں تک کہ زمین پر اللہ، اللہ کی آواز بھی نہیں آئے گی۔''

[376] حَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ أَخْبَرَنَا عَبْدُالرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنْ ثَابِتٍ

[374] اخرجه البخاري في ((صحيحه)) في فضائل المدينة، باب: الايمان يارز الى المدينة برقم (۱۸۷٦) وابن ماجه في ((سننه)) في المناسك، باب فضل المدينة برقم (۳۱۱۱) انظر ((التحفة)) برقم (۱۲۲٦٦)

[375] انفرد به مسلم۔ انظر ((التحفة)) برقم (۳٤٤)

[376] انفرد به مسلم۔ انظر ((التحفة)) برقم (٤۷٤)

عَنْ أَنَسٍ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ ((لَا تَقُومُ السَّاعَةُ عَلٰى أَحَدٍ يَقُولُ اَللّٰهُ اَللّٰهُ))

[376] حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''کسی ایسے انسان پر قیامت قائم نہیں ہوگی، جو اللہ، اللہ کہتا ہوگا۔''

فائدہ:......اس دنیا کا نظام جب درہم برہم ہونا ہوگا، تو اس دنیا میں خالق کائنات کا نام لیوا کوئی شخص زندہ نہیں ہوگا، اس دنیا کا وجود کائنات کے موجد کے نام کی برکت سے قائم اور جس قدر اس کا نام یہاں بلند و بالا ہوگا اس قدر اس میں سکون و امن ہوگا اور جب اس کا نام لینے والے ختم ہوں گے تو یہ کائنات بھی تمام ہو جائے گی۔

٦٧...... بَابُ: اِلْاسْتِسْرَارِ بِالْإِيمَانِ لِلْخَائِفِ

باب ٦٧: خوف زدہ کا ایمان کو چھپانا

[377] ٢٣٥-(١٤٩) حَدَّثَنَا أَبُوبَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَمُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ نُمَيْرٍ وَأَبُو كُرَيْبٍ وَاللَّفْظُ لِأَبِي كُرَيْبٍ قَالُوا حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ شَقِيقٍ

عَنْ حُذَيْفَةَ قَالَ كُنَّا مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ ((أَحْصُوا لِي كَمْ يَلْفِظُ الْإِسْلَامَ)) قَالَ فَقُلْنَا يَا رَسُولَ اللّٰهِ أَتَخَافُ عَلَيْنَا وَنَحْنُ مَا بَيْنَ السِّتِّ مِائَةٍ إِلَى السَّبْعِ مِائَةٍ قَالَ ((إِنَّكُمْ لَا تَدْرُونَ لَعَلَّكُمْ أَنْ تُبْتَلَوْا)) قَالَ فَابْتُلِينَا حَتّٰى جَعَلَ الرَّجُلُ مِنَّا لَا يُصَلِّي إِلَّا سِرًّا

[377]۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کی مجلس میں تھے، آپ نے فرمایا: ''مجھے اسلام کے نام لیوا لوگوں کی تعداد گن کر بتاؤ۔'' تو ہم نے عرض کیا، اے اللہ کے رسول! کیا آپ کو ہمارے بارے میں اندیشہ ہے اور ہماری تعداد چھ، سات سو کے درمیان ہے؟ آپ نے فرمایا، تمہیں پتہ نہیں شاید تم آزمائش میں ڈال دیے جاؤ، پھر ہم آزمائش میں مبتلا ہوگئے، یہاں تک کہ ہم میں بعض لوگ نماز بھی چھپ کر پڑھتے تھے۔''

فائدہ:......آپ کی پیش گوئی کے مطابق آپ کی وفات کے بعد ایسے حالات پیدا ہوگئے کہ بعض لوگوں کو نماز بھی (جو ایمان کی ظاہری اور محسوس علامت ہے) چھپ کر پڑھنا پڑتی تھی، کیونکہ نماز کو امن و جنگ کسی حالت میں بھی چھوڑا نہیں جا سکتا، اور نماز ہی اسلام و ایمان کی دائمی نشانی اور علامت ہے، جو روزانہ پانچ بار ادا کی جاتی ہے۔ کیونکہ بعض گورنر نماز بہت دیر کر کے پڑھاتے تھے، اس لیے بعض لوگ اپنے طور پر پہلے نماز پڑھ لیتے تھے، پھر جماعت میں بھی شریک ہو جاتے تھے۔

---

[377] اخرجه البخاري في ((صحيحه)) في الجهاد، باب: كتابة الامام الناس برقم (٣٠٦٠ و ٣٠٦١) وابن ماجه في ((سننه)) في الفتن، باب: الصبر على البلاء برقم (٤٠٢٩) انظر ((التحفة)) برقم (٣٣٣٨)

٦٨...... بَاب :تَأَلُّفِ قَلْبِ مَنْ يَّخَافُ عَلَى اِيْمَانِهِ لِضُعْفِهِ وَالنَّهْيِ عَنِ الْقَطْعِ بِالْإِيمَانِ مِنْ غَيْرِ دَلِيلٍ قَاطِعٍ

باب ٦٨: جس کے ضعف وکمزوری کی بنا پر اس کے ایمان کے بارے میں خطرہ ہو، اس کے دل کو مسلمانوں کی طرف مانوس کرنا، اور کسی کے ایمان کو بلا دلیل قطعی قرار دینے کی ممانعت

[378] ٢٣٦ـ(١٥٠)حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عُمَرَ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عَامِرِ بْنِ سَعْدِ بْنِ اَبِيْ وَقَاصٍ قَالَ قَسَمَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ قَسْمًا فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ أَعْطِ فُلَانًا فَإِنَّهُ مُؤْمِنٌ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ ((أَوْ مُسْلِمٌ)) أَقُولُهَا ثَلَاثًا وَيُرَدِّدُهَا عَلَيَّ ثَلَاثًا ((أَوْ مُسْلِمٌ))ثُمَّ قَالَ ((اِنِّي لَأُعْطِي الرَّجُلَ وَغَيْرُهُ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْهُ مَخَافَةَ أَنْ يَكُبَّهُ اللّٰهُ فِي النَّارِ))

[378] ۔ عامر بن سعد اپنے باپ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے کچھ مال تقسیم کیا، تو میں نے عرض کیا، اے اللہ کے رسول! فلاں کو بھی دیجئے، وہ مومن ہے، تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا، یا مسلمان ہے، میں نے تین دفعہ گزارش کی اور رسول اللہ ﷺ نے تینوں دفعہ یہی جواب دیا، یا مسلمان۔ پھر آپ نے فرمایا: ”میں ایک آدمی کو دیتا ہوں حالانکہ اس کے مقابلہ میں دوسرا آدمی مجھے زیادہ پسند ہوتا ہے کہ کہیں اللہ اس کو اوندھے منہ جہنم میں نہ ڈال دے۔

[379] ٢٣٧ـ(. . .)حَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ: حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ اِبْرَاهِيمَ: حَدَّثَنَا ابْنُ اَخِي ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عَمِّهِ قَالَ: اَخْبَرَنِي عَامِرُ بْنُ سَعْدِ بْنِ اَبِيْ وَقَاصٍ عَنْ اَبِيهِ سَعْدٍ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ اَعْطَى رَهْطًا وَسَعْدٌ جَالِسٌ فِيهِمْ قَالَ سَعْدٌ فَتَرَكَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ مِنْهُمْ مَنْ لَمْ يُعْطِهِ وَهُوَ أَعْجَبُهُمْ إِلَيَّ

[378] اخرجه البخاری فی ((صحيحه)) فی الايمان، باب: اذا لم يكن الاسلام على الحقيقة، وكان الاستسلام او الخوف من القتل لقوله تعالى: ﴿قال الاعراب آمنا ......﴾ الآية برقم (٢٧) وفی الزكاة، باب: قول الله تعالى: ﴿لا يسالون الناس الاحافا﴾ وكم الغنىٰ ...... الخ برقم (١٤٧٨) والمولف [مسلم] فی الزكاة، باب: اعطاء من يخاف على ايمانه برقم (٢٤٣٠) وبرقم (٢٤٣١) وابوداود فی ((سننه)) باب: الدليل على زيادة الايمان ونقصانه برقم (٤٦٨٣ و ٤٦٨٥) والنسائی فی ((المجتبی)) ٨/ ١٠٤ فی الايمان، باب: تاويل قوله عزوجل: ﴿وقالت الاعراب آمنا قل لم تؤمنوا......﴾ الآية۔ انظر ((التحفة)) برقم (٣٨٩٠)

[379] تقدم تخريجه برقم (٣٧٦)

فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ مَا لَكَ عَنْ فُلَانٍ فَوَاللّٰهِ اِنِّي لَأُرَاهُ مُؤْمِنًا فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ ((أَوْ مُسْلِمًا)) قَالَ فَسَكَتُّ قَلِيلًا ثُمَّ غَلَبَنِي مَا أَعْلَمُ مِنْهُ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ مَا لَكَ عَنْ فُلَانٍ فَوَاللّٰهِ اِنِّي لَأُرَاهُ مُؤْمِنًا فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ أَوْ مُسْلِمًا قَالَ فَسَكَتُّ قَلِيلًا ثُمَّ غَلَبَنِي مَا عَلِمْتُ مِنْهُ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ مَا لَكَ عَنْ فُلَانٍ فَوَاللّٰهِ اِنِّي لَأُرَاهُ مُؤْمِنًا فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ ((أَوْ مُسْلِمًا اِنِّي لَأُعْطِي الرَّجُلَ وَغَيْرُهُ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْهُ خَشْيَةَ أَنْ يُكَبَّ فِي النَّارِ عَلَى وَجْهِهِ))

[379]۔ عامر بن سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ اپنے باپ سعد رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک گروہ کو کچھ مال دیا اور سعد بھی ان میں بیٹھے ہوئے تھے، تو آپ نے ان میں سے ایک آدمی کو چھوڑ دیا، اس کو کچھ نہ دیا حالانکہ وہ مجھے اس کو ان سب سے اچھا لگتا تھا، تو میں نے عرض کیا، اے اللہ کے رسول! فلاں سے اعراض کی کیا وجہ ہے؟ (آپ نے اس کو کیوں نہیں دیا) میں تو اللہ کی قسم! اس کو مومن سمجھتا ہوں، تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''(مومن) یا مسلمان'' تو میں کچھ دیر کے لیے چپ ہوگیا، پھر میں اس کے بارے میں جو کچھ جانتا تھا، اس کا مجھ پر غلبہ ہوا، تو میں نے دوبارہ عرض کیا، اے اللہ کے رسول! فلاں کو آپ نے کیوں چھوڑ دیا، اللہ کی قسم! میں تو اس کو مومن جانتا ہوں، تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''یا مسلمان۔'' تو پھر کچھ وقت خاموش رہا، پھر میں اس کے بارے میں جو علم رکھتا تھا اس نے غلبہ کیا، میں نے تیسری بار عرض کیا (پہلی بات دہرائی) کہ اے اللہ کے رسول! آپ نے فلاں کو کیوں نظر انداز فرمایا، اللہ کی قسم! میں تو اس کو مومن سمجھتا ہوں۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''یا مسلمان، میں ایک آدمی کو دیتا ہوں حالانکہ دوسرا مجھے زیادہ پسند ہوتا ہے اس اندیشہ سے کہ اللہ اس کو اوندھے منہ آگ میں نہ ڈال دے۔''

مفردات الحدیث ❊ **يَكُبُّهُ الله**: اللہ اس کو منہ کے بل گرا دے، اوندھے منہ ڈال دے۔

[380] (. . .) حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيِّ الْحُلْوَانِيُّ وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ قَالَا: حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ وَهُوَ ابْنُ اِبْرَاهِيمَ بْنِ سَعْدٍ: حَدَّثَنَا أَبِي عَنْ صَالِحٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي عَامِرُ بْنُ سَعْدٍ، عَنْ أَبِيهِ سَعْدٍ اِنَّهُ قَالَ أَعْطَى رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ رَهْطًا وَأَنَا جَالِسٌ فِيهِمْ بِمِثْلِ حَدِيثِ ابْنِ أَخِي ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عَمِّهِ وَزَادَ فَقُمْتُ اِلَى رَسُولِ اللّٰهِ فَسَارَرْتُهُ فَقُلْتُ مَا لَكَ عَنْ فُلَانٍ

---

[380] تقدم تخريجه برقم (٣٧٦)

[380] عامر بن سعد رضی اللہ عنہ اپنے باپ سے بیان کرتے کہ رسول اللہ ﷺ نے کچھ لوگوں کو مال دیا اور میں بھی ان میں بیٹھا ہوا تھا، اوپر کی روایت میں اتنا اضافہ ہے، میں نے رسول اللہ ﷺ کے پاس جا کر، آپ سے سرگوشی کی اور عرض کیا فلاں سے آپ نے اعراض کیوں فرمایا۔

[381] (. . .) وَحَدَّثَنَا الْحَسَنُ الْحُلْوَانِيُّ: حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ: حَدَّثَنَا أَبِي عَنْ صَالِحٍ، عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ مُحَمَّدٍ

قَالَ: سَمِعْتُ مُحَمَّدَ بْنَ سَعْدٍ يُحَدِّثُ هٰذَا فَقَالَ فِي حَدِيثِهِ فَضَرَبَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ بِيَدِهِ بَيْنَ عُنُقِي وَكَتِفِي ثُمَّ قَالَ ((أَقِتَالًا أَيْ سَعْدُ إِنِّي لَأُعْطِي الرَّجُلَ))

[381] محمد بن سعد نے اپنی حدیث میں یہ الفاظ کہے رسول اللہ ﷺ نے میری گردن اور کندھے کے درمیان اپنا ہاتھ مارا، پھر فرمایا اے سعد! کیا لڑائی کرو گے؟ میں ایک آدمی کو دیتا ہوں۔''

فوائد: ...... ❶ نئے نئے مسلمان ہونے والے لوگ، جن کے دل میں ابھی دین پوری طرح راسخ نہیں ہوتا، اور دین سے مفادات وابستہ کیے ہوتے ہیں، ان کی تالیف قلبی کے لیے اگر ضرورت اور حالات کا تقاضا ہو تو ان کو مالی اور مادی فوائد سے فائدہ اٹھانے کا موقع دینا چاہیے، اور اس کے لیے وہ لوگ جو قدیم الاسلام لوگ ہیں اور دین سے پوری طرح آگاہ ہیں ان کو ایثار و قربانی سے کام لینا چاہیے اور ان کی خواہش ہونی چاہیے کہ زیادہ سے زیادہ لوگوں کو اسلام کی طرف راغب کر کے جہنم سے بچایا جائے۔ ❷ اسلام ظاہری اعمال کا نام ہے اور ایمان باطنی عقائد سے عبارت ہے، انسان، دوسروں کے ظاہر سے آگاہ ہو سکتا ہے، اس لیے ان کو مسلمان قرار دے سکتا ہے لیکن وہ دوسروں کے باطن سے آگاہ نہیں ہو سکتا، اس لیے، قطعی اور یقینی قرائن و علامات کے سوا کسی کو یقین اور قطعیت کے ساتھ مومن نہیں کہا جا سکتا، یہ کہا جا سکتا ہے کہ وہ اپنے ظاہری اعمال کے اعتبار سے مسلمان نظر آتا ہے، اس کی اصل حقیقت اور باطن سے اللہ آگاہ ہے اور سفارش کرتے بھی اس کا اظہار کرے گا، کہ میری معلومات کی حد تک یہ بات ایسے ہے۔ حضرت سعد چونکہ حضرت جُعَیل بن سُرَاقہ کے بارے میں مطمئن تھے، اس لیے انہیں رسول اللہ ﷺ کا مقصد اور غرض سمجھ میں نہیں آئی، اس لیے انہوں نے اصرار سے کام لیا، اور رسول اللہ ﷺ کو ان کا الحاح و اصرار ناگوار گزرا اور فرمایا: اقتالا یا سعد! اے سعد لڑتے ہو یا سفارش کرتے ہو، اس لیے سفارش کرنے والے کو بہت اصرار سے کام نہیں لیا جائے اور نہ ہی اپنی سفارش کے منوانے پر زور دینا چاہیے، دوسرے کو بھی موقع دینا چاہیے کہ وہ حالت کے تقاضا کے مطابق فیصلہ کرے۔

[381] اخرجه البخاری فی ((صحیحه)) فی الزکاة، باب: قول الله تعالیٰ: ﴿لا یسالون الناس الحافا﴾ برقم (١٤٧٨) والمولف [مسلم] فی الزکاة، باب: اعطاء من یخاف علی ایمانه برقم (٢٤٣٢) انظر ((التحفة)) برقم (٣٩٢١)

٦٩...... بَاب: زِيَادَةِ طَمَانِينَةِ الْقَلْبِ بِتَظَاهُرِ الْأَدِلَّةِ

باب ٦٩: دلائل کی کثرت دل کے اطمینان وتسکین میں اضافہ کا باعث ہے

[382] ٢٣٨-(١٥١)حَدَّثَنِي حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى: اَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ: اَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ اَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، وَسَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ،

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ ((نَحْنُ أَحَقُّ بِالشَّكِّ مِنْ إِبْرَاهِيمَ علیہ السلام إِذْ قَالَ رَبِّ أَرِنِي كَيْفَ تُحْيِي الْمَوْتٰى قَالَ أَوَلَمْ تُؤْمِنْ قَالَ بَلٰى وَلٰكِنْ لِّيَطْمَئِنَّ قَلْبِي قَالَ وَيَرْحَمُ اللّٰهُ لُوطًا لَقَدْ كَانَ يَأْوِي إِلٰى رُكْنٍ شَدِيدٍ وَلَوْ لَبِثْتُ فِي السِّجْنِ طُولَ لَبْثِ يُوسُفَ لَأَجَبْتُ الدَّاعِيَ))

[382]۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ہم ابراہیم سے شک کرنے کے زیادہ مستحق ہیں، جب انہوں نے کہا تھا اے میرے رب! مجھے دکھا تو مردوں کو کیسے زندہ کرے گا؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: کیا تجھے یقین نہیں ہے۔'' ابراہیم علیہ السلام نے جواب دیا، کیوں نہیں (مجھے یقین ہے) لیکن میں چاہتا ہوں میرا دل (مشاہدہ سے) اور زیادہ مطمئن ہو جائے۔'' اور آپ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ لوط علیہ السلام پر رحم فرمائے، وہ ایک مضبوط ستون کی پناہ چاہتے تھے۔'' اور آپ ﷺ نے فرمایا: ''اگر قید خانہ میں، میں یوسف علیہ السلام جتنا طویل عرصہ ٹھہرتا تو بلانے والے کے بلاوے پر فوراً عمل کرتا۔''

[383] (...)وحدثني به ان شاء الله تعالى عبد الله بن محمد بن اسماء الصبعي: حدثنا جويرية عن مالك، عن الزهري

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ بِمِثْلِ حَدِيثِ يُونُسَ عَنِ الزُّهْرِيِّ وَفِي حَدِيثِ مَالِكٍ ((وَلٰكِنْ لِيَطْمَئِنَّ قَلْبِي)) قَالَ ثُمَّ قَرَأَ هٰذِهِ الْآيَةَ حَتّٰى جَازَهَا۔

---

[382] اخرجه البخاري في ((صحيحه)) في التفسير، باب: ﴿واذ قال ابراهيم رب ارني كيف تحيي الموتى﴾ برقم (٤٥٣٧) وفي باب: ﴿فلما جائه الرسول قال: ارجع الى ربك فاساله ما بال النسوة ......﴾ برقم (٤٦٩٤) والمؤلف [مسلم] في الفضائل، باب: من فضائل ابراهيم الخليل ﷺ برقم (٦٠٩٤) وابن ماجه في ((سننه)) في الفتن، باب: الصبر على البلاء برقم (٤٠٢٦) انظر ((التحفة)) برقم (١٣٣٢٥ و ١٥٣١٣)

[383] اخرجه البخاري في ((صحيحه)) في احاديث الانبياء، باب: قول الله تعالى: ﴿لقد كان في يوسف واخوته آيات للسائلين﴾ برقم (٣٣٨٧) وفي التعبير، باب: رويا اهل السجون ←

[383] امام صاحب نے زہری کی اس سند سے روایت بیان کی ہے آخر میں کہا پھر یہ آیت مکمل پڑھی، (فرق صرف یہ ہے مالک کی روایت حتی جازها (اس سے فارغ ہوئے) اور ابو اویس کی روایت میں حتی انجزها حتیٰ کہ اس کو مکمل کیا ہے)

[384] عَنِ الزُّهْرِيِّ كَرِوَايَةِ مَالِكٍ بِإِسْنَادِهِ وَقَالَ ثُمَّ قَرَأَ هٰذِهِ الْآيَةَ حَتّٰى أَنْجَزَهَا

[384] امام صاحب مذکورہ بالا روایت دوسری سند سے بھی بیان کرتے ہیں۔

فوائد: ...... ❶ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے سوال کیا تھا، کیف تحی الموتی، تو مُردوں کو کیسے زندہ فرمائے گا، یعنی مُردوں کو زندہ کرنا طے ہے، اوران کے زندہ کرنے میں کوئی شبہ نہیں ہے، اس لیے جب اللہ تعالیٰ نے پوچھا اور تم مومن، کیا تجھے مُردوں کے زندہ کرنے پر یقین نہیں تو ابراہیم علیہ السلام نے جواب دیا، کیوں نہیں یقین ہے۔ سوال یہ تھا کہ ان کے زندہ کرنے کی صورت اور کیفیت کیا ہے؟ اس کا مشاہدہ مطلوب ہے، دلیل اور استدلال سے انسان کو علم حاصل ہو جاتا ہے اور وہ یقینی علمی واستدلالی ہوتا ہے، لیکن اگر کسی چیز کا مشاہدہ اور معائنہ ہو جائے تو یہ یقینی عینی ہوتا ہے جس میں قوت ویقین زیادہ ہوتا ہے، اس لیے قلبی اطمینان وتسکین بھی بڑھ جاتا ہے، جب موسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے بتایا کہ تیری قوم بچھڑے کی پوجا کرنے لگی ہے، تو ان پر وہ اثر نہیں ہوا جو قوم کو اس شنیع حرکت میں مبتلا دیکھ کر ہوا۔ حدیث میں ہے ((لَيْسَ الْخَبَرُ كَالْمُعَايَنَةِ)) ''خبر واطلاع، معائنہ ومشاہدہ کا مقابلہ نہیں کرتی۔'' اس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے، حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: ابراہیم علیہ السلام کا سوال کسی شک وشبہ کی بنا پر نہ تھا، اگر ابراہیم کو اس میں شک ہوتا تو یقیناً ہمیں بھی شک ہوتا جب ہمیں شک نہیں ہے تو ابراہیم کو شک کیسے ہوسکتا ہے۔''

امام زرکشی نے امثال السائرہ کے مصنف کے حوالہ سے نقل کیا ہے، افعل کا صیغہ کبھی کبھی دونوں چیزوں سے کسی معنی (صفت) کی نفی کرنے کے لیے استعمال ہوتا ہے جب کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿أَهُمْ خَيْرٌ أَمْ قَوْمُ تُبَّعٍ﴾ ''کیا وہ بہتر ہیں یا قوم تبع۔'' مقصد یہ ہے دونوں ہی بھلائی سے محروم اور خالی ہیں۔

یا کہتے ہیں ((الشيطان خير من فلان)) فلاں سے شیطان اچھا ہے، مقصد یہ ہے دونوں خیر سے خالی ہیں۔
(ارشاد الساری: ۵/۳۶۳)

اس استعمال کے مطابق، نَحْنُ أَحَقُّ بِالشَّكِّ، کا معنی ہے، ہم میں سے کسی کو شک نہیں ہے۔ نہ ابراہیم نے شک کیا، نہ ہمیں شک ہے۔ اس لیے سوال بھی زندہ کرنے کی کیفیت کے بارے میں تھا۔ (فتح الباری: ج۶، کتاب الانبیاء)

← والفساد والشرك، لقوله تعالى: ﴿ودخل معه السجن ......﴾ الآية برقم (٦٩٩٢) ومسلم في ((صحيحه)) في الفضائل، باب فضائل ابراهيم برقم (٦٠٩٥) انظر ((التحفة)) برقم (١٢٩٣١)

[384] تقدم تخريجه برقم (٣٨١)

زندہ کرنے کے بارے میں نہ تھا کیونکہ زندہ کرنا تو معلوم تھا کیفیت کا پتہ نہیں تھا۔

❷ یرحم الله لوطا: حضرت لوط علیہ السلام کے پاس جب فرشتے، خوبرو جوانوں کی شکل میں مہمان بن کر آئے، اور ان کی قوم اپنی عادت بد کے مطابق، ان پر دست درازی کرنے کے لیے ان کے گھر پہنچ گئی اور لوط علیہ السلام نے مہمانوں کی عزت کی حفاظت کی خاطر ہر قسم کے جتن کر لیے، لیکن قوم والے باز نہ آئے۔ تو انہوں نے مہمانوں کے سامنے اپنی بے بسی کا اظہار کرنے کے لیے، انتہائی پریشانی کے عالم میں فرمایا، اے کاش! آج مجھ میں ذاتی وشخصی طور پر اس قدر طاقت وقوت ہوتی کہ میں کسی کے تعاون کے بغیر اپنے طور پر مہمانوں کا دفاع کر سکتا، یا مجھے اپنے خاندان اور قوم کی نصرت وحمایت حاصل ہوتی، تو آج میرے مہمانوں کا دفاع کر کے میری عزت بچاتی۔ کیونکہ یہ لوگ آپ کا اصل خاندان نہیں تھے، دوسرے لوگوں کی طرف آپ کو نبی بنا کر بھیجا گیا تھا، اس کی وضاحت وتبیین کرتے ہوئے حضور نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ لوط علیہ السلام پر رحمت فرمائے، وہ ایک مضبوط پناہ چاہتے تھے، یعنی یہاں فعل، ارادہ فعل کے معنی میں ہے جیسا کہ قرآن مجید میں ہے: ﴿إِذَا قُمْتُمْ إِلَى الصَّلٰوةِ﴾ ''جب تم نماز کے لیے اٹھنے کا ارادہ کرو تو نماز سے پہلے وضو کرلو۔'' یا فرمایا: ﴿فَإِذَا قَرَأْتَ الْقُرْآنَ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ﴾ ''جب قرآن پڑھنے کا ارادہ کرو تو پہلے اعوذ باللہ پڑھ لو۔'' یہاں اللہ تعالیٰ کی اعانت ونصرت کی نفی مقصود نہیں ہے کہ ان کو اللہ کی پناہ حاصل نہ تھی، اور انہوں نے اس پر نعوذ باللہ اعتماد نہ کیا، یہ دنیا عالم اسباب ہے، اور ہر کام ظاہری اسباب کے پردہ میں ہوتا ہے، ظاہری اسباب ووسائل کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا، وگرنہ رسول اکرم ﷺ کو جنگوں میں زرع پہننے کی ضرورت لاحق نہ ہوتی اور دشمن کے مقابلہ میں تیاری کر کے نکلنے کی بھی حاجت نہ ہوتی۔ اور مدینہ میں پہنچ کر خود آپ نے فرمایا تھا، ((لَيْتَ رَجُلًا صَالِحًا يَحْرُسُنِي اللَّيْلَةَ)) ''اے کاش! کوئی مضبوط آدمی آج رات میری حفاظت کرتا۔'' اور آپ نے فرمایا تھا: ''مَنْ يَكْلَؤُنَا اللَّيْلَةَ'' (لامع الداری: ج ۸/ ۲۷ حاشیة ۹)

آج رات لشکر کی حفاظت کون کرے گا؟ تو کیا آپ کو نعوذ باللہ، اللہ کی نصرت وحمایت اور حفاظت پر اعتماد نہ تھا، چونکہ لوط علیہ السلام کے سامنے اللہ کی نصرت وحمایت تو ایک مسلمہ حقیقت تھی، اس لیے اس کے اظہار کی ضرورت نہ تھی ظاہری اسباب کے تذکرہ کی ضرورت تھی، انھی اسباب کا انہوں نے تذکرہ فرمایا، اور ان کے حصول کی خواہش وآرزو کی۔

❸ لاجبت الداعی، میں بلانے والے کی آواز پر لبیک کہتا، یہ کہہ کر آپ نے حضرت یوسف علیہ السلام کے صبر وثبات اور ان کی ہمت وحوصلہ کی تعریف فرمائی ہے، کہ انہوں نے بغیر کسی جرم کے ایک طویل عرصہ جیل میں گزارا، لیکن اپنی برأت کے اظہار تک، جیل سے نکلنے کے لیے تیار نہ ہوئے، آپ نے فرمایا، میں اس قدر صبر وتحمل اور استقلال وپامردی کا مجسمہ ہونے کے باوجود، بادشاہ کے ایلچی کی بات سن کر باہر نکل آتا۔ اور اپنی برأت کے اظہار کا معاملہ پیش نہ کرتا اور یہ بات ظاہر ہے نبی اکرم ﷺ نے حضرت یوسف علیہ السلام کے صبر وثبات کی تعریف کی خاطر کہی ہے، ایک شجاع اور دلیر آدمی کسی کی شجاعت وبسالت کی تعریف کرے، تو اس سے اس کی اپنی شجاعت اور دلیری کی نفی نہیں ہوتی، وہ تو

مخاطبین کے نزدیک مسلم ہے، رستم زماں، کسی کی تعریف کرے تو کیا اس سے اس کے مقام و مرتبہ میں کسی قسم کی کمی آ جائے گی، ہرگز نہیں۔ بعض حضرات نے جو یہ کہا ہے کہ ''یوسف علیہ السلام کے لیے چلے جانا ہی اولیٰ اور ارجح تھا، کیونکہ ابتلاء اور مصیبت کو دعوت دینا یا اس کو قائم رکھنا، مناسب نہیں، باہر نکل کر ان کو تبلیغ کے زیادہ مواقع میسر آتے۔''
تو یہ بات درست نہیں ہے، یوسف علیہ السلام نے ابتلاء کو دعوت نہیں دی، نہ اس کو قائم رکھنا چاہا ان کا باہر آنا تو اب طے تھا، لیکن وہ اپنی عصمت و عزت کی طہارت و صفائی کے بغیر نہیں آنا چاہتے تھے، کیونکہ الزام تراشی اور تہمت کے ازالہ کے بغیر اگر وہ نکل آتے، تو یہ چیز ان کی دعوت و تبلیغ کی راہ میں ایک بہت بڑی رکاوٹ بنتی، اور پاکدامنی کے ظہور کے بغیر، بادشاہ کے سامنے چلے جاتے تو انہیں الزام تراشی کا احساس، کھل کر بات کرنے کی جرأت پیدا نہ ہونے دیتا، اور طہارت کے نتیجہ میں بادشاہ کی نظر میں جو قیام رفیع ملا، وہ بھی نہ ملتا۔

۷۰......بَاب وُجُوبِ الْإِيمَانِ بِرِسَالَةِ نَبِيِّنَا مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى جَمِيعِ النَّاسِ وَنَسْخِ الْمِلَلِ بِمِلَّتِهِ

باب ۷۰: ہمارے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام انسانوں کی طرف رسالت اور آپ کی ملت سے سب ملتوں کے منسوخ ہونے کو ماننا ضروری ہے

[385] ۲۳۹۔(۱۵۲)حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا لَيْثٌ عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي سَعِيدٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ ((مَا مِنَ الْأَنْبِيَاءِ مِنْ نَبِيٍّ إِلَّا قَدْ أُعْطِيَ مِنَ الْآيَاتِ مَا مِثْلُهُ آمَنَ عَلَيْهِ الْبَشَرُ وَإِنَّمَا كَانَ الَّذِي أُوتِيتُ وَحْيًا أَوْحَى اللَّهُ إِلَيَّ عَزَّ وَجَلَّ وَأَرْجُو أَنْ أَكُونَ أَكْثَرَهُمْ تَابِعًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ))

[385]۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جس قدر بھی انبیاء گزرے ہیں ان میں سے ہر ایک نبی کو اس قدر معجزات ملے کہ ان کو دیکھ کر لوگ ایمان لا سکتے تھے، اور جو معجزہ مجھے ملا وہ وحی ہے جو اللہ تعالیٰ نے میری طرف کی ہے، اس لیے مجھے امید ہے قیامت کے دن سب سے زیادہ پیروکار میرے ہوں گے۔''

فوائد:...... ❶ آیات سے مراد، معجزات ہیں اور معجزہ، عام عادت کے خلاف چیز ہے، انسان انفرادی یا اجتماعی طور پر مل کر اس کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ اور نبی کے ہاتھوں اس کا ظہور اس لیے ہوتا ہے کہ لوگ اس کو دیکھ کر اس کی نبوت کو تسلیم کر لیں، لیکن یہ نبی کے اختیار میں نہیں ہوتا۔ اس لیے آپ نے فرمایا: أُعْطِيَ، نبی کو عطا کیا گیا،

[385] اخرجه البخاري في ((صحيحه)) في فضائل القرآن، باب: كيف نزل الوحي برقم (٤٩٨١) وفي الاعتصام بالسنة، باب: قول النبي ﷺ: ((بعثت بجوامع الكلم)) برقم (٧٢٧٤) انظر ((التحفة)) برقم (١٤٣١٣)

آپ سے پہلے انبیاء کے معجزات، وقتی اور عارضی تھے کیونکہ ان کی نبوت ایک محدود عرصہ کے لیے تھی۔ آپ کی نبوت قیامت تک کے لیے ہے، اس لیے آپ کا معجزہ دائمی اور باقی ہے جو قیامت تک رہے گا۔ ❷ آپ کا لازوال معجزہ وحی ہے، جس کے تحفظ کی ضمانت اللہ تعالیٰ نے دی ہے اور یہ آپ کے دنیا سے تشریف لے جانے کے باوجود قائم اور باقی ہے کیونکہ آپ کی نبوت، برقرار ہے، اس لیے اس معجزہ کو دیکھنے والوں کی تعداد بہت زیادہ ہے، اس لیے آپ کی امت کے افراد کی تعداد بھی تمام امتوں سے زیادہ ہے۔

[386] ٢٤٠ـ(١٥٣)حَدَّثَنِي يُونُسُ بْنُ عَبْدِ الأَعْلَى أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ وَأَخْبَرَنِي عَمْرٌو أَنَّ أَبَا يُونُسَ حَدَّثَهُ

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ أَنَّهُ قَالَ ((وَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ لَا يَسْمَعُ بِي أَحَدٌ مِنْ هٰذِهِ الْأُمَّةِ يَهُودِيٌّ وَلَا نَصْرَانِيٌّ ثُمَّ يَمُوتُ وَلَمْ يُؤْمِنْ بِالَّذِي أُرْسِلْتُ بِهِ إِلَّا كَانَ مِنْ أَصْحَابِ النَّارِ))

[386] ـ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس ذات کے قبضہ میں میری جان ہے، اس کی قسم! اس امت کا (اس دور کا) جو کوئی بھی یہودی یا نصرانی میری خبر سن لے (میری نبوت رسالت کی دعوت اس کو پہنچ جائے) اور پھر وہ (مجھ پر اور) میرے لائے ہوئے پیغام پر ایمان لائے بغیر مر جائے، تو وہ ضرور دوزخیوں میں سے ہوگا۔''

فائدہ:...... جس شخص کو آپ کی نبوت ورسالت کی دعوت پہنچ جائے اور وہ آپ پر ایمان لا کر آپ کے لائے ہوئے دین کو اپنا دین نہ بنائے اور وہ اس حال میں مر جائے تو وہ دوزخ میں جائے گا، اگرچہ وہ کسی سابق رسول کے دین اور اس کی کتاب کو ماننے والا بعثت یہودی یا نصرانی ہی کیوں نہ ہو، الغرض، آپ کی بعثت کے بعد، آپ پر ایمان لائے اور آپ کی شریعت کو قبول کیے بغیر نجات ممکن نہیں، وحدت ادیان کا تصور کہ کسی آسمانی دین کو اپنا لو، توحید کے قائل ہو جاؤ بس نجات کے لیے یہی کافی ہے، ایک گمراہ کن اور ملحدانہ نظریہ ہے۔

[387] ٢٤١ـ(١٥٤)حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى أَخْبَرَنَا هُشَيْمٌ عَنْ صَالِحِ بْنِ صَالِحٍ الْهَمْدَانِيِّ

[386] انفرد به مسلم۔ انظر ((التحفة)) برقم (١٥٤٧٤)

[387] اخرجه البخاري في ((صحيحه)) في العلم، باب: تعليم الرجل امته واهله برقم (٩٧) وفي العتق، باب: العبد اذا احسن عبادة ربه ونصح سيده برقم (٢٥٤٧) مختصراً۔ وفي الجهاد، باب: فضل من اسلم من اهل الكتابين برقم (٣٠١١) وفي احاديث الانبياء، باب: قول الله: ﴿واذكر في الكتاب مريم اذا انتبذت من اهلها﴾ برقم (٣٤٤٦) وفي النكاح، باب: اتخاذ السراري برقم (٥٠٨٣) والترمذي في ((جامعه)) في النكاح، باب: ما جاء في الفضل ←

قَالَ رَأَيْتُ رَجُلًا مِنْ أَهْلِ خُرَاسَانَ سَأَلَ الشَّعْبِيَّ فَقَالَ يَا أَبَا عَمْرٍو إِنَّ مَنْ قِبَلَنَا مِنْ أَهْلِ خُرَاسَانَ يَقُولُونَ فِي الرَّجُلِ إِذَا أَعْتَقَ أَمَتَهُ ثُمَّ تَزَوَّجَهَا فَهُوَ كَالرَّاكِبِ بَدَنَتَهُ فَقَالَ الشَّعْبِيُّ حَدَّثَنِي أَبُو بُرْدَةَ بْنُ أَبِي مُوسَى عَنْ أَبِيهِ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ ((ثَلَاثَةٌ يُؤْتَوْنَ أَجْرَهُمْ مَرَّتَيْنِ رَجُلٌ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ آمَنَ بِنَبِيِّهِ وَأَدْرَكَ النَّبِيَّ ﷺ فَآمَنَ بِهِ وَاتَّبَعَهُ وَصَدَّقَهُ فَلَهُ أَجْرَانِ وَعَبْدٌ مَمْلُوكٌ أَدَّى حَقَّ اللَّهِ تَعَالَى وَحَقَّ سَيِّدِهِ فَلَهُ أَجْرَانِ وَرَجُلٌ كَانَتْ لَهُ أَمَةٌ فَغَذَاهَا فَأَحْسَنَ غِذَاءَهَا ثُمَّ أَدَّبَهَا فَأَحْسَنَ أَدَبَهَا ثُمَّ أَعْتَقَهَا وَتَزَوَّجَهَا فَلَهُ أَجْرَانِ)) ثُمَّ قَالَ الشَّعْبِيُّ لِلْخُرَاسَانِيِّ خُذْ هَذَا الْحَدِيثَ بِغَيْرِ شَيْءٍ فَقَدْ كَانَ الرَّجُلُ يَرْحَلُ فِيمَا دُونَ هَذَا إِلَى الْمَدِينَةِ

[387]۔صالح ہمدانی بیان کرتے ہیں کہ میں نے ایک خراسانی کو دیکھا، اس نے شعبی رحمہ اللہ سے سوال کیا: اے ابوعمرو، ہماری طرف اہل خراسان، یہ کہتے ہیں، ایک انسان، اپنی لونڈی کو آزاد کر کے اگر اس سے شادی کر لے تو وہ اس حاجی کی طرح ہے، جو اپنی قربانی کے اونٹ پر سوار ہو جاتا ہے، تو شعبی نے جواب دیا: مجھے ابوبردہ بن ابی موسیٰ نے اپنے باپ سے روایت سنائی۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تین آدمیوں کو دوہرا اجر دیا جائے گا، ایک اہل کتاب کا فرد، جو اپنے نبی پر ایمان لایا، اس نے نبی اکرم ﷺ کی نبوت کا زمانہ پالیا تو آپ پر ایمان لے آیا، آپ کی پیروی اور تصدیق کی، تو اس کو دو اجر ملیں گے، دوسرا غلام جو کسی کی ملکیت میں ہے، اللہ کا جو اس پر حق ہے، اس کو ادا کرتا ہے، اور اپنے آقا کے حق کو بھی ادا کرتا ہے، تو اس کو دو اجر ملیں گے۔ تیسرا وہ آدمی جس کی کوئی لونڈی ہے، تو وہ اس کو خوراک دیتا ہے، اور بہترین غذا مہیا کرتا ہے، پھر اس کو ادب سکھلاتا ہے اور خوب سکھاتا ہے پھر اس کو آزاد کر کے شادی کر لیتا ہے، اس کو بھی دہرا صلہ ملے گا۔'' پھر شعبی نے خراسانی سے کہا، اس حدیث کو بلا محنت و مشقت اٹھائے لے لو، پہلے آدمی اس سے چھوٹی حدیث کے حصول کے لیے مدینہ کا سفر کرتا تھا۔

فوائد:...... ❶ اہل کتاب کو رسول اللہ ﷺ پر ایمان لانے کی صورت میں دو اجر ملیں گے، کیونکہ جب وہ ایک رسول پر ایمان لا چکے ہیں اور وہ اس کو باعث نجات سمجھتے ہیں، تو اب ان کا آپ پر ایمان لانا بڑے مجاہدہ کا کام ہے کوئی انسان ایک پیر کے بعد دوسرے کو پیر بنانے کے لیے آمادہ نہیں ہوتا، تو ایک نبی کے بعد دوسرے کو

← فی ذلك۔ وقال: حديث ابی موسی حديث حسن صحيح برقم (١١١٦) والنسائی فی ((المجتبی)) ٧/ فی النكاح، باب: عتق الرجل جاريته ثم يتزوجها۔ وابن ماجه فی ((سننه)) فی النكاح، باب: الرجل يعتق امته ثم يتزوجها برقم (١٩٥٦) انظر ((التحفة)) برقم (٩١٠٧)

نبی ماننا کتنا سخت اور مشکل مرحلہ ہوگا، اور یہی محنت ومجاہدہ اجر میں زیادتی کا باعث ہے، اس لیے قرآن مجید میں ہے: ﴿اُولٰٓئِكَ يُؤْتَوْنَ اَجْرَهُمْ مَّرَّتَيْنِ بِمَا صَبَرُوْا﴾ (القصص: ٥٤) ''ان کو ان کے صبر وتحمل کی بنا پر دوہرا اجر ملے گا۔'' اس طرح غلام جو اپنے آقا کے حقوق پوری طرح ادا کرتا ہے، اس کے لیے اللہ تعالیٰ کے حقوق آزاد کے مقابلہ میں ادا کرنا بہت مشکل اور مشقت طلب کام ہے، لیکن وہ اس رکاوٹ اور مانع کو عبور کرتا ہے جو بہت دشوار اور محنت طلب ہے، اس لیے اس کو بھی دوہرا اجر ملے گا۔ اصول ہے: ((الْعَطَايَا عَلٰى مَتْنِ الْبَلَايَا)) ''عطیات، بقدر تکلیف ملتے ہیں'' اور ((اَجْرُكُمْ عَلٰى قَدْرِ نَصَبِكُمْ)) ''تمہارے اجر تمہاری محنت کی مقدار کے مطابق ہوں گے۔'' تیسرا شخص جو اپنی لونڈی پر احسان کرتا ہے، اس کو اچھا کھانا کھلاتا ہے، اس کی تعلیم و تربیت کا انتظام کرتا ہے، پھر اپنی لونڈی کو جس سے وہ جس طرح چاہے کام لے سکتا تھا اور اس سے استمتاع بھی کر سکتا تھا، اس کو آزاد کر کے اپنے برابر کی سطح پر لاتا ہے، یہ بھی جگر گردہ کا کام ہے اور بہت بڑا احسان ہے، اس لیے اس کو بھی اس نکاح پر دوگنا صلہ ملے گا۔ ❷ قربانی کے اونٹ سے فائدہ اٹھانا جائز ہے جیسا کہ حج کے مسائل میں آئے گا۔ اس لیے اس سے تشبیہ ہی محل نظر ہے، جو اس حکم پر مبنی ہے کہ قربانی کے جانور سے فائدہ اٹھانا درست نہیں۔

[388] وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَبْدَةُ بْنُ سُلَيْمَانَ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عُمَرَ عَنْ صَالِحِ بْنِ صَالِحٍ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ نَحْوَهُ

[388] امام صاحب مذکورہ بالا روایت ایک دوسری سند سے بیان کرتے ہیں ...... یہی روایت سنائی۔

۷۱...... بَاب: نُزُولِ عِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ حَاكِمًا بِشَرِيعَةِ نَبِيِّنَا مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

باب ۷۱. عیسیٰ بن مریم نازل ہو کر ہمارے نبی محمد ﷺ کی شریعت کے مطابق حکمرانی کریں گے

[389] ۲۴۲-(۱۵۵) حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا لَيْثٌ ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رُمْحٍ أَخْبَرَنَا اللَّيْثُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنِ ابْنِ الْمُسَيَّبِ أَنَّهُ سَمِعَ

أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ ((وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَيُوشِكَنَّ أَنْ يَنْزِلَ فِيكُمُ ابْنُ مَرْيَمَ عَلَيْهِ السَّلَام حَكَمًا مُقْسِطًا فَيَكْسِرَ الصَّلِيبَ وَيَقْتُلَ الْخِنْزِيرَ وَيَضَعَ الْجِزْيَةَ وَيَفِيضُ الْمَالُ حَتّٰى لَا يَقْبَلَهُ أَحَدٌ))

[388] تقدم تخريجه في الحديث السابق برقم (٣٨٥)

[389] اخرجه البخاري في ((صحيحه)) في البيوع، قتل الخنزير برقم (٢٢٢٢) والترمذي في ((جامعه)) في الفتن، باب: ما جاء في نزول عيسى ابن مريم عليهما السلام۔ وقال: هذا حديث حسن صحيح برقم (٢٢٣٣) انظر ((التحفة)) برقم (١٣٢٢٨)

[389] ۔حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اس ذات کی قسم، جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، قریب ہے کہ تم میں عیسیٰ بن مریم عادل حاکم بن کر اتریں، تو وہ صلیب کو توڑیں گے، اور خنزیر کو قتل کریں گے، جزیہ ختم کر دیں گے اور مال عام ہو جائے گا، حتیٰ کہ اس کو کوئی قبول نہیں کرے گا۔

[390] وَحَدَّثَنَاهُ عَبْدُ الْأَعْلَى بْنُ حَمَّادٍ وَأَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالُوا حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ ح وَحَدَّثَنِيهِ حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ حَدَّثَنِي يُونُسُ ح وَحَدَّثَنَا حَسَنٌ الْحُلْوَانِيُّ وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ عَنْ يَعْقُوبَ بْنِ إِبْرَاهِيمَ بْنِ سَعْدٍ حَدَّثَنَا أَبِي عَنْ صَالِحٍ كُلُّهُمْ عَنِ الزُّهْرِيِّ بِهَذَا الْإِسْنَادِ وَفِي رِوَايَةِ ابْنِ عُيَيْنَةَ ((إِمَامًا مُقْسِطًا وَحَكَمًا عَدْلًا)) وَفِي رِوَايَةِ يُونُسَ حَكَمًا عَادِلًا وَلَمْ يَذْكُرْ ((إِمَامًا مُقْسِطًا)) كَمَا قَالَ اللَّيْثُ وَفِي حَدِيثِهِ مِنَ الزِّيَادَةِ ((وَحَتَّى تَكُونَ السَّجْدَةُ الْوَاحِدَةُ خَيْرًا مِنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيهَا)) ثُمَّ يَقُولُ أَبُو هُرَيْرَةَ اقْرَءُوا إِنْ شِئْتُمْ وَإِنْ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ إِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهِ قَبْلَ مَوْتِهِ الْآيَةَ

[390] سفیان، یونس اور ابو صالح زہری سے مذکورہ بالا روایت نقل کرتے ہیں۔ ابن عیینہ کی روایت میں ہے: اماما مقسطا حکما عدلا ، منصف امام، عادل حکمران) اور یونس کی روایت میں صرف حَکَمًا عَادِلًا ہے، اماما مُقْسِطًا نہیں ہے اور جیسا کہ لیث کی روایت میں یہ اضافہ ہے، حتیٰ کہ ایک سجدہ دنیا و مافیہا سے بہتر ہوگا، ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ آخر میں فرماتے چاہو تو یہ آیت پڑھ لو۔ اہل کتاب میں سے ہر شخص عیسیٰ کی وفات سے پہلے ان پر ایمان لائے گا۔ ﴿وَ اِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ وَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكُوْنُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا﴾ (النساء : ۱۵۹) ''اور قیامت کے دن وہ انہیں پر گواہ ہوں گے۔''

فائدہ: ...... حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کی تائید میں سورہ نساء کی اس آیت کی تلاوت فرماتے تھے، جس سے ثابت ہوا کہ قبل موتہ میں ضمیر مجرور عیسیٰ علیہ السلام کی طرف راجع ہے کہ ان کے نزول کے وقت تمام یہود و نصاریٰ ان پر ایمان لے آئیں گے ان کی عبدیت کہ بندہ ہیں الٰہ نہیں اور ابنیت کہ مریم کے بیٹے ہیں، ابن اللہ نہیں۔ کا اقرار کریں گے اور اسلام کو قبول کر لیں گے، کیونکہ آج تو اہل کتاب سے جزیہ لے کر ان کو، ان کے دین پر رہنے دیا جاتا ہے، اس وقت وہ جزیہ کو قبول نہیں کریں گے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جزیہ کے قبول کرنے کے وقت کی تعیین فرما دی ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کی آمد تک قبول ہے۔ عیسیٰ علیہ السلام آپ کی شریعت کے تابع ہوں گے اور

[390] اخرجه البخاري في ((صحيحه)) في احاديث الانبياء، باب نزول عيسى ابن مريم عليهما السلام برقم (٣٤٤٨) انظر ((التحفة)) برقم (١٣١٧٨)

اس کے مطابق عمل کریں گے، قادیان کا متنبی نعوذ باللہ اگر مسیح موعود تھا، تو اس کی ماں کا نام مریم کیوں نہیں تھا۔ اہل کتاب اس پر ایمان کیوں نہیں لائے، صلیب کیوں توڑی نہیں جا سکی اور خنزیر کی فراوانی کیوں ہے۔

[391] ۲۴۳۔(. . .) حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا لَيْثٌ عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي سَعِيدٍ عَنْ عَطَاءِ بْنِ مِينَاءَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ ((وَاللّٰهِ لَيَنْزِلَنَّ ابْنُ مَرْيَمَ حَكَمًا عَادِلًا فَلَيَكْسِرَنَّ الصَّلِيبَ وَلَيَقْتُلَنَّ الْخِنْزِيرَ وَلَيَضَعَنَّ الْجِزْيَةَ وَلَتُتْرَكَنَّ الْقِلَاصُ فَلَا يُسْعٰى عَلَيْهَا وَلَتَذْهَبَنَّ الشَّحْنَاءُ وَالتَّبَاغُضُ وَالتَّحَاسُدُ وَلَيَدْعُوَنَّ إِلَى الْمَالِ فَلَا يَقْبَلُهُ أَحَدٌ))

[391]۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ کی قسم، عیسیٰ بن مریم یقیناً حاکم عادل بن کر اتریں گے۔ ضرور صلیب کو توڑ ڈالیں گے، خنزیر کو قتل کریں گے، اور جزیہ موقوف کر دیں گے، اور ضرور ہی جوان اونٹوں کو چھوڑ دیا جائے گا اور ان سے محنت ومشقت نہیں لی جائے گی، اور یقیناً لوگوں کے دلوں سے عداوت باہمی بغض وحسد ختم ہو جائے گا۔ اور لازماً لوگوں کو مال کی دعوت دی جائے گی تو اسے کوئی قبول نہیں کرے گا۔

مفردات الحدیث

❶ قِلَاصٌ. قلوص کی جمع ہے، نوجوان اونٹ۔ ❷ لَا يُسْعٰى عَلَيْهَا: ان پر محنت ومشقت نہیں کی جائے گی مال ودولت کی کثرت اور لوگوں کی دنیا سے بے نیازی و بے رغبتی اور آخرت کی فکر کی بنا پر لوگوں کی توجہ آخرت کی طرف ہوگی، زکاۃ قبول کرنے والا کوئی نہیں رہے گا، سب آخرت کی فکر کرنے والے ہوں گے، اس لیے اونٹوں سے لوگ کام نہیں لیں گے۔ ❸ الشحناء: عداوت ودشمنی، اور بغض وکینہ۔ ❹ تباغض، باہمی بغض۔ ❺ تحاسد، ایک دوسرے سے حسد وکینہ۔

[392] ۲۴۴۔(. . .) حَدَّثَنِي حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ أَخْبَرَنِي نَافِعٌ مَوْلَى أَبِي قَتَادَةَ الْأَنْصَارِيِّ

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ ((كَيْفَ أَنْتُمْ إِذَا نَزَلَ ابْنُ مَرْيَمَ فِيكُمْ وَإِمَامُكُمْ مِنْكُمْ))

[392]۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اس وقت تمہاری کیا حالت ہوگی، جب مریم کے بیٹے (عیسیٰ) تم میں اتریں گے اور تمہارا امام تمھی میں سے ہوگا؟''

[393] ۲۴۵۔(. . .) وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ حَدَّثَنَا ابْنُ أَخِي ابْنِ

[391] انفرد به مسلم۔ انظر ((التحفة)) برقم (۱۴۲۰۸)

[392] اخرجه البخاری فی ((صحیحه)) فی احادیث الانبیاء، باب نزول عیسی ابن مریم علیهما السلام برقم (۳۴۴۹) انظر ((التحفة)) برقم (۱۴۶۳۶)

[393] تقدم تخریجه (۳۹۰)

شِهَابٍ عَنْ عَمِّهِ قَالَ أَخْبَرَنِي نَافِعٌ مَوْلَى أَبِي قَتَادَةَ الأَنْصَارِيِّ أَنَّهُ سَمِعَ
عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ ((كَيْفَ أَنْتُمْ إِذَا نَزَلَ ابْنُ مَرْيَمَ فِيكُمْ فَأَمَّكُمْ))

[393] ۔حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تمہاری حالت کیا ہوگی، جب تم میں مریم کے بیٹے اتریں گے اور تمہارا مقتدا اور رہنما ہوں گے؟''

[394] ٢٤٦۔(. . .)وَحَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنِي الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي ذِئْبٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ نَافِعٍ مَوْلَى أَبِي قَتَادَةَ
عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ((كَيْفَ أَنْتُمْ إِذَا نَزَلَ فِيكُمُ ابْنُ مَرْيَمَ فَأَمَّكُمْ مِنْكُمْ)) فَقُلْتُ لِابْنِ أَبِي ذِئْبٍ إِنَّ الْأَوْزَاعِيَّ حَدَّثَنَا عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ نَافِعٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ ((وَإِمَامُكُمْ مِنْكُمْ)) قَالَ ابْنُ أَبِي ذِئْبٍ تَدْرِي مَا أَمَّكُمْ مِنْكُمْ قُلْتُ تُخْبِرُنِي قَالَ فَأَمَّكُمْ بِكِتَابِ رَبِّكُمْ تَبَارَكَ وَتَعَالَى وَسُنَّةِ نَبِيِّكُمْ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

[394] ۔حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تمہاری کیا شان ہوگی جب تم میں ابن مریم اتریں گے، اور تمہارے فرد بن کر امامت کریں گے؟ ابن ابی ذئب کے شاگرد نے ان سے پوچھا، اوزاعی نے ہمیں زہری کی نافع سے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت سنائی، تو یہ الفاظ کہے، اِمَامُكُمْ مِنْكُمْ، تمہارا امام تمھی میں سے ہوگا (اور آپ کہہ رہے ہیں، ابن مریم امامت کروائیں گے) ابن ابی ذئب نے جواب دیا، جانتے ہو مَا اَمَّكُمْ منکم کا مقصد کیا ہے؟ شاگرد نے کہا، مجھے آپ بتا دیں، تو استاد نے جواب دیا، کہ تمہارے رب کی کتاب اور تمہارے نبی ﷺ کی سنت کے مطابق تمہاری قیادت و رہنمائی فرمائیں گے۔

[395] ٢٤٧۔(١٥٦)حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ شُجَاعٍ وَهَارُونُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ وَحَجَّاجُ بْنُ الشَّاعِرِ قَالُوا حَدَّثَنَا حَجَّاجٌ وَهُوَ ابْنُ مُحَمَّدٍ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ قَالَ أَخْبَرَنِي أَبُو الزُّبَيْرِ أَنَّهُ
عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ يَقُولُ سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقُولُ ((لَا تَزَالُ طَائِفَةٌ مِنْ أُمَّتِي يُقَاتِلُونَ عَلَى الْحَقِّ ظَاهِرِينَ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ قَالَ فَيَنْزِلُ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ علیہ السلام فَيَقُولُ أَمِيرُهُمْ تَعَالَ صَلِّ لَنَا فَيَقُولُ لَا إِنَّ بَعْضَكُمْ عَلَى بَعْضٍ أُمَرَاءُ تَكْرِمَةَ اللّٰهِ هٰذِهِ الْأُمَّةَ))

---

[394] تقدم تخریجه (٣٩٠)

[395] اخرجه مسلم فی ((صحیحه)) فی الجهاد، باب: قوله ﷺ: ((لا تزال طائفة من امتی ظاهرین علی الحق لا یضرهم من خالفهم)) برقم (٤٩٣١) انظر ((التحفة)) برقم (٢٨٤٠)

[395] ۔ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''میری امت کا ایک گروہ ہمیشہ حق کی خاطر لڑتا رہے گا اور حق پر ہوگا، اور وہ قیامت تک (دشمنوں پر) غالب ہوگا۔ پھر عیسیٰ بن مریم اتریں گے، تو اس طائفہ کا امیر کہے گا، آیئے! ہمیں جماعت کرایئے، تو عیسیٰ علیہ السلام جواب دیں گے، نہیں، تم ایک دوسرے پر امیر ہو، اللہ نے اس امت کو یہ عزت وشرف بخشا ہے۔

فائدہ :...... جب عیسیٰ علیہ السلام کا نزول ہوگا تو بیت المقدس میں نماز کے لیے امام مہدی علیہ السلام آگے بڑھ چکے ہوں گے، وہ پیچھے ہٹ کر عیسیٰ علیہ السلام کو امامت کی دعوت دیں گے، لیکن وہ ان کی دعوت کو قبول نہیں فرمائیں گے، تاکہ یہ بات واضح ہو جائے کہ اس دین کے تابع ہو کر اترے ہیں، جب ان کا اس امت کا ایک فرد ہونا ظاہر ہو جائے گا، تو بعد میں اگر وہ امام بھی بن جائیں گے تو کوئی شبہ پیدا نہیں ہوگا۔ وہ کتاب وسنت کے مطابق ہی حکمرانی کریں گے، اور اس امت کے ایک فرد متصور ہوں گے۔

٧٢...... بَاب: بَيَانِ الزَّمَنِ الَّذِي لَا يُقْبَلُ فِيهِ الْإِيمَانُ

باب ٧٢ : وہ دور جس میں ایمان قبول نہیں کیا جائے گا

[396] ٢٤٨ ـ (١٥٧) حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَيُّوبَ وَقُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ وَعَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ قَالُوا حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ يَعْنُونَ ابْنَ جَعْفَرٍ عَنِ الْعَلَاءِ وَهُوَ ابْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ أَبِيهِ

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ لَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتَّى تَطْلُعَ الشَّمْسُ مِنْ مَغْرِبِهَا فَإِذَا طَلَعَتْ مِنْ مَغْرِبِهَا آمَنَ النَّاسُ كُلُّهُمْ أَجْمَعُونَ فَيَوْمَئِذٍ لَا يَنْفَعُ نَفْسًا إِيمَانُهَا لَمْ تَكُنْ آمَنَتْ مِنْ قَبْلُ أَوْ كَسَبَتْ فِي إِيمَانِهَا خَيْرًا

[396] ۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جب تک سورج مغرب سے طلوع نہ ہو، قیامت قائم نہیں ہوگی، جب وہ مغرب سے طلوع ہو جائے گا تو سب کے سب لوگ ایمان لے آئیں گے، تو اس دن کسی ایسے شخص کو اس کا ایمان فائدہ نہیں دے گا، جو پہلے ایمان نہیں لایا تھا یا ایمان کے نتیجہ میں کوئی نیکی نہیں کی تھی۔

[397] حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَابْنُ نُمَيْرٍ وَأَبُو كُرَيْبٍ قَالُوا حَدَّثَنَا ابْنُ فُضَيْلٍ ح وَحَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ كِلَاهُمَا عَنْ عُمَارَةَ بْنِ الْقَعْقَاعِ عَنْ أَبِي زُرْعَةَ

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم بِمِثْلِ حَدِيثِ الْعَلَاءِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

---

[396] انفرد به مسلم- انظر ((التحفة)) برقم (١٣٩٨٨)

[397] اخرجه البخاری فی ((صحيحه)) فی التفسير ، باب: ﴿قل هلم شهداكم﴾ برقم ←

[397] امام صاحب مذکورہ بالا روایت اپنے مختلف اساتذہ سے بیان کرتے ہیں۔

[398] ۲۴۹-(۱۵۸) وحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَا حَدَّثَنَا وَكِيعٌ ح وَحَدَّثَنِيهِ زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ يُوسُفَ الْأَزْرَقُ جَمِيعًا عَنْ فُضَيْلِ بْنِ غَزْوَانَ ح وَحَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ وَاللَّفْظُ لَهُ حَدَّثَنَا ابْنُ فُضَيْلٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَازِمٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ ((ثَلَاثٌ إِذَا خَرَجْنَ لَا يَنْفَعُ نَفْسًا إِيمَانُهَا لَمْ تَكُنْ آمَنَتْ مِنْ قَبْلُ أَوْ كَسَبَتْ فِي إِيمَانِهَا خَيْرًا طُلُوعُ الشَّمْسِ مِنْ مَغْرِبِهَا وَالدَّجَّالُ وَدَابَّةُ الْأَرْضِ))

[398]۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تین چیزوں کا جب ظہور ہو جائے گا تو کسی شخص کو اس کا ایمان جو اس سے پہلے ایمان نہیں لا چکا تھا یا اپنے ایمان کے سبب کوئی نیکی نہیں کی تھی، فائدہ نہیں دے گا، سورج کا اپنے غروب کی جگہ سے نکلنا اور دجال اور دابۃ الارض (زمین سے نکلنے والا عجیب وغریب جانور) کا ظہور۔"

فائدہ:...... وہ ایمان مقبول ومعتبر ہے جو بالغیب ہو (بن دیکھے ہو)، جب قیامت کا وقوع یقینی ہو گیا اور اس کے وقوع کی نشانیاں ظاہر ہو گئیں، تو ایسے وقت کا ایمان معتبر نہیں ہے جیسا کہ غرغرہ کی حالت میں مقبول نہیں ہے، ہاں قرب قیامت کی علامات کے ظہور کے وقت کا ایمان معتبر ہے، سورج کا مغرب سے نکلنا اور دابۃ الارض کا (زمین سے ایک عجیب وغریب جانور) کا نکلنا جس کی تفصیلات کسی صحیح حدیث سے ثابت نہیں، یہ وقوع قیامت کی علامت ہے، دجال اور عیسیٰ علیہ السلام کا ظہور قیامت کے قرب کی علامات ہیں، اس لیے ان کے وقت کا ایمان معتبر ہے، اس وقت تک غیبی حقائق کا انکشاف نہیں ہوا ہو گا۔

[399] ۲۵۰-(۱۵۹) حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَيُّوبَ وَإِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ جَمِيعًا عَنِ ابْنِ عُلَيَّةَ قَالَ ابْنُ أَيُّوبَ حَدَّثَنَا ابْنُ عُلَيَّةَ حَدَّثَنَا يُونُسُ عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ يَزِيدَ التَّيْمِيِّ سَمِعَهُ فِيمَا أَعْلَمُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي ذَرٍّ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ يَوْمًا ((أَتَدْرُونَ أَيْنَ تَذْهَبُ هَذِهِ الشَّمْسُ قَالُوا اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ قَالَ إِنَّ هَذِهِ تَجْرِي حَتَّى تَنْتَهِيَ إِلَى مُسْتَقَرِّهَا تَحْتَ الْعَرْشِ فَتَخِرُّ سَاجِدَةً فَلَا تَزَالُ كَذَلِكَ حَتَّى يُقَالَ لَهَا ارْتَفِعِي ارْجِعِي مِنْ حَيْثُ جِئْتِ فَتَرْجِعُ فَتُصْبِحُ طَالِعَةً مِنْ مَطْلِعِهَا ثُمَّ

← (٤٦٣٥) وابوداود في ((سننه)) في الملاحم، باب: امارات الساعة برقم (٤٣١٢) وابن ماجه في ((سننه)) في الفتن، باب: طلوع الشمس من مغربها برقم (٤٠٦٨) انظر ((التحفة)) برقم (١٤٨٩٧)

[398] اخرجه الترمذي في ((جامعه)) في التفسير، باب ومن سورة الانعام برقم (٣٠٧٢) انظر ((التحفة)) برقم (١٣٤٢١)

[399] اخرجه البخاري في ((صحيحه)) في بدء الخلق، باب: صفة الشمس والقمر برقم (٣١٩٩) وفي التفسير، باب: ﴿والشمس تجري لمستقرلها ذلك تقدير العزيز العليم﴾ برقم (٤٨٠٢) ←

تَجْرِی حَتّٰی تَنْتَهِیَ إِلٰی مُسْتَقَرِّهَا تَحْتَ الْعَرْشِ فَتَخِرُّ سَاجِدَةً وَلَا تَزَالُ كَذٰلِكَ حَتّٰی يُقَالَ لَهَا ارْتَفِعِي ارْجِعِي مِنْ حَيْثُ جِئْتِ فَتَرْجِعُ فَتُصْبِحُ طَالِعَةً مِّنْ مَطْلِعِهَا ثُمَّ تَجْرِی لَا يَسْتَنْكِرُ النَّاسَ مِنْهَا شَيْئًا حَتّٰی تَنْتَهِیَ إِلٰی مُسْتَقَرِّهَا ذَاكَ تَحْتَ الْعَرْشِ فَيُقَالُ لَهَا ارْتَفِعِي اِصْبِحِي طَالِعَةً مِّنْ مَّغْرِبِكِ فَتُصْبِحُ طَالِعَةً مِّنْ مَّغْرِبِهَا)) فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ ((أَتَدْرُونَ مَتٰی ذَاكُمْ)) ذَاكَ حِينَ لَا يَنْفَعُ نَفْسًا إِيمَانُهَا لَمْ تَكُنْ اٰمَنَتْ مِنْ قَبْلُ أَوْ كَسَبَتْ فِي إِيمَانِهَا خَيْرًا

[399] ۔حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک دن پوچھا، جانتے ہو یہ سورج کہاں جاتا ہے؟'' صحابہ نے جواب دیا، اللہ اور اس کا رسول ہی خوب جانتے ہیں، آپ نے فرمایا: ''یہ چلتا رہتا ہے، یہاں تک کہ عرش کے نیچے اپنے مستقر پر پہنچ کر سجدہ کرتا ہے، تو وہ اس حالت میں رہتا ہے، حتی کہ اس کو کہا جاتا ہے، اٹھو! اور جہاں سے آئے ہو ادھر لوٹ جاؤ، تو وہ واپس لوٹتا ہے اور اگلی صبح اپنے مطلع سے طلوع ہوتا ہے، پھر اگلے دن چلتا ہے، یہاں تک کہ عرش کے نیچے اپنے جائے قرار پر پہنچ کر سجدہ ریز ہو جاتا ہے اور اسی حالت میں رہتا ہے، یہاں تک کہ اس کو کہا جاتا ہے، بلند ہو اور جہاں سے آئے ہو، لوٹ جاؤ تو وہ واپس چلا جاتا ہے اور اپنے طلوع ہونے کی جگہ سے طلوع ہوتا ہے، پھر چلتا ہے، لوگ اس میں کچھ نرالا پن نہیں پاتے، اس طرح وہ ایک دن عرش کے نیچے اپنے مستقر پر پہنچے گا، تو اسے کہا جائے گا، بلند ہو اور اپنے مغرب سے طلوع ہو، تو وہ اپنے مغرب سے طلوع ہوگا۔'' پھر آپ نے پوچھا: ''کیا جانتے ہو یہ کب ہوگا؟'' یہ اس وقت ہوگا، جب کسی شخص کو جو اس سے پہلے ایمان نہیں لایا ہوگا، یا اپنے ایمان کے باعث نیکی نہیں کی ہوگی، ایمان لانا مفید نہیں ہوگا۔''

فائدہ :......اس کائنات کا ذرہ ذرہ اور ہر چیز اللہ کے حضور سجدہ کناں ہے، سورۃ حج میں فرمایا: ﴿أَلَمْ تَرَ أَنَّ اللّٰهَ يَسْجُدُ لَهُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْأَرْضِ وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ وَالنُّجُومُ وَالْجِبَالُ وَالشَّجَرُ وَالدَّوَآبُّ﴾ (الحج:١٨) ''کیا تمہیں معلوم نہیں، اللہ کو وہ سب سجدہ کرتے ہیں جو آسمان میں ہیں اور جو زمین میں ہیں سورج اور چاند بھی ستارے اور پہاڑ بھی، اور درخت و چوپائے بھی۔''

ہر چیز کا سجدہ اس کی حیثیت اور مقام کے اعتبار سے ہے، اس طرح اس کی زبان اور تسبیح اس کے مقام کے مطابق

← و (٤٨٠٣) مختصراً۔ وفی التوحید، باب: ﴿وكان عرشه على الماء﴾ ﴿وهو رب العرش العظيم﴾ برقم (٧٤٢٤) وفی باب: قول الله تعالى: ﴿تعرج الملائكة والروح اليه﴾ برقم (٧٤٣٣) وابوداود فی ((سننه)) فی الحروف والقرات، باب برقم (٤٠٠٢) والترمذی فی ((جامعه)) فی الفتن، باب: ما جاء فی طلوع الشمس من مغربها برقم (٢١٨٦) والترمذی فی ((جامعه)) فی الفتن، باب: ما جاء فی طلوع الشمس من مغربها برقم (٢١٨٦) وفی باب: من سورة يس برقم (٣٢٢٧) وقال: هذا حديث حسن صحيح۔ انظر ((التحفة)) برقم (١١٩٩٤)

ہے، اللہ تعالیٰ ہر چیز کی زبان کو سمجھتا ہے اور ہر چیز اس کے حکم کو سمجھتی ہے، عرش پوری کائنات کے اوپر ہے، ہر چیز کہیں بھی ہو وہ عرش کے نیچے ہے اور کوئی چیز اس کی اجازت کے بغیر حرکت نہیں کر سکتی، سورج کا طلوع وغروب بھی اس کی اجازت کے مرہون منت ہے اور اس کا غروب آنکھوں سے اوجھل ہونا اور طلوع آنکھوں کے سامنے آنا ہے، جب تک اللہ کو اس دنیا کو قائم رکھنا مطلوب ہے یہ سلسلہ جاری رہے گا اور جب اس دنیا کا نظام درہم برہم کرنا مطلوب ہوگا تو سورج مشرق کی بجائے مغرب سے طلوع ہوگا، جو اس دنیا کے خاتمہ کی علامت ہوگا اور قیامت قائم ہو جائے گی۔

[400] ٢٥١ـ(. . .) وَحَدَّثَنِي عَبْدُ الْحَمِيدِ بْنُ بَيَانٍ الْوَاسِطِيُّ أَخْبَرَنَا خَالِدٌ يَعْنِي ابْنَ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ يُونُسَ عَنْ إِبْرَاهِيمَ التَّيْمِيِّ عَنْ أَبِيهِ

عَنْ أَبِي ذَرٍّ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ يَوْمًا ((أَتَدْرُونَ أَيْنَ تَذْهَبُ هٰذِهِ الشَّمْسُ بِمِثْلِ مَعْنَى حَدِيثِ ابْنِ عُلَيَّةَ))

[400] ـ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دن رسول اللہ ﷺ نے پوچھا: کیا جانتے ہو یہ سورج کہاں جاتا ہے؟ ابن علیّہ کی حدیث کا مفہوم نقل کیا ہے۔

[401] (. . .) وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَأَبُو كُرَيْبٍ وَاللَّفْظُ لِأَبِي كُرَيْبٍ قَالَا حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ عَنْ إِبْرَاهِيمَ التَّيْمِيِّ عَنْ أَبِيهِ

عَنْ أَبِي ذَرٍّ قَالَ دَخَلْتُ الْمَسْجِدَ وَرَسُولُ اللّٰهِ ﷺ جَالِسٌ فَلَمَّا غَابَتِ الشَّمْسُ قَالَ ((يَا أَبَا ذَرٍّ هَلْ تَدْرِي أَيْنَ تَذْهَبُ هٰذِهِ)) قَالَ قُلْتُ اللّٰهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ قَالَ ((فَإِنَّهَا تَذْهَبُ فَتَسْتَأْذِنُ فِي السُّجُودِ فَيُؤْذَنُ لَهَا وَكَأَنَّهَا قَدْ قِيلَ لَهَا ارْجِعِي مِنْ حَيْثُ جِئْتِ فَتَطْلُعُ مِنْ مَغْرِبِهَا)) قَالَ ثُمَّ قَرَأَ فِي قِرَاءَةِ عَبْدِاللّٰهِ وَذٰلِكَ مُسْتَقَرٌّ لَهَا

[401] حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ''میں مسجد میں داخل ہوا، رسول اللہ ﷺ تشریف فرما تھے، جب سورج غروب ہو گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''اے ابوذر! جانتے ہو، یہ کہاں جاتا ہے؟'' میں نے عرض کیا اللہ اور اس کا رسول ہی بہتر جانتے ہیں، آپ نے فرمایا: ''یہ جا کر سجدہ کی اجازت طلب کرتا ہے، اس کو اجازت مل جاتی ہے، گویا اس کو کہہ دیا گیا ہے، جہاں سے آئے ہو، وہیں لوٹ جاؤ، (آخر کار) اس کو کہا جائے گا اپنے مغرب سے طلوع ہو، تو وہ مغرب سے طلوع ہوگا، پھر عبداللہ کی قراءت کے مطابق پڑھا۔'' اور یہ اس کا جائے قرار ہے۔''

[400] تقدم تخريجه برقم (٣٩٧)

[401] تقدم تخريجه (٣٩٧)

[402] ٢٥١-(. . .) حَدَّثَنَا أَبُو سَعِيدٍ الأَشَجُّ وَإِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ إِسْحَاقُ أَخْبَرَنَا وَقَالَ الأَشَجُّ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ حَدَّثَنَا الأَعْمَشُ عَنْ إِبْرَاهِيمَ التَّيْمِيِّ عَنْ أَبِيهِ

عَنْ أَبِي ذَرٍّ قَالَ سَأَلْتُ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ عَنْ قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالَى وَالشَّمْسُ تَجْرِي لِمُسْتَقَرٍّ لَّهَا قَالَ ((مُسْتَقَرُّهَا تَحْتَ الْعَرْشِ)).

[402] ۔حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا: اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کا کیا مطلب ہے کہ سورج اپنے مستقر کی طرف چل رہا ہے (یٰس آیت ۳۸) آپ نے جواب دیا: ''اس کا مستقر عرش کے نیچے ہے۔''

فائدہ:......مختلف علاقوں اور مختلف ملکوں کے اعتبار سے اس کا طلوع وغروب الگ الگ ہے اور اس کو اس کی اجازت لینے کے لیے ٹھہرنے یا توقف کی ضرورت نہیں ہے، وہ اس کے حکم سے طلوع وغروب ہو رہا ہے، اور اس کے مالک کی تدبیر ہے، جس میں کسی منٹ سیکنڈ کے آگے پیچھے ہونے کا امکان نہیں ہے، اس کے حکم سے موسموں میں تبدیلی واقع ہو رہی ہے اور اس کے حکم کے مطابق، طلوع وغروب کا وقفہ کہیں کم ہے اور کہیں زیادہ ہے اور کہیں ہر موسم میں تقریباً یکساں رہتا ہے، (دن رات تقریباً برابر ہوتے ہیں)۔ اور عرش کے نیچے گزرتے ہوئے اجازت طلب کرتا ہے۔

٧٣......بَاب: بَدْءِ الْوَحْيِ إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

باب ۷۳: رسول اللہ ﷺ کی طرف وحی کی ابتدا

[403] ٢٥٢-(١٦٠) حَدَّثَنِي أَبُو الطَّاهِرِ أَحْمَدُ بْنُ عَمْرِو بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ سَرْحٍ أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ حَدَّثَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ

عَنْ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ ﷺ أَخْبَرَتْهُ أَنَّهَا قَالَتْ كَانَ أَوَّلُ مَا بُدِءَ بِهِ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ مِنَ الْوَحْيِ الرُّؤْيَا الصَّادِقَةُ فِي النَّوْمِ فَكَانَ لَا يَرٰى رُؤْيَا إِلَّا جَاءَتْ مِثْلَ فَلَقِ الصُّبْحِ ثُمَّ حُبِّبَ إِلَيْهِ الْخَلَاءُ فَكَانَ يَخْلُو بِغَارِ حِرَاءٍ يَتَحَنَّثُ فِيهِ وَهُوَ التَّعَبُّدُ اللَّيَالِيَ أُولَاتِ الْعَدَدِ قَبْلَ أَنْ يَرْجِعَ إِلَى أَهْلِهِ وَيَتَزَوَّدُ لِذٰلِكَ ثُمَّ يَرْجِعُ إِلَى خَدِيجَةَ فَيَتَزَوَّدُ لِمِثْلِهَا حَتّٰى فَجِئَهُ الْحَقُّ وَهُوَ فِي غَارِ حِرَاءٍ فَجَاءَهُ الْمَلَكُ فَقَالَ اقْرَأْ قَالَ مَا أَنَا بِقَارِئٍ قَالَ

[402] تقدم تخريجه (٣٩٧)

[403] اخرجه البخاري في ((صحيحه)) في التفسير، باب: ﴿اقرا باسم ربك الذى خلق﴾ برقم (٤٩٥٣) انظر ((التحفة)) برقم (١٦٧٠٦)

فَأَخَذَنِي فَغَطَّنِي حَتَّى بَلَغَ مِنِّي الْجَهْدَ ثُمَّ أَرْسَلَنِي فَقَالَ اقْرَأْ قَالَ قُلْتُ ((مَا أَنَا بِقَارِئٍ)) قَالَ فَأَخَذَنِي فَغَطَّنِي الثَّانِيَةَ حَتَّى بَلَغَ مِنِّي الْجَهْدَ ثُمَّ أَرْسَلَنِي فَقَالَ اقْرَأْ فَقُلْتُ ((مَا أَنَا بِقَارِئٍ)) فَأَخَذَنِي فَغَطَّنِي الثَّالِثَةَ حَتَّى بَلَغَ مِنِّي الْجَهْدَ ثُمَّ أَرْسَلَنِي فَقَالَ اقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ خَلَقَ الْإِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ اقْرَأْ وَرَبُّكَ الْأَكْرَمُ الَّذِي عَلَّمَ بِالْقَلَمِ عَلَّمَ الْإِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ فَرَجَعَ بِهَا رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ تَرْجُفُ بَوَادِرُهُ حَتَّى دَخَلَ عَلَى خَدِيجَةَ فَقَالَ ((زَمِّلُونِي زَمِّلُونِي)) فَزَمَّلُوهُ حَتَّى ذَهَبَ عَنْهُ الرَّوْعُ ثُمَّ قَالَ لِخَدِيجَةَ ((أَيْ خَدِيجَةُ مَا لِي)) وَأَخْبَرَهَا الْخَبَرَ قَالَ ((لَقَدْ خَشِيتُ عَلَى نَفْسِي)) قَالَتْ لَهُ خَدِيجَةُ كَلَّا أَبْشِرْ فَوَاللّٰهِ لَا يُخْزِيكَ اللّٰهُ أَبَدًا وَاللّٰهِ إِنَّكَ لَتَصِلُ الرَّحِمَ وَتَصْدُقُ الْحَدِيثَ وَتَحْمِلُ الْكَلَّ وَتَكْسِبُ الْمَعْدُومَ وَتَقْرِي الضَّيْفَ وَتُعِينُ عَلَى نَوَائِبِ الْحَقِّ فَانْطَلَقَتْ بِهِ خَدِيجَةُ حَتَّى أَتَتْ بِهِ وَرَقَةَ بْنَ نَوْفَلِ بْنِ أَسَدِ بْنِ عَبْدِ الْعُزَّى وَهُوَ ابْنُ عَمِّ خَدِيجَةَ أَخِي أَبِيهَا وَكَانَ امْرَأً تَنَصَّرَ فِي الْجَاهِلِيَّةِ وَكَانَ يَكْتُبُ الْكِتَابَ الْعَرَبِيَّ وَيَكْتُبُ مِنَ الْإِنْجِيلِ بِالْعَرَبِيَّةِ مَا شَاءَ اللّٰهُ أَنْ يَكْتُبَ وَكَانَ شَيْخًا كَبِيرًا قَدْ عَمِيَ فَقَالَتْ لَهُ خَدِيجَةُ أَيْ عَمِّ اسْمَعْ مِنَ ابْنِ أَخِيكَ قَالَ وَرَقَةُ بْنُ نَوْفَلٍ يَا ابْنَ أَخِي مَاذَا تَرَى فَأَخْبَرَهُ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ خَبَرَ مَا رَآهُ فَقَالَ لَهُ وَرَقَةُ هٰذَا النَّامُوسُ الَّذِي أُنْزِلَ عَلَى مُوسَى عليه السلام يَا لَيْتَنِي فِيهَا جَذَعًا يَا لَيْتَنِي أَكُونُ حَيًّا حِينَ يُخْرِجُكَ قَوْمُكَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ ((أَوَ مُخْرِجِيَّ هُمْ)) قَالَ وَرَقَةُ نَعَمْ لَمْ يَأْتِ رَجُلٌ قَطُّ بِمَا جِئْتَ بِهِ إِلَّا عُودِيَ وَإِنْ يُدْرِكْنِي يَوْمُكَ أَنْصُرْكَ نَصْرًا مُؤَزَّرًا۔

[403]۔سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ وحی کا آغاز، سب سے پہلے نیند میں سچے خوابوں سے ہوا، رسول اللہ ﷺ جو خواب بھی دیکھتے، اس کی تعبیر روشن صبح کی طرح ہوتی، پھر خلوت گزینی آپ کے نزدیک محبوب بنا دی گئی، اور آپ غار حراء میں تنہائی اختیار کرتے، اور اپنے اہل کی طرف واپسی سے پہلے، کئی کئی راتیں وہاں گناہ سے بچتے یعنی بندگی کرتے، اور اس کے لیے خورونوش کا سامان لے جاتے، پھر خدیجہ رضی اللہ عنہا کے پاس واپس آ کر اتنی ہی راتوں کے لیے پھر سامان خورونوش لے جاتے، یہاں تک کہ آپ کے پاس اچانک حق (فرشتۂ وحی) آ گیا، اور آپ غار حراء میں تھے، چنانچہ آپ کے پاس فرشتہ آیا اور اس نے کہا، پڑھیے، آپ نے جواب دیا، میں پڑھا ہوا

نہیں ہوں۔ تو اس نے مجھے پکڑ کر زور سے دبایا، یہاں تک کہ اس کا دباؤ میری طاقت کی انتہا کو پہنچ گیا، پھر اس نے مجھے چھوڑ دیا اور کہا، پڑھیے، تو میں نے کہا: میں پڑھا ہوا نہیں ہوں۔ پھر اس نے مجھے پکڑا اور دوبارہ مجھے بھینچا، یہاں تک اس کا دباؤ میری طاقت کی انتہا کو پہنچ گیا، پھر اس نے مجھے چھوڑ دیا، اور کہا پڑھیے، میں نے کہا، میں پڑھا ہوا نہیں ہوں۔ پھر اس نے مجھے پکڑا اور تیسری دفعہ دبوچا حتیٰ کہ مجھے پوری قوت سے دبایا، پھر مجھے چھوڑ دیا اور کہا: ''اپنے اس رب کے نام کی برکت وتوفیق سے پڑھیے جس نے پیدا کیا، جس نے انسان کو گوشت کے لوتھڑے سے پیدا کیا، پڑھیے اور آپ کا رب بڑا کریم ہے، جس نے قلم کے ذریعہ تعلیم دی، اور انسان کو وہ باتیں سکھائیں جو وہ نہیں جانتا تھا۔'' (سورۃ علق: آیت ۱۔۵) یہ آیات لے کر رسول اللہ ﷺ اس حال میں واپس خدیجہ رضی اللہ عنہا کے پاس پہنچے کہ آپ پر کپکپی طاری تھی۔ آپ نے فرمایا: ''مجھے کپڑا اوڑھاؤ، مجھ پر کپڑا ڈالو۔'' گھر والوں نے کپڑا اوڑھایا، یہاں تک کہ آپ کا خوف زائل ہو گیا، پھر آپ نے خدیجہ رضی اللہ عنہا سے کہا: اے خدیجہ! مجھے کیا ہوا، اور اسے پورا واقعہ سنایا، کہا مجھے تو اپنی جان کا خطرہ پڑ گیا۔'' خدیجہ رضی اللہ عنہا نے آپ کو جواب دیا، ہرگز نہیں، خوش ہو جائیے، اللہ کی قسم! اللہ تعالیٰ آپ کو ہرگز رسوا نہیں کرے گا۔ اللہ شاہد ہے۔ آپ صلہ رحمی کرتے ہیں، سچی بات کرتے ہیں، کمزوروں کا بوجھ اٹھاتے ہیں، نایاب چیزیں دیتے ہیں۔ (نایاب، سے مراد وہ چیز ہے جو کسی اور سے نہ مل سکتی ہو، اس کی توجیہ آگے موجود ہے) مہمان نوازی کرتے ہیں، حق کے لیے پیش آمدہ مصائب میں مدد کرتے ہیں۔ خدیجہ رضی اللہ عنہا آپ کو لے کر اپنے چچا زاد، ورقہ بن نوفل کے پاس پہنچیں، جس نے جاہلیت کے دور میں عیسائیت اختیار کر لی تھی اور وہ عربی خط میں لکھتے تھے، اور انجیل کا عربی میں ترجمہ جس قدر اللہ کو منظور ہوتا کرتے تھے، بہت بوڑھے تھے اور بینائی جاتی رہی تھی، خدیجہ نے اس سے کہا: اے چچا! اپنے بھتیجے کی بات سنیے، ورقہ بن نوفل نے پوچھا: اے بھتیجے، آپ نے کیا دیکھا ہے؟ رسول اللہ ﷺ نے جو کچھ دیکھا تھا، اسے بتایا، تو ورقہ نے آپ سے کہا، یہی وہی راز داں (فرشتہ) ہے، جسے موسیٰ علیہ السلام کی طرف بھیجا گیا تھا، اے کاش! میں اس وقت میں جواں ہوتا، اے کاش میں اس وقت زندہ ہوں، جب آپ کی قوم، آپ کو نکالے گی، رسول اللہ ﷺ نے پوچھا: ''کیا وہ مجھے نکال دیں گے؟ ورقہ نے کہا، ہاں، کبھی کوئی آدمی آپ جیسا پیغام لے کر نہیں آیا، مگر اس سے دشمنی کی گئی، اور اگر آپ کے اس دن کو میں نے پا لیا تو آپ کی بھرپور مدد کروں گا۔

مفردات الحدیث

❀ ① الوحی: وحی کا لغوی معنی ہے، انتہائی خفیہ یا پوشیدہ طریقے سے خبر دینا، اور اس کا اطلاق اشارتاً، کتابت، مکتوب، رسالہ اور الہام والقاء پر بھی ہوتا ہے اور شرعی طور پر اس کلام کو وحی کہا جاتا ہے جو کسی

نبی یا رسول پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہو۔ ❷ الرؤیا الصادقة: سچا خواب۔ جو چیز آپ خواب میں دیکھتے وہ ٹھیک اسی طرح بیداری میں سامنے آ جاتی۔ ❸ فَلَقَ الصُّبْحِ: سپیدہ سحر، صبح کی روشنی، یعنی وہ خواب بالکل واضح ہوتا، اس میں کسی قسم کا خفا و پوشیدگی نہ ہوتی۔ ❹ ثم حبب الیه الخلاء: تنہائی اور خلوت سے محبت پیدا ہو گئی، تا کہ پورے اطمینان، فراغت قلبی سے سوچ و بچار کا موقع ملے اور مالوفات انسانی سے الگ تھلگ ہو کر دل میں خشوع و خضوع پیدا ہو۔ ❺ یتحنّث: گناہ سے بچنا، حنث گناہ کو کہتے ہیں، اور تحنث، گناہ سے اجتناب کو، گویا عبادت، انسان کو گناہ سے بچاتی ہے، اس لیے اس کی تفسیر تعبد (بندگی کرنا) سے کی گئی ہے۔ ❻ اللیالی ذوات العدد: اس کام میں کئی راتیں صرف فرماتے، کبھی کبھی پورا ماہ رمضان، اسی طرح گزر جاتا۔ ❼ حتّٰی فَجِئَهُ الْحَقُّ: اچانک آپ کے پاس فرشتہ وحی لے کر آ گیا، آپ کو اس کی امید یا توقع نہ تھی، تقدیر اللہ کے علم کے اعتبار سے، تو ہر چیز آسمان و زمین کی تخلیق سے بھی پچاس ہزار سال پہلے، لوح محفوظ میں لکھ دی گئی ہے جس میں، نبوت، ولایت، سعادت و شقاوت، نیکی و بدی ہر چیز کا ریکارڈ ہے، اس اعتبار سے تو آپ کیا، ہر نبی، ہر صحابی، ہر ولی بلکہ ہر انسان کا مقام و مرتبہ پہلے سے متعین ہے، لیکن ہر چیز کا ظہور اپنے مقررہ وقت پر ہوتا ہے، ہر انسان کی پیدائش اور موت کا وقت مقرر ہے، لیکن اس کا ظہور اپنے اپنے وقت پر ہوگا۔ اسی طرح آپ کی نبوت کا وقت مقرر تھا، لیکن جب آپ کی طرف وحی کی آمد شروع ہوئی، تو آپ نبی بن گئے، وحی کی آمد سے پہلے آپ نبی نہیں تھے (اگر چہ تقدیر اور اللہ کے علم میں نبی تھے) اس لیے یہ کہنا کہ آپ ولادت کے وقت بلکہ، اس وقت نبی تھے کہ جب ابھی آدم علیہ السلام پیدا بھی نہیں ہوئے تھے، یہ درست نہیں ہے، اگر آپ پہلے ہی نبی تھے، تو پھر اس بحث کی ضرورت کیا ہے کہ آپ غار حرا میں عبادت، کس شریعت کے مطابق کرتے تھے، نیز جو حالات پہلی وحی کے وقت پیش آئے، کیا وہ بعد میں بھی پیش آئے، جب آپ پہلے سے نبی تھے، اور آپ کو اس کا علم تھا، تو پھر یہ صورت حال کیوں پیش آئی۔ ❽ ما انا بقاری: میں پڑھا ہوا نہیں ہوں، اکثر علماء نے ما کو نافیہ قرار دیا ہے، اور اس کا معنی ہے مَا اَحْسَنُ الْقِرَاءَةِ، میں اچھی طرح نہیں پڑھ سکتا، اور یہ اس صورت میں ہوتا ہے، جب کسی کو کوئی لکھی ہوئی چیز دی جائے اور کہا جائے پڑھ۔ یا ویسے ہی اسے کہا جائے پڑھ، لیکن اگر کوئی انسان، اس کو لفظ کی شناخت کرا کر کہے پڑھ، یا عبارت بول کر کہے، اس عبارت کو دہرا، تو وہ پڑھ سکتا ہے، اس لیے جب فرشتے نے وحی کے الفاظ آپ کے سامنے پڑھے، تو آپ نے بھی پیچھے پڑھ دیئے۔ بعض علماء نے اس کا معنی استفہامیہ کیا ہے، جیسا کہ ایک روایت کے الفاظ میں، کَیْفَ اَقْرَاءُ، میں کیسے پڑھوں (میں تو اپنے طور پر پڑھ نہیں سکتا) دوسری روایت ہے مَاذَا اَقْرَاءُ، میں کیا پڑھوں۔ تمام متقدمین شارحین کی تصریحات کے باوجود، اور یہ ماننے کے باوجود کہ آپ اُمی تھے۔ اگر بالفرض آپ پڑھے لکھے

ہوتے تو لوگوں کو آپ کی نبوت میں شک پیدا ہوتا۔ یہ دعویٰ کیا جاتا ہے کہ آپ نے پڑھنے سے انکار فرمایا کہ میں پڑھنے والا نہیں ہوں، میری عبادت میں خلل پیدا ہوتا ہے، جب چوتھی بار جبرائیل نے اقراء باسم ربك الذي خلق کہا، تب آپ کا ذہن اس طرف متوجہ ہوا کہ یہ بھی تو اسی ذات کا نام لے رہا ہے جس کے مشاہدہ اور مطالعہ میں مستغرق ہوں، سو آپ نے پڑھ لیا، تو کیا جب جبریل نے پہلی دفعہ دبوچا تھا، اس سے آپ کی عبادت میں خلل پیدا نہیں ہوا تھا، اور آپ کے جواب سے، آپ کی عبادت متاثر نہیں ہوئی تھی اور آپ تو پہلے سے نبی تھی، تو آپ کو پہلے کیوں پتہ نہ چلا۔ ⑨ حتی بلغ مني الجهد: جهد، جیم پر فتح اور ضمہ دونوں پڑھنا درست ہیں، معنی ہوگا غایت (انتہا) اور مشقت، دال پر اگر زبر ہو تو معنی ہوگا، جبریل نے اپنی پوری قوت صرف کر دی، اس نے پوری طاقت سے دبایا تھا، چونکہ وہ انسانی شکل وصورت میں تھا، اس لیے اس میں قوت بھی انسانی تھی کوئی انسان ملکی قوت وطاقت کو برداشت نہیں کر سکتا، اور نہ ہی فرشتہ کو مشقت لائق ہوتی ہے، اگر دال پر پیش ہو تو معنی ہوگا میں نے وباؤ سہنے میں اپنی پوری طاقت نچوڑ دی، میری طاقت آخری مراحل میں داخل ہوگئی۔ ممکن ہے پہلی دفعہ غط (دباؤ) دنیا کے خیالات و تفکرات سے رخ پھیرنے کے لیے ہو، دوسری دفعہ، آپ کے خیالات وتوجہ کو اپنی طرف مبذول کرنے کے لیے اور تیسری دفعہ اپنے سے مانوس کرنے کے لیے کیا ہو۔ (ارشاد الساری: ۱/۶۳) ⑩ ترجف بوادرة: بوادر، بادرة کی جمع ہے، شانے کے گوشت کو کہتے ہیں، وہ گھبراہٹ اور اضطراب کی وجہ سے ہل رہا تھا، ⑪ زملوني: مجھے کپڑے میں لپیٹ دو یا مجھ پر کپڑا ڈال دو۔ ⑫ الرَّوع: گھبراہٹ، پریشانی۔ ⑬ لَقد خَشِيتُ على نفسي: فرشتے کے دباؤ اور گھبراہٹ کی بنا پر مجھے اپنی جان کا خطرہ پیدا ہوگیا تھا، اس فقرہ کا تعلق غار حرا، میں گزرنے والے حالات سے ہے، کیونکہ یہ ماضی کا صیغہ ہے، اور اس واقعہ کی شدت کو بیان کرنا مقصود ہے، اگر اس کا معنی حال واستقبال کا لیا جائے، جیسا کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے جواب سے محسوس ہوتا ہے تو پھر معنی یہ ہوگا کہ مجھے خطرہ ہے کہ میں اس عہدہ اور ذمہ داری کو کما حقہ ادا نہیں کر سکوں گا، یا اس عظیم ذمہ داری کو اٹھا نہیں سکوں گا، تو تب حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے کہا، اگر آپ اس ذمہ داری کے اہل نہ ہوتے یا اس کو ادا نہ کر سکتے تو یہ ذمہ داری آپ پر ڈالی ہی نہ جاتی، آپ جیسی صفات عالیہ اور اخلاق حسنہ کے مالک کو اللہ تعالیٰ رسوا نہیں کرے گا، جس پر ذمہ داری ڈالی جائے اور وہ اس کو ادا نہ کر سکے، تو یہ چیز اس کے لیے ذلت ورسوائی کا باعث بنتی ہے، اس لیے یہ ممکن نہیں کہ آپ اس ذمہ داری کو پورا نہ کر سکیں۔ ⑭ تحمل الكل: کل، بوجھ۔ هُوَ كُلٌّ عَلٰى مَوْلَاه، وہ اپنے آقا کے لیے بوجھ ہے۔ یعنی آپ کمزوروں، یتیموں اور بے کسوں کی مدد واعانت کرتے ہیں، ان کو نان ونفقہ مہیا کرتے ہیں۔ ⑮ تکسب المعدوم: کَسَبَ اور اکسب کا معنی ہوتا ہے کسی کو کما کر دینا، معدوم، اگر محتاج کے معنی میں ہو یعنی فقیر وتنگدست، تو پھر معنی

ہوگا فقیر وقلاش کو کما کر دیتے ہیں، کیونکہ معدوم غیر موجود کو کہتے ہیں اور فقیر محتاج لاشئی معدودم معدم کے معنی میں آ جاتا ہے یا معنی ہوگا کہ آپ نایاب چیزیں دیتے ہیں، آپ جیسی تعلیمات اور ہدایات کہیں سے حاصل نہیں ہوسکتیں، اس صورت میں کسب ثلاثی مجرد سے ہوگا اور اس کو ثلاثی مزید فیہ سے مانیں تو مفعول اول محذوف ہوگا اور معدوم کا موصوف بھی محذوف ہوگا۔ تَكْسِبَ غَيْرَكَ الْمَالَ الْمَعْدُوْمَ دوسروں کو نایاب مال کما کر دیتے ہیں۔ ⑯ نوائب الحق: نوائب، نائبة کی جمع ہے، حادثہ اور مصیبت کو کہتے ہیں، کہ اگر کسی کو حق کی بنا پر مصیبت سے دوچار ہونا پڑے تو آپ اس کی اعانت کرتے ہیں، غلط کاموں میں مدد نہیں کرتے۔ ⑰ تَنَصَّر فِي الجَاهِلِيَّة: آپ کی بعثت سے پہلے اس نے عیسائیت اختیار کرلی تھی۔ ⑱ ناموس: رازداں، خیر کے رازداں کو ناموس اور شر کے رازداں کو جاسوس کہتے ہیں۔ ⑲ الجُذَع: طاقتور نوجوان۔ ⑳ نَصراً مؤزراً: مضبوط اور قوی مدد، بھرپور طور پر ساتھ دینا۔

فوائد :...... ❶ وحی کی آمد سے پہلے آپ کو اس کے لیے تیار کیا گیا، آپ کے دل میں یکسوئی اور خلوت گزینی کی محبت پیدا کی گئی، تاکہ آپ الگ تھلگ ہو کر یکسوئی کے ساتھ غور وفکر کے عادی بن جائیں، اور لوگوں سے میل جول کم ہو جائے، دل کے اندر صفائی پیدا ہو جائے۔ ❷ سچے خوابوں کے ذریعہ رشد وہدایت کی طرف رہنمائی کی گئی ہے کہ طلوع شمس سے پہلے سپیدہ سحر نمودار ہوتا ہے۔ ❸ جبریل علیہ السلام اچانک وحی لے کر آئے، اور ایسا رویہ اختیار کیا کہ آئندہ وحی کا تحمل آسان ہو جائے، اور کچھ عرصہ کے لیے وحی بند ہوگئی تاکہ آپ کے دل میں اس کے حصول کی محبت وشوق بڑھے، محبوب چیز ایک دفعہ حاصل ہو جائے پھر چھن جائے تو پھر اس کے حصول کا اشتیاق بہت بڑھ جاتا ہے، اس بنا پر وحی کی بندش کے دور میں آپ غمگین ہو جاتے تھے اور جبریل سامنے آ کر آپ کے غم وحزن کو ہلکا کرتے تھے۔ ❹ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے آپ کی چھ صفات کمال بیان کی ہیں، جو آپ کی کامیابی وکامرانی کی ضامن تھیں: (۱) صلہ رحمی (۲) صدق مقال (۳) ضعیفوں اور ناتواں لوگوں کی مدد ونصرت (۴) محتاجوں، فقیروں کی اعانت (۵) مہمان نوازی (۶) پیش آمدہ مصائب میں تعاون اور یہی صفات آج بھی دین کی تبلیغ اور نشر واشاعت کی ضامن ہیں اور مسلمان ان کو اپنا کر پوری دنیا میں دین کو غالب کر سکتے ہیں، خاص طور پر علماء جو آپ کے وارث ہیں، ان کے لیے یہ لمحہ فکریہ ہیں۔ ❺ دوسروں کو متاثر کرنے کے لیے فیصلہ کن چیز انسان کی سیرت وکردار ہے، آپ نے خدیجہ کو نبوت کے تسلیم کرنے کی دعوت نہیں دی محض نزول وحی کا واقعہ سنایا اور اپنے اوپر گزرنے والی کیفیات سے آگاہ کیا، اس نے خود بخود آپ کی نبوت کو تسلیم کیا بلکہ اپنے خیال کے مطابق آپ کو تسلی دی اور مزید اطمینان کے لیے اپنے چچا زاد کے پاس لے گئیں، اس نے آپ کی نبوت کو تسلیم کیا اور آئندہ پیش آنے والے حالات سے آگاہ کیا، اور بھرپور مدد کی یقین دہانی کرائی۔ ❻ دین کی تبلیغ اور اس کی نشر واشاعت کرنے والوں کو مصائب وآلام اور اپنوں کی دشمنی وعداوت سے گزرنا پڑتا ہے، یہ میدان پھولوں کی سیج نہیں ہے

کانٹوں بھری راہ ہے، جس کے لیے صبر وثبات اور استقامت و پامردی کی ضرورت ہے۔ 7 سب سے پہلے اترنے والی وحی، سورۃ علق کی ابتدائی آیات ہیں، جو غار حرا میں اتریں اور پھر تقریباً ڈھائی سال تک وحی کی آمد بند رہی۔ 8 عربوں کے آداب کے مطابق بڑے کو چچا کے نام سے پکارا جاتا تھا، ورقہ چونکہ عمر رسیدہ تھے، اس لیے انہیں آپ کا چچا کہا۔

[404] ٢٥٣۔(. . .)وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ قَالَ قَالَ الزُّهْرِيُّ وَأَخْبَرَنِي عُرْوَةُ

عَنْ عَائِشَةَ أَنَّهَا قَالَتْ أَوَّلُ مَا بُدِءَ بِهِ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ مِنَ الْوَحْيِ وَسَاقَ الْحَدِيثَ بِمِثْلِ حَدِيثِ يُونُسَ غَيْرَ أَنَّهُ قَالَ فَوَاللّٰهِ لَا يُحْزِنُكَ اللّٰهُ أَبَدًا وَقَالَ قَالَتْ خَدِيجَةُ أَيِ ابْنَ عَمِّ اسْمَعْ مِنِ ابْنِ أَخِيكَ

[404]۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی طرف وحی کی ابتدا، آگے یونس کی حدیث کی طرح حدیث بیان کی، صرف اتنا فرق ہے کہ معمر نے کہا "فَوَاللّٰهِ لَا يَحْزُنُكَ اللّٰهُ أَبَدًا" "اللہ کی قسم! اللہ کبھی تمہیں پریشان نہیں کرے گا۔" اور خدیجہ رضی اللہ عنہا کے الفاظ یہ نقل کیے، اے چچا کے بیٹے! اپنے بھتیجے کی بات سن۔

[405] ٢٥٤۔(. . .)وَحَدَّثَنِي عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ شُعَيْبِ بْنِ اللَّيْثِ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ جَدِّي قَالَ حَدَّثَنِي عُقَيْلُ بْنُ خَالِدٍ قَالَ ابْنُ شِهَابٍ

عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ يَقُولُ قَالَتْ عَائِشَةُ زَوْجُ النَّبِيِّ ﷺ فَرَجَعَ إِلَى خَدِيجَةَ يَرْجُفُ فُؤَادُهُ وَاقْتَصَّ الْحَدِيثَ بِمِثْلِ حَدِيثِ يُونُسَ وَمَعْمَرٍ وَلَمْ يَذْكُرْ أَوَّلَ حَدِيثِهِمَا مِنْ قَوْلِهِ أَوَّلُ مَا بُدِءَ بِهِ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ مِنَ الْوَحْيِ الرُّؤْيَا الصَّادِقَةُ وَتَابَعَ يُونُسَ عَلَى قَوْلِهِ فَوَاللّٰهِ لَا يُخْزِيكَ اللّٰهُ أَبَدًا وَذَكَرَ قَوْلَ خَدِيجَةَ أَيِ ابْنَ عَمِّ اسْمَعْ مِنِ ابْنِ أَخِيكَ

[405]۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئے، آپ کا دل دھڑک رہا تھا، پھر یونس اور معمر کی طرح حدیث بیان کی، اور ان دونوں کی روایت کا ابتدائی حصہ کہ رسول اللہ ﷺ کی طرف وحی

[404] اخرجه البخاری فی ((صحیحه)) فی التعبیر، اول ما بدی به رسول الله ﷺ من الوحی الرویا الصالحة مطولا برقم (٦٩٨٢) وفی التفسیر، باب: قوله: ﴿اقراوربك الاكرام﴾ برقم (٤٩٥٦) انظر ((التحفة)) برقم (١٦٦٣٧)

[405] اخرجه البخاری فی ((صحیحه)) فی بدء الوحی، باب: كیف كان بدء الوحی الی رسول الله ﷺ برقم (٣) مطولا بتمامه۔ وفی التفسیر، باب: قوله: ﴿خلق الانسان من علق﴾ مختصرا برقم (٤٩٥٥) انظر ((التحفة)) برقم (١٦٥٤٠)

کا آغاز، سچے خوابوں کی صورت میں ہوا۔ بیان نہیں کیا اور عقیل بن خالد نے یونس کی طرح "فوالله لا يخزيك الله ابدا" کے الفاظ استعمال کیے۔ اور خدیجہ رضی اللہ عنہا کا قول، ای ابن عم ، اسمع من ابن اخيك ، اللہ کی قسم! اللہ آپ کو کبھی رسوا نہیں کرے گا۔ (اے چچا کے بیٹے، بھتیجے کی بات سن) نقل کیا ہے۔

[406] ٢٥٤-(١٦١)وحَدَّثَنِي أَبُو الطَّاهِرِ أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ حَدَّثَنِي يُونُسُ قَالَ قَالَ ابْنُ شِهَابٍ أَخْبَرَنِي أَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ

عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ الْأَنْصَارِيِّ وَكَانَ مِنْ أَصْحَابِ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ كَانَ يُحَدِّثُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ وَهُوَ يُحَدِّثُ عَنْ فَتْرَةِ الْوَحْيِ قَالَ فِي حَدِيثِهِ ((**فَبَيْنَا أَنَا أَمْشِي سَمِعْتُ صَوْتًا مِّنَ السَّمَاءِ فَرَفَعْتُ رَأْسِي فَإِذَا الْمَلَكُ الَّذِي جَآئَنِي بِحِرَآءٍ جَالِسًا عَلَى كُرْسِيٍّ بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ** قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ **فَجُئِثْتُ مِنْهُ فَرَقًا فَرَجَعْتُ فَقُلْتُ زَمِّلُونِي زَمِّلُونِي فَدَثَّرُونِي فَأَنْزَلَ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالَى**)) يَاأَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ قُمْ فَأَنْذِرْ وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ وَهِيَ الْأَوْثَانُ قَالَ ثُمَّ تَتَابَعَ الْوَحْيُ

[406]۔ حضرت جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہ جو صحابہ کرام میں سے تھے بندش وحی کا واقعہ بیان کرتے ہوئے، بتاتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: دریں اثناء کہ میں چل رہا تھا، میں نے آسمان سے آواز سنی تو میں نے سر اٹھایا، دیکھا کہ وہی فرشتہ جو میرے پاس غار حرا میں آیا تھا، وہ آسمان وزمین کے درمیان کرسی پر بیٹھا ہے، تو میں خوف زدہ ہو کر گھبرا کر گھر واپس آ گیا، اور میں نے کہا، مجھے کپڑا اوڑھاؤ، مجھ پر کپڑا ڈالو، تو گھر والوں نے مجھ پر کپڑا ڈال دیا، اس پر اللہ تبارک وتعالیٰ نے یہ آیات اتاریں، اے کپڑے میں لپٹنے والے، اٹھیے، پھر لوگوں کو ڈرائیے اور اپنے پروردگار کی بڑائی بیان کیجئے اور اپنے کپڑے پاک رکھیے اور بتوں سے الگ رہیے۔" (مدثر:۱۔۵) رجز سے مراد بت ہیں۔ آپ نے فرمایا، پھر وحی مسلسل نازل ہونے لگی۔

[406] اخرجه البخاري في ((صحيحه)) في بدء الوحي ، باب: كيف كان بدء الوحي الى رسول الله ﷺ برقم (٣) وفي التفسير برقم (٤٩٢٢) و (٤٩٢٣) و (٤٩٢٥) وفي باب: سورة ﴿اقرا باسم ربك الذى خلق﴾ برقم (٤٩٥٣) وفي بدء الخلق ، باب: اذا قال احدكم: آمين- والملائكة في السماء فوافقت احداهما الاخرى غفرله ما تقدم من ذنبه برقم (٣٢٣٨) وفي الادب ، باب: رفع البصر الى السماء ، وقوله تعالى: ﴿افلا ينظرون الى الابل كيف خلقت﴾ برقم (٦٢١٤) والترمذي في ((جامعه)) في التفسير ، باب ومن سورة المدثر وقال: هذا حديث حسن صحيح برقم (٣٣٢٥) انظر ((التحفة)) برقم (٣١٥٢)

مفردات الحدیث ❶ فَتْرةُ الوَحْي: وحی کی بندش، رکاوٹ، اس کے تسلسل کا قائم نہ رہنا۔ ❷ فَجُئِثْتُ: میں مرعوب اور خوف زدہ ہوگیا، گھبرا گیا۔ جأث سے ماخوذ ہے۔ ❸ فَرَق: خوف وڈر۔

فائدہ:...... وحی کے رک جانے کے بعد، سب سے پہلے اترنے والی وحی، سورۂ مدثر کی آیات ہیں۔

[407] ٢٥٦۔(. . .)وَحَدَّثَنِي عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ شُعَيْبِ بْنِ اللَّيْثِ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ جَدِّي قَالَ حَدَّثَنِي عُقَيْلُ بْنُ خَالِدٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا سَلَمَةَ بْنَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ يَقُولُ أَخْبَرَنِي جَابِرُ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ يَقُولُ ((ثُمَّ فَتَرَ الْوَحْيُ عَنِّي فَتْرَةً فَبَيْنَا أَنَا أَمْشِي)) ثُمَّ ذَكَرَ مِثْلَ حَدِيثِ يُونُسَ غَيْرَ أَنَّهُ قَالَ ((فَجُئِثْتُ مِنْهُ فَرَقًا حَتّٰى هَوَيْتُ إِلَى الْأَرْضِ قَالَ)) و قَالَ أَبُو سَلَمَةَ وَالرُّجْزُ الْأَوْثَانُ قَالَ ثُمَّ حَمِيَ الْوَحْيُ بَعْدُ وَتَتَابَعَ

[407]۔حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا، آپ فرمارہے تھے: ''پھر مجھ سے کچھ وقت وحی بالکل بند ہوگئی، اس اثنا میں کہ میں چل رہا تھا، پھر یونس کی طرح روایت بیان کی، صرف اتنا فرق ہے کہ عقیل نے کہا، تو میں خوف سے مرعوب ہوگیا، حتیٰ کہ میں زمین پر گر گیا۔ اور ابوسلمہ نے بتایا، رِجْز سے مراد بت ہیں، اور کہا: پھر وحی گرم ہوگئی، اور اس میں تسلسل پیدا ہوگیا۔

مفردات الحدیث ❶ هَوِيتُ الى الارض: میں زمین پر گر گیا۔ ❷ حَمِيَ الوحي وتَتَابَع: حمی کا معنی ہے اس کے نزول میں اضافہ اور کثرت پیدا ہوگئی، اور تتابع سے اس کی تاکید کی ہے کہ وہ مسلسل اور لگاتار اترنے لگی۔

[408] وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ نَحْوَ حَدِيثِ يُونُسَ وَقَالَ فَأَنْزَلَ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى يٰاَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ اِلٰى قَوْلِهٖ وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ قَبْلَ أَنْ تُفْرَضَ الصَّلٰوةُ وَهِيَ الْأَوْثَانُ وَقَالَ ((فَجُئِثْتُ مِنْهُ)) كَمَا قَالَ عُقَيْلٌ

[408] امام صاحب ایک اور سند سے مذکورہ بالا روایت نقل کرتے ہیں، آخر میں ہے تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے اتارا: ''اے کپڑے میں لپٹنے والے، ...... سے لے کر ...... بتوں سے دور رہیے۔'' (مدثر: ١ تا ٥) یہ نماز کی فرضیت سے پہلے کا واقعہ ہے، رجز سے مراد بت ہیں اور عقیل کی طرح کہا: فُجِئْتُ منه ، میں اس سے گھبرا گیا۔

مفردات الحدیث جُئِثْتُ: خلیل اور کسائی نے جُئِثَ اور جُثَّ کا ایک ہی معنی کیا ہے، مرعوب اور خوف زدہ ہونا۔

---

[407] تقدم تخریجه (٤٠٤)

[408] تقدم تخریجه (٤٠٤)

[409] ۲۵۷۔(. . .)وحَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ حَدَّثَنَا الْأَوْزَاعِيُّ عَنْ يَحْيَى يَقُولُ سَأَلْتُ أَبَا سَلَمَةَ أَيُّ الْقُرْآنِ أُنْزِلَ قَبْلُ قَالَ يَآ يُّهَا الْمُدَّثِّرُ فَقُلْتُ أَوِ اقْرَأْ فَقَالَ سَأَلْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِاللهِ أَيُّ الْقُرْآنِ أُنْزِلَ قَبْلُ قَالَ يَآأَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ فَقُلْتُ أَوِ اقْرَأْ قَالَ جَابِرٌ أُحَدِّثُكُمْ مَا حَدَّثَنَا رَسُولُ اللهِ ﷺ قَالَ ((جَاوَرْتُ بِحِرَآءٍ شَهْرًا فَلَمَّا قَضَيْتُ جِوَارِي نَزَلْتُ فَاسْتَبْطَنْتُ بَطْنَ الْوَادِي فَنُودِيتُ فَنَظَرْتُ أَمَامِي وَخَلْفِي وَعَنْ يَمِينِي وَعَنْ شِمَالِي فَلَمْ أَرَ أَحَدًا ثُمَّ نُودِيتُ فَنَظَرْتُ فَلَمْ أَرَ أَحَدًا ثُمَّ نُودِيتُ فَرَفَعْتُ رَأْسِي فَإِذَا هُوَ عَلَى الْعَرْشِ فِي الْهَوَآءِ يَعْنِي جِبْرِيلَ عَلَيْهِ السَّلَام فَأَخَذَتْنِي رَجْفَةٌ شَدِيدَةٌ فَأَتَيْتُ خَدِيجَةَ فَقُلْتُ دَثِّرُونِي فَدَثَّرُونِي فَصَبُّوا عَلَيَّ مَآءً فَأَنْزَلَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ)) يَآأَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ قُمْ فَأَنْذِرْ وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ

[409]۔ یحیٰ نے ابوسلمہ رحمۃ اللہ سے سوال کیا: ''سب سے پہلے قرآن کا کونسا حصہ نازل ہوا؟'' اس نے جواب دیا: یا ایھا المدثر، تو میں نے پوچھا، کیا اقراء نہیں؟ تو ابوسلمہ نے کہا، میں نے جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا، سب سے پہلے قرآن کا کونسا حصہ اتارا گیا؟ تو جابر نے جواب دیا، یا ایھا المدثر، تو میں نے کہا، کیا اقراء نہیں؟ جابر رضی اللہ عنہ نے کہا، میں تمہیں وہی بتاتا ہوں، جو ہمیں رسول اللہ ﷺ نے بتایا۔ آپ نے فرمایا: میں نے ایک ماہ حرا میں گزارا، جب میں نے اپنا اعتکاف مکمل کر لیا، تو میں اتر کر وادی کے درمیان پہنچ گیا، تو مجھے آواز دی گئی، اس پر میں نے اپنے آگے اور اپنے پیچھے، اپنے دائیں اور اپنے بائیں نظر دوڑائی، تو مجھے کوئی نظر نہ آیا۔ پھر مجھے آواز دی گئی تو میں نے دیکھا، مجھے کوئی نظر نہ آیا، پھر مجھے (تیسری بار) آواز دی گئی، اس پر میں نے اپنا سر اوپر اٹھایا تو وہ یعنی جبرائیل فضا میں عرش (تخت کرسی) پر بیٹھا ہوا تھا، تو مجھ پر سخت لرزہ طاری ہوگیا، میں خدیجہ رضی اللہ عنہا کے پاس آ گیا اور کہا مجھے کپڑا اوڑھا دو، انہوں نے کپڑا اوڑھا دیا، اور مجھ پر پانی ڈالا، اللہ تعالیٰ نے آیات اتاریں: ''اے کپڑے میں لپٹنے والے، اٹھ کر ڈرا اور اپنے رب کی کبریائی بیان کر اور اپنے کپڑے پاک صاف رکھ۔'' (سورۃ المدثر: ۱ تا ۴)

مفردات الحدیث ❶ جاورتُ: میں نے مجاورت واعتکاف کیا، مصدر جوار ہے، پڑوس میں رہنا، کسی جگہ رک جانا۔ ❷ اِسْتَبْطَنْتُ: بطن سے ماخوذ ہے، اندر چلے جانا، میں وادی کے اندر چلا گیا۔ ❸ عرش: چارپائی، کرسی، تخت۔ ❹ رَجْفَة شَدِيدة: سخت کپکپی، شدید لرزہ، سخت بے چینی۔

[409] تقدم تخرجه (٤٠٤)

فائدہ:...... اس حدیث سے بظاہر یہ محسوس ہوتا ہے کہ سب سے پہلے اترنے والی وحی، سورۃ مدثر کی ابتدائی آیات ہیں، لیکن اگر تمام احادیث پر مجموعی طور پر نظر ڈالی جائے تو یہ بات واضح ہے کہ سب سے پہلے اترنے والی، وحی سورۃ اقراء کی ابتدائی آیات ہیں کیونکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت (۲۵۲) میں صاف موجود ہے کہ پہلی وحی، غار حراء میں اتری، جس میں جبریل علیہ السلام نے آپ کو تین دفعہ دبایا، اور جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث (۴۰۷ اور ۴۰۶) میں تصریح موجود ہے کہ فترت وحی کے بعد، سب سے پہلے اترنے والی آیات، سورۃ مدثر کی ابتدائی آیات ہیں، گویا پہلی وحی کے بعد وحی کی آمد رک گئی، پھر کچھ عرصہ کے بعد دوبارہ آغاز ہوا، لیکن سورۃ مدثر کی آیات کے بعد وحی میں تسلسل پیدا ہوگیا۔ نیز اس روایت میں یہ صراحت بھی موجود ہے کہ یہ وحی لانے والا فرشتہ وہی تھا، جو جاء نی بحراء، (میرے پاس حرا میں آچکا تھا) اور سورۃ مدثر کی آیات، غار حراء کے بعد اتریں ہیں جبکہ پہلی وحی کا نزول، غار حرام میں ہو چکا تھا۔

[410] ۲۵۸۔(. . .)حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى: حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ عُمَرَ: أَخْبَرَنَا عَلِيُّ ابْنُ الْمُبَارَكِ عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ وَقَالَ ((فَإِذَا هُوَ جَالِسٌ عَلَى عَرْشٍ بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ))

[410] ۔امام صاحب ایک اور سند سے دوسری روایت بیان کرتے ہیں اور آخر میں ہے: اچانک وہ آسمان وزمین کے درمیان، تخت پر بیٹھا ہوا تھا۔

فائدہ:...... فترت وحی کے عرصہ کے بارے میں اختلاف ہے تین ماہ چھ ماہ تین سال، ڈھائی سال یہی صحیح قول ہے۔

۷۴...... بَاب: الْإِسْرَاءِ بِرَسُولِ اللّٰهِ ﷺ إِلَى السَّمٰوٰاتِ وَفَرْضِ الصَّلَوَاتِ

باب ۷۴: رسول اللہ ﷺ کو رات کو آسمانوں پر لے جانا اور نمازوں کا فرض ہونا

[411] ۲۵۹۔(۱۶۲)حَدَّثَنَا شَيْبَانُ بْنُ فَرُّوخَ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ حَدَّثَنَا ثَابِتٌ الْبُنَانِيُّ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ ((أُتِيتُ بِالْبُرَاقِ وَهُوَ دَابَّةٌ أَبْيَضُ طَوِيلٌ فَوْقَ الْحِمَارِ وَدُونَ الْبَغْلِ يَضَعُ حَافِرَهُ عِنْدَ مُنْتَهٰى طَرْفِهِ قَالَ فَرَكِبْتُهُ حَتّٰى أَتَيْتُ بَيْتَ الْمُقَدَّسِ قَالَ فَرَبَطْتُهُ بِالْحَلْقَةِ الَّتِي يَرْبِطُ بِهِ الْأَنْبِيَاءُ قَالَ ثُمَّ دَخَلْتُ الْمَسْجِدَ فَصَلَّيْتُ فِيهِ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ خَرَجْتُ فَجَاءَنِي جِبْرِيلُ عَلَيْهِ السَّلَام بِإِنَاءٍ مِنْ خَمْرٍ وَإِنَاءٍ مِّنْ لَبَنٍ فَاخْتَرْتُ اللَّبَنَ فَقَالَ جِبْرِيلُ علیہ السلام اخْتَرْتَ الْفِطْرَةَ ثُمَّ عُرِجَ بِنَا إِلَى السَّمَاءِ فَاسْتَفْتَحَ جِبْرِيلُ فَقِيلَ مَنْ أَنْتَ قَالَ

[410] تقدم تخرجه (٤٠٤)

[411] انفرد به مسلم۔ انظر ((التحفة)) برقم (٣٤٥)

جِبْرِيلُ قِيلَ وَمَنْ مَّعَكَ قَالَ مُحَمَّدٌ قِيلَ وَقَدْ بُعِثَ إِلَيْهِ قَالَ قَدْ بُعِثَ إِلَيْهِ فَفُتِحَ لَنَا فَإِذَا أَنَا بِآدَمَ فَرَحَّبَ بِي وَدَعَا لِي بِخَيْرٍ ثُمَّ عُرِجَ بِنَا إِلَى السَّمَاءِ الثَّانِيَةِ فَاسْتَفْتَحَ جِبْرِيلُ عَلَيْهِ السَّلَام فَقِيلَ مَنْ أَنْتَ قَالَ جِبْرِيلُ قِيلَ وَمَنْ مَّعَكَ قَالَ مُحَمَّدٌ قِيلَ وَقَدْ بُعِثَ إِلَيْهِ قَالَ قَدْ بُعِثَ إِلَيْهِ فَفُتِحَ لَنَا فَإِذَا أَنَا بِابْنَيِ الْخَالَةِ عِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ وَيَحْيَى بْنِ زَكَرِيَّاءَ صَلَوَاتُ اللّٰهِ عَلَيْهِمَا فَرَحَّبَا وَدَعَوَا لِي بِخَيْرٍ ثُمَّ عُرِجَ بِنَا إِلَى السَّمَاءِ الثَّالِثَةِ فَاسْتَفْتَحَ جِبْرِيلُ فَقِيلَ مَنْ أَنْتَ قَالَ جِبْرِيلُ قِيلَ وَمَنْ مَعَكَ قَالَ مُحَمَّدٌ ﷺ قِيلَ وَقَدْ بُعِثَ إِلَيْهِ قَالَ قَدْ بُعِثَ إِلَيْهِ فَفُتِحَ لَنَا فَإِذَا أَنَا بِيُوسُفَ عليه السلام إِذَا هُوَ قَدْ أُعْطِيَ شَطْرَ الْحُسْنِ فَرَحَّبَ وَدَعَا لِي بِخَيْرٍ ثُمَّ عُرِجَ بِنَا إِلَى السَّمَاءِ الرَّابِعَةِ فَاسْتَفْتَحَ جِبْرِيلُ عَلَيْهِ السَّلَام قِيلَ مَنْ هٰذَا قَالَ جِبْرِيلُ قِيلَ وَمَنْ مَّعَكَ قَالَ مُحَمَّدٌ قَالَ وَقَدْ بُعِثَ إِلَيْهِ قَالَ قَدْ بُعِثَ إِلَيْهِ فَفُتِحَ لَنَا فَإِذَا أَنَا بِإِدْرِيسَ فَرَحَّبَ وَدَعَا لِي بِخَيْرٍ قَالَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ)) وَرَفَعْنَاهُ مَكَانًا عَلِيًّا ((ثُمَّ عُرِجَ بِنَا إِلَى السَّمَاءِ الْخَامِسَةِ فَاسْتَفْتَحَ جِبْرِيلُ قِيلَ مَنْ هٰذَا قَالَ جِبْرِيلُ قِيلَ وَمَنْ مَّعَكَ قَالَ مُحَمَّدٌ قِيلَ وَقَدْ بُعِثَ إِلَيْهِ قَالَ قَدْ بُعِثَ إِلَيْهِ فَفُتِحَ لَنَا فَإِذَا أَنَا بِهَارُونَ عليه السلام فَرَحَّبَ وَدَعَا لِي بِخَيْرٍ ثُمَّ عُرِجَ بِنَا إِلَى السَّمَاءِ السَّادِسَةِ فَاسْتَفْتَحَ جِبْرِيلُ عَلَيْهِ السَّلَام قِيلَ مَنْ هٰذَا قَالَ جِبْرِيلُ قِيلَ وَمَنْ مَعَكَ قَالَ مُحَمَّدٌ قِيلَ وَقَدْ بُعِثَ إِلَيْهِ قَالَ قَدْ بُعِثَ إِلَيْهِ فَفُتِحَ لَنَا فَإِذَا أَنَا بِمُوسَى عليه السلام فَرَحَّبَ وَدَعَا لِي بِخَيْرٍ ثُمَّ عُرِجَ بِنَا إِلَى السَّمَاءِ السَّابِعَةِ فَاسْتَفْتَحَ جِبْرِيلُ فَقِيلَ مَنْ هٰذَا قَالَ جِبْرِيلُ قِيلَ وَمَنْ مَعَكَ قَالَ مُحَمَّدٌ ﷺ قِيلَ وَقَدْ بُعِثَ إِلَيْهِ قَالَ قَدْ بُعِثَ إِلَيْهِ فَفُتِحَ لَنَا فَإِذَا أَنَا بِإِبْرَاهِيمَ عليه السلام مُسْنِدًا ظَهْرَهُ إِلَى الْبَيْتِ الْمَعْمُورِ وَإِذَا هُوَ يَدْخُلُهُ كُلَّ يَوْمٍ سَبْعُونَ أَلْفَ مَلَكٍ لَا يَعُودُونَ إِلَيْهِ ثُمَّ ذَهَبَ بِي إِلَى السِّدْرَةِ الْمُنْتَهٰى وَإِذَا وَرَقُهَا كَآذَانِ الْفِيَلَةِ وَإِذَا ثَمَرُهَا كَالْقِلَالِ قَالَ فَلَمَّا غَشِيَهَا مِنْ أَمْرِ اللّٰهِ مَا غَشِيَ تَغَيَّرَتْ فَمَا أَحَدٌ مِّنْ خَلْقِ اللّٰهِ يَسْتَطِيعُ أَنْ يَّنْعَتَهَا مِنْ حُسْنِهَا فَأَوْحَى اللّٰهُ إِلَيَّ مَا أَوْحَى فَفَرَضَ عَلَيَّ خَمْسِينَ صَلَاةً فِي كُلِّ يَوْمٍ وَلَيْلَةٍ فَنَزَلْتُ إِلَى مُوسَى عليه السلام فَقَالَ مَا فَرَضَ رَبُّكَ عَلَى أُمَّتِكَ قُلْتُ خَمْسِينَ صَلَاةً قَالَ ارْجِعْ إِلَى رَبِّكَ فَاسْأَلْهُ التَّخْفِيفَ فَإِنَّ أُمَّتَكَ لَا يُطِيقُونَ ذٰلِكَ فَإِنِّي قَدْ بَلَوْتُ بَنِي إِسْرَائِيلَ وَخَبَرْتُهُمْ قَالَ فَرَجَعْتُ إِلَى رَبِّي فَقُلْتُ يَا رَبِّ خَفِّفْ عَلَى أُمَّتِي فَحَطَّ عَنِّي خَمْسًا فَرَجَعْتُ إِلَى مُوسَى فَقُلْتُ حَطَّ عَنِّي خَمْسًا قَالَ إِنَّ أُمَّتَكَ لَا يُطِيقُونَ

ذٰلِكَ فَارْجِعْ إِلَى رَبِّكَ فَاسْأَلْهُ التَّخْفِيفَ قَالَ فَلَمْ أَزَلْ أَرْجِعُ بَيْنَ رَبِّي تَبَارَكَ وَتَعَالَى وَبَيْنَ مُوسَى عَلَيْهِ السَّلَام حَتَّى قَالَ يَامُحَمَّدُ إِنَّهُنَّ خَمْسُ صَلَوَاتٍ كُلَّ يَوْمٍ وَلَيْلَةٍ لِكُلِّ صَلَاةٍ عَشْرٌ فَذٰلِكَ خَمْسُونَ صَلَاةً وَمَنْ هَمَّ بِحَسَنَةٍ فَلَمْ يَعْمَلْهَا كُتِبَتْ لَهُ حَسَنَةً فَإِنْ عَمِلَهَا كُتِبَتْ لَهُ عَشْرًا وَمَنْ هَمَّ بِسَيِّئَةٍ فَلَمْ يَعْمَلْهَا لَمْ تُكْتَبْ شَيْئًا فَإِنْ عَمِلَهَا كُتِبَتْ سَيِّئَةً وَاحِدَةً قَالَ فَنَزَلْتُ حَتَّى انْتَهَيْتُ إِلَى مُوسَى عليه السلام فَأَخْبَرْتُهُ فَقَالَ ارْجِعْ إِلَى رَبِّكَ فَاسْأَلْهُ التَّخْفِيفَ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم فَقُلْتُ قَدْ رَجَعْتُ إِلَى رَبِّي حَتَّى اسْتَحْيَيْتُ مِنْهُ))

[**411**]۔حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بتایا: ''میرے پاس براق لایا گیا (وہ ایک سفید رنگ کا لمبا چوپایہ تھا، گدھے سے اونچا اور خچر سے کم (چھوٹا) اپنا قدم وہاں رکھتا تھا، جہاں اس کی نظر پہنچتی) میں اس پر سوار ہو کر بیت المقدس پہنچا اور اس کو اس حلقہ (کنڈے) سے باندھ دیا، جس سے انبیاء علیہم السلام اپنی سواریاں باندھا کرتے تھے، پھر میں مسجد میں داخل ہوا اور اس میں دو رکعت نماز پڑھی، پھر میں نکلا، تو جبریل میرے پاس ایک شراب کا برتن اور دوسرا دودھ کا برتن لایا، میں نے دودھ کا انتخاب کیا (دودھ کو پسند کیا) تو جبریل علیہ السلام نے کہا، آپ نے فطرت کو اختیار کیا۔ پھر وہ ہمیں لے کر آسمان کی طرف چڑھا، جبریل نے دروازہ کھلوایا، تو پوچھا گیا، تو کون ہے؟ جواب دیا، جبریل ہوں، پوچھا گیا، تیرے ساتھ کون ہے؟ کہا: محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہیں۔سوال ہوا، اسے بلوایا گیا ہے؟ کہا، بلایا گیا ہے، اس پر ہمارے لیے دروازہ کھول دیا گیا، تو میں نے اچانک آدم علیہ السلام کو پایا، انھوں نے مجھے مرحبا کہا، اور میرے لیے خیر کی دعا کی، پھر ہمیں دوسرے آسمان پر لے جایا گیا، جبریل علیہ السلام نے دروازہ کھلوایا، تو پوچھا گیا، آپ کون ہیں؟ جواب دیا؟ جبریل ہوں، سوال ہوا، آپ کے ساتھ کون ہے؟ کہا: محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہیں، پوچھا گیا، کیا انہیں بلایا گیا ہے؟ جواب دیا، بلایا گیا ہے۔تو ہمارے لیے دروازہ کھول دیا گیا، تو اچانک میں نے دو خالہ زاد بھائیوں عیسیٰ بن مریم اور یحییٰ بن زکریا علیہما السلام کو پایا (اللہ ان دونوں پر رحمتیں برسائے) دونوں نے مجھے مرحبا کہا اور دعائے خیر دی، پھر جبریل مجھے تیسرے آسمان پر لے گئے اور دروازہ کھلوایا، پوچھا گیا، آپ کون ہیں؟ جواب دیا، جبریل ہوں، سوال ہوا، آپ کے ساتھ کون ہے؟ کہا: محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہیں، پوچھا گیا، کیا انہیں طلب کیا گیا ہے؟ کہا، انہیں بلایا گیا ہے، تو ہمارے لیے دروازہ کھول دیا گیا۔تو میری ملاقات یوسف علیہ السلام سے ہوئی۔انہیں حسن کا وافر حصہ ملا ہے، اس نے مرحبا کہا اور دعائے خیر کی، پھر ہمیں چوتھے آسمان کی طرف لے جایا گیا، جبریل علیہ السلام نے دروازہ کھولنے کے لیے کہا، تو سوال ہوا، آپ کون

ہیں؟ کہا، جبریل ہوں، پوچھا گیا، اور آپ کے ساتھ کون ہے؟ کہا محمد (ﷺ) ہیں، پوچھا، اور کیا انہیں بلایا گیا ہے؟ جواب دیا، انہیں بلایا گیا ہے، تو ہمارے لیے دروازہ کھول دیا گیا، اور میری ملاقات ادریس علیہ السلام سے ہوئی، انہوں نے مرحبا کہا اور دعائے خیر دی۔ اللہ کا فرمان ہے: ''ہم نے اسے بلند مقام عنایت کیا ہے۔'' (مریم: ۵۷) پھر ہمیں پانچویں آسمان پر لے جایا گیا، تو جبریل نے دروازہ کھلوایا، پوچھا گیا، آپ کون ہیں؟ کہا، جبریل ہوں۔ سوال ہوا، اور آپ کے ساتھ کون ہے؟ کہا: محمد (ﷺ) ہیں، پوچھا گیا انہیں بلوایا گیا ہے؟ کہا انہیں بلوایا گیا ہے تو ہمارے لیے دروازہ کھول دیا گیا، تو میری ملاقات ہارون علیہ السلام سے ہوئی، انہوں نے مجھے خوش آمدید کہا اور میرے لیے خیر کی دعا کی، پھر ہمیں چھٹے آسمان پر چڑھایا گیا، جبریل علیہ السلام نے دروازہ کھلوایا، پوچھا گیا، کون ہے؟ کہا، جبریل، سوال ہوا، اور آپ کے ساتھ کون ہے؟ کہا: محمد (ﷺ)، پوچھا گیا، کیا انہیں بلوایا گیا ہے؟ کہا جی ہاں! انہیں بلوایا گیا ہے، تو ہمارے لیے دروازہ کھول دیا گیا، تو میری ملاقات موسیٰ علیہ السلام سے ہوئی، انہوں نے مرحبا کہا اور میرے لیے دعائے خیر کی، پھر وہ ساتویں آسمان پر چڑھ گئے، جبریل نے دروازہ کھلوایا، تو پوچھا گیا، یہ کون ہے؟ کہا، جبریل، سوال کیا گیا اور تیرے ساتھ کون ہے؟ کہا، محمد (ﷺ)، پوچھا گیا، کیا انہیں پیغام بھیجا گیا ہے؟ کہا، انہیں پیغام بھیجا گیا ہے، تو ہمارے لیے دروازہ کھول دیا گیا، تو میں ابراہیم علیہ السلام کو پاتا ہوں، انہوں نے اپنی پشت کی ٹیک بیت المعمور سے لگائی ہوئی ہے اور وہ ایسا گھر ہے کہ اس میں ہر روز ستر ہزار فرشتے داخل ہوتے ہیں پھر ان کی باری نہیں آئے گی، پھر جبریل مجھے سدرۃ المنتہیٰ (آخری سرحد پر واقع بیری کا درخت) کے پاس لے گئے۔ اس کے پتے ہاتھیوں کے کانوں اور بیر مٹکوں کی طرح ہیں، تو جب اللہ کے حکم سے جس چیز نے اسے ڈھانپا، ڈھانپا تو اس میں ایسی تبدیلی پیدا ہوئی کہ اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں سے کوئی اس کے حسن کو بیان نہیں کر سکتا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے میری طرف جو چاہا وحی کی اور مجھ پر ہر دن، رات میں پچاس نمازیں فرض کیں، میں موسیٰ علیہ السلام کی طرف اترا تو انہوں نے پوچھا، تیرے رب نے تیری امت پر کیا فرض کیا ہے؟ میں نے جواب دیا، پچاس نمازیں۔ موسیٰ علیہ السلام نے کہا، اپنے رب کے پاس واپس جاؤ اور اس سے تخفیف کی درخواست کرو، کیونکہ تیری امت اس کی طاقت نہیں رکھے گی، میں بنو اسرائیل کو آزما چکا ہوں، اور ان کو جانچ چکا ہوں، آپ نے کہا، تو میں لوٹ کر اپنے رب کے پاس گیا اور عرض کیا، اے میرے رب! میری امت کے لیے تخفیف فرما، اللہ تعالیٰ نے پانچ نمازیں کم کر دیں۔ میں موسیٰ علیہ السلام کی طرف واپس آیا اور انہیں بتایا: ''اللہ تعالیٰ نے مجھ سے پانچ نمازیں گھٹا دیں۔'' انہوں نے کہا، تیری امت اتنی نمازیں نہیں پڑھ سکے گی، اپنے رب کی طرف لوٹ جائیے اور اس سے

تخفیف کا سوال کیجئے، آپ نے فرمایا: ''تو میں اپنے رب تبارک وتعالیٰ اور موسیٰ علیہ السلام کے درمیان آتا جاتا رہا، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے محمد! (صلی اللہ علیہ وسلم) وہ ہر دن، رات میں پانچ نمازیں ہیں، اور ہر نماز دس کے برابر ہے، اس طرح یہ پچاس نمازیں ہیں اور جو انسان کسی نیکی کی نیت کر کے کرے گا نہیں، اس کے لیے ایک نیکی لکھ دی جائے گی اور اگر وہ کرے گا تو اس کے لیے دس نیکیاں لکھی جائیں گی اور جو برائی کا ارادہ کرے گا، اور اسے کرے گا نہیں تو کچھ نہیں لکھا جائے گا، اور اگر اسے کر گزرے گا تو ایک برائی لکھی جائے گی، آپ نے فرمایا، میں اتر کر موسیٰ علیہ السلام کے پاس پہنچا اور انہیں خبر دی، تو انہوں نے کہا، اپنے رب کے پاس واپس جاؤ اور اس سے تخفیف کی درخواست کرو۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا، میں بار بار اپنے رب کے پاس گیا ہوں، حتیٰ کہ اس سے شرما گیا ہوں۔''

مفردات الحدیث

❶ بُرَاق: یہ وہ تیز رفتار (برق رفتار) سواری ہے، جس پر سوار ہو کر آپ بیت المقدس پہنچے۔ ❷ مقدس: اگر اس کو تقدیس سے مفعول کا صیغہ بنائیں تو معنی ہوگا، پاک کیا گیا، اگر اس کو مصدر میمی بنا کر مقدس پڑھیں تو معنی ہوگا طہارت و پاکیزگی کا گھر کہ وہاں انسان گناہوں سے پاک ہو جاتا ہے اور اگر اس کو ظرف مکان بنائیں تو معنی ہوگا وہ گھر جو خود پاک ہے کیونکہ وہ بتوں کی آلودگی سے پاک ہے۔ ❸ فطرة: اس سے مراد، اسلام اور استقامت ہے، کیونکہ دودھ انسان کی طبعی وفطرتی غذا ہے، جو انسان کی نشوونما کا باعث ہے، اسی طرح اللہ کی ربوبیت والوہیت کا اقرار، انسان کی فطرت اور سرشت میں رکھ دیا گیا ہے۔ ❹ بیت المعمور: آباد گھر، کعبہ کے محاذات میں ساتویں آسمان پر عبادت گاہ ہے، جس میں ہر روز ستر ہزار فرشتے عبادت کے لیے آتے ہیں اور ایک دفعہ آ جانے والوں کو دوبارہ موقع نہیں ملے گا۔ ❺ سدرة المنتهٰی: فرشتوں کے جانے کی سرحد پر واقع بیری ہے، فرشتے اس سے اوپر کے بارے میں کچھ علم نہیں رکھتے، کیونکہ وہ اوپر نہیں جا سکتے، یا اس لیے کہ اوپر سے جو کچھ اترتا ہے وہ یہاں آ کر رک جاتا ہے اور نیچے سے جو کچھ چڑھتا ہے وہ بھی یہیں رک جاتا ہے۔
❻ فِيلَة: فیل کی جمع ہے، ہاتھی۔ قِلَال: قُلَّة کی جمع ہے، بڑا مٹکا، جس میں دو یا اس سے زائد مشکیں ڈالی جا سکتی ہیں۔

فوائد: ...... ❶ واقعہ اسرا اور معراج مکہ معظمہ میں پیش آیا اور بیداری میں، آپ کے جسد اطہر کو براق کے ذریعہ، بیت المقدس لے جایا گیا، یہاں تک کے سفر کو اسرا کا نام دیا جاتا ہے اور پھر بیت المقدس سے آسمانوں پر معراج (سیڑھی، لفٹ) کے ذریعہ سے لے جایا گیا، اس کو معراج کا نام دیا جاتا ہے، اگرچہ بعض ائمہ نے دونوں کو اسرا یا معراج سے تعبیر کیا ہے، اور سائنس کی ترقی کے موجودہ دور میں اس پر کسی قسم کے اعتراض اور شک وشبہ کی گنجائش نہیں رہی، انسان جو انتہائی محدود طاقت اور علم کا مالک ہے وہ انتہائی حیرت انگیز فضائی سفر کر رہا ہے، تو خالق کائنات جس کی قوت اور علم کی کوئی حد نہیں اس کے کسی فعل پر کیسے تعجب یا اعتراض کیا جا سکتا ہے؟
❷ آسمانوں کا وجود ہے وہ محض حد نظر کا نام نہیں ہے اور کوئی انسان بغیر اجازت کے آسمان پر نہیں جا سکتا، ان پر

فرشتوں کی صورت میں چوکس پہرے دار موجود ہیں، کوئی ان کے نظر سے بچ کر نہیں نکل سکتا۔ ❸ اللہ تعالیٰ آسمانوں کے اوپر عرش پر موجود ہے اور اگر وہ اپنی ذات کے ساتھ ہر جگہ موجود ہے، تو پھر نبی اکرم ﷺ کو اوپر لے جانے کی کیا ضرورت تھی کہ وہاں جا کر آپ نے اللہ تعالیٰ سے کلام کیا، نیز اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے کلام میں حروف وآواز ہے، جس کا آپ نے سماع کیا، اور بار بار اپنی درخواست کا جواب سنا۔ ❹ نماز اتنا اہم فریضہ ہے کہ اس کو معراج کا تحفہ قرار دیا جا سکتا ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کا امت محمدیہ پر احسان ہے اور آپ کی شفقت ورحمت کا مظہر علیہ السلام کہ نمازیں پچاس سے پانچ کر دی گئیں لیکن اجر وثواب پچاس کا برقرار رہا، اس میں کمی واقع نہیں ہوئی۔ ❺ آخری بار جب موسیٰ علیہ السلام نے پھر جانے کا کہا تو آپ نے فرمایا: اب میں شرم محسوس کرتا ہوں کیونکہ ایک تو آپ کو فرمایا جا چکا اب تبدیلی نہیں ہوگی۔“ اور پھر چونکہ ہر دفعہ پانچ کی تخفیف ہوئی تھی اب جانے کا معنی یہ تھا کہ ایک نماز نہیں پڑھ سکتے۔

[412] ٢٦٠۔(. . .)حَدَّثَنِي عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ هَاشِمٍ الْعَبْدِيُّ حَدَّثَنَا بَهْزُ بْنُ أَسَدٍ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ الْمُغِيرَةِ حَدَّثَنَا

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ ((أُتِيتُ فَانْطَلَقُوا بِي إِلٰى زَمْزَمَ فَشُرِحَ عَنْ صَدْرِي ثُمَّ غُسِلَ بِمَاءِ زَمْزَمَ ثُمَّ أُنْزِلْتُ))

[412]۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میرے پاس فرشتے آئے اور مجھے زمزم کے پاس لے گئے، میرا سینہ چاک کیا گیا پھر زمزم کے پانی سے دھویا گیا، پھر مجھے چھوڑ دیا گیا، یعنی جس جگہ سے اٹھایا تھا، وہیں چھوڑ دیا۔

مفردات الحدیث ❶ شُرِحَ عن صدری: میرا سینہ چاک کیا گیا۔ ❷ اُنْزِلْتُ: مجھے چھوڑ دیا گیا۔ (تُرِكْتُ)

[413] ٢٦١۔(. . .)حَدَّثَنَا شَيْبَانُ بْنُ فَرُّوخَ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ حَدَّثَنَا ثَابِتٌ الْبُنَانِيُّ

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ أَتَاهُ جِبْرِيلُ علیہ السلام وَهُوَ يَلْعَبُ مَعَ الْغِلْمَانِ فَأَخَذَهُ فَصَرَعَهُ فَشَقَّ عَنْ قَلْبِهِ فَاسْتَخْرَجَ الْقَلْبَ فَاسْتَخْرَجَ مِنْهُ عَلَقَةً فَقَالَ هٰذَا حَظُّ الشَّيْطَانِ مِنْكَ ثُمَّ غَسَلَهُ فِي طَسْتٍ مِّنْ ذَهَبٍ بِمَاءِ زَمْزَمَ ثُمَّ لَأَمَهُ ثُمَّ أَعَادَهُ فِي مَكَانِهِ وَجَاءَ الْغِلْمَانُ يَسْعَوْنَ إِلٰى أُمِّهِ يَعْنِي ظِئْرَهُ فَقَالُوا إِنَّ مُحَمَّدًا قَدْ قُتِلَ فَاسْتَقْبَلُوهُ وَهُوَ مُنْتَقِعُ اللَّوْنِ قَالَ أَنَسٌ وَقَدْ كُنْتُ أَرٰى أَثَرَ ذٰلِكَ الْمِخْيَطِ فِي صَدْرِهِ

[412] انفرد به مسلم۔ انظر ((التحفة)) برقم (٤١٣)
[413] انفرد به مسلم۔ انظر ((تحفة الاشراف)) برقم (٣٤٦)

[413] ۔حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جبریل علیہ السلام اس وقت آئے جبکہ آپ بچوں کے ساتھ کھیل رہے تھے، آپ کو پکڑ کر گرایا اور آپ کا سینہ چاک کر کے دل نکال لیا، پھر اس سے جما ہوا خون نکالا اور کہا یہ آپ میں شیطان کا حصہ تھا، پھر اس کو سونے کے تھال (طشت) میں رکھ کر زمزم کے پانی سے دھویا، پھر اس کو (دل کو) جوڑا اور اس کی جگہ پر لوٹا دیا اور بچے دوڑتے ہوئے آپ کی والدہ یعنی آپ کی انا (رضاعی ماں) کے پاس آئے اور کہا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو قتل کر دیا گیا ہے (یہ سن کر لوگ آئے) آپ کو آگے سے ملے اور آپ کا رنگ (خوف یا گھبراہٹ کی بنا پر) بدل چکا ہے، حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، میں اس سلائی کا نشان آپ کے سینہ پر دیکھا کرتا تھا۔

مفردات الحدیث ❶ لَأَمَ: جمع کیا، ملا دیا۔ ❷ ظِئْر: دودھ پلانے والی۔ ❸ مُنْتَقِعُ اللَّوْنِ: رنگ کا خوف وحزن کی بنا پر فق ہو جانا۔ ❹ مِخْيَط: سوئی، سینے کا آلہ۔

فائدہ: ......بچپن میں شق صدر کا واقعہ، اس وقت پیش آیا جبکہ آپ کی عمر چار یا پانچ سال تھی اور آپ اپنی دایہ مائی حلیمہ کے پاس بنوسعد ہی میں رہ رہے تھے۔

[414] ٢٦٢-(. . .) حَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ سَعِيدٍ الأَيْلِيُّ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي سُلَيْمَانُ وَهُوَ ابْنُ بِلَالٍ

عَنْ شَرِيكُ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ أَبِي نَمِرٍ قَالَ سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يُحَدِّثُنَا عَنْ لَيْلَةِ أُسْرِيَ بِرَسُولِ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم مِنْ مَسْجِدِ الْكَعْبَةِ أَنَّهُ جَاءَهُ ثَلَاثَةُ نَفَرٍ قَبْلَ أَنْ يُوحَى إِلَيْهِ وَهُوَ نَائِمٌ فِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَسَاقَ الْحَدِيثَ بِقِصَّتِهِ نَحْوَ حَدِيثِ ثَابِتٍ الْبُنَانِيِّ وَقَدَّمَ فِيهِ شَيْئًا وَأَخَّرَ وَزَادَ وَنَقَصَ

[414] ۔حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ اسرا کی رات کے بارے میں بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کعبہ کی مسجد سے اسرا کروایا گیا، آپ کی طرف وحی آنے سے پہلے آپ کے پاس تین اشخاص (فرشتے) آئے اور آپ مسجد حرام میں سوئے ہوئے تھے، شریک نے واقعہ اسراء ثابت بنانی کی حدیث کی طرح سنایا اور اس میں کچھ چیزوں کو آگے پیچھے کر دیا اور کمی وبیشی بھی کی۔ (اس لیے امام مسلم نے پوری روایت نقل نہیں کی)

---

[414] اخرجه البخاری فی ((صحیحه)) فی ((المناقب)) باب: کیف کان النبی ﷺ تنام عینه ولا ینام قلبه برقم (٣٥٧٠) وفی التوحید، باب: ما جاء فی قوله عزوجل: ﴿وكلم الله موسى تكليما﴾ برقم (٧٥١٧) انظر ((التحفة)) برقم (٩٠٩)

فائدہ:...... شریک نے واقعہ اسرا کے آغاز میں اس واقعہ کا بھی تذکرہ کر دیا، جو نبوت سے پہلے نیند کی حالت میں پیش آیا، لیکن اس میں اسرا نہیں ہوا، فرشتے آپ کے پاس بیٹھ کر بات چیت کر کے چلے گئے تھے، واقعہ معراج واسرا نبوت کے بعد، ہجرت سے کچھ عرصہ قبل پیش آیا، ہجرت سے سولہ چودہ یا بارہ ماہ قبل۔ اگرچہ امام نووی رحمہ اللہ نے اس کو نبوت کے پانچ سال بعد قرار دیا، اور امام طبری نے بیعت والے سال لیکن یہ درست نہیں ہے، شریک کی روایت میں بہت سی باتیں عام روایات کے خلاف ہیں، اس لیے امام مسلم نے اس کو تفصیلاً بیان نہیں کیا۔

[415] ٢٦٣ـ(١٦٢)وحَدَّثَنِي حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى التُّجِيبِيُّ أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ كَانَ أَبُو ذَرٍّ يُحَدِّثُ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ ((**فُرِجَ سَقْفُ بَيْتِي وَأَنَا بِمَكَّةَ فَنَزَلَ جِبْرِيلُ** ﷺ **فَفَرَجَ صَدْرِي ثُمَّ غَسَلَهُ مِنْ مَاءِ زَمْزَمَ ثُمَّ جَاءَ بِطَسْتٍ مِنْ ذَهَبٍ مُمْتَلِئٍ حِكْمَةً وَإِيمَانًا فَأَفْرَغَهَا فِي صَدْرِي ثُمَّ أَطْبَقَهُ ثُمَّ أَخَذَ بِيَدِي فَعَرَجَ بِي إِلَى السَّمَاءِ فَلَمَّا جِئْنَا السَّمَاءَ الدُّنْيَا قَالَ جِبْرِيلُ عَلَيْهِ السَّلَام لِخَازِنِ السَّمَاءِ الدُّنْيَا افْتَحْ قَالَ مَنْ هٰذَا قَالَ هٰذَا جِبْرِيلُ قَالَ هَلْ مَعَكَ أَحَدٌ قَالَ نَعَمْ مَعِيَ مُحَمَّدٌ** ﷺ **قَالَ فَأُرْسِلَ إِلَيْهِ قَالَ نَعَمْ فَفَتَحَ قَالَ فَلَمَّا عَلَوْنَا السَّمَاءَ الدُّنْيَا فَإِذَا رَجُلٌ عَنْ يَمِينِهِ أَسْوِدَةٌ وَعَنْ يَسَارِهِ أَسْوِدَةٌ قَالَ فَإِذَا نَظَرَ قِبَلَ يَمِينِهِ ضَحِكَ وَإِذَا نَظَرَ قِبَلَ شِمَالِهِ بَكَى قَالَ فَقَالَ مَرْحَبًا بِالنَّبِيِّ الصَّالِحِ وَالِابْنِ الصَّالِحِ قَالَ قُلْتُ يَا جِبْرِيلُ مَنْ هٰذَا قَالَ هٰذَا آدَمُ** عليه السلام **وَهٰذِهِ الْأَسْوِدَةُ عَنْ يَمِينِهِ وَعَنْ شِمَالِهِ نَسَمُ بَنِيهِ فَأَهْلُ الْيَمِينِ أَهْلُ الْجَنَّةِ وَالْأَسْوِدَةُ الَّتِي عَنْ شِمَالِهِ أَهْلُ النَّارِ فَإِذَا نَظَرَ قِبَلَ يَمِينِهِ ضَحِكَ وَإِذَا نَظَرَ قِبَلَ شِمَالِهِ بَكَى قَالَ ثُمَّ عَرَجَ بِي جِبْرِيلُ حَتّٰى أَتَى السَّمَاءَ الثَّانِيَةَ فَقَالَ لِخَازِنِهَا افْتَحْ قَالَ فَقَالَ لَهُ خَازِنُهَا مِثْلَ مَا قَالَ خَازِنُ السَّمَاءِ الدُّنْيَا فَفَتَحَ**)) فَقَالَ أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ فَذَكَرَ أَنَّهُ وَجَدَ فِي السَّمٰوَاتِ آدَمَ وَإِدْرِيسَ وَعِيسٰى وَمُوسٰى وَإِبْرَاهِيمَ صَلَوَاتُ

[415] اخرجه البخاری فی ((صحیحه)) فی الصلاة، باب: کیف فرضت الصلوات فی الاسراء برقم (٣٤٩) وفی احادیث الانبیاء، باب: ذکر ادریس علیه السلام، وقول الله تعالی: ﴿ورفعناه مکانا علیا﴾ برقم (٣٣٤٢) وفی الحج، باب: ما جاء فی زمزم برقم (١٦٣٦) مختصرا۔ والنسائی فی ((المجتبی)) فی الصلاة، باب فرض الصلاة وذکر اختلاف الناقلین فی اسناد حدیث انس بن مالک رضی الله عنه واختلاف الفاظهم فیه ١/ ٢٢١ وابن ماجه فی کتاب اقامة الصلاة والسنة فیها، باب: ما جاء فی فرض الصلوات الخمس والمحافظة علیها ١/ ٤٤٨، رقم (١٣٩٩) انظر ((التحفة)) برقم (١١٩٠١ و ١٥٥٦)

اللّٰهِ عَلَيْهِمْ أَجْمَعِينَ وَلَمْ يُثْبِتْ كَيْفَ مَنَازِلُهُمْ غَيْرَ أَنَّهُ ذَكَرَ أَنَّهُ قَدْ وَجَدَ آدَمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ فِي السَّمَاءِ الدُّنْيَا وَإِبْرَاهِيمَ فِي السَّمَاءِ السَّادِسَةِ قَالَ فَلَمَّا مَرَّ جِبْرِيلُ وَرَسُولُ اللّٰهِ ﷺ بِإِدْرِيسَ صَلَوَاتُ اللّٰهِ عَلَيْهِ قَالَ مَرْحَبًا بِالنَّبِيِّ الصَّالِحِ وَالْأَخِ الصَّالِحِ قَالَ ثُمَّ مَرَّ فَقُلْتُ مَنْ هٰذَا فَقَالَ هٰذَا إِدْرِيسُ قَالَ ثُمَّ مَرَرْتُ بِمُوْسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ فَقَالَ مَرْحَبًا بِالنَّبِيِّ الصَّالِحِ وَالْأَخِ الصَّالِحِ قَالَ قُلْتُ مَنْ هٰذَا قَالَ هٰذَا مُوْسٰى قَالَ ثُمَّ مَرَرْتُ بِعِيْسٰى فَقَالَ مَرْحَبًا بِالنَّبِيِّ الصَّالِحِ وَالْأَخِ الصَّالِحِ ((قُلْتُ مَنْ هٰذَا)) قَالَ هٰذَا عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ قَالَ ثُمَّ مَرَرْتُ بِإِبْرَاهِيمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَقَالَ مَرْحَبًا بِالنَّبِيِّ الصَّالِحِ وَالِابْنِ الصَّالِحِ قَالَ قُلْتُ مَنْ هٰذَا قَالَ هٰذَا إِبْرَاهِيمُ ـ

قَالَ ابْنُ شِهَابٍ وَأَخْبَرَنِي ابْنُ حَزْمٍ أَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ وَأَبَا حَبَّةَ الْأَنْصَارِيَّ كَانَا يَقُولَانِ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ ((ثُمَّ عَرَجَ بِي حَتّٰى ظَهَرْتُ لِمُسْتَوًى أَسْمَعُ فِيهِ صَرِيفَ الْأَقْلَامِ)) قَالَ ابْنُ حَزْمٍ وَأَنَسُ بْنُ مَالِكٍ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ ((فَفَرَضَ اللّٰهُ عَلٰى أُمَّتِي خَمْسِينَ صَلٰوةً قَالَ فَرَجَعْتُ بِذٰلِكَ حَتّٰى أَمُرَّ بِمُوْسٰى فَقَالَ مُوْسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ مَاذَا فَرَضَ رَبُّكَ عَلٰى أُمَّتِكَ قَالَ قُلْتُ فَرَضَ عَلَيْهِمْ خَمْسِينَ صَلٰوةً قَالَ لِي مُوْسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ فَرَاجِعْ رَبَّكَ فَإِنَّ أُمَّتَكَ لَا تُطِيقُ ذٰلِكَ قَالَ فَرَاجَعْتُ رَبِّي فَوَضَعَ شَطْرَهَا قَالَ فَرَجَعْتُ إِلٰى مُوْسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ فَأَخْبَرْتُهُ قَالَ رَاجِعْ رَبَّكَ فَإِنَّ أُمَّتَكَ لَا تُطِيقُ ذٰلِكَ قَالَ فَرَاجَعْتُ رَبِّي فَقَالَ هِيَ خَمْسٌ وَهِيَ خَمْسُونَ لَا يُبَدَّلُ الْقَوْلُ لَدَيَّ قَالَ فَرَجَعْتُ إِلٰى مُوْسٰى فَقَالَ رَاجِعْ رَبَّكَ فَقُلْتُ قَدِ اسْتَحْيَيْتُ مِنْ رَبِّي قَالَ ثُمَّ انْطَلَقَ بِي جِبْرِيلُ حَتّٰى نَأْتِيَ سِدْرَةَ الْمُنْتَهٰى فَغَشِيَهَا أَلْوَانٌ لَا أَدْرِي مَا هِيَ قَالَ ثُمَّ أُدْخِلْتُ الْجَنَّةَ فَإِذَا فِيهَا جَنَابِذُ اللُّؤْلُؤِ وَإِذَا تُرَابُهَا الْمِسْكُ))

[415] ۔حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے بتایا، مکہ میں میرے گھر کی چھت کھولی گئی، جبریل علیہ السلام اترے اور میرا سینہ چاک کیا، پھر اسے زمزم کے پانی سے دھویا پھر سونے کا طشت لا کر جو حکمت اور ایمان سے لبریز تھا اسے میرے سینے میں خالی کر دیا، پھر سینہ کو جوڑ دیا، پھر میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے آسمان کی طرف لے کر چڑھا، جب ہم آسمان دنیا پر پہنچے تو جبریل نے پہلے آسمان کے دربان سے کہا دروازہ کھولو، اس نے پوچھا، یہ کون ہے؟ کہا، جبریل ہے۔ پوچھا، کیا تیرے ساتھ کوئی ہے؟ کہا، ہاں، میرے ساتھ محمد ﷺ ہیں، پوچھا: کیا

انہیں بلایا گیا ہے؟ کہا، ہاں! دروازہ کھولو۔ اس نے دروازہ کھول دیا، جب ہم پہلے آسمان پر چڑھ گئے تو دیکھا، ایک آدمی ہے اس کے دائیں طرف بھی صورتیں ہیں اور بائیں طرف بھی صورتیں ہیں۔ جب وہ اپنے دائیں طرف دیکھتا ہے ہنستا ہے اور جب بائیں طرف دیکھتا ہے تو روتا ہے، اس نے کہا، نیک شعار نبی اور نیک شعار بیٹے کو خوش آمدید، میں نے جبریل سے پوچھا، یہ کون ہیں؟ اس نے جواب دیا، یہ آدم علیہ السلام ہیں اور یہ دائیں اور بائیں طرف شکلیں، اس کی اولاد کی روحیں ہیں، دائیں طرف والے جنتی ہیں اور بائیں طرف والی صورتیں دوزخی ہیں، تو جب وہ اپنے دائیں طرف دیکھتا ہے ہنستا ہے اور جب اپنے بائیں جانب دیکھتا ہے تو رو دیتا ہے، پھر جبریل مجھے لے کر اوپر چڑھے حتیٰ کہ ہم دوسرے آسمان تک پہنچ گئے، تو اس کے پہرے دار سے کہا، دروازہ کھولو، تو اس کے خازن نے پہلے آسمان والے کی طرح پوچھا، پھر دروازہ کھولا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، آسمانوں پر آدم، ادریس، عیسیٰ، موسیٰ اور ابراہیم علیہم السلام سب پر اللہ تعالیٰ کی رحمتیں ہوں، ملے۔ اور ان کی جگہوں کی تعیین نہیں کی، ہاں اس نے یعنی ابوذر نے یہ بتایا کہ آدم علیہ السلام پہلے آسمان پر ملے اور ابراہیم علیہ السلام چھٹے آسمان پر، اور بتایا، جب جبریل علیہ السلام اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، ادریس علیہ السلام کے پاس سے گزرے تو اس نے کہا، صالح نبی اور صالح بھائی کو خوش آمدید، پھر آگے گزرے تو میں نے پوچھا یہ کون ہیں؟ تو جبریل نے جواب دیا، یہ ادریس علیہ السلام ہیں، پھر میں موسیٰ علیہ السلام کے پاس سے گزرا، تو انہوں نے کہا، صالح نبی اور صالح بھائی کو خوش آمد کہتا ہوں، میں نے پوچھا یہ کون ہیں؟ جبریل نے کہا یہ موسیٰ ہیں، پھر میں عیسیٰ علیہ السلام کے پاس سے گزرا، انہوں نے کہا، صالح نبی اور صالح بھائی کو خوش آمدید، آپ کا فرمان ہے، میں نے پوچھا یہ کون ہیں؟ اس نے کہا، یہ عیسیٰ بن مریم علیہ السلام ہیں، آپ نے فرمایا: پھر میں ابراہیم علیہ السلام کے پاس سے گزرا، تو انہوں نے کہا، مرحبا! اے صالح نبی اور صالح بیٹے! میں نے پوچھا یہ کون ہیں؟ اس (جبریل) نے کہا، یہ ابراہیم علیہ السلام ہیں، ابن شہاب کہتے ہیں، مجھے ابن حزم نے ابن عباس اور ابوحبہ انصاری رضی اللہ عنہما سے بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، پھر مجھے چڑھایا گیا، تو میں ایک ہموار جگہ پر چڑھ گیا، میں وہاں قلموں کی آواز سنتا تھا، ابن حزم اور انس بن مالک رضی اللہ عنہما نے کہا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تو اللہ تعالیٰ نے میری امت پر پچاس نمازیں فرض کیں، میں یہ حکم لے کر لوٹا حتیٰ کہ موسیٰ علیہ السلام کے پاس سے گزرا، موسیٰ علیہ السلام نے پوچھا، تیرے رب نے تیری امت پر کیا فرض کیا ہے؟ آپ نے فرمایا، میں نے جواب دیا: ان پر پچاس نمازیں فرض کی ہیں، موسیٰ علیہ السلام نے مجھ سے کہا، اپنے رب کے پاس واپس جاؤ، کیونکہ تیری امت کے یہ بس میں نہیں ہے، تو میں اپنے رب کی طرف لوٹ گیا، اس نے کافی حصہ کم کر دیا، آپ نے فرمایا: میں موسیٰ علیہ السلام کے پاس واپس آیا اور ان کو بتایا، انہوں نے کہا: اپنے رب کے پاس واپس جاؤ کیونکہ تیری امت اس کی طاقت

نہیں رکھتی، آپ نے فرمایا، میں لوٹ کر اپنے رب کے پاس گیا، اس نے (اللہ تعالیٰ نے) فرمایا، یہ پانچ ہیں اور پچاس کے برابر ہیں، میرے ہاں بات بدلا نہیں کرتی، آپ نے فرمایا: میں لوٹ کر موسیٰ علیہ السلام کے پاس آیا، تو انہوں نے کہا، اپنے رب کے پاس جاؤ تو میں نے کہا، میں اپنے رب سے (بار بار سوال کر کے) شرم محسوس کرتا ہوں، آپ نے فرمایا، پھر مجھے جبریل لے کر چلا، حتیٰ کہ ہم سدرۃ المنتہیٰ پر پہنچ گئے، اسے ایسے رنگوں نے ڈھانپ لیا، میں نہیں جانتا وہ کیا تھے، پھر مجھے جنت میں داخل کر دیا گیا، اس میں موتیوں کے گنبد تھے اور اس کی مٹی کستوری تھی۔

مفردات الحدیث ❶ اسودۃ: سواد کی جمع ہے، شکل وصورت، ہیولا، بہت بڑی تعداد۔ ❷ نَسَم: نَسَمَۃٌ کی جمع ہے، روح، سانس۔ ❸ **ظَهَرْتُ لِمُسْتَوىً**: میں ایک بلند اور ہموار جگہ پر چڑھ گیا۔ ❹ **صَرِيفُ الاقلام**: قلموں کے لکھنے کی آواز۔ ❺ **شَطْر**: آدھا حصہ، یا مطلقاً حصہ یا ایک اہم حصہ۔

فوائد: ...... ❶ انسان کے سینہ کو چاک کر کے دل کو صاف کرنا، آج سائنس کی ترقی کے دور میں کوئی خلاف عقل چیز نہیں رہی، اس لیے جبریل کا زمزم کے پانی سے آپ کے دل مبارک کو دھونا اور پھر اس میں ایمان وحکمت بھرنا کوئی قابل تعجب چیز نہیں رہا، ایمان اور حکمت اگرچہ ہمارے لیے کوئی محسوس اور مادی چیز نہیں ہے لیکن اللہ تعالیٰ کے سامنے ان کا وجود ہے جیسا کہ ہوا، بجلی اور روشنی کا ہمارے سامنے وجود نہیں ہے۔ لیکن جدید آلات کے ذریعہ، ان کی مقدار معلوم کر لی جاتی ہے، اس لیے ان کو طشت میں ڈالنا اور اس کا ان سے بھر جانا قابل اعتراض نہیں ہے اور نہ ہی اس کی تاویل کی ضرورت ہے کہ اس سے مراد کوئی ایسی چیز ہے جس سے ایمان وحکمت پیدا ہوتے ہیں۔ ❷ جنت حضرت آدم کے دائیں طرف ہے، اس لیے جنتی ارواح دائیں طرف نظر آتی ہیں اور جہنم بائیں طرف ہے اور دوزخیوں کی ارواح بائیں طرف نظر آتی ہیں۔ ❸ اس حدیث میں آیا ہے کہ حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ نے انبیاء کے مقامات کا تعین نہیں فرمایا، پھر آگے ثم کے ذریعہ، ان کی ملاقات کا تذکرہ کیا گیا ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ یہاں ثم، ترتیب وقوعی پر دلالت نہیں کرتا، کہ واقعتاً ایسا ہے، محض ترتیب ذکری کے لیے ہے، کہ ان سب کا تذکرہ کیا جیسا کہ قرآن مجید میں ہے: ﴿ثُمَّ كَانَ مِنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ وَتَوَاصَوْا بِالْمَرْحَمَةِ﴾ (البلد: ۱۷) تو یہاں یہ معنی نہیں ہے کہ پہلے گردن آزاد کی، بھوک کے دن یتیموں کو کھلایا یا محتاج مسکینوں کو کھلایا، اس کے بعد ایمان لایا، اور ایک دوسرے کو صبر ورحمت کی تلقین کی، بلکہ مقصد یہ ہے کہ ایمان کے ساتھ، یہ صفات بھی موجود ہیں، حدیث میں صرف یہی مقصود ہے کہ ان سب انبیاء سے مختلف مقامات پر ملاقات ہوئی، یہ بیان کرنا مقصد نہیں ہے کہ پہلے کس سے ملاقات ہوئی، پھر کس سے کیونکہ اس کی نفی تو پہلے کر دی گئی ہے۔
❹ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ملاقات چھٹے آسمان پر، استقبال یا الوداع کے وقت ہے ان کا اصل ٹھکانا ساتویں آسمان پر ہے۔ ❺ نمازوں کی تخفیف کا مسئلہ اس حدیث میں انتہائی اختصار کے ساتھ بیان کیا گیا ہے، فی الواقع

آپ بار بار اللہ تعالیٰ کی خدمت میں حاضر ہوئے ہیں، اس طرح نو دفعہ حاضری میں، پانچ، پانچ کر کے پینتالیس نمازوں کی تخفیف ہوئی ہے لیکن اجر وثواب میں فرق نہیں پڑا، اس لیے پانچ کو پچاس کے برابر ٹھہرایا گیا ہے۔

6 اسراو معراج کو صحیح طور سمجھنے کے لیے ضروری ہے کہ اس کے بارے میں جس قدر احادیث مختلف کتب حدیث میں آئی ہیں سب کو جمع کیا جائے اور ان کی روشنی میں معانی کا تعین کیا جائے۔

[416] ٢٦٤-(١٦٤)حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عَدِيٍّ عَنْ سَعِيدٍ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ لَعَلَّهُ قَالَ عَنْ مَالِكِ بْنِ صَعْصَعَةَ رَجُلٍ مِّنْ قَوْمِهِ قَالَ قَالَ نَبِيُّ اللّٰهِ ﷺ ((بَيْنَا أَنَا عِنْدَ الْبَيْتِ بَيْنَ النَّائِمِ وَالْيَقْظَانِ إِذْ سَمِعْتُ قَائِلًا يَقُولُ أَحَدُ الثَّلَاثَةِ بَيْنَ الرَّجُلَيْنِ فَأُتِيتُ فَانْطُلِقَ بِي فَأُتِيتُ بِطَسْتٍ مِنْ ذَهَبٍ فِيهَا مِنْ مَاءِ زَمْزَمَ فَشُرِحَ صَدْرِي إِلَى كَذَا وَكَذَا قَالَ قَتَادَةُ فَقُلْتُ لِلَّذِي مَعِي مَا يَعْنِي قَالَ إِلَى أَسْفَلِ بَطْنِهِ فَاسْتُخْرِجَ قَلْبِي فَغُسِلَ بِمَاءِ زَمْزَمَ ثُمَّ أُعِيدَ)) مَكَانَهُ ثُمَّ حُشِيَ إِيمَانًا وَحِكْمَةً ثُمَّ أُتِيتُ بِدَابَّةٍ أَبْيَضَ يُقَالُ لَهُ الْبُرَاقُ فَوْقَ الْحِمَارِ وَدُونَ الْبَغْلِ يَقَعُ خَطْوُهُ عِنْدَ أَقْصَى طَرْفِهِ فَحُمِلْتُ عَلَيْهِ ثُمَّ ((انْطَلَقْنَا حَتّٰى أَتَيْنَا السَّمَاءَ الدُّنْيَا فَاسْتَفْتَحَ جِبْرِيلُ عليه السلام فَقِيلَ مَنْ هٰذَا قَالَ جِبْرِيلُ قِيلَ وَمَنْ مَعَكَ قَالَ مُحَمَّدٌ ﷺ قِيلَ وَقَدْ بُعِثَ إِلَيْهِ قَالَ نَعَمْ قَالَ فَفَتَحَ لَنَا وَقَالَ مَرْحَبًا بِهِ وَلَنِعْمَ الْمَجِيءُ جَاءَ قَالَ فَأَتَيْنَا عَلٰى آدَمَ عليه السلام))وَسَاقَ الْحَدِيثَ بِقِصَّتِهِ وَذَكَرَ أَنَّهُ لَقِيَ فِي السَّمَاءِ الثَّانِيَةِ عِيسٰى وَيَحْيٰى عَلَيْهِمَا السَّلَام وَفِي الثَّالِثَةِ يُوسُفَ وَفِي الرَّابِعَةِ إِدْرِيسَ وَفِي الْخَامِسَةِ هَارُونَ صَلَوَاتُ اللّٰهِ عَلَيْهِمْ قَالَ ((ثُمَّ انْطَلَقْنَا حَتّٰى انْتَهَيْنَا إِلَى السَّمَاءِ السَّادِسَةِ فَأَتَيْتُ عَلٰى مُوسٰى عَلَيْهِ السَّلَام فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ فَقَالَ مَرْحَبًا بِالْأَخِ الصَّالِحِ وَالنَّبِيِّ الصَّالِحِ فَلَمَّا جَاوَزْتُهُ بَكٰى فَنُودِيَ مَا يُبْكِيكَ قَالَ رَبِّ هٰذَا غُلَامٌ بَعَثْتَهُ بَعْدِي يَدْخُلُ

[416] اخرجه البخاری فی ((بدء الخلق)) باب: ذخر الملائكة برقم (٣٢٠٧) وفی امناقب الانصار، باب: المعراج برقم (٣٨٨٧) وفی احاديث الانبياء، باب: قول الله عزوجل: ﴿وهل اتاك حديث موسى اذا راى نارا- الى قوله- بالواد المقدس طوى﴾ برقم (٣٣٩٣) وفی باب: قوله تعالى: ﴿ذكر رحمت ربك عبده زكريا......﴾ الآيات برقم (٣٤٣٠) والترمذی فی ((جامعه)) فی تفسير القرآن، باب: ومن سورة الم نشرح برقم (٣٣٤٦) وقال:) هذا حديث حسن صحيح والنسائی فی ((المجتبى)) ١/ ٢٢٠ فی الصلاة، باب فرض الصلاة وذكر اختلاف الناقلين ...... الخ- انظر ((التحفة)) برقم (١١٢٠٢)

مِنْ أُمَّتِهِ الْجَنَّةَ أَكْثَرُ مِمَّا يَدْخُلُ مِنْ أُمَّتِي قَالَ ثُمَّ انْطَلَقْنَا حَتَّى انْتَهَيْنَا إِلَى السَّمَاءِ السَّابِعَةِ فَأَتَيْتُ عَلَى إِبْرَاهِيمَ)) وَقَالَ فِي الْحَدِيثِ وَحَدَّثَ نَبِيُّ اللَّهِ ﷺ أَنَّهُ رَأَى أَرْبَعَةَ أَنْهَارٍ يَخْرُجُ مِنْ أَصْلِهَا نَهْرَانِ ظَاهِرَانِ وَنَهْرَانِ بَاطِنَانِ ((فَقُلْتُ يَا جِبْرِيلُ مَا هَذِهِ الْأَنْهَارُ قَالَ أَمَّا النَّهْرَانِ الْبَاطِنَانِ فَنَهْرَانِ فِي الْجَنَّةِ وَأَمَّا الظَّاهِرَانِ فَالنِّيلُ وَالْفُرَاتُ ثُمَّ رُفِعَ لِي الْبَيْتُ الْمَعْمُورُ فَقُلْتُ يَا جِبْرِيلُ مَا هَذَا قَالَ هَذَا الْبَيْتُ الْمَعْمُورُ يَدْخُلُهُ كُلَّ يَوْمٍ سَبْعُونَ أَلْفَ مَلَكٍ إِذَا خَرَجُوا مِنْهُ لَمْ يَعُودُوا فِيهِ آخِرُ مَا عَلَيْهِمْ ثُمَّ أُتِيتُ بِإِنَائَيْنِ أَحَدُهُمَا خَمْرٌ وَالْآخَرُ لَبَنٌ فَعُرِضَا عَلَيَّ فَاخْتَرْتُ اللَّبَنَ فَقِيلَ أَصَبْتَ أَصَابَ اللَّهُ بِكَ أُمَّتُكَ عَلَى الْفِطْرَةِ ثُمَّ فُرِضَتْ عَلَيَّ كُلَّ يَوْمٍ خَمْسُونَ صَلَاةً)) ثُمَّ ذَكَرَ قِصَّتَهَا إِلَى آخِرِ الْحَدِيثِ۔

[416]۔حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے شاید اپنی قوم کے ایک آدمی حضرت مالک بن صعصعہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں بیت اللہ کے پاس نیند اور بیداری کی درمیانی کیفیت میں تھا، اس اثنا میں، میں نے ایک کہنے والے کو کہتے سنا کہ تین آدمیوں میں سے دو کے درمیان والا آدمی ہے، پھر میرے پاس آئے اور مجھے لے جایا گیا، پھر میرے پاس سونے کا طشت لایا گیا، جس میں زمزم کا پانی تھا، اور یہاں سے لے کر یہاں تک میرا سینہ کھولا گیا۔ قتادہ کہتے ہیں میں نے اپنے ساتھ والے سے پوچھا، اس سے کیا مراد ہے؟ اس نے کہا پیٹ کے نیچے تک (سینہ کھولا گیا) پھر میرا دل نکالا گیا اور اسے زمزم کے پانی سے صاف کر کے اس کی جگہ پر دوبارہ رکھ دیا گیا، پھر اسے ایمان اور حکمت سے بھر دیا گیا، پھر میرے پاس ایک سفید جانور لایا گیا، جسے براق کہا جاتا ہے، گدھے سے بڑا اور خچر سے چھوٹا، جو اپنا قدم، اپنے منتہائے نظر پر رکھتا تھا۔ (جس جگہ اس کی نگاہ پڑتی تھی وہاں قدم رکھتا تھا) مجھے اس پر سوار کر دیا گیا، پھر ہم چل دیئے، یہاں تک کہ ہم پہلے آسمان پر پہنچے، جبریل علیہ السلام نے دروازہ کھولنے کے لیے کہا، تو پوچھا گیا یہ دروازہ کھلوانے والا) کون ہے؟ کہا جبریل ہوں، پوچھا گیا، اور تیرے ساتھ کون ہے؟ کہا محمد ﷺ ہیں، پوچھا گیا، کیا انہیں بلوایا گیا ہے؟ کہا، ہاں۔ تو ہمارے لیے اس نے دروازہ کھول دیا اور کہا مرحبا۔ اور وہ بہترین آمد آئے ہیں، اور ہم آدم علیہ السلام کے پاس پہنچ گئے، آگے پورا واقعہ بیان کیا اور بتایا کہ آپ دوسرے آسمان پر عیسیٰ اور یحییٰ علیہما السلام کو ملے، تیسرے پر یوسف کو اور چوتھے پر ادریس سے ملے، پانچویں پر ہارون سے، کہا، پھر ہم چلے یہاں تک کہ چھٹے آسمان تک پہنچے، میں موسیٰ علیہ السلام کے پاس پہنچا اور ان کو سلام کیا، انہوں نے کہا، صالح بھائی اور صالح نبی کو مرحبا، جب میں ان سے آگے گزر گیا، تو وہ رونے لگے، آواز دی گئی، آپ کیوں روتے ہیں؟ کہا، اے میرے رب! یہ نوجوان، جس کو تو

نے میرے بعد بھیجا ہے اس کی امت کے لوگ، میری امت کے لوگوں سے بہت زیادہ تعداد میں جنت میں داخل ہوں گے، آپ نے فرمایا: پھر ہم چل پڑے یہاں تک کہ ساتویں آسمان تک پہنچ گئے، تو میں ابراہیم علیہ السلام تک پہنچ گیا، اور حدیث میں یہ بھی بیان کیا، کہ نبی اکرم ﷺ نے بتایا، میں نے اس (یعنی سدرۃ المنتہیٰ) کی جڑ سے چار نہریں نکلتی دیکھیں، دو کھلی اور دو پوشیدہ، میں نے کہا، اے جبریل! یہ نہریں کیا ہیں؟ اس نے کہا، باطنی (پوشیدہ) جنت کی نہریں ہیں اور ظاہری (کھلی) نیل و فرات ہیں، پھر میرے سامنے بیت المعمور کیا گیا، تو میں نے پوچھا، اے جبریل! یہ کیا ہے؟ کہا، یہ بیت المعمور ہے، اس میں ہر روز ستر ہزار فرشتے داخل ہوتے ہیں، جب اس سے نکل جاتے ہیں، پھر آخر تک اس میں واپس نہیں آتے (ان کو اس میں دوبارہ حاضری کا موقع نہیں ملے گا) پھر میرے پاس دو برتن لائے گئے ایک شراب کا برتن اور دوسرا دودھ کا، دونوں مجھ پر پیش کیے گئے، میں نے دودھ کو پسند کیا، تو مجھے کہا گیا، آپ نے درست کیا (فطرت کو اختیار کیا) اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ خیر کا ارادہ فرمایا، آپ کی امت فطرت پر رہے گی یا اللہ تعالیٰ آپ کے سبب، آپ کی امت کو فطرت پر پہنچائے گا (آپ کی امت بھی آپ کی اتباع میں فطرت کو اختیار کرے گی) پھر مجھ پر ہر روز پچاس نمازیں فرض کی گئیں، پھر سارا واقعہ بیان کیا۔

فوائد: ...... ❶ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا رونا اس بنا پر تھا کہ انہوں نے بنو اسرائیل کی تعلیم و تربیت کے لیے بہت جتن کیے، لیکن وہ ان کی محنت کے مطابق درست نہ ہوئے اور اپنی کثرت کے باوجود ان میں سے کم لوگ جنتی ہوں گے، اس پر انہیں رنج اور افسوس ہوا۔ ❷ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے آپ کو غلام (نوجوان) قرار دیا کیونکہ آپ اس عمر میں بھی نوجوانوں والا جذبہ اور قوت رکھتے تھے اور اپنی امت کی تعلیم اور دین کے فروغ کے لیے مسلسل اور پیہم کوشش فرما رہے تھے، اس عمر میں اتنی تگ و دو اور محنت عام طور پر ممکن نہیں ہے۔ ❸ نیل، مصر میں بہنے والا دریا ہے اور فرات عراق میں ان دونوں دریاؤں کا اصل منبع سدرۃ المنتہیٰ کی جڑ ہے، پھر ان کا ظہور دنیا میں ہوا، اس لیے ان کا پانی، انتہائی شیریں، صاف زود ہضم اور سرسبزی و شادابی کا باعث ہے۔ البینات عاصم حداد میں کچھ دلائل کی روشنی میں ایک اور معنی بیان کیا گیا ہے، تفصیل کے لیے دیکھیے: ص ۱۹۲ تا ۱۹۴۔

[417] ۲٦٥۔(. . .) حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ هِشَامٍ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ قَتَادَةَ عَنْ مَالِكِ بْنِ صَعْصَعَةَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ فَذَكَرَ نَحْوَهُ وَزَادَ فِيهِ ((فَأُتِيتُ بِطَسْتٍ مِنْ ذَهَبٍ مُمْتَلِئٍ حِكْمَةً وَّإِيمَانًا فَشُقَّ مِنَ النَّحْرِ إِلَى مَرَاقِ الْبَطْنِ فَغُسِلَ بِمَاءِ زَمْزَمَ ثُمَّ مُلِئَ حِكْمَةً وَّإِيمَانًا))

[417] تقدم تخريجه في الحديث السابق (٤١٥)

[417] ۔حضرت انس رضی اللہ عنہ حضرت مالک بن صعصعہ رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، پھر اوپر والی حدیث کی طرح بیان کیا، اور اس میں اضافہ کیا، تو میرے پاس سونے کا حکمت وایمان سے بھرا ہوا طشت لایا گیا، اور سینے کے اوپر سے پیٹ کے نیچے تک چیرا گیا اور زمزم کے پانی سے دھویا گیا، پھر حکمت اور ایمان سے بھر دیا گیا۔

[418] ٢٦٦ـ(١٦٥)حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى وَابْنُ بَشَّارٍ قَالَ ابْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ

عَنْ قَتَادَةَ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا الْعَالِيَةِ يَقُولُ حَدَّثَنِي ابْنُ عَمِّ نَبِيِّكُمْ صلی اللہ علیہ وسلم يَعْنِي ابْنَ عَبَّاسٍ قَالَ ذَكَرَ رَسُولُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم حِينَ أُسْرِيَ بِهِ فَقَالَ ((مُوسَى آدَمُ طُوَالٌ كَأَنَّهُ مِنْ رِجَالِ شَنُوئَةَ)) وَقَالَ ((عِيسَى جَعْدٌ مَرْبُوعٌ)) وَذَكَرَ مَالِكًا خَازِنَ جَهَنَّمَ وَذَكَرَ الدَّجَّالَ

[418] ۔حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسراء کا واقعہ بیان کیا اور فرمایا، موسیٰ علیہ السلام گندمی رنگ، لمبے قد کے تھے گویا کہ وہ شنوءہ قبیلہ کے لوگوں میں سے ہیں، اور فرمایا عیسیٰ علیہ السلام، گٹھے ہوئے جسم کے، متوسط قد والے تھے اور آپ نے دوزخ کے داروغہ مالک اور دجال کا تذکرہ بھی فرمایا۔

مفردات الحدیث ❶ طُوَال: طویل القامت۔ ❷ آدم: گندمی رنگ والے۔ ❸ جَعْدٌ: گھنگریالے بالوں کو کہتے ہیں۔لیکن یہاں بالوں کی بجائے جسم کی صفت ہے، اس لیے گھٹا ہوا جسم مراد ہے۔ ❹ مربوع: درمیانہ قد، نہ بہت لمبا اور نہ بہت چھوٹا۔ ❺ شنوءۃ: گندگی سے بعد اور دوری کو کہتے ہیں، یہاں ایک قبیلہ کا نام ہے۔

[419] ٢٦٧ـ(. . .)وحَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ أَخْبَرَنَا يُونُسُ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا شَيْبَانُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ

عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَبِي الْعَالِيَةِ حَدَّثَنَا ابْنُ عَمِّ نَبِيِّكُمْ صلی اللہ علیہ وسلم (ابْنُ عَبَّاسٍ) قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم ((مَرَرْتُ لَيْلَةَ أُسْرِيَ بِي عَلٰى مُوسَى بْنِ عِمْرَانَ عَلَيْهِ السَّلَام رَجُلٌ آدَمُ طُوَالٌ جَعْدٌ كَأَنَّهُ مِنْ رِجَالِ شَنُوئَةَ وَرَأَيْتُ عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ مَرْبُوعَ الْخَلْقِ إِلَى الْحُمْرَةِ وَالْبَيَاضِ سَبْطَ الرَّأْسِ وَأُرِيَ مَالِكًا خَازِنَ النَّارِ وَالدَّجَّالَ فِي آيَاتٍ أَرَاهُنَّ اللّٰهُ إِيَّاهُ فَلَا تَكُنْ فِي مِرْيَةٍ مِنْ لِقَائِهِ)) قَالَ كَانَ قَتَادَةُ يُفَسِّرُهَا أَنَّ نَبِيَّ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم قَدْ لَقِيَ مُوسَى عَلَيْهِ السَّلَام

[418] اخرجه البخاري في ((صحيحه)) في بدء الخلق، باب: اذا قال احدكم: آمين والملائكة في السماء فوافقت احداهما الاخرى غفرله ما تقدم من ذنبه برقم (٣٢٣٩) وفي احاديث الانبياء، باب قول الله تعالى: ﴿وهل اتاك حديث موسى۔ وكلم الله موسى تكليما﴾ برقم (٣٣٩٦) انظر ((التحفة)) برقم (٥٤٢٣)

[419] تقدم تخريجه (٤١٧)

[419] ۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس رات مجھے اسرا کروایا گیا میں موسیٰ بن عمران علیہ السلام کے پاس سے گزرا، وہ شنوءہ قبیلہ کے مردوں کی طرح گندمی رنگ، طویل القامت، گھنگریالے بالوں والے تھے، اور میں نے عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کو دیکھا، ان کا قد درمیانہ، رنگ سرخ وسفید سر کے بال سیدھے تھے اور مالک دوزخ کا داروغہ اور دجال دکھائے گئے، بہت سی نشانیوں میں جو آپ کو اللہ تعالیٰ نے دکھائیں، تو آپ نے ان سے ملاقات میں شک نہ کریں۔ (سورۃ سجدہ آیت ۲۳) راوی نے کہا: قتادہ اس آیت کی تفسیر بتاتے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے موسیٰ علیہ السلام سے ملاقات کی۔

مفردات الحدیث ✲ **سَبِطٌ**: باء پر فتحہ اور کسرہ دونوں آسکتے ہیں، اور اگر باء کو ساکن پڑھیں تو سین پر فتحہ اور کسرہ دونوں آسکیں گے، معنی ہے صاف اور سیدھے جن میں خمیدگی نہ ہو۔

[420] ۲۶۸۔(۱۶۶)حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ وَسُرَيْجُ بْنُ يُونُسَ قَالاَ حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ أَخْبَرَنَا دَاوُدُ بْنُ أَبِي هِنْدٍ عَنْ أَبِي الْعَالِيَةِ

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم مَرَّ بِوَادِي الْأَزْرَقِ فَقَالَ ((أَيُّ وَادٍ هٰذَا)) فَقَالُوا هٰذَا وَادِي الْأَزْرَقِ قَالَ ((**كَأَنِّي أَنْظُرُ إِلٰى مُوسٰى عَلَيْهِ السَّلَام هَابِطًا مِنَ الثَّنِيَّةِ وَلَهُ جُؤَارٌ إِلَى اللّٰهِ بِالتَّلْبِيَةِ**)) ثُمَّ أَتٰى عَلٰى ثَنِيَّةِ هَرْشٰى فَقَالَ أَيُّ ثَنِيَّةٍ هٰذِهِ قَالُوا ثَنِيَّةُ هَرْشٰى قَالَ ((**كَأَنِّي أَنْظُرُ إِلٰى يُونُسَ بْنِ مَتّٰى عَلَيْهِ السَّلَام عَلٰى نَاقَةٍ حَمْرَاءَ جَعْدَةٍ عَلَيْهِ جُبَّةٌ مِنْ صُوفٍ خِطَامُ نَاقَتِهِ خُلْبَةٌ وَهُوَ يُلَبِّي**)) قَالَ ابْنُ حَنْبَلٍ فِي حَدِيثِهِ قَالَ هُشَيْمٌ يَعْنِي لِيفًا

[420] ۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ازرق وادی سے گزرے، آپ نے پوچھا، یہ کونسی وادی ہے؟ لوگوں نے کہا، یہ وادی ازرق ہے، آپ نے فرمایا گویا کہ میں موسیٰ علیہ السلام کو چوٹی سے اترتے دیکھ رہا ہوں، اور وہ بلند آواز سے اللہ کے حضور تلبیہ کہہ رہے ہیں۔ پھر آپ ہرشیٰ کی چوٹی پر پہنچے تو پوچھا، یہ کونسی چوٹی ہے؟ لوگوں نے کہا: یہ ہرشیٰ کی چوٹی ہے۔ آپ نے فرمایا گویا کہ میں یونس بن متیٰ علیہ السلام کو دیکھ رہا ہوں، سرخ رنگ کی گھٹی ہوئی اونٹنی پر سوار ہیں، اونی جبہ پہنا ہوا ہے، ان کی اونٹنی کی نکیل کھجور کی چھال کی ہے اور وہ لبیک کہہ رہے ہیں، ابن حنبل نے اپنی حدیث میں بیان کیا کہ ہشیم نے کہا خلبہ سے مراد لیف ہے یعنی کھجور کی چھال۔

مفردات الحدیث ✲ ❶ **ثنیہ** جمع ثنایا، درۃ، گھاٹی، پہاڑی راستہ۔ ❷ **جؤار**: بلند آواز سے دعا کرنا، گڑگڑانا، بیل کا ڈکارنا۔ ❸ **تلبیۃ**: اللھم لبیک کہنا۔

[420] اخرجه ابن ماجه في ((سننه)) في المناسك، باب: الحج على الرحل برقم (۲۸۹۱) انظر ((التحفة)) برقم (٥٤٢٤)

فائدہ :...... رسول اللہ ﷺ کو شب معراج، بعض انبیاء کی زندگی کا حال دکھایا گیا کہ ان کا حج کیسا تھا، سواری کس قسم کی تھی، لبیک کس طرح کہا، آج انسان مختلف قسم کے پروگراموں کی وڈیوز تیار کر لیتے ہیں اور پھر جب چاہتے ہیں، ان پروگراموں کو دیکھ لیتے ہیں، تو کیا اللہ تعالیٰ انسانوں کی زندگی، ان کے افعال واعمال کی وڈیوز تیار نہیں کر سکتا کہ جب چاہے وہ کسی کو دکھا دے، اسی لیے آپ نے کـانـی انـظـر ، گویا کہ میں دیکھ رہا ہوں کے الفاظ استعال فرمائے ہیں۔ اسی طرح دجال اور مالک خازن نار کی تصویر دکھائی گئی جس طرح آپ کو جنت اور دوزخ کی تصویر دکھائی گئی تھی۔ یہاں تک کہ آپ دوزخ کو دیکھ کر پیچھے ہٹ گئے اور جنت کو دیکھ کر اس کے میوے توڑنے کے لیے آگے بڑھے، یہاں تک کہ آپ نے لوگوں کو جہنم میں سزا پاتے دیکھا۔

[421] ٢٦٩ـ(. . .)وحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عَدِيٍّ عَنْ دَاوُدَ عَنْ أَبِي الْعَالِيَةِ عَـنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ سِرْنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ بَيْـنَ مَكَّةَ وَالْمَدِينَةِ فَمَرَرْنَا بِوَادٍ فَقَالَ أَيُّ وَادٍ هٰـذَا فَقَالُوا وَادِي الْأَزْرَقِ فَقَالَ ((كَـأَنِّـيْ أَنْظُرُ إِلٰى مُوسٰى علیہ السلام فَـذَكَـرَ مِنْ لَوْنِهِ وَشَـعْـرِهِ شَيْئًا لَمْ يَحْفَظْهُ دَاوُدُ وَاضِعًا إِصْبَعَيْهِ فِي أُذُنَيْهِ لَهُ جُوَارٌ إِلَى اللَّهِ بِالتَّلْبِيَةِ مَارًّا بِهٰذَا الْـوَادِي قَـالَ ثُـمَّ سِـرْنَا حَتّٰى أَتَيْنَا عَلٰى ثَنِيَّةٍ فَقَالَ أَيُّ ثَنِيَّةٍ هٰذِهِ)) قَـالُوا هَرْشٰى أَوْ لِفْتٌ فَقَالَ ((كَـأَنِّـيْ أَنْظُرُ إِلٰى يُونُسَ عَلٰى نَاقَةٍ حَمْرَاءَ عَلَيْهِ جُبَّةٌ صُوفٍ خِطَامُ نَاقَتِهِ لِيفٌ خُلْبَةٌ مَارًّا بِهٰذَا الْوَادِي مُلَبِّيًا))

[421] ۔حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مکہ اور مدینہ کے درمیان ایک وادی سے گزرے، تو آپ نے پوچھا، یہ کونسی وادی ہے، لوگوں (صحابہ) نے کہا وادی ازرق ہے۔ آپ نے فرمایا گویا کہ میں موسیٰ علیہ السلام کو دیکھ رہا ہوں، آپ نے موسیٰ علیہ السلام کے رنگ اور بالوں کے بارے میں کچھ بتایا جو داؤد کو یاد نہیں۔ موسیٰ علیہ السلام نے اپنی انگلیاں اپنے کانوں میں رکھی ہیں اور وہ بلند آواز سے تلبیہ پکارتے ہوئے اس وادی سے گزر رہے ہیں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں پھر ہم چلے، یہاں تک کہ ہم ایک اور گھاٹی پر پہنچے۔ تو آپ نے پوچھا، یہ کونسی گھاٹی ہے؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے جواب دیا، ہرشیٰ یا لفت ہے۔ تو آپ نے فرمایا گویا کہ میں یونس علیہ السلام کو دیکھ رہا ہوں، سرخ اونٹنی پر سوار ہیں اونی جبہ پہنا ہے، ان کی اونٹنی کی نکیل کھجور کی چھال کی ہے، وہ تلبیہ کہتے ہوئے اس وادی سے گزر رہے ہیں۔''

[422] ٢٧٠ـ(. . .)حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عَدِيٍّ عَنِ ابْنِ عَوْنٍ

---

[421] تقدم تخرجه (٤١٩)

[422] اخرجه البخاري في ((صحيحه)) في الحج ، باب: التلبية اذا انحدر في الوادئ برقم ←

عَنْ مُجَاهِدٍ قَالَ كُنَّا عِنْدَ ابْنِ عَبَّاسٍ فَذَكَرُوا الدَّجَّالَ فَقَالَ إِنَّهُ مَكْتُوبٌ بَيْنَ عَيْنَيْهِ كَافِرٌ قَالَ فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ لَمْ أَسْمَعْهُ قَالَ ذَاكَ وَلٰكِنَّهُ قَالَ ((أَمَّا إِبْرَاهِيمُ فَانْظُرُوا إِلَى صَاحِبِكُمْ وَأَمَّا مُوسٰى فَرَجُلٌ آدَمُ جَعْدٌ عَلَى جَمَلٍ أَحْمَرَ مَخْطُومٍ بِخُلْبَةٍ كَأَنِّي أَنْظُرُ إِلَيْهِ إِذَا انْحَدَرَ فِي الْوَادِي يُلَبِّي))

[422]۔ مجاہد رحمہ اللہ نے کہا، ہم ابن عباس رضی اللہ عنہ کے پاس تھے، تو لوگوں نے دجال کا تذکرہ چھیڑ دیا، مجاہد نے کہا، اس کی آنکھوں کے درمیان کافر لکھا ہوگا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا، میں نے آپ سے نہیں سنا کہ آپ نے یہ کہا ہو، لیکن آپ نے یہ فرمایا، رہا ابراہیم تو اپنے ساتھی کو (آپ کو) دیکھ لو۔ اور رہے موسیٰ، ایک آدمی ہیں گندمی رنگ، گھنگریالے بال، سرخ اونٹ پر سوار ہیں، جس کی نکیل کھجور کی چھال ہے گویا کہ میں انہیں دیکھ رہا ہوں، جب وادی میں اترتے ہیں تو تلبیہ کہتے ہیں۔

فائدہ:...... حضرت ابراہیم کی شکل وصورت آپ جیسی تھی، اس لیے آپ نے فرمایا ابراہیم کو دیکھنا تو اپنے ساتھی کو یعنی مجھے دیکھ لو۔

[423] حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا لَيْثٌ ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رُمْحٍ أَخْبَرَنَا اللَّيْثُ عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ ((عُرِضَ عَلَيَّ الْأَنْبِيَاءُ فَإِذَا مُوسٰى ضَرْبٌ مِّنَ الرِّجَالِ كَأَنَّهُ مِنْ رِّجَالِ شَنُوءَةَ وَرَأَيْتُ عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ عَلَيْهِ السَّلَام فَإِذَا أَقْرَبُ مَنْ رَّأَيْتُ بِهِ شَبَهًا عُرْوَةُ بْنُ مَسْعُودٍ وَرَأَيْتُ إِبْرَاهِيمَ صَلَوَاتُ اللّٰهِ عَلَيْهِ فَإِذَا أَقْرَبُ مَنْ رَّأَيْتُ بِهِ شَبَهًا صَاحِبُكُمْ يَعْنِي نَفْسَهُ وَرَأَيْتُ جِبْرِيلَ عَلَيْهِ السَّلَام فَإِذَا أَقْرَبُ مَنْ رَّأَيْتُ بِهِ شَبَهًا دَحْيَةُ)) وَفِي رِوَايَةِ ابْنِ رُمْحٍ ((دَحْيَةُ بْنُ خَلِيفَةَ))

[423]۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، مجھ پر انبیاء پیش کیے گئے، میں نے موسیٰ علیہ السلام کو دیکھا وہ ہلکے بدن کے آدمی تھے گویا کہ وہ قبیلہ شنوءہ کے لوگوں سے ہیں، اور میں نے عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کو دیکھا، میں سب سے زیادہ ان کے مشابہ عروہ بن مسعود کو دیکھتا ہوں اور میں نے ابراہیم علیہ السلام کو دیکھا،

←(١٥٥٥) وفي احاديث الانبياء، باب: قول الله تعالى: ﴿واتخذ الله ابراهيم خليلا﴾ وقوله: ﴿وان ابراهيم كان امة قانتا لله﴾ برقم (٣٣٥٥) وفي اللباس، باب: الجعد برقم (٥٩١٣) انظر ((التحفة)) برقم (٦٤٠٠)

[423] اخرجه الترمذي في ((جامعه)) في المناقب، باب: في صفة النبي ﷺ برقم (٣٦٤٩) وقال: حديث حسن صحيح غريب۔ انظر ((التحفة)) برقم (٢٩٢٠)

تو میں سب سے زیادہ ان کے مشابہ تمہارے ساتھی (رسول اکرم ﷺ مراد ہیں) کو دیکھتا ہوں۔ یعنی آپ خود مراد ہیں، اور میں نے جبریل علیہ السلام کو دیکھا، میں سب سے زیادہ ان کے مشابہ دحیہ کو دیکھتا ہوں۔ ابن رمح کی روایت میں ہے، دحیہ بن خلیفہ۔

مفردات الحدیث ❊ ضَرْبٌ: کم گوشت، ہلکا پھلکا، اس سے مضطرب ہے۔

[424] ۲۷۲-(۱۶۸) وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ وَتَقَارَبَا فِي اللَّفْظِ قَالَ ابْنُ رَافِعٍ حَدَّثَنَا وَقَالَ عَبْدٌ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِي سَعِيدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ **((حِينَ أُسْرِيَ بِي لَقِيتُ مُوسَى عَلَيْهِ السَّلَام فَنَعَتَهُ النَّبِيُّ ﷺ فَإِذَا رَجُلٌ حَسِبْتُهُ قَالَ مُضْطَرِبٌ رَجِلُ الرَّأْسِ كَأَنَّهُ مِنْ رِجَالِ شَنُوءَةَ قَالَ وَلَقِيتُ عِيسَى فَنَعَتَهُ النَّبِيُّ ﷺ فَإِذَا رَبْعَةٌ أَحْمَرُ كَأَنَّمَا خَرَجَ مِنْ دِيمَاسٍ))** يَعْنِي حَمَّامًا قَالَ وَرَأَيْتُ إِبْرَاهِيمَ صَلَوَاتُ اللَّهِ عَلَيْهِ وَأَنَا أَشْبَهُ وَلَدِهِ بِهِ قَالَ فَأُتِيتُ بِإِنَائَيْنِ فِي أَحَدِهِمَا لَبَنٌ وَفِي الْآخَرِ خَمْرٌ فَقِيلَ لِي خُذْ أَيَّهُمَا شِئْتَ فَأَخَذْتُ اللَّبَنَ فَشَرِبْتُهُ فَقَالَ هُدِيتَ الْفِطْرَةَ أَوْ أَصَبْتَ الْفِطْرَةَ أَمَا إِنَّكَ لَوْ أَخَذْتَ الْخَمْرَ غَوَتْ أُمَّتُكَ

[424]۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس وقت مجھے اسرا کروایا گیا، میں موسیٰ علیہ السلام سے ملا، تو آپ نے ان کی کیفیت بیان کی، میرے خیال میں آپ نے فرمایا، وہ ایک مرد ہیں کم گوشت، بالوں میں کنگھی کی ہوئی گویا کہ وہ شنوءہ کے لوگوں میں سے ہیں۔ اور آپ نے فرمایا: میری ملاقات عیسیٰ علیہ السلام سے ہوئی، اور آپ نے ان کا حلیہ بیان فرمایا کہ وہ درمیانہ قد، سرخ رنگ تھے۔ گویا ابھی حمام سے نکلے ہیں (یعنی بالکل تروتازہ تھے) ہشاش بشاش تھے۔ اور فرمایا میں ابراہیم علیہ السلام کو ملا اور میں ان کی اولاد میں سے سب سے زیادہ ان کے مشابہ ہوں، آپ نے فرمایا: میرے پاس دو برتن لائے گئے، ایک میں دودھ اور دوسرے میں شراب تھی، مجھے کہا گیا، ان میں جو چاہو لے لو، تو میں نے دودھ لے کر اسے پی لیا۔ فرشتہ نے کہا: تمہاری رہنمائی فطرت کی طرف کی گئی یا تم فطرت تک پہنچ گئے ہو اگر آپ شراب کو لے لیتے تو آپ کی امت گمراہ ہو جاتی۔

---

[424] اخرجه البخاري في ((صحيحه)) في احاديث الانبياء، باب قول الله تعالى: ﴿وهل اتاك حديث موسى۔ وكلم الله موسى تكليما﴾ برقم (۳۳۹۴) وفي باب قول الله: ﴿واذكر في الكتاب مريم اذا انتبذت من اهلها﴾ برقم (۳۴۳۷) وفي الاشربة باب: قول الله تعالى: ﴿انما الخمر والميسر والانصاب والازلام رجس من عمل الشيطان فاجتنبوه لعلكم تفلحون﴾ مختصرا برقم (۵۵۷۶) والترمذي في ((جامعه)) في التفسير، باب: ومن سورة بني اسرائيل برقم (۳۱۳۰) وقال: حديث حسن صحيح۔ انظر ((التحفة)) برقم (۱۳۲۷۰)

مفردات الحدیث ❶ **مضطرب:** ضرب سے ماخوذ ہے، کم گوشت، دبلے پتلے۔ ❷ **رَجل الشعر:** بالوں کو کنگھی کی ہوئی۔ ❸ **دیماس:** دمس سے مشتق ہے، جس کا معنی ہوتا ہے خاک میں چھپانا، دیماس کا معنی ہے، حمام، تہ خانہ، قبر، مراد چہرے کی تروتازگی اور شادابی ہے۔

فائدہ :...... اس حدیث میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو احمر (سرخ) کہا گیا ہے، اور ابن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت میں الحمرة والبیاض (سرخ وسفید) کہا گیا، گویا سفید سرخی مائل ہوگا، اس لیے بعض جگہ آدم گندمی رنگ قرار دیا گیا ہے۔

٧٥...... بَابُ ذِكْرِ الْمَسِيحِ ابْنِ مَرْيَمَ وَالْمَسِيحِ الدَّجَّالِ

باب ۷۵: مسیح بن مریم اور مسیح دجال کا تذکرہ

[425] ٢٧٣-(١٦٩) حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ ((أَرَانِي لَيْلَةً عِنْدَ الْكَعْبَةِ فَرَأَيْتُ رَجُلًا آدَمَ كَأَحْسَنِ مَا أَنْتَ رَاءٍ مِنْ أُدْمِ الرِّجَالِ لَهُ لِمَّةٌ كَأَحْسَنِ مَا أَنْتَ رَاءٍ مِّنْ لِّلْمَمِ قَدْ رَجَّلَهَا فَهِيَ تَقْطُرُ مَاءً مُتَّكِئًا عَلَى رَجُلَيْنِ أَوْ عَلَى عَوَاتِقِ رَجُلَيْنِ يَطُوفُ بِالْبَيْتِ فَسَأَلْتُ مَنْ هٰذَا فَقِيلَ هٰذَا الْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ ثُمَّ إِذَا أَنَا بِرَجُلٍ جَعْدٍ قَطَطٍ أَعْوَرِ الْعَيْنِ الْيُمْنٰى كَأَنَّهَا عِنَبَةٌ طَافِيَةٌ فَسَأَلْتُ مَنْ هٰذَا فَقِيلَ هٰذَا الْمَسِيحُ الدَّجَّالُ)).

[425]۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں نے ایک رات اپنے آپ کو (خواب میں) کعبہ کے پاس دیکھا تو میں نے ایک گندمی رنگ آدمی دیکھا، جو گندمی رنگ مرد تو نے دیکھے ہیں، ان میں سے سب سے زیادہ خوبصورت گندمی رنگ کا تھا، اس کے کنگھی کیے ہوئے کانوں کی لو سے نیچے تک آنے والے بہت خوبصورت بال تھے، جیسے تو نے کانوں کی لو سے نیچے آنے والے سب سے زیادہ خوبصورت بال دیکھے ہوں، ان بالوں سے پانی ٹپک رہا تھا، وہ دو آدمیوں پر یا دو آدمیوں کے کندھوں کا سہارا لے کر بیت اللہ کا طواف کر رہا تھا، میں نے پوچھا یہ کون ہے؟ جواب دیا گیا، یہ مسیح بن مریم ہیں، پھر میں نے ایک آدمی دیکھا جس کے بال بہت زیادہ گھنگریالے تھے، دائیں آنکھ کانی تھی گویا کہ وہ ابھرا ہوا انگور ہے میں نے پوچھا یہ کون ہے؟ تو کہا گیا یہ مسیح دجال ہے۔"

مفردات الحدیث ❶ **کعبہ:** مربع (چوکور) گھر کو کہتے ہیں۔ یا گول اور بلند چیز کو کہتے ہیں۔ ❷ **لِمّہ:**

[425] اخرجه البخاری فی ((صحیحه)) فی اللباس، باب: الجعد برقم (٥٩٠٢) وفی التعبیر، باب: رویا اللیل برقم (٦٩٩٩) انظر (التحفة) برقم (٨٣٧٣)

جمع لِـمَـمٌ، وہ بال جو کانوں کی لو سے نیچے تک لٹکتے ہوں۔ ❸ قـد رَجّـلـهـا: ان میں کنگھی کی ہوئی تھی۔
❹ تقطر دماءٌ: ان سے حقیقتاً پانی ٹپک رہا تھا، یا تروتازگی میں ایسے تھے جوان بالوں میں ہوتی ہے، جو پانی سے تر ہوتے ہیں۔ ❺ عَـوَاتِـق: عاتق کی جمع ہے، شانہ، کندھا۔ ❻ جـعـد: گھنگھریالے، خمیدہ۔ ❼ قَـطِـطٌ: بہت زیادہ گھونگھریالے بال۔ (رَجُـل قط و قُطَطٌ)۔ ❽ عِنبة طافية: ابھرا یا پھولا ہوا انگور، جو دوسرے انگوروں سے ابھرا ہوا ہو۔

فوائد:...... ❶ حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کو اس لیے مسیح کہتے ہیں کہ جب وہ کسی بیمار پر ہاتھ پھیرتے تھے تو وہ تندرست ہو جاتا تھا، اور دجال کو مسیح اس لیے کہتے ہیں کہ اس کی آنکھیں ممسوحۃ (مٹی) ہوئی ہیں، یا اس لیے کہ وہ کانا ہے۔ یا اس لیے کہ خیر سے وہ محروم ہے۔ ❷ اللہ تعالیٰ نے حضور اکرم ﷺ کو مختلف انبیاء علیہم السلام کو زندگی کے مختلف مراحل میں مختلف کام کرتے دکھایا ہے، اسی طرح مختلف مقامات پر دکھایا ہے اور آج کے سائنسی دور میں، اس کو سمجھنا بالکل آسان ہو گیا ہے، ایک انسان ایک جگہ تقریر کر رہا ہوتا ہے، یا ایک ملک میں کوئی خاص غمی یا خوشی کی تقریب منعقد ہوتی ہے تو وہ تمام دنیا میں دکھائی دیتی ہے اور ہر جگہ یہی محسوس ہوتا ہے کہ یہ تقریر یا تقریب یہیں ہو رہی ہے اگر ایک انسان جس کی اس پوری کائنات میں، ایک ذرے کی حیثیت ہے، اس کی عقل یہ کام کر رہی، تو پوری کائنات کے خالق و مالک کی قدرت اور علم جس کا کوئی کنارہ اور حد نہیں ہے، وہ اگر انبیاء علیہم السلام کو زندگی کے مختلف کام کرے، زندگی کے مختلف مراحل میں جہاں چاہے دکھا دے، تو اس میں کیا استبعاد ہو سکتا ہے، چونکہ انبیاء علیہم السلام زندگی کے مختلف مراحل میں، مختلف کام کرتے دکھائے گئے ہیں اس لیے بعض دفعہ، ایک دفعہ دیکھنے کے بعد، دوبارہ دیکھتے وقت آپ کو پہچان نہیں آسکی اور بعض جگہ حلیہ بیان کرنے میں بھی اختلاف ہو گیا ہے، تو یہ درحقیقت اختلاف نہیں ہے۔ زندگی کے مختلف مراحل یا عمر کے اختلاف سے شکل وصورت میں فرق پڑ جاتا ہے۔

[426] ٢٧٤۔(. . .) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْحَاقَ الْمُسَيَّبِيُّ حَدَّثَنَا أَنَسٌ يَعْنِي ابْنَ عِيَاضٍ عَنْ مُوسَى وَهُوَ ابْنُ عُقْبَةَ عَنْ نَافِعٍ

عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنُ عُمَرَ ذَكَرَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ يَوْمًا بَيْنَ ظَهْرَانَيِ النَّاسِ الْمَسِيحَ الدَّجَّالَ فَقَالَ ((إِنَّ اللّٰهَ تَبَارَكَ وَتَعَالَى لَيْسَ بِأَعْوَرَ أَلَا إِنَّ الْمَسِيحَ الدَّجَّالَ أَعْوَرُ عَيْنِ الْيُمْنَى كَأَنَّ عَيْنَهُ عِنَبَةٌ طَافِيَةٌ قَالَ وَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ أَرَانِي اللَّيْلَةَ فِي الْمَنَامِ عِنْدَ الْكَعْبَةِ فَإِذَا رَجُلٌ

[426] اخرجه البخاری فی ((صحیحه)) فی احادیث الانبیاء، باب: قول الله: ﴿واذكر فی الكتاب مريم اذ انتبذت من اهلها﴾ برقم (٣٤٣٩ و ٣٤٤٠) ومسلم فی (صحیحه) فی الفتن، باب: ذكر الدجال وصفته وما معه برقم (٧٢٨٩) انظر ((التحفة)) برقم ((٨٤٦٤)

آدَمُ كَأَحْسَنِ مَا تَرٰى مِنْ اُدْمِ الرِّجَالِ تَضْرِبُ لِمَّتُهُ بَيْنَ مَنْكِبَيْهِ رَجِلُ الشَّعْرِ يَقْطُرُ رَاْسُهُ مَآءً وَّاضِعًا يَدَيْهِ عَلٰى مَنْكِبَيْ رَجُلَيْنِ وَهُوَ بَيْنَهُمَا يَطُوفُ بِالْبَيْتِ فَقُلْتُ مَنْ هٰذَا فَقَالُوا الْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ وَرَأَيْتُ وَرَآئَهُ رَجُلًا جَعْدًا قَطَطًا أَعْوَرَ عَيْنِ الْيُمْنٰى كَأَشْبَهِ مَنْ رَأَيْتُ مِنَ النَّاسِ بِابْنِ قَطَنٍ وَّاضِعًا يَدَيْهِ عَلٰى مَنْكِبَيْ رَجُلَيْنِ يَطُوفُ بِالْبَيْتِ فَقُلْتُ مَنْ هٰذَا قَالُوا هٰذَا الْمَسِيحُ الدَّجَّالُ))

[426] ۔حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن لوگوں کے سامنے مسیح دجال کا تذکرہ کیا، اور فرمایا: اللہ تبارک وتعالیٰ کانا نہیں ہے، خبردار رہنا مسیح دجال کی دائیں آنکھ کانی ہے گویا کہ وہ پھولا ہوا انگور ہے۔ ابن عمر نے کہا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے آج رات اپنے آپ کو خواب میں کعبہ کے پاس دیکھا تو اچانک میری نظر ایک آدمی پر پڑی جو گندمی رنگ، انتہائی خوبصورت گندمی رنگ مرد جو کبھی تم نے دیکھا ہے اس کے سر کے بال کندھوں کے درمیان لٹکے ہوئے تھے ان میں کنگھی کی ہوئی تھی (وہ بال کنگھی کیے ہوئے تھے) وہ ان کے درمیان بیت اللہ کا طواف کر رہا تھا تو میں نے پوچھا یہ کون ہے تو انھوں (فرشتوں) نے جواب دیا مسیح ابن مریم ہے اور میں نے اس کے پیچھے ایک آدمی دیکھا جس کے بال انتہائی گنگھر یالے تھے دائیں آنکھ کانی تھی جن لوگوں کو میں نے دیکھا ان میں سے سب سے زیادہ ابن قطن کے مشابہ تھا اپنے دونوں ہاتھ دو آدمیوں کے کندھوں پر رکھے ہوئے وہ بیعت اللہ کا طواف کر رہا تھا تو میں نے پوچھا یہ کون ہے انہوں نے کہا یہ مسیح دجال (بہت جھوٹا) ہے۔

فائدہ:......اس واقعہ میں مسیح دجال، آپ کو زندگی کے اس مرحلہ میں طواف کرتے دکھایا گیا ہے جب کہ وہ اپنے آخری روپ میں نہیں تھا، جس دور میں اس کے لیے مکہ اور مدینہ میں داخل ہونا ممنوع ہے، جب قیامت کے قریب اس کا ظہور ہوگا، تو وہ مکہ اور مدینہ میں داخل نہیں ہو سکے گا۔ اور عیسیٰ علیہ السلام کو دیکھ کر نمک کی طرح پگھلے گا۔ اس لیے یہ حدیث اس حدیث کے مخالف نہیں ہے کہ دجال مدینہ اور مکہ میں داخل نہیں ہو سکے گا، کیونکہ اس کا تعلق قرب قیامت سے ہے۔ (فتح الباری، بحوالہ فتح الملھم: ۳۳۳)

[427] ۲۷۵۔(. . .)حَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا حَنْظَلَةُ عَنْ سَالِمٍ

عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ ((رَأَيْتُ عِنْدَ الْكَعْبَةِ رَجُلًا آدَمَ سَبِطَ الرَّأْسِ وَاضِعًا يَدَيْهِ عَلٰى رَجُلَيْنِ يَسْكُبُ رَاْسُهُ أَوْ يَقْطُرُ رَاْسُهُ فَسَأَلْتُ مَنْ هٰذَا فَقَالُوا عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ أَوِ الْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ لَا نَدْرِي أَيَّ ذٰلِكَ قَالَ وَرَأَيْتُ وَرَآئَهُ رَجُلًا أَحْمَرَ جَعْدَ الرَّأْسِ أَعْوَرَ الْعَيْنِ الْيُمْنٰى أَشْبَهُ مَنْ رَّأَيْتُ بِهِ ابْنُ قَطَنٍ فَسَأَلْتُ مَنْ هٰذَا فَقَالُوا الْمَسِيحُ الدَّجَّالُ))

[427] انفرد به مسلم۔ انظر ((التحفة)) برقم (۶۷۵۵)

[427] ابن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں، آپ نے فرمایا: میں نے ایک رات اپنے آپ کو کعبہ کے پاس خواب میں دیکھا، ایک شخص گندمی رنگ، انتہائی خوبصورت گندمی رنگ کا مرد جو کبھی تم نے دیکھا ہے۔ اس کے سر کے بال کندھوں کے درمیان تک لٹکے ہوئے تھے اور ان میں کنگھی کی ہوئی تھی، سر سے پانی ٹپک رہا تھا، اپنے دونوں ہاتھ دو آدمیوں کے کندھوں پر رکھے ہوئے تھا اور وہ دونوں کے درمیان بیت اللہ کا طواف کر رہا تھا، میں نے پوچھا، یہ کون ہے؟ لوگوں نے کہا، مسیح بن مریم ہیں، اور اس کے پیچھے میں نے ایک آدمی دیکھا، جس کے بال سخت گھنگریالے تھے، دائیں آنکھ کانی تھی، جن لوگوں کو میں نے دیکھا ہے، ان میں سب سے زیادہ ابن قطن ان کے مشابہ تھا، وہ اپنے دونوں ہاتھ، دو آدمیوں کے کندھوں پر رکھے ہوئے بیت اللہ کا طواف کر رہا تھا، میں نے پوچھا، یہ کون ہے؟ لوگوں نے کہا، یہ مسیح دجال ہے۔

[428] ٢٧٦-(١٧٠) حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا لَيْثٌ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ

عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِاللهِ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ ((**لَمَّا كَذَّبَتْنِي قُرَيْشٌ قُمْتُ فِي الْحِجْرِ فَجَلَا اللهُ لِي بَيْتَ الْمَقْدِسِ فَطَفِقْتُ أُخْبِرُهُمْ عَنْ آيَاتِهِ وَأَنَا أَنْظُرُ إِلَيْهِ**))

[428]۔ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب قریش نے مجھے جھٹلایا، میں حجر (حطیم) میں کھڑا ہوا، اللہ تعالیٰ نے بیت المقدس میرے سامنے کر دیا اور میں اسے دیکھ کر انہیں اس کی نشانیاں بتلانے لگا۔''

فائدہ:...... آج کے دور میں دنیا کی کوئی سی عمارت، دنیا کے کسی بھی ملک میں، ٹی وی کے ذریعہ دکھائی جا سکتی ہے، تو قدرت الٰہی کے سامنے کونسی چیز ناممکن ہو سکتی ہے۔ (اس حدیث کا تعلق پچھلے باب سے ہے)
اگر اللہ نے آپ کو حطیم میں کھڑے بیت المقدس دکھا دیا تو اس میں کوئی انہونی بات نہیں۔

[429] ٢٧٧-(١٧١) حَدَّثَنِي حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي يُونُسُ بْنُ يَزِيدَ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَالِمِ بْنِ

---

[428] اخرجه البخاري في ((صحيحه)) في التفسير، باب: ﴿اسرى بعبده ليلا من المسجد الحرام﴾ برقم (٤٧١٠) وفي المناقب، باب حديث الاسراء، وقول الله تعالى: ﴿سبحان الذي اسرى بعبده ليلا من المسجد الحرام الى المسجد الاقصى﴾ برقم (٣٨٨٦) والترمذي في ((جامعه)) في تفسير القرآن، باب: ومن سورة بني اسرائيل- وقال: هذا حديث حسن صحيح برقم (٣١٣٣) انظر ((التحفة)) برقم (٣١٥١)

[429] انفرد به مسلم- انظر (التحفه) برقم (٧٠٠٧)

عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ عَنْ أَبِيهِ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ يَقُولُ ((بَيْنَمَا أَنَا نَائِمٌ رَأَيْتُنِي أَطُوفُ بِالْكَعْبَةِ فَإِذَا رَجُلٌ آدَمُ سَبِطُ الشَّعْرِ بَيْنَ رَجُلَيْنِ يَنْطِفُ رَأْسُهُ مَاءً أَوْ يُهَرَاقُ رَأْسُهُ مَاءً قُلْتُ مَنْ هٰذَا قَالُوا هٰذَا ابْنُ مَرْيَمَ ثُمَّ ذَهَبْتُ أَلْتَفِتُ فَإِذَا رَجُلٌ أَحْمَرُ جَسِيمٌ جَعْدُ الرَّأْسِ أَعْوَرُ الْعَيْنِ كَأَنَّ عَيْنَهُ عِنَبَةٌ طَافِيَةٌ قُلْتُ مَنْ هٰذَا قَالُوا الدَّجَّالُ أَقْرَبُ النَّاسِ بِهِ شَبَهًا ابْنُ قَطَنٍ

[429] ۔حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اپنے باپ سے بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: ''میں سو رہا تھا کہ اس اثنا میں، میں نے اپنے آپ کو دیکھا کہ میں کعبہ کا طواف کر رہا ہوں، اچانک ایک آدمی پر میری نظر پڑی، جس کے بال سیدھے، رنگ گندمی ہے، دو آدمیوں کے درمیان ہے، اس کے سر سے پانی بہہ رہا ہے، یا اس کے سر سے پانی گر رہا ہے، میں نے پوچھا یہ کون ہے؟ لوگوں نے کہا، یہ ابن مریم ہے، پھر میں دیکھنے لگا، تو میری نظر ایک سرخ آدمی پر پڑی جس کا جسم بھاری تھا، سر کے بال گھنگریالے تھے، آنکھ کانی تھی گویا کہ اس کی آنکھ ابھرا ہوا انگور تھی، میں نے پوچھا یہ کون ہے؟ لوگوں نے کہا، دجال ہے، لوگوں میں سے سب سے زیادہ اس کے مشابہ ابن قطن ہے۔

[430] ۲۷۸۔(۱۷۲) وَحَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا حُجَيْنُ بْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ وَهُوَ ابْنُ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْفَضْلِ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ ((لَقَدْ رَأَيْتُنِي فِي الْحِجْرِ وَقُرَيْشٌ تَسْأَلُنِي عَنْ مَسْرَايَ فَسَأَلَتْنِي عَنْ أَشْيَاءَ مِنْ بَيْتِ الْمَقْدِسِ لَمْ أُثْبِتْهَا فَكُرِبْتُ كُرْبَةً مَا كُرِبْتُ مِثْلَهُ قَطُّ قَالَ فَرَفَعَهُ اللّٰهُ لِي أَنْظُرُ إِلَيْهِ مَا يَسْأَلُونِي عَنْ شَيْءٍ إِلَّا أَنْبَأْتُهُمْ بِهِ وَقَدْ رَأَيْتُنِي فِي جَمَاعَةٍ مِنَ الْأَنْبِيَاءِ فَإِذَا مُوسٰى قَائِمٌ يُصَلِّي فَإِذَا رَجُلٌ ضَرْبٌ جَعْدٌ كَأَنَّهُ مِنْ رِجَالِ شَنُوءَةَ وَإِذَا عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ عَلَيْهِ السَّلَام قَائِمٌ يُصَلِّي أَقْرَبُ النَّاسِ بِهِ شَبَهًا عُرْوَةُ بْنُ مَسْعُودٍ الثَّقَفِيُّ وَإِذَا إِبْرَاهِيمُ عَلَيْهِ السَّلَام قَائِمٌ يُصَلِّي أَشْبَهُ النَّاسِ بِهِ صَاحِبُكُمْ يَعْنِي نَفْسَهُ فَحَانَتِ الصَّلٰوةُ فَأَمَمْتُهُمْ فَلَمَّا فَرَغْتُ مِنَ الصَّلٰوةِ قَالَ قَائِلٌ يَا مُحَمَّدُ هٰذَا مَالِكٌ صَاحِبُ النَّارِ فَسَلِّمْ عَلَيْهِ فَالْتَفَتُّ إِلَيْهِ فَبَدَأَنِي بِالسَّلَامِ))۔

[430] ۔حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: واقعی میں نے اپنے آپ کو حجر میں

---

[430] انفرد به مسلم انظر (التحفة) برقم (١٤٩٦٥)

دیکھا، قریش مجھ سے میرے اسرا کے بارے میں سوال کر رہے تھے، انہوں نے مجھ سے بیت المقدس کی کچھ چیزوں کے بارے میں پوچھا، جو مجھے محفوظ نہ تھیں تو میں اس قدر پریشان ہوا، کہ کبھی اتنا پریشان نہیں ہوا تھا، آپ نے فرمایا، اللہ تعالیٰ نے بیت المقدس کو اٹھا کر میرے سامنے کر دیا، میں اسے دیکھ رہا تھا، وہ مجھ سے جس چیز کے بارے میں پوچھتے، میں انہیں اس کے بارے میں بتا دیتا، اور میں نے اپنے آپ کو انبیاء کی ایک جماعت میں دیکھا، میں نے موسیٰ علیہ السلام کو اس حال میں دیکھا کہ وہ کھڑے نماز پڑھ رہے تھے، وہ ایک آدمی تھے۔ ہلکے پھلکے گٹھا ہوا بدن، جیسا کہ وہ شنوءۃ (قبیلہ) کے مردوں میں سے ہیں اور اچانک عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کو دیکھا، کھڑے نماز پڑھ رہے ہیں، لوگوں میں سب سے زیادہ ان کے مشابہ عروہ بن مسعود ثقفی ہیں، اور ابراہیم علیہ السلام بھی کھڑے نماز پڑھ رہے ہیں، لوگوں میں سب سے زیادہ ان کے مشابہ تمہارے ساتھی ہیں۔ یعنی آپ نماز کا وقت ہوگیا، تو میں نے ان کی امامت کی، جب میں نماز سے فارغ ہوا، تو مجھے ایک کہنے والے نے کہا، اے محمد! یہ مالک آگ کا داروغہ ہے، اسے سلام کہیے، میں اس کی طرف متوجہ ہوا، تو اس نے مجھے پہلے سلام کہہ دیا۔

فائدہ :...... جن انبیاء کو آپ نے نماز پڑھتے دیکھا، آپ کو یہ کیفیت اس دور کی دکھائی گئی جس میں وہ نماز پڑھا کرتے تھے، آپ آج ایک وڈیو فلم تیار کر لیں، تو ایک عرصہ کے بعد جبکہ اس کے شرکاء وفات پا چکے ہوں گے، آپ ان کو، اپنی زندگی والے کام کرتے دیکھ سکیں گے، انسان مخلوق ہو کر اس قسم کے کام آ رہا ہے، اور آئندہ نامعلوم جدید اکتشافات کا کیا عالم ہوگا اور اللہ تعالیٰ کی قدرت کے کس قدر راز افشا ہوں گے، اس لیے صحیح احادیث میں بیان کردہ واقعات کے بارے میں کسی شک وشبہ میں مبتلا نہ ہونا چاہیے اور نہ ان کی تاویل وتحریف کرنی چاہیے۔

٧٦...... باب سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰى

٧٦ باب: سدرۃ المنتہیٰ کا تذکرہ

[431] ٢٧٩-(١٧٣) وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ مِغْوَلٍ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ جَمِيعًا عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ نُمَيْرٍ وَأَلْفَاظُهُمْ مُتَقَارِبَةٌ قَالَ ابْنُ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ مِغْوَلٍ عَنِ الزُّبَيْرِ بْنِ عَدِيٍّ عَنْ طَلْحَةَ عَنْ مُرَّةَ

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ لَمَّا أُسْرِيَ بِرَسُولِ اللَّهِ ﷺ انْتُهِيَ بِهِ إِلَى سِدْرَةِ الْمُنْتَهَى وَهِيَ فِي

[431] اخرجه الترمذی فی (جامعه) فی تفسیر القرآن، باب: ومن سورة النجم، وقال: هذا حديث ←

السَّمَاءِ السَّادِسَةِ إِلَيْهَا يَنْتَهِي مَا يُعْرَجُ بِهِ مِنَ الْأَرْضِ فَيُقْبَضُ مِنْهَا وَإِلَيْهَا يَنْتَهِي مَا يُهْبَطُ بِهِ مِنْ فَوْقِهَا فَيُقْبَضُ مِنْهَا قَالَ إِذْ يَغْشَى السِّدْرَةَ مَا يَغْشَى قَالَ فَرَاشٌ مِنْ ذَهَبٍ قَالَ فَأُعْطِيَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ ثَلَاثًا أُعْطِيَ الصَّلَوَاتِ الْخَمْسَ وَأُعْطِيَ خَوَاتِيمَ سُورَةِ الْبَقَرَةِ وَغُفِرَ لِمَنْ لَّمْ يُشْرِكْ بِاللّٰهِ مِنْ أُمَّتِهِ شَيْئًا الْمُقْحِمَاتُ۔

[431]۔حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ کو اسرا کروایا گیا، آپ کو سدرۃ المنتہیٰ تک لے جایا گیا، وہ چھٹے آسمان پر ہے، اس کے پاس جا کر وہ چیزیں جنہیں زمین سے اوپر لے جایا جاتا ہے رک جاتی ہیں اور وہاں سے انہیں لے لیا جاتا ہے اور اس کے پاس آ کر رک جاتی ہیں، وہ چیزیں جنہیں اس کے اوپر سے نیچے لایا جاتا ہے، اور وہاں سے انہیں وصول کر لیا جاتا ہے۔ (اس کے بارے میں) اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''جب ڈھانپ لیا، سدرہ کو جس نے ڈھانپ لیا'' عبداللہ نے کہا، سونے کے پروانے تھے اور کہا رسول اللہ ﷺ کو تین چیزیں عطا کی گئیں، پانچ نمازیں، سورۂ بقرہ کی آخری آیات اور آپ کی امت کے ان تمام لوگوں کے بڑے بڑے گناہ معاف کر دیے گئے جنہوں نے اللہ کے ساتھ شرک نہیں کیا۔

مفردات الحدیث ❶ **فَرَاش من ذهب:** سونے کے پتنگے، چراغ کی روشنی پر گرنے والے پروانے مراد ہیں۔ ❷ **المُقحِمَات:** اقحام کا معنی ہوتا ہے، کسی کو بلا سوچے سمجھے داخل کرنا۔ **اقحم فرسه النَّهرَ**، اپنے گھوڑے کو جبرا نہر میں داخل کیا۔ **المُقحِمَات:** سے مراد وہ بڑے بڑے گناہ ہیں جو انسان کی تباہی و بربادی کا باعث ہیں۔

فوائد: ...... ❶ سدرۃ المنتہیٰ، چھٹے آسمان سے شروع ہو کر ساتویں آسمان کے اوپر تک پھیلی ہوئی ہے، اس کی جڑیں چھٹے آسمان پر ہیں اور شاخیں ساتویں پر ہیں۔ ❷ بعض لوگوں کے ایمان کی پختگی اور نیکیوں کی وجہ سے سب گناہ معاف ہو جائیں گے، یہ اللہ تعالیٰ کا کرم و احسان ہے یا پھر بقدر جرم و گناہ عذاب کے بعد ان کے گناہ ختم ہو جائیں گے اور پھر وہ جنت میں داخل ہوں گے۔

نوٹ:...... مندرجہ ذیل تین حدیثیں، ہندوستانی اور پاکستانی نسخوں میں اگلے باب کے تحت درج ہیں۔ اور ان کا تعلق بھی اگلے باب ہی سے ہے۔ لیکن بیروت نسخے میں مذکورہ بالا باب کے تحت ہیں۔

← حسن صحيح برقم (٣٢٧٦) والنسائي في ((المجتبى)) ١/ ٢٢٦ في الصلاة، باب: فرض الصلاة وذكر اختلاف الناقلين في اسناد حديث انس بن مالك رضى الله عنه...... انظر (التحفة) برقم (٩٥٤٨)

[432] ٢٨٠ـ(١٧٤)وحَدَّثَنِي أَبُو الرَّبِيعِ الزَّهْرَانِيُّ حَدَّثَنَا عَبَّادٌ وَهُوَ ابْنُ الْعَوَّامِ

عَنِ الشَّيْبَانِيِّ قَالَ سَأَلْتُ زِرَّ بْنَ حُبَيْشٍ عَنْ قَوْلِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ أَوْ أَدْنَى قَالَ أَخْبَرَنِي ابْنُ مَسْعُودٍ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ رَأَى جِبْرِيلَ لَهُ سِتُّ مِائَةِ جَنَاحٍ

[432] ـ شیبانی کہتے ہیں میں نے زر بن حبیش سے اللہ عزوجل کے قول: (قاب قوسین او ادنی) وہ دو کمانوں کے فاصلے پر ہوآیا بلکہ اس کے قریب تر۔ اس نے جواب دیا مجھے ابن مسعود نے بتایا بلاشبہ نبی اکرم ﷺ نے جبریل کو دیکھا اس کے چھ سو پر تھے۔

[433] ٢٨٢ـ(. . .)حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ غِيَاثٍ عَنِ الشَّيْبَانِيِّ عَنْ زِرٍّ

عَنْ عَبْدِاللّٰهِ قَالَ مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَأَى قَالَ رَأَى جِبْرِيلَ عَلَيْهِ السَّلَام لَهُ سِتُّ مِائَةِ جَنَاحٍ

[433] حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے کہا دل نے جھوٹ نہیں بولا اس نے دیکھا بھی اس میں جھوٹ کی آمیزش نہیں کی انہوں نے کہا آپ نے جبریل علیہ السلام کو دیکھا اس کے چھ سو پر تھے۔"

[434] ٢٨٢ـ(. . .)حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُعَاذٍ الْعَنْبَرِيُّ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ سُلَيْمَانَ الشَّيْبَانِيِّ سَمِعَ زِرَّ بْنَ حُبَيْشٍ

عَنْ عَبْدِاللّٰهِ قَالَ لَقَدْ رَأَى مِنْ آيَاتِ رَبِّهِ الْكُبْرَى قَالَ رَأَى جِبْرِيلَ فِي صُورَتِهِ لَهُ سِتُّ مِائَةِ جَنَاحٍ

[434] عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے اس آیت کی تفسیر میں آپ نے یقیناً اپنے رب کی بعض بہت بڑی نشانیاں دیکھیں منقول ہے: آپ نے جبریل علیہ السلام کو اس کی اصل صورت میں دیکھا اس کے چھ سو پر تھے۔

[432] والبخاري في ((صحيحه)) في التفسير ، باب: ﴿فكان قاب قوسين او ادنى﴾ برقم (٤٨٥٦) وفي باب: ﴿فاوحى الى عبده ما اوحى﴾ برقم (٤٨٥٧) وفي بدء الخلق ، باب اذا قال احدكم آمين والملائكة في السماء فوافقت احداهما الاخرى غفرله ما تقدم من ذنبه برقم (٣٢٣٢) والترمذي في ((جامعه)) في تفسير القرآن ، باب: ومن سورة النجم۔ وقال: هذا حديث حسن غريب صحيح۔ برقم (٣٢٧٧) انظر (التحفة) برقم (٩٢٠٥)

[433] تقدم تخريجه في الحديث السابق برقم (٤٣١)

[434] تقدم تخريجه (٤٣١)

۷۷...... بَاب :مَعْنٰی قَوْلِ اللّٰہِ عَزَّ وَجَلَّ وَلَقَدْ رَاٰہُ نَزْلَۃً اُخْرٰی وَھَلْ رَأَی النَّبِیُّ ﷺ رَبَّہٗ لَیْلَۃَ الْإِسْرَآءِ

باب ۷۷: اللہ تعالیٰ کے اس قول کا معنی بلاشبہ یقیناً آپ نے اسے ایک اور بار اترتے دیکھا اور کیا آپ نے شب اسرا کی رات اپنے رب کو دیکھا تھا؟

[435] ۲۸۳۔(۱۷۵)حَدَّثَنَا أَبُو بَکْرِ بْنُ أَبِی شَیْبَۃَ حَدَّثَنَا عَلِیُّ بْنُ مُسْھِرٍ عَنْ عَبْدِ الْمَلِکِ عَنْ عَطَاءٍ عَنْ أَبِی ھُرَیْرَۃَ وَلَقَدْ رَاٰہُ نَزْلَۃً اُخْرٰی قَالَ رَاٰی جِبْرِیلَ علیہ السلام

[435]۔حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ لقد راٰہ نزلۃ اخرٰی (نجم:۱۳) کی تفسیر یہ ہے کہ یقیناً بلاشبہ آپ نے ایک اور بار اسے اترتے دیکھا

[436] ۲۸۴-(۱۷۶)حَدَّثَنَا أَبُو بَکْرِ بْنُ أَبِی شَیْبَۃَ حَدَّثَنَا حَفْصٌ عَنْ عَبْدِالْمَلِکِ عَنْ عَطَاءٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ رَاٰہُ بِقَلْبِہٖ

[436]۔حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا قول کہ آپ نے اللہ تعالیٰ کو اپنے دل سے دیکھا ہے۔

[437] ۲۸۵-(...) حَدَّثَنَا أَبُو بَکْرِ بْنُ أَبِی شَیْبَۃَ وَأَبُو سَعِیدِ الْأَشَجُّ جَمِیعًا عَنْ وَکِیعٍ قَالَ الْأَشَجُّ حَدَّثَنَا وَکِیعٌ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ عَنْ زِیَادِ بْنِ الْحُصَیْنِ أَبِی جَھْمَۃَ عَنْ أَبِی الْعَالِیَۃِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ مَا کَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَاٰی وَلَقَدْ رَاٰہُ نَزْلَۃً اُخْرٰی قَالَ رَاٰہُ بِفُؤَادِہٖ مَرَّتَیْنِ

[437]۔حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ ﴿مَا کَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَاٰی﴾ (النجم:۱۳) آپ نے جو کچھ دیکھا دل نے اس میں جھوٹ کی آمیزش نہیں کی۔ وَلَقَدْ رَاٰہُ نَزْلَۃً اُخْرٰی (نجم:۱۳) ''بلاشبہ آپ نے اسے ایک اور بار اترتے دیکھا ہے'' کی تفسیر یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے، اللہ تعالیٰ کو اپنے دل سے دو دفعہ دیکھا ہے۔

[438] ۲۸۶۔(...)حَدَّثَنَا أَبُو بَکْرِ بْنُ أَبِی شَیْبَۃَ قَالَ نَا حَفْصُ بْنُ غِیَاثٍ عَنِ الْأَعْمَشِ قَالَ نَا أَبُو جَھْمَۃَ بِھٰذَا الْإِسْنَادِ

[438]۔امام صاحب نے ایک دوسری سند سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا قول بیان کیا ہے۔

[435] انفرد بہ مسلم۔ انظر (التحفۃ) برقم (۱٤۱۸٤)
[436] انفرد بہ مسلم۔ انظر (التحفۃ) برقم (۵۹۱۲)
[437] انفرد بہ مسلم۔ انظر (التحفہ) برقم (۵٤۲۳)
[438] انفرد بہ مسلم۔ انظر (التحفہ) برقم (۵٤۲۳)

[439] ٢٨٧-(١٧٧)حَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ عَنْ دَاوُدَ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنْ مَسْرُوقٍ قَالَ كُنْتُ مُتَّكِئًا عِنْدَ عَائِشَةَ فَقَالَتْ يَا أَبَا عَائِشَةَ ثَلَاثٌ مَنْ تَكَلَّمَ بِوَاحِدَةٍ مِنْهُنَّ فَقَدْ أَعْظَمَ عَلَى اللهِ الْفِرْيَةَ قُلْتُ مَا هُنَّ قَالَتْ مَنْ زَعَمَ أَنَّ مُحَمَّدًا ﷺ رَأَى رَبَّهُ فَقَدْ أَعْظَمَ عَلَى اللهِ الْفِرْيَةَ قَالَ وَكُنْتُ مُتَّكِئًا فَجَلَسْتُ فَقُلْتُ يَا أُمَّ الْمُؤْمِنِينَ أَنْظِرِينِي وَلَا تُعْجِلِينِي أَلَمْ يَقُلِ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ وَلَقَدْ رَآهُ بِالْأُفُقِ الْمُبِينِ وَلَقَدْ رَآهُ نَزْلَةً أُخْرَى فَقَالَتْ أَنَا أَوَّلُ هٰذِهِ الْأُمَّةِ سَأَلَ عَنْ ذٰلِكَ رَسُولَ اللهِ ﷺ فَقَالَ ((**إِنَّمَا هُوَ جِبْرِيلُ لَمْ أَرَهُ عَلَى صُورَتِهِ الَّتِي خُلِقَ عَلَيْهَا غَيْرَ هَاتَيْنِ الْمَرَّتَيْنِ رَأَيْتُهُ مُنْهَبِطًا مِنَ السَّمَاءِ سَادًّا عِظَمُ خَلْقِهِ مَا بَيْنَ السَّمَاءِ إِلَى الْأَرْضِ**)) فَقَالَتْ أَوَلَمْ تَسْمَعْ أَنَّ اللهَ يَقُولُ لَا تُدْرِكُهُ الْأَبْصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الْأَبْصَارَ وَهُوَ اللَّطِيفُ الْخَبِيرُ أَوَلَمْ تَسْمَعْ أَنَّ اللهَ يَقُولُ وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ أَنْ يُكَلِّمَهُ اللهُ إِلَّا وَحْيًا أَوْ مِنْ وَرَاءِ حِجَابٍ أَوْ يُرْسِلَ رَسُولًا فَيُوحِيَ بِإِذْنِهِ مَا يَشَاءُ إِنَّهُ عَلِيٌّ حَكِيمٌ قَالَتْ وَمَنْ زَعَمَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ كَتَمَ شَيْئًا مِنْ كِتَابِ اللهِ فَقَدْ أَعْظَمَ عَلَى اللهِ الْفِرْيَةَ وَاللهُ يَقُولُ يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ بَلِّغْ مَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ وَإِنْ لَمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهُ قَالَتْ وَمَنْ زَعَمَ أَنَّهُ يُخْبِرُ بِمَا يَكُونُ فِي غَدٍ فَقَدْ أَعْظَمَ عَلَى اللهِ الْفِرْيَةَ وَاللهُ يَقُولُ قُلْ لَا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمٰوَاتِ وَالْأَرْضِ الْغَيْبَ إِلَّا اللهُ۔

[439] ۔مسروق کہتے ہیں کہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس ٹیک لگائے ہوئے بیٹھا تھا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: اے ابو عائشہ (مسروق کی کنیت ہے) تین چیزیں ہیں، جوکوئی ان میں سے کسی کا قائل ہوا، اس نے

---

[439] اخرجه البخاری فی (صحیحه) فی التفسیر، باب: ﴿یا ایها الرسول بلغ ما انزل الیك من ربك﴾ باختصار برقم (٤٦١٢) وفی باب: سورة والنجم برقم (٤٨٥٥) مختصرا وفی التوحید، باب: قول الله تعالی: ﴿عالم الغیب فلا یظهر علی غیبه احدا﴾ و ﴿ان الله عنده علم الساعة﴾ و ﴿انزله بعلمه﴾ و ﴿ما تحمل من انثی ولا تضع الا بعلمه﴾ و ﴿الیه یرد علم الساعة﴾ باختصار برقم (٧٣٨٠) وفی باب: قول الله تعالی: ﴿یا ایها الرسول بلغ ما انزل الیك من ربك وان لم تفعل فما بلغت رسالته﴾ برقم (٧٥٣١) باختصار۔ والترمذی فی ((جامعه)) فی تفسیر القرآن، باب: ومن سورة الانعام وقال: حدیث حسن صحیح برقم (٣٠٦٨) وفی باب: ومن سورة النجم برقم (٣٢٧٨) انظر (التحفه) برقم (١٧٦١٣)

اللہ تعالیٰ پر بہت بڑا بہتان باندھا، میں نے پوچھا وہ باتیں کونسی ہیں؟ انہوں نے جواب دیا، جس نے یہ گمان کیا کہ محمد ﷺ نے ، اپنے رب کو دیکھا ہے، تو اس نے اللہ تعالیٰ کے بارے میں بہت بڑا جھوٹ بولا، مسروق کہتے ہیں، میں ٹیک لگائے ہوئے بیٹھا تھا تو سیدھا ہو کر بیٹھ گیا، اور میں نے کہا، اے مومنوں کی ماں! مجھے بات کرنے کا موقعہ دیجئے! مجھ سے جلدی نہ کیجئے، اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان نہیں ہے: ''بے شک انہوں نے اسے روشن، کنارے پر دیکھا۔'' (تکویر: ۲۳) وَلَقَدْ رَاٰهُ نَزْلَةً اُخْرٰی (نجم) ''اور انہوں نے اسے ایک اور بار اترتے دیکھا۔'' تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا، اس امت میں سب سے پہلے میں نے، اس کے بارے میں رسول اللہ ﷺ سے پوچھا، تو آپ نے فرمایا، وہ تو جبریل ہیں، میں نے ان کو، ان دو دفعہ کے علاوہ ان کی اصل صورت میں، جس میں وہ پیدا کیے گئے ہیں، نہیں دیکھا میں نے انہیں ایک دفعہ آسمان سے اترتے دیکھا، ان کی جسامت کی بڑائی نے آسمان وزمین کا درمیان بھر دیا تھا، پھر ام المومنین نے فرمایا، کیا تو نے اللہ تعالیٰ کا فرمان نہیں سنا، آنکھیں اس کا ادراک نہیں کرسکتیں اور وہ آنکھوں کا ادراک کرسکتا ہے (آنکھیں اس کو نہیں پاسکتیں اور وہ آنکھوں کو پا سکتا ہے) اور وہ باریک بین خبردار ہیں۔ (انعام: ۱۰۳) اور تو نے اللہ کا یہ فرمان نہیں سنا: ''اور کسی بشر میں یہ طاقت نہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ سے کلام کرے مگر وحی کے ذریعہ، یا پردے کی اوٹ سے یا وہ کسی رسول فرشتے کو بھیجے، جو اللہ کی مرضی سے جو وہ چاہے، وحی کرے بلا شبہ وہ بلند اور حکیم ہے۔'' (شوریٰ: ۵۱) ام المومنین نے فرمایا: جو یہ شخص یہ خیال کرتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی کتاب میں سے کچھ چھپا لیا، تو اس نے اللہ تعالیٰ پر بہت بڑا بہتان باندھا جب کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: اے رسول! تیرے رب کی طرف سے تجھ پر جو کچھ اتارا گیا ہے، پہنچا دیجئے اگر (بالفرض) آپ نے ایسا نہ کیا، تو آپ نے فریضہ رسالت ادا نہیں کیا۔ (مائدہ: ۶۷) اور انہوں نے فرمایا: اور جو شخص یہ کہے: آپ کل کو ہونے والی بات کی خبر دیتے تھے تو اس نے اللہ تعالیٰ پر بہت بڑا جھوٹ باندھا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: فرما دیجئے جو کوئی آسمانوں اور زمین میں ہے اللہ کے سوا وہ غیب نہیں جانتا۔'' (نمل: ۶۵)

مفردات الحدیث ❶ **الفرية جمع فری:** من گھڑت بات، جھوٹ۔ ❷ **انظريني:** انظار سے ہے، مہلت دینا، ڈھیل دینا، مجھے مہلت دیجئے۔ ❸ **سادًا:** سد سے ہے روکنا، بند کردینا۔ ❺ **عُظْمَ:** عین پر پیش اور ظاء ساکن ہے یا عین پر زیر اور ظاء پر زبر ہے، بڑائی جسامت کے اعتبار سے۔

فوائد :...... ❶ اس حدیث سے ثابت ہوا اللہ تعالیٰ کے لیے قال اس نے فرمایا، اسی طرح ''اللہ یقول'' اللہ فرماتا ہے کہنا درست ہے۔ خود قرآن مجید میں ہے واللہ یقول الحق وہ حق فرماتا ہے۔ (احزاب: ۵) ❷ غیب کا علم، اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے، اس کے سوا، کوئی رسول، فرشتہ، ولی اور صالح انسان غیب نہیں

جانتا۔ بعض نے اس آیت کے ترجمہ میں بریکٹ کے اندر لکھا ہے (بالذات یعنی اللہ تعالیٰ کے بتلائے بغیر) شرح صحیح مسلم: ۱/ ۵۷۷، سوال یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے بتلا دیا، تو وہ غیب کہاں رہا۔ ③ رسول اللہ ﷺ نے پورے کا پورا، مکمل قرآن امت تک پہنچا دیا ہے، کیونکہ اگر آپ اس میں کسی قسم کی کوتاہی کرتے، تو یہ فریضہ رسالت کی ادائیگی میں کوتاہی ہوئی، اس لیے شیعہ کا یہ دعویٰ کہ موجودہ قرآن اصل سے کم ہے یہ ایک بہتان اور افترا ہے، جو ایمان کے منافی ہے۔ ④ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی طرح حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی رائے بھی یہی ہے کہ حضور اکرم ﷺ کو معراج میں اللہ کا دیدار نہیں ہوا۔ (اس مسئلہ پر بحث ہم آگے کریں گے)

[440] ۲۸۸۔(. . .) وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ

عَنْ دَاوُدُ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ نَحْوَ حَدِيثِ ابْنِ عُلَيَّةَ وَزَادَ قَالَتْ وَلَوْ كَانَ مُحَمَّدٌ ﷺ كَاتِمًا شَيْئًا مِمَّا أُنْزِلَ عَلَيْهِ لَكَتَمَ هٰذِهِ الْآيَةَ وَإِذْ تَقُولُ لِلَّذِي أَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَأَنْعَمْتَ عَلَيْهِ أَمْسِكْ عَلَيْكَ زَوْجَكَ وَاتَّقِ اللّٰهَ وَتُخْفِي فِي نَفْسِكَ مَا اللّٰهُ مُبْدِيهِ وَتَخْشَى النَّاسَ وَاللّٰهُ أَحَقُّ أَنْ تَخْشَاهُ

[440]۔ اور اسی سند سے ابن علیہ جیسی حدیث بیان کرتے ہیں اور جس میں یہ اضافہ ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا، اگر محمد ﷺ پر جو کچھ اتارا گیا ہے، اس کو چھپانے والے ہوتے، تو یہ آیت چھپا لیتے ''اس وقت کو یاد کرو جب آپ اس شخص سے، جس پر اللہ نے احسان فرمایا اور آپ نے انعام فرمایا، کہہ رہے تھے اللہ سے ڈرو اور اپنی بیوی کو اپنے پاس روکے رکھو، اور آپ اپنے جی میں وہ چیز چھپا رہے تھے، جسے اللہ ظاہر کرنا چاہتا تھا، آپ لوگوں کے (طعن و تشنیع) سے ڈر رہے تھے حالانکہ ڈرنے کا حق دار اللہ ہی ہے کہ آپ اس سے ڈریں۔ (الاحزاب: ۳۷)

فائدہ:...... جس پر اللہ اور آپ نے انعام فرمایا اس سے مراد، آپ کے متبنی حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ ہیں، آپ نے ان کی شادی اپنی پھوپھی زاد حضرت زینب بنت جحش سے کی جو انتہائی حسین و جمیل تھیں، اور قریشی ہونے کی بنا پر اس شادی پر آمادہ نہ تھیں، اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کے فیصلہ کو حتمی قرار دیا، جس کی بنا پر وہ راضی ہوگئیں، لیکن وہ اپنے حسن و جمال اور اپنے حسب و نسب کی بلندی کی بنا پر، حضرت زید کو وہ اہمیت نہ دیتی تھیں جس کے وہ خاوند ہونے کی بنا پر حق دار تھے، اس لیے میاں بیوی میں بحث و تکرار رہتی تھی، حضرت زید اس نتیجہ پر پہنچ چکے تھے کہ میرا ان سے نباہ ممکن نہیں ہے۔ اس لیے مجھے اس کو طلاق دے دینی چاہیے، اس کے لیے حضرت زید نے آپ سے مشورہ کیا، اللہ تعالیٰ نے حضرت زید کے حوالہ سے جس طرح متبنی بنانے کی رسم اور جاہلیت کی اس

[440] تقدم تخريجه في الحديث السابق برقم (٤٣٨)

بات کو ختم کیا کہ اسے اصل بیٹے کی حیثیت حاصل ہے، اسی طرح جاہلیت کی اس رسم کو بھی ختم کرنا چاہا کہ متبنیٰ کی بیوی سے شادی نہیں ہو سکتی اور اپنے رسول کو آگاہ کر دیا کہ حضرت زید اپنی بیوی کو طلاق دیں گے اور آپ اس سے شادی فرمائیں گے، رسول اکرم ﷺ کو یہ اندیشہ تھا کہ اگر میں نے زینب سے شادی کر لی تو کافروں اور منافقوں کو میرے خلاف طعن و تشنیع کا طوفان اٹھانے کا موقع ملے گا۔
لوگ کہیں گے یہ کیسا نبی ہے، جس نے اپنے منہ بولے بیٹے کی بیوی اور اپنی بہو سے نکاح کر لیا ہے، اس لیے آپ چاہتے تھے کہ حضرت زید طلاق نہ دیں، تاکہ میرے نکاح کی نوبت ہی پیش نہ آئے لیکن چونکہ آپ آخری رسول ہیں، اس لیے اگر اس مسئلہ کا حل آپ کی شریعت میں نہ کر دیا جاتا تو قیامت تک یہ رسم ختم نہیں ہو سکتی تھی، اس لیے اللہ تعالیٰ کی حکمت کا تقاضا یہی تھا کہ حضرت زید، اپنی بیوی کو طلاق دیں اور نبی اکرم ﷺ اس سے شادی کر لیں اور آپ کا یہ فعل مسلمانوں کے لیے، اس بات کی دلیل و حجت بنے کہ منہ بولا بیٹا جس طرح حقیقی بیٹا نہیں ہے، اس طرح اس کی بیوی حقیقی بہو نہیں ہے کہ اس سے شادی نہ ہو سکے۔

تنبیہ:...... اس واقعہ سے یہ استدلال کرنا کہ آپ کو علم غیب حاصل ہے کیونکہ آپ کو معلوم تھا کہ انجام کار کیا ہونا ہے درست نہیں ہے کیونکہ اگر آپ کو انجام کار کا پتہ تھا تو آپ نے حضرت زید کو طلاق دینے سے کیوں روکا، اور لوگوں کے طعن و تشنیع کا اندیشہ کیوں محسوس کیا؟ اسی طرح آپ کے حکم اور فیصلہ کی پابندی لازم ہے، اس کا یہ معنی نہیں ہے کہ آپ امتی کی جان اور مال کے مالک اور مختار ہیں، اگر یہ بات ہوتی تو حضرت بریرہ کو آپ نے جب حضرت مغیث کے نکاح میں رہنے کا کہا تھا تو آپ یہ نہ فرماتے، یہ میرا مشورہ ہے جس کا ماننا یا نہ ماننا تیرے اختیار میں ہے، اس نے عرض کیا، اگر آپ کا حکم اور فیصلہ ہے تو سر آنکھوں پر اگر مشورہ ہے تو میں مغیث کے ساتھ نہیں رہ سکتی۔ کیونکہ آپ کے مشورہ کی پابندی لازم نہیں ہے۔

[441] ۲۸۹۔(. . .)حَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنْ مَسْرُوقٍ قَالَ سَأَلْتُ عَائِشَةَ هَلْ رَأَى مُحَمَّدٌ ﷺ رَبَّهُ فَقَالَتْ سُبْحَانَ اللهِ لَقَدْ قَفَّ شَعَرِي لِمَا قُلْتَ وَسَاقَ الْحَدِيثَ بِقِصَّتِهِ وَحَدِيثُ دَاوُدَ أَتَمُّ وَأَطْوَلُ

[441]۔ مسروق کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کیا محمد ﷺ نے اپنے رب کو دیکھا ہے؟ فقالت سبحان اللہ! انہوں نے تعجب سے کہا، سبحان اللہ! تیری بات سے میرے بال کھڑے ہو گئے ہیں (رونگٹے کھڑے ہو گئے ہیں) اسماعیل نے حدیث واقعہ سمیت بیان کی، لیکن داود کی روایت زیادہ کامل اور طویل ہے۔

مفردات الحدیث ❶ سبحان اللہ: عرب یہ کلمہ حیرت و استعجاب کے وقت استعمال کرتے ہیں کہ آپ

[441] تقدم تخریجه (٤٣٨)

پر اس بات کا مخفی رہ جانا، انتہائی حیرت وتعجب انگیز ہے، آپ کو معلوم ہونا چاہیے تھا کہ آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کو نہیں دیکھا، بعض دفعہ ایسے موقع پر لا الہ الا اللہ بھی کہہ دیتے ہیں۔ ❷ لَقَدقَفَّ شَعْرِیْ: عرب کسی بات کے انکار کے لیے کہہ دیتے ہیں، قف شعری، میرے رونگٹے کھڑے ہوگئے یا اِقْشَعَرَّ جلدی مجھ پر کپکپی طاری ہوگئی۔ ❸ دنا فتدلی: قریب ہوا، مزید قریب ہوگیا۔ تدلّی کا اصل معنی ہوتا ہے اوپر سے نیچے لٹک آنا، مقصد یہ ہے کہ جبریل اوپر تھا، قریب ہونے کے لیے اوپر سے مزید نیچے آ گیا۔ ❹ قاب: قدر، فاصلہ۔ ❺ قوس: (کمان) اور بقول بعض ایک ہاتھ (ذراع) مراد ہے۔

[442] وَحَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ حَدَّثَنَا زَكَرِيَّاءُ عَنِ ابْنِ أَشْوَعَ عَنْ عَامِرٍ

عَنْ مَسْرُوقٍ قَالَ قُلْتُ لِعَائِشَةَ فَأَيْنَ قَوْلُهُ ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰى فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ أَوْ أَدْنٰى فَأَوْحٰى إِلٰى عَبْدِهِ مَا أَوْحٰى قَالَتْ إِنَّمَا ذَاكَ جِبْرِيلُ علیہ السلام كَانَ يَأْتِيهِ فِي صُورَةِ الرِّجَالِ وَإِنَّهُ أَتَاهُ فِي هٰذِهِ الْمَرَّةِ فِي صُورَتِهِ الَّتِي هِيَ صُورَتُهُ فَسَدَّ أُفُقَ السَّمَاءِ۔

[442] حضرت مسروق رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہا، اللہ کے اس فرمان کا کیا معنی ہے: تو وہ دو کمانوں کے فاصلہ پر ہوگیا بلکہ زیادہ قریب آ گیا پھر اس نے وحی کی اس کے بندے کی طرف جو وحی کی، اس نے (عائشہ) کہا: اس سے مراد تو بس جبریل علیہ السلام ہے وہ آپ کے پاس مردوں کی صورت (شکل) میں آتے، اس مرتبہ وہ آپ کے پاس اپنی اصلی صورت جو اس کی صورت ہے میں آئے تو آسمان کو بھر دیا۔

۷۸...... بَابُ فِي قَوْلِهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ نُورٌ أَنّٰى أَرَاهُ، وَفِي قَوْلِهِ ﴿رَأَيْتُ نُورًا﴾

باب ۷۸: آپ ﷺ کا فرمان، وہ نور ہے میں اس کو کیسے دیکھ سکتا ہوں اور ایک قول ہے میں نے نور دیکھا ہے

[443] ۲۹۱-(۱۷۸) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ يَزِيدَ بْنِ إِبْرَاهِيمَ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ شَقِيقٍ

عَنْ أَبِي ذَرٍّ قَالَ سَأَلْتُ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ هَلْ رَأَيْتَ رَبَّكَ قَالَ ((نُورٌ أَنّٰى أَرَاهُ))

---

[442] اخرجه البخاری فی ((صحیحه)) فی بدء الخلق، باب: اذا قال احدکم: آمین والملائکة فی السماء فوافقت احداهما الاخری غفرله ما تقدم من ذنبه برقم (۳۲۳٤) انظر (التحفة) برقم (۱۷٦۱۸)

[443] اخرجه الترمذی فی (جامعه) فی تفسیر القرآن، باب: ومن سورة النجم وقال: هذا حدیث حسن برقم (۳۲۸۲) انظر (التحفة) برقم (۱۱۹۳۸)

[443]۔ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا کیا آپ نے اپنے رب کو دیکھا ہے؟ آپ نے جواب دیا: ''وہ نور ہے میں اس کو کیسے دیکھ سکتا ہوں۔''

فائدہ:...... نورانی اراہ، کو محدثین نے مختلف طریقہ سے پڑھا ہے، ایک صورت وہی جس کے مطابق معنی کیا گیا ہے اور اس کا مقصد یہ ہے کہ اس کا حجاب نور ہے یعنی وہ نور سے مستور ہے، نور کی وجہ سے اس کو دیکھا نہیں جا سکتا، نور سے آنکھیں چکا چوند ہو جاتی ہیں اس لیے اس کو دیکھا نہیں جا سکتا، بعض نے اس کو نورانیٌّ اَرَاہُ پڑھا ہے، یعنی نور کی نسبت کی ہے اور نون کا اضافہ کر کے نوریِّ کے بجائے نورانی کہا ہے، کہ وہ نورانی ہے، میں اس کو دیکھتا ہوں، بعض پڑھتے ہیں نورانی اراہُ، وہ نور ہے میں اس کو دیکھ رہا ہوں، بعض پڑھتے ہیں، نورٌ اَنّٰی اراہُ، یعنی نورین این اراہُ جہاں سے بھی دیکھوں وہ نور ہے، اگلی حدیث رایت نورًا میں نے نور کو دیکھا ہے، سے اس کی تائید ہوتی ہے۔ اور علامہ آلوسی کا خیال ہے کہ ''نورٌ انّٰی اراہ'' میں نور پر تنوین نوعیت یا تعظیم کے لیے ہے کہ اللہ تعالیٰ کو اس کے اصل نور میں دنیا میں دیکھنا ممکن نہیں ہے اور ''رایتُ نورًا'' میں تنوین تعظیم کے لیے نہیں ہے، اس لیے معنی ہے ایک قسم کا نور دیکھا ہے، جس کا پردے کی اوٹ سے ظہور ہوا تھا۔ شب معراج، نبی اکرم ﷺ نے اللہ تعالیٰ کو دیکھا تھا یا نہیں، اس کے بارے میں حضرت عائشہ، حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہما وغیرہما کا نظریہ تو یہ ہے کہ آپ نے اللہ تعالیٰ کو نہیں دیکھا، لیکن حضرت ابن عباس، حضرت ابو ذر اور حضرت کعب رضی اللہ عنہم کا نظریہ ہے کہ آپ نے اللہ تعالیٰ کو دیکھا ہے، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے رؤیت قلبی اور رؤیت بصری دونوں منقول ہیں۔ (فتح الملہم: ۱/ ۳۳۶، فتح الباری: ۸/ ۷۷۴)

علامہ آلوسی نے، اس طرح حضرت عائشہ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے قول میں تطبیق دی ہے کہ بقول بعض حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے جس روایت کی نفی کی ہے، اس سے مراد اللہ تعالیٰ کا وہ اصلی نور ہے، جس پر کوئی آنکھ ٹک نہیں سکتی ہے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا مقصد اس نور کو دیکھنا ہے جو آنکھوں کو چکا چوند نہیں کرتا۔ (فتح الملہم: ۱/ ۳۳۹)

اور لا تدرکه الابصار کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے اپنی تائید میں پیش کیا ہے، اس کا معنی ہے احاطہ کرنا، گھیرنا اور اللہ تعالیٰ کا احاطہ ممکن نہیں ہے، اور ادراک واحاطہ کی نفی سے رؤیت کی نفی نہیں ہوتی، سورۃ شعراء میں ہے: ﴿فَلَمَّا تَرَاۗءَ الْجَمْعٰنِ قَالَ اَصْحٰبُ مُوْسٰۤى اِنَّا لَمُدْرَكُوْنَ﴾ (الشعراء: ۶۱) اور جب دونوں جماعتوں نے ایک دوسرے کو دیکھ لیا، تو موسیٰ علیہ السلام کے ساتھیوں نے کہا، ہم یقیناً گھیرے میں آ گئے۔ موسیٰ علیہ السلام نے جواب دیا: کَلَّا ہرگز نہیں۔ یہاں دونوں جماعتوں کے لیے رؤیت ثابت کی گئی ہے لیکن جب موسیٰ علیہ السلام کے ساتھیوں نے ادراک کا خطرہ پیش کیا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ادراک (احاطہ) کی نفی کر دی، اس لیے سورۂ انعام کی آیت میں ادراک کی نفی ہے۔ رؤیت کی نفی نہیں، مزید برآں، دنیا میں دیکھنے کی نفی ہے لیکن دوسری آیات اور صحیح احادیث میں قیامت کے دن تمام مومنوں کے لیے رؤیت ثابت ہے اور نبی اکرم ﷺ کو بھی رویت آسمانوں پر ہوئی ہے، اس لیے اس میں کسی

قسم کا استحالہ نہیں، اللہ تعالیٰ نے آپ کی آنکھوں میں اس قدر قوت پیدا کر دی کہ آپ کے لیے دیکھنا ممکن ہو گیا۔
(هذا ما عندی واللہ اعلم بالصواب)

[444] ٢٩٢-(. . .)حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ هِشَامٍ حَدَّثَنَا أَبِي ح وَحَدَّثَنِي حَجَّاجُ بْنُ الشَّاعِرِ حَدَّثَنَا عَفَّانُ بْنُ مُسْلِمٍ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ كِلَاهُمَا عَنْ قَتَادَةَ

عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ شَقِيقٍ قَالَ قُلْتُ لِأَبِي ذَرٍّ لَوْ رَأَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ لَسَأَلْتُهُ فَقَالَ عَنْ اَيِّ شَيْءٍ كُنْتَ تَسْأَلُهُ قَالَ كُنْتُ اَسْأَلُهُ هَلْ رَأَيْتَ رَبَّكَ قَالَ أَبُو ذَرٍّ قَدْ سَأَلْتُ فَقَالَ ((رَأَيْتُ نُوراً))

[444]۔ حضرت عبداللہ بن شقیق کہتے ہیں کہ میں نے سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ سے کہا، اگر میں رسول اللہ ﷺ کو دیکھتا، تو آپ سے پوچھتا، ابوذر نے کہا، تو آپ سے کس چیز کے بارے میں سوال کرتا؟ عبداللہ بن شقیق نے کہا، میں آپ سے سوال کرتا، کیا آپ نے اپنے رب کو دیکھا ہے؟ ابوذر نے فرمایا: میں پوچھ چکا ہوں۔ آپ نے فرمایا: ''میں نے نور دیکھا ہے۔'' یعنی میں نے بس نور دیکھا ہے۔

٧٩...... بَابُ فِيْ قَوْلِهٖ عَلَيْهِ السَّلَامِ إِنَّ اللّٰهَ لَا يَنَامُ وَفِي قَوْلِهٖ حِجَابُهُ النُّوْرُ لَوْ كَشَفَهُ لَا حَرَّقَ سُبُحَاتُ وَجْهِهٖ مَا انْتَهَى إِلَيْهِ بَصَرُهُ مِنْ خَلْقِهٖ

باب ٧٩: آپ ﷺ کا فرمان ہے: اللہ تعالیٰ سوتا نہیں ہے اور آپ ﷺ کا قول ہے، اس کا حجاب (پردہ) نور ہے اگر اس کو اٹھا دے تو اس کے چہرے کی شعاعیں اس کے منتہائے نظر تک مخلوق کو جلا دیں

[445] ٢٩٣-(١٧٩)حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَأَبُو كُرَيْبٍ قَالَا حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ عَنْ أَبِي عُبَيْدَةَ

عَنْ أَبِي مُوسَى قَالَ قَامَ فِينَا رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ بِخَمْسِ كَلِمَاتٍ فَقَالَ ((إِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ لَا يَنَامُ وَلَا يَنْبَغِي لَهُ أَنْ يَّنَامَ يَخْفِضُ الْقِسْطَ وَيَرْفَعُهُ يُرْفَعُ إِلَيْهِ عَمَلُ اللَّيْلِ قَبْلَ عَمَلِ النَّهَارِ وَعَمَلُ النَّهَارِ قَبْلَ عَمَلِ اللَّيْلِ حِجَابُهُ النُّورُ وَفِي رِوَايَةِ أَبِي بَكْرٍ النَّارُ لَوْ كَشَفَهَا لَأَحْرَقَتْ سُبُحَاتُ وَجْهِهِ مَا انْتَهَى إِلَيْهِ بَصَرُهُ مِنْ خَلْقِهِ)) وَفِي رِوَايَةِ أَبِي بَكْرٍ عَنِ الْأَعْمَشِ وَلَمْ يَقُلْ حَدَّثَنَا

[444] تقدم تخريجه فى الحديث السابق برقم (٤٤٢)

[445] اخرجه ابن ماجه فى ((سننه)) فى المقدمة، باب: فيما انكرت الجهمية برقم (١٩٥) و (١٩٦) انظر (التحفة) برقم (٩١٤٦)

[445] ۔ حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک مجلس میں کھڑے ہو کر ہمیں پانچ باتیں بتائیں، فرمایا: (۱) اللہ تعالیٰ سوتا نہیں ہے اور نہ ہی سونا اس کے شایان شان ہے۔ (۲) میزان کے پلڑوں کو جھکاتا اور اٹھاتا ہے۔ (۳) اس کی طرف رات کے اعمال، دن کے اعمال سے پہلے، اور دن کے اعمال (بعد والی رات) سے پہلے اٹھائے جاتے ہیں۔ (۴) اس کا پردہ نور ہے، ابوبکر کی روایت میں نور کی جگہ نار (آگ) ہے۔ (۵) اگر وہ اس پردے کو کھول دے تو اس کے چہرے کی شعاعیں جہاں تک اس کی نگاہ پہنچے اس کی مخلوق کو جلا دیں۔

مفردات الحدیث ❶ **لا ینبغی له ان ینام:** سونا اس کے لیے ناممکن ہے، کیونکہ سونا، غفلت اور بے خبری کی اور احتیاج کی علامت ہے، اس سے ہوش و حواس قائم نہیں رہتے اور اللہ کے لیے یہ سب چیزیں مستحیل (ناممکن) ہیں۔ ❷ **یخفض القسط:** ترازو جھکاتا ہے، قسط کا اصل معنی عدل و انصاف ہے اور ترازو عدل کا آلہ ہے، اس لیے اس کو بھی قسط کہہ دیتے ہیں۔ ❸ **قسط** (میزان، ترازو) سے اوپر چڑھنے والے اعمال اور نیچے اترنے والے رزق، تولے جاتے ہیں۔ حجابه النور: اس کی رؤیت و دیدار میں نور کا پردہ حائل ہے، اس کی نگاہ تمام مخلوق تک پہنچتی ہے، اگر وہ اپنا حجاب اٹھا لے تو اس کے روئے مبارک کی تجلی کے سامنے کوئی چیز نہ ٹھہر سکے۔ سبحات، سبحة کی جمع ہے۔ اور اس سے مراد، چہرے کا نور اور جلال ہے، اس کے نور، چہرے اور بصر کی تاویل کرنا، یا تعطیل کرتے ہوئے اس کی نفی کرنا یا کسی مخلوق سے تشبیہ و تمثیل دینا غلط ہے، اس کی ذات جس طرح بے مثال ہے اس طرح اس کے لیے جو صفات اور اعضاء کے الفاظ آئے ہیں وہ بھی بے مثال ہیں، ان کی کیفیت و حقیقت کو بیان کرنا ممکن نہیں ہے۔

فوائد: .... ❶ اعمال اور ارزاق کے تولنے کے لیے ترازو ہے، ترازو کی کیفیت کو معلوم کرنا ممکن نہیں۔ ❷ رات کے اعمال نیک و بد، دن کی آمد سے پہلے اور دن کے عمل، رات کی آمد سے پہلے اوپر لے جائے جاتے ہیں، جس سے ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ اوپر ہے، اس لیے اللہ تعالیٰ کے علو اور اس کی فوقیت کا انکار، مختلف حیلوں، بہانوں یا تاویلات کے ذریعہ سے درست نہیں ہے۔

[446] ۲۹۴۔(. . .) حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ أَخْبَرَنَا جَرِيرٌ

عَنِ الْأَعْمَشِ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ قَالَ قَامَ فِينَا رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ بِأَرْبَعِ كَلِمَاتٍ ثُمَّ ذَكَرَ بِمِثْلِ حَدِيثِ أَبِي مُعَاوِيَةَ وَلَمْ يَذْكُرْ مِنْ خَلْقِهِ وَقَالَ حِجَابُهُ النُّورُ

[446] ۔ امام صاحب ایک دوسری سند سے مذکورہ بالا روایت بیان کرتے ہیں جس میں ہے کہ آپ نے ایک مجلس میں کھڑے ہو کر ہمیں چار باتیں بتائیں، پھر جریر نے ابو معاویہ کی طرح حدیث بیان کی اور ”من خلقه“ کے الفاظ بیان نہیں کیے اور کہا، حجابہ النور (اس کا پردہ نور ہے)

[446] تقدم تخريجه في الحديث السابق برقم (٤٤٤)

[447] ٢٩٥-(...)حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى وَابْنُ بَشَّارٍ قَالاَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ حَدَّثَنِي شُعْبَةُ عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ عَنْ أَبِي عُبَيْدَةَ

عَنْ أَبِي مُوسَى قَالَ قَامَ فِينَا رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ بِأَرْبَعٍ ((إِنَّ اللّٰهَ لَا يَنَامُ وَلَا يَنْبَغِي لَهُ أَنْ يَنَامَ يَرْفَعُ الْقِسْطَ وَيَخْفِضُهُ وَيُرْفَعُ إِلَيْهِ عَمَلُ النَّهَارِ بِاللَّيْلِ وَعَمَلُ اللَّيْلِ بِالنَّهَارِ))

[447]۔ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ نے کھڑے ہو کر ہمیں چار باتیں بتائیں: (۱) اللہ تعالیٰ سوتا نہیں ہے اور نہ ہی سونا اس کے لائق ہے۔ (۲) وہ ترازو کے پلڑے اوپر نیچے کرتا رہتا ہے۔ (۳) اس کی طرف دن کا عمل رات کو (۴) اور رات کا عمل دن کو اٹھایا جاتا ہے۔

فائدہ: ...... دن کا عمل، رات کے آغاز میں اس کے چھانے سے پہلے اور رات کا عمل دن کے آغاز میں، دن کے چڑھنے سے پہلے پیش کیا جاتا ہے، اس لیے دونوں حدیثوں میں تضاد نہیں ہے۔

٨٠...... بَاب: إِثْبَاتِ رُؤْيَةِ الْمُؤْمِنِينَ فِي الْآخِرَةِ لِرَبِّهِمْ سُبْحَانَهُ وَتَعَالَى

باب ٨٠: مومنوں کے لیے آخرت میں ان کے رب کے دیدار کا اثبات (ثابت کرنا)

[448] ٢٩٦-(١٨٠)حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ الْجَهْضَمِيُّ وَأَبُو غَسَّانَ الْمِسْمَعِيُّ وَإِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ جَمِيعًا عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ عَبْدِ الصَّمَدِ وَاللَّفْظُ لِأَبِي غَسَّانَ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو عَبْدِ الصَّمَدِ حَدَّثَنَا أَبُو عِمْرَانَ الْجَوْنِيُّ عَنْ أَبِي بَكْرِ بْنِ

عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ قَيْسٍ عَنْ أَبِيهِ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ ((جَنَّتَانِ مِنْ فِضَّةٍ آنِيَتُهُمَا وَمَا فِيهِمَا وَجَنَّتَانِ مِنْ ذَهَبٍ آنِيَتُهُمَا وَمَا فِيهِمَا وَمَا بَيْنَ الْقَوْمِ وَبَيْنَ أَنْ يَنْظُرُوا إِلَى رَبِّهِمْ إِلَّا رِدَاءُ الْكِبْرِيَاءِ عَلَى وَجْهِهِ فِي جَنَّةِ عَدْنٍ))

[448]۔ حضرت عبداللہ بن قیس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: ”دو جنتیں ایسی ہیں کہ ان کے برتن اور جو کچھ ان میں ہے چاندی کے ہوں گے اور دو جنتیں ایسی ہیں کہ ان کے برتن اور جو کچھ ان میں ہے،

[447] تقدم تخريجه (٤٤٤)

[448] اخرجه البخاري في ((صحيحه)) في التفسير، باب: ﴿ومن دونهما جنتان﴾ برقم (٤٨٧٨ و ٤٨٨٠) وفي التوحيد، باب قول الله تعالى: ﴿وجوه يومئذ ناضره الى ربها ناظرة﴾ برقم (٧٤٤٤) والترمذي في ((جامعه)) في صفة الجنة، باب: ما جاء في صفة غرف الجنة۔ وقال: هذا حديث حسن صحيح برقم (٢٥٢٨) وابن ماجه في ((سننه)) في المقدمة، باب ما انكرت الجهمية، برقم (١٨٦) انظر (التحفة) برقم (٩١٣٥)

سونے کے ہوں گے، لوگوں اور ان کے رب کی جنت عدن میں رویت کے درمیان اس کے چہرے پر عظمت و بڑائی کی چادر کے سوا کوئی چیز حائل نہیں ہوگی۔

فائدہ:......صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور سلف امت کے نزدیک، آخرت میں مومنوں کو اللہ تعالیٰ کا دیدار ہوگا۔ اللہ تعالیٰ اپنے چہرے سے عظمت و کبریائی کا پردہ اٹھائے گا، متکلمین کی طرح اس میں کسی قسم کی تاویل کی ضرورت نہیں ہے کہ وہ کسی جہت یا مکان میں نہیں ہوگا، اس طرح سے وجہ سے مراد ذات ہے درست نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ کا دیدار ہوگا اور وہ اوپر ہوگا، قرآن و حدیث دونوں سے دیدار الٰہی ثابت ہے، معتزلہ، خوارج اور بعض مرجئہ نے رویت کا انکار کیا ہے، اور انکار میں وہی چیزیں پیش کی ہیں (جن) کی متکلمین نے بلا وجہ تاویل کی ہے، وہ کہتے ہیں، نہ اس کا جسم ہے، نہ اس کا کوئی رنگ ہے، نہ کوئی مکان اور جہت ہے۔ پھر اس کو کیسے دیکھا جا سکتا ہے اور متکلمین بھی اس انکار میں ان کے ہمنوا ہیں اور کہتے ہیں جس طرح وہ مخلوق کو ان چیزوں سے پاک ہونے کے باوجود دیکھتا ہے، اس طرح مخلوق بھی اس کو دیکھے گی۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، سلف امت اور محدثین کے نزدیک اللہ تعالیٰ عرش پر ہے، اس کے لیے جہت علو اور فوقیت ثابت ہے اور اس کی آنکھیں، چہرہ، ہاتھ وغیرہ جس کا احادیث میں تذکرہ آیا ہے موجود ہیں، لیکن مخلوق کے لیے یہ چیزیں ان کی حیثیت اور شان کے مطابق ہیں اور خالق کے لیے اس کے شایان شان ہیں، جس طرح وہ اپنی ذات و صفات میں بے مثال ہے، اس طرح ان چیزوں میں بھی بے مثال ہے، جس طرح اس کی ذات کی حقیقت و ماہیت کو نہیں جانا جا سکتا، اس طرح ان چیزوں کی حقیقت و ماہیت اور کیفیت کو نہیں جانا جا سکتا۔

[449] ٢٩٧ـ(١٨١) حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ بْنِ مَيْسَرَةَ قَالَ حَدَّثَنِي عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ مَهْدِيٍّ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ ثَابِتٍ الْبُنَانِيِّ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي لَيْلَى

عَنْ صُهَيْبٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ ((إِذَا دَخَلَ أَهْلُ الْجَنَّةِ الْجَنَّةَ قَالَ يَقُولُ اللَّهُ تَبَارَكَ وَتَعَالَى تُرِيدُونَ شَيْئًا أَزِيدُكُمْ فَيَقُولُونَ أَلَمْ تُبَيِّضْ وُجُوهَنَا أَلَمْ تُدْخِلْنَا الْجَنَّةَ وَتُنَجِّنَا مِنَ النَّارِ قَالَ فَيَكْشِفُ الْحِجَابَ فَمَا أُعْطُوا شَيْئًا أَحَبَّ إِلَيْهِمْ مِنَ النَّظَرِ إِلَى رَبِّهِمْ عَزَّ وَجَلَّ))

[449]۔ حضرت صہیب رضی اللہ عنہ نے رسول اکرم ﷺ کا فرمان سنایا کہ "جب جنتی، جنت میں داخل ہو جائیں گے، اس وقت اللہ تبارک و تعالیٰ فرمائے گا، تم کسی اور چیز کے خواہشمند ہو؟ کہ میں تمہیں اور دوں تو وہ جواب دیں گے،

[449] اخرجه الترمذي في ((جامعه)) في صفة الجنة، باب: ما جاء في رؤية الرب تبارك و تعالى برقم (٢٥٥٢) وابن ماجه في ((سننه)) في المقدمة، باب: ما انكرت الجهمية برقم (١٨٧) انظر (التحفة) برقم (٤٩٦٨)

کیا تو نے ہمارے چہرے روشن نہیں کیے؟ کیا تو نے ہمیں جنت میں داخل نہیں کیا اور دوزخ سے نجات نہیں دی؟ آپ نے فرمایا: ''اس پر وہ پردہ اٹھا دے گا، انہیں کوئی ایسی چیز نہیں دی گئی ہوگی، جو انہیں اپنے رب عزت وجلال والے کے دیدار سے زیادہ پسندیدہ ہو۔'' (ہر نعمت سے دیدار کی نعمت زیادہ محبوب ہوگی)

فائدہ:...... اللہ تعالیٰ کا دیدار وہ سب سے بڑی نعمت ہے، جس سے جنتیوں کو نوازا جائے گا، اگر انسان اپنی عقل سلیم اور فطرت مستقیمہ سے غور کرے، تو وہ اس سب سے بڑی نعمت کی خواہش اور آرزو ضرور محسوس کرے گا کہ وہ ذات جس نے انسان کو وجود، زندگی، زندگی گزارنے کے اسباب ووسائل اور لاتعداد نعمتیں دی ہیں اور جنت میں پہنچ کر ان سے لاکھوں گنا زائد نعمتیں ملیں گی، وہ اپنے اس محسن اور کریم رب کو دیکھ پائے، اگر اسے کبھی بھی یہ نظارہ نصیب نہ ہو تو یقیناً اس کی مسرت وشادمانی اور اس کی فرحت ولذت میں بڑی کمی اور بڑی تشنگی رہے گی، اللہ تعالیٰ جنتیوں کو ان کی کسی تمنا اور خواہش سے محروم نہیں رکھیں گے، اس لیے وہ اس نعمت عظمیٰ، جس کے برابر کوئی نعمت نہیں سے سرشار ہوں گے اور اس سے کافروں ومنکروں کی طرح محروم نہیں رکھے جائیں گے۔

[450] ۲۹۹-(. . .)حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ

[450] ۔امام صاحب نے ایک دوسری سند سے حدیث بیان کی اور اس میں اتنا اضافہ کیا، پھر آپ نے یہ آیت پڑھی: ''جن لوگوں نے اچھی زندگی گزاری، ان کے لیے اچھی جگہ ہے (یعنی جنت اور اس کی نعمتیں) اور اس پر زائد ایک نعمت ہے (دیدار حق ہے)۔ (یونس:۲۶)

۸۱...... بَابُ مَعْرِفَةِ طَرِيقِ الرُّؤْيَةِ

باب ۸۱: رؤیت باری کی راہ کی پہچان (رؤیت کس راہ پر چلنے سے حاصل ہوگی)

[451] ۲۹۹-(۱۸۲)حَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ حَدَّثَنَا أَبِي عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَزِيدَ اللَّيْثِيِّ

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَخْبَرَهُ أَنَّ نَاسًا قَالُوا لِرَسُولِ اللَّهِ ﷺ يَا رَسُولَ اللَّهِ هَلْ نَرَى رَبَّنَا يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ ((هَلْ تُضَارُّونَ فِي رُؤْيَةِ الْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ)) قَالُوا لَا يَا رَسُولَ اللَّهِ

[450] تقدم تخريجه في الحديث السابق برقم (٤٤٨)

[451] اخرجه البخاري في ((صحيحه)) في التوحيد، باب: قول الله تعالى: ﴿وجوه يومئذ ناضرة الى ربها ناظرة﴾ برقم (٧٤٣٧) وفي الرقاق، باب: الصراط جسر جهنم برقم ((٦٥٧٣) مطولا والنسائي في (المجتبى) ٢/ ٢٢٩ في التطبيق، باب: موضع السجود باختصار۔ انظر (التهفة) برقم (١٤٢١٣)

قَالَ ((هَلْ تُضَارُّونَ فِي الشَّمْسِ لَيْسَ دُونَهَا سَحَابٌ)) قَالُوا لَا يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ ((فَإِنَّكُمْ تَرَوْنَهُ كَذَلِكَ يَجْمَعُ اللَّهُ النَّاسَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَيَقُولُ مَنْ كَانَ يَعْبُدُ شَيْئًا فَلْيَتَّبِعْهُ فَيَتَّبِعُ مَنْ كَانَ يَعْبُدُ الشَّمْسَ الشَّمْسَ وَيَتَّبِعُ مَنْ كَانَ يَعْبُدُ الْقَمَرَ الْقَمَرَ وَيَتَّبِعُ مَنْ كَانَ يَعْبُدُ الطَّوَاغِيتَ الطَّوَاغِيتَ وَتَبْقَى هَذِهِ الْأُمَّةُ فِيهَا مُنَافِقُوهَا فَيَأْتِيهِمُ اللَّهُ تَبَارَكَ وَتَعَالَى فِي صُورَةٍ غَيْرِ صُورَتِهِ الَّتِي يَعْرِفُونَ فَيَقُولُ أَنَا رَبُّكُمْ فَيَقُولُونَ نَعُوذُ بِاللَّهِ مِنْكَ هَذَا مَكَانُنَا حَتَّى يَأْتِيَنَا رَبُّنَا فَإِذَا جَاءَ رَبُّنَا عَرَفْنَاهُ فَيَأْتِيهِمُ اللَّهُ تَعَالَى فِي صُورَتِهِ الَّتِي يَعْرِفُونَ فَيَقُولُ أَنَا رَبُّكُمْ فَيَقُولُونَ أَنْتَ رَبُّنَا فَيَتَّبِعُونَهُ وَيُضْرَبُ الصِّرَاطُ بَيْنَ ظَهْرَانَيْ جَهَنَّمَ فَأَكُونُ أَنَا وَأُمَّتِي أَوَّلَ مَنْ يُجِيزُ وَلَا يَتَكَلَّمُ يَوْمَئِذٍ إِلَّا الرُّسُلُ وَدَعْوَى الرُّسُلِ يَوْمَئِذٍ اللَّهُمَّ سَلِّمْ سَلِّمْ وَفِي جَهَنَّمَ كَلَالِيبُ مِثْلُ شَوْكِ السَّعْدَانِ هَلْ رَأَيْتُمُ السَّعْدَانَ)) قَالُوا نَعَمْ يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ ((فَإِنَّهَا مِثْلُ شَوْكِ السَّعْدَانِ غَيْرَ أَنَّهُ لَا يَعْلَمُ مَا قَدْرُ عِظَمِهَا إِلَّا اللَّهُ تَخْطَفُ النَّاسَ بِأَعْمَالِهِمْ فَمِنْهُمُ الْمُؤْمِنُ بَقِيَ بِعَمَلِهِ وَمِنْهُمُ الْمُجَازَى حَتَّى يُنَجَّى حَتَّى إِذَا فَرَغَ اللَّهُ مِنَ الْقَضَاءِ بَيْنَ الْعِبَادِ وَأَرَادَ أَنْ يُخْرِجَ بِرَحْمَتِهِ مَنْ أَرَادَ مِنْ أَهْلِ النَّارِ أَمَرَ الْمَلَائِكَةَ أَنْ يُخْرِجُوا مِنَ النَّارِ مَنْ كَانَ لَا يُشْرِكُ بِاللَّهِ شَيْئًا مِمَّنْ أَرَادَ اللَّهُ تَعَالَى أَنْ يَرْحَمَهُ مِمَّنْ يَقُولُ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ فَيَعْرِفُونَهُمْ فِي النَّارِ يَعْرِفُونَهُمْ بِأَثَرِ السُّجُودِ تَأْكُلُ النَّارُ مِنِ ابْنِ آدَمَ إِلَّا أَثَرَ السُّجُودِ حَرَّمَ اللَّهُ عَلَى النَّارِ أَنْ تَأْكُلَ أَثَرَ السُّجُودِ فَيُخْرَجُونَ مِنَ النَّارِ وَقَدِ امْتَحَشُوا فَيُصَبُّ عَلَيْهِمْ مَاءُ الْحَيَاةِ فَيَنْبُتُونَ مِنْهُ كَمَا تَنْبُتُ الْحِبَّةُ فِي حَمِيلِ السَّيْلِ ثُمَّ يَفْرُغُ اللَّهُ تَعَالَى مِنَ الْقَضَاءِ بَيْنَ الْعِبَادِ وَيَبْقَى رَجُلٌ مُقْبِلٌ بِوَجْهِهِ عَلَى النَّارِ وَهُوَ آخِرُ أَهْلِ الْجَنَّةِ دُخُولًا الْجَنَّةَ فَيَقُولُ أَيْ رَبِّ اصْرِفْ وَجْهِي عَنِ النَّارِ فَإِنَّهُ قَدْ قَشَبَنِي رِيحُهَا وَأَحْرَقَنِي ذَكَاؤُهَا فَيَدْعُو اللَّهَ مَا شَاءَ اللَّهُ أَنْ يَدْعُوَهُ ثُمَّ يَقُولُ اللَّهُ تَبَارَكَ وَتَعَالَى هَلْ عَسَيْتَ إِنْ فَعَلْتُ ذَلِكَ بِكَ أَنْ تَسْأَلَ غَيْرَهُ فَيَقُولُ لَا أَسْأَلُكَ غَيْرَهُ وَيُعْطِي رَبَّهُ مِنْ عُهُودٍ وَمَوَاثِيقَ مَا شَاءَ اللَّهُ فَيَصْرِفُ اللَّهُ وَجْهَهُ عَنِ النَّارِ فَإِذَا أَقْبَلَ عَلَى الْجَنَّةِ وَرَآهَا سَكَتَ مَا شَاءَ اللَّهُ أَنْ يَسْكُتَ ثُمَّ يَقُولُ أَيْ رَبِّ قَدِّمْنِي إِلَى بَابِ الْجَنَّةِ فَيَقُولُ اللَّهُ لَهُ أَلَيْسَ قَدْ أَعْطَيْتَ عُهُودَكَ وَمَوَاثِيقَكَ لَا تَسْأَلُنِي غَيْرَ الَّذِي أَعْطَيْتُكَ وَيْلَكَ يَا ابْنَ آدَمَ مَا أَغْدَرَكَ فَيَقُولُ أَيْ رَبِّ وَيَدْعُو اللَّهَ حَتَّى يَقُولَ لَهُ فَهَلْ عَسَيْتَ إِنْ أَعْطَيْتُكَ ذَلِكَ أَنْ تَسْأَلَ

غَيْرَهُ فَيَقُولُ لَا وَعِزَّتِكَ فَيُعْطِي رَبَّهُ مَا شَاءَ اللَّهُ مِنْ عُهُودٍ وَمَوَاثِيقَ فَيُقَدِّمُهُ إِلَى بَابِ الْجَنَّةِ فَإِذَا قَامَ عَلَى بَابِ الْجَنَّةِ انْفَهَقَتْ لَهُ الْجَنَّةُ فَرَأَى مَا فِيهَا مِنَ الْخَيْرِ وَالسُّرُورِ فَيَسْكُتُ مَا شَاءَ اللَّهُ أَنْ يَسْكُتَ ثُمَّ يَقُولُ أَيْ رَبِّ أَدْخِلْنِي الْجَنَّةَ فَيَقُولُ اللَّهُ تَبَارَكَ وَتَعَالَى لَهُ أَلَيْسَ قَدْ أَعْطَيْتَ عُهُودَكَ وَمَوَاثِيقَكَ أَنْ لَا تَسْأَلَ غَيْرَ مَا أُعْطِيتَ وَيْلَكَ يَا ابْنَ آدَمَ مَا أَغْدَرَكَ فَيَقُولُ أَيْ رَبِّ لَا أَكُونُ أَشْقَى خَلْقِكَ فَلَا يَزَالُ يَدْعُو اللَّهَ حَتَّى يَضْحَكَ اللَّهُ تَبَارَكَ وَتَعَالَى مِنْهُ فَإِذَا ضَحِكَ اللَّهُ مِنْهُ قَالَ ادْخُلِ الْجَنَّةَ فَإِذَا دَخَلَهَا قَالَ اللَّهُ لَهُ تَمَنَّهْ فَيَسْأَلُ رَبَّهُ وَيَتَمَنَّى حَتَّى إِنَّ اللَّهَ لَيُذَكِّرُهُ مِنْ كَذَا وَكَذَا حَتَّى إِذَا انْقَطَعَتْ بِهِ الْأَمَانِيُّ قَالَ اللَّهُ تَعَالَى ذَلِكَ لَكَ وَمِثْلُهُ مَعَهُ))

قَالَ عَطَاءُ بْنُ يَزِيدَ وَأَبُو سَعِيدٍ الْخُدْرِيُّ مَعَ أَبِي هُرَيْرَةَ لَا يَرُدُّ عَلَيْهِ مِنْ حَدِيثِهِ شَيْئًا حَتَّى إِذَا حَدَّثَ أَبُو هُرَيْرَةَ أَنَّ اللَّهَ قَالَ لِذَلِكَ الرَّجُلِ وَمِثْلُهُ مَعَهُ قَالَ أَبُو سَعِيدٍ وَعَشَرَةُ أَمْثَالِهِ مَعَهُ يَا أَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ مَا حَفِظْتُ إِلَّا قَوْلَهُ ذَلِكَ لَكَ وَمِثْلُهُ مَعَهُ قَالَ أَبُو سَعِيدٍ أَشْهَدُ أَنِّي حَفِظْتُ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ قَوْلَهُ ذَلِكَ لَكَ وَعَشَرَةُ أَمْثَالِهِ قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ وَذَلِكَ الرَّجُلُ آخِرُ أَهْلِ الْجَنَّةِ دُخُولًا الْجَنَّةَ ـ

[451] ۔حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ کچھ لوگوں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا، اے اللہ کے رسول! کیا ہم قیامت کے دن اپنے رب کو دیکھ پائیں گے؟ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''چودھویں کا چاند دیکھنے میں (اژدحام کی وجہ سے) ایک دوسرے کو تکلیف پہنچاتے ہو؟'' انہوں نے عرض کیا،نہیں، اے اللہ کے رسول! آپ نے فرمایا: ''کیا سورج، جب اس کے ورے بادل حائل نہ ہوں دیکھنے میں، ایک دوسرے کو تکلیف پہنچاتے ہو؟ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا،نہیں اے اللہ کے رسول! آپ نے فرمایا: ''تم اللہ کو بھی اسی طرح (بغیر تکلیف و دشواری کے) دیکھو گے، اللہ تعالیٰ قیامت کو تمام لوگوں کو جمع کرے گا، پھر فرمائے گا جو کسی کی بندگی کرتا تھا اسی کے ساتھ ہو جائے، پھر جو شخص، سورج کی پوجا کرتا تھا وہ سورج کے پیچھے چلا جائے گا، جو چاند کی پرستش کرتا تھا وہ اس کے ساتھ ہو جائے گا اور جو طاغوتوں (غیر اللہ) کی پوجا کرتا تھا وہ طاغوتوں کے ساتھ ہو جائے گا، اور یہ امت رہ جائے گی، اس میں منافق بھی ہوں گے۔تو ان کے پاس اللہ تبارک وتعالیٰ ایسی صورت میں آئے گا، جس کو وہ پہچانتے نہیں ہوں گے اور فرمائے گا، میں تمہارا رب ہوں۔'' وہ کہیں گے، ہم تجھ سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتے ہیں، ہم اس جگہ ٹھہریں گے، یہاں تک کہ ہمارے پاس، ہمارا رب آجائے، جب ہمارا رب آجائے گا، ہم اسے پہچان لیں گے،تو اللہ ان کے پاس اس صورت میں آئے گا، جس میں وہ اس کو پہچان لیں گے اور

فرمائے گا: ''میں تمہارا رب ہوں۔'' وہ کہیں گے تو ہی ہمارا رب ہے اور اس کے ساتھ ہو جائیں گے، پھر جہنم کی پشت پر پل صراط رکھا جائے گا۔ تو میں اور میری امت سب سے پہلے، اس سے گزریں گے، اور رسولوں کے سوا، اس دن کسی کو یارائے گفتگو نہ ہوگا۔ اور رسولوں کی پکار اس دن یہی ہوگی، اے اللہ! بچا، بچا اور دوزخ میں سعدان نامی جھاڑی کے کانٹوں کی طرح لوہے کے مڑے ہوئے سروں والے آنکڑے (کنڈے) ہوں گے۔ (جن پر گوشت بھونا جاتا ہے) کیا تم نے سعدان جھاڑی کو دیکھا ہے؟ صحابہ رضی اللہ عنہم نے جواب دیا، جی ہاں، اے اللہ کے رسول! آپ نے فرمایا: ''وہ آنکڑے (سلاخیں) سعدان کے کانٹوں جیسے ہوں گے، لیکن ان کی جسامت اور بڑائی کی مقدار کو اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا، اور وہ لوگوں کے ان کے بداعمال کی بنا پر اچک لیں گے (ان میں پھنسنے والے اپنے عملوں کے سبب ہلاک ہوں گے) ان میں مومن ہوں گے جو اپنے عملوں کے سبب بچ جائیں گے، اور ان میں سے بعض بدلہ دیئے جائیں گے، حتیٰ کہ نجات دیئے جائیں گے۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ بندوں کے فیصلہ سے فارغ ہو جائے گا اور اپنی رحمت سے دوزخیوں کو آگ سے نکالنا چاہے گا، جن کے بارے میں اس کا ارادہ ہوگا، تو وہ فرشتوں کو حکم دے گا، کہ وہ ان لوگوں کو آگ سے نکال دیں، جو اللہ کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہیں ٹھہراتے تھے، ان میں سے جن کو وہ اپنی رحمت سے نوازنا چاہے گا، ان میں سے جو لا الٰہ الا اللہ کہتے تھے، اور فرشتے ان کو آگ میں پہچان لیں گے، وہ انہیں سجدوں کے نشان سے پہچانیں گے، آگ، ابن آدم سے سجدوں کے نشان کے سوا ہر چیز کو ہڑپ کر جائے گی، اللہ تعالیٰ نے آگ پر سجدے کے نشان کو جلانا حرام ٹھہرایا ہے، وہ آگ سے، اس حال میں نکالے جائیں گے کہ وہ جل چکے ہوں گے، ان پر آب حیات ڈالا جائے گا، وہ اس سے یوں پھلے پھولیں گے، جس طرح قدرتی دانہ سیلاب کے ڈیلٹا (پانی کے بہاؤ کے ساتھ آنے والی مٹی اور خس وخاشاک) میں اگتا ہے، (یعنی بہت جلد تروتازہ ہو کر اٹھ کھڑے ہوں گے) پھر جب اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے درمیان فیصلہ کرنے سے فارغ ہو جائے گا اور ایک شخص باقی رہ جائے گا جس کا چہرہ آگ کی طرف ہوگا اور یہی آدمی جنت میں داخل ہونے والا آخری شخص ہوگا۔ وہ عرض کرے گا، اے میرے رب! میرا چہرہ آگ سے پھیر دے، کیونکہ اس کی بدبو نے مجھ میں زہر بھر دیا ہے۔ یا میری شکل وصورت بدل دی ہے اور اس کی تپش نے مجھے جلا ڈالا ہے، جب تک اللہ تعالیٰ کو منظور ہوگا۔ وہ پکارتا رہے گا، پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا، کہیں ایسے تو نہیں، اگر میں تیرے ساتھ ایسا کر دوں (تیرا سوال پورا کر دوں) تو اور سوال کر دے، وہ عرض کرے گا، میں تجھ سے اور سوال نہیں کروں گا، اور اللہ جو عہد و پیمان چاہے گا دے دے گا، تو اللہ اس کا چہرہ دوزخ سے پھیر دے گا، تو جب وہ جنت کی طرف متوجہ ہوگا اور اسے دیکھے گا جب تک اللہ چاہے گا، وہ خاموش رہے گا، پھر کہے گا، اے میرے رب! مجھے جنت کے دروازے تک آگے کر دے، اللہ تعالیٰ فرمائے گا، کیا تو نے اپنے عہد و پیمان نہیں

دیئے تھے کہ جو کچھ میں نے تمہیں دے دیا ہے اس کے سوا سوال نہیں کرے گا، تو تباہ ہو اے آدم کے بیٹے! تو کس قدر بے وفا ہے، وہ کہے گا: اے میرے رب! اور اللہ سے دعا کرے گا، حتیٰ کہ اللہ اسے فرمائے گا، کہیں ایسے تو نہیں، اگر میں تیرا یہ سوال پورا کردوں، تو تو اور مانگنا شروع کر دے، وہ کہے گا: تیری عزت کی قسم! اور نہیں مانگوں گا، تو اپنے رب کو اللہ جو عہد و پیمان چاہے گا دے دے گا۔ تو اللہ اسے جنت کے دروازے تک آگے کر دے گا، جب وہ جنت کے دروازے پر کھڑا ہوگا، جنت اس کے لیے کھل جائے گی اور وہ اس کی خیرات اور فرحت و مسرت انگیز چیزوں کو دیکھے گا، تو جب تک اللہ کو خاموشی منظور رہے گا، خاموش رہے گا، پھر کہے گا: اے میرے رب! مجھے جنت میں داخل کر دے، تو اللہ تعالیٰ اسے فرمائے گا، کیا تو نے اپنے پختہ عہد و پیمان نہیں دیئے تھے کہ جو کچھ تجھے دے دیا گیا ہے، اس کے سوا نہیں مانگے گا۔ تجھ پر افسوس اے ابن آدم! تو کس قدر دغا باز ہے؟ وہ کہے گا: اے میرے رب! میں تیری مخلوق میں سے سب سے بدنصیب نہ بنوں، آپ نے فرمایا: وہ اللہ عزوجل سے فریاد کرتا رہے گا، حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ ہنسے گا اور جب اللہ تعالیٰ ہنس پڑے گا تو فرمائے گا، جنت میں داخل ہو جا، جب وہ اس میں داخل ہو جائے گا، اللہ تعالیٰ اسے فرمائے گا، تمنا کر، تو وہ اپنے رب سے سوال کرے گا اور تمنا کرے گا حتیٰ کہ اللہ اسے یاد دلائے گا، فلاں فلاں چیز کی تمنا کر، یہاں تک کہ جب اس کی تمام آرزوئیں ختم ہو جائیں گی، تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا، یہ سب کچھ تجھے دیا اور اتنا مزید اور۔ عطاء بن یزید بیان کرتے ہیں ابوسعید بھی ابو ہریرہ کے ساتھ موجود تھے، اس کی حدیث کی کس چیز کی تردید نہیں کر رہے تھے حتیٰ کہ جب ابو ہریرہ نے بیان کیا، کہ اللہ تعالیٰ اس آدمی سے فرمائے گا، یہ سب کچھ تجھے دیا اور اتنا اور بھی دیا تو ابوسعید نے کہا، اس کے ساتھ اس سے دس گنا زائد اے ابو ہریرہ! ابو ہریرہ نے کہا مجھے تو یہی یاد ہے، تیرے لیے یہ سب کچھ ہے اور اتنا مزید اور۔ ابوسعید نے کہا، میں اللہ کو گواہ بنا کر کہتا ہوں، مجھے رسول اللہ ﷺ کا یہ قول یاد ہے: ''تجھے یہ سب کچھ حاصل ہے اور اس سے دس گناہ زائد۔'' ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا، اور یہ آدمی، جنت میں داخل ہونے والا، آخری فرد ہوگا۔

مفردات الحدیث ❁ ❶ **تُضَارُّوْنَ**: ایک دوسرے کو تکلیف پہنچانا، باب مفاعلہ سے ہے جو ضَرٌّ (تکلیف پہنچانا یا نقصان پہنچانا) سے ماخوذ ہے۔ اگر ضر یَضُرُّ ضرًّا سے مانیں تو معنی ہوگا دکھ اور تکلیف پہنچنا اور مضارع مجہول ہوگا، مفاعلہ کی صورت میں معروف ہوگا۔ اور مفاعلہ کی صورت میں را مشدد ہوگی اصل میں ہے تضاررون۔

❷ **طواغیت**: طاغوت کی جمع ہے، اللہ تعالیٰ کے سوا، ہر معبود پر اس کا اطلاق ہوتا ہے، وہ جاندار ہو یا بے جان۔

❷ **یُضْرَب صراط**: پل بچھا دیا جائے گا۔ ❹ **اَوَّلَ مَنْ يُجِيْزُ**: جَوْز سے ماخوذ ہے، کسی مقام سے آگے بڑھنا، مسافت طے کرنا۔ جَازَا الْمَكَانَ اور اَجَازَ الْمَكَانَ دونوں کا معنی ایک ہے، گزرنا، آگے بڑھنا۔ ❺ **كَلَالِيْب**: كُلَّاب کی جمع ہے، لوہے کی مڑے ہوئے سر کی سلاخ، آنکڑا، جس پر گوشت بھونا جاتا ہے۔ ❻ **شَوْكُ السَّعْدَان**:

شوك کی جمع اشواك کانٹا، سعدان ایک خاردار جھاڑی ہے جس کے کانٹے بڑے بڑے ہوتے ہیں۔ ⑦ بَـقِيَ بِعَمَلِه: اپنے عمل کے سبب بچ گیا، لیکن ہندوستانی و پاکستانی نسخوں میں الْـمُوْبَقُ بِعَمَلِه ہے۔ جو وَبَقٌ (ہلاکت وتباہی) سے ماخوذ ہے، یعنی عملوں کے سبب ہلاک کیا گیا۔ ⑧ الْـمُجَـازٰی: جزاء سے ماخوذ ہے، بدلہ دیا گیا۔ ⑨ قَـدِ اِمْتَـحَشُوا: مَـحْـش سے ماخوذ ہے، چمڑے کا جل کر ہڈی کا ننگا ہو جانا۔ یعنی وہ جل چکے ہوں گے۔ ⑩ حِبَّةِ ح پر زیر ہے، جمع حِبَبٌ، قدرتی بیج۔ ⑪ قَشَبَنِي: قَشَبٌ سے ماخوذ ہے، کھانے میں زہر ملانا۔ یعنی مجھ میں زہر بھر دی ہے، میرے لیے اذیت وتباہی کا باعث ہے یا بقول بعض میری شکل وصورت کو بدل دیا ہے۔ ⑫ ذکاء: لپٹ، بھڑکتا ہوا یا شعلہ زن، لو۔ ⑬ اِنْفَهَقَتْ: کھل جائے گی، وسیع ہو جائے گی۔

فوائد :...... ① قیامت کو جنت میں جانے سے پہلے ہی مومنوں کو اللہ تعالیٰ کا دیدار ہوگا، آغاز میں منافق بھی ساتھ ہوں گے لیکن پھر مومنوں اور منافقوں کے درمیان آڑ حائل ہو جائے گی جیسا کہ سورۃ حدید: ۱۳ میں آیا ہے۔ ② اللہ تعالیٰ کی ایک ایسی صورت ہے، جس میں دیکھ کر، مومنوں کو یقین ہو جائے گا کہ یہ اللہ تعالیٰ ہے، اس صورت کے بغیر، ان کے دلوں میں، اس کا یقین پیدا نہیں ہوگا، اس لیے وہ اس کے اللہ تعالیٰ ہونے پر مطمئن نہیں ہوں گے اور انکار کر دیں گے۔ ③ اس حدیث میں اللہ تعالیٰ کی رؤیت کو چودھویں رات کے چاند، یا صاف سورج کے دیکھنے سے تشبیہ دی گئی؟ اس طرح رؤیت کی رؤیت سے تشبیہ ہے، رؤیت دیدار، مرئی دیکھی ہوئی چیز یعنی اللہ تعالیٰ کی سورج وقمر سے تشبیہ نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کو دیکھنے کو سورج و چاند کے دیکھنے سے تشبیہ دی ہے کہ دیکھنے میں کوئی اژدھام اور تکلیف ومشقت نہیں ہے اللہ تعالیٰ کو چاند اور سورج سے تشبیہ نہیں دی ہے۔ مقصد یہ ہے جس طرح چاند اور سورج کے دیکھنے کے لیے اژدحام اور دھکم پیل کی صورت پیدا نہیں ہوتی ہر انسان، بغیر کسی دقت وتکلیف کے اپنی اپنی جگہ دیکھ لیتا ہے۔'' اسی طرح اللہ تعالیٰ کا دیدار ہر مومن کو اپنی اپنی جگہ ہو جائے گا، بھیڑ اور دھکم پیل نہیں ہوگی، اور کسی کو اذیت وتکلیف سے دو چار نہیں ہونا پڑے گا۔ ④ اس حدیث میں اللہ تعالیٰ کے ضحك (ہنسی) اتیان (آمد) صورت (شکل) اور گفتگو (قول وکلام) کا اثبات کیا گیا ہے، اللہ تعالیٰ ان چیزوں سے متصف ہے، لیکن ان کی کیفیت وصفت کو بیان کرنا ممکن نہیں ہے اس لیے تشبیہ وتمثیل یا تاویل وتعطیل درست نہیں ہے، خالق کی صفات، اس کے شایان شان ہیں۔ اور مخلوق کی صفات ان کی حیثیت اور مقام کے مطابق ہیں، اس لیے صفات کے اثبات سے تشبیہ وتمثیل لازم نہیں آتی۔ ⑤ اس حدیث میں جہنم کی پشت پر پل لگانے کا تذکرہ ہوا، جس سے لوگوں نے گزرنا ہے، اس کی ہولناکی، کی بنا پر انبیاء بھی ''سَلِّمْ سَلِّمْ'' بچا، بچا کی صدا بلند کریں گے۔ (پل کی تفصیل اپنی جگہ پر آئے گی) ⑥ جہنم میں داخلہ کے بعد موحد انجام کار، دوزخ سے نکال لیے جائیں گی، اس کی تفصیل احادیث شفاعت میں آئے گی۔ ⑦ جنت میں داخل ہونے والے آخری فرد کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا مکالمہ واضح طور

پر اللہ تعالیٰ کے لیے کلام ثابت کر رہا ہے، اور یہ کلام لفظی ہے، جس کو وہ فرد سنے گا اور جواب دے گا، اس لیے متکلمین کی طرح، صفت کلام میں تاویل کرنا درست نہیں ہے کہ اللہ کا کلام، کلام نفسی ہے، جو حروف وصورت سے خالی ہے کیونکہ کلام نفسی کو تو دوسرا سن نہیں سکتا۔

[452] ٣٠٠۔(. . .) حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ عَبْدِالرَّحْمٰنِ الدَّارِمِيُّ أَخْبَرَنَا أَبُو الْيَمَانِ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنْ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِي سَعِيدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ وَعَطَاءُ بْنُ يَزِيدَ اللَّيْثِيُّ

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَخْبَرَهُمَا أَنَّ النَّاسَ قَالُوا لِلنَّبِيِّ ﷺ يَا رَسُولَ اللّٰهِ هَلْ نَرَى رَبَّنَا يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَسَاقَ الْحَدِيثَ بِمِثْلِ مَعْنَى حَدِيثِ إِبْرَاهِيمَ بْنِ سَعْدٍ

[452]۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ لوگوں (صحابہ کرام رضی اللہ عنہم) نے پوچھا، اے اللہ کے رسول! کیا ہم قیامت کو اپنے رب کو دیکھ پائیں گے؟ آگے مذکورہ بالا روایت ہے۔

[453] ٣٠١۔(. . .) وحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ حَدَّثَنَا عَبْدُالرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ قَالَ هٰذَا مَا

حَدَّثَنَا أَبُو هُرَيْرَةَ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ فَذَكَرَ أَحَادِيثَ مِنْهَا وَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ ((إِنَّ أَدْنَى مَقْعَدِ أَحَدِكُمْ مِنَ الْجَنَّةِ أَنْ يَقُولَ لَهُ تَمَنَّ فَيَتَمَنَّى وَيَتَمَنَّى فَيَقُولُ لَهُ هَلْ تَمَنَّيْتَ فَيَقُولُ نَعَمْ فَيَقُولُ لَهُ فَإِنَّ لَكَ مَا تَمَنَّيْتَ وَمِثْلَهُ مَعَهُ))

[453]۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تم میں سے ایک کی جنت میں کم از کم جگہ یہ ہے (کم درجہ کا جنتی وہ ہے کہ) اللہ تعالیٰ اس سے فرمائے گا، آرزو کر، تو وہ تمنا کرے گا اور تمنا کرے گا، تو اللہ اس سے پوچھے گا: کیا تو نے آرزو کر لی ہے؟ وہ کہے گا، ہاں۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: ''تیرے لیے وہ سب کچھ ہے، جس کی تو نے تمنا کی اور اتنا ہی اور۔''

فائدہ:...... امام مسلم نے یہ حدیث، ہمام بن منبہ کے صحیفہ سے نقل کی ہے، جس کی احادیث ایک ہی سند سے ہیں، لیکن وہ سند صرف پہلی حدیث کے شروع میں نقل کی گئی ہے، اس لیے امام مسلم جب اس صحیفہ کی پہلی حدیث کے سوا، کوئی اور حدیث نقل کرتے ہیں، تو سند بیان کرنے کے بعد کہتے ہیں، ذکر احادیث، منها وقال رسول اللہ ﷺ، کہ ہمیں اس سند سے بہت سی احادیث پہنچی ہیں۔'' ان میں سے ایک یہ ہے، (یہ امام مسلم کی انتہائی محتاط روش ہے)

[452] اخرجه البخاری فی (صحیحه) فی الاذان، باب: فضل السجود برقم (٨٠٦) مطولا، واخرجه فی الرقاق، باب الصراط جسر جهنم برقم (٦٥٧٣) مطولا۔ انظر (التحفة) برقم (١٣٥١)

[453] انفرد به مسلم۔ انظر (التحفة) برقم (١٤٧٤١)

[454] ٣٠٢-(١٨٣)و حَدَّثَنِي سُوَيْدُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ حَدَّثَنِي حَفْصُ بْنُ مَيْسَرَةَ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ

عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ أَنَّ نَاسًا فِي زَمَنِ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ قَالُوا يَا رَسُولَ اللّٰهِ هَلْ نَرٰى رَبَّنَا يَوْمَ الْقِيَامَةِ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ ((نَعَمْ))قَالَ ((هَلْ تُضَارُّونَ فِي رُؤْيَةِ الشَّمْسِ بِالظَّهِيرَةِ صَحْوًا لَيْسَ مَعَهَا سَحَابٌ وَهَلْ تُضَارُّونَ فِي رُؤْيَةِ الْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ صَحْوًا لَيْسَ فِيهَا سَحَابٌ)) قَالُوا لَا يَا رَسُولَ اللّٰهِ قَالَ ((مَا تُضَارُّونَ فِي رُؤْيَةِ اللّٰهِ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى يَوْمَ الْقِيَامَةِ إِلَّا كَمَا تُضَارُّونَ فِي رُؤْيَةِ أَحَدِهِمَا إِذَا كَانَ يَوْمُ الْقِيَامَةِ أَذَّنَ مُؤَذِّنٌ لِيَتَّبِعْ كُلُّ أُمَّةٍ مَا كَانَتْ تَعْبُدُ فَلَا يَبْقٰى أَحَدٌ كَانَ يَعْبُدُ غَيْرَ اللّٰهِ سُبْحَانَهُ مِنَ الْأَصْنَامِ وَالْأَنْصَابِ إِلَّا يَتَسَاقَطُونَ فِي النَّارِ حَتّٰى إِذَا لَمْ يَبْقَ إِلَّا مَنْ كَانَ يَعْبُدُ اللّٰهَ مِنْ بَرٍّ وَفَاجِرٍ وَغُبَّرِ أَهْلِ الْكِتَابِ فَيُدْعَى الْيَهُودُ فَيُقَالُ لَهُمْ مَا كُنْتُمْ تَعْبُدُونَ قَالُوا كُنَّا نَعْبُدُ عُزَيْرَ ابْنَ اللّٰهِ فَيُقَالُ كَذَبْتُمْ مَا اتَّخَذَ اللّٰهُ مِنْ صَاحِبَةٍ وَلَا وَلَدٍ فَمَاذَا تَبْغُونَ قَالُوا عَطِشْنَا يَا رَبَّنَا فَاسْقِنَا فَيُشَارُ إِلَيْهِمْ أَلَا تَرِدُونَ فَيُحْشَرُونَ إِلَى النَّارِ كَأَنَّهَا سَرَابٌ يَحْطِمُ بَعْضُهَا بَعْضًا فَيَتَسَاقَطُونَ فِي النَّارِ ثُمَّ يُدْعَى النَّصَارٰى فَيُقَالُ لَهُمْ مَا كُنْتُمْ تَعْبُدُونَ قَالُوا كُنَّا نَعْبُدُ الْمَسِيحَ ابْنَ اللّٰهِ فَيُقَالُ لَهُمْ كَذَبْتُمْ مَا اتَّخَذَ اللّٰهُ مِنْ صَاحِبَةٍ وَلَا وَلَدٍ فَيُقَالُ لَهُمْ مَاذَا تَبْغُونَ فَيَقُولُونَ عَطِشْنَا يَا رَبَّنَا فَاسْقِنَا قَالَ فَيُشَارُ إِلَيْهِمْ أَلَا تَرِدُونَ فَيُحْشَرُونَ إِلٰى جَهَنَّمَ كَأَنَّهَا سَرَابٌ يَحْطِمُ بَعْضُهَا بَعْضًا فَيَتَسَاقَطُونَ فِي النَّارِ حَتّٰى إِذَا لَمْ يَبْقَ إِلَّا مَنْ كَانَ يَعْبُدُ اللّٰهَ تَعَالٰى مِنْ بَرٍّ وَفَاجِرٍ أَتَاهُمْ رَبُّ الْعَالَمِينَ سُبْحَانَهُ وَتَعَالٰى فِي أَدْنٰى صُورَةٍ مِنَ الَّتِي رَأَوْهُ فِيهَا قَالَ فَمَا تَنْتَظِرُونَ تَتْبَعُ كُلُّ أُمَّةٍ مَا كَانَتْ تَعْبُدُ قَالُوا يَا رَبَّنَا فَارَقْنَا النَّاسَ فِي الدُّنْيَا أَفْقَرَ مَا كُنَّا إِلَيْهِمْ وَلَمْ نُصَاحِبْهُمْ فَيَقُولُ أَنَا رَبُّكُمْ فَيَقُولُونَ نَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنْكَ لَا نُشْرِكُ بِاللّٰهِ شَيْئًا مَرَّتَيْنِ أَوْ ثَلَاثًا حَتّٰى إِنَّ بَعْضَهُمْ لَيَكَادُ أَنْ يَنْقَلِبَ فَيَقُولُ هَلْ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُ آيَةٌ فَتَعْرِفُونَهُ بِهَا فَيَقُولُونَ نَعَمْ فَيُكْشَفُ عَنْ سَاقٍ فَلَا يَبْقٰى

[454] اخرجه البخاری فی (صحیحه) فی التفسیر، باب: ﴿ان الله لا یظلم مثقال ذرة﴾ برقم (٤٥٨١) وفی التوحید، باب: قول الله تعالی: ﴿وجوه یومئذ ناضرة الی ربها ناظرة﴾ برقم (٤٧٣٩) انظر (التحفة) برقم (٤١٧٢)

مَنْ كَانَ يَسْجُدُ لِلّٰهِ مِنْ تِلْقَاءِ نَفْسِهِ إِلَّا أَذِنَ اللّٰهُ لَهُ بِالسُّجُودِ وَلَا يَبْقٰى مَنْ كَانَ يَسْجُدُ اتِّقَاءً وَرِيَاءً إِلَّا جَعَلَ اللّٰهُ ظَهْرَهُ طَبَقَةً وَاحِدَةً كُلَّمَا أَرَادَ أَنْ يَسْجُدَ خَرَّ عَلٰى قَفَاهُ ثُمَّ يَرْفَعُونَ رُؤُسَهُمْ وَقَدْ تَحَوَّلَ فِي صُورَتِهِ الَّتِي رَأَوْهُ فِيهَا أَوَّلَ مَرَّةٍ فَقَالَ أَنَا رَبُّكُمْ فَيَقُولُونَ أَنْتَ رَبُّنَا ثُمَّ يُضْرَبُ الْجِسْرُ عَلٰى جَهَنَّمَ وَتَحِلُّ الشَّفَاعَةُ وَيَقُولُونَ اللّٰهُمَّ سَلِّمْ سَلِّمْ)) قِيلَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ وَمَا الْجِسْرُ قَالَ ((دَحْضٌ مَزِلَّةٌ فِيهِ خَطَاطِيفُ وَكَلَالِيبُ وَحَسَكٌ تَكُونُ بِنَجْدٍ فِيهَا شُوَيْكَةٌ يُقَالُ لَهَا السَّعْدَانُ فَيَمُرُّ الْمُؤْمِنُونَ كَطَرْفِ الْعَيْنِ وَكَالْبَرْقِ وَكَالرِّيحِ وَكَالطَّيْرِ وَكَأَجَاوِيدِ الْخَيْلِ وَالرِّكَابِ فَنَاجٍ مُسَلَّمٌ وَمَخْدُوشٌ مُرْسَلٌ وَمَكْدُوسٌ فِي نَارِ جَهَنَّمَ حَتّٰى إِذَا خَلَصَ الْمُؤْمِنُونَ مِنَ النَّارِ فَوَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ مَا مِنْكُمْ مِنْ أَحَدٍ بِأَشَدَّ مُنَاشَدَةً لِلّٰهِ فِي اسْتِقْصَاءِ الْحَقِّ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ لِلّٰهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ لِإِخْوَانِهِمُ الَّذِينَ فِي النَّارِ يَقُولُونَ رَبَّنَا كَانُوا يَصُومُونَ مَعَنَا وَيُصَلُّونَ وَيَحُجُّونَ فَيُقَالُ لَهُمْ أَخْرِجُوا مَنْ عَرَفْتُمْ فَتُحَرَّمُ صُوَرُهُمْ عَلَى النَّارِ فَيُخْرِجُونَ خَلْقًا كَثِيرًا قَدْ أَخَذَتِ النَّارُ إِلٰى نِصْفِ سَاقَيْهِ وَإِلٰى رُكْبَتَيْهِ ثُمَّ يَقُولُونَ رَبَّنَا مَا بَقِيَ فِيهَا أَحَدٌ مِمَّنْ أَمَرْتَنَا بِهِ فَيَقُولُ ارْجِعُوا فَمَنْ وَجَدْتُمْ فِي قَلْبِهِ مِثْقَالَ دِينَارٍ مِنْ خَيْرٍ فَأَخْرِجُوهُ فَيُخْرِجُونَ خَلْقًا كَثِيرًا ثُمَّ يَقُولُونَ رَبَّنَا لَمْ نَذَرْ فِيهَا أَحَدًا مِمَّنْ أَمَرْتَنَا ثُمَّ يَقُولُ ارْجِعُوا فَمَنْ وَجَدْتُمْ فِي قَلْبِهِ مِثْقَالَ نِصْفِ دِينَارٍ مِنْ خَيْرٍ فَأَخْرِجُوهُ فَيُخْرِجُونَ خَلْقًا كَثِيرًا ثُمَّ يَقُولُونَ رَبَّنَا لَمْ نَذَرْ فِيهَا مِمَّنْ أَمَرْتَنَا أَحَدًا ثُمَّ يَقُولُ ارْجِعُوا فَمَنْ وَجَدْتُمْ فِي قَلْبِهِ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ مِنْ خَيْرٍ فَأَخْرِجُوهُ فَيُخْرِجُونَ خَلْقًا كَثِيرًا ثُمَّ يَقُولُونَ رَبَّنَا لَمْ نَذَرْ فِيهَا خَيْرًا)) وَكَانَ أَبُو سَعِيدٍ الْخُدْرِيُّ يَقُولُ إِنْ لَمْ تُصَدِّقُونِي بِهٰذَا الْحَدِيثِ فَاقْرَءُوا إِنْ شِئْتُمْ إِنَّ اللّٰهَ لَا يَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ وَإِنْ تَكُ حَسَنَةً يُضَاعِفْهَا وَيُؤْتِ مِنْ لَدُنْهُ أَجْرًا عَظِيمًا ((فَيَقُولُ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ شَفَعَتِ الْمَلَائِكَةُ وَشَفَعَ النَّبِيُّونَ وَشَفَعَ الْمُؤْمِنُونَ وَلَمْ يَبْقَ إِلَّا أَرْحَمُ الرَّاحِمِينَ فَيَقْبِضُ قَبْضَةً مِنَ النَّارِ فَيُخْرِجُ مِنْهَا قَوْمًا لَمْ يَعْمَلُوا خَيْرًا قَطُّ قَدْ عَادُوا حُمَمًا فَيُلْقِيهِمْ فِي نَهَرٍ فِي أَفْوَاهِ الْجَنَّةِ يُقَالُ لَهُ نَهَرُ الْحَيَاةِ فَيَخْرُجُونَ كَمَا تَخْرُجُ الْحِبَّةُ فِي حَمِيلِ السَّيْلِ أَلَا تَرَوْنَهَا تَكُونُ إِلَى الْحَجَرِ أَوْ إِلَى الشَّجَرِ مَا يَكُونُ إِلَى الشَّمْسِ أُصَيْفِرُ وَأُخَيْضِرُ وَمَا يَكُونُ مِنْهَا إِلَى الظِّلِّ يَكُونُ أَبْيَضَ)) فَقَالُوا يَا رَسُولَ اللّٰهِ كَأَنَّكَ كُنْتَ تَرْعٰى بِالْبَادِيَةِ قَالَ ((فَيَخْرُجُونَ

كَاللُّؤْلُؤِ فِي رِقَابِهِمُ الْخَوَاتِمُ يَعْرِفُهُمْ أَهْلُ الْجَنَّةِ هٰؤُلَاءِ عُتَقَاءُ اللّٰهِ الَّذِينَ أَدْخَلَهُمُ اللّٰهُ الْجَنَّةَ بِغَيْرِ عَمَلٍ عَمِلُوهُ وَلَا خَيْرٍ قَدَّمُوهُ ثُمَّ يَقُولُ ادْخُلُوا الْجَنَّةَ فَمَا رَأَيْتُمُوهُ فَهُوَ لَكُمْ فَيَقُولُونَ رَبَّنَا أَعْطَيْتَنَا مَا لَمْ تُعْطِ أَحَدًا مِّنَ الْعَالَمِينَ فَيَقُولُ لَكُمْ عِنْدِي أَفْضَلُ مِنْ هٰذَا فَيَقُولُونَ يَا رَبَّنَا أَيُّ شَيْءٍ أَفْضَلُ مِنْ هٰذَا فَيَقُولُ رِضَائِي فَلَا أَسْخَطُ عَلَيْكُمْ بَعْدَهُ أَبَدًا)) ۔

[454] ۔ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ کچھ لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں آپ سے پوچھا، اے اللہ کے رسول! کیا ہم قیامت کے دن اپنے رب کو دیکھیں گے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ہاں'' فرمایا: کیا دوپہر کے وقت، جب مطلع صاف ہو، ابر آلود نہ ہو تمہیں سورج کے دیکھنے میں کوئی تکلیف ہوتی ہے؟ کیا چودھویں رات، جب آسمان صاف ہو بادل نہ ہوں، تمہیں چاند دیکھنے میں کوئی اذیت پہنچتی ہے؟ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا، نہیں، اے اللہ کے رسول! فرمایا: 'قیامت کے روز اللہ تبارک وتعالیٰ کے دیکھنے میں اتنی ہی کلفت ہوگی جتنی ان دونوں میں سے کسی ایک کے دیکھنے میں ہوتی ہے، جب قیامت کا دن ہوگا، ایک اعلان کرنے والا منادی کرے گا، ہر امت، اپنے معبود کے ساتھ ہو جائے، جس قدر لوگ اللہ کے سوا بتوں، استھانوں کو پوجتے تھے، سب آگ میں جا گریں گے اور صرف وہ لوگ بچ جائیں گے، جو اللہ کی بندگی کرتے تھے، نیک ہوں یا بد، اور کچھ اہل کتاب کے بقایا لوگ (جو اپنے اصل دین پر قائم رہے) پھر یہود کو بلایا جائے گا، اور ان سے پوچھا جائے گا، تم کس چیز کی عبادت کرتے تھے؟ کہیں گے ہم اللہ کے بیٹے عزیر کی بندگی کرتے تھے، تو ان سے کہا جائے گا، تم جھوٹ بولتے ہو، اللہ تعالیٰ کی نہ کوئی بیوی ہے اور نہ کوئی بیٹا ہے تم کیا چاہتے ہو؟ کہیں گے، ہمیں پیاس لگی ہے، اے ہمارے رب! ہمیں پانی پلا، تو ان کو اشارہ کیا جائے گا، تم پانی پر کیوں نہیں جاتے؟ پھر انہیں جہنم کی طرف ہانک دیا جائے گا، وہ انہیں سراب کی طرح دکھائی دے گی اور اس کا بعض حصہ، دوسرے حصے کو تباہ کر رہا ہوگا، تو وہ سب جہنم میں گر جائیں گے، پھر نصاریٰ کو بلا کر پوچھا جائے گا، تم کس چیز کی بندگی کرتے تھے؟ وہ کہیں گے، ہم اللہ کے بیٹے مسیح کی عبادت کرتے تھے، ان سے کہا جائے گا، تم جھوٹ بولتے ہو، اللہ کی کوئی بیوی ہے نہ کوئی اولاد، پھر ان سے پوچھا جائے گا، اب تم کیا چاہتے ہو؟ وہ کہیں گے، اے ہمارے رب! ہم کو پیاس لگی ہے، ہمیں پانی پلا، آپ نے فرمایا: ان کو اشارہ کیا جائے گا، تم پانی کی طرف کیوں نہیں جاتے؟ پھر انہیں جہنم کی طرف ہانکا جائے گا، گویا کہ وہ سراب ہے، بعض بعض کو کھا رہا ہوگا (شدت اشتعال سے ایک دوسرے کو توڑ رہا ہوگا) تو وہ سب آگ میں گر جائیں گے، یہاں تک کہ صرف وہ لوگ رہ جائیں گے جو اللہ کی بندگی کرتے تھے،

نیک ہوں یا بد، ان کے پاس کائنات کا مالک، اس سے قریب تر شکل میں آئے گا، جس کو وہ جانتے ہوں گے، فرمائے گا، تم کس چیز کا انتظار کر رہے ہو؟ ہر گروہ اس کے ساتھ چلا گیا ہے جس کی وہ عبادت کرتا تھا، وہ کہیں گے: اے ہمارے رب! ہم نے دنیا میں لوگوں سے اس وقت جدائی اختیار کی، جب کہ ہم ان کے بہت محتاج تھے اوران کے ساتھ نہ رہے، تو وہ فرمائے گا، میں تمہارا رب ہوں۔ وہ کہیں گے، ہم تم سے اللہ کی پناہ میں آتے ہیں، ہم اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہراتے (دو یا تین دفعہ یہی کہیں گے) یہاں تک کہ بعض لوگ، ان میں سے (راہ صواب سے) پھرنے کے قریب ہوں گے (کیونکہ امتحان کی شدت کی وجہ سے، دل میں شبہ پیدا ہونے لگے گا)، پھر فرمائے گا۔ کیا تمہارے اوراس کے درمیان کوئی نشانی ہے، جس سے تم اس کو پہچان سکو؟ تو وہ جواب دیں گے ''ہاں، تو پنڈلی ظاہر کر دی جائے گی، تو ہر وہ انسان جو اپنی مرضی سے اللہ کو سجدہ کرتا تھا، اس کو اللہ سجدہ کی اجازت (توفیق) دے گا، اور ہر وہ شخص جو (مسلمانوں سے) بچنے کے لیے اور لوگوں کے دکھلاوے کے لیے سجدہ کرتا تھا، اللہ تعالیٰ اس کی پشت کو ایک تختہ کی طرف بنا دے گا، جب وہ سجدہ کرنا چاہے گا، اپنی گدی کے بل گر جائے گا، پھر وہ لوگ سجدہ سے سر اٹھائیں گے اور اللہ تعالیٰ اپنی اس صورت میں ہو چکا ہوگا جس صورت میں انہوں نے پہلی مرتبہ دیکھا ہوگا، اور اللہ تعالیٰ فرمائے گا، میں تمہارا رب ہوں۔ تو وہ کہیں گے، تو ہی ہمارا رب ہے، پھر جہنم پر پل بچھا دیا جائے گا اور سفارش شروع ہو جائے گی، اس وقت (رسول) کہیں گے، اے اللہ! بچا، بچا۔ پوچھا گیا، اے اللہ کے رسول ﷺ! جسر (پل) کیسا ہوگا؟ آپ نے فرمایا: بہت پھسلنے کا باعث جگہ ہوگی، اس پر اچکنے والے آنکس ہوں گے اور لوہے کی گوشت بھوننے والی مڑی ہوئی سلاخیں ہوں گی اور اس میں گوکرو جو نجد میں ہوتے ہیں، اس میں کانٹے ہوں گے، جن کو سعدان کہتے ہیں، تو مومن اس سے پار ہوں گے، پلک جھپکنے کی طرح کوئی بجلی کی طرح، کوئی ہوا کی طرح، کوئی پرندوں کی طرح اور بعض تیز رفتار گھوڑوں کی طرح، بعض اونٹوں کی طرح، کچھ صحیح سالم پار ہو جائیں گے اور بعض زخمی ہو کر چھٹکارا پا جائیں گے اور کچھ دھکا دے کر جہنم کی آگ میں گرا دیے جائیں گے، یہاں تک کہ جب مومن آگ سے خلاصی پالیں گے تو اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، تم میں سے کوئی اپنا حق پورا پورا وصول کرنے میں اس قدر جھگڑا نہیں کرتا جس قدر مومن اپنے ان مسلمان بھائیوں کے بارے میں قیامت کے دن جھگڑا کریں گے، جو آگ میں چلے گئے ہوں گے، مومن کہیں گے، اے اللہ! اے ہمارے رب! یہ لوگ ہمارے ساتھ روزے رکھتے تھے اور نمازیں پڑھتے تھے، ہمارے ساتھ حج کرتے تھے، تو ان سے کہا جائے گا، جن کو تم پہچانتے ہو، ان کو نکال لو۔ ان کی شکلیں

(صورتیں) آگ پر حرام کر دی جائیں گی، تو وہ بہت سے ان لوگوں کو نکال لائیں گے جن کے آگ آدھی پنڈلیوں تک اور ان کے گھٹنوں تک پہنچ چکی ہوگی، پھر مومن کہیں گے، اے ہمارے رب! جن کے نکالنے کے لیے تو نے فرمایا تھا، ان میں سے کوئی، دوزخ میں نہیں رہا۔ تو اللہ عزوجل فرمائے گا، واپس جاؤ، جس کے دل میں دینار بھر خیر (نیکی) پاؤ، اس کو نکال لاؤ۔ تو وہ بہت سے لوگوں کو نکال لائیں گے، پھر وہ عرض کریں گے، اے ہمارے رب! ہم نے کسی ایسے فرد کو اس میں نہیں چھوڑا، جس کے نکالنے کا تو نے ہمیں حکم دیا تھا، پھر وہ فرمائے گا، واپس جاؤ، جس کے دل میں آدھے دینار کے برابر خیر پاؤ، اس کو نکال لاؤ، تو وہ بہت سے لوگوں کو نکال لائیں گے، پھر وہ کہیں گے، اے ہمارے رب! ہم نے اس میں کسی ایسے آدمی کو نہیں چھوڑا، جس کے نکالنے کا تو نے ہمیں حکم دیا تھا، پھر وہ فرمائے گا، واپس جاؤ، جس کے دل میں ذرہ برابر خیر پاؤ، اس کو نکال لاؤ، تو وہ بہت سے لوگوں کو نکال لائیں گے، پھر وہ عرض کریں گے، اے ہمارے رب! ہم نے اس میں کسی صاحب خیر کو نہیں چھوڑا، اور ابوسعید خدری فرمایا کرتے تھے، اگر تم میری اس حدیث کی تصدیق نہیں کرتے، اگر تم چاہتے ہو تو یہ آیت پڑھ لو: ''بے شک اللہ! ایک ذرہ برابر ظلم نہیں کرے گا، اور اگر نیکی ہوگی تو اس کو بڑھائے گا، اور اپنی طرف سے اجر عظیم دے گا۔ (نساء آیت: ۴۰) پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا، فرشتوں نے سفارش کی، انبیاء نے سفارش کر لی اور مومن سفارش کر چکے، اور ارحم الراحمین کے سوا کوئی نہیں رہا، تو وہ آگ سے ایک مٹھی بھرے گا۔ تو وہ ایسے لوگوں کو اس سے نکالے گا، جنہوں نے کبھی نیکی نہیں کی ہوگی، اور وہ (جل کر) کوئلہ ہو چکے ہوں گے، تو وہ انہیں جنت کے دروازوں پر ایک نہر میں ڈال دے گا، جس کو زندگی کی نہر کہا جاتا ہے۔ تو وہ اس طرح پھلے پھولیں گے، جس طرح قدرتی بیج سیلاب کے خس وخاشاک میں نشوونما پاتا ہے، کیا تم اسے دیکھتے نہیں ہو، کبھی وہ پتھر کے پاس ہوتا ہے اور کبھی درخت کے پاس، جو سورج کے رخ پر ہوتا ہے، وہ زرد اور سبز ہوتا ہے اور جو سایہ میں ہوتا ہے وہ سفید ہوتا ہے، تو صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! گویا کہ آپ جنگل میں جانور چرایا کرتے تھے، آپ نے فرمایا، تو وہ لوگ (نہر سے) موتی کی طرح نکلیں گے، ان کی گردنوں میں نشانی ہوگی، اہل جنت ان کو پہچانتے ہوں گے، یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے آزاد کردہ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے بغیر کسی عمل کے جو انہوں نے کیا ہو اور بغیر کسی خیر کے جو انہوں نے آگے بھیجی ہو جنت میں داخل کیا ہے، پھر اللہ فرمائے گا، جنت میں داخل ہو جاؤ، اور تم نے جو کچھ دیکھا وہ تمہارا ہے، تو وہ کہیں گے، اے ہمارے رب! تو نے ہمیں وہ کچھ دیا ہے جو جہان والوں میں سے کسی کو نہیں دیا، تو وہ فرمائے گا، تمہارے لیے میرے پاس، اس سے بھی افضل (برتر) چیز ہے، تو وہ

کہیں گے، اے ہمارے رب! اس سے افضل چیز کونسی ہے؟ تو وہ فرمائے گا، میری خوشنودی ورضا، اس کے بعد میں کبھی تم سے ناراض نہیں ہوں گا۔

[455] قَالَ مُسْلِم قَرَأْتُ عَلَى عِيْسَى بْنِ حَمَّادٍ زُغْبَةَ الْمِصْرِيِّ هٰذَا الْحَدِيثَ فِي الشَّفَاعَةِ وَقُلْتُ لَهُ أُحَدِّثُ بِهٰذَا الْحَدِيثِ عَنْكَ أَنَّكَ سَمِعْتَ مِنَ اللَّيْثِ بْنِ سَعْدٍ فَقَالَ نَعَمْ قُلْتُ لِعِيسَى بْنِ حَمَّادٍ أَخْبَرَكُمُ اللَّيْثُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ خَالِدِ بْنِ يَزِيدَ عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي هِلَالٍ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ أَنَّهُ قَالَ قُلْنَا يَا رَسُولَ اللّٰهِ أَنَرٰى رَبَّنَا قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ ((هَلْ تُضَارُّونَ فِي رُؤْيَةِ الشَّمْسِ إِذَا كَانَ يَوْمٌ صَحْوٌ)) قُلْنَا لَا وَسُقْتُ الْحَدِيثَ حَتّٰى انْقَضٰى آخِرُهُ وَهُوَ نَحْوُ حَدِيثِ حَفْصِ بْنِ مَيْسَرَةَ وَزَادَ بَعْدَ قَوْلِهِ بِغَيْرِ عَمَلٍ عَمِلُوهُ وَلَا قَدَمٍ قَدَّمُوهُ ((فَيُقَالُ لَهُمْ لَكُمْ مَا رَأَيْتُمْ وَمِثْلُهُ مَعَهُ)) قَالَ أَبُو سَعِيدٍ بَلَغَنِي أَنَّ الْجِسْرَ أَدَقُّ مِنَ الشَّعْرَةِ وَأَحَدُّ مِنَ السَّيْفِ وَلَيْسَ فِي حَدِيثِ اللَّيْثِ ((فَيَقُولُونَ رَبَّنَا أَعْطَيْتَنَا مَا لَمْ تُعْطِ أَحَدًا مِّنَ الْعَالَمِينَ وَمَا بَعْدَهُ)) فَأَقَرَّ بِهِ عِيسَى بْنُ حَمَّادٍ

[455] امام مسلم فرماتے ہیں: میں نے سفارش کے بارے میں یہ حدیث عیسیٰ بن حماد، زغبہ مصری کو سنائی، اور اس سے کہا، یہ حدیث میں آپ سے بیان کرتا ہوں، آپ نے اسے لیث بن سعید سے سنا ہے؟ تو اس (عیسیٰ) نے کہا، ہاں! میں نے عیسیٰ بن حماد کو کہا، آپ کو لیث بن سعد نے خالد بن یزید کے واسطہ سے سعید بن ابی ہلال کی زید بن اسلم سے عطاء بن یسار کی ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے خبر دی ہے کہ انہوں نے کہا، ہم نے پوچھا، اے اللہ کے رسول! کیا ہم اپنے رب کو دیکھ سکیں گے؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب مطلع صاف ہو کیا تم آفتاب کے دیکھنے میں، کوئی تکلیف محسوس کرتے ہو؟ ہم نے کہا: نہیں۔ امام مسلم فرماتے ہیں، میں نے آخر تک عیسیٰ کو حدیث سنائی، جو حفص بن میسرہ کی حدیث جیسی ہے اس نے اس کے بعد کہ ''بغیر اس کے انہوں نے کوئی عمل کیا ہو یا نیکی آگے بھیجی ہو'' یہ اضافہ کیا۔ تو انہیں کہا جائے گا، تمہارے لیے ہے جو تم نے دیکھا اور اتنا ہی اس کے ساتھ اور۔'' ابوسعید بیان کرتے ہیں، مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ پل بال سے زیادہ باریک اور تلوار کی دھار سے زیادہ تیز ہوگا۔ لیث کی روایت میں یہ الفاظ نہیں ہیں، تو وہ کہیں گے، اے ہمارے رب! تو نے ہمیں وہ کچھ دیا ہے جو جہان والوں میں سے کسی کو نہیں دیا، اور اس کا مابعد، عیسیٰ بن حماد نے میری اس حدیث کا اقرار کیا۔

مفردات الحدیث ❶ غُبَّرُ اَهْلِ الْكِتَاب: غبّر، غابر کی جمع ہے، مراد وہ لوگ ہیں جو اپنے اصل دین

[455] تقدم تخريجه في الحديث السابق برقم (٤٥٣)

پر قائم رہے۔ ❷ سـراب: وہ ریتلی زمین، جو گرمی کے موسم میں، دور سے پانی کی طرح چمکتی ہے، پیاسا پانی سمجھ کر وہاں پہنچتا ہے تو وہاں کچھ نہیں ہوتا۔ ❸ يَحْطِمُ بَعْضُهَا بَعْضًا: حطم کا معنی توڑنا، ریزہ ریزہ کر کے تباہ کرنا ہے، اس لیے جہنم کا نام حطمہ بھی ہے کہ جو کچھ اس میں ڈالا جائے گا وہ اسے چور چور کر دے گی۔ ❹ يُكْشِفُ عن ساق: پنڈلی کھولی جائے گی۔ ❺ طَبَقَةٌ وَاحِدَةٌ: طبق سے مراد، پشت کے مہرے ہیں، کہ وہ تختہ کی طرح ایک مہرہ بن جائیں گے، اس لیے انسان جھک نہیں سکے گا۔ ❻ جِسر: جیم پر زیر اور زبر دونوں آ سکتے ہیں، پل۔ ❼ تَحِلُّ الشفاعة: سفارش شروع ہو جائے گی، سفارش کی اجازت مل جائے گی۔ ❽ دَحْضٌ: اور مزلة کا معنی ایک ہے، ایسی جگہ جہاں قدم پھسل جائیں، جم نہ سکیں۔ ❾ خطا طیف: خُطاف کی جمع ہے، اچکنے والے آنکس۔ ❿ کلالیب، كُلُّوب کی جمع ہے، گوشت بھوننے کی لوہے کی سلاخیں۔ ⓫ حَسَكٌ خاردار پودا ہے، یہاں مراد لوہے کے گھوکرو ہیں، یعنی لوہے کا تیز اور مضبوط نوکوں والا گول سا دائرہ۔ ⓬ اجاوید: اجود کی جمع ہے اور یہ جواد کی جمع ہے، عمدہ اور تیز رفتار سواری۔ ⓭ رِکاب: راحلة کی من غیر لفظها جمع ہے، سواری کا اونٹ مراد ہے۔ ⓮ خَیل من غیر لفظه: فرس کی جمع ہے، گھوڑے۔ ⓯ ناجٍ مُسلم: سے مراد وہ لوگ ہیں جو بالکل صحیح سالم بلا کسی اذیت و تکلیف کے گزر جائیں گے۔ ⓰ مَخْدُوشٌ مُرسَلٌ: سے مراد وہ لوگ ہیں جو زخمی ہو کر، چھوٹ جائیں گے اور نجات پالیں گے۔ ⓱ مَكْدُوس: جن کو ان کی جگہ سے ہٹا دیا جائے گا، دھکا دے کر گرا دیا جائے گا۔ ⓲ إِسْتِقْصَاء الحق: حق پورا پورا وصول کرنا۔ ⓳ حُمَمٌ: حُمَمة کی جمع ہے، کوئلہ۔ ⓴ افواه: علی غیر قیاس فُوْهة کی جمع ہے، جنت کا اگلا حصہ مراد ہے۔ ㉑ رِقاب: رقبہ کی جمع ہے، گردن۔ ㉒ خواتم: خَاتَم کی جمع ہے، انگوٹھی، یہاں پر مراد پٹہ ہے جو علامت کے طور پر گردن میں ڈالا جائے گا۔ یا کوئی علامت و نشانی ہے جس سے وہ ممتاز ہو جائیں گے۔ ㉓ حِبّة: قدرتی بیج۔ ㉔ حمیل: محمول کے معنی میں ہے، سیلاب کے ساتھ آنے والا خس و خاشاک مراد ہے۔

فوائد: ...... ❶ قیامت کے دن مومنوں کو اللہ تعالیٰ کے دیکھنے میں ہجوم اور اژدحام کی تکلیف نہ ہوگی، جس طرح آفتاب و مہتاب، جب صاف چمک رہے ہوں، تو ان کے دیکھنے میں مشقت نہیں اٹھانی پڑتی۔ ❷ یہود و نصاریٰ کا اصل دین اسلام تھا، اس لیے جو لوگ آپ کی آمد سے پہلے اس پر فوت ہوئے یا انہوں نے آپ کی آمد کے بعد آپ کو مان لیا، تو وہ جنتی ہوں گے۔ ❸ اللہ تعالیٰ کی ایک ایسی صورت ہے جو مومنوں کے دلوں میں منقش ہے، جب وہ اس صورت میں ظاہر ہوگا، تو وہ اس کو پہچان لیں گے، جب تک وہ اس صورت میں ظاہر نہیں ہوگا، انہیں اس کے اپنا رب ہونے کا یقین اور اطمینان نہیں ہوگا، اس لیے وہ اس کا رب ہونا تسلیم نہیں کریں گے، جب وہ اصل شکل میں، جو ان کے دلوں میں موجود ہے، آئے گا تو وہ مان لیں گے اس میں کسی قسم کی تاویل و تشبیہ یا تعطیل کی ضرورت نہیں ہے۔ ❹ اس حدیث میں کشف ساق پنڈلی کے کھلنے کا تذکرہ ہے اور قرآن مجید میں بھی یوم

یکشف عن ساق (سورۃ ن) موجود ہے، وہ اپنی پنڈلی کھولے گا، اس کی پنڈلی، اس کی شان کے مطابق ہے، جس طرح اس کی ذات بے مثال اور عدیم النظیر ہے، اس طرح، اس کی صفات اور قرآن وحدیث میں وارد اعضاء وصفات بے مثل ہیں، ان کی کنہ حقیقت یا ماہیت معلوم نہیں ہے۔ ❺ جو لوگ دنیا میں، دل کی گہرائی اور اخلاص وحسن نیت یا ایمان وایقان کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے حضور سجدہ ریز نہیں ہوئے، ان کو قیامت کے دن سجدہ کی توفیق نہیں ملے گی، اس لیے وہ آخرت میں ناکام ونامراد ہوں گے۔ ❻ قیامت کے دن جہنم پر ایک پل بچھایا جائے گا، جو بال سے باریک اور تلوار کی دھار سے تیز ہوگا، اس سے لوگ اپنے اپنے عملوں کے مطابق گزریں گے، اور جن کے نیک عمل حد مطلوب تک نہیں پہنچیں گے، یا ان کے عمل برے ہوں گے، وہ کٹ پھٹ کر جہنم میں گر جائیں گے۔ ❼ ملائکہ، انبیاء اور مومن اپنے اپنے مقام کے مطابق سفارش کریں گے، اور آخر میں اللہ تعالیٰ ان تمام لوگوں کو اپنے فضل وکرم کے نتیجہ میں مٹھی بھر کر نکال دے گا، جن کے دل میں اللہ تعالیٰ کی توحید پر یقین ہوگا۔ اگرچہ انہیں کسی نیکی کرنے کا موقع نہ ملا یا انھوں نے ایمان صحیح کے سوا کوئی نیکی نہ کی تو انجام کار وہ بھی دوزخ سے نکل جائیں گے اور اللہ تعالیٰ کی ساق کی طرح، اس کا قبضہ بھی اس کی شان کے لائق ہے، اس کی کیفیت وحقیقت کو نہیں جانا جا سکتا۔ ❽ اللہ تعالیٰ کی رضا مندی، ایک ایسی نعمت عظمیٰ ہے کہ جنت کی تمام نعمتیں اس کے مقابلہ میں بے حقیقت اور ہیچ ہیں، اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے ہم سب کو اپنی رضا مندی اور خوشنودی سے نوازے۔ (آمین)

[456] ٣٠٣۔(. . .) و حَدَّثَنَا أَبُوبَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا جَعْفَرُ بْنُ عَوْنٍ حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ بِإِسْنَادِهِمَا نَحْوَ حَدِيثِ حَفْصِ بْنِ مَيْسَرَةَ إِلَى آخِرِهِ وَقَدْ زَادَ وَنَقَصَ شَيْئًا

[456]۔ امام صاحب مذکورہ بالا روایت ایک دوسری سند سے بیان کرتے ہیں لیکن اس میں کچھ کمی وبیشی ہے۔

٨٢...... بَاب: إِثْبَاتِ الشَّفَاعَةِ وَإِخْرَاجِ الْمُوَحِّدِينَ مِنَ النَّارِ

باب ٨٢: شفاعت کا اثبات اور موحدوں کا آگ سے نکالنا

[457] ٣٠٤۔(١٨٤) و حَدَّثَنِي هَارُونُ بْنُ سَعِيدٍ الْأَيْلِيُّ أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ يَحْيَى بْنِ عُمَارَةَ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي

عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ يُدْخِلُ اللَّهُ أَهْلَ الْجَنَّةِ الْجَنَّةَ

[456] تقدم تخريجه (٤٥٣)

[457] اخرجه البخاري في (صحيحه) في الايمان، باب: تفاضل اهل الايمان في الاعمال برقم (٢٢) وفي الرقاق، باب: صفة الجنة والنار برقم (٦٥٦٠) انظر (التحفة) برقم (٤٤٠٧)

((يُدْخِلُ مَنْ يَّشَآءُ بِرَحْمَتِهِ وَيُدْخِلُ أَهْلَ النَّارِ النَّارَ ثُمَّ يَقُولُ انْظُرُوا مَنْ وَّجَدْتُمْ فِي قَلْبِهِ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ مِّنْ إِيمَانٍ فَأَخْرِجُوهُ فَيُخْرَجُونَ مِنْهَا حُمَمًا قَدِ امْتَحَشُوا فَيُلْقَوْنَ فِي نَهَرِ الْحَيٰوةِ أَوِ الْحَيَا فَيَنْبُتُونَ فِيهِ كَمَا تَنْبُتُ الْحِبَّةُ إِلٰى جَانِبِ السَّيْلِ أَلَمْ تَرَوْهَا كَيْفَ تَخْرُجُ صَفْرَآءَ مُلْتَوِيَةً))

[457] ۔ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ جنتیوں کو جنت میں داخل فرمائے گا، اپنی رحمت سے جسے چاہے گا داخل کرے گا اور دوزخیوں کو دوزخ میں داخل کرے گا، پھر فرمائے گا، دیکھو جس کے دل میں رائی کے دانہ کے برابر ایمان پاؤ، تو اس کو نکال لو، تو انہیں اس حال میں نکالا جائے گا کہ وہ جل بھن کر کوئلہ ہو چکے ہوں گے، تو انہیں زندگی کی یا بارش کی نہر میں ڈالا جائے گا تو وہ اس میں اس طرح پھلے پھولیں گے، جس طرح قدرتی بیج، سیلاب کے کٹاؤ پر نشوونما پاتا ہے، کیا تم اسے دیکھتے نہیں ہو کس طرح زرد لپٹا ہوا اگتا ہے۔''

مفردات الحدیث ❶ **نهر الحياة او الحيا**: زندگی کی نہر، یا بارش کی نہر، بارش کو حیا، اس لیے کہا گیا ہے کہ وہ زمین کی زندگی وزرخیزی کا باعث بنتی ہے، اسی طرح اس پانی سے دھلنے والے لوگ، تروتازہ ہو کر نکلیں گے جیسا کہ بارش سے سبزہ تروتازہ ہو کر نکلتا ہے۔ ❷ **ملتوية**: التواء سے ہے، لپٹا ہوا یا مڑا ہوا۔

فوائد: ...... ❶ جنت میں داخلہ کا انحصار، اللہ تعالیٰ کی رحمت پر ہے، اس کی رحمت کے نتیجہ میں نیک عملوں کی توفیق ملتی ہے اور اس کی رحمت ہوگی تو عمل قبول ہوں گے، اور اس کی رحمت کے نتیجہ میں جنت میں داخلہ ہوگا۔ ❷ اہل ایمان، بداعمال اور معصیت کے سزا بھگتنے کے لیے، دوزخ میں جائیں گے، جب دوزخ کی آگ ان کے گناہ کھا جائے گی اور وہ جل بھن کر کوئلہ ہو جائیں گے، تو ایمان کا اثر دل میں قائم رہے گا۔ اور وہ جنتیوں کو نظر بھی آئے گا، پھر ان کی سفارش کے نتیجہ میں ان کو دوزخ سے نکال لیا جائے گا۔ ❸ ایمان میں کمی وبیشی ہے، سب کا ایمان برابر اور یکساں نہیں ہے۔

[458] ۳۰۵ ـ (. . .) و حَدَّثَنَا أَبُوبَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَفَّانُ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ ح و حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ الشَّاعِرِ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَوْنٍ حَدَّثَنَا خَالِدٌ كِلَاهُمَا

عَنْ عَمْرِو بْنِ يَحْيٰى بِهٰذَا الْإِسْنَادِ وَقَالَا فَيُلْقَوْنَ فِي نَهَرٍ يُقَالُ لَهُ الْحَيَاةُ وَلَمْ يَشُكَّا وَفِي حَدِيثِ خَالِدٍ كَمَا تَنْبُتُ الْغُثَائَةُ فِي جَانِبِ السَّيْلِ وَفِي حَدِيثِ وُهَيْبٍ كَمَا تَنْبُتُ الْحِبَّةُ فِي حَمِئَةٍ أَوْ حَمِيلَةِ السَّيْلِ

[458] تقدم تخريجه في الحديث السابق برقم (٤٥٦)

[458] ۔ امام صاحب ایک اور سند سے مذکورہ بالا روایت بیان کرتے ہیں جس میں ہے، اور وہ ایک ایسی نہر میں ڈالے جائیں گے، جس کو زندگی کی نہر کہا جائے گا، دونوں نے اس میں شک نہیں کیا، اور خالد کی روایت میں ہے جس طرح کوڑا کرکٹ اگتا ہے، سیلاب کے کنارے، اور وہیب کی روایت میں ہے، جس طرح قدرتی بیج سیاہ گارے میں یا سیلاب کے خس وخاشاک میں اُگتا ہے۔

مفردات الحدیث ❶ الغثاء: سیلاب کے پانی کی جھاگ میں کوڑا کرکٹ یا درختوں کے گلے سڑے پتے جو سیلاب کے جھاگ میں ملے جلے ہوں۔ ❷ حَمِئة: سیاہ گارا۔ ❸ حَمِيْلَة: غُثَاء کو کہتے ہیں، یعنی سیلاب کے ساتھ آنے والا کوڑا کرکٹ۔

[459] ٣٠٦-(١٨٥) وحَدَّثَنِي نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ الْجَهْضَمِيُّ حَدَّثَنَا بِشْرٌ يَعْنِي ابْنَ الْمُفَضَّلِ عَنْ أَبِي مَسْلَمَةَ عَنْ أَبِي نَضْرَةَ

عَنْ أَبِي سَعِيدٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ ((أَمَّا أَهْلُ النَّارِ الَّذِينَ هُمْ أَهْلُهَا فَإِنَّهُمْ لَا يَمُوتُونَ فِيهَا وَلَا يَحْيَوْنَ وَلَكِنْ نَاسٌ أَصَابَتْهُمُ النَّارُ بِذُنُوبِهِمْ أَوْ قَالَ بِخَطَايَاهُمْ فَأَمَاتَهُمْ إِمَاتَةً حَتَّى إِذَا كَانُوا فَحْمًا أُذِنَ بِالشَّفَاعَةِ فَجِيءَ بِهِمْ ضَبَائِرَ ضَبَائِرَ فَبُثُّوا عَلَى أَنْهَارِ الْجَنَّةِ ثُمَّ قِيلَ يَا أَهْلَ الْجَنَّةِ أَفِيضُوا عَلَيْهِمْ فَيَنْبُتُونَ نَبَاتَ الْحِبَّةِ تَكُونُ فِي حَمِيلِ السَّيْلِ)) فَقَالَ رَجُلٌ مِنَ الْقَوْمِ كَأَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَدْ كَانَ بِالْبَادِيَةِ

[459] ۔ حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''رہے دوزخی، جو اس کے رہائشی ہیں، وہ نہ اس میں مریں گے اور نہ زندہ ہوں گے، لیکن وہ (اہل ایمان) لوگ جو گناہوں کی پاداش میں یا آپ نے فرمایا: قصوروں کی بنا پر آگ میں جائیں گے، تو اللہ تعالیٰ ان پر ایک قسم کی موت طاری کر دے گا، یہاں تک کہ جب وہ کوئلہ بن جائیں گے، سفارش کی اجازت دی جائے گی، تو انہیں گروہ گروہ لایا جائے گا، اور انہیں جنت کی نہروں میں پھیلا دیا جائے گا، پھر کہا جائے گا: اے جنتیو! ان پر پانی ڈالو، تو وہ اس قدرتی بیج کی طرح نشو ونما پائیں گے جو سیلاب کے بہاؤ کے ساتھ آنے والی مٹی میں ہوتا ہے۔'' تو لوگوں میں سے ایک آدمی نے کہا، معلوم ہوتا ہے رسول اللہ ﷺ جنگل میں رہے ہیں۔

مفردات الحدیث ❶ ذُنُوب: ذَنب کی جمع ہے، گناہ، جرم۔ ❷ خطايا: خَطِيئة کی جمع ہے، لغزش، غلطی۔ ❸ ضَبائِر: ضِبَارَة کی جمع ہے، گروہ، ٹولی۔ ❹ بثُّوا: بَثٌّ سے ہے، بکھیر دیئے جائیں، پھیلا دیئے جائیں۔

[459] اخرجه ابن ماجه فی (سننه) فی الزهد، باب ذكر الشفاعة برقم (٤٣٠٩) انظر (التحفة) برقم (٤٣٤٦)

فائدہ:...... جو لوگ کفر و شرک کی بنا پر ہمیشہ ہمیشہ کے لیے دوزخی ہیں وہ نہ مریں گے یعنی کسی طرح انہیں عذاب سے چھٹکارا نصیب نہیں ہوگا، نہ زندہ ہوں گے، یعنی کبھی انہیں زندگی کی راحت وآسائش حاصل نہ ہوگی، لیکن جو لوگ ایمان دار ہیں، گناہوں اور غلطیوں کی پاداش میں دوزخ میں ڈالے جائیں گے، اپنے گناہوں کے بقدر عذاب میں مبتلا ہو کر جل بھن کر کوئلہ بن جائیں گے، پھر ان کو دوزخ سے نکال کر آب حیات میں ڈال کر زندگی عنایت کی جائے گی، اور وہ فوری طور پر نشوونما پا کر جنت میں داخل ہوں گے۔

[460] ۳۰۷۔(...) وحَدَّثَنَاه مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى وَابْنُ بَشَّارٍ قَالَا: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِي مَسْلَمَةَ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا نَضْرَةَ

عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ بِمِثْلِهِ إِلَى قَوْلِهِ فِي حَمِيلِ السَّيْلِ وَلَمْ يَذْكُرْ مَا بَعْدَهُ

[460]۔ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے مذکورہ بالا روایت ''فی حمیل السیل'' تک بیان کی، اس کے بعد والا حصہ بیان نہیں کیا۔

۸۳...... بَابُ آخِرِ أَهْلِ النَّارِ خُرُوجًا

باب ۸۳: دوزخ سے سب سے آخر میں نکلنے والا فرد

[461] ۳۰۸۔(۱۸۶) حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَإِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الْحَنْظَلِيُّ كِلَاهُمَا عَنْ جَرِيرٍ قَالَ عُثْمَانُ: حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ عَبِيدَةَ

عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ مَسْعُودٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ ((إِنِّي لَأَعْلَمُ آخِرَ أَهْلِ النَّارِ خُرُوجًا مِنْهَا وَآخِرَ أَهْلِ الْجَنَّةِ دُخُولًا الْجَنَّةَ رَجُلٌ يَخْرُجُ مِنَ النَّارِ حَبْوًا فَيَقُولُ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى لَهُ اذْهَبْ فَادْخُلِ الْجَنَّةَ فَيَأْتِيهَا فَيُخَيَّلُ إِلَيْهِ أَنَّهَا مَلْأَى فَيَرْجِعُ فَيَقُولُ يَا رَبِّ وَجَدْتُهَا مَلْأَى فَيَقُولُ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى لَهُ اذْهَبْ فَادْخُلِ الْجَنَّةَ قَالَ فَيَأْتِيهَا فَيُخَيَّلُ إِلَيْهِ أَنَّهَا مَلْأَى فَيَرْجِعُ فَيَقُولُ يَا رَبِّ وَجَدْتُهَا مَلْأَى فَيَقُولُ اللّٰهُ لَهُ اذْهَبْ فَادْخُلِ الْجَنَّةَ فَإِنَّ لَكَ مِثْلَ الدُّنْيَا وَعَشَرَةَ أَمْثَالِهَا أَوْ إِنَّ لَكَ عَشَرَةَ أَمْثَالِ الدُّنْيَا قَالَ فَيَقُولُ أَتَسْخَرُ بِي أَوْ أَتَضْحَكُ بِي وَأَنْتَ الْمَلِكُ))

قَالَ لَقَدْ رَأَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ ضَحِكَ حَتّٰى بَدَتْ نَوَاجِذُهُ قَالَ فَكَانَ يُقَالُ ذَاكَ أَدْنٰى أَهْلِ الْجَنَّةِ مَنْزِلَةً۔

---

[460] تقدم تخريجه في الحديث السابق برقم (٤٥٨)

[461] اخرجه البخاري في (صحيحه) في الرقاق، باب: صفة الجنة والنار برقم (٦٥٧١) وفي ←

[461] ۔حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''بے شک میں جانتا ہوں کہ جہنم سے سب سے آخر میں کون نکلے گا اور جنت میں سب سے آخر میں کون داخل ہوگا، وہ ایک ایسا آدمی ہے جو ہاتھوں اور گھٹنوں کے بل گھسٹتا ہوا آگ سے نکلے گا، اللہ تعالیٰ (آخر میں اسے) فرمائے گا جا، جنت میں داخل ہو جا، وہ جنت میں داخل ہوگا، تو وہ یہ سمجھے گا کہ جنت بھر چکی ہے، واپس آ کر، عرض کرے گا، اے میرے رب! وہ تو بھر چکی ہے، تو اللہ تعالیٰ اسے فرمائے گا: جا جنت میں داخل ہو جا، آپ نے فرمایا: وہ (دوبارہ) جائے گا، تو اسے محسوس ہوگا، وہ تو بھر چکی ہے، واپس آ کر پھر کہے گا، اے میرے رب! میں نے تو اسے بھری ہوئی پایا ہے، اللہ تعالیٰ پھر فرمائے گا، جا کر جنت میں داخل ہو جا کیونکہ تیرے لیے دنیا کے برابر اور اس سے دس گنا زائد جگہ ہے۔ یا تیرے لیے دنیا سے دس گنا ہے۔ آپ نے فرمایا: وہ شخص عرض کرے گا، کیا تو مجھ سے مذاق کرتا ہے یا مجھ سے ہنسی کرتا ہے حالانکہ تو بادشاہ ہے؟'' عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا، آپ ہنسے یہاں تک کہ آپ کی ڈاڑھیں مبارک ظاہر ہوگئیں۔ راوی کہتے ہیں، اس بنا پر کہا جاتا تھا یہ سب سے کم درجہ والا جنتی ہوگا۔

مفردات الحدیث ❶ حَبْوًا: ہاتھوں اور پاؤں کے بل پر، ہاتھوں اور گھٹنوں کے بل پر یا ہاتھوں اور سرین کے بل پر چلنا۔ ❷ نواجذ: ناجذ کی جمع ہے، داڑھیں۔ ❸ منزلة: مقام و مرتبہ، درجہ۔

فائدہ: ...... یہ مختصر روایت ہے، اور جنتی آدمی کا تفصیلی مکالمہ حدیث ۲۹۹/۱۸۲ میں گزر چکا ہے۔

[462] ۳۰۹۔(. . .) وحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَأَبُو كُرَيْبٍ وَاللَّفْظُ لِأَبِي كُرَيْبٍ قَالَا: حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ عُبَيْدَةَ

عَنْ عَبْدِاللّٰهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم ((إِنِّي لَأَعْرِفُ آخِرَ أَهْلِ النَّارِ خُرُوجًا مِّنَ النَّارِ رَجُلٌ يَخْرُجُ مِنْهَا زَحْفًا فَيُقَالُ لَهُ انْطَلِقْ فَادْخُلِ الْجَنَّةَ قَالَ فَيَذْهَبُ فَيَدْخُلُ الْجَنَّةَ فَيَجِدُ النَّاسَ قَدْ أَخَذُوا الْمَنَازِلَ فَيُقَالُ لَهُ أَتَذْكُرُ الزَّمَانَ الَّذِي كُنْتَ فِيهِ فَيَقُولُ نَعَمْ فَيُقَالُ لَهُ تَمَنَّ فَيَتَمَنَّى فَيُقَالُ لَهُ لَكَ الَّذِي تَمَنَّيْتَ وَعَشَرَةُ أَضْعَافِ الدُّنْيَا قَالَ فَيَقُولُ أَتَسْخَرُ بِي وَأَنْتَ الْمَلِكُ)) قَالَ فَلَقَدْ رَأَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم ضَحِكَ حَتَّى بَدَتْ نَوَاجِذُهُ

← التوحيد، باب كلام الرب عزوجل يوم القيامة مع الانبياء وغيرهم برقم (٧٥١١) مختصرا۔ والترمذي في (جامعه) في صفة جهنم، باب: ما جاء ان للنار نفسين، وما ذكر من يخرج من النار من اهل التوحيد۔ وقال: هذا حديث حسن صحيح برقم (٢٥٩٥) وابن ماجه في (سننه) في الزهد، باب: صفة الجنة برم (٤٣٣٩) انظر (التحفة) برقم (٩٤٠٥)

[462] تقدم تخريجه في الحديث السابق برقم (٤٦٠)

[462]۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میں اس شخص کو یقیناً جانتا ہوں جو دوزخیوں میں سے سب سے آخر میں دوزخ سے نکلے گا، ایک شخص ہوگا، جو سرین کے بل گھسٹ کر دوزخ سے نکلے گا، اس کو کہا جائے گا، چل کر جنت میں داخل ہو جا۔ آپ نے فرمایا، وہ جا کر جنت میں داخل ہوگا، تو وہ لوگوں کو اس حال میں پائے گا وہ اپنی اپنی جگہ لے چکے ہیں، اسے کہا جائے گا، کیا تمہیں وہ وقت یاد ہے جو تو گزار کر آیا ہے؟ وہ کہے گا، ہاں تو اسے کہا جائے گا، تمنا کر، وہ تمنا کرے گا، تو اسے کہا جائے گا جو تمنا تو نے کی ہے، اس کے ساتھ تیرے لیے دنیا سے دس گنا زائد ہے، تو وہ کہے گا، تو بادشاہ ہو کر میرے ساتھ مذاق کرتا ہے۔'' عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا، آپ ہنسے یہاں تک کہ آپ کی ڈاڑھیں کھل گئیں۔

[463] ۳۱۰۔(۱۸۷)حَدَّثَنَا أَبُوبَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ ثَنَا عَفَّانُ بْنُ مُسْلِمٍ ثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ ثَنَا ثَابِتٌ عَنْ أَنَسٍ عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ ((آخِرُ مَنْ يَّدْخُلُ الْجَنَّةَ رَجُلٌ فَهُوَ يَمْشِي مَرَّةً وَيَكْبُو مَرَّةً وَتَسْفَعُهُ النَّارُ مَرَّةً فَإِذَا مَا جَاوَزَهَا الْتَفَتَ إِلَيْهَا فَقَالَ تَبَارَكَ الَّذِي نَجَّانِي مِنْكِ لَقَدْ أَعْطَانِي اللّٰهُ شَيْئًا مَا أَعْطَاهُ أَحَدًا مِنَ الْأَوَّلِينَ وَالْآخِرِينَ فَتُرْفَعُ لَهُ شَجَرَةٌ فَيَقُولُ أَيْ رَبِّ أَدْنِنِي مِنْ هٰذِهِ الشَّجَرَةِ فَلِأَسْتَظِلَّ بِظِلِّهَا وَأَشْرَبَ مِنْ مَّائِهَا فَيَقُولُ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ)) يَا ابْنَ آدَمَ لَعَلِّي إِنْ أَعْطَيْتُكَهَا سَأَلْتَنِي غَيْرَهَا ((فَيَقُولُ لَا يَا رَبِّ وَيُعَاهِدُهُ أَنْ لَا يَسْأَلَهُ غَيْرَهَا وَرَبُّهُ يَعْذِرُهُ لِأَنَّهُ يَرٰى مَا لَا صَبْرَ لَهُ عَلَيْهِ فَيُدْنِيهِ مِنْهَا فَيَسْتَظِلُّ بِظِلِّهَا وَيَشْرَبُ مِنْ مَّائِهَا ثُمَّ تُرْفَعُ لَهُ شَجَرَةٌ هِيَ أَحْسَنُ مِنَ الْأُولٰى فَيَقُولُ أَيْ رَبِّ أَدْنِنِي مِنْ هٰذِهِ لِأَشْرَبَ مِنْ مَائِهَا وَأَسْتَظِلَّ بِظِلِّهَا لَا أَسْأَلُكَ غَيْرَهَا فَيَقُولُ يَا ابْنَ آدَمَ أَلَمْ تُعَاهِدْنِي أَنْ لَّا تَسْأَلَنِي غَيْرَهَا فَيَقُولُ لَعَلِّي إِنْ أَدْنَيْتُكَ مِنْهَا تَسْأَلُنِي غَيْرَهَا فَيُعَاهِدُهُ أَنْ لَا يَسْأَلَهُ غَيْرَهَا وَرَبُّهُ يَعْذِرُهُ لِأَنَّهُ يَرٰى مَا لَا صَبْرَ لَهُ عَلَيْهِ فَيُدْنِيهِ مِنْهَا فَيَسْتَظِلُّ بِظِلِّهَا وَيَشْرَبُ مِنْ مَّائِهَا ثُمَّ تُرْفَعُ لَهُ شَجَرَةٌ عِنْدَ بَابِ الْجَنَّةِ هِيَ أَحْسَنُ مِنَ الْأُولَيَيْنِ فَيَقُولُ أَيْ رَبِّ أَدْنِنِي مِنْ هٰذِهِ لِأَسْتَظِلَّ بِظِلِّهَا وَأَشْرَبَ مِنْ مَّائِهَا لَا أَسْأَلُكَ غَيْرَهَا فَيَقُولُ يَا ابْنَ آدَمَ أَلَمْ تُعَاهِدْنِي أَنْ لَا تَسْأَلَنِي غَيْرَهَا قَالَ بَلٰى يَا رَبِّ هٰذِهِ لَا أَسْأَلُكَ غَيْرَهَا وَرَبُّهُ يَعْذِرُهُ لِأَنَّهُ يَرٰى مَا لَا صَبْرَ لَهُ عَلَيْهَا فَيُدْنِيهِ مِنْهَا فَإِذَا أَدْنَاهُ مِنْهَا فَيَسْمَعُ أَصْوَاتَ أَهْلِ الْجَنَّةِ فَيَقُولُ أَيْ رَبِّ أَدْخِلْنِيهَا فَيَقُولُ يَا ابْنَ آدَمَ مَا يَصْرِينِي مِنْكَ أَيُرْضِيكَ

[463] انفرد به مسلم۔ انظر (التحفة) برقم (۹۱۸۸)

أَنْ أُعْطِيَكَ الدُّنْيَا وَمِثْلَهَا مَعَهَا قَالَ يَا رَبِّ أَتَسْتَهْزِءُ مِنِّي وَأَنْتَ رَبُّ الْعَالَمِينَ)) فَضَحِكَ ابْنُ مَسْعُودٍ فَقَالَ أَلَا تَسْأَلُونِي مِمَّ أَضْحَكُ فَقَالُوا مِمَّ تَضْحَكُ قَالَ هٰكَذَا ضَحِكَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ فَقَالُوا مِمَّ تَضْحَكُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ قَالَ ((مِنْ ضِحْكِ رَبِّ الْعَالَمِينَ حِينَ قَالَ أَتَسْتَهْزِءُ مِنِّي وَأَنْتَ رَبُّ الْعَالَمِينَ فَيَقُولُ إِنِّي لَا أَسْتَهْزِءُ مِنْكَ وَلٰكِنِّي عَلٰى مَا أَشَاءُ قَادِرٌ)).

[463] ۔حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''سب سے آخر میں جنت میں داخل ہونے والا آدمی تو وہ کبھی چلے گا، کبھی چہرے کے بل گرے گا اور کبھی اسے آگ جھلسے گی، جب وہ آگ سے نکل جائے گا، پلٹ کر اس کو دیکھے گا اور کہے گا، بڑی برکت والی ہے وہ ذات، جس نے مجھے تجھ سے نجات دی۔ اللہ نے مجھے ایسی نعمت عطا فرمائی ہے جو پہلوں اور پچھلوں میں سے کسی ایک کو عطا نہیں کی، تو اسے ایک درخت دکھائی دے گا تو وہ کہے گا، اے میرے رب! مجھے اس درخت کے قریب کر دے تاکہ میں اس کے سایہ سے سایہ حاصل کروں اور اس کے (پھلوں کا) پانی پیوں، تو اللہ عزوجل فرمائے گا، اے ابن آدم! ہوسکتا ہے، اگر میں تیری درخواست پوری کر دوں تو تُو اور درخواست پیش کر دے، تو وہ کہے گا، نہیں۔ اے میرے رب! اور وہ اللہ سے اور سوال نہ کرنے کا معاہدہ کرے گا، اور اس کا رب اس کو معذور سمجھے گا، کیونکہ وہ ایسی چیز دیکھ رہا ہوگا، جس پر صبر کرنا اس کے لیے ممکن نہیں ہوگا، تو وہ اسے اس (درخت) کے قریب کر دے گا، تو وہ اس کے سایہ سے فائدہ اٹھائے گا، اور اس کے پانی کو پیے گا، پھر اس کے سامنے ایک اور درخت ظاہر کیا جائے گا، جو پہلے سے زیادہ حسین ہوگا، تو وہ کہے گا، اے میرے رب! مجھے اس کے قریب کر دے تاکہ میں اس کے سایہ سے آرام حاصل کرسکوں اور اس کا پانی پیوں، میں تجھ سے کوئی اور سوال نہیں کروں گا، تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا، کیا تو نے مجھ سے معاہدہ نہیں کیا تھا کہ میں اور سوال نہیں کروں گا؟ اور فرمائے گا، ممکن ہے اگر میں تجھے اس کے قریب کر دوں، تو تو اور سوال کر دے، تو وہ اللہ تعالیٰ سے عہد کرے گا کہ وہ اس کے سوا سوال نہیں کرے گا، اور اس کا رب اس کا عذر قبول کر لے گا، کیونکہ وہ ایسی چیز (نعمت) دیکھ رہا ہے، جس کی (خواہش کیے) بغیر صبر نہیں ہوسکتا، تو وہ اسے اس کے قریب کر دے گا۔ تو وہ اس کے سایہ سے راحت حاصل کرے گا اور اس کا پانی پیے گا، پھر اس کو جنت کے دروازے کے پاس ایک درخت دکھائی دے گا، جو پہلے دونوں درختوں سے زیادہ خوبصورت ہوگا، تو وہ عرض کرے گا، اے میرے رب! مجھے اس کے قریب کر دے تاکہ میں اس کے سایہ سے آرام حاصل کروں اور اس کا پانی پیوں، میں اور سوال نہیں کروں گا، تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا، اے آدم کے بیٹے! کیا تو نے میرے ساتھ معاہدہ نہیں کیا تھا کہ اور سوال نہیں کروں گا؟ وہ کہے گا، کیوں نہیں (معاہدہ کیا تھا) یہی سوال ہے اور سوال نہیں کروں گا، اس کا رب اس کو معذور سمجھے گا، کیونکہ وہ ایسی چیز دیکھ رہا ہے جس کے سوال کیے بغیر صبر نہیں ہوسکتا، تو وہ اسے اس

کے قریب کر دے گا، تو جب وہ اسے اس کے قریب کر دے گا تو وہ جنتیوں کی آوازیں سنے گا، تو کہے گا: اے میرے رب! مجھے اس میں داخل کر دے، تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا، اے آدم کے بیٹے! کونسی چیز تجھے مجھ سے سوال کرنے سے روک سکتی ہے؟ کیا تجھے یہ چیز راضی کر دے گی کہ میں تجھے دنیا اور اس کے برابر دے دوں، وہ کہے گا، اے میرے رب! تو رب العالمین ہو کر میرا مذاق اڑاتا ہے، اس پر ابن مسعود رضی اللہ عنہ ہنس پڑے، اور کہا، کیا تم مجھ سے یہ نہیں پوچھو گے کہ میں کیوں ہنسا؟ تو سامعین نے پوچھا، آپ کیوں ہنسے؟ کہا، اسی طرح رسول اللہ ﷺ ہنستے تھے، تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے پوچھا: اے اللہ کے رسول! آپ کیوں ہنس رہے ہیں؟ آپ نے فرمایا: اس کی اس بات پر رب العالمین کے ہنسنے کی بنا پر، کیا تو رب العالمین ہو کر میرے ساتھ مذاق کرتا ہے؟ تو اللہ فرمائے گا، میں مذاق نہیں کرتا، میں جو چاہوں کر سکتا ہوں۔

مفردات الحدیث ❶ **یکبو مرة:** وہ اوندھے منہ گرے گا۔ ❷ **تَسْفَعُ:** جھلس جائے گی، اس پر اثر انداز ہوگی۔ ❸ **یَعْذِرُ:** ی پر زبر اور پیش دونوں آ سکتے ہیں۔ "معذور قرار دینا، عذر قبول کرنا۔" ❹ **یصرینی:** صری سے ماخوذ ہے جس کا معنی ہے کاٹنا یعنی کونسی چیز تیرے سوال کو روکے گی، تجھے راضی کرے گی۔

فائدہ :......اس شخص کا مکمل واقعہ تینوں حدیثوں کے مجموعہ سے سامنے آتا ہے۔

۸۴...... بَابُ أَدْنَى أَهْلِ الْجَنَّةِ مَنْزِلَةً فِيهَا

باب ۸٤: جنت میں سب سے کم مرتبہ انسان

[464] ۳۱۱-(۱۸۸) حَدَّثَنَا أَبُوبَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ ثَنَا يَحْيَى بْنُ أَبِي بُكَيْرٍ ثَنَا زُهَيْرُ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنْ سُهَيْلِ بْنِ أَبِي صَالِحٍ عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ أَبِي عَيَّاشٍ

عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ ((إِنَّ أَدْنٰى أَهْلِ الْجَنَّةِ مَنْزِلَةً رَجُلٌ صَرَفَ اللّٰهُ وَجْهَهُ عَنِ النَّارِ قِبَلَ الْجَنَّةِ وَمَثَّلَ لَهُ شَجَرَةً ذَاتَ ظِلٍّ فَقَالَ أَيْ رَبِّ قَدِّمْنِي إِلٰى هٰذِهِ الشَّجَرَةِ أَكُونُ فِي ظِلِّهَا)) وَسَاقَ الْحَدِيثَ بِنَحْوِ حَدِيثِ ابْنِ مَسْعُودٍ وَلَمْ يَذْكُرْ ((فَيَقُولُ يَاابْنَ آدَمَ مَا يَصْرِينِي مِنْكَ)) إِلٰى آخِرِ الْحَدِيثِ وَزَادَ فِيهِ ((وَيُذَكِّرُهُ اللّٰهُ سَلْ كَذَا وَكَذَا فَإِذَا انْقَطَعَتْ بِهِ الْأَمَانِيُّ قَالَ اللّٰهُ هُوَ لَكَ وَعَشَرَةُ أَمْثَالِهِ قَالَ ثُمَّ يَدْخُلُ بَيْتَهُ فَتَدْخُلُ عَلَيْهِ زَوْجَتَاهُ مِنَ الْحُورِ الْعِينِ فَتَقُولَانِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي أَحْيَاكَ لَنَا وَأَحْيَانَا لَكَ قَالَ فَيَقُولُ مَا أُعْطِيَ أَحَدٌ مِثْلَ مَا أُعْطِيتُ)).

[464] انفرد به مسلم- انظر (التحفة) برقم (۴۳۹۲)

[464] ۔حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''بے شک اہل جنت میں سے سب سے کم مرتبہ وہ آدمی ہوگا کہ اللہ تعالیٰ اس کے چہرے کو دوزخ سے جنت کی طرف پھیر دے گا، اور اس کو ایک سایہ دار درخت کی صورت نظر آئے گی، تو وہ کہے گا، اے میرے رب! مجھے اس درخت کے قریب کر دے، میں اس کے سایہ میں رہوں گا، اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی طرح حدیث بیان کی: اور یہ الفاظ بیان نہیں کیے کہ اللہ تعالیٰ فرمائے گا، اے آدم کے بیٹے! تجھے مجھ سے مانگنے سے کونسی چیز روک سکتی ہے۔'' آخر تک اور اس میں اتنا اضافہ ہے اور اللہ تعالیٰ اسے یاد دلائے گا، فلاں فلاں چیز کا سوال کر، اور جب اس کی آرزوئیں ختم ہو جائیں گی، اللہ تعالیٰ فرمائے گا، یہ سب کچھ تجھے ملے گا اور اس سے دس گنا زائد۔ آپ ﷺ نے فرمایا: پھر وہ اپنے گھر میں داخل ہوگا اور حور العین سے اس کی دونوں بیویاں اس کے پاس آئیں گی، اور کہیں گی، شکر کے لائق وہ اللہ ہے جس نے تجھے ہمارے لیے زندہ کیا اور ہمیں تیرے لیے زندگی دی، آپ نے فرمایا: تو وہ کہے گا جو کچھ مجھے عنایت کیا گیا ہے وہ کسی ایک کو نہیں دیا گیا۔''

مفردات الحدیث ❶ **مثل له**: اس کے لیے شکل وصورت بنائے گا۔ ❷ **امانی، اَمْنِيّة** کی جمع ہے، آرزو، خواہش، تمنا۔

فائدہ:...... جنت ایک ایسی جگہ، جہاں ہر انسان، اپنے اپنے مقام و مرتبہ پر مطمئن ہوگا، اور سمجھے گا اللہ تعالیٰ کی سب سے زیادہ عنایات اور نعمتیں مجھے ہی حاصل ہیں، کوئی ایک ان میں میرے برابر نہیں ہے۔ جبکہ دنیا میں **هَلْ مِنْ مَزِيْدٍ** کی تمنا اور آرزو کبھی ختم نہیں ہوتی۔ الا ما شاء اللہ!

[465] ٣١٢-(١٨٩) حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ عَمْرٍو الْأَشْعَثِيُّ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ مُطَرِّفٍ وَابْنِ أَبْجَرَ عَنِ الشَّعْبِيِّ قَالَ سَمِعْتُ الْمُغِيرَةَ بْنَ شُعْبَةَ رِوَايَةً إِنْ شَآءَ اللّٰهُ ح و حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عُمَرَ ثَنَا سُفْيَانُ: حَدَّثَنَا مُطَرِّفُ بْنُ طَرِيفٍ وَعَبْدُالْمَلِكِ بْنُ سَعِيدٍ سَمِعَا الشَّعْبِيَّ يُخْبِرُ

عَنِ الْمُغِيرَةِ بْنَ شُعْبَةَ رِوَايَةً إِنْ شَآءَ اللّٰهُ ح و حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عُمَرَ ثَنَا سُفْيَانُ نَا مُطَرِّفُ بْنُ طَرِيفٍ وَعَبْدُالْمَلِكِ بْنُ سَعِيدٍ سَمِعَا الشَّعْبِيَّ يُخْبِرُ عَنِ الْمُغِيرَةِ بْنِ شُعْبَةَ قَالَ سَمِعْتُهُ عَلَى الْمِنْبَرِ يَرْفَعُهُ إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ قَالَ و حَدَّثَنِي بِشْرُ بْنُ الْحَكَمِ وَاللَّفْظُ لَهُ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ حَدَّثَنَا مُطَرِّفٌ وَابْنُ أَبْجَرَ سَمِعَا الشَّعْبِيَّ يَقُولُ سَمِعْتُ الْمُغِيرَةَ بْنَ شُعْبَةَ يُخْبِرُ بِهِ النَّاسَ عَلَى الْمِنْبَرِ قَالَ سُفْيَانُ رَفَعَهُ أَحَدُهُمَا أُرَاهُ ابْنَ أَبْجَرَ قَالَ ((سَأَلَ مُوسٰى رَبَّهُ مَا أَدْنَى أَهْلِ الْجَنَّةِ مَنْزِلَةً قَالَ هُوَ رَجُلٌ يَجِيءُ بَعْدَ مَا

[465] اخرجه الترمذی فی (جامعه) فی التفسیر، باب: ومن سورة السجدة وقال: هذا حديث حسن صحيح برقم (٣١٩٨) انظر (التحفة) برقم (١١٥٠٣) ٣٢٩

أُدْخِلَ أَهْلُ الْجَنَّةِ الْجَنَّةَ فَيُقَالُ لَهُ ادْخُلِ الْجَنَّةَ فَيَقُولُ أَيْ رَبِّ كَيْفَ وَقَدْ نَزَلَ النَّاسُ مَنَازِلَهُمْ وَأَخَذُوا أَخَذَاتِهِمْ فَيُقَالُ لَهُ أَتَرْضَى أَنْ يَكُونَ لَكَ مِثْلُ مُلْكِ مَلِكٍ مِنْ مُلُوكِ الدُّنْيَا فَيَقُولُ رَضِيتُ رَبِّ فَيَقُولُ لَكَ ذٰلِكَ وَمِثْلُهُ وَمِثْلُهُ وَمِثْلُهُ وَمِثْلُهُ فَقَالَ فِي الْخَامِسَةِ رَضِيتُ رَبِّ فَيَقُولُ هٰذَا لَكَ وَعَشَرَةُ أَمْثَالِهِ وَلَكَ مَا اشْتَهَتْ نَفْسُكَ وَلَذَّتْ عَيْنُكَ فَيَقُولُ رَضِيتُ رَبِّ قَالَ رَبِّ فَأَعْلَاهُمْ مَنْزِلَةً قَالَ أُولٰئِكَ الَّذِينَ أَرَدْتُ غَرَسْتُ كَرَامَتَهُمْ بِيَدِي وَخَتَمْتُ عَلَيْهَا فَلَمْ تَرَ عَيْنٌ وَلَمْ تَسْمَعْ أُذُنٌ وَلَمْ يَخْطُرْ عَلٰى قَلْبِ بَشَرٍ)) قَالَ وَمِصْدَاقُهُ فِي كِتَابِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّآ أُخْفِيَ لَهُمْ مِنْ قُرَّةِ أَعْيُنٍ اَلْآيَةَ

[465] ۔امام صاحب مختلف اساتذہ کی سندوں سے شعبی سے بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے منبر پر سنا وہ لوگوں کو بتا رہے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: موسیٰ علیہ السلام نے اپنے رب سے پوچھا، جنت میں سب سے کم مرتبہ جنتی کون ہوگا؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا، وہ ایک شخص ہے، جب جنتی جنت میں داخل کر دیے جائیں گے، اس کے بعد آئے گا، تو اسے کہا جائے گا، جنت میں داخل ہو جا، تو وہ کہے گا، اے میرے رب! کیونکر؟ لوگ اپنی اپنی جگہوں میں اتر چکے ہیں اور اپنی عزت وکرامت لے چکے ہیں یا اپنے گھروں کا رخ کر چکے ہیں، تو اسے کہا جائے گا، کیا تم اس پر راضی ہو کہ تمہیں جنت میں اتنا علاقہ دے دیا جائے جتنا دنیا میں بادشاہوں میں سے کسی بادشاہ کی ملکیت میں ہوتا ہے؟ تو وہ کہے گا، اے میرے رب! میں راضی ہوں، تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا، تجھے اتنا علاقہ دیا اور اتنا اور، اور اتنا اور، اور اتنا اور اور اتنا اور، پانچویں بار وہ آدمی کہے گا، اے میرے رب! میں راضی ہوں، تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا، یہ تجھے دیا اور اس سے دس گنا اور دیا اور تیرے لیے جس کو تیرا جی چاہے اور تیری آنکھوں کو بھائے، تو وہ کہے گا، میں راضی ہوں، اے میرے رب! پھر موسیٰ علیہ السلام نے پوچھا، اے میرے رب! تو سب سے بلند مرتبہ کو کیا ملے گا؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا، یہ وہ لوگ ہیں جن کو میں نے چنا ان کی عزت وراحت کو اپنے ہاتھوں سے جمایا اور میں نے اس پر مہر لگائی، (ان نعمتوں کو) کسی آنکھ نے نہیں دیکھا، کسی کان نے نہیں سنا اور کسی دل میں ان کا خیال نہیں گزرا۔ اور آپ نے فرمایا: اس کی تصدیق اللہ عزوجل کی کتاب میں موجود ہے: ''کوئی نہیں جانتا کہ ان کی آنکھوں کی ٹھنڈک کے لیے کیا کیا نعمتیں چھپائی گئی ہیں۔'' (السجدہ: ۱۷)

مفردات الحدیث ❶ **اَخَذُوا اَخَذَاتِهِم:** انہوں نے عطا کردہ چیزیں لے لی ہیں، یا انہوں نے اپنی منازل کا رخ کر لیا ہے۔ ❷ **اردتُّ:** میں نے انہیں چن لیا، منتخب کر لیا۔ ❸ **غَرَسْتُ كرامتهم:** خود میں نے ان کی عزت وشرف کو گاڑا ہے میری لگائی اور جمائی ہوئی عزت میں تغیر وتبدیلی کا امکان نہیں۔

[466] ۳۱۳-(. . .) حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا عُبَيْدُاللّٰهِ الْأَشْجَعِيُّ عَنْ عَبْدِالْمَلِكِ بْنِ اَبْجَرِ قَالَ سَمِعْتُ الشَّعْبِيَّ يَقُوْلُ

عَنْ الْمُغِيرَةَ بْنَ شُعْبَةَ يَقُوْلُ عَلَى الْمِنْبَرِ إِنَّ مُوْسٰى عَلَيْهِ السَّلَام سَأَلَ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ عَنْ اَخَسِّ أَهْلِ الْجَنَّةِ مِنْهَا حَظًّا وَسَاقَ الْحَدِيثَ بِنَحْوِهِ

[466] ۔حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ نے منبر پر کہا، بے شک موسیٰ علیہ السلام نے اللہ عزوجل سے پوچھا کہ اہل جنت سے سب سے کم تر درجہ یا قلیل حصہ کس کا ہوگا، اور مذکورہ حدیث کی طرح، حدیث بیان کی۔

[467] ۳۱٤-(. . .) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ نُمَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ عَنِ الْمَعْرُورِ بْنِ سُوَيْدٍ

عَنْ أَبِي ذَرٍّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ ((إِنِّي لَأَعْلَمُ آخِرَ أَهْلِ الْجَنَّةِ دُخُولًا الْجَنَّةَ وَآخِرَ أَهْلِ النَّارِ خُرُوجًا مِنْهَا رَجُلٌ يُؤْتٰى بِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَيُقَالُ اعْرِضُوا عَلَيْهِ صِغَارَ ذُنُوبِهِ وَارْفَعُوا عَنْهُ كِبَارَهَا فَتُعْرَضُ عَلَيْهِ صِغَارُ ذُنُوبِهِ فَيُقَالُ عَمِلْتَ يَوْمَ كَذَا وَكَذَا كَذَا وَكَذَا وَعَمِلْتَ يَوْمَ كَذَا وَكَذَا كَذَا وَكَذَا فَيَقُولُ نَعَمْ لَا يَسْتَطِيعُ أَنْ يُنْكِرَ وَهُوَ مُشْفِقٌ مِنْ كِبَارِ ذُنُوبِهِ أَنْ تُعْرَضَ عَلَيْهِ فَيُقَالُ لَهُ فَإِنَّ لَكَ مَكَانَ كُلِّ سَيِّئَةٍ حَسَنَةً فَيَقُولُ رَبِّ قَدْ عَمِلْتُ أَشْيَاءَ لَا أَرَاهَا هَا هُنَا)) فَلَقَدْ رَأَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ ضَحِكَ حَتّٰى بَدَتْ نَوَاجِذُهُ

[467] ۔حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میں جنت میں سب سے آخر میں داخل ہونے والے جنتی کو جانتا ہوں اور جو سب سے آخر میں دوزخ سے نکلنے والا ہوگا، ایک آدمی ہے، اسے قیامت کے دن لایا جائے گا تو کہا جائے گا اس پر اس کے چھوٹے گناہ پیش کرو اور بڑے گناہ اٹھا رکھو، تو اس کے چھوٹے گناہ، اس پر پیش کیے جائیں گے، اور کہا جائے گا تو نے فلاں فلاں دن، فلاں فلاں کام کیے اور فلاں فلاں دن تو نے فلاں فلاں کام کیے، وہ کہے گا، ہاں۔ وہ انکار نہیں کر سکے گا اور وہ اپنے بڑے گناہوں کے پیش کیے جانے سے ڈر رہا ہوگا، تو اسے کہا جائے گا، تیرے لیے ہر بدی کے عوض نیکی ہے، تو وہ کہے گا، اے میرے رب! میں نے بہت سے ایسے کام کیے ہیں جنہیں میں یہاں دیکھ نہیں رہا ہوں۔ (حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں) میں نے رسول اللہ ﷺ کو ہنستے دیکھا، یہاں تک کہ آپ کی ڈاڑھیں ظاہر ہو گئیں۔

[466] تقدم تخريجه في الحديث السابق برقم (٤٦٤)

[467] اخرجه الترمذي في (جامعه) في صفة جهنم، باب: ما جاء ان للنار نفسين، وما ذكر من يخرج من النار من اهل التوحيد وقال: هذا حديث حسن صحيح برقم (٢٥٩٦) انظر (التحفة) برقم (١١٩٨٣)

[468] ٣١٥-(. . .) وحَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ وَوَكِيعٌ ح و حَدَّثَنَا أَبُوبَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ ح و حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ كِلاهُمَا عَنْ الْأَعْمَشِ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ

[468] ۔امام صاحب ایک اور سند سے مذکورہ بالا روایت بیان کرتے ہیں۔

[469] ٣١٦-(١٩١) حَدَّثَنِي عُبَيْدُاللّٰهِ بْنُ سَعِيدٍ وَإِسْحٰقُ بْنُ مَنْصُورٍ كِلاهُمَا عَنْ رَوْحٍ قَالَ عُبَيْدُاللّٰهِ حَدَّثَنَا رَوْحُ بْنُ عُبَادَةَ الْقَيْسِيُّ حَدَّثَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ

عَنْ أَبُو الزُّبَيْرِ أَنَّهُ سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِاللّٰهِ يُسْأَلُ عَنْ الْوُرُودِ فَقَالَ نَجِيءُ نَحْنُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عَنْ كَذَا وَكَذَا انْظُرْ أَيْ ذٰلِكَ فَوْقَ النَّاسِ قَالَ فَتُدْعَى الْأُمَمُ بِأَوْثَانِهَا وَمَا كَانَتْ تَعْبُدُ الْأَوَّلُ فَالْأَوَّلُ ثُمَّ يَأْتِينَا رَبُّنَا بَعْدَ ذٰلِكَ فَيَقُولُ مَنْ تَنْظُرُونَ فَيَقُولُونَ نَنْظُرُ رَبَّنَا فَيَقُولُ أَنَا رَبُّكُمْ فَيَقُولُونَ حَتّٰى نَنْظُرَ إِلَيْكَ فَيَتَجَلّٰى لَهُمْ يَضْحَكُ قَالَ فَيَنْطَلِقُ بِهِمْ وَيَتَّبِعُونَهُ وَيُعْطٰى كُلُّ إِنْسَانٍ مِنْهُمْ مُنَافِقٌ أَوْ مُؤْمِنٌ نُورًا ثُمَّ يَتَّبِعُونَهُ وَعَلٰى جِسْرِ جَهَنَّمَ كَلَالِيبُ وَحَسَكٌ تَأْخُذُ مَنْ شَاءَ اللّٰهُ ثُمَّ يُطْفَأُ نُورُ الْمُنَافِقِينَ ثُمَّ يَنْجُو الْمُؤْمِنُونَ فَتَنْجُو أَوَّلُ زُمْرَةٍ وُجُوهُهُمْ كَالْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ سَبْعُونَ أَلْفًا لَا يُحَاسَبُونَ ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ كَأَضْوَإِ نَجْمٍ فِي السَّمَاءِ ثُمَّ كَذٰلِكَ ثُمَّ تَحِلُّ الشَّفَاعَةُ وَيَشْفَعُونَ حَتّٰى يَخْرُجَ مِنْ النَّارِ مَنْ قَالَ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَكَانَ فِي قَلْبِهِ مِنْ الْخَيْرِ مَا يَزِنُ شَعِيرَةً فَيُجْعَلُونَ بِفِنَاءِ الْجَنَّةِ وَيَجْعَلُ أَهْلُ الْجَنَّةِ يَرُشُّونَ عَلَيْهِمْ الْمَاءَ حَتّٰى يَنْبُتُوا نَبَاتَ الشَّيْءِ فِي السَّيْلِ وَيَذْهَبُ حُرَاقُهُ ثُمَّ يَسْأَلُ حَتّٰى تُجْعَلَ لَهُ الدُّنْيَا وَعَشَرَةُ أَمْثَالِهَا مَعَهَا

[469] ۔ابو زبیر بیان کرتے ہیں حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے (جہنم پر) گزرنے کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے کہا ہم قیامت کے دن، فلاں فلاں طرف سے آئیں گے، دیکھ لیجیے یعنی اس کو، لوگوں کے اوپر سے، کہا تو امتیں اپنے اپنے بتوں سمیت بلائی جائیں گی اور جن کی بندگی کرتی تھیں، پہلی پھر پہلی (ترتیب کے ساتھ) پھر ہمارے پاس اس کے بعد ہمارا رب آئے گا، اور پوچھے گا، تم کس کا انتظار کر رہے ہو؟ تو وہ کہیں گے، ہم اپنے رب کے منتظر ہیں، تو وہ فرمائے گا، میں تمہارا رب ہوں۔ تو وہ کہیں گے، یہاں تک ہم تجھے دیکھ لیں، وہ ہنستا ہوا،

---

[468] تقدم تخريجه في الحديث السابق برقم (٤٦٦)

[469] انفرد به مسلم۔ انظر (التحفة) برقم (٢٨٤١)

ان کو دکھائی دے گا، تو وہ ان کے ساتھ چلے گا اور وہ اس کے پیچھے چل پڑیں گے اور ان میں سے ہر انسان کو وہ منافق ہو یا مومن نور دیا جائے گا، پھر وہ اس نور کے پیچھے چلیں گے اور جہنم کے پل پر گوشت بھوننے کی لوہے کی سلاخیں اور گھوکرو ہوں گے، اللہ تعالیٰ جس کو چاہے گا وہ پکڑ لیں گے، پھر منافقوں کا نور بجھ جائے گا، پھر مومن نجات پالیں گے، تو پہلا گروہ جن کے چہرے چودھویں کے چاند جیسے ہوں گے، نجات پائے گا، ستر ہزار، جن کا محاسبہ نہیں ہوگا، پھر ان کے بعد وہ لوگ ہوں گے، جن کے چہرے آسمان کے سب سے زیادہ روشن ستارے کی طرح ہوں گے، پھر ان کے بعد ان سے کم درجہ لوگ ہوں گے، پھر شفاعت شروع ہوگی، اور لوگ سفارش کریں گے، حتیٰ کہ آگ سے وہ انسان نکل جائے گا جس نے (خلوص نیت سے) لا الہ الا اللہ کہا ہوگا، اور اس کے دل میں جو برابر نیکی ہوگی، تو ان کو جنت کے آنگن (سامنے کی کھلی جگہ) میں ڈال دیا جائے گا اور جنتی لوگ ان پر پانی چھڑکنے لگیں گے، حتیٰ کہ وہ اس طرح پھلے پھولیں گے جیسے کوئی چیز سیلاب میں نشوونما پاتی ہے، حتیٰ کہ آگ سے نکلنے والے کی سوزش (جلن) ختم ہو جائے گی، پھر اللہ اس سے پوچھے گا، یہاں تک کہ اس کو دنیا اور اس کے ساتھ، اس کا دس گنا دے گا۔

فائدہ: ......قاضی عیاض رحمہ اللہ بقول مسلم کے نسخہ کے ناقل سے، کوئی لفظ پڑھا نہیں گیا، تو اس نے اس کی جگہ عن کذا و کذا لکھ دیا، انظر دیکھ لیں، یعنی اس لفظ کی تحقیق کر لیں اور پھر عن کذا وکذا کا مفہوم ومقصد بیان کر دیا کہ لوگوں کے اوپر سے آئیں گے، دوسرے صحابہ کی روایات کو سامنے رکھا جائے تو مقصد یہ ہے لوگ ٹیلے پر ہوں گے اور آپ کی امت ان سے بلند تر ٹیلے پر ہوگی۔

[470] ۳۱۷۔(. . .) حَدَّثَنَا أَبُوبَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ عَمْرٍو سَمِعَ عَنْ جَابِرٍ يَقُوْلُ سَمِعَهُ مِنَ النَّبِيِّ ﷺ بِأُذُنَيْهِ يَقُولُ ((إِنَّ اللّٰهَ يُخْرِجُ نَاسًا مِّنَ النَّارِ فَيُدْخِلُهُمُ الْجَنَّةَ))

[470]۔حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے اپنے کان سے رسول اللہ ﷺ سے سنا، آپ فرما رہے تھے: ''اللہ تعالیٰ کچھ لوگوں کو آگ سے نکال کر جنت میں داخل کرے گا۔''

[471] ۳۱۸۔(. . .) حَدَّثَنَا أَبُو الرَّبِيعِ حَدَّثَنَا

عَنْ حَمَّادِ بْنِ زَيْدٍ قَالَ قُلْتُ لِعَمْرِو بْنِ دِينَارٍ أَسَمِعْتَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِاللّٰهِ يُحَدِّثُ عَنْ رَّسُولِ اللّٰهِ ﷺ ((إِنَّ اللّٰهَ يُخْرِجُ قَوْمًا مِنَ النَّارِ بِالشَّفَاعَةِ)) قَالَ نَعَمْ

[470] انفرد به مسلم۔ انظر (التحفة) برقم (٢٥٤٥)

[471] اخرجه البخاري في (صحيحه) في الرقاق، باب: صفة الجنة والنار برقم (٦٥٥٨) ←

[471] ۔حماد بن زید کہتے ہیں عمرو بن دینار سے پوچھا گیا کیا آپ نے جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بیان کرتے ہوئے سنا ہے کہ ''اللہ تعالیٰ کچھ لوگوں کو سفارش سے آگ سے نکالے گا؟'' تو اس نے کہا: ''ہاں۔''

[472] ۳۱۹۔(. . .)حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ الشَّاعِرِ حَدَّثَنَا أَبُوأَحْمَدَ الزُّبَيْرِيُّ حَدَّثَنَا قَيْسُ بْنُ سُلَيْمٍ الْعَنْبَرِيُّ قَالَ حَدَّثَنِي يَزِيدُ الْفَقِيرُ

عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم ((إِنَّ قَوْمًا يُخْرَجُونَ مِنَ النَّارِ يَحْتَرِقُونَ فِيهَا إِلَّا دَارَاتِ وُجُوهِهِمْ حَتّٰى يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ))

[472] ۔حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''کچھ لوگ آگ سے نکالے جائیں گے، ان کے چہروں کے اطراف کے سوا، وہ اس میں جل چکے ہوں گے، حتیٰ کہ وہ جنت میں داخل ہو جائیں گے۔''

مفردات الحدیث ❊ **دارات: دارۃ کی جمع ہے، منہ کے اطراف وجوانب کو کہتے ہیں کہ چہرے کا چکر سجدہ کرتا ہے، اس لیے وہ آگ سے محفوظ ہوگا۔**

[473] ۳۲۰۔(. . .)و حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ الشَّاعِرِ حَدَّثَنَا الْفَضْلُ بْنُ دُكَيْنٍ حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ يَعْنِي مُحَمَّدَ بْنَ أَبِي أَيُّوبَ

عَنْ يَزِيدُ الْفَقِيرُ قَالَ كُنْتُ قَدْ شَغَفَنِي رَأْيٌ مِنْ رَأْيِ الْخَوَارِجِ فَخَرَجْنَا فِي عِصَابَةٍ ذَوِي عَدَدٍ نُرِيدُ أَنْ نَحُجَّ ثُمَّ نَخْرُجَ عَلَى النَّاسِ قَالَ فَمَرَرْنَا عَلَى الْمَدِينَةِ فَإِذَا جَابِرُ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ يُحَدِّثُ الْقَوْمَ جَالِسٌ إِلٰى سَارِيَةٍ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم قَالَ فَإِذَا هُوَ قَدْ ذَكَرَ الْجَهَنَّمِيِّينَ قَالَ فَقُلْتُ لَهُ يَاصَاحِبَ رَسُولِ اللّٰهِ مَا هٰذَا الَّذِي تُحَدِّثُونَ وَاللّٰهُ يَقُولُ إِنَّكَ مَنْ تُدْخِلِ النَّارَ فَقَدْ أَخْزَيْتَهُ وَ كُلَّمَا أَرَادُوا أَنْ يَخْرُجُوا مِنْهَا أُعِيدُوا فِيهَا فَمَا هٰذَا الَّذِي تَقُولُونَ قَالَ فَقَالَ أَتَقْرَأُ الْقُرْآنَ قُلْتُ نَعَمْ قَالَ فَهَلْ سَمِعْتَ بِمَقَامِ مُحَمَّدٍ عَلَيْهِ السَّلَام يَعْنِي الَّذِي يَبْعَثُهُ اللّٰهُ فِيهِ قُلْتُ نَعَمْ قَالَ فَإِنَّهُ مَقَامُ مُحَمَّدٍ صلى الله عليه وسلم الْمَحْمُودُ الَّذِي يُخْرِجُ اللّٰهُ بِهِ مَنْ يُخْرِجُ قَالَ ثُمَّ نَعَتَ وَضْعَ الصِّرَاطِ وَمَرَّ النَّاسِ

← انظر (التحفة) برقم (۲۵۱٤)

[472] انفرد به مسلم۔ انظر (التحفة) برقم (۳۱٤۰)

[473] انفرد به مسلم۔ انظر (التحفة) برقم (۳۱٤۰)

عَلَيْهِ قَالَ وَأَخَافُ أَنْ لَا أَكُونَ أَحْفَظُ ذَاكَ قَالَ غَيْرَ أَنَّهُ قَدْ زَعَمَ أَنَّ قَوْمًا يَخْرُجُونَ مِنَ النَّارِ بَعْدَ أَنْ يَكُونُوا فِيهَا قَالَ يَعْنِي فَيَخْرُجُونَ كَأَنَّهُمْ عِيدَانُ السَّمَاسِمِ قَالَ فَيَدْخُلُونَ نَهَرًا مِنْ أَنْهَارِ الْجَنَّةِ فَيَغْتَسِلُونَ فِيهِ فَيَخْرُجُونَ كَأَنَّهُمُ الْقَرَاطِيسُ فَرَجَعْنَا قُلْنَا وَيْحَكُمْ أَتَرَوْنَ الشَّيْخَ يَكْذِبُ عَلَى رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ فَرَجَعْنَا فَلَا وَاللّٰهِ مَا خَرَجَ مِنَّا غَيْرُ رَجُلٍ وَاحِدٍ أَوْ كَمَا قَالَ أَبُو نُعَيْمٍ۔

[473] ۔ یزید فقیر سے روایت ہے کہ خارجیوں کی آراء میں سے ایک رائے میرے دل میں گھر کر گئی، ہم ایک بڑی تعداد کی جماعت کے ساتھ حج کے ارادہ سے نکلے کہ پھر ہم لوگوں میں اس رائے کی تبلیغ کے لیے نکلیں گے، تو ہم مدینہ سے گزرے، وہاں دیکھا کہ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ ایک ستون کے پاس بیٹھ کر، لوگوں کو رسول اللہ ﷺ کی حدیث سنا رہے ہیں، انہوں نے اچانک دوزخیوں کا تذکرہ کیا، تو میں نے ان سے پوچھا، اے اللہ کے رسول کے ساتھی! یہ آپ لوگ کیا بیان کر رہے ہیں؟ جب کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان تو یہ ہے: ''بے شک جس کو تو نے آگ میں داخل کر دیا، تو اس کو رسوا کر دیا۔'' (آل عمران: ۱۹۲) اور فرمایا: ''وہ جب بھی اس سے نکلنے کا ارادہ کریں گے اس میں لوٹا دیئے جائیں گے۔'' (السجدہ: ۲۰) تو یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں؟ تو انہوں نے مجھ سے پوچھا، کیا تو قرآن پڑھتا ہے؟ میں نے کہا، ہاں، انہوں نے کہا: ''کیا تو نے محمد ﷺ کے مقام کے بارے میں سنا ہے، یعنی وہ مقام جو آپ کو قیامت کے دن دیا جائے گا؟ میں نے کہا، ہاں۔ انہوں نے کہا، محمد ﷺ کا مقام، وہ مقام محمود ہے جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ جہنم سے نکالے گا، جن کو نکالنا چاہے گا، پھر انہوں نے، پل رکھنے اور اس پر لوگوں کے گزرنے کو بیان کیا، مجھے ڈر ہے کہ میں اس کو یاد نہیں رکھ سکا۔ ہاں۔ اتنی بات ہے، انہوں نے کہا، کچھ لوگ جہنم میں رہنے کے بعد، اس سے نکلیں گے، ابونعیم نے کہا، تو وہ نکلیں گے گویا کہ تلوں کی لکڑیاں ہیں (یعنی جلے بھنے ہوئے) تو وہ جنت کی نہروں میں سے ایک نہر میں داخل ہوں گے، اور اس میں نہائیں گے، پھر اس سے کاغذوں کی طرح سفید ہو کر نکلیں گے، پھر ہم واپس آئے اور ایک دوسرے کو کہا، تم پر افسوس! کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ بوڑھا، رسول اللہ ﷺ کی طرف جھوٹی بات منسوب کرتا ہے؟ اور ہم (اس رائے) سے لوٹ آئے، تو اللہ کی قسم، ہم میں سے صرف ایک آدمی الگ رہا یا جیسا کہ ابونعیم نے کہا۔

مفردات الحدیث ❶ فخرج على الناس: لوگوں کو اس مذہب کی دعوت دینے کے لیے نکلیں گے۔
زعم: یہ قال کے معنی میں استعمال ہو جاتا ہے اور یہاں یہی مراد ہے۔ نعت: اس نے بیان کیا۔ ❷ عِيدان السماسم: عِيدان، عود کی جمع لکڑی کو کہتے ہیں، سماسم، سمسم کی جمع ہے اور تل کو کہتے ہیں، اس

کے پودوں کو اکھاڑ کر دھوپ میں چھوڑ دیتے ہیں تا کہ ان سے تل نکال لیے جائیں اور یہ دھوپ میں پڑا رہنے سے سیاہ ہو جاتی ہیں اور جلی ہوئی معلوم ہوتی ہیں۔ ③ قراطیس: قرطاس کی جمع ہے، کاغذ۔

فوائد: ...... ① خارجیوں کے نزدیک جہنم میں جانے والے کبھی جہنم سے نہیں نکلیں گے اور کبیرہ گناہ کا مرتکب کافر، جہنمی ہے اور یہ عقیدہ صحیح احادیث کے خلاف ہے اور جن دو آیتوں کو یہاں پیش کیا گیا ہے، یہ مسلمان معصیت کار کے بارے میں نہیں ہیں، ان کا تعلق کافروں اور مشرکوں سے ہے۔ ② کسی صحابی کے بارے میں یہ تصور نہیں ہو سکتا کہ وہ رسول اللہ ﷺ کی طرف جھوٹی بات منسوب کرے گا، جو بات آپ نے فرمائی نہیں اس کو آپ کی طرف منسوب کر دے گا۔'' اسی اعتقاد کی بنا پر یہ تمام لوگ، خارجیوں کے غلط عقیدہ سے باز آ گئے، صرف ایک آدمی اڑا رہا۔ ③ ابونعیم، فضل بن دکین کی کنیت ہے، اور روایت بالمعنی کی صورت میں محتاط رویہ یہی ہے کہ وہاں، او کما قال کہہ دیا جائے۔

[474] ۳۲۱-(۱۹۲)حَدَّثَنَا هَدَّابُ بْنُ خَالِدٍ الْأَزْدِيُّ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ أَبِي عِمْرَانَ وَثَابِتٍ

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ ((يُخْرَجُ مِنَ النَّارِ أَرْبَعَةٌ فَيُعْرَضُونَ عَلَى اللّٰهِ فَيَلْتَفِتُ أَحَدُهُمْ فَيَقُولُ أَيْ رَبِّ إِذْ أَخْرَجْتَنِي مِنْهَا فَلَا تُعِدْنِي فِيهَا فَيُنْجِيهِ اللّٰهُ مِنْهَا))

[474]۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''دوزخ سے چار آدمی نکالے جائیں گے اور انہیں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پیش کیا جائے گا، تو ان میں سے ایک مڑ کر دیکھے گا اور کہے گا، اے میرے رب! جب تو نے مجھے اس سے نکال ہی دیا ہے، تو اب اس میں نہ لوٹا، تو اللہ تعالیٰ اس کو اس سے نجات دے دے گا۔

فائدہ: ...... وہ اللہ کی رحمت کا امیدوار ہوگا تو اللہ تعالیٰ اس پر رحم فرمائے گا اسے نجات دے گا۔

[475] ۳۲۲-(۱۹۳)حَدَّثَنَا أَبُو كَامِلٍ فُضَيْلُ بْنُ حُسَيْنٍ الْجَحْدَرِيُّ وَمُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدٍ الْغُبَرِيُّ وَاللَّفْظُ لِأَبِي كَامِلٍ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ قَتَادَةَ

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ ((يَجْمَعُ اللّٰهُ النَّاسَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَيَهْتَمُّونَ لِذَلِكَ و قَالَ ابْنُ عُبَيْدٍ فَيُلْهَمُونَ لِذَلِكَ فَيَقُولُونَ لَوْ اسْتَشْفَعْنَا عَلَى رَبِّنَا حَتَّى يُرِيحَنَا مِنْ مَكَانِنَا هَذَا قَالَ فَيَأْتُونَ آدَمَ عليه السلام فَيَقُولُونَ أَنْتَ آدَمُ أَبُو الْخَلْقِ خَلَقَكَ اللّٰهُ بِيَدِهِ وَنَفَخَ فِيكَ مِنْ رُوحِهِ وَأَمَرَ الْمَلَائِكَةَ فَسَجَدُوا لَكَ اشْفَعْ لَنَا عِنْدَ رَبِّكَ حَتَّى يُرِيحَنَا مِنْ مَكَانِنَا هَذَا فَيَقُولُ لَسْتُ هُنَاكُمْ فَيَذْكُرُ خَطِيئَتَهُ الَّتِي أَصَابَ فَيَسْتَحْيِي رَبَّهُ مِنْهَا وَلَكِنْ ائْتُوا نُوحًا أَوَّلَ رَسُولٍ بَعَثَهُ

[474] انفرد به مسلم۔ انظر (التحفة) برقم (۳۴۷ و ۱۰۷۳)

[475] اخرجه البخاري في (صحيحه) في الرقاق، باب: صفة الجنة والنار برقم (۶۵۶۵) انظر (التحفة) برقم (۴۱۳۶)

اللّٰهُ قَالَ فَيَأْتُونَ نُوحًا عليه السلام فَيَقُولُ لَسْتُ هُنَاكُمْ فَيَذْكُرُ خَطِيئَتَهُ الَّتِي أَصَابَ فَيَسْتَحْيِي رَبَّهُ مِنْهَا وَلَكِنْ ائْتُوا إِبْرَاهِيمَ عليه السلام الَّذِي اتَّخَذَهُ اللّٰهُ خَلِيلًا فَيَأْتُونَ إِبْرَاهِيمَ عليه السلام فَيَقُولُ لَسْتُ هُنَاكُمْ وَيَذْكُرُ خَطِيئَتَهُ الَّتِي أَصَابَ فَيَسْتَحْيِي رَبَّهُ مِنْهَا وَلَكِنْ ائْتُوا مُوسَى عليه السلام الَّذِي كَلَّمَهُ اللّٰهُ وَأَعْطَاهُ التَّوْرَاةَ قَالَ فَيَأْتُونَ مُوسَى عليه السلام فَيَقُولُ لَسْتُ هُنَاكُمْ وَيَذْكُرُ خَطِيئَتَهُ الَّتِي أَصَابَ فَيَسْتَحْيِي رَبَّهُ مِنْهَا وَلَكِنْ ائْتُوا عِيسَى رُوحَ اللّٰهِ عليه السلام وَكَلِمَتَهُ فَيَأْتُونَ عِيسَى رُوحَ اللّٰهِ عليه السلام وَكَلِمَتَهُ فَيَقُولُ لَسْتُ هُنَاكُمْ وَلَكِنْ ائْتُوا مُحَمَّدًا صلی اللہ علیہ وسلم عَبْدًا قَدْ غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ وَمَا تَأَخَّرَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم فَيَأْتُونِي فَأَسْتَأْذِنُ عَلَى رَبِّي فَيُؤْذَنُ لِي فَإِذَا أَنَا رَأَيْتُهُ وَقَعْتُ سَاجِدًا فَيَدَعُنِي مَا شَاءَ اللّٰهُ فَيُقَالُ يَا مُحَمَّدُ ارْفَعْ رَأْسَكَ قُلْ تُسْمَعْ سَلْ تُعْطَهْ اشْفَعْ تُشَفَّعْ فَأَرْفَعُ رَأْسِي فَأَحْمَدُ رَبِّي بِتَحْمِيدٍ يُعَلِّمُنِيهِ رَبِّي ثُمَّ أَشْفَعُ فَيَحُدُّ لِي حَدًّا فَأُخْرِجُهُمْ مِنَ النَّارِ وَأُدْخِلُهُمُ الْجَنَّةَ ثُمَّ أَعُودُ فَأَقَعُ سَاجِدًا فَيَدَعُنِي مَا شَاءَ اللّٰهُ أَنْ يَدَعَنِي ثُمَّ يُقَالُ ارْفَعْ رَأْسَكَ يَا مُحَمَّدُ قُلْ تُسْمَعْ سَلْ تُعْطَهْ اشْفَعْ تُشَفَّعْ فَأَرْفَعُ رَأْسِي فَأَحْمَدُ رَبِّي بِتَحْمِيدٍ يُعَلِّمُنِيهِ ثُمَّ أَشْفَعُ فَيَحُدُّ لِي حَدًّا فَأُخْرِجُهُمْ مِنَ النَّارِ وَأُدْخِلُهُمُ الْجَنَّةَ قَالَ فَلَا أَدْرِي فِي الثَّالِثَةِ أَوْ فِي الرَّابِعَةِ قَالَ فَأَقُولُ يَا رَبِّ مَا بَقِيَ فِي النَّارِ إِلَّا مَنْ حَبَسَهُ الْقُرْآنُ أَيْ وَجَبَ عَلَيْهِ الْخُلُودُ)) قَالَ ابْنُ عُبَيْدٍ فِي رِوَايَتِهِ قَالَ قَتَادَةُ أَيْ وَجَبَ عَلَيْهِ الْخُلُودُ

[475] ۔حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ قیامت کے دن لوگوں کو جمع کرے گا، اور وہ اس کے لیے فکر مند ہوں گے (کہ اس پریشانی سے کیسے نجات پائی جائے) ابن عبید نے کہا، اس غرض کے لیے (فکر) ان کے دل میں ڈالا جائے گا، تو وہ کہیں گے، اے کاش! ہم اپنے رب کے حضور کسی سفارشی کو لائیں تاکہ وہ ہمیں اس جگہ سے آرام دلوائے، آپ نے فرمایا، وہ آدم علیہ السلام کے پاس آئیں گے اور کہیں گے، آپ آدم ہیں، تمام مخلوق کے باپ، اللہ تعالیٰ نے تجھے اپنے ہاتھ سے پیدا کیا، اور تیرے اندر اپنی روح ڈالی (یعنی اپنی پیدا کردہ روح) اور فرشتوں کو حکم دیا، انہوں نے آپ کو سجدہ کیا، آپ ہمارے لیے اپنے رب کے حضور سفارش فرمائیں کہ وہ ہمیں اس جگہ سے اس جگہ تکلیف سے) آرام پہنچائے تو وہ جواب دیں گے، یہ میرا منصب نہیں (میں اس کے اہل نہیں) تو وہ اپنی غلطی جس کا ارتکاب کیا تھا (یا اس کو بیان کر کے) اس کی بنا پر اپنے رب سے شرمائیں گے، لیکن تم نوح (علیہ السلام) کے پاس جاؤ، وہ پہلا رسول ہے، جسے اللہ تعالیٰ نے

مبعوث فرمایا، آپ نے فرمایا، تو لوگ نوح علیہ السلام کے پاس آئیں گے، تو وہ جواب دیں گے، میں اس کا اہل نہیں ہوں، اور وہ اپنی غلطی جس کا ارتکاب کیا تھا، اس کو یاد کر کے اپنے رب سے شرمائیں گے، اور (کہیں گے) تم ابراہیم علیہ السلام کے پاس جاؤ، جسے اللہ تعالیٰ نے اپنا خلیل بنایا ہے، تو وہ ابراہیم علیہ السلام کے پاس آئیں گے تو وہ کہیں گے یہ میرا مقام نہیں ہے، اور وہ اپنی خطا کو یاد کریں گے، جو ان سے ہوئی تھی اور اس کی وجہ سے اپنے رب سے شرمائیں گے اور کہیں گے لیکن تم موسیٰ علیہ السلام کے پاس جاؤ، جن کو اللہ تعالیٰ نے کلام کرنے کا شرف بخشا اور انہیں تورات عنایت کی، تو لوگ موسیٰ علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوں گے، تو وہ بھی کہیں گے، میں اس کا حقدار نہیں اور اپنی خطاء جو ان سے ہوئی تھی یاد کر کے اپنے رب سے شرمائیں گے اور کہیں گے لیکن تم عیسیٰ روح اللہ اور اس کے کلمہ کے پاس جاؤ تو لوگ عیسیٰ علیہ السلام کے پاس آئیں گے، تو وہ بھی یہی کہیں گے، یہ میرا منصب نہیں ہے، لیکن تم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جاؤ، جو ایسا بندہ ہے جس کے اگلے، پچھلے گناہ معاف کیے جا چکے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، تو وہ میرے پاس آئیں گے تو میں اپنے رب سے اجازت چاہوں گا، (تاکہ میں سفارش کرسکوں) تو مجھے اجازت دی جائے گی، تو جب میں اسے (اللہ تعالیٰ کو) دیکھوں گا، سجدہ میں گر جاؤں گا۔ تو جب تک وہ چاہے گا، مجھے اس حالت میں چھوڑے گا، پھر کہا جائے گا، اے محمد! اپنا سر اٹھایئے، کہیے آپ کی بات سنی جائے گی، مانگیے آپ کو دیا جائے گا۔ سفارش کیجیے، آپ کی قبول کی جائے گی تو میں اپنا سر اٹھالوں گا، اپنے رب کی ایسی حمد بیان کروں گا، جو مجھے میرا رب (اس وقت) سکھائے گا۔ پھر میں سفارش کروں گا، میرے لیے ایک حد مقرر کردی جائے گی، میں (اسی حد کے مطابق) لوگوں کو آگ سے نکال کر جنت میں داخل کروں گا، پھر واپس آ کر میں سجدہ ریز ہوں گا۔ تو اللہ تعالیٰ جب چاہے گا، اس حالت میں رہنے دے گا، پھر کہا جائے گا، اپنا سر اٹھایئے، اے محمد! کہیے، تمہاری بات سنی جائے گی، مانگیے، دیئے جاؤ گے۔ سفارش کیجیے، تمہاری سفارش قبول کی جائے گی، تو میں اپنا سر اٹھاؤں گا اور اپنے رب کی وہ حمد بیان کروں گا، جو وہ مجھے سکھائے گا، پھر میں سفارش کروں گا۔ تو وہ میرے لیے ایک حد مقرر فرما دے گا میں ان کو دوزخ سے نکالوں گا اور جنت میں داخل کروں گا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں مجھے یاد نہیں آپ نے تیسری یا چوتھی دفعہ فرمایا، تو میں کہوں گا: اے میرے رب! آگ میں صرف وہی لوگ رہ گئے ہیں جنہیں قرآن نے روک لیا ہے، یعنی جن کے لیے دوزخ میں ہمیشگی ثابت ہے۔ ابن عبید نے اپنی روایت میں کہا۔ قتادہ نے کہا، جس کا ہمیشہ رہنا ضروری ہے۔

مفردات الحدیث ❶ یَهْتَمُّونَ لِذَالِكَ: اس کے لیے فکر مند ہوں گے (کہ ان کی پریشانی دور ہو) ❷ یُلْهَمُونَ لِذَالِكَ: اس پریشانی سے بچنے کی فکر ان کے دلوں میں ڈالی جائے گی۔ ❸ لَسْتُ هُنَاكُمْ: میں اس کا اہل نہیں، یہ میرے مقام و مرتبہ سے بلند چیز ہے۔ ❹ خلیل: جس کی محبت کامل اور آخری درجہ کی ہو،

جس میں کسی قسم کی کمی ونقص نہ ہو۔

فوائد :...... ❶ حضرت آدم علیہ السلام جس غلطی کا تذکرہ فرمائیں گے اور اس درخت جس کے قریب جانے سے روکا گیا ہے تھا، اسے بھول کر کھانا ہے اور حضرت نوح علیہ السلام جس غلطی کا ازلہ کریں گے اس سے مراد اپنے بیٹے کی سفارش کرنا ہے جس کی اجازت نہ تھی یا اس مراد وہ دعا ہے جو آپ نے اپنی قوم کی تباہی و بربادی کے لیے کی تھی اور ایک دعا تھی جس کی قبولیت یقینی تھی وہ آپ نے کر لی تھی اور حضرت ابراہیم علیہ السلام ان تین کا تذکرہ کریں گے کہ میں نے تین دفعہ توریہ وتعریض سے کام لیا تھا۔اور حضرت موسیٰ علیہ السلام قبطی کے قتل کا تذکرہ کریں گے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام یہ بیان کریں گے کہ دنیا میں مجھے میرے ماننے والوں نے معبود بنا لیا تھا یہ محض لوگوں کی توجہ ہٹانے کے لیے ہوں گی ۔ اصل بات یہ ہے کہ سفارش کرنا آپ کے لیے مخصوص ہے اس لیے آپ کے سوا کوئی رسول یہ کام نہیں کرے گا۔ ❷ انبیاء علیہم السلام کا مقام ومرتبہ، سب انسانوں سے بلند وبالا ہے، اس لیے اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور فرمانبرداری میں بھی وہ سب سے بلند مقام پر فائز ہیں، اور ان کا عمل سب سے بہتر انداز میں پایا جاتا ہے، بعض اوقات غیر شعوری اور غیر ارادی طور پر ان سے ایسے کام سرزد ہو جاتے ہیں، جو ان کے مقام رفیع سے فروتر ہوتے ہیں، وہ اپنے بلند مقام کی بنا پر ان کے ارتکاب میں بھی شرم وعار محسوس کرتے ہیں، انہیں افعال واعمال کی ذنب یا خطیۂ سے تعبیر کیا گیا ہے، عام انسانوں کے اعتبار سے ان میں کوئی قابل اعتراض چیز نہیں ہوتی ۔ ❸ نوح علیہ السلام کو اول الرسل قرار دیا گیا ہے، کیونکہ نوح علیہ السلام سے پہلے انبیاء کے دور میں لوگ فطرت اسلام پر قائم تھے، اس لیے ان کی طرف وحی امور تکوینیہ یا امور معاش، زراعت اور صنعت وحرفت کے بارے میں ہوتی تھی، نیز نوح علیہ السلام سے پہلے بہت کم افراد کفر وشرک کے مرتکب ہوئے تھے، ان کی قوم میں شرک وکفر عام ہو گیا، اس لیے ان کی طرف وحی رسالت شروع ہوئی، اور الہام شرعیہ کا نزول ہوا، اور مخالفین کو عذاب کی دھمکی دی گئی۔ یا اس لیے آپ کو اول الرسل کہا گیا ہے کہ سب سے پہلے انہیں کی قوم پر عذاب نازل ہوا اور آپ ہی سب سے پہلے رسول ہیں جن کو ان کی قوم نے اذیت اور تکلیف سے دو چار کیا۔ ❹ شفاعت کبریٰ، جس کے سبب تمام لوگوں کا حساب وکتاب شروع ہوگا، وہ آپ کے ساتھ مخصوص ہے، اس لیے آپ سے پہلے کوئی نبی ورسول اس کے لیے تیار نہیں ہوگا اور جواب دے گا کہ یہ میرا منصب نہیں ہے یا میں اس کا اہل نہیں ہوں، اور آخر کار تمام لوگ آپ کی خدمت میں حاضر ہوں گے، اور آپ اس کے لیے تیار ہو جائیں گے اور آپ اس کے لیے اللہ تعالیٰ سے اجازت طلب کریں گے، اجازت ملنے کے بعد آپ کی سفارش سے تمام انسانوں کا حساب وکتاب شروع ہوگا، اور آپ کی برتری وفضیلت کا تمام انسانوں کے سامنے ظہور ہوگا۔ ❺ شفاعت کبریٰ کے بعد آپ اپنی امت کے گناہ گاروں کے بارے میں سفارش فرمائیں گے، اور اس سفارش کی مختلف صورتیں ہوں گی، جہنم سے نکالنے کے لیے، آپ چار بار

سفارش فرمائیں گے، اس کے بعد صرف وہ گناہ گار رہ جائیں گے، جن کو صرف اللہ تعالیٰ کا رحم وکرم ہی نکال سکے گا، یا وہ لوگ ہوں گے جنہوں نے اپنے کفر وشرک کی بنا پر ہمیشہ کے لیے جہنم میں رہنا ہے۔

[476] ۳۲۳۔(. . .) وحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى وَمُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَا حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عَدِيٍّ عَنْ سَعِيدٍ عَنْ قَتَادَةَ

عَنْ أَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ ((يَجْتَمِعُ الْمُؤْمِنُونَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَيَهْتَمُّونَ بِذٰلِكَ أَوْ يُلْهَمُونَ ذٰلِكَ)) بِمِثْلِ حَدِيثِ أَبِي عَوَانَةَ وَقَالَ فِي الْحَدِيثِ ((ثُمَّ آتِيهِ الرَّابِعَةَ أَوْ أَعُودُ الرَّابِعَةَ فَأَقُولُ يَا رَبِّ مَا بَقِيَ إِلَّا مَنْ حَبَسَهُ الْقُرْآنُ))

[476]۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''قیامت کے دن مومن جمع ہوں گے اور اس (پریشانی سے بچنے کی) فکر کریں گے یا انہیں اس فکر کا الہام ہوگا جیسا کہ اوپر ابوعوانہ کی حدیث گزری ہے، اور اس حدیث میں ہے، پھر میں چوتھی بار اللہ تعالیٰ کی خدمت میں حاضر ہوں گا، یا چوتھی بار لوٹوں گا اور کہوں گا: اے میرے رب! صرف وہی لوگ رہ گئے ہیں، جنہیں قرآن نے روک رکھا ہے۔''

فائدہ:...... کفر وشرک ایسا شدید جرم ہے کہ کافر ومشرک کسی کی سفارش سے بھی جہنم سے نکل نہیں سکیں گے۔

[477] ۳۲۴۔(. . .)حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ هِشَامٍ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ قَتَادَةَ

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ نَبِيَّ اللّٰهِ ﷺ قَالَ ((يَجْمَعُ اللّٰهُ الْمُؤْمِنِينَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَيُلْهَمُونَ لِذٰلِكَ بِمِثْلِ حَدِيثِهِمَا وَذَكَرَ فِي الرَّابِعَةِ فَأَقُولُ يَا رَبِّ مَا بَقِيَ فِي النَّارِ إِلَّا مَنْ حَبَسَهُ الْقُرْآنُ أَيْ وَجَبَ عَلَيْهِ الْخُلُودُ))

[477]۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے نبی ﷺ نے فرمایا: ''قیامت کے دن اللہ تعالیٰ مومنوں کو جمع کرے گا، پھر اس دن کی پریشانی سے بچنے کے لیے الہام ہوگا، یہ حدیث (ہشام کی) بھی ان دونوں

[476] اخرجه البخاري في التفسير، باب: قول الله: ﴿وعلم آدم الاسماء كلها﴾ برقم (٤٤٧٦) مطولا۔ وابن ماجه في (سننه) في الزهد، باب: ذكر الشفاعة برقم (٤٣١٢) انظر (التحفة) برقم (١١٧١)

[477] اخرجه البخاري في (صحيحه) في التفسير، باب: قول الله: ﴿وعلم آدم الاسماء كلها﴾ مطولا۔ وفي التوحيد، باب: قول الله تعالى: ﴿لما خلقت بيدي﴾ مطولا برقم (٧٤١٠) وفي باب: ما جاء في قول الله تعالى: ﴿ان رحمة الله قريب من المحسنين﴾ برقم (٧٤٥٠) ومن باب: ما جاء في قوله عزوجل: ﴿وكلم الله موسى تكليما﴾ برقم (٧٥١٦) انظر (التحفة) برقم (١٣٥٧)

(ابوعوانہ اور سعید) کی حدیث کی طرح ہے، چوتھی کے بارے میں یہ بتایا: ''تو میں کہوں گا، اے میرے رب! آگ میں صرف وہی لوگ رہ گئے ہیں جنہیں قرآن کے فیصلہ کے مطابق روک لیا گیا ہے یعنی جن کے لیے ہمیشگی ثابت ہے۔''

[478] ۳۲۵۔(. . .) وحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مِنْهَالٍ الضَّرِيرُ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ أَبِي عَرُوبَةَ وَهِشَامٌ صَاحِبُ الدَّسْتَوَائِيِّ عَنْ قَتَادَةَ

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ ((يَخْرُجُ مِنَ النَّارِ مَنْ قَالَ لَآ إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَكَانَ فِي قَلْبِهِ مِنَ الْخَيْرِ مَا يَزِنُ شَعِيرَةً ثُمَّ يَخْرُجُ مِنَ النَّارِ مَنْ قَالَ لَآ إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَكَانَ فِي قَلْبِهِ مِنَ الْخَيْرِ مَا يَزِنُ بُرَّةً ثُمَّ يَخْرُجُ مِنَ النَّارِ مَنْ قَالَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَكَانَ فِي قَلْبِهِ مِنَ الْخَيْرِ مَا يَزِنُ ذَرَّةً)) زَادَ ابْنُ مِنْهَالٍ فِي رِوَايَتِهِ قَالَ يَزِيدُ فَلَقِيتُ شُعْبَةَ فَحَدَّثْتُهُ بِالْحَدِيثِ فَقَالَ شُعْبَةُ حَدَّثَنَا بِهِ قَتَادَةُ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ بِالْحَدِيثِ إِلَّا أَنَّ شُعْبَةَ جَعَلَ مَكَانَ الذَّرَّةِ ذُرَةً قَالَ يَزِيدُ صَحَّفَ فِيهَا أَبُو بِسْطَامَ

[478]۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس نے لا الہ الا اللہ کہا اور اس کے دل میں جو کے دانہ کے برابر خیر ہوگی، اس کو دوزخ سے نکالا جائے گا، پھر آگ سے اس کو نکالا جائے گا، جس نے لا الہ الا اللہ کہا اور اس کے دل میں گندم کے دانہ برابر خیر ہوگی، پھر آگ سے وہ نکالا جائے گا جس نے لا الہ الا اللہ کہا اور اس کے دل میں ذرہ برابر نیکی ہوگی۔ ابن منہال نے اپنی روایت میں یزید سے یہ اضافہ کیا، کہ میں شعبہ کو ملا اور اسے یہ حدیث سنائی تو شعبہ نے کہا، ہمیں یہی حدیث قتادہ نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے واسطہ سے نبی اکرم ﷺ سے سنائی، مگر شعبہ نے ذرّۃ کی جگہ ذُرَۃٌ کہا، یزید نے کہا اس لفظ میں ابو بسطام (شعبہ) نے تصحیف کی ہے۔

مفردات الحدیث ❊ ذِرَّۃٌ: ذال پر زیر ہے، اور (راء) پر شد ہے۔ معنی ہے سورج کی شعاعوں میں نظر آنے والا ذرہ، یا چھوٹی چیونٹی، اگر ذال پر پیش ہو اور (راء) مخفف ہو جیسا کہ شعبہ کی روایت ہے تو معنی ہوگا، چنا، جو، جوار باجرہ کی طرح ایک چھوٹا سا دانہ۔

---

[478] اخرجه البخاری فی (الایمان) باب: زيادة الايمان ونقصانه برقم (٤٤) وفی التوحيد، باب: قل الله تعالى: ﴿لما خلقت بيدى﴾ برقم (٧٤١٠) والترمذى فى (جامعه) فى صفة جهنم، باب: ما جاء ان للنار نفسين وما ذكر من يخرج من الناس من اهل التوحيد برقم (٢٥٩٣) وابن ماجه فى (سننه) فى الزهد، باب: ذكر الشفاعة برقم (٤٣١٢) انظر (التحفة) برقم (١١٣٥٦ و ١١٩٤ و ١٢٧٢)

[479] ٣٢٦۔(. . .)حَدَّثَنَا أَبُو الرَّبِيعِ الْعَتَكِيُّ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ مَعْبَدِ بْنِ هِلَالٍ الْعَنَزِيِّ ح و حَدَّثَنَاه سَعِيدُ بْنُ مَنْصُورٍ وَاللَّفْظُ لَهُ قَالَ نَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ حَدَّثَنَا مَعْبَدُ بْنُ هِلَالٍ الْعَنَزِيُّ قَالَ انْطَلَقْنَا إِلَى أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ وَتَشَفَّعْنَا بِثَابِتٍ فَانْتَهَيْنَا إِلَيْهِ وَهُوَ يُصَلِّي الضُّحَى فَاسْتَأْذَنَ لَنَا ثَابِتٌ فَدَخَلْنَا عَلَيْهِ وَأَجْلَسَ ثَابِتًا مَعَهُ عَلَى سَرِيرِهِ فَقَالَ لَهُ يَا أَبَا حَمْزَةَ إِنَّ إِخْوَانَكَ مِنْ أَهْلِ الْبَصْرَةِ يَسْأَلُونَكَ أَنْ تُحَدِّثَهُمْ حَدِيثَ الشَّفَاعَةِ قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ ﷺ قَالَ ((إِذَا كَانَ يَوْمُ الْقِيَامَةِ مَاجَ النَّاسُ بَعْضُهُمْ إِلَى بَعْضٍ فَيَأْتُونَ آدَمَ فَيَقُولُونَ لَهُ اشْفَعْ لِذُرِّيَّتِكَ فَيَقُولُ لَسْتُ لَهَا وَلَكِنْ عَلَيْكُمْ بِإِبْرَاهِيمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَإِنَّهُ خَلِيلُ اللَّهِ فَيَأْتُونَ إِبْرَاهِيمَ فَيَقُولُ لَسْتُ لَهَا وَلَكِنْ عَلَيْكُمْ بِمُوسَى عَلَيْهِ السَّلَامُ فَإِنَّهُ كَلِيمُ اللَّهِ فَيُؤْتَى مُوسَى فَيَقُولُ لَسْتُ لَهَا وَلَكِنْ عَلَيْكُمْ بِعِيسَى عَلَيْهِ السَّلَامُ فَإِنَّهُ رُوحُ اللَّهِ وَكَلِمَتُهُ فَيُؤْتَى عِيسَى فَيَقُولُ لَسْتُ لَهَا وَلَكِنْ عَلَيْكُمْ بِمُحَمَّدٍ ﷺ فَأُوتَى فَأَقُولُ أَنَا لَهَا فَأَنْطَلِقُ فَأَسْتَأْذِنُ عَلَى رَبِّي فَيُؤْذَنُ لِي فَأَقُومُ بَيْنَ يَدَيْهِ فَأَحْمَدُهُ بِمَحَامِدَ لَا أَقْدِرُ عَلَيْهِ الْآنَ إِلَّا أَنْ يُلْهِمُنِيهِ اللَّهُ ثُمَّ أَخِرُّ لَهُ سَاجِدًا فَيُقَالُ لِي يَا مُحَمَّدُ ارْفَعْ رَأْسَكَ وَقُلْ يُسْمَعْ لَكَ وَسَلْ تُعْطَهْ وَاشْفَعْ تُشَفَّعْ فَأَقُولُ رَبِّ أُمَّتِي أُمَّتِي فَيُقَالُ انْطَلِقْ فَمَنْ كَانَ فِي قَلْبِهِ مِثْقَالُ حَبَّةٍ مِنْ بُرَّةٍ أَوْ شَعِيرَةٍ مِنْ إِيمَانٍ فَأَخْرِجْهُ مِنْهَا فَأَنْطَلِقُ فَأَفْعَلُ ثُمَّ أَرْجِعُ إِلَى رَبِّي فَأَحْمَدُهُ بِتِلْكَ الْمَحَامِدِ ثُمَّ أَخِرُّ لَهُ سَاجِدًا فَيُقَالُ لِي يَا مُحَمَّدُ ارْفَعْ رَأْسَكَ وَقُلْ يُسْمَعْ لَكَ وَسَلْ تُعْطَهْ وَاشْفَعْ تُشَفَّعْ فَأَقُولُ أُمَّتِي أُمَّتِي فَيُقَالُ لِي انْطَلِقْ فَمَنْ كَانَ فِي قَلْبِهِ مِثْقَالُ حَبَّةٍ مِنْ خَرْدَلٍ مِنْ إِيمَانٍ فَأَخْرِجْهُ مِنْهَا فَأَنْطَلِقُ فَأَفْعَلُ ثُمَّ أَعُودُ إِلَى رَبِّي فَأَحْمَدُهُ بِتِلْكَ الْمَحَامِدِ ثُمَّ أَخِرُّ لَهُ سَاجِدًا فَيُقَالُ لِي يَا مُحَمَّدُ ارْفَعْ رَأْسَكَ وَقُلْ يُسْمَعْ لَكَ وَسَلْ تُعْطَهْ وَاشْفَعْ تُشَفَّعْ فَأَقُولُ يَا رَبِّ أُمَّتِي أُمَّتِي فَيُقَالُ لِي انْطَلِقْ فَمَنْ كَانَ فِي قَلْبِهِ أَدْنَى أَدْنَى أَدْنَى مِنْ مِثْقَالِ حَبَّةٍ مِنْ خَرْدَلٍ مِنْ إِيمَانٍ فَأَخْرِجْهُ مِنَ النَّارِ فَأَنْطَلِقُ فَأَفْعَلُ)) هَذَا حَدِيثُ أَنَسٍ الَّذِي أَنْبَأَنَا بِهِ فَخَرَجْنَا مِنْ عِنْدِهِ فَلَمَّا كُنَّا بِظَهْرِ الْجَبَّانِ قُلْنَا لَوْ مِلْنَا إِلَى الْحَسَنِ فَسَلَّمْنَا عَلَيْهِ وَهُوَ مُسْتَخْفٍ

---

[479] اخرجه البخاری فی (صحیحه) فی التوحید، باب کلام الرب عزوجل یوم القیامة مع الانبیاء، وغیرهم برقم (٧٥١٠) انظر (التحفة) برقم (٥٢٣ و ١٥٩٩)

فِی دَارِ أَبِی خَلِیفَةَ قَالَ فَدَخَلْنَا عَلَیْهِ فَسَلَّمْنَا عَلَیْهِ فَقُلْنَا یَا أَبَا سَعِیدٍ جِئْنَا مِنْ عِنْدِ أَخِیكَ أَبِی حَمْزَةَ فَلَمْ نَسْمَعْ مِثْلَ حَدِیثٍ حَدَّثَنَاهُ فِی الشَّفَاعَةِ قَالَ هِیَهِ فَحَدَّثْنَاهُ الْحَدِیثَ فَقَالَ هِیَهِ قُلْنَا مَا زَادَنَا قَالَ قَدْ حَدَّثَنَا بِهِ مُنْذُ عِشْرِینَ سَنَةً وَهُوَ یَوْمَئِذٍ جَمِیعٌ وَلَقَدْ تَرَكَ شَیْئًا مَا أَدْرِی أَنَسِیَ الشَّیْخُ أَوْ كَرِهَ أَنْ یُحَدِّثَكُمْ فَتَتَّكِلُوا قُلْنَا لَهُ حَدِّثْنَا فَضَحِكَ وَقَالَ خُلِقَ الْإِنْسَانُ مِنْ عَجَلٍ مَا ذَكَرْتُ لَكُمْ هٰذَا إِلَّا وَأَنَا أُرِیدُ أَنْ أُحَدِّثَكُمُوهُ ((ثُمَّ أَرْجِعُ إِلٰی رَبِّی فِی الرَّابِعَةِ فَأَحْمَدُهُ بِتِلْكَ الْمَحَامِدِ ثُمَّ أَخِرُّ لَهُ سَاجِدًا فَیُقَالُ لِی یَا مُحَمَّدُ ارْفَعْ رَأْسَكَ وَقُلْ یُسْمَعْ لَكَ وَسَلْ تُعْطَ وَاشْفَعْ تُشَفَّعْ فَأَقُولُ یَا رَبِّ ائْذَنْ لِّی فِیمَنْ قَالَ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ)) قَالَ لَیْسَ ذَاكَ لَكَ أَوْ قَالَ لَیْسَ ذَاكَ إِلَیْكَ وَلٰكِنْ وَعِزَّتِی وَكِبْرِیَائِی وَعَظَمَتِی وَجِبْرِیَائِی لَأُخْرِجَنَّ مَنْ قَالَ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ قَالَ فَأَشْهَدُ عَلَی الْحَسَنِ أَنَّهُ حَدَّثَنَا بِهِ أَنَّهُ سَمِعَ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ أُرَاهُ قَالَ قَبْلَ عِشْرِینَ سَنَةً وَهُوَ یَوْمَئِذٍ جَمِیعٌ۔

[479] ۔معبد بن ہلال عنزی بیان کرتے ہیں کہ ہم لوگ انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے پاس گئے اور سفارش کے لیے ثابت کو ساتھ لیا۔ تو ہم ان کے پاس اس وقت پہنچے، جب وہ چاشت کی نماز پڑھ رہے تھے، ثابت نے ہمیں اجازت لے کر دی، تو ہم اندر ان کے پاس گئے، انہوں نے ثابت کو اپنے ساتھ، اپنی چارپائی پر بٹھالیا، تو ثابت نے ان سے عرض کیا: اے ابوحمزہ! آپ کے بصری بھائی، آپ سے درخواست کرتے ہیں کہ آپ انہیں شفاعت کے بارے میں حدیث سنائیں۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا: ہمیں محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے بتایا: ''جب قیامت کا دن ہوگا (گھبراہٹ کی بنا پر) لوگ ایک دوسرے میں گھسیں گے، تو (سوچ و بچار کے بعد) پہلے آدم علیہ السلام کے پاس آئیں گے، اور ان سے عرض کریں گے، اپنی اولاد کے حق میں سفارش کیجئے (کہ وہ میدان محشر کے مصائب سے نجات پائیں حساب و کتاب شروع ہو) تو وہ جواب دیں گے، میں اس کا حق دار نہیں، لیکن تم ابراہیم علیہ السلام کے پاس جاؤ، کیونکہ وہ اللہ کے خلیل ہیں، تو لوگ ابراہیم علیہ السلام کے پاس جائیں گے، تو وہ جواب دیں گے، یہ میرا حق نہیں ہے۔ لیکن تم موسیٰ علیہ السلام کے پاس جاؤ، کیونکہ انہیں اللہ تعالیٰ سے ہم کلامی کا شرف حاصل ہے، تو موسیٰ علیہ السلام کے پاس جایا جائے گا، تو وہ فرمائیں گے، یہ میرا منصب نہیں ہے، لیکن تم عیسیٰ علیہ السلام کے پاس جاؤ کیونکہ وہ روح اللہ اور اس کا کلمہ ہیں، تو عیسیٰ علیہ السلام کے پاس جایا جائے گا، تو وہ فرمائیں گے یہ میرا مقام نہیں ہے لیکن تم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جاؤ، تو میرے پاس آیا جائے گا، تو میں جواب دوں گا یہ میرا منصب ہے (میں اس کا اہل ہوں) میں چلوں گا اور اپنے

رب سے اجازت طلب کروں گا، تو مجھے اجازت مل جائے گی، تو میں اللہ کے سامنے کھڑا ہوں گا اور اس کی ایسی خوبیوں سے تعریف کروں گا، جن کے بیان کی اب مجھ میں قدرت نہیں ہے، اللہ تعالیٰ ان کا مجھے الہام کرے گا، پھر میں اس کے حضور سجدہ ریز ہو جاؤں گا، تو مجھے کہا جائے گا، اے محمد! اپنا سر اٹھاؤ، کہو، تیری بات سنی جائے گی۔ مانگو، دیئے جاؤ گے، سفارش کرو تمہاری سفارش قبول کی جائے گی، تو میں عرض کروں گا، میرے رب! میری امت، میری امت تو کہا جائے گا، جاؤ، جس کے دل میں گندم یا جو کے دانے کے برابر ایمان ہے، تو اسے نکال لاؤ، میں جاؤں گا اور یہ کام کروں گا، پھر اپنے رب کی طرف لوٹوں گا، اور انہیں تعریفات و خوبیوں سے اس کی حمد بیان کروں گا، پھر اس کے حضور سجدہ میں گر جاؤں گا، تو مجھے کہا جائے گا، اے محمد! اپنا سر اٹھاؤ کہو، تیری بات سنی جائے گی، مانگو دیئے جاؤ گے، سفارش کرو تمہاری سفارش قبول ہوگی، تو میں عرض کروں گا، میری امت، میری امت، تو مجھے کہا جائے گا، جایئے، جس کے دل میں رائی کے دانے کے برابر ایمان ہو، نکال لایئے، تو میں جاؤں گا اور یہ کام کروں گا۔ پھر اپنے رب کی طرف لوٹ آؤں گا، تو انہیں خوبیوں سے اس کی حمد بیان کروں گا، پھر اس کے حضور سجدہ میں گر جاؤں گا، تو مجھے کہا جائے گا، اے محمد! اپنا سر اٹھایئے، کہیے تیری بات سنی جائے گی، مانگئے تمہیں ملے گا، سفارش کیجئے آپ کی سفارش قبول ہوگی۔ تو میں کہوں گا، اے میرے رب! میری امت، میری امت، تو مجھے کہا جائے گا، چلیے جس کے دل میں رائی کے دانے سے کم، بہت ہی کم ایمان ہو اسے آگ سے نکال لایئے، تو میں جاؤں گا اور یہ کام کروں گا، یہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت ہے جو انہوں نے ہمیں سنائی تو ہم ان کے ہاں سے نکل آئے، جب ہم صحراء میں آئے، تو ہم نے کہا، اے کاش! کہ ہم حسن بصری کا رخ کریں اور انہیں سلام کرتے جائیں اور وہ (حجاج بن یوسف کے ڈر سے) ابوخلیفہ کے گھر میں چھپے ہوئے تھے، ہم ان کے پاس پہنچے، انہیں سلام عرض کیا، اور ہم نے عرض کیا، اے ابوسعید! (حسن بصری کی کنیت ہے) ہم آپ کے بھائی ابوحمزہ (حضرت انس رضی اللہ عنہ کی کنیت ہے) کے پاس سے آ رہے ہیں، انہوں نے ہمیں شفاعت کے بارے میں جو حدیث سنائی ہے، اس جیسی حدیث ہم نے نہیں سنی۔ حسن بصری نے کہا، سنایئے، ہم نے اسے حدیث سنائی، تو اس نے کہا، آگے بیان کیجئے، ہم نے کہا، اس سے زیادہ انہوں نے ہمیں نہیں سنائی۔ حسن بصری نے کہا، انہوں نے ہمیں یہ حدیث بیس برس پہلے سنائی تھی، جبکہ وہ اس وقت بھرپور جوان تھے (ان کے قویٰ مضبوط تھے) انہوں نے کچھ چھوڑ دیا ہے، میں نہیں جانتا، استاد صاحب بھول گئے ہیں یا انہوں نے تمہیں پوری حدیث سنانا پسند نہیں کیا، کہ کہیں تم اس پر بھروسہ نہ کرلو (اور نیک اعمال کرنا ترک کردو) ہم نے عرض کیا، آپ ہمیں سنا دیں، تو وہ ہنس پڑے اور کہا، انسان جلد باز پیدا ہوا ہے، میں نے تمہارے سامنے اس کا تذکرہ اس لیے کیا ہے کہ میں

تمہیں سنانا چاہتا ہوں، آپ نے فرمایا، پھر میں اپنے رب عزوجل کی خدمت میں چوتھی بار حاضر ہوں گا، انہیں تعریفات سے اس کی تعریف کروں گا، پھر اس کے حضور، سجدہ ریز ہو جاؤں گا، تو مجھے کہا جائے گا، اے محمد! اپنا سر اٹھاؤ اور کہو، تمہاری بات سنی جائے گی، مانگو تمہیں ملے گا، سفارش کرو آپ کی سفارش قبول ہوگی، تو میں عرض کروں گا، اے میرے رب! مجھے ان کے بارے میں اجازت دیجئے، جنہوں نے صرف لا الہ الا اللہ کہا، اللہ تعالیٰ فرمائے گا، یہ آپ کا مقام نہیں ہے یا آپ اس کے حقدار نہیں) لیکن، میری عزت، کبریائی، میری عظمت اور میری قوت وجبروت کی قسم! میں ان کو نکال کر رہوں گا، جنہوں نے لا الہ الا اللہ کہا ہے۔ راوی کا بیان ہے میں حسن بصری کے بارے میں گواہی دیتا ہوں کہ اس نے ہمیں بتایا کہ اس نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے یہ روایت سنی ہے، میرا خیال ہے، اس نے کہا، بیس سال پہلے جبکہ ان کے قوی مجتمع تھے۔

مفردات الحدیث ❶ **جیان**: صحراء وجنگل یا قبرستان۔ ❷ **ظهر جَبَّان**: جیان کے اوپر، اس کی بلندی پر۔ ❸ **هِيهِ**: اپنی بات جاری رکھیے، اور سنایئے۔ ❹ **جميع**: قوت حفظ مجتمع تھے، یعنی بڑھاپے کی بنا پر قویٰ کمزور نہیں ہوئے تھے۔ ❺ **وكبريائي**: میری بڑائی کی قسم۔ ❻ **جبْرِيائي**: میری قوت وغلبہ کی قسم۔

[480] ٣٢٧-(١٩٤) حَدَّثَنَا أَبُوبَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَمُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِاللهِ بْنِ نُمَيْرٍ وَاتَّفَقَا فِي سِيَاقِ الْحَدِيثِ إِلَّا مَا يَزِيدُ أَحَدُهُمَا مِنَ الْحَرْفِ بَعْدَ الْحَرْفِ قَالَا: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بِشْرٍ حَدَّثَنَا أَبُوحَيَّانَ عَنْ أَبِي زُرْعَةَ

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ أُتِيَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يَوْمًا بِلَحْمٍ فَرُفِعَ إِلَيْهِ الذِّرَاعُ وَكَانَتْ تُعْجِبُهُ فَنَهَسَ مِنْهَا نَهْسَةً فَقَالَ ((أَنَا سَيِّدُ النَّاسِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَهَلْ تَدْرُونَ بِمَ ذَاكَ يَجْمَعُ اللهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ الْأَوَّلِينَ وَالْآخِرِينَ فِي صَعِيدٍ وَّاحِدٍ فَيُسْمِعُهُمُ الدَّاعِي وَيَنْفُذُهُمُ الْبَصَرُ وَتَدْنُو الشَّمْسُ فَيَبْلُغُ النَّاسَ مِنَ الْغَمِّ وَالْكَرْبِ مَا لَا يُطِيقُونَ وَمَا لَا يَحْتَمِلُونَ فَيَقُولُ بَعْضُ النَّاسِ لِبَعْضٍ أَلَا تَرَوْنَ مَا أَنْتُمْ فِيهِ أَلَا تَرَوْنَ مَا قَدْ بَلَغَكُمْ أَلَا تَنْظُرُونَ مَنْ يَّشْفَعُ لَكُمْ إِلَى رَبِّكُمْ فَيَقُولُ بَعْضُ النَّاسِ

[480] اخرجه البخاری فی (احادیث الانبیاء) باب: یزفون النسلان فی المشی ببرعة (٣٣٦١) وفی باب: قول الله عزوجل: ﴿ولقد ارسلنا نوحا الی قومه﴾ برقم (٣٣٤٠) وفی التفسیر، باب: ﴿ذرية من حملنا مع نوح انه كان عبدا شكورا﴾ برقم (٤٧١٢) والترمذی فی (جامعه) فی الزهد، باب: ما جاء فی الشافعة وقال: هذا حديث حسن صحيح، برقم (٢٤٣٤) وفی الاطعمة، باب: ما جاء فی ای اللحم كان احب الی رسول الله ﷺ (١٨٣٧) باختصار۔ وابن ماجه فی ((سننه)) فی الاطعمة، باب اطايب اللحم۔ مختصرا برقم (٣٣٠٧) انظر (التحفة) برق (١٤٩٢٧)

لِبَعْضٍ ائْتُوا آدَمَ فَيَأْتُونَ آدَمَ فَيَقُولُونَ يَا آدَمُ أَنْتَ أَبُو الْبَشَرِ خَلَقَكَ اللّٰهُ بِيَدِهِ وَنَفَخَ فِيكَ مِنْ رُّوحِهِ وَأَمَرَ الْمَلَائِكَةَ فَسَجَدُوا لَكَ اشْفَعْ لَنَا إِلٰى رَبِّكَ أَلَا تَرٰى إِلٰى مَا نَحْنُ فِيهِ أَلَا تَرٰى إِلٰى مَا قَدْ بَلَغَنَا فَيَقُولُ آدَمُ إِنَّ رَبِّي غَضِبَ الْيَوْمَ غَضَبًا لَمْ يَغْضَبْ قَبْلَهُ مِثْلَهُ وَلَنْ يَّغْضَبَ بَعْدَهُ مِثْلَهُ وَإِنَّهُ نَهَانِي عَنِ الشَّجَرَةِ فَعَصَيْتُهُ نَفْسِي نَفْسِي اذْهَبُوا إِلٰى غَيْرِي اذْهَبُوا إِلٰى نُوحٍ فَيَأْتُونَ نُوحًا فَيَقُولُونَ يَا نُوحُ أَنْتَ أَوَّلُ الرُّسُلِ إِلَى الْأَرْضِ وَسَمَّاكَ اللّٰهُ عَبْدًا شَكُورًا اشْفَعْ لَنَا إِلٰى رَبِّكَ أَلَا تَرٰى مَا نَحْنُ فِيهِ أَلَا تَرٰى مَا قَدْ بَلَغَنَا فَيَقُولُ لَهُمْ إِنَّ رَبِّي قَدْ غَضِبَ الْيَوْمَ غَضَبًا لَمْ يَغْضَبْ قَبْلَهُ مِثْلَهُ وَلَنْ يَّغْضَبَ بَعْدَهُ مِثْلَهُ وَإِنَّهُ قَدْ كَانَتْ لِي دَعْوَةٌ دَعَوْتُ بِهَا عَلٰى قَوْمِي نَفْسِي نَفْسِي اذْهَبُوا إِلٰى إِبْرَاهِيمَ عليه السلام فَيَأْتُونَ إِبْرَاهِيمَ فَيَقُولُونَ أَنْتَ نَبِيُّ اللّٰهِ وَخَلِيلُهُ مِنْ أَهْلِ الْأَرْضِ اشْفَعْ لَنَا إِلٰى رَبِّكَ أَلَا تَرٰى إِلٰى مَا نَحْنُ فِيهِ أَلَا تَرٰى إِلٰى مَا قَدْ بَلَغَنَا فَيَقُولُ لَهُمْ إِبْرَاهِيمُ إِنَّ رَبِّي قَدْ غَضِبَ الْيَوْمَ غَضَبًا لَمْ يَغْضَبْ قَبْلَهُ مِثْلَهُ وَلَا يَغْضَبُ بَعْدَهُ مِثْلَهُ وَذَكَرَ كَذِبَاتِهِ نَفْسِي نَفْسِي اذْهَبُوا إِلٰى غَيْرِي اذْهَبُوا إِلٰى مُوسٰى فَيَأْتُونَ مُوسٰى عليه السلام فَيَقُولُونَ يَا مُوسٰى أَنْتَ رَسُولُ اللّٰهِ فَضَّلَكَ اللّٰهُ بِرِسَالَاتِهِ وَبِتَكْلِيمِهِ عَلَى النَّاسِ اشْفَعْ لَنَا إِلٰى رَبِّكَ أَلَا تَرٰى إِلٰى مَا نَحْنُ فِيهِ أَلَا تَرٰى مَا قَدْ بَلَغَنَا فَيَقُولُ لَهُمْ مُوسٰى عليه السلام إِنَّ رَبِّي قَدْ غَضِبَ الْيَوْمَ غَضَبًا لَمْ يَغْضَبْ قَبْلَهُ مِثْلَهُ وَلَنْ يَّغْضَبَ بَعْدَهُ مِثْلَهُ وَإِنِّي قَتَلْتُ نَفْسًا لَمْ أُومَرْ بِقَتْلِهَا نَفْسِي نَفْسِي اذْهَبُوا إِلٰى عِيسٰى عليه السلام فَيَأْتُونَ عِيسٰى فَيَقُولُونَ يَا عِيسٰى أَنْتَ رَسُولُ اللّٰهِ وَكَلَّمْتَ النَّاسَ فِي الْمَهْدِ وَكَلِمَةٌ مِّنْهُ أَلْقَاهَا إِلٰى مَرْيَمَ وَرُوحٌ مِّنْهُ فَاشْفَعْ لَنَا إِلٰى رَبِّكَ أَلَا تَرٰى مَا نَحْنُ فِيهِ أَلَا تَرٰى مَا قَدْ بَلَغَنَا فَيَقُولُ لَهُمْ عِيسٰى عليه السلام إِنَّ رَبِّي قَدْ غَضِبَ الْيَوْمَ غَضَبًا لَمْ يَغْضَبْ قَبْلَهُ مِثْلَهُ وَلَنْ يَّغْضَبَ بَعْدَهُ مِثْلَهُ وَلَمْ يَذْكُرْ لَهُ ذَنْبًا نَفْسِي نَفْسِي اذْهَبُوا إِلٰى غَيْرِي اذْهَبُوا إِلٰى مُحَمَّدٍ صلی اللہ علیہ وسلم فَيَأْتُونِي فَيَقُولُونَ يَا مُحَمَّدُ أَنْتَ رَسُولُ اللّٰهِ وَخَاتَمُ الْأَنْبِيَاءِ وَغَفَرَ اللّٰهُ لَكَ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ اشْفَعْ لَنَا إِلٰى رَبِّكَ أَلَا تَرٰى مَا نَحْنُ فِيهِ أَلَا تَرٰى مَا قَدْ بَلَغَنَا فَأَنْطَلِقُ فَآتِي تَحْتَ الْعَرْشِ فَأَقَعُ سَاجِدًا لِّرَبِّي ثُمَّ يَفْتَحُ اللّٰهُ عَلَيَّ وَيُلْهِمُنِي مِنْ مَحَامِدِهِ وَحُسْنِ الثَّنَاءِ عَلَيْهِ شَيْئًا لَمْ يَفْتَحْهُ لِأَحَدٍ قَبْلِي ثُمَّ يُقَالُ يَا مُحَمَّدُ ارْفَعْ رَأْسَكَ سَلْ تُعْطَهْ اشْفَعْ تُشَفَّعْ فَأَرْفَعُ رَأْسِي فَأَقُولُ يَا رَبِّ أُمَّتِي أُمَّتِي فَيُقَالُ يَا مُحَمَّدُ أَدْخِلِ الْجَنَّةَ مِنْ أُمَّتِكَ

مَنْ لَا حِسَابَ عَلَيْهِ مِنَ الْبَابِ الْأَيْمَنِ مِنْ أَبْوَابِ الْجَنَّةِ وَهُمْ شُرَكَاءُ النَّاسِ فِيمَا سِوٰى ذٰلِكَ مِنَ الْأَبْوَابِ وَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ إِنَّ مَا بَيْنَ الْمِصْرَاعَيْنِ مِنْ مَّصَارِيعِ الْجَنَّةِ لَكَمَا بَيْنَ مَكَّةَ وَهَجَرَ أَوْ كَمَا بَيْنَ مَكَّةَ وَبُصْرٰى))

[480] ۔حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گوشت لایا گیا، اور آپ کو دستی کا گوشت پیش کیا گیا، کیونکہ آپ کو دستی مرغوب تھی، آپ نے اس سے دانتوں سے ایک دفعہ گوشت کاٹا، اور فرمایا: ''قیامت کے دن میں تمام انسانوں کا سردار ہوں گا، اور کیا تم جانتے ہو، یہ کیسے ہوگا؟ اللہ عزوجل، قیامت کے دن تمام پہلوں اور پچھلوں کو ایک کھلے ہموار میدان میں جمع کرے گا، منادی کی آواز سب کو سنائی دے گی اور دیکھنے والے کی نظر سب پر پڑے گی، آفتاب قریب ہو جائے گا، اور لوگوں کو اس قدر غم اور مصیبت پہنچے گی جو ان کے لیے ناقابل برداشت ہوگی، جس کو وہ برداشت نہیں کر سکیں گے تو لوگ ایک دوسرے کو کہیں گے، کیا تم دیکھ نہیں رہے ہو، تم کس حالت میں ہو؟ کیا تم دیکھ نہیں رہے، تمہیں کس قدر پریشانی اٹھانی پڑ رہی ہے؟ کیا تم کسی کو تلاش نہیں کرو گے، جو تمہارے رب کے حضور تمہاری سفارش کرے؟ تو لوگ ایک دوسرے کو کہیں گے، آدم علیہ السلام کے پاس چلو، پھر وہ آدم علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوں گے، اور عرض کریں گے، اے آدم! آپ تمام انسانوں کے باپ ہیں، اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنے دست مبارک سے بنایا، اور آپ میں اپنی خصوصی روح پھونکی، فرشتوں کو حکم دیا، تو وہ آپ کے حضور جھک گئے، آپ اپنے رب کے حضور ہماری سفارش فرمائیں، کیا آپ دیکھ نہیں رہے ہیں، ہم کس قدر پریشان ہیں؟ آپ دیکھ نہیں رہے، ہمیں کس قدر مصیبت پہنچ چکی ہے؟ تو آدم علیہ السلام جواب دیں گے، یقیناً میرا رب، آج اس قدر ناراض ہے کہ اس سے پہلے کبھی اس قدر ناراض نہیں ہوا، اور نہ اس کے بعد اس قدر ناراض ہوگا، واقعہ یہ ہے اس نے مجھے درخت سے روکا تھا لیکن میں نے اس کی نافرمانی کی، آج مجھے تو اپنی ہی فکر ہے، تم میرے سوا کسی اور کے پاس جاؤ، نوح علیہ السلام کے پاس جاؤ، تو لوگ نوح علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوں گے، اور عرض کریں گے، اے نوح! آپ اہل زمین کی طرف سب سے پہلے رسول ہیں اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو شکر گزار بندہ کا نام دیا ہے، آپ اپنے رب کے حضور، ہماری سفارش فرمائیں، کیا آپ دیکھ نہیں رہے ہیں ہم کس قدر پریشانی میں ہیں؟ کیا آپ دیکھ نہیں رہے ہمیں کس قدر مصیبت پہنچ چکی ہے؟ تو وہ انہیں جواب دیں گے، آج میرا رب اس قدر غصے میں ہے کہ اتنا کبھی اس سے پہلے غصہ میں نہیں آیا، نہ ہی اس کے بعد کبھی اس قدر غصے میں آئے گا، صورت حال یہ ہے مجھے ایک دعا کرنے کا حق حاصل تھا، وہ میں نے اپنی قوم کے

خلاف کر لی، آج تو مجھے اپنی فکر دامن گیر ہے، ابراہیم علیہ السلام کے پاس جاؤ، تو لوگ ابراہیم علیہ السلام کے پاس آئیں گے اور عرض گزار ہوں گے، آپ اللہ کے نبی اور اہل زمین میں سے اس کے خلیل ہیں، ہمارے لیے، اپنے رب کے حضور سفارش فرمائیں، کیا آپ ہماری حالت دیکھ نہیں رہے ہیں؟ کیا ہم جس قدر تکلیف میں مبتلا ہیں، وہ آپ کو نظر نہیں آ رہی؟ تو ابراہیم علیہ السلام انہیں کہیں گے، میرا رب آج اس قدر غضبناک ہے کہ اس قدر اس سے پہلے غضبناک نہیں ہوا اور نہ آئندہ ہوگا، اور اپنے توریوں کا تذکرہ کریں گے مجھے تو اپنی ہی فکر دامن گیر ہے، میرے سوا کسی اور کے پاس جاؤ، موسیٰ علیہ السلام کے پاس جاؤ، تو لوگ موسیٰ علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کریں گے، اے موسیٰ! آپ اللہ کے رسول ہیں، اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنے پیغامات اور ہم کلامی کی لوگوں پر فضیلت بخشی ہے، ہماری خاطر، اللہ کے حضور سفارش کیجئے، کیا آپ ہماری بے بسی کو نہیں دیکھ رہے؟ کیا ہم جس قدر تکلیف میں مبتلا ہیں، آپ اس کا ملاحظہ نہیں کر رہے؟ تو موسیٰ علیہ السلام ان کو کہیں گے، میرا رب آج اس قدر غصہ میں ہے کہ اس سے پہلے اس قدر غضبناک نہیں ہوا، اور نہ ہی اس کے بعد اس قدر ناراض ہوگا، اور میں ایک جان کو قتل کر چکا ہوں، جس کے قتل کی مجھے اجازت نہ تھی، مجھے تو اپنی ہی فکر لاحق ہے، عیسیٰ علیہ السلام کے پاس چلے جاؤ، لوگ عیسیٰ علیہ السلام کے پاس آ کر عرض کریں گے، اے عیسیٰ! آپ اللہ کے رسول ہیں، اور آپ نے لوگوں سے پنگھوڑے میں گفتگو کی، آپ اللہ کا کلمہ ہیں، جس کا اس نے مریم علیہا السلام کی طرف القا کیا اور اس کی روح ہیں، اس لیے اپنے رب کے حضور ہماری سفارش فرمائیں، کیا آپ ہماری حالت کو نہیں دیکھ رہے؟ کیا آپ نہیں دیکھ رہے، ہم کس قدر مصائب میں مبتلا ہیں؟ تو عیسیٰ علیہ السلام انہیں جواب دیں گے، میرا رب آج اس قدر غصہ میں ہے کہ اس سے پہلے کبھی اس قدر غصے نہیں ہوا، نہ اس کے بعد اس قدر غصے ہوگا، اپنی کسی خطا کا ذکر نہیں کریں گے، مجھے اپنی ہی فکر ہے، میرے سوا کسی کے پاس جاؤ، محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جاؤ، تو لوگ میرے پاس آ کر کہیں گے، اے محمد! آپ اللہ کے رسول اور آخری نبی ہیں، اور اللہ تعالیٰ نے آپ کے اگلے پچھلے تمام گناہ معاف کر دیئے ہیں، اپنے رب کے حضور ہماری سفارش فرمائیں۔ کیا آپ ہماری حالت نہیں دیکھ رہے؟ کیا آپ دیکھ نہیں رہے ہم کس قدر تکلیف میں مبتلا ہیں؟ تو میں چلوں گا اور عرش کے نیچے آ کر اپنے رب کے حضور سجدہ میں گر جاؤں گا، پھر اللہ تعالیٰ مجھ پر اپنے محامد اور بہترین ثناء کا اظہار فرمائے گا، اور میرے دل میں ڈالے گا، مجھ سے پہلے کسی کو ان سے آگاہ نہیں کیا، پھر کہا جائے گا اے محمد! اپنا سر اٹھا مانگ تمہیں ملے گا، سفارش کیجئے تیری سفارش قبول ہوگی، تو میں سر اٹھا کر عرض کروں گا، اے میرے رب! میری امت، میری امت (یعنی میری امت کو بخش دے) تو کہا جائے گا، اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)! اپنی

امت کے ان لوگوں کو جن کا حساب و کتاب نہیں، جنت کے دروازوں میں سے، دائیں دروازے سے داخل کیجئے، اور وہ جنت کے باقی دروازوں میں لوگوں کے ساتھ شریک ہیں، اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں محمد (ﷺ) کی جان ہے، جنت کے دروازوں کے درمیان اتنا فاصلہ ہے جتنا فاصلہ مکہ اور ہجر یا مکہ اور بصریٰ کے درمیان ہے۔

مفردات الحدیث ❶ نَهَسَ: دانت سے کاٹنا۔ ❷ صَعِيْد: کھلی اور ہموار زمین۔ ❸ يَنْفُذُهُم الْبَصَرُ: نظر تمام انسانوں کا احاطہ کرے گی، دیکھنے والے سے کوئی اوجھل نہیں ہوگا۔ ❹ مَصَارِيْع: مصراع کی جمع ہے دروازے کے پٹ۔ ہجر اور بصری: دو قدیمی معروف شہر ہیں، جن کے درمیان کافی مسافت ہے۔

فوائد:...... ❶ سید اس شخصیت کو کہتے ہیں، جو سب سے برتر اور فائق ہو اور گھبراہٹ و پریشانی میں لوگ اس کی پناہ میں آئیں، قیامت کو تمام انسان، آدم علیہ السلام سے لے کر آخری فرد تک آپ کے جھنڈے تلے ہوں گے اور آپ سے سفارش کے طالب ہوں گے، اس لیے آپ نے تحدیث نعمت کے طور پر فرمایا کہ میں قیامت کو تمام انسانوں کا سردار ہوں گا۔ ❷ آپ نے دنیا میں اس بات کا اظہار فرمایا ہے کہ شفاعت کبریٰ کا اہل میں ہوں، اور کوئی رسول اس کام کے لیے آمادہ نہ ہوگا، قیامت کے روز آپ کی پیشین گوئی کے مطابق لوگ تدریجاً، آپ کے پاس پہنچیں گے، آپ کی امت کا کوئی فرد بھی یہ مشورہ نہ دے سکے گا کہ سفارش تو آخری رسول کی قبول ہونی ہے، چلو اس کے پاس چلیں، تاکہ عملاً آپ کی فضیلت و برتری کا سب انسانوں کے سامنے ظہور ہو سکے۔ ❸ انبیاء کے بیان کردہ عذر معاف ہو چکے ہیں، کیونکہ ان میں سے کسی سے قصور و کوتاہی شعوری طور پر سرزد نہیں ہوگی، اس کے باوجود، انہوں نے توبہ و استغفار کا ورد جاری رکھا، لیکن قیامت کی وحشت اور ہولناکی کی بنا پر وہ ان معاف شدہ باتوں کو یاد کر کے، سفارش کرنے سے معذرت کا اظہار فرمائیں گے۔ ❹ اللہ تعالیٰ صفت غضب سے متصف ہے، لیکن اس کی کیفیت کو بیان کرنا ممکن نہیں ہے، اس لیے کسی قسم کی تاویل و تعطیل کی ضرورت نہیں ہے۔

❺ اس حدیث میں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے تین کذبات بولنے کی بنا پر سفارش سے معذرت کا اظہار فرمایا ہے، عربی زبان میں علامہ انباری کے بقول (کذب) کا لفظ پانچ معانی کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ علامہ انباری نے مثالیں بھی دی ہیں، تفصیل کے لیے دیکھئے تاج العروس: ۱/ ۴۴۹۔ (۱) جھوٹ۔ (۲) چوک جانا۔ (۳) آرزو اور امید کا خاک میں ملنا۔ (۴) کسی کو دھوکا میں رکھنا۔ (۵) توریہ و تعریض سے کام لینا۔ یعنی ایسا قول جو بظاہر خلاف واقعہ نظر آتا ہے، لیکن اگر غور و فکر سے کام لیا جائے تو وہ بالکل واقعہ کے مطابق ہوتا ہے، جن واقعات کو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کذبات سے تعبیر کیا ہے تو ان میں تینوں اقوال بظاہر خلاف واقعہ نظر آتے ہیں، لیکن اگر غور کیا جائے تو وہ تینوں اقوال بالکل واقعہ کے مطابق ہیں، یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی شان کی رفعت و بلندی ہے کہ انہوں نے توریہ و تعریض کو بھی جو بالکل جائز اور درست ہے، اپنی شان رفیع سے فروتر سمجھا، اور ان کو کذب سے تعبیر کیا۔

6 احادیث صحیحہ میں شفاعت کبریٰ جو تمام انسانوں کے حساب و کتاب شروع کرنے کے لیے ہوگی، کا تذکرہ موجود نہیں ہے بلکہ آپ کی امت کے گناہ گاروں کی سفارش کا ذکر ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ سفارش کبریٰ کا اسلام کا نام لیوا فرقوں میں سے کوئی فرقہ منکر نہیں ہے جبکہ گناہ گاروں کی سفارش کا خوارج اور معتزلہ وغیرہما نے انکار کیا ہے، اس لیے گناہ گاروں کی سفارش کے لیے احادیث کے بیان پر زور دیا گیا، اور متفقہ سفارش کے تذکرہ کو نظر انداز کر دیا گیا۔

[481] ٣٢٨۔(. . .)و حَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنْ عُمَارَةَ بْنِ الْقَعْقَاعِ عَنْ أَبِي زُرْعَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ وُضِعَتْ بَيْنَ يَدَيْ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ قَصْعَةٌ مِنْ ثَرِيدٍ وَلَحْمٍ فَتَنَاوَلَ الذِّرَاعَ وَكَانَتْ أَحَبَّ الشَّاةِ إِلَيْهِ فَنَهَسَ نَهْسَةً فَقَالَ ((أَنَا سَيِّدُ النَّاسِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ)) ثُمَّ نَهَسَ أُخْرٰى فَقَالَ ((أَنَا سَيِّدُ النَّاسِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ)) فَلَمَّا رَاٰى أَصْحَابَهُ لَا يَسْأَلُونَهُ قَالَ ((أَلَا تَقُولُونَ كَيْفَهْ)) قَالُوا كَيْفَهْ يَا رَسُولَ اللّٰهِ قَالَ ((يَقُومُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعَالَمِينَ)) وَسَاقَ الْحَدِيثَ بِمَعْنٰى حَدِيثِ أَبِي حَيَّانَ عَنْ أَبِي زُرْعَةَ وَزَادَ فِي قِصَّةِ إِبْرَاهِيمَ فَقَالَ وَذَكَرَ قَوْلَهُ فِي الْكَوْكَبِ هٰذَا رَبِّي وَ قَوْلَهُ لِاٰلِهَتِهِمْ بَلْ فَعَلَهُ كَبِيرُهُمْ هٰذَا وَ قَوْلَهُ إِنِّي سَقِيمٌ قَالَ ((وَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ إِنَّ مَا بَيْنَ الْمِصْرَاعَيْنِ مِنْ مَصَارِيعِ الْجَنَّةِ إِلٰى عِضَادَتَيِ الْبَابِ لَكَمَا بَيْنَ مَكَّةَ وَهَجَرَ أَوْ هَجَرَ وَمَكَّةَ)) قَالَ لَا أَدْرِي أَيَّ ذٰلِكَ قَالَ

[481]۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے آگے ثرید اور گوشت کا پیالہ رکھا گیا، آپ نے دستی کو اٹھا لیا اور آپ کو بکری کے گوشت سے سب سے زیادہ یہی حصہ پسند تھا، آپ نے اس سے ایک دفعہ دانتوں سے نوچا اور فرمایا: ''میں قیامت کے دن تمام لوگوں کا سردار ہوں گا۔'' پھر دوبارہ گوشت نوچا اور فرمایا: ''میں قیامت کے روز تمام انسانوں کا سردار ہوں گا۔'' جب آپ نے دیکھا، آپ کے ساتھی اس کا سبب نہیں پوچھ رہے، تو آپ نے فرمایا: ''تم کیوں نہیں پوچھتے، یہ کیوں ہوگا؟'' انہوں نے پوچھا: اے اللہ کے رسول ﷺ! اس کا سبب کیا ہوگا؟ آپ نے فرمایا: ''لوگ اللہ تعالیٰ کے سامنے کھڑے ہوں گے، عمارۃ نے بھی حدیث مذکورہ بالا سند سے ابوحیان کی ابوزرعہ کی حدیث کی طرح بیان کی اور ابراہیم علیہ السلام کے واقعہ میں یہ اضافہ کیا کہ ابراہیم علیہ السلام نے کہا، میں نے کواکب (ستاروں) کے بارے میں کہا "هذا ربی" یہ میرا رب ہے، اور ان کے معبودوں کے بارے میں کہا، بلکہ یہ کام ان کے بڑے نے کیا ہے اور کہا میں بیمار ہوں۔ اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس کے

[481] انفرد به مسلم۔ انظر (التحفة) برقم (١٤٩١٤)

ہاتھ میں محمد کی جان ہے، اس کی قسم! جنت کے دروازوں کے دونوں پٹوں کا فاصلہ چوکھٹ تک اتنا ہے، جتنا مکہ اور ہجر کے درمیان یا ہجر اور مکہ کے درمیان کا فاصلہ، مجھے یاد نہیں آپ نے پہلے کس شہر کا نام لیا۔

مفردات الحدیث

* عضادتی الباب: دروازوے کی چوکھٹ، اطراف، جوانب کی لکڑیاں۔

فوائد: ...... ❶ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ستاروں، چاند اور سورج کو ھَـذَا رَبِّـی کہنا، یا تو استفہام انکاری کے لہجہ میں تھا، کہ کیا یہ غروب ہونے والے میرا رب ہو سکتے ہیں یا بطور استہزاء وتبکیت کے تمہارے عقیدہ اور نظریہ کے مطابق یہ میرا رب ہے، جس طرح قرآن مجید میں ﴿ذُقْ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْكَرِيْمُ﴾ چکھ تو ہی ہے، بڑا عزت والا، شریف، یعنی تو اپنے آپ کو بڑا عزت والا سردار سمجھتا تھا یا قرآن مجید معبودانِ باطلہ کو ان کے ماننے والوں کے نظریہ کے مطابق آلہہ کا نام دیتا ہے۔ یا استدراج کے لیے ہیں کہ آہستہ آہستہ ان کو ایسی گرفت میں لیا جائے کہ اس سے نکلنا نہ سکیں اور اعتراف حقیقت کے بغیر ان کے پاس کوئی چارہ نا رہے، جیسا کہ سورہ انبیاء میں ان کا اعتراف موجود ہے، ﴿فرجعوا الی انفسهم فقالوا انكم انتم الظالمون﴾ تو وہ اپنے دلوں کی طرف لوٹے اور کہنے لگے آگے یقیناً تم خود ہی ظالم ہو۔ ❷ بتوں کے پاش پاش کرنے کے بارے میں کہا، بلکہ ان کے بڑے نے کیا ہے، اس میں درحقیقت جس چیز کی بظاہر نفی کی ہے، اس کا اثبات مقصود ہے، جیسا کہ ایک انسان خوش نویس ہے، وہ ایک بہت خوبصورت اشتہار لکھتا ہے، اس کا ایک جاہل دوست پوچھتا ہے، کیا یہ اشتہار تو نے لکھا ہے، تو وہ آگے سے جواب دیتا ہے، نہیں، جناب یہ تو آپ نے لکھا ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا مقصود تھا کہ یہ تو تمہیں معلوم ہی ہے، یہ کام یہ بت نہیں کر سکتے، تو پھر میرے سوا یہ کام کس نے کیا ہے، یعنی جن کو تم نفع ونقصان کا مالک سمجھتے ہو، یہ اپنا تحفظ بھی نہیں کر سکتے، اور جس نے ان کو پاش پاش کیا ہے، اس کی نشاندہی نہیں کر سکتے، تو یہ تمہارے معبود کیسے بن گئے؟ ❸ آپ نے اپنی قوم کے تہوار میں شرکت سے بچنے، اور ان کی عدم موجودگی سے فائدہ اٹھانے کے لیے فرمایا: اِنِّیْ سقیم، میں بیمار ہوں، سقم مزاج کے اعتدال سے ہٹ جانے کو کہتے ہیں، آپ قوم کی بت پرستی کی وجہ سے فکر مند اور پریشان تھے، اس کو سقم سے تعبیر کیا، یا یہ مقصد تھا کہ میں تمہارے ساتھ چلا گیا، تو تمہاری حرکات قبیحہ کو دیکھ کر بیمار ہو جاؤں گا۔ جیسا کہ قرآن مجید میں ہے: ﴿اِنَّكَ مَيِّتٌ وَّاِنَّهُمْ مَّيِّتُوْنَ٥﴾ (الزمر: ۳۰) ''تمہیں بھی مرنا ہے اور انہیں بھی مرنا ہے۔'' یہ مطلب تو نہیں ہے تم اور وہ اب مرے ہوئے ہیں۔ اس لیے آپ نے توریہ وتعریض سے کام لیا، اور لوگوں نے سمجھا آپ فی الحال بیمار ہیں (جسمانی اور ظاہری اعتبار سے)۔

[482] ۳۲۹-(۱۹۵) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ طَرِيفِ بْنِ خَلِيفَةَ الْبَجَلِيُّ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فُضَيْلٍ حَدَّثَنَا أَبُو مَالِكٍ الْأَشْجَعِيُّ عَنْ أَبِي حَازِمٍ

[482] انفرد به مسلم۔ انظر (التحفة) برقم (۱۳۳۱۱ و ۱۳۴۰۰)

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ وَأَبِي مَالِكٍ عَنْ رِبْعِيٍّ عَنْ حُذَيْفَةَ قَالَا قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ ((يَجْمَعُ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالَى النَّاسَ فَيَقُومُ الْمُؤْمِنُونَ حَتّٰى تُزْلَفَ لَهُمُ الْجَنَّةُ فَيَأْتُونَ آدَمَ فَيَقُولُونَ يَا أَبَانَا اسْتَفْتِحْ لَنَا الْجَنَّةَ فَيَقُولُ وَهَلْ أَخْرَجَكُمْ مِّنَ الْجَنَّةِ إِلَّا خَطِيئَةُ أَبِيكُمْ آدَمَ لَسْتُ بِصَاحِبِ ذٰلِكَ اذْهَبُوا إِلَى ابْنِي إِبْرَاهِيمَ خَلِيلِ اللّٰهِ قَالَ فَيَقُولُ إِبْرَاهِيمُ لَسْتُ بِصَاحِبِ ذٰلِكَ إِنَّمَا كُنْتُ خَلِيلًا مِنْ وَّرَآءَ وَرَآءَ اعْمِدُوا إِلَى مُوسٰى علیہ السلام الَّذِي كَلَّمَهُ اللّٰهُ تَكْلِيمًا فَيَأْتُونَ مُوسٰى علیہ السلام فَيَقُولُ لَسْتُ بِصَاحِبِ ذٰلِكَ اذْهَبُوا إِلَى عِيسٰى كَلِمَةِ اللّٰهِ وَرُوحِهِ فَيَقُولُ عِيسٰى علیہ السلام لَسْتُ بِصَاحِبِ ذٰلِكَ فَيَأْتُونَ مُحَمَّدًا ﷺ فَيَقُومُ فَيُؤْذَنُ لَهُ وَتُرْسَلُ الْأَمَانَةُ وَالرَّحِمُ فَتَقُومَانِ جَنَبَتَيِ الصِّرَاطِ يَمِينًا وَّشِمَالًا فَيَمُرُّ أَوَّلُكُمْ كَالْبَرْقِ)) قَالَ قُلْتُ بِأَبِي أَنْتَ وَأُمِّي أَيُّ شَيْءٍ كَمَرِّ الْبَرْقِ قَالَ ((أَلَمْ تَرَوْا إِلَى الْبَرْقِ كَيْفَ يَمُرُّ وَيَرْجِعُ فِي طَرْفَةِ عَيْنٍ ثُمَّ كَمَرِّ الرِّيحِ ثُمَّ كَمَرِّ الطَّيْرِ وَشَدِّ الرِّجَالِ تَجْرِي بِهِمْ أَعْمَالُهُمْ وَنَبِيُّكُمْ قَائِمٌ عَلَى الصِّرَاطِ يَقُولُ رَبِّ سَلِّمْ سَلِّمْ حَتّٰى تَعْجِزَ أَعْمَالُ الْعِبَادِ حَتّٰى يَجِيءَ الرَّجُلُ فَلَا يَسْتَطِيعُ السَّيْرَ إِلَّا زَحْفًا قَالَ وَفِي حَافَتَيِ الصِّرَاطِ كَلَالِيبُ مُعَلَّقَةٌ مَأْمُورَةٌ بِأَخْذِ مَنْ أُمِرَتْ بِهِ فَمَخْدُوشٌ نَاجٍ وَمَكْدُوسٌ فِي النَّارِ))
وَالَّذِي نَفْسُ أَبِي هُرَيْرَةَ بِيَدِهِ إِنَّ قَعْرَ جَهَنَّمَ لَسَبْعُونَ خَرِيفًا

[482] ۔حضرت ابو ہریرہ اور حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تبارک وتعالیٰ لوگوں کو جمع کرے گا، تو مومن کھڑے ہوں گے، حتیٰ کہ جنت ان کے قریب کر دی جائے گی اور وہ آدم علیہ السلام کے پاس آ کر عرض کریں گے، اے ہمارے ابا جان! ہمارے لیے جنت کا دروازہ کھلوایئے، تو وہ جواب دیں گے۔ جنت سے تمہارے نکالنے کا سبب تمہارے باپ آدم کی خطا ہی نہیں ہے، یہ کام کرنے والا میں نہیں ہوں۔ میرے بیٹے ابراہیم خلیل اللہ کے پاس جاؤ، آپ نے فرمایا: ابراہیم علیہ السلام بھی فرمائیں گے، یہ کام کرنے والا میں نہیں ہوں، میں تو خلیل پیچھے پیچھے تھا، موسیٰ علیہ السلام کا رخ کرو۔ جن سے اللہ تعالیٰ نے حقیقتاً گفتگو فرمائی۔ تو لوگ موسیٰ علیہ السلام کے پاس آئیں گے، تو وہ جواب دیں گے، یہ میرا منصب نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ کی روح اور اس کے کلمہ عیسیٰ علیہ السلام کے پاس جاؤ، تو عیسیٰ علیہ السلام فرمائیں گے، یہ میرا مقام نہیں ہے، تو لوگ محمد ﷺ کے پاس آئیں گے، آپ کھڑے ہوں گے اور آپ کو (سفارش کی) اجازت مل جائے گی، امانت اور رشتہ داری کو بھیج دیا جائے گا، وہ پل کے دائیں اور بائیں کھڑے ہو جائیں گے۔ تم میں سے پہلا شخص بجلی کی تیزی سے گزر جائے گا، تو میں نے پوچھا، آپ پر میرے ماں باپ قربان، بجلی کے گزرنے کی طرح کونسی شے ہے؟ آپ نے فرمایا: تم نے کبھی بجلی

کی طرف نہیں دیکھا، کس طرح پلک جھپکنے کی طرح گزرتی اور لوٹتی ہے؟ پھر ہوا کے گزرنے کی طرح (تیزی سے) پھر جس طرح پرندہ گزرتا ہے، اور آدمی دوڑتے ہیں، ان کے اعمال ان کو دوڑائیں گے (اپنے اپنے عملوں کے موافق تیزی سے گزریں گے) اور تمہارا نبی پل صراط پر کھڑا ہو کر کہہ رہا ہوگا، اے میرے رب! بچا، بچا، حتیٰ کہ بندوں کے اعمال عاجز آ جائیں گے یہاں تک کہ ایک آدمی آئے گا، وہ گھسٹ کر ہی چل سکے گا، آپ نے فرمایا، پل صراط کے دونوں کناروں پر لوہے کے آنکڑے لٹک رہے ہوں گے، جن کے بارے میں حکم ہوگا، ان کو پکڑیں گے تو بعض زخمی ہو کر نجات پا جائیں گے اور بعض کو دھکے سے آگ میں پھینک دیا جائے گا، اور اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں ابو ہریرہ کی جان ہے جہنم کی گہرائی ستر سال کی مسافت کے برابر ہے۔

فوائد:...... ❶ جس طرح سفارش کبریٰ آپ کا منصب ہے، اسی طرح جنت کا دروازہ بھی آپ کی سفارش سے کھلے گا۔ ❷ ہر کام کاج اور بات چیت میں امانت و دیانت، راست بازی اور صلہ رحمی، یعنی رشتہ داروں کا خیال ولحاظ رکھنا دو ایسے اہم کام ہیں، جن کا ہر مسلمان کو ہمیشہ اہتمام کرنا چاہیے۔ ❸ جہنم کی گہرائی اتنی زیادہ ہے کہ اگر آدمی اوپر سے چھوڑ دیا جائے، تو ستر برس گزرنے کے بعد نیچے پہنچے گا۔ ❹ آدم علیہ السلام نے جنت کا دروازہ کھلوانے سے معذرت کے لیے ایک ایسی خطا کا تذکرہ کیا جس کی معافی انہیں جنت میں ہی مل گئی تھی، اور جنت سے دنیا میں آدم کی آمد خلافت ارضی کے لیے تھی، جس کی خاطر ان کی تخلیق ہوئی تھی جیسا کہ قرآن مجید میں ارشاد ہے: ﴿إِنِّي جَاعِلٌ فِي الْأَرْضِ خَلِيفَةً﴾ (البقرة: ۳۰) ''میں زمین میں ایک خلیفہ مقرر کرنے والا ہوں۔''

۸۵......بَابُ فِي قَوْلِ النَّبِيِّ (أَنَا أَوَّلُ النَّاسِ يَشْفَعُ فِي الْجَنَّةِ، وَأَنَا أَكْثَرُ الْأَنْبِيَاءِ تَبَعًا)

باب ۸۵: نبی اکرم ﷺ کا فرمان ہے، میں سب سے پہلے جنت کے بارے میں سفارش کروں گا اور سب انبیاء سے میرے پیروکار، زیادہ ہوں گے

[483] ۳۳۰-(۱۹۶) حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ وَإِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ قُتَيْبَةُ: حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنِ الْمُخْتَارِ بْنِ فُلْفُلٍ

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ ((أَنَا أَوَّلُ النَّاسِ يَشْفَعُ فِي الْجَنَّةِ وَأَنَا أَكْثَرُ الْأَنْبِيَاءِ تَبَعًا))

[483]۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں لوگوں میں سے سب سے پہلا شخص ہوں جو جنت کی (داخلہ کے بارے میں) سفارش کروں گا، اور تمام انبیاء علیہم السلام سے میرے پیروکار زیادہ ہوں گے۔''

[483] انفرد به مسلم۔ انظر (التحفة) برقم (۱۵۷۸)

[484] ۳۳۱۔(. . .) و حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ بْنُ هِشَامٍ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ مُخْتَارِ بْنِ فُلْفُلٍ

أَنَسُ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ ((أَنَا أَكْثَرُ الْأَنْبِيَاءِ تَبَعًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَأَنَا أَوَّلُ مَنْ يَقْرَعُ بَابَ الْجَنَّةِ))

[484]۔حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''قیامت کے دن سب انبیاء سے میرے پیروکار زیادہ ہوں گے، اور میں پہلا شخص ہوں گا، جو جنت کا دروازہ کھٹکھٹائے گا۔''

[485] ۳۳۲۔(. . .) وحَدَّثَنَا أَبُوبَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا حُسَيْنُ بْنُ عَلِيٍّ عَنْ زَائِدَةَ عَنِ الْمُخْتَارِ بْنِ فُلْفُلٍ قَالَ:

قَالَ أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ ((أَنَا أَوَّلُ شَفِيعٍ فِي الْجَنَّةِ لَمْ يُصَدَّقْ نَبِيٌّ مِنَ الْأَنْبِيَاءِ مَا صُدِّقْتُ وَإِنَّ مِنَ الْأَنْبِيَاءِ نَبِيًّا مَا يُصَدِّقُهُ مِنْ أُمَّتِهِ إِلَّا رَجُلٌ وَاحِدٌ))

[485]۔حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''میں جنت کے داخلہ کے لیے سب سے پہلے سفارش کروں گا، کسی نبی کو اس قدر لوگوں نے نہیں مانا جس قدر لوگوں نے میری تصدیق کی، بعض نبی تو ایسے ہوں گے کہ اس کی امت (دعوت) میں سے ایک شخص نے ہی اس کی تصدیق کی ہوگی۔''

[486] ۳۳۳۔(۱۹۷)و حَدَّثَنِي عَمْرٌو النَّاقِدُ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَا: حَدَّثَنَا هَاشِمُ بْنُ الْقَاسِمِ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ الْمُغِيرَةِ عَنْ ثَابِتٍ

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ ((آتِي بَابَ الْجَنَّةِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَأَسْتَفْتِحُ فَيَقُولُ الْخَازِنُ مَنْ أَنْتَ فَأَقُولُ مُحَمَّدٌ فَيَقُولُ بِكَ أُمِرْتُ لَا أَفْتَحُ لِأَحَدٍ قَبْلَكَ)).

[486]۔حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میں قیامت کے دن جنت کے دروازے پر آ کر دروازہ کھلواؤں گا، جنت کا دربان پوچھے گا، آپ کون ہیں؟ تو میں جواب دوں گا، میں محمد (ﷺ) ہوں۔ وہ کہے گا، مجھے آپ کے بارے میں ہی حکم ملا تھا کہ آپ سے پہلے کسی کے لیے دروازہ نہ کھولوں۔''

[484] انفرد به مسلم۔ انظر (التحفة) برقم (۱۵۷۸)

[485] انفرد به مسلم۔ انظر "التحفة" برقم (۱۵۷۸)

[486] انفرد به مسلم۔ انظر (التحفة) برق (٤٧٤)

۸۶...... بَابُ اخْتِبَاءِ النَّبِيِّ ﷺ دَعْوَةَ الشَّفَاعَةِ لِأُمَّتِهِ

باب۸۶: نبی اکرم ﷺ کا دعا کو اپنی امت کی سفارش کے لیے محفوظ رکھنا

[487] ۳۳۴-(۱۹۸) حَدَّثَنِي يُونُسُ بْنُ عَبْدِالْأَعْلَى أَخْبَرَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِالرَّحْمٰنِ

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ ((**لِكُلِّ نَبِيٍّ دَعْوَةٌ يَدْعُوبِهَا فَأُرِيدُ أَنْ أَخْتَبِئَ دَعْوَتِي شَفَاعَةً لِأُمَّتِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ**))

[487] - حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ہر نبی کی ایک دعا ہے (جسے اللہ تعالیٰ یقینی طور پر قبول فرمائے گا) جسے وہ کرتا ہے، تو میں چاہتا ہوں کہ میں اپنی دعا کو قیامت کے دن، اپنی امت کی شفاعت کے لیے محفوظ رکھوں۔''

فائدہ:...... اللہ تعالیٰ نے ہر نبی کو یہ حق دیا ہے کہ اس کی ایک دعا ضرور قبول فرمائے گا اور باقی دعائیں ان کے قبول ہونے کی امید ہوتی ہے لیکن بعض قبول ہوتی ہیں اور بعض ظاہری طور پر قبول نہیں ہوتیں، نبی اکرم ﷺ اپنی امت کے لیے اس قدر شفیق و مہربان ہیں کہ آپ نے وہ دعا اس جہان فانی دنیا میں نہیں کی بلکہ آخرت میں جب کہ ہر ایک دوسرے سے بھاگ رہا ہوگا، ایسے افراتفری کے عالم میں، امت کی نجات کی سفارش کی خاطر وہ دعا فرمائیں گے، تو پھر امت کے لیے یہ کس قدر افسوسناک مقام ہے، وہ ایسے رحیم و کریم نبی کی اطاعت و فرمانبرداری سے بے رخی اور اعراض کا رویہ اختیار کرے۔

[488] ۳۳۵-(. . .) وحَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ قَالَ زُهَيْرٌ: حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ حَدَّثَنَا ابْنُ أَخِي ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عَمِّهِ أَخْبَرَنِي أَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِالرَّحْمٰنِ

أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ ((**لِكُلِّ نَبِيٍّ دَعْوَةٌ وَأَرَدْتُ إِنْ شَآءَ اللّٰهُ أَنْ أَخْتَبِئَ دَعْوَتِي شَفَاعَةً لِأُمَّتِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ**))

[488] - حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ہر نبی کو ایک دعا کا حق حاصل ہے، اور میں نے ارادہ کیا ہے کہ ان شاء اللہ میں اپنی اس دعا کو قیامت کے روز اپنی امت کی شفاعت کے لیے محفوظ رکھوں گا، (ان شاء اللہ کا لفظ، محض تبرک اور اللہ تعالیٰ کے حکم کے امتثال کے لیے ہے)

---

[487] انفرد به مسلم- انظر (التحفة) برقم (۱۵۲۵۰)

[488] انفرد به مسلم- انظر (التحفة) برقم (۱۵۲۵۳)

[489] ٣٣٦-(. . .)حَدَّثَنِي زُهَيْرٌ نَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ أَخْبَرَنِي ابْنُ أَخِي ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عَمِّهِ حَدَّثَنِي عَمْرُو بْنُ أَبِي سُفْيَانَ بْنِ أَسِيدِ بْنِ جَارِيَةَ الثَّقَفِيُّ مِثْلَ ذَلِكَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

[489] ۔امام صاحب مذکورہ بالا روایت ایک اور سند سے بیان کرتے ہیں۔

[490] ٣٣٧-(. . .)وحَدَّثَنِي حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ أَنَّ عَمْرَو بْنَ أَبِي سُفْيَانَ بْنِ أَسِيدِ بْنِ جَارِيَةَ الثَّقَفِيَّ أَخْبَرَهُ

أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ لِكَعْبِ الْأَحْبَارِ إِنَّ نَبِيَّ اللّٰهِ ﷺ قَالَ ((**لِكُلِّ نَبِيٍّ دَعْوَةٌ يَدْعُوبِهَا فَأَنَا أُرِيدُ إِنْ شَاءَ اللّٰهُ أَنْ أَخْتَبِئَ دَعْوَتِي شَفَاعَةً لِأُمَّتِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ**)) فَقَالَ كَعْبٌ لِأَبِي هُرَيْرَةَ أَنْتَ سَمِعْتَ هٰذَا مِنْ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ نَعَمْ

[490] ۔حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کعب احبار سے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ہر نبی کو ایک دعا کرنے کا حق حاصل ہے جسے وہ مانگتا ہے، تو میں چاہتا ہوں، ان شاء اللہ۔ میں اپنی دعا قیامت کے دن اپنی امت کی شفاعت کے لیے چھپا رکھوں۔'' تو کعب نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا، آپ نے یہ فرمان (براہ راست) رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے؟ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا، جی ہاں۔

[491] ٣٣٨-(١٩٩)حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَأَبُو كُرَيْبٍ وَاللَّفْظُ لِأَبِي كُرَيْبٍ قَالَا حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي صَالِحٍ

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ ((**لِكُلِّ نَبِيٍّ دَعْوَةٌ مُسْتَجَابَةٌ فَتَعَجَّلَ كُلُّ نَبِيٍّ دَعْوَتَهُ وَإِنِّي اخْتَبَأْتُ دَعْوَتِي شَفَاعَةً لِأُمَّتِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَهِيَ نَائِلَةٌ إِنْ شَاءَ اللّٰهُ مَنْ مَاتَ مِنْ أُمَّتِي لَا يُشْرِكُ بِاللّٰهِ شَيْئًا**))

[491] ۔حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ہر نبی کے لیے ایک مقبول دعا ہے اور میں نے اپنی دعا کو قیامت کے دن اپنی امت کی شفاعت کے لیے چھپا رکھا ہے، جبکہ ہر نبی جلدی کرتے

[489] انفرد به مسلم۔ انظر (التحفة) برقم (١٤٢٧٢)

[490] انفرد به مسلم۔ انظر (التحفة) برقم (١٤٢٧٢)

[491] اخرجه الترمذی فی (جامعه) فی الدعوات، باب: فضل لاحول ولا قوة الا بالله برقم (٣٦٠٢) وابن ماجه فی (سننه) فی الزهد، باب: ذكر الشفاعة برقم (٤٣٠٧) انظر (التحفة) برقم (١٢٥١٢)

ہوئے (دنیا میں) دعا کر چکا ہے، میری شفاعت ہر اس انسان کو حاصل ہوگی، ان شاء اللہ، جو میری امت سے اس حال میں فوت ہوگا، کہ اس نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہرایا ہوگا۔

فائدہ:.......اس حدیث سے معلوم ہوا کہ شرک یعنی اللہ تعالیٰ کی ذات، صفات، افعال اور حقوق میں کسی کو شریک ٹھہرانا اس قدر گھناؤنا جرم ہے کہ ایسا انسان قیامت کے دن آپ کی شفاعت سے محروم ہوگا لیکن کبیرہ گناہ کا مرتکب سفارش کا حقدار ہوگا اور ایک نہ ایک وقت جہنم سے نجات پا جائے گا۔

[492] ۳۳۹۔(. . .)حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنْ عُمَارَةَ وَهُوَ ابْنُ الْقَعْقَاعِ عَنْ أَبِي زُرْعَةَ

أَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ **((لِكُلِّ نَبِيٍّ دَعْوَةٌ مُسْتَجَابَةٌ يَدْعُو بِهَا فَيُسْتَجَابُ لَهُ فَيُؤْتَاهَا وَإِنِّي اخْتَبَأْتُ دَعْوَتِي شَفَاعَةً لِأُمَّتِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ))**

[492]۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ہر نبی کے لیے ایک مقبول دعا ہے، جو وہ کرتا ہے اور وہ اس کی خاطر قبول ہوتی ہے اور وہ اسے دی جاتی ہے، اور میں نے اپنی دعا قیامت کے دن، اپنی امت کی سفارش کے لیے چھپا رکھی ہے۔''

[493] ۳۴۰۔(. . .)حَدَّثَنَا عُبَيْدُاللَّهِ بْنُ مُعَاذٍ الْعَنْبَرِيُّ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ مُحَمَّدٍ وَهُوَ ابْنُ زِيَادٍ قَالَ سَمِعْتُ

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ **((لِكُلِّ نَبِيٍّ دَعْوَةٌ دَعَا بِهَا فِي أُمَّتِهِ فَاسْتُجِيبَ لَهُ وَإِنِّي أُرِيدُ إِنْ شَاءَ اللَّهُ أَنْ أُؤَخِّرَ دَعْوَتِي شَفَاعَةً لِأُمَّتِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ))**

[493]۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہر نبی کے لیے ایک دعا ہے جو اس نے اپنی امت کے بارے میں مانگ لی ہے اور وہ اس کے حق میں قبول ہو چکی ہے اور میں چاہتا ہوں کہ ان شاء اللہ میں اپنی دعا کو قیامت کے دن، اپنی امت کی سفارش کے لیے مؤخر کر دوں۔

[494] ۳۴۱۔(۲۰۰)حَدَّثَنِي أَبُو غَسَّانَ الْمِسْمَعِيُّ وَمُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى وَابْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا وَاللَّفْظُ لِأَبِي غَسَّانَ قَالُوا: حَدَّثَنَا مُعَاذٌ يَعْنُونَ ابْنَ هِشَامٍ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ قَتَادَةَ

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ نَبِيَّ اللَّهِ ﷺ قَالَ **((لِكُلِّ نَبِيٍّ دَعْوَةٌ دَعَاهَا لِأُمَّتِهِ وَإِنِّي اخْتَبَأْتُ دَعْوَتِي شَفَاعَةً لِأُمَّتِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ))**

[492] انفرد به مسلم۔ انظر (التحفة) برقم (١٤٩١٧)
[493] انفرد به مسلم۔ انظر (التحفة) برقم (١٤٣٩٧)
[494] انفرد به مسلم۔ انظر (التحفة) برقم (١٣٧٦)

[494] ۔حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ہر نبی کے لیے ایک دعا ہے جو اس نے اپنی امت کے لیے کی ہے، اور میں نے اپنی دعا، قیامت کے روز اپنی امت کی شفاعت کے لیے چھپا رکھی ہے۔''

[495] ٣٣٣۔(. . .)و حَدَّثَنِيهِ زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَابْنُ أَبِي خَلَفٍ قَالَا: حَدَّثَنَا رَوْحٌ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ قَتَادَةَ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ

[495] ۔امام صاحب مذکورہ بالا روایت ایک اور سند سے بیان کرتے ہیں۔

[496] ٣٤٤۔(. . .)و حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ ح و حَدَّثَنِيهِ إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعِيدٍ الْجَوْهَرِيُّ قَالَ نَا أَبُو أُسَامَةَ جَمِيعًا عَنْ مِسْعَرٍ عَنْ قَتَادَةَ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ غَيْرَ أَنَّ فِي حَدِيثِ وَكِيعٍ قَالَ قَالَ أُعْطِيَ وَفِي حَدِيثِ أَبِي أُسَامَةَ عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم

[496] ۔امام صاحب مذکورہ روایت ایک اور سند سے بیان کرتے ہیں۔

[497] ٣٤٤۔(. . .)و حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْأَعْلٰى حَدَّثَنَا الْمُعْتَمِرُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَنَسٍ أَنَّ نَبِيَّ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ فَذَكَرَ نَحْوَ حَدِيثِ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسٍ

[497] امام صاحب نے ایک اور استاد کی سند سے قتادہ کی حضرت انس سے روایت جیسی روایت بیان کی ہے۔

[498] ٣٤٥۔(٢٠١)و حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ أَحْمَدَ بْنِ أَبِي خَلَفٍ حَدَّثَنَا رَوْحٌ قَالَ أَخْبَرَنِي ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ أَخْبَرَنِي أَبُو الزُّبَيْرِ أَنَّهُ سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِاللّٰهِ يَقُولُ عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم **((لِكُلِّ نَبِيٍّ دَعْوَةٌ قَدْ دَعَا بِهَا فِي أُمَّتِهِ وَخَبَأْتُ دَعْوَتِي شَفَاعَةً لِأُمَّتِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ))**

[498] ۔حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ہر نبی کے لیے ایک دعا ہے جو اپنی امت کے بارے میں کر چکا ہے اور میں نے اپنی دعا، قیامت کے دن اپنی امت کی شفاعت کے لیے چھپا رکھی ہے۔''

[495] انفرد به مسلم۔ انظر (التحفة) برقم (١٢٨٥)

[496] انفرد به مسلم۔ انظر (التحفة) برقم (١٣٣٣)

[497] اخرجه البخاری فی (صحیحه) فی الدعوات، باب: لکل نبی دعوة مستجابة برقم (٦٣٠٥) انظر (التحفة) برقم (٨٨٠)

[498] انفرد به مسلم۔ انظر (التحفة) برقم (٢٨٣٨)

۸۷...... بَاب: دُعَآءِ النَّبِيِّ ﷺ لِأُمَّتِهِ وَبُكَآئِهِ شَفَقَةً عَلَيْهِمْ

باب ۸۷: نبی اکرم ﷺ کا اپنی امت کے حق میں دعا کرنا اور اس پر شفقت کی بنا پر رونا

[499] ۳۴۶-(۲۰۲) حَدَّثَنِي يُونُسُ بْنُ عَبْدِالْاَعْلٰى الصَّدَفِيُّ أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي عَمْرُو بْنُ الْحَارِثِ أَنَّ بَكْرَ بْنَ سَوَادَةَ حَدَّثَهُ عَنْ عَبْدِالرَّحْمٰنِ بْنِ جُبَيْرٍ

عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ تَلَا قَوْلَ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ فِي إِبْرَاهِيمَ رَبِّ إِنَّهُنَّ أَضْلَلْنَ كَثِيرًا مِّنَ النَّاسِ فَمَنْ تَبِعَنِي فَإِنَّهُ مِنِّي (ابراهيم : ۳۶) الْآيَةَ وَقَالَ عِيْسٰى عَلَيْهِ السَّلَام إِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَإِنَّهُمْ عِبَادُكَ وَإِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَإِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ (المائده :۱۱۸) فَرَفَعَ يَدَيْهِ وَقَالَ ((اللّٰهُمَّ أُمَّتِي أُمَّتِي)) وَبَكٰى فَقَالَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ يَا جِبْرِيلُ اذْهَبْ اِلٰى مُحَمَّدٍ وَرَبُّكَ أَعْلَمُ فَسَلْهُ مَا يُبْكِيكَ فَأَتَاهُ جِبْرِيلُ عَلَيْهِ السَّلَام فَسَأَلَهُ فَأَخْبَرَهُ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ بِمَا قَالَ وَهُوَ أَعْلَمُ فَقَالَ اللّٰهُ يَا جِبْرِيلُ اذْهَبْ اِلٰى مُحَمَّدٍ فَقُلْ إِنَّا سَنُرْضِيكَ فِي أُمَّتِكَ وَلَا نَسُوؤُكَ

[499] ۔حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں اللہ تعالیٰ کے فرمان کی تلاوت فرمائی: ''اے میرے رب! انہوں نے بہت سے لوگوں کو گمراہ کیا، تو جس نے میری پیروی کی، وہ میرا ہے (یعنی میرے راستے پر ہے) اور جس نے میری نافرمانی کی، تو تو بے شک بخشنے والا مہربان ہے۔'' (ابراہیم:۳۶) اور آپ نے عیسیٰ علیہ السلام کے قول کی تلاوت فرمائی: ''اور اگر تو انہیں عذاب دے گا تو یہ تیرے بندے ہیں اور اگر تو انہیں معاف فرمائے گا، تو، تو بلاشبہ سب پر غالب اور انتہائی حکمت والا ہے۔'' (المائدہ:۱۱۸) اور آپ نے ہاتھ اٹھا کر دعا فرمائی: اے اللہ! میری امت، میری امت اور آپ رو دیئے، تو اللہ تعالیٰ نے جبریل کو حکم دیا، اے جبریل! محمد (ﷺ) کے پاس جاؤ، اور ان سے پوچھو حالانکہ اللہ تعالیٰ کو خوب علم ہے کیوں رو رہے ہو؟ تو آپ کے پاس جبریل علیہ السلام آئے اور پوچھا، تو رسول اللہ ﷺ نے اپنی بات اسے بتائی، اور اللہ تعالیٰ کو خوب علم ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے جبریل! محمد (ﷺ) کے پاس جا کر انہیں بتا دو، ہم تمہیں تمہاری امت کے بارے میں خوش کر دیں گے اور آپ کو رنجیدہ نہیں کریں گے۔

فوائد:...... ❶ رسول اکرم ﷺ اپنی امت کے لیے انتہائی رحیم و شفیق ہیں، اور اپنی امت کی نجات کے لیے

[499] انفرد به مسلم۔ انظر (التحفة) برقم (۸۸۷۳)

اللہ تعالیٰ کے حضور گریہ وزاری فرماتے تھے۔ ❷ اللہ تعالیٰ کے ہاں آپ کا مقام ومرتبہ انتہائی بلند وبالا ہے۔ جب آپ امت کے گناہوں کے مواخذہ کے تصور سے روئے تو فوراً حضرت جبریل علیہ السلام کو آپ کی خدمت میں رونے کا سبب پوچھنے کے لیے بھیجا، حالانکہ اللہ تعالیٰ کو سبب کا خوب علم تھا۔ ❸ آداب دعا میں ہاتھ اٹھانا بھی داخل ہے۔ ❹ امت کے گناہ گاروں کے لیے انتہائی امید افزا بات ہے بلکہ عظیم بشارت ہے کہ آیت مبارکہ ﴿وَلَسَوْفَ يُعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى﴾ اللہ تعالیٰ آپ کو اس قدر دے گا کہ آپ راضی ہو جائیں گے۔ کا تعلق آخرت سے بھی ہے، اللہ تعالیٰ آپ کو اپنی امت کے بارے میں صرف راضی ہی نہیں فرمائے گا بلکہ آپ کو رنج وغم سے محفوظ فرمائے گا۔ اور یہ تبھی ہوگا جب آپ کی امت کے تمام افراد نجات پا جائیں، اگر آپ کی امت کا کوئی فرد اپنے گناہوں کی پاداش میں جہنم میں رہ جائے گا، تو یہ تو آپ کے لیے رنجیدگی کا باعث رہے گا۔

۸۸...... بَاب: بَيَانِ أَنَّ مَنْ مَّاتَ عَلَى الْكُفْرِ فَهُوَ فِي النَّارِ وَلَا تَنَالُهُ شَفَاعَةٌ وَلَا تَنْفَعُهُ قَرَابَةُ الْمُقَرَّبِينَ

باب ۸۸: جو شخص کفر پر فوت ہوگا وہ دوزخ میں رہے گا، اور اس کو شفاعت حاصل نہ ہوگی اور اسے مقرب لوگوں کی رشتہ داری فائدہ نہیں دے گی

[500] ۳۴۷۔(۲۰۳)حَدَّثَنَا أَبُوبَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَفَّانُ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ أَنَسٍ أَنَّ رَجُلًا قَالَ يَا رَسُولَ اللهِ أَيْنَ أَبِي قَالَ ((فِي النَّارِ)) فَلَمَّا قَفَا الرَّجُلُ دَعَاهُ فَقَالَ ((إِنَّ أَبِي وَأَبَاكَ فِي النَّارِ))

[500]۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک آدمی نے پوچھا، اے اللہ کے رسول! میرا باپ کہاں ہے؟ آپ نے فرمایا: ''آگ میں، جب وہ پشت پھیر کر چلا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے بلا کر فرمایا: میرا باپ اور تیرا باپ دونوں آگ میں ہیں۔''

فائدہ:...... یہ حدیث اس مسئلہ میں بالکل صریح ہے کہ آپ کے والد کفر کی حالت پر فوت ہوئے، اس کی موجودگی میں ایسی آیات اور احادیث سے استدلال کرنا جن کے معنی وتفسیر کے بارے میں مختلف اقوال ہیں اور سب کا احتمال موجود ہے، درست نہیں ہے کیونکہ مسلم ضابطہ ہے إِذَا جَاءَ الْاِحْتِمَالُ بَطَلَ الاِسْتِدلَالُ: کئی معانی کے احتمال کی صورت میں استدلال کرنا (ایک مسئلہ کے بارے میں) درست نہیں ہے۔
اور اب کا معنی چچا کرنا، مجازی معنی ہے، اور مجازی معنی کے لیے قرینہ اور دلیل کی ضرورت ہے، جو یہاں موجود نہیں

[500]اخرجه ابوداود فی (سننه) باب: فی ذراری المشرکین برقم (٤٧١٨) انظر (التحفة) برقم (٣٢٧)

ہے لیکن اس مسئلہ میں زیادہ بحث و کرید میں پڑنے کی ضرورت نہیں ہے، اس لیے اس کو خواہ مخواہ موضوع بحث نہیں بنانا چاہیے، اس حدیث کا اصل مقصد یہ ہے کہ کفر اتنا گھناؤنا جرم ہے کہ کسی عظیم سے عظیم ہستی کی سفارش سے بھی کافر دوزخ سے نہیں نکل سکتا۔

۸۹...... باب :فِيْ قَوْلِهِ تَعَالَى ﴿وَأَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْأَقْرَبِيْنَ﴾

باب ۸۹: اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ''اپنے قریبی رشتہ داروں کو ڈرائیے۔''

[501] ۳۴۸-(۲۰۴) حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَا: حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنْ عَبْدِالْمَلِكِ بْنِ عُمَيْرٍ عَنْ مُوسَى بْنِ طَلْحَةَ

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ لَمَّا أُنْزِلَتْ هٰذِهِ الْآيَةُ وَأَنْذِرْ عَشِيرَتَكَ الْأَقْرَبِينَ دَعَا رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ قُرَيْشًا فَاجْتَمَعُوا ((فَعَمَّ وَخَصَّ فَقَالَ يَا بَنِي كَعْبِ بْنِ لُؤَيٍّ أَنْقِذُوا أَنْفُسَكُمْ مِّنَ النَّارِ يَا بَنِي مُرَّةَ بِنِ كَعْبٍ أَنْقِذُوا أَنْفُسَكُمْ مِّنَ النَّارِ يَا بَنِي عَبْدِ شَمْسٍ أَنْقِذُوا أَنْفُسَكُمْ مِّنَ النَّارِ يَا بَنِي عَبْدِ مَنَافٍ أَنْقِذُوا أَنْفُسَكُمْ مِّنَ النَّارِ يَا بَنِي هَاشِمٍ أَنْقِذُوا أَنْفُسَكُمْ مِّنَ النَّارِ يَا بَنِي عَبْدِالْمُطَّلِبِ أَنْقِذُوا أَنْفُسَكُمْ مِّنَ النَّارِ يَا فَاطِمَةُ أَنْقِذِي نَفْسَكِ مِنَ النَّارِ فَإِنِّي لَا أَمْلِكُ لَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ شَيْئًا غَيْرَ أَنَّ لَكُمْ رَحِمًا سَأَبُلُّهَا بِبَلَالِهَا))

[501] ۔حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب یہ آیت اتری: ''اپنے انتہائی قریبی رشتہ داروں کو ڈرائیے۔'' (الشعراء: ۲۱۴) تو رسول اللہ ﷺ نے قریش کو بلایا، جب جمع ہو گئے تو آپ نے خطاب میں عام اور خاص لوگوں کو مخاطب فرمایا: اے کعب بن لوی کی اولاد! اپنے آپ کو آگ سے بچاؤ۔ اے مرہ بن کعب کی اولاد! اپنے آپ کو دوزخ سے بچا لو۔ اے عبدشمس کی اولاد! اپنے آپ کو آگ سے بچاؤ۔ اے عبد مناف کی اولاد! اپنے آپ کو آگ سے بچاؤ۔ اے ہاشمیو! اپنے آپ کو آگ سے بچاؤ۔ اے عبدالمطلب کے بیٹو! اپنے آپ کو آگ سے بچاؤ۔ اے فاطمہ! اپنے آپ کو آگ سے بچا، میں اللہ تعالیٰ کے مقابلہ میں (اگر وہ تمہیں پکڑنا چاہے) تمہارے لیے کسی چیز کا مالک نہیں ہوں، ہاں اتنی بات ہے تمہارے ساتھ رشتہ داری ہے، میں اس کو جوڑتا رہوں گا۔ میں اس کی طراوت کی وجہ سے اس کو تر رکھوں گا۔

---

[501] اخرجه الترمذی فی (جامعه) فی تفسیر القرآن، باب ومن سورة الشعراء۔ وقال: هذا حديث حسن صحيح غريب من هذا الوجه برقم (۳۱۸۵) والنسائی فی (المجتبی) فی الوصايا، باب: اذا وصی لعشيرته الاقربين ۶/ ۲۴۸-۲۴۹۔ انظر (التحفة) برقم (۱۴۹۲۳)

مفردات الحدیث ❶ لَا اَمْلِكُ لكم من الله شيئا: میری رشتہ داری پر اعتماد کر کے ایمان و عمل صالح سے غافل نہ ہو جانا، ایمان کے بغیر میں تم سے عذاب کو دور نہ کر سکوں گا۔ ❷ سَابُلُّها بِبَلالها: بلال کی (باء) پر زبر اور زیر دونوں آ سکتے ہیں، طراوت کو کہتے ہیں، مقصد یہ ہے، میں تمہارے ساتھ صلہ رحمی کروں گا، قطع رحمی نہیں کروں گا۔

[502] ۳۴۹۔(...)و حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ الْقَوَارِيرِيُّ حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ

عَنْ عَبْدِالْمَلِكِ بْنِ عُمَيْرٍ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ وَحَدِيثُ جَرِيرٍ أَتَمُّ وَأَشْبَعُ

[502]۔امام صاحب مذکورہ روایت اور سند سے بیان کرتے ہیں۔

[503] ۳۵۰۔(۲۰۵)حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ وَيُونُسُ بْنُ بُكَيْرٍ قَالَا: حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ لَمَّا نَزَلَتْ وَأَنْذِرْ عَشِيرَتَكَ الْأَقْرَبِينَ قَامَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ عَلَى الصَّفَا فَقَالَ ((يَا فَاطِمَةُ بِنْتَ مُحَمَّدٍ يَا صَفِيَّةُ بِنْتَ عَبْدِالْمُطَّلِبِ يَا بَنِي عَبْدِالْمُطَّلِبِ لَا أَمْلِكُ لَكُمْ مِنَ اللّٰهِ شَيْئًا سَلُونِي مِنْ مَالِي مَا شِئْتُمْ))

[503]۔حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جب سورۂ شعراء کی آیت ''اور اپنے قریب ترین رشتہ داروں کو ڈرایئے۔'' نازل ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے صفا پہاڑ پر چڑھ کر فرمایا: اے محمد (ﷺ) کی لخت جگر فاطمہ! اے عبدالمطلب کی بیٹی صفیہ! اے عبدالمطلب کی اولاد! میں اللہ تعالیٰ کے مقابلہ میں تمہارے لیے کسی چیز کا مالک نہیں (یعنی اس کی اجازت کے بغیر اس کے عذاب سے نہیں بچا سکتا) میرے مال سے جو چاہو مانگ لو۔''

[504] ۳۵۱۔(۲۰۶)و حَدَّثَنِي حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ أَخْبَرَنِي ابْنُ الْمُسَيَّبِ وَأَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِالرَّحْمٰنِ

أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ حِينَ أُنْزِلَ عَلَيْهِ وَأَنْذِرْ عَشِيرَتَكَ الْأَقْرَبِينَ ((يَا مَعْشَرَ قُرَيْشٍ اشْتَرُوا أَنْفُسَكُمْ مِنَ اللّٰهِ لَا أُغْنِي عَنْكُمْ مِنَ اللّٰهِ شَيْئًا يَا بَنِي عَبْدِالْمُطَّلِبِ لَا أُغْنِي عَنْكُمْ مِنَ اللّٰهِ شَيْئًا يَا عَبَّاسَ بْنَ عَبْدِالْمُطَّلِبِ لَا أُغْنِي عَنْكَ مِنَ اللّٰهِ شَيْئًا يَا صَفِيَّةُ عَمَّةَ رَسُولِ اللّٰهِ لَا أُغْنِي عَنْكِ مِنَ اللّٰهِ شَيْئًا يَا فَاطِمَةُ بِنْتَ رَسُولِ اللّٰهِ سَلِينِي بِمَا شِئْتِ لَا أُغْنِي عَنْكِ مِنَ اللّٰهِ شَيْئًا))

---

[502] تقدم تخريجه في الحديث السابق برقم (۵۰۰)

[503] انفرد به مسلم۔ انظر (التحفة) برق (۱۷۳۳۸)

[504] اخرجه البخاري في (صحيحه) في الوصايا، باب: هل يدخل النساء والولد في ←

[504] ۔حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کہ جب رسول اللہ ﷺ پر سورۂ شعراء کی آیت: ﴿وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ﴾ (آیت ۲۱۴) اتری، تو آپ نے فرمایا: اے قریش کی جماعت! اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ سے خرید لو (ایمان لاکر، نیک اعمال کرلو) میں اللہ تعالیٰ کے مقابلہ میں تمہارے کچھ کام نہیں آ سکتا، اے عبدالمطلب کی اولاد میں اللہ کے مقابلہ میں تمہیں کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتا، اے عبدالمطلب کے بیٹے عباس! میں اللہ کے مقابلہ میں تمہارے کچھ کام نہیں آ سکتا، اے اللہ کے رسول کی پھوپھی صفیہ! میں تم سے اللہ کے عذاب کو نہیں ٹال سکتا، اے اللہ کے رسول کی بیٹی فاطمہ! مجھ سے جو چاہو مانگ لو، میں اللہ کے سامنے تیرے کچھ کام نہیں آ سکتا۔"

فائدہ:......سورۂ شعراء کی سورت ہے، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ مدینہ میں سات ہجری میں مسلمان ہوئے، اس لیے قریش مکہ سے خطاب کے وقت وہ موجود نہیں تھے، اس لیے یہ روایت انہوں نے کسی دوسرے صحابی سے سنی ہوگی۔

[505] ۳۵۲۔(. . .) و حَدَّثَنِي عَمْرٌو النَّاقِدُ حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ بْنُ عَمْرٍو وَقَالَ زَائِدَةُ حَدَّثَنَا عَبْدُاللهِ بْنُ ذَكْوَانَ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ نَحْوَ هٰذَا

[505] ۔امام صاحب ایک اور سند سے مذکورہ بالا روایت بیان کرتے ہیں۔

[506] ۳۵۳۔(۲۰۷) حَدَّثَنَا أَبُو كَامِلٍ الْجَحْدَرِيُّ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ قَالَ حَدَّثَنَا التَّيْمِيُّ عَنْ أَبِي عُثْمَانَ

عَنْ قَبِيصَةَ بْنِ الْمُخَارِقِ وَزُهَيْرِ بْنِ عَمْرٍو قَالَا لَمَّا نَزَلَتْ وَأَنْذِرْ عَشِيرَتَكَ الْأَقْرَبِينَ قَالَ انْطَلَقَ نَبِيُّ اللهِ ﷺ إِلَى رَضْمَةٍ مِنْ جَبَلٍ فَعَلَا أَعْلَاهَا حَجَرًا ثُمَّ نَادٰى ((يَا بَنِي عَبْدِ مَنَافٍ إِنِّي نَذِيرٌ إِنَّمَا مَثَلِي وَمَثَلُكُمْ كَمَثَلِ رَجُلٍ رَأَى الْعَدُوَّ فَانْطَلَقَ يَرْبَأُ أَهْلَهُ فَخَشِيَ أَنْ يَسْبِقُوهُ فَجَعَلَ يَهْتِفُ يَا صَبَاحَاهُ))

[506] ۔حضرت قبیصہ اور زہیر بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جب آیت ﴿وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ﴾ اتری، تو نبی اکرم ﷺ ایک پہاڑی ٹیلے پر تشریف لے گئے اور اس کے سب سے اونچے پتھر پر چڑھ گئے، پھر آواز دی، اے عبد مناف کی اولاد! میں ڈرانے والا ہوں، میری اور تمہاری مثال اس آدمی کی ہے، جس نے دشمن

← الاقارب برقم (۲۷۵۳) تعليقا۔ وفي التفسير، باب: ﴿وانذر عشيرتك الاقربين﴾ برقم (۴۷۷۱) ايضا معلقا۔ واخرجه النسائي في (المجتبى) في الوصايا، باب: اذا اوصى لعشيرته الاقربين ۶/ ۲۴۸۔ انظر (التحفة) برقم (۱۵۳۲۸)

[505] انفرد به مسلم۔ انظر (التحفة) برقم (۱۳۶۶۰)

[506] انفرد به مسلم۔ انظر (التحفة) برقم (۳۶۵۲) و (۱۱۰۶۶)

کو دیکھا تو وہ خاندان کو بچانے کے لیے چل پڑا، اور اسے خطرہ محسوس ہوا کہ دشمن اس سے پہلے نہ پہنچ جائے، تو وہ چلانے لگا، اے صبح کا حملہ (دشمن سے چوکنے ہو جاؤ)۔

[507] ۳۵۴۔(...) و حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِالْاَعْلٰی حَدَّثَنَا الْمُعْتَمِرُ عَنْ أَبِيهِ حَدَّثَنَا أَبُو عُثْمَانَ عَنْ زُهَيْرِ بْنِ عَمْرٍو وَقَبِيصَةَ بْنِ مُخَارِقٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ بِنَحْوِهِ

[507]۔ امام صاحب ایک اور سند سے مذکورہ بالا روایت بیان کرتے ہیں۔

[508] ۳۵۵۔(۲۰۸) و حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ لَمَّا نَزَلَتْ هٰذِهِ الْآيَةُ وَأَنْذِرْ عَشِيرَتَكَ الْأَقْرَبِينَ وَرَهْطَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِينَ خَرَجَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ حَتّٰى صَعِدَ الصَّفَا فَهَتَفَ ((يَاصَبَاحَاهْ)) فَقَالُوا مَنْ هٰذَا الَّذِي يَهْتِفُ قَالُوا مُحَمَّدٌ فَاجْتَمَعُوا إِلَيْهِ فَقَالَ يَا بَنِي فُلَانٍ ((يَا بَنِي فُلَانٍ يَا بَنِي فُلَانٍ يَا بَنِي عَبْدِ مَنَافٍ يَا بَنِي عَبْدِالْمُطَّلِبِ)) فَاجْتَمَعُوا إِلَيْهِ فَقَالَ ((أَرَأَيْتَكُمْ لَوْ أَخْبَرْتُكُمْ أَنَّ خَيْلًا تَخْرُجُ بِسَفْحِ هٰذَا الْجَبَلِ أَكُنْتُمْ مُصَدِّقِيَّ)) قَالُوا مَا جَرَّبْنَا عَلَيْكَ كَذِبًا قَالَ ((فَإِنِّي نَذِيرٌ لَكُمْ بَيْنَ يَدَيْ عَذَابٍ شَدِيدٍ)) قَالَ فَقَالَ أَبُو لَهَبٍ تَبًّا لَّكَ أَمَا جَمَعْتَنَا إِلَّا لِهٰذَا ثُمَّ قَامَ فَنَزَلَتْ هٰذِهِ السُّورَةُ تَبَّتْ يَدَا أَبِي لَهَبٍ وَقَدْ تَبَّ كَذَا قَرَأَ الْأَعْمَشُ إِلَى آخِرِ السُّورَةِ

[508]۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب یہ آیت اتری ”اپنے انتہائی قریبی رشتہ داروں کو ڈرائیے“ اور ان میں سے خاص کر اپنے خاندان کے سچے اور مخلص لوگوں کو، تو رسول اللہ ﷺ نکل کر صفا پہاڑ پر چڑھے، اور بلند آواز سے فرمایا: ”یا صباحاہ“ دفاع کے لیے تیار ہو جاؤ، لوگوں نے ایک دوسرے سے پوچھا یہ کون آواز دے رہا ہے؟ جواب ملا، محمد (ﷺ) تو سب لوگ آپ کے پاس جمع ہو گئے، آپ نے فرمایا: اے

[507] انفرد به مسلم۔ انظر (التحفة) برقم (۳٦٥٢) و (۱۱۰٦٦)

[508] اخرجه البخاری فی ((صحیحه)) فی الجنائز، باب: ذکر شرار الموتی برقم (۱۳۹٤) مختصرا۔ وفی المناقب، باب: من انتسب الی آبائه فی الاسلام والجاهلیة برق (۳٥۲٦) وفی التفسیر، باب ﴿ان هو الا نذیر لکم بین یدی عذاب شدید﴾ برقم (٤٨٠١) وفی باب: ﴿تبت یدا ابی لهب وتب﴾ برقم (٤٩٧١ و ٤٩٧٢ و ٤٩٧٣) والترمذی فی (جامعه) فی التفسیر باب: ومن سورة تبت یدا۔ وقال: هذا حدیث حسن صحیح برقم (۳۳٦۳) انظر (التحفة) برقم (٥٥٩٤)

فلاں کی اولاد! اے فلاں کی اولاد! اے فلاں کی اولاد! اے عبد مناف کی اولاد! اے عبدالمطلب کی اولاد! یہ لوگ آپ کے قریب جمع ہوگئے، تو آپ نے پوچھا، بتاؤ اگر میں تمہیں اطلاع دوں کہ اس پہاڑ کے دامن سے گھوڑ سوار نکلنے والے ہیں، تو کیا تم میری تصدیق کرو گے؟ انہوں نے کہا، ہم نے تمہیں کبھی جھوٹا نہیں پایا، آپ نے فرمایا: ''میں تمہیں سخت عذاب (کی آمد) سے پہلے ڈرا رہا ہوں، تو ابولہب نے کہا، تم ہلاک ہو جاؤ، کیا تو نے ہمیں اس خاطر جمع کیا تھا؟ پھر وہ کھڑا ہوگیا، تو اس پر یہ سورت اتری! ابولہب کے دونوں ہاتھ تباہ ہوئے، یقیناً وہ خود ہلاک ہوا، (سورۂ لہب) اعمش نے پوری سورت کی قراءت کی اور قــد کے اضافہ سے پڑھا۔ یعنی قد تب پڑھا۔

[509] ٣٥٦۔(. . .)وْ حَدَّثَنَا أَبُوبَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَأَبُو كُرَيْبٍ قَالَانَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ قَالَ صَعِدَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ ذَاتَ يَوْمِ الصَّفَا فَقَالَ ((يَاصَبَاحَاهُ)) بِنَحْوِ حَدِيثِ أَبِي أُسَامَةَ وَلَمْ يَذْكُرْ نُزُولَ الْآيَةِ وَأَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْأَقْرَبِينَ

[509]۔ امام صاحب ایک اور سند سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ایک دن کوہ صفا پر چڑھے اور فرمایا: یاصباحاہ، ابواسامہ کی طرح روایت بیان کی، لیکن آیت وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ کے اترنے کا تذکرہ نہیں کیا۔

فائدہ:...... مذکورہ بالا صحیح احادیث سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ آپ اللہ تعالیٰ کی اجازت کے بغیر کسی کی حتیٰ کہ اپنے انتہائی عزیز رشتہ داروں کی بھی سفارش نہیں کریں گے، اور قرآن مجید میں صراحتاً فرمایا گیا ہے: ﴿يَوْمَئِذٍ لَّا تَنفَعُ الشَّفَاعَةُ إِلَّا مَنْ أَذِنَ لَهُ الرَّحْمٰنُ وَرَضِيَ لَهُ قَوْلًا﴾ (طٰہٰ: ١٠٩) ''اس دن شفاعت کسی کو نفع نہ دے گی، مگر اس شخص کو جس کے حق میں رحمان نے اجازت دے دی اور اس کے حق میں بولنا پسند فرمالیا۔'' آیت الکرسی میں فرمایا: ﴿مَن ذَا الَّذِي يَشْفَعُ عِندَهُ إِلَّا بِإِذْنِهِ﴾ ''کون ایسا ہے جو اس کے سامنے اس کی اجازت کے بغیر سفارش کر سکے۔'' ان صریح احادیث وآیات کے باوجود یہ کہنا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو شفاعت کا مالک ومختار بنا دیا ہے، کس قدر جسارت ہے، اور ساتھ ہی یہ ماننا، آپ اللہ تعالیٰ کی اجازت اور اس کے بتائے بغیر شفاعت کے مالک ومختار نہیں ہیں۔ جس کو اجازت لینے اور اطلاع دینے کی ضرورت ہو اس کو مالک ومختار کہا جائے گا، جو کسی چیز کا مالک اور مختار ہوتا ہے، اسے اس کے بارے میں کسی سے اجازت لینے کی ضرورت نہیں ہوتی۔

---

[509] تقدم تخريجه في الحديث السابق برقم (٥٠٧)

۹۰...... بَاب: شَفَاعَةِ النَّبِيِّ ﷺ لِأَبِي طَالِبٍ وَالتَّخْفِيفِ عَنْهُ بِسَبَبِهِ

باب۹۰: نبی اکرم ﷺ کا ابو طالب کی سفارش کرنا اور اس کی بنا پر اس کے عذاب میں تخفیف ہونا

[510] ۳۵۷۔(۲۰۹) وَحَدَّثَنَا عُبَيْدُاللهِ بْنُ عُمَرَ الْقَوَارِيرِيُّ وَمُحَمَّدُ بْنُ أَبِي بَكْرٍ الْمُقَدَّمِيُّ وَمُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْمَلِكِ الْأُمَوِيُّ قَالُوا نَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ عُمَيْرٍ

عَنْ عَبْدِاللهِ بْنِ الْحَارِثِ بْنِ نَوْفَلٍ عَنِ الْعَبَّاسِ بْنِ عَبْدِالْمُطَّلِبِ أَنَّهُ قَالَ يَا رَسُولَ اللهِ هَلْ نَفَعْتَ أَبَا طَالِبٍ بِشَيْءٍ فَإِنَّهُ كَانَ يَحُوطُكَ وَيَغْضَبُ لَكَ قَالَ ﷺ ((نَعَمْ هُوَ فِي ضَحْضَاحٍ مِنْ نَّارٍ وَلَوْلَا أَنَا لَكَانَ فِي الدَّرْكِ الْأَسْفَلِ مِنَ النَّارِ))

[510] ۔حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے پوچھا: اے اللہ کے رسول! کیا آپ نے ابو طالب کو کچھ نفع پہنچایا، وہ آپ کی حفاظت اور دفاع کرتا تھا اور آپ کی خاطر غضبناک ہوتا تھا؟ آپ نے جواب دیا، ہاں، وہ آگ میں ٹخنوں تک ہے، اگر میں نہ ہوتا (اس کی سفارش نہ کرتا) تو وہ جہنم کے سب سے نچلے طبقہ میں ہوتا۔

[511] ۳۵۸۔(. . .) حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عُمَرَ قَالَ نَا سُفْيَانُ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ عُمَيْرٍ عَنْ عَبْدِاللهِ بْنِ الْحَارِثِ

قَالَ سَمِعْتُ الْعَبَّاسَ يَقُولُ قُلْتُ يَارَسُولَ اللهِ إِنَّ أَبَا طَالِبٍ كَانَ يَحُوطُكَ وَيَنْصُرُكَ وَيَغْضَبُ لَكَ فَهَلْ نَفَعَهُ ذٰلِكَ قَالَ ((نَعَمْ وَجَدْتُّهُ فِي غَمَرَاتٍ مِّنَ النَّارِ فَأَخْرَجْتُهُ إِلٰى ضَحْضَاحٍ))

[511] ۔حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے پوچھا، اے اللہ کے رسول! ابو طالب آپ کی حفاظت کرتا تھا اور آپ کی مدد کرتا تھا، (آپ کی خاطر لوگوں سے ناراض ہوتا تھا) تو کیا اس سے اس کو کچھ نفع ہوا؟ آپ نے فرمایا: ہاں! میں نے اس کو آگ کی گہرائی میں پایا، تو اس کو میں ہلکی آگ (ٹخنوں تک) میں نکال لایا۔

---

[510] اخرجه البخاري في (صحيحه) في مناقب الانصار، باب قصة ابى طالب برقم (٣٨٨٣) وفى الادب باب: كنية المشرك برقم (٦٢٠٨) وفى الرقاق، باب: صفة الجنة والنار برقم (٦٥٧٢) مختصرا۔ انظر (التحفة) برقم (٥١٢٨)

[511] تقدم تخريجه فى الحديث السابق برقم (٥٠٩)

[512] ۳۵۹۔(. . .)وَ حَدَّثَنِيهِ مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ قَالَ نَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ عَنْ سُفْيَانَ قَالَ حَدَّثَنِي عَبْدُالْمَلِكِ بْنُ عُمَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنِي عَبْدُاللّٰهِ بْنُ الْحَارِثِ قَالَ أَخْبَرَنِي الْعَبَّاسُ بْنُ عَبْدِالْمُطَّلِبِ ح وَ حَدَّثَنَاهُ أَبُوبَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا وَكِيعٌ

عَنْ سُفْيَانَ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ بِنَحْوِ حَدِيثِ أَبِي عَوَانَةَ

[512]۔امام صاحب مذکورہ بالا روایت ایک اور سند سے بیان کرتے ہیں۔

[513] ۳۶۰۔(۲۱۰) وَ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ نَا لَيْثٌ عَنِ ابْنِ الْهَادِ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ خَبَّابٍ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ ذُكِرَ عِنْدَهُ عَمُّهُ أَبُو طَالِبٍ فَقَالَ ((**لَعَلَّهُ تَنْفَعُهُ شَفَاعَتِي يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَيُجْعَلُ فِي ضَحْضَاحٍ مِنَ النَّارِ يَبْلُغُ كَعْبَيْهِ يَغْلِي مِنْهُ دِمَاغُهُ**))

[513]۔حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے سامنے آپ کے چچا ابو طالب کا تذکرہ ہوا، آپ نے فرمایا: امید ہے قیامت کے دن میری سفارش اس کو نفع دے گی اور اسے ہلکی آگ میں ڈالا جائے گا، جو اس کے ٹخنوں تک پہنچے گی، اس سے اس کا دماغ کھول رہا گا۔

فائدہ:...... نبی اکرم ﷺ کی نصرت وحمایت اور آپ کا تحفظ و دفاع، اللہ تعالیٰ کے ہاں، اس درجہ مقبول ہے کہ کفر کے باوجود، یہ ابو طالب کے حق میں نفع مند ہوگا، لیکن اس قدر محبت و پیار، نصرت وحمایت اور انتہائی قریبی رشتہ داری کے باوجود کفر کی غلاظت کی بنا پر وہ دوزخ سے نہیں نکل سکے گا، اور اپنے کفر کی بنا پر جس عذاب کا مستحق ہوگا، اس میں کمی نہیں ہوگی، کفر کی شدت اور اعمال فاسدہ کی کثرت وقلت کی بنا پر سب کافر ایک جیسے عذاب کے حق دار نہیں ہوں گے، لیکن ابو طالب کے عذاب کی تخفیف وتقلیل (قلت) سے آپ کے والدین کے ایمان پر استدلال کرنا عجیب منطق ہے، ابو طالب کے بارے میں سفارش آپ کا خاصہ بھی ہوسکتا ہے۔

۹۱...... بَابُ أَهْوَنِ أَهْلِ النَّارِ عَذَابًا

باب ۹۱: آگ والوں میں سے سب سے کم عذاب والا

[514] ۳۶۱۔(۲۱۱)حَدَّثَنَا أَبُوبَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا يَحْيَى بْنُ أَبِي بُكَيْرٍ قَالَ نَا زُهَيْرُ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنْ سُهَيْلِ بْنِ أَبِي صَالِحٍ عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ أَبِي عَيَّاشٍ

[512] تقدم تخريجه (٥٠٩)

[513] اخرجه البخاری فی (صحيحه) فی مناقب الانصار، باب: قصة ابی طالب برقم (٣٨٨٥ و ٣٨٨٦) وفی الرقاق، باب: صفة الجنة والنار برقم (٦٥٦٤) انظر (التحفة) برقم (٤٠٩٤)

[514] انفرد به مسلم۔ انظر (التحفة) برقم (٤٣٩٣)

عَنْ أَبِی سَعِيدِ الْخُدْرِيِّ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ ((إِنَّ أَدْنٰى أَهْلِ النَّارِ عَذَابًا يَنْتَعِلُ بِنَعْلَيْنِ مِنْ نَارٍ يَغْلِي دِمَاغُهُ مِنْ حَرَارَةِ نَعْلَيْهِ))

[514] ۔ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''سب دوزخیوں سے کم عذاب والا آگ کی دو جوتیاں پہنے ہوگا، اس کی جوتیوں کی گرمی کی وجہ سے اس کا دماغ کھولے گا۔''

[515] ٣٦٢-(٢١٢) وَ حَدَّثَنَا أَبُوبَكْرِ بْنُ أَبِی شَيْبَةَ قَالَ نَا عَفَّانُ نَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ قَالَ نَا ثَابِتٌ عَنْ أَبِی عُثْمَانَ النَّهْدِيِّ

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ أَهْوَنُ أَهْلِ النَّارِ عَذَابًا أَبُو طَالِبٍ وَهُوَ مُنْتَعِلٌ بِنَعْلَيْنِ يَغْلِي مِنْهُمَا دِمَاغُهُ۔

[515] ۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ابو طالب کو سب دوزخیوں سے ہلکا عذاب ہوگا، اور وہ دو جوتیاں پہنے ہوگا، جن سے اس کا دماغ کھولے گا۔

[516] ٣٦٣-(٢١٣) وَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى وَابْنُ بَشَّارٍ وَاللَّفْظُ لِابْنِ الْمُثَنّٰى حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حَفْصٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا إِسْحٰقَ يَقُولُ

سَمِعْتُ النُّعْمَانَ بْنَ بَشِيرٍ يَخْطُبُ وَ يَقُولُ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ يَقُولُ ((إِنَّ أَهْوَنَ أَهْلِ النَّارِ عَذَابًا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ لَرَجُلٌ تُوضَعُ فِي أَخْمَصِ قَدَمَيْهِ جَمْرَتَانِ يَغْلِي مِنْهُمَا دِمَاغُهُ))

[516] ۔ حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ نے خطاب فرمایا، جس میں انہوں نے کہا، میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا، آپ نے فرمایا: قیامت کے دن دوزخیوں میں سے سب سے کم عذاب اس کو ہوگا جس کے تلووں کے نیچے آگ کے دو انگارے رکھے جائیں گے، ان سے اس کا دماغ کھولے گا۔''

[517] ٣٦٤-(. . .) وَ حَدَّثَنَا أَبُوبَكْرِ بْنُ أَبِی شَيْبَةَ قَالَ نَا أَبُو أُسَامَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِی إِسْحٰقَ عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيرٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ ((إِنَّ أَهْوَنَ أَهْلِ النَّارِ عَذَابًا مَّنْ لَهُ نَعْلَانِ وَشِرَاكَانِ مِنْ نَّارٍ يَغْلِي مِنْهُمَا دِمَاغُهُ كَمَا يَغْلِ الْمِرْجَلُ مَا يَرٰى أَنَّ أَحَدًا أَشَدُّ مِنْهُ عَذَابًا وَإِنَّهُ لَأَهْوَنُهُمْ عَذَابًا))

---

[515] انفرد به مسلم۔ انظر (التحفة) برقم (٥٨٢١)

[516] اخرجه البخاری فی (صحیحه) فی الرقاق، باب: صفة الجنة والنار برقم (٦٥٦١ و ٦٥٦٢) والترمذی فی (جامعه) فی صفة جهنم برقم (٢٦٠٤) وقال: حدیث حسن صحیح۔ انظر (التحفة) برقم (١١٦٣٦)

[517] تقدم تخریجه فی الحدیث السابق برقم (٥١٥)

[517] ۔حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دوزخیوں میں سب سے ہلکے عذاب والا وہ شخص ہوگا جس کو آگ کی دو جوتیاں، تسموں سمیت پہنائی جائیں گی، ان سے اس کا دماغ اس طرح کھولے گا، جس طرح ہنڈیاں کھولتی ہے، وہ سمجھے گا، مجھ سے سخت عذاب کسی کو نہیں ہو رہا حالانکہ اس کو سب سے ہلکا عذاب ہو رہا ہوگا۔

فائدہ:.......اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ دوزخ میں جانے والا فرد یہی سمجھے گا کہ سب سے سخت عذاب مجھے ہی ہو رہا ہے، اس لیے آپ کی سفارش سے جو ابو طالب کے عذاب میں تخفیف ہوئی ہے، وہ اس کے حق میں اس اعتبار سے نافع نہیں ہوئی، اس لیے یہ تخفیف ﴿فَمَا تَنفَعُهُمْ شَفَاعَةُ الشَّافِعِينَ﴾ کے منافی نہیں ہے یا اس نفع سے مراد دوزخ سے نکلنا ہے کہ وہ دوزخ سے نہیں نکل سکیں گے۔

۹۲...... بَاب: الدَّلِيلِ عَلَى أَنَّ مَنْ مَّاتَ عَلَى الْكُفْرِ لَا يَنْفَعُهُ عَمَلٌ

باب ۹۲: کفر پر مرنے والے شخص کے عمل کے مفید نہ ہونے کی دلیل

[518] ۳۶۵ـ(۲۱۴)حَدَّثَنَا أَبُوبَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا حَفْصُ بْنُ غِيَاثٍ عَنْ دَاوُدَ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنْ مَسْرُوقٍ

عَنْ عَائِشَةَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللهِ ابْنُ جُدْعَانَ كَانَ فِي الْجَاهِلِيَّةِ يَصِلُ الرَّحِمَ وَيُطْعِمُ الْمِسْكِينَ فَهَلْ ذٰلِكَ نَافِعُهُ قَالَ ((لَا يَنْفَعُهُ إِنَّهُ لَمْ يَقُلْ يَوْمًا رَبِّ اغْفِرْ لِي خَطِيئَتِي يَوْمَ الدِّيْنِ))

[518] ۔حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے پوچھا، اے اللہ کے رسول! ابن جدعان جاہلیت کے دور میں صلہ رحمی کرتا تھا اور محتاجوں کو کھانا کھلاتا تھا، تو کیا یہ عمل اس کے لیے نافع ہوں گے، آپ نے فرمایا: ''اس کے لیے نافع نہیں ہوں گے کیونکہ اس نے کبھی (کسی ایک دن) بھی یہ نہیں کہا تھا، اے میرے رب! حساب وکتاب کے دن میری خطائیں معاف فرمانا۔''

فائدہ:.......کافر قیامت پر ایمان ویقین نہیں رکھتا، اس لیے وہ قیامت کے اجر وثواب کے حصول کے لیے کوئی کام نہیں کرتا، دنیوی نکتہ نظر سے کام کرتا ہے اس لیے اس کو نیک اعمال کا دنیا میں فائدہ پہنچتا ہے۔لیکن چونکہ وہ اچھے اعمال کرتا ہے، اور برے اعمال سے بچتا ہے، اس لیے، اس کا عذاب ان کافروں کے مقابلہ میں ہلکا ہوگا، جو اچھے اعمال سے محروم ہوتے ہیں، اور برے افعال کا ارتکاب کرتے ہیں، جنت میں جانے کے لیے ایمان شرط ہے، اور ایمان سے محروم کتنے بھی اچھے اعمال، اچھے اخلاق اور حسن معاملہ سے متصف ہو، اس کو ان اعمال سے یہ فائدہ حاصل نہیں ہوسکتا کہ وہ جنت میں چلا جائے۔

[518] انفرد به مسلم۔ انظر (التحفة) برقم (۱۷۶۲۳)

۹۳...... بَاب :مُوَالَاةِ الْمُؤْمِنِينَ وَمُقَاطَعَةِ غَيْرِهِمْ وَالْبَرَآئَةِ مِنْهُمْ

باب ۹۳: مومنوں سے دوستی اور دوسروں سے قطع تعلقی اور براءت کا اظہار کرنا

[519] ٣٦٦-(٢١٥)حَدَّثَنِي أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ قَالَ نَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ نَا شُعْبَةُ عَنْ إِسْمٰعِيلَ بْنِ أَبِي خَالِدٍ عَنْ قَيْسٍ

عَنْ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ جِهَارًا غَيْرَ سِرٍّ يَقُولُ ((أَلَا إِنَّ آلَ أَبِي يَعْنِي فُلَانًا لَيْسُوا لِي بِأَوْلِيَآءَ إِنَّمَا وَلِيِّيَ اللّٰهُ وَصَالِحُ الْمُؤْمِنِينَ))

[519] ۔حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا، آپ نے چھپائے بغیر بلند آواز سے فرمایا: ''فلاں کی اولاد! میری عزیز و دوست نہیں، میرا ساتھی اور دوست اللہ تعالیٰ اور نیک مسلمان ہیں۔''

فائدہ:...... وَلِـيّ کا معنی ہمدم، رفیق، دوست، حمایتی اور معاون و ناصر ہوتا ہے، اس حدیث سے معلوم ہوا، کہ نبی اکرم ﷺ کا عزیز، رفیق، اور معاون و ناصر اور رشتہ دار وہی ہے جو ایماندار ہونے کے ساتھ آپ کے دین پر عمل پیرا ہے اور نیک ہے اگرچہ اس کا آپ سے نسبی تعلق نہیں ہے اور جو ایماندار اور نیک نہیں ہے، وہ آپ کا عزیز، رفیق یا رشتہ دار نہیں ہے، اگرچہ نسب کے اعتبار سے آپ کا قریبی ہی کیوں نہ ہو؟ حضرت نوح علیہ السلام کے بیٹے کے بارے میں جو کافر تھا، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿اِنَّهٗ لَيْسَ مِنْ اَهْلِكَ اِنَّهٗ عَمَلٌ غَيْرُ صَالِحٍ﴾ (هود: ٤٦) ''وہ تیرے خاندان کا فرد نہیں ہے، اس کی سفارش ایسا عمل ہے جو اچھا نہیں ہے۔'' اور ایسے شخص سے آپ نے کھلم کھلا بیزاری کا اظہار فرمایا ہے اور ایک مسلمان کے لیے بھی یہی طرز عمل زیبا ہے، کہ وہ کافروں اور فاسقوں سے محبت و مودت کا تعلق نہ رکھے، اگرچہ وہ اس کے قریبی ہی کیوں نہ ہو، اسی عموم کے لحاظ سے راوی نے، اس شخص کا نام نہیں لیا تاکہ اس کی مسلمان اور نیک اولاد کو اس سے اذیت نہ پہنچے یا اس سے غلط مطلب نہ اخذ کر لیا جائے، اس لیے اس کو خواہ مخواہ متعین نہیں کرنا چاہیے، لیکن اس حدیث سے اپنے غلط مفروضہ پر بدمذہب اور گمراہ فرقہ کی آڑ میں مسلمانوں کے جلسہ اور مجالس میں حاضری سے روکنا، اپنی بھیڑوں کو قابو رکھنے کا ایک حیلہ تو ہو سکتا ہے، حدیث کا تقاضا اور مطلب نہیں۔

[519] اخرجه البخاري في (صحيحه) في الادب، باب: تبل الرحم ببلالها برقم (٥٩٩٠) انظر (التحفة) برقم (١٠٧٤٤)

۹۴...... بَاب: الدَّلِيلِ عَلَى دُخُولِ طَوَائِفَ مِّنَ الْمُسْلِمِينَ الْجَنَّةَ بِغَيْرِ حِسَابٍ وَّلَا عَذَابٍ

باب ۹٤: اس بات کی دلیل کہ مسلمانوں کے بعض گروہ، بغیر حساب اور عذاب کے جنت میں داخل ہوں گے

[520] ٣٦٧ـ(٢١٦) حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ سَلَّامِ الْجُمَحِيُّ قَالَ نَا الرَّبِيعُ يَعْنِي ابْنَ مُسْلِمٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ زِيَادٍ

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ ((**يَدْخُلُ مِنْ أُمَّتِي الْجَنَّةَ سَبْعُونَ أَلْفًا بِغَيْرِ حِسَابٍ**)) فَقَالَ رَجُلٌ يَا رَسُولَ اللّٰهِ ادْعُ اللّٰهَ أَنْ يَجْعَلَنِي مِنْهُمْ قَالَ ((**اللّٰهُمَّ اجْعَلْهُ مِنْهُمْ**)) ثُمَّ قَامَ آخَرُ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ ادْعُ لِيْ أَنْ يَجْعَلَنِي مِنْهُمْ قَالَ ((**سَبَقَكَ بِهَا عُكَّاشَةُ**))

[520]۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''میری امت کے ستر ہزار افراد بغیر حساب کے جنت میں داخل ہوں گے۔'' تو ایک آدمی نے عرض کیا، اے اللہ کے رسول! اللہ سے دعا کیجئے کہ وہ مجھے بھی ان میں شریک کر دے، آپ نے دعا فرمائی: اے اللہ! اسے بھی ان میں سے کر دے۔ پھر دوسرا شخص کھڑا ہوا، اور کہا: اے اللہ کے رسول! اللہ سے دعا کیجئے کہ مجھے بھی اللہ ان سے کر دے، آپ نے جواب دیا، ''عکاشہ تم سے اس کے لیے سبقت لے جا چکا ہے۔''

فائدہ:...... اس حدیث سے امت محمدیہ علی صاحبہا الصلاۃ والتسلیم کی انتہائی فضیلت و برتری ثابت ہوتی ہے، نیز ایک شخص نے ابتداءً دل کی گہرائی سے دعا کی درخواست کی، تو آپ نے اس کے حق میں دعا فرما دی، دوسرے نے دیکھا دیکھی درخواست کر دی، تو آپ نے اس کے حق میں دعا نہیں فرمائی، کیونکہ اس طرح تو پھر ہر ایک ہی درخواست کرنے لگتا اور ہر شخص کو تو یہ تو مرتبہ حاصل نہیں ہو سکتا، یہ بھی ممکن ہے کہ عکاشہ مطلوبہ سیرت و کردار کا مالک ہو اور دوسرا انسان اس معیار پر پورا نہ اترتا ہو، اس لیے آپ نے اس کی درخواست قبول نہ کی۔

[521] ٣٦٨ـ(. . .) وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ نَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ سَمِعْتُ مُحَمَّدَ بْنَ زِيَادٍ قَالَ

سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُولُ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ بِمِثْلِ حَدِيثِ الرَّبِيعِ

[520] انفرد به مسلم۔ انظر (التحفة) برقم (١٤٣٧٠)

[521] انفرد به مسلم۔ انظر (التحفة) برقم (١٤٣٩٨)

[521] ۔امام صاحب مذکورہ بالا روایت ایک اور سند سے بیان کرتے ہیں۔

[522] ۳۶۹۔(. . .)حَدَّثَنِی حَرْمَلَةُ بْنُ یَحْیٰی قَالَ أَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِی یُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ حَدَّثَنِی سَعِیدُ بْنُ الْمُسَیَّبِ

عَنْ أَبِی هُرَیْرَةَ حَدَّثَهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ ((**یَقُولُ یَدْخُلُ الْجَنَّةَ مِنْ أُمَّتِی زُمْرَةٌ هُمْ سَبْعُونَ أَلْفًا تُضِیءُ وُجُوهُهُمْ إِضَاءَةَ الْقَمَرِ لَیْلَةَ الْبَدْرِ**)) قَالَ أَبُو هُرَیْرَةَ فَقَامَ عُکَّاشَةُ بْنُ مِحْصَنٍ الْأَسَدِیُّ یَرْفَعُ نَمِرَةً عَلَیْهِ فَقَالَ یَا رَسُولَ اللّٰهِ ادْعُ اللّٰهَ أَنْ یَّجْعَلَنِی مِنْهُمْ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ ((**اللّٰهُمَّ اجْعَلْهُ مِنْهُمْ**)) ثُمَّ قَامَ رَجُلٌ مِّنَ الْأَنْصَارِ فَقَالَ یَارَسُولَ اللّٰهِ ادْعُ اللّٰهَ أَنْ یَّجْعَلَنِی مِنْهُمْ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ ((**سَبَقَكَ بِهَا عُکَّاشَةُ**))

[522] ۔حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: ''میری امت کا ستر ہزار (۷۰۰۰۰) کا ایک گروہ جنت میں داخل ہوگا، ان کے چہرے چودھویں رات کے ماہِ کامل کی طرح چمک رہے ہوں گے۔'' ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بتایا، عکاشہ بن محصن اسدی، اپنی دھاری دار لوئی اٹھائے ہوئے اٹھے اور عرض کیا، اے اللہ کے رسول! اللہ سے دعا فرمایئے کہ مجھے بھی ان میں سے کر دے، تو رسول اللہ ﷺ نے دعا فرمائی: ''اے اللہ! اسے بھی ان میں سے کر دے۔'' پھر ایک انصاری آدمی کھڑا ہوا اور کہا، اے اللہ کے رسول ﷺ! اللہ سے دعا فرمایئے کہ مجھے بھی ان میں سے کر دے، تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اس کے لیے عکاشہ پہل کر گیا۔'' یعنی وہ تم سے سبقت لے گیا۔

[523] ۳۷۰۔(۲۱۷)و حَدَّثَنِی حَرْمَلَةُ بْنُ یَحْیٰی قَالَ نَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِی حَیْوَةُ قَالَ حَدَّثَنِی أَبُو یُونُسَ

عَنْ أَبِی هُرَیْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ ((**یَدْخُلُ الْجَنَّةَ مِنْ أُمَّتِی سَبْعُونَ أَلْفًا زُمْرَةٌ وَّاحِدَةٌ مِّنْهُمْ عَلٰی صُورَةِ الْقَمَرِ**))

---

[522] اخرجه البخاری فی (صحیحه) فی الرقاق، باب: یدخل الجنة سبعون الفا بغیر حساب برقم، (٦٥٤٢) انظر (التحفة) بر (١٣٣٣٢)

[523] انفرد به مسلم۔ انظر (التحفة) برقم (١٥٤٦٨)

[523] ۔حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''میری امت کے ستر ہزار افراد جنت میں داخل ہوں گے، ایک ہی گروہ چاند سی صورت وشکل......

[524] ۳۷۱۔(۲۱۸)حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ خَلَفٍ الْبَاهِلِيُّ قَالَ نَا الْمُعْتَمِرُ عَنْ هِشَامِ بْنِ حَسَّانَ عَنْ مُحَمَّدٍ يَعْنِي ابْنَ سِيرِينَ قَالَ حَدَّثَنِي عِمْرَانُ قَالَ قَالَ نَبِيُّ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم ((يَدْخُلُ الْجَنَّةَ مِنْ أُمَّتِي سَبْعُونَ أَلْفًا بِغَيْرِ حِسَابٍ)) قَالُوا وَمَنْ هُمْ يَا رَسُولَ اللّٰهِ قَالَ ((هُمُ الَّذِينَ لَا يَكْتَوُونَ وَلَا يَسْتَرْقُونَ وَعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُونَ)) فَقَامَ عُكَّاشَةُ فَقَالَ ادْعُ اللّٰهَ أَنْ يَّجْعَلَنِي مِنْهُمْ قَالَ ((أَنْتَ مِنْهُمْ)) قَالَ فَقَامَ رَجُلٌ فَقَالَ يَا نَبِيَّ اللّٰهِ ادْعُ اللّٰهَ أَنْ يَّجْعَلَنِي مِنْهُمْ قَالَ ((سَبَقَكَ بِهَا عُكَّاشَةُ))

[524] ۔حضرت عمران رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''میری امت کے ستر ہزار (۷۰۰۰۰) اشخاص بلا حساب جنت میں داخل ہوں گے۔'' صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے پوچھا، اے اللہ کے رسول! وہ کون لوگ ہیں؟ آپ نے فرمایا: ''یہ وہ لوگ ہوں گے جو داغ نہیں لگاتے، نہ دم کرواتے ہیں اور اپنے رب پر اعتماد کرتے ہیں۔'' تو عکاشہ کھڑے ہو کر کہنے لگے، اللہ سے دعا فرمائیے کہ مجھے بھی ان میں سے کر دے، آپ نے فرمایا: ''تو ان میں سے ہے۔'' تو ایک اور آدمی کھڑا ہوا اور کہا، اے اللہ کے نبی! اللہ سے دعا کیجئے کہ وہ مجھے بھی ان سے کر دے، تو آپ نے فرمایا: ''اس کے لیے عکاشہ تجھ سے سبقت لے گیا۔''

فائدہ :...... اس حدیث سے ظاہری طور پر یہ ثابت ہوتا ہے کہ جنت میں بلا حساب داخل ہونے والے لوگ بیماری کی صورت میں دم جھاڑ نہیں کرواتے کیونکہ وہ سمجھتے ہیں کہ صحت وعافیت اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے اور اللہ تعالیٰ کی مرضی کے بغیر فائدہ نہیں پہنچاتے، اس لیے ہم اس پر بھروسہ کرتے ہیں اور ان ظاہری اسباب کو نہیں اپناتے، لیکن یہ مفہوم حدیث کے اس ٹکڑے کے منافی ہے کہ وہ ہر کام میں اللہ تعالیٰ پر اعتماد و بھروسہ کرتے ہیں۔ تو اگر ظاہری اسباب کے ترک کا نام ہی توکل ہے تو پھر کھانے پینے اور کمانے کی کیا ضرورت ہے، سیر اور سیراب تو اللہ ہی کرتا ہے، دشمن کے مقابلہ میں مسلح ہو کر نکلنے کی کیا ضرورت ہے، دشمن پر فتح تو اللہ ہی دیتا ہے، دین کی نشر واشاعت اور تبلیغ و دعوت کی کیا ضرورت ہے، دین کو تو اللہ ہی پھیلاتا اور غالب فرماتا ہے، اسی طرح دعا کرانے کی کیا ضرورت ہے، درجہ تو اللہ ہی نے دینا ہے اس

[524] انفرد به مسلم۔ انظر (التحفة) برقم (۱۰۸۴۱)

لیے حدیث کا صحیح مفہوم یہ ہے کہ وہ غیر شرعی اسباب ووسائل اختیار نہیں کرتے جیسا کہ جاہلیت کے دور میں لوگ ہر قسم کا دم جھاڑ کرتے تھے، یا بدشگونی پکڑتے تھے، بلکہ وہ انہیں اسباب ووسائل کو اختیار کرتے ہیں، جن کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے یا اجازت دی ہے اور ان جائز اسباب کے اختیار کرنے کے باوجود ان کا اعتماد اور سہارا اللہ تعالیٰ پر ہوتا ہے کہ یہ ظاہری اسباب، تبھی کارگر ہوں گے، جب اللہ تعالیٰ کو منظور ہوگا، اسباب میں اثر وتاثیر اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے، چاہے تو ان میں تاثیر پیدا کردے اور ان سے نتیجہ برآمد ہو جائے، چاہے تو ان سے تاثیر سلب کرلے اور یہ ناکام ہو جائیں۔

[525] ٣٧٢ـ(. . .)حَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ ثَنَا عَبْدُ الصَّمَدِ بْنُ عَبْدِ الْوَارِثِ قَالَ نَا حَاجِبُ بْنُ عُمَرَ أَبُو خُشَيْنَةَ الثَّقَفِيُّ قَالَ نَا الْحَكَمُ بْنُ الْأَعْرَجِ

عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ ((يَدْخُلُ الْجَنَّةَ مِنْ أُمَّتِي سَبْعُونَ أَلْفًا بِغَيْرِ حِسَابٍ)) قَالُوا مَنْ هُمْ يَا رَسُولَ اللّٰهِ قَالَ ((هُمُ الَّذِينَ لَا يَسْتَرْقُونَ وَلَا يَتَطَيَّرُونَ وَلَا يَكْتَوُونَ وَعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُونَ))

[525] ـ حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میری امت کے ستر ہزار افراد بلا حساب جنت میں داخل ہوں گے۔'' صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے پوچھا، اے اللہ کے رسول! وہ کون لوگ ہیں؟ آپ نے فرمایا: وہ لوگ جو دم نہیں کرواتے، نہ بدشگونی پکڑتے ہیں اور نہ داغ لگواتے ہیں اور اپنے رب پر بھروسہ کرتے ہیں۔''

مفردات الحدیث ❶ **لا یسترقون:** رقیۃ (دم جھاڑ اور منتر) سے ماخوذ ہے، تعویذ گنڈا تلاش کرنا، یا جادو اور منتر کرنے کو کہنا۔ ❷ **لا یتطیرون:** بدفالی اور برا شگون نہیں لیتے جیسا کہ جاہلیت کے دور کے لوگ لیتے تھے۔ ❸ **لا یکتوون:** اپنے آپ کو داغ دینا، لوہا گرم کر کے جسم کو داغنا۔

[526] ٣٧٣ـ(٢١٩)حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ نَا عَبْدُ الْعَزِيزِ يَعْنِي ابْنَ أَبِي حَازِمٍ عَنْ أَبِي حَازِمٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ ((لَيَدْخُلَنَّ الْجَنَّةَ مِنْ أُمَّتِي سَبْعُونَ أَلْفًا أَوْ

[525] انفرد به مسلم۔ انظر (التحفة) برقم (١٠٨١٩)

[526] اخرجه البخاری فی (صحیحه) فی الرقاق، باب: صفة الجنة والنار برقم (٦٥٥٤) انظر (التحفة) برق (٤٧١٥) ٣٦٦

سَبْعُ مِائَةِ أَلْفٍ لَا يَدْرِي أَبُو حَازِمٍ أَيُّهُمَا قَالَ مُتَمَاسِكُونَ آخِذٌ بَعْضُهُمْ بَعْضًا لَا يَدْخُلُ أَوَّلُهُمْ حَتّٰى يَدْخُلَ آخِرُهُمْ وُجُوهُهُمْ عَلٰى صُورَةِ الْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ))

[526]۔حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:''میری امت کے ستر ہزار یا سات لاکھ افراد ابو حازم کو شک ہے کہ سہل نے کون سا عدد بتایا) جنت میں اس حال میں داخل ہوں گے کہ وہ ایک دوسرے کو پکڑے ہوئے اکٹھے ہوں گے، ان میں سے پہلا فرد اس وقت تک داخل نہیں ہوگا جب تک آخری فرد داخل نہیں ہوگا، ان کے چہرے چودھویں کے چاند کی طرح روشن ہوں گے۔

[527] ۳۷۴۔(۲۲۰)حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ مَنْصُورٍ حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ أَخْبَرَنَا حُصَيْنُ بْنُ عَبْدِالرَّحْمٰنِ قَالَ كُنْتُ عِنْدَ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ فَقَالَ أَيُّكُمْ رَأَى الْكَوْكَبَ الَّذِي انْقَضَّ الْبَارِحَةَ قُلْتُ أَنَا ثُمَّ قُلْتُ أَمَا إِنِّي لَمْ أَكُنْ فِي صَلٰوةٍ وَلٰكِنِّي لُدِغْتُ فَقَالَ فَمَاذَا صَنَعْتَ قُلْتُ اسْتَرْقَيْتُ قَالَ فَمَا حَمَلَكَ عَلٰى ذٰلِكَ قُلْتُ حَدِيثٌ حَدَّثَنَاهُ الشَّعْبِيُّ قَالَ وَمَا حَدَّثَكُمُ الشَّعْبِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا عَنْ بُرَيْدَةَ بْنِ حُصَيْبٍ الْأَسْلَمِيِّ أَنَّهُ قَالَ لَا رُقْيَةَ إِلَّا مِنْ عَيْنٍ أَوْ حُمَةٍ فَقَالَ قَدْ أَحْسَنَ مَنِ انْتَهٰى إِلٰى مَا سَمِعَ وَلٰكِنْ حَدَّثَنَا ابْنُ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ ((**عُرِضَتْ عَلَيَّ الْأُمَمُ فَرَأَيْتُ النَّبِيَّ وَمَعَهُ الرُّهَيْطُ وَالنَّبِيَّ وَمَعَهُ الرَّجُلُ وَالرَّجُلَانِ وَالنَّبِيَّ لَيْسَ مَعَهُ أَحَدٌ إِذْ رُفِعَ لِي سَوَادٌ عَظِيمٌ فَظَنَنْتُ أَنَّهُمْ أُمَّتِي فَقِيلَ لِي هٰذَا مُوسٰى وَقَوْمُهُ وَلٰكِنِ انْظُرْ إِلَى الْأُفُقِ فَنَظَرْتُ فَإِذَا سَوَادٌ عَظِيمٌ فَقِيلَ لِي انْظُرْ إِلَى الْأُفُقِ الْآخَرِ فَنَظَرْتُ فَإِذَا سَوَادٌ عَظِيمٌ فَقِيلَ لِي هٰذِهِ أُمَّتُكَ وَمَعَهُمْ سَبْعُونَ أَلْفًا يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ بِغَيْرِ حِسَابٍ وَلَا عَذَابٍ**)) ثُمَّ نَهَضَ فَدَخَلَ مَنْزِلَهُ فَخَاضَ النَّاسُ فِي أُولٰئِكَ الَّذِينَ يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ بِغَيْرِ حِسَابٍ وَلَا عَذَابٍ

[527] اخرجه البخاري في (صحيحه) في احاديث الانبياء: وفاة موسى ذكره بعد حديث (۳۴۱۰) مختصرا۔ وفي الطب، باب: مناكتوى، او كوى غيره، وفضل من لم يكتو برقم (۵۷۰۵) وفي باب من لم يرق برقم (۵۷۵۲) وفي الرقاق، باب: ﴿ومن يتوكل على الله فهو حسبه﴾ برقم (۶۴۷۲) وفي باب: يدخل الجنة سبعون الفا بغير حساب برق (۶۵۴۱) والترمذي في (جامعه) في الزهد، باب: ۱۶ برقم (۲۴۴۶) وقال هذا حديث حسن صحيح تحفة الاشراف (۵۴۹۳)

فَقَالَ بَعْضُهُمْ فَلَعَلَّهُمُ الَّذِينَ صَحِبُوا رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ وَقَالَ بَعْضُهُمْ فَلَعَلَّهُمُ الَّذِينَ وُلِدُوا فِي الْإِسْلَامِ وَلَمْ يُشْرِكُوا بِاللّٰهِ وَذَكَرُوا أَشْيَاءَ فَخَرَجَ عَلَيْهِمْ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ((مَا الَّذِي تَخُوضُونَ فِيهِ)) فَأَخْبَرُوهُ فَقَالَ((**هُمُ الَّذِينَ لَا يَرْقُونَ وَلَا يَسْتَرْقُونَ وَلَا يَتَطَيَّرُونَ وَعَلَى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُونَ**)) فَقَامَ عُكَّاشَةُ بْنُ مِحْصَنٍ فَقَالَ ادْعُ اللّٰهَ أَنْ يَجْعَلَنِي مِنْهُمْ فَقَالَ أَنْتَ مِنْهُمْ ثُمَّ قَامَ رَجُلٌ آخَرُ وَقَالَ ادْعُ اللّٰهَ أَنْ يَجْعَلَنِي مِنْهُمْ فَقَالَ ((**سَبَقَكَ بِهَا عُكَّاشَةُ**))

[527]۔ حصین بن عبدالرحمٰن بیان کرتے ہیں کہ میں سعید بن جبیر کے پاس تھا، انہوں نے پوچھا، کل شام ٹوٹنے والا ستارہ تم میں سے کس نے دیکھا؟ میں نے کہا، میں نے۔ پھر میں نے کہا، میں نماز میں نہیں تھا، کیونکہ مجھے بچھو نے ڈسا تھا، انہوں نے کہا، تو تم نے کیا کیا؟ میں نے کہا، میں نے دم کروایا، انہوں نے کہا، تو تمہیں کس چیز نے اس پر آمادہ کیا؟ میں نے جواب دیا، اس حدیث نے جو ہمیں شعبی نے سنائی، تو انہوں نے کہا، شعبی نے تمہیں کونسی حدیث سنائی؟ میں نے کہا شعبی نے ہمیں بریدہ بن حصیب اسلمی سے روایت سنائی، انہوں نے بتایا دم، نظر بد لگنے اور زہریلی چیز کے ڈسنے سے ہی ہے، تو سعید نے کہا، جس نے جو سنا، اس پر عمل کیا تو نے اچھا کیا، لیکن ہمیں عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم ﷺ سے سنایا آپ نے فرمایا: ”مجھ پر تمام امتیں پیش کی گئیں، میں نے بعض انبیاء کو دیکھا ان کے ساتھ ایک چھوٹا سا (دس سے کم کا) گروہ تھا، کسی نبی کے ساتھ ایک یا دو امتی تھے، بعض کے ساتھ کوئی امتی نہ تھا، اچانک میرے سامنے ایک بہت بڑی جماعت ظاہر ہوئی، میں نے خیال کیا یہ لوگ میرے امتی ہیں، تو مجھے بتایا گیا، یہ موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم ہے، لیکن آپ آسمان کے افق (کنارے) کی طرف دیکھیں، میں نے دیکھا، تو ایک بہت بڑی جماعت تھی، تو مجھے کہا گیا، دوسرے آسمانی کنارے کی طرف دیکھو تو میں نے دیکھا، ایک بہت بڑی جماعت تھی تو مجھے بتایا گیا، یہ تیری امت ہے، اور ان کے ان کے ساتھ ستر ہزار افراد ہیں، جو بلا حساب وعذاب جنت میں داخل ہوں گے۔“ پھر آپ اٹھے اور گھر چلے گئے، تو لوگ (صحابہ کرام رضی اللہ عنہم) ان لوگوں کے بارے میں گفتگو کرنے لگے جو بغیر حساب اور عذاب کے جنت میں داخل ہوں گے، تو بعض نے کہا، شاید یہ وہ لوگ ہوں گے، جنہیں رسول اللہ ﷺ کی رفاقت کا شرف حاصل ہے، بعض نے کہا، شاید یہ وہ لوگ ہوں گے، جو اسلامی دور میں پیدا ہوئے اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ

شرک نہیں کیا، اور بعض نے کچھ اور باتوں کا تذکرہ کیا، تو رسول اللہ ﷺ ان کے پاس تشریف لائے اور پوچھا: ''تم کن باتوں میں مشغول ہو؟ یعنی (کس مسئلہ پر بحث کر رہے ہو)'' انہوں نے آپ کو بتایا، اس پر آپ نے فرمایا: ''یہ وہ لوگ ہیں جو نہ دم کرتے ہیں اور نہ دم کرواتے ہیں اور نہ بدشگونی پکڑتے ہیں، اور اپنے رب پر بھروسہ کرتے ہیں۔'' اس پر عکاشہ بن محصن کھڑے ہوئے اور عرض کیا، اللہ سے دعا فرمایئے کہ مجھے بھی ایسے لوگوں سے کر دے۔'' تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''تو ان میں سے ہے۔'' پھر ایک اور آدمی کھڑا ہوا اور کہنے لگا۔ اے اللہ کے رسول! دعا فرمایئے، اللہ مجھے بھی ان میں سے کر دے، تو آپ نے فرمایا: ''تم سے عکاشہ سبقت لے گیا۔''

مفردات الحدیث ❶ **اَلْقَضُّ**: ٹوٹا، گرا۔ ❷ **البارحة**: گزشتہ رات۔ ❸ **لُدِغتُ**: مجھے بچھو یا زہریلی چیز نے ڈس لیا۔ ❹ **عَیْن**: نظر بد لگنا۔ ❺ **حُمَة**: زہر، ڈنک یا اس کی شدت و حرارت۔ ❻ **الرُّهَيط**: رهط کی تصغیر ہے، دس سے کم افراد کا گروہ۔ ❼ **خاضَ فيه**: کس چیز میں مشغول ہونا، ''خاض فی الحدیث'' کا معنی ہوتا ہے گفتگو میں مشغول ہونا۔

فائدہ:...... حضرت بریدہ کی حدیث کا مطلب یہ ہے کہ نظر بد اور زہریلی چیز کے ڈسنے سے صحیح دم کرنا، بہت جلد فائدہ پہنچاتا ہے، جیسا کہ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے فاتحہ پڑھ کر دم کیا تھا، تو وہ شخص فوراً صحت مند ہو گیا تھا اور ایسے محسوس ہوتا تھا کہ اس کو کوئی تکلیف ہی نہ تھی۔ دونوں حدیثوں میں تعارض نہیں ہے دوسری حدیث کا صحیح مفہوم ہم بیان کر چکے ہیں۔

[528] ٣٧٥-(. . .) حَدَّثَنَا أَبُوبَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا مُحَمَّدُ بْنُ فُضَيْلٍ عَنْ حُصَيْنٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ ((عُرِضَتْ عَلَيَّ الْأُمَمُ)) ثُمَّ ذَكَرَ بَاقِيَ الْحَدِيثِ نَحْوَ حَدِيثِ هُشَيْمٍ وَلَمْ يَذْكُرْ أَوَّلَ حَدِيثِهِ

[528]۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''مجھ پر تمام امتیں پیش کی گئیں۔'' پھر حدیث کا باقی حصہ ہشیم کی طرح بیان کیا، اور حدیث کا ابتدائی حصہ (حصین کا واقعہ) بیان نہیں کیا۔

[528] تقدم تخريجه في الحديث السابق برقم (٥٢٦)

۹۵...... بَاب: كَوْنِ هٰذِهِ الْأُمَّةِ نِصْفَ أَهْلِ الْجَنَّةِ

باب ۹۵: یہ امت جنتیوں کا آدھا حصہ ہے (جنت کے آدھے لوگ اس امت کے ہوں گے)

[529] ٣٧٦-(٢٢١) حَدَّثَنَا هَنَّادُ بْنُ السَّرِيِّ قَالَ نَا أَبُو الْأَحْوَصِ عَنْ أَبِي إِسْحٰقَ عَنْ عَمْرِو بْنِ مَيْمُونٍ

عَنْ عَبْدِاللّٰهِ قَالَ قَالَ لَنَا رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ ((أَمَا تَرْضَوْنَ أَنْ تَكُونُوا رُبُعَ أَهْلِ الْجَنَّةِ قَالَ فَكَبَّرْنَا ثُمَّ قَالَ أَمَا تَرْضَوْنَ أَنْ تَكُونُوا ثُلُثَ أَهْلِ الْجَنَّةِ قَالَ فَكَبَّرْنَا ثُمَّ قَالَ إِنِّي لَأَرْجُو أَنْ تَكُونُوا شَطْرَ أَهْلِ الْجَنَّةِ وَسَأُخْبِرُكُمْ عَنْ ذٰلِكَ مَا الْمُسْلِمُونَ فِي الْكُفَّارِ إِلَّا كَشَعْرَةٍ بَيْضَاءَ فِي ثَوْرٍ أَسْوَدَ أَوْ كَشَعْرَةٍ سَوْدَاءَ فِي ثَوْرٍ أَبْيَضَ))

[529]۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں فرمایا: ''کیا تم جنتیوں کا چوتھائی ہونے پر راضی ہو؟ ہم نے (خوشی سے) اللہ اکبر کہا، پھر آپ نے فرمایا: ''کیا تم اس پر راضی نہیں ہو کہ تم اہل جنت کا تہائی حصہ ہو؟'' تو ہم نے اللہ اکبر کہا، پھر آپ نے فرمایا: ''مجھے امید ہے تم جنتیوں کا نصف ہو گے، اور میں تمہیں اس کا سبب بتاتا ہوں، مسلمانوں کی کافروں سے نسبت ایسی ہے جیسے ایک سیاہ بیل میں ایک سفید بال ہو یا ایک سفید بالوں والے بیل میں، ایک سیاہ بال ہو۔''

فوائد: ...... ❶ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کافروں کی تعداد مسلمانوں کے مقابلہ میں بہت زیادہ ہے اور ہر نبی کے دور میں کافر زیادہ رہے ہیں، اگر پہلے انبیاء کے ادوار میں کافروں کی تعداد کم ہوتی، تو ان کے امتیوں کی زیادہ تعداد جنت میں ہوتی اور ہم اہل جنت کا نصف نہ بن سکتے۔ ❷ آپ نے اہل جنت میں مسلمانوں کی تعداد بتدریج بتائی ہے، پہلی ہی دفعہ نہیں فرمایا کہ تم نصف ہو گے، تاکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی مسرت وشادمانی میں اضافہ ہو اور تکرار بشارت سے ان کے احسان کی شکر گزاری کا جذبہ قوی ہو اور اس کی عظمت وجلالت دل میں

[529] اخرجه البخاري في (صحيحه) في الرقاق، باب: الحشر برقم (٦٥٢٨) وفي الايمان والنذور، باب: كيف كانت يمين النبي ﷺ برقم (٦٦٤٢) والترمذي في (جامعه) في (صفة الجنة) باب: ما جاء في صفة اهل الجنة برقم (٢٥٤٧) وقال: هذا حديث حسن صحيح وابن ماجه في ((سننه)) في الزهد، باب: صفة امة محمد ﷺ برقم (٤٢٨٣) انظر (التحفة) برقم (٩٤٨٣)

جاگزیں ہو، ایک اور حدیث سے معلوم ہوتا ہے جو ترمذی اور طبرانی میں ہے کہ اہل جنت کی ایک سو بیس (۱۲۰) صفیں ہوں گی اور ان میں امت محمدیہ کی صفیں اَسّی (۸۰) ہوں گی، جس سے معلوم ہوا، مسلمان جنتیوں کا دو تہائی ہوں گے۔ (فتح الملهم: ۱/ ۳۸۱)

[530] ۳۷۷۔(. . .)حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى وَمُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ وَاللَّفْظُ لِابْنِ الْمُثَنّٰى قَالَا نَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ نَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِي إِسْحٰقَ عَنْ عَمْرِو بْنِ مَيْمُونٍ

عَنْ عَبْدِاللّٰهِ قَالَ كُنَّا مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ فِي قُبَّةٍ نَحْوًا مِّنْ أَرْبَعِينَ رَجُلًا فَقَالَ ((أَتَرْضَوْنَ أَنْ تَكُونُوا رُبُعَ أَهْلِ الْجَنَّةِ قَالَ قُلْنَا نَعَمْ فَقَالَ أَتَرْضَوْنَ أَنْ تَكُونُوا ثُلُثَ أَهْلِ الْجَنَّةِ فَقُلْنَا نَعَمْ فَقَالَ وَالَّذِي نَفْسِي مُحَمَّدٌ بِيَدِهِ إِنِّي لَأَرْجُو أَنْ تَكُونُوا نِصْفَ أَهْلِ الْجَنَّةِ وَذَاكَ أَنَّ الْجَنَّةَ لَا يَدْخُلُهَا إِلَّا نَفْسٌ مُّسْلِمَةٌ وَمَا أَنْتُمْ فِي أَهْلِ الشِّرْكِ إِلَّا كَالشَّعْرَةِ الْبَيْضَاءِ فِي جِلْدِ الثَّوْرِ الْأَسْوَدِ أَوْ كَالشَّعْرَةِ السَّوْدَاءِ فِي جِلْدِ الثَّوْرِ الْأَحْمَرِ))

[530]۔ حضرت عبداللہ ؓ سے روایت ہے کہ ہم ایک خیمہ میں تقریباً چالیس افراد رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے، تو آپ نے فرمایا: ''کیا تم اہل جنت کا چوتھائی حصہ ہونے پر رضا مند ہو؟'' ہم نے کہا، ہاں۔ تو آپ نے فرمایا: ''کیا تم اہل جنت کا تہائی ہونے پر خوش ہو؟'' تو ہم نے کہا، ہاں۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، مجھے امید ہے کہ تم اہل جنت کا نصف ہو گے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ جنت میں صرف فرمانبردار لوگ داخل ہوں گے اور مشرکوں میں تمہاری تعداد ایسی ہی ہے جیسے سیاہ چمڑے والے بیل میں ایک سفید بال یا سرخ کھال والے بیل میں ایک سیاہ بال۔

فائدہ:...... اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ صرف ایماندار جنت میں داخل ہوں گے، کوئی کافر جنت میں نہیں جائے گا۔

[531] ۳۷۸۔(. . .)حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ نُمَيْرٍ قَالَ نَا أَبِي قَالَ نَا مَالِكٌ وَهُوَ ابْنُ مِغْوَلٍ عَنْ أَبِي إِسْحٰقَ عَنْ عَمْرِو بْنِ مَيْمُونٍ

عَنْ عَبْدِاللّٰهِ قَالَ خَطَبَنَا رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ فَأَسْنَدَ ظَهْرَهُ إِلَى قُبَّةِ أَدَمٍ فَقَالَ ((أَلَا لَا يَدْخُلُ

[530] تقدم تخريجه فى الحديث السابق برقم (٥٢٨)

[531] تقدم تخريجه (٥٢٨)

الْجَنَّةَ إِلَّا نَفْسٌ مُّسْلِمَةٌ اَللّٰهُمَّ هَلْ بَلَّغْتُ اَللّٰهُمَّ اشْهَدْ أَتُحِبُّونَ أَنَّكُمْ رُبُعُ أَهْلِ الْجَنَّةِ)) فَقُلْنَا نَعَمْ يَا رَسُولَ اللّٰهِ فَقَالَ ((أَتُحِبُّونَ أَنْ تَكُونُوا ثُلُثَ أَهْلِ الْجَنَّةِ قَالُوا نَعَمْ يَا رَسُولَ اللّٰهِ قَالَ إِنِّي لَأَرْجُو أَنْ تَكُونُوا شَطْرَ أَهْلِ الْجَنَّةِ مَا أَنْتُمْ فِي سِوَاكُمْ مِنَ الْأُمَمِ إِلَّا كَالشَّعْرَةِ السَّوْدَاءِ فِي الثَّوْرِ الْأَبْيَضِ أَوْ كَالشَّعْرَةِ الْبَيْضَاءِ فِي الثَّوْرِ الْأَسْوَدِ))

[531] ۔حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک چمڑے کے خیمہ سے ٹیک لگا کر خطبہ ارشاد فرمایا، (خطاب کیا) اور فرمایا: ''یاد رکھو! جنت میں صرف مسلمان واطاعت گزار) انسان داخل ہوگا، اے اللہ کیا میں نے پیغام پہنچا دیا؟ اے اللہ! تو گواہ ہو جا، کیا تم پسند کرتے ہو کہ تم اہل جنت کا چوتھائی ہو؟ تو ہم نے کہا ہاں، اے اللہ کے رسول! آپ نے فرمایا: ''کیا تم چاہتے ہو کہ تم اہل جنت کا تہائی ہو؟'' صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہا، ہاں۔اے اللہ کے رسول! آپ نے فرمایا: ''مجھے امید ہے کہ تم اہل جنت کا نصف ہو گے، تم اپنے سوا امتوں میں اس سیاہ بال کی طرح ہو جو سفید بیل میں ہوتا ہے یا اس سفید بال کی طرح ہو جو سیاہ بیل میں ہوتا ہے۔''

۹٦...... بَابُ: قَوْلِهِ يَقُولُ اللّٰهُ لِآدَمَ أَخْرِجْ بَعْثَ النَّارِ مِنْ كُلِّ أَلْفٍ تِسْعَ مِائَةٍ وَتِسْعَةً وَتِسْعِينَ

باب ۹٦: اللہ تعالیٰ حضرت آدم علیہ السلام سے فرمائے گا، دوزخیوں کی جماعت ہر ہزار سے نو سو ننانوے (۹۹۹) نکالو

[532] ۳۷۹۔(۲۲۲) حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ الْعَبْسِيُّ قَالَ نَا جَرِيرٌ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم ((يَقُولُ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ يَا آدَمُ فَيَقُولُ لَبَّيْكَ وَسَعْدَيْكَ وَالْخَيْرُ فِي يَدَيْكَ قَالَ يَقُولُ أَخْرِجْ بَعْثَ النَّارِ قَالَ وَمَا بَعْثُ النَّارِ قَالَ مِنْ كُلِّ

[532] اخرجه البخاري في (صحيحه) في احاديث الانبياء، باب: قصة ياجوج وماجوج برقم (۳۳٤۸) وفي الرقاق، باب: قول الله عزوجل: ﴿ان زلزلة الساعة شي عظيم﴾ برقم (٦٥۳۰) وفي التفسير، باب: ﴿وترى الناس سكارى﴾ برقم (٤۷٤۱) وفي التوحيد، باب: قول الله تعالى: ﴿ولا تنفع الشفاعة عنده الا لمن اذن له۔ الى قوله ۔ وهو العلى الكبير﴾ برقم (۷٤۸۳) انظر (التحفة) برقم (٤۰۰۵)

أَلْفٍ تِسْعَ مِائَةٍ وَّتِسْعَةً وَّتِسْعِينَ قَالَ فَذَاكَ حِينَ يَشِيبُ الصَّغِيرُ وَتَضَعُ كُلُّ ذَاتِ حَمْلٍ حَمْلَهَا وَتَرَى النَّاسَ سُكَارَى وَمَا هُمْ بِسُكَارَى وَلٰكِنَّ عَذَابَ اللّٰهِ شَدِيدٌ)) قَالَ فَاشْتَدَّ عَلَيْهِمْ قَالُوا يَا رَسُولَ اللّٰهِ أَيُّنَا ذٰلِكَ الرَّجُلُ فَقَالَ ((أَبْشِرُوا فَإِنَّ مِنْ يَأْجُوجَ وَمَأْجُوجَ أَلْفًا وَمِنْكُمْ رَجُلٌ قَالَ ثُمَّ قَالَ وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ إِنِّي لَأَطْمَعُ أَنْ تَكُونُوا رُبُعَ أَهْلِ الْجَنَّةِ)) فَحَمِدْنَا اللّٰهَ وَكَبَّرْنَا ثُمَّ قَالَ ((وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ إِنِّي لَأَطْمَعُ أَنْ تَكُونُوا ثُلُثَ أَهْلِ الْجَنَّةِ))
فَحَمِدْنَا اللّٰهَ وَكَبَّرْنَا ثُمَّ قَالَ ((وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ إِنِّي لَأَطْمَعُ أَنْ تَكُونُوا شَطْرَ أَهْلِ الْجَنَّةِ إِنَّ مَثَلَكُمْ فِي الْأُمَمِ كَمَثَلِ الشَّعْرَةِ الْبَيْضَاءِ فِي جِلْدِ الثَّوْرِ الْأَسْوَدِ أَوْ كَالرَّقْمَةِ فِي ذِرَاعِ الْحِمَارِ))

[532] ۔حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ عزوجل فرمائے گا، اے آدم! وہ عرض کریں گے، میں تیری اطاعت کی سعادت کے حصول کے لیے بار بار حاضر ہوں، ہر قسم کی خیر، تیرے ہاتھوں میں ہے، اللہ فرمائے گا، آگ کی جماعت نکالیے۔'' آدم علیہ السلام عرض کریں گے، دوزخیوں کی جماعت سے کیا مراد ہے؟ (ان کی تعداد کتنی ہے) اللہ فرمائے گا: ''ہر ہزار سے نو سو ننانوے۔'' یہ وہ وقت ہوگا جب بچے (خوف سے) بوڑھے ہو جائیں گے اور ہر حاملہ کا حمل وضع ہو جائے گا اور تم تمام لوگوں کو مدہوش دیکھو گے، حالانکہ وہ مدہوش (نشہ میں) نہیں ہوں گے، لیکن اللہ کا عذاب بہت سخت ہے۔ تو یہ بات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے لیے انتہائی ناگوار گزری۔ انہوں نے پوچھا، اے اللہ کے رسول! وہ ایک آدمی ہم میں سے کون ہوگا؟ تو آپ نے فرمایا: ''خوش ہو جاؤ، یاجوج ماجوج، میں سے ایک ہزار اور تم میں سے ایک آدمی ہوگا۔'' پھر آپ نے فرمایا: ''اس ذات کی قسم، جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، میری خواہش ہے کہ تم اہل جنت کا چوتھائی ہو گے۔'' ہم نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا اور تکبیر کہی، پھر آپ نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے، میری خواہش ہے، تم اہل جنت کا تہائی ہو۔ تو ہم نے اللہ کی حمد بیان کی اور تکبیر کہی (اس کی کبریائی کا اعتراف کیا) پھر آپ نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے مجھے امید ہے کہ تم اہل جنت کا آدھا حصہ ہو گے، امتوں کے مقابلہ میں تمہاری تمثیل، اس سفید بال کی ہے، جو سیاہ بیل کی کھال میں ہوتا ہے یا اس نشان کی ہے جو گدھے کے پاؤں (پنڈلی کے اوپر والا حصہ) میں ہوتا ہے۔

مفردات الحدیث
* الرَّقْمَه: گدھے کے بازوؤں کا اندرونی دائرہ یا نشان۔

فوائد: ...... ① اگر آدم علیہ السلام کے ساتھ دوزخیوں کو الگ کرنے کی گفتگو دنیا کے فنا سے پہلے ہو، تو پھر بچے کا بوڑھا

ہونا اور حاملہ کا وضع حمل، حقیقی معنی میں ہوگا اور اگر یہ گفتگو قیام قیامت کے بعد، حشر کے وقت ہوگی، تو پھر اس کا مجازی معنی ہوگا، کہ قیامت کی دہشت اور ہولناکی اس قدر شدید ہوگی کہ اس وقت اگر کوئی عورت حاملہ ہو تو اس کا حمل گر جائے اور بچا ہو تو بوڑھا ہو جائے، عربوں کا محاورہ ہے اَصَابُنَا اَمْرٌ یَشِیْبُ مِنْهُ الْوَلِیْدُ، ہم اس قدر شدید مصیبت سے دو چار ہوئے ہیں جو بچے کو بھی بوڑھا کر دیتی ہے، یعنی انتہائی شدید ہے۔ ❷ حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ کی حدیث میں یاجوج ماجوج کا تذکرہ ہے اس میں جنت میں داخل ہونی کی تعداد ہزار میں سے ایک لیکن حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی صحیح بخاری میں حدیث ہے ہر سو میں سے ایک جنتی ہے یعنی ہزار میں سے دس ہیں دونوں حدیثوں میں تطبیق کی مختلف توجیہیں بیان کی گئی ہیں۔(۱) پہلے آپ نے ایک ہزار میں سے ایک فرمایا تھا بعد میں سو میں سے ایک فرمایا جیسے جنت میں داخل ہونے والے افراد کی تعداد پہلے چوتھائی پھر تہائی، پھر نصف اور بعد میں دو تہائی بتائی۔ (۲) تعداد مقصود نہیں ہے بلکہ یہ بتانا ہے کہ کافروں کے مقابلہ میں جنت میں داخل ہونے والے افراد کی تعداد کم ہوگی۔ (۳) ابو ہریرہ کی حدیث میں یاجوج ماجوج کے سوا تعداد مراد ہے کہ وہ سو میں سے ایک اگر یاجوج ماجوج شمار کیا جائے تو پھر ہزار میں سے ایک ہے(۴) تمام امتوں کے لحاظ سے ہزار میں ایک اور اس کی امت کے افراد میں سے ایک ہے۔

[533] ۳۸۰-(. . .)حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَوَكِيعٌ ح و حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ قَالَ نَا أَبُو مُعَاوِيَةَ كِلَاهُمَا عَنِ الْأَعْمَشِ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ غَيْرَ أَنَّهُمَا قَالَ ((مَآ أَنْتُمْ يَوْمَئِذٍ فِي النَّاسِ إِلَّا كَالشَّعْرَةِ الْبَيْضَآءِ فِي الثَّوْرِ الْأَسْوَدِ أَوْ كَالشَّعْرَةِ السَّوْدَآءِ فِي الثَّوْرِ الْأَبْيَضِ)) وَلَمْ يَذْكُرَا أَوْ كَالرَّقْمَةِ فِي ذِرَاعِ الْحِمَارِ

[533] ۔ وکیع اور معاویہ دونوں نے یہ کہا، تم اس وقت لوگوں میں اس سفید بال کی طرح ہوگے جو سیاہ بیل میں ہوتا ہے، یا سیاہ بال کی طرح جو سفید بیل میں ہوتا ہے، ان دونوں نے گدھے کے اگلے پاؤں کے نشان کا تذکرہ نہیں کیا۔"

[533] تقدم تخريجه فى الحديث السابق برقم (٥٣١)

حدیث نمبر 534 سے 612 تک

(بقیہ احادیث اگلی جلد میں)

٢...... كِتَابُ الطَّهَارَةِ
٢. طہارت کا بیان

١...... بَاب: فَضْلِ الْوُضُوءِ

باب ١: وضو کی فضیلت

[534] ٣٨١-(٢٢٣) حَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ مَنْصُورٍ قَالَ نَا حَبَّانُ بْنُ هِلَالٍ قَالَ نَا أَبَانُ قَالَ نَا يَحْيٰى أَنَّ زَيْدًا حَدَّثَهُ أَنَّ أَبَا سَلَّامٍ حَدَّثَهُ

عَنْ أَبِي مَالِكٍ الْأَشْعَرِيِّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ ((الطُّهُورُ شَطْرُ الْإِيمَانِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ تَمْلَأُ الْمِيزَانَ وَسُبْحَانَ اللهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ تَمْلَآنِ أَوْ تَمْلَأُ مَا بَيْنَ السَّمَآءِ وَالْأَرْضِ وَالصَّلٰوةُ نُورٌ وَالصَّدَقَةُ بُرْهَانٌ وَالصَّبْرُ ضِيَآءٌ وَالْقُرْآنُ حُجَّةٌ لَّكَ أَوْ عَلَيْكَ كُلُّ النَّاسِ يَغْدُو فَبَايِعٌ نَفْسَهُ فَمُعْتِقُهَا أَوْ مُوبِقُهَا))

[534]۔ حضرت ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''صفائی (پاکیزگی) نصف ایمان ہے، الحمدللہ میزان کو بھر دیتا ہے، سبحان اللہ اور الحمدللہ دونوں آسمان اور زمین کے درمیان کو بھر دیتے ہیں، نماز نور ہے، صدقہ دلیل ہے، صبر روشنی ہے، قرآن تمہارے حق میں دلیل ہوگا یا تمہارے خلاف، ہر انسان صبح کرتا ہے (گھر سے نکلتا ہے) اور اپنے آپ کو فروخت کرتا ہے (کام کاج میں مصروف ہوتا ہے) تو (اچھے اور نیک کام کر کے) اپنے آپ کو (اللہ کی پکڑ اور عذاب سے) آزاد کرتا ہے یا (گناہ اور برے کام کر کے) اپنے آپ کو تباہ و ہلاک کرتا ہے۔''

---

[534] اخرجه الترمذي في (جامعه) في الدعوات برقم (٣٥١٧) وقال: هذا حديث حسن صحيح۔ انظر (التحفة) برقم (١٢١٦٧)

فوائد :...... ❶ طہارت و پاکیزگی کو نصف ایمان قرار دیا گیا ہے، کیونکہ دل کی صفائی و پاکیزگی اور اخلاص نیت ہی پر ظاہری اطاعت وفرمانبرداری کا انحصار ہے اگر دل پاک وصاف نہیں ہے تو اعمال صالحہ بھی صادر نہیں ہو سکتے، گویا طہارت کا تعلق باطن سے ہے اور باقی اعمال کا ظاہر ہے، اس اعتبار سے یہ آدھا حصہ ہوا، آدھا باطن اور آدھا ظاہر یا شطر ونصف کا لفظ، طہارت و پاکیزگی اہمیت بتانے کے لیے بولا گیا ہے، مقصد یہ ہے کہ طہارت ایمان کا خاص جزو اور اس کا اہم وضروری شعبہ ہے، شاہ ولی اللہ نے اپنی بے مثال کتاب حجۃ اللہ البالغہ میں دین وشریعت کی اساس اور بنیاد چار چیزوں کو قرار دیا ہے اور باقی تمام ہدایات واحکام کو ان کے تحت داخل کیا ہے، وہ فرماتے ہیں، فلاح وسعادت کی جس شاہراہ کی طرف انبیاء نے دعوت دی، اگرچہ اس کے بہت سے ابواب میں اور ہر باب کے تحت سینکڑوں ہزاروں احکام ہیں، لیکن اپنی بے پناہ کثرت کے باوجود وہ سب بس ان چار اصولی عنوانات کے تحت آجاتے ہیں (۱) طہارت۔ (۲) اخبات۔ (۳) سماحت۔ (۴) عدالت۔'' پھر شاہ صاحب نے ہر ایک کی انتہائی دلنشین حقیقت اور تفصیل بیان کی ہے۔ جو لائق مطالعہ ہے۔ (حجۃ اللہ البالغہ: ۱/۵۳، ۵۴) ❷ الحمد للہ: میزان کو بھر دیتا ہے، اس سے اعمال کے وجود اور میزان اعمال کا پتہ چلتا ہے کہ نیک اعمال کا وجود اور وزن ہے جس کی بنا پر ان کو تولا جائے گا، الحمد للہ کہنے کا مقصد، اس یقین وحقیقت کا اظہار واعتراف ہے کہ سارے کمالات اور تمام وہ خوبیاں جن کی بنا پر کوئی حمد وثنا اور تعریف وتوصیف کا حقدار ٹھہرتا ہے وہ صرف اللہ تعالیٰ کی ذات میں ہیں، اس لیے اصل حمد وستائش اس کے لیے ہے، اس یقین وشہادت کا وزن، اس قدر زیادہ ہے کہ اس سے ترازو اعمال بھر جائے گا۔

❸ سبحان اللّٰہ! سبحان اللہ کہنے کا مقصد اس یقین وحقیقت کی شہادت ادا کرنا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی مقدس ذات ہر عیب ونقص سے پاک ومنزہ ہے اور ہر اس بات سے پاک و برتر ہے، جو اس کی شان الوہیت کے منافی ہے اور اللہ تعالیٰ کی تسبیح وتحمید کا اقرار واعتراف، اس قدر بلند مرتبہ ہے کہ اس سے آسمان وزمین کا مابین معمور ہو جاتا ہے۔ ❹ الصلوٰۃ نور: نماز ایک نور ہے، جس کا یہ اثر ہے کہ انسان کو صحیح راستہ نظر آجاتا ہے اور وہ دنیا میں ہر قسم کی فواحش اور منکرات سے بچ کر چلتا ہے، اس کو قرآن مجید میں یوں بیان فرمایا گیا ہے: ''کہ نماز بلاشبہ فواحش اور منکرات سے روکتی ہے اور اللہ تعالیٰ کا ذکر سب سے کارگر اور بڑا ہتھیار ہے۔'' (سورۂ عنکبوت: ۴۵) اور آخرت میں نماز کے نور کا ظہور اسی طرح ہوگا کہ وہ وہاں کے اندھیروں میں روشنی اور اجالا بن کر نمازی کا ساتھ دے گی۔ ❺ الصدقة برهان: صدقہ وخیرات (اللہ تعالیٰ کی رضا وخوشنودی کے حصول کی خاطر) انسان کے مسلم ومومن ہونے کی دلیل وبرہان ہے، اگر دل میں ایمان نہ ہو، تو اپنی کمائی، آخرت کی خاطر صدقہ کرنا آسان نہیں اور یہ اس صدقہ کا حکم ہے، جو ریا، نمود ونمائش اور اپنی بڑائی کے اظہار کے لیے نہ ہو۔ ❻ الصبر ضياء: صبر روشنی اور اجالا ہے، یعنی اللہ تعالیٰ کے حکم کے تحت، نفس کی خواہشات کو دبانا اور دین کی راہ میں ہر قسم کی تلخیاں اور ناگواریاں

برداشت کرنا، اس صبر کا نتیجہ ہے، اس کی روشنی اور اجالے کے بغیر انسان نہ اطاعت کر سکتا ہے اور نہ معصیت ونافرمانی سے رک سکتا ہے اور نہ ہی سرد وگرم حالات میں جزع وفزع کرنے سے باز رہ سکتا ہے، دین کی پابندی کا انحصار اس وصف صبر کا رہن منت ہے۔ 7 القرآن حجة لك و عليك: قرآن تمہارے حق میں دلیل وحجت ہے یا تمہارے خلاف، اگر تم نے قرآن کو مشعل راہ بنایا اور اپنی زندگی کے تمام امور ومعاملات اس کی روشنی میں سر انجام دیئے تو وہ تمہارے حق میں دلیل وحجت بنے گا اگر زندگی کا رویہ اس کے برخلاف ہوا، اس کی اتباع وپیروی کو پس پشت ڈال دیا تو اس کی شہادت اور گواہی تمہارے خلاف ہوگی۔ 8 کل الناس یغدو: کہ ہر انسان خواہ وہ کس حال اور کس شغل میں زندگی گزار رہا ہے، ہر انسان کی زندگی ایک مسلسل تجارت اور سوداگری ہے اور اس کی متاع حیات اس کا سودا ہے، اگر وہ اللہ کی بندگی اور اس کی رضا طلبی میں زندگی گزار رہا ہے تو اس نے متاع حیات سے انتہائی نفع حاصل کیا اور اپنی ذات کے لیے بہترین کمائی کر کے اس کی نجات کا سامان فراہم کیا، اپنے آپ کو اللہ کے غضب اور ناراضی سے بچا کر دوزخ سے بچا لیا۔ اس کے برعکس اگر انسان نے نفس پرستی اور خدا فراموشی کی زندگی گزاری تو اپنی متاع حیات کو تباہ وبرباد کیا، جس کی بنا پر اللہ تعالیٰ کے غضب وناراضی کا مستحق ٹھہرا کر اپنے آپ کے لیے دوزخ میں جانے کا سامان تیار کیا۔

٢...... بَاب: وُجُوبِ الطَّهَارَةِ لِلصَّلٰوةِ

باب ۲: نماز کے لیے طہارت کا فرض ہونا (نماز کے لیے طہارت ضروری ہے)

[535] (٢٢٤) حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ مَنْصُورٍ وَقُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ وَأَبُو كَامِلٍ الْجَحْدَرِيُّ وَاللَّفْظُ لِسَعِيدٍ قَالُوا نَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ سِمَاكِ بْنِ حَرْبٍ

عَنْ مُصْعَبِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ دَخَلَ عَبْدُاللهِ بْنُ عُمَرَ عَلَى ابْنِ عَامِرٍ يَعُودُهُ وَهُوَ مَرِيضٌ فَقَالَ أَلَا تَدْعُو اللّٰهَ لِي يَا ابْنَ عُمَرَ قَالَ اِنِّيْ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ يَقُولُ ((لَا تُقْبَلُ صَلٰوةٌ بِغَيْرِ طُهُورٍ وَلَا صَدَقَةٌ مِنْ غُلُولٍ)) وَكُنْتَ عَلَى الْبَصْرَةِ

[535]۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما ابن عامر کے پاس ان کی بیماری کی عیادت کے لیے گئے، ابن عامر نے کہا، اے ابن عمر! کیا آپ میرے لیے اللہ تعالیٰ سے دعا نہیں کریں گے؟ عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا، میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا، آپ فرما رہے تھے کوئی نماز پاکیزگی کے بغیر قبول نہیں ہوتی، اور نہ کوئی صدقہ، خیانت کی صورت میں اور آپ بصرہ کے حاکم رہ چکے ہیں۔

[535] اخرجه الترمذی فی (جامعه) فی الطهارة، باب: ما جاء لا تقبل صلاة بغیر طهور- برقم ←

مفردات الحدیث ✲ غُلُول: اصل میں غنیمت میں خیانت کو کہتے ہیں، پھر اس کا اطلاق ہر قسم کی خیانت پر ہونے لگا۔

فائدہ :...... حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے زجر و توبیخ کے لیے ابن عامر سے کہا، آپ حاکم بصرہ رہ چکے ہیں اور حاکم سے حقوق اللہ اور حقوق العباد کی ادائیگی میں کوتاہی ہو جاتی ہے اور بیت المال کے سلسلہ میں بھی کوتاہی ہو سکتی ہے، اس لیے ایسے فرد کے بارے میں دعا کی قبولیت مشکل ہوتی ہے، اس لیے آپ توبہ واستغفار کریں اور حق تلفی کے ازالہ کی کوشش کریں، تاکہ تیرے حق میں دعا قبول ہو۔

[536] (. . .) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى وَابْنُ بَشَّارٍ قَالَا نَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ نَا شُعْبَةُ ح وَ حَدَّثَنَا أَبُوبَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا حُسَيْنُ بْنُ عَلِيٍّ عَنْ زَائِدَةَ ح قَالَ أَبُو بَكْرٍ وَوَكِيعٌ عَنْ إِسْرَائِيلَ كُلُّهُمْ

[536]۔ امام صاحب مختلف اساتذہ سے مذکورہ بالا روایت بیان کرتے ہیں۔

[537] ٢۔(٢٢٥) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ قَالَ نَا عَبْدُالرَّزَّاقِ بْنُ هَمَّامٍ قَالَ نَا مَعْمَرُ بْنُ رَاشِدٍ عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ أَخِي وَهْبِ بْنِ مُنَبِّهٍ قَالَ هٰذَا مَا حَدَّثَنَا أَبُو هُرَيْرَةَ عَنْ مُحَمَّدٍ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ فَذَكَرَ أَحَادِيثَ مِنْهَا فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ ((لَا تُقْبَلُ صَلٰوةُ أَحَدِكُمْ إِذَا أَحْدَثَ حَتّٰى يَتَوَضَّأَ))

[537]۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تم میں سے کسی کی نماز قبول نہیں ہوتی، جب وہ بے وضو ہو جائے حتیٰ کہ وہ (نئے سرے سے) وضو کرے۔''

فائدہ :...... نماز اللہ تعالیٰ کے سامنے حاضری اور اس سے مخاطبت و مناجاۃ کی اولیٰ اور انتہائی شکل ہے۔ اس کا حق تو یہ تھا، ہر نماز کے لیے سارے جسم کا غسل اور بالکل پاک صاف اچھا لباس پہننے کا حکم دیا جاتا، لیکن اس پر عمل بہت مشکل ہوتا، اس لیے اللہ تعالیٰ نے از راہ کرم صرف اتنا ضروری قرار دیا کہ ان اعضاء کو دھولیا جائے جو عام طور پر لباس سے باہر رہتے ہیں، نیز وضو نہ ہونے کی حالت میں طبیعت میں ایک قسم کا روحانی تکدر اور انقباض ہوتا

(١) وقال هذا الحديث اصح شي في الباب واحسن۔ وابن ماجه (سننه) في الطهارة وسننها، باب: لا يقبل الله صلاة بغير طهور برقم (٢٧٣) انظر (التحفة) برقم (٧٤٥٧)

[536] تقدم تخريجه في الحديث السابق برقم (٥٣٤)

[537] اخرجه البخاري في (صحيحه) في الوضوء، باب: لا تقبل صلاة بغير طهور برقم (١٣٥) وابو داود في (سننه) في الطهارة، باب فرض الوضوء برقم (٦٠) والترمذي في (جامعه) في الطهارة، باب: ما جاء في الوضوء من الريح، وقال: هذا حديث غريب حسن صحيح برقم (٧٦) انظر (التحفة) برقم (١٤٦٩٤)

ہے اور وضو کرنے کے بعد انسان کی طبیعت میں انشراح اور انبساط کی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے، اور انسان کے باطن میں ایک لطافت ونورانیت پیدا ہو جاتی ہے، اسی لیے نماز کے لیے وضو کو لازمی شرط قرار دیا گیا، جس کے بغیر نماز نہیں ہوتی۔

۳...... بَاب: صِفَةِ الْوُضُوءِ وَكَمَالِهِ

باب ۳: وضو کرنے کی کیفیت اور اس کی تکمیل

[538] ۳۔(۲۲۶) حَدَّثَنِي أَبُو الطَّاهِرِ أَحْمَدُ بْنُ عَمْرِو بْنِ عَبْدِاللهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ سَرْحٍ وَحَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى التُّجِيبِيُّ قَالَا أَنَا ابْنُ وَهْبٍ عَنْ يُونُسَ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ أَنَّ عَطَاءَ بْنَ يَزِيدَ اللَّيْثِيَّ أَخْبَرَهُ عَنْ حُمْرَانَ مَوْلَى عُثْمَانَ أَخْبَرَهُ أَنَّ عُثْمَانَ بْنَ عَفَّانَ دَعَا بِوَضُوءٍ فَتَوَضَّأَ فَغَسَلَ كَفَّيْهِ ثَلٰثَ مَرَّاتٍ ثُمَّ مَضْمَضَ وَاسْتَنْثَرَ ثُمَّ غَسَلَ وَجْهَهُ ثَلٰثَ مَرَّاتٍ ثُمَّ غَسَلَ يَدَهُ الْيُمْنٰى إِلَى الْمِرْفَقِ ثَلٰثَ مَرَّاتٍ ثُمَّ غَسَلَ يَدَهُ الْيُسْرٰى مِثْلَ ذٰلِكَ ثُمَّ مَسَحَ رَأْسَهُ ثُمَّ غَسَلَ رِجْلَهُ الْيُمْنٰى إِلَى الْكَعْبَيْنِ ثَلٰثَ مَرَّاتٍ ثُمَّ غَسَلَ الْيُسْرٰى مِثْلَ ذٰلِكَ ثُمَّ قَالَ رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ تَوَضَّأَ نَحْوَ وُضُوئِي هٰذَا ثُمَّ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ **((مَنْ تَوَضَّأَ نَحْوَ وُضُوئِي هٰذَا ثُمَّ قَامَ فَرَكَعَ رَكْعَتَيْنِ لَا يُحَدِّثُ فِيهِمَا نَفْسَهُ غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ))** قَالَ ابْنُ شِهَابٍ وَكَانَ عُلَمَاؤُنَا يَقُولُونَ هٰذَا الْوُضُوءُ أَسْبَغُ مَا يَتَوَضَّأُ بِهِ أَحَدٌ لِلصَّلٰوةِ

[538]۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام حمران رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ عثمان نے مجھے وضو کے لیے پانی لانے کے لیے کہا اور وضو کیا، تو دونوں ہتھیلیاں (ہاتھ) تین مرتبہ دھوئیں، پھر کلی کی اور (ناک میں پانی ڈال کر) ناک جھاڑا، پھر تین دفعہ چہرہ دھویا، پھر دایاں ہاتھ کہنیوں تک تین دفعہ دھویا، اس طرح بایاں ہاتھ دھویا، پھر اپنے سر کا مسح فرمایا، پھر اپنا دایاں پاؤں ٹخنوں سمیت تین مرتبہ دھویا، پھر اس طرح بایاں پاؤں دھویا، پھر کہا، میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا، آپ نے میرے اس وضو کی طرح وضو کیا۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس نے

[538] اخرجه البخاری فی (صحیحه) فی الوضوء، باب: الوضوء ثلاثا ثلاثا برقم (۱۵۹) وفی باب المضمضة فی الوضوء۔ برقم (۱٦٤) وفی الصیام، باب: سواك الرطب والیابس للصائم برقم (۱۹۳٤) وابو داود فی (سننه) فی الطهارة، باب: صفة وضوء النبی ﷺ برقم (۱۰٦) والنسائی فی (المجتبی) ۱/ ٦٤ فی الطهارة فی باب المضمضة والاستنشاق وفی ۱/ ٦٥ فی باب: بای الیدین یتمضمض۔ وفی ۱/ ۸۰ فی باب: حد الغسل۔ انظر (التحفة) برقم (۹۷۹٤)

میرے اس وضو کی طرح وضو کیا، پھر اٹھ کر دو رکعتیں ادا کیں، ان دونوں میں اپنے آپ سے گفتگو نہ کی (خود کلامی نہ کی) تو اس کے گزشتہ گناہ معاف ہو جائیں گے، ابن شہاب نے کہا، ہمارے علماء کہتے تھے کہ یہ خود کامل ترین وضو ہے جو کوئی نماز کے لیے کرتا ہے۔

مفردات الحدیث ✲ **استنثر:** ناک میں پانی ڈال کر اس کو جھاڑنا، اہل لغت، فقہاء اور محدثین سب کی اکثریت نے یہی معنی کیا ہے، اگرچہ ابن اعرابی اور ابن قتیبہ نے اس کا معنی ناک میں پانی ڈالنا کیا ہے، جو درست نہیں کیونکہ بعض روایات میں استنثار سے پہلے استنشاق (ناک میں پانی چڑھانا) کا ذکر موجود ہے۔

[539] ٤-(. . .) وَ حَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ نَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ نَا أَبِي عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَزِيدَ اللَّيْثِيِّ

عَنْ حُمْرَانَ مَوْلَى عُثْمَانَ أَنَّهُ رَأَى عُثْمَانَ دَعَا بِإِنَاءٍ فَأَفْرَغَ عَلَى كَفَّيْهِ ثَلَاثَ مِرَارٍ فَغَسَلَهُمَا ثُمَّ أَدْخَلَ يَمِينَهُ فِي الْإِنَاءِ فَمَضْمَضَ وَاسْتَنْثَرَ ثُمَّ غَسَلَ وَجْهَهُ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ وَيَدَيْهِ إِلَى الْمِرْفَقَيْنِ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ ثُمَّ مَسَحَ بِرَأْسِهِ ثُمَّ غَسَلَ رِجْلَيْهِ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ ثُمَّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ ((مَنْ تَوَضَّأَ نَحْوَ وُضُوئِي هَذَا ثُمَّ صَلَّى رَكْعَتَيْنِ لَا يُحَدِّثُ فِيهِمَا نَفْسَهُ غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ))

[539] ۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے مولیٰ حمران سے روایت ہے کہ اس نے عثمان رضی اللہ عنہ کو دیکھا، انہوں نے پانی کا برتن منگوایا، اپنی ہتھیلیوں پر تین دفعہ پانی ڈال کر دھویا، پھر اپنا دایاں ہاتھ برتن میں ڈال کر کلی کی اور ناک میں پانی ڈال کر جھاڑا، پھر اپنا چہرہ تین دفعہ دھویا، اور اپنے دونوں ہاتھ کہنیوں سمیت تین مرتبہ دھوئے، پھر سر کا مسح کیا، پھر اپنے دونوں پاؤں تین دفعہ دھوئے، پھر کہا، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جس نے میرے اس وضو کی طرح وضو کیا، پھر دو رکعتیں پڑھیں“ ان میں اپنے آپ سے گفتگو نہ کی، اس کے لیے گزشتہ گناہ معاف کر دیئے جائیں گے۔“

فوائد :...... ❶ اس حدیث سے معلوم ہوا آپ نے کلی اور ناک میں پانی اکٹھا ڈالا، کلی الگ اور استنثار کے لیے پانی الگ نہیں لیا، دوسری احادیث سے معلوم ہوتا ہے یہ کام بھی تین دفعہ کیا جائے، اگرچہ ایک دفعہ بھی جائز۔ ❷ آپ نے ہاتھ کہنیوں سمیت اور پاؤں ٹخنوں سمیت دھوئے ہیں، پاؤں پر مسح نہیں کیا اور سر کا مسح بھی ایک دفعہ کیا، مرات (بار بار) کا تذکرہ موجود نہیں ہے۔ ❸ دوسری احادیث کی روشنی میں یہ بات ثابت ہوتی ہے، کہ وضو سے صغیرہ (چھوٹے) گناہ معاف ہوتے ہیں۔ ❹ نَفْسَهُ کا لفظ لا يُحَدِّثُ کا مفعول ہے، اس لیے منصوب ہے،

[539] تقدم تخريجه في الحديث السابق برقم (٥٣٧)

فاعل بن کر مرفوع نہیں ہے، اس لیے، حدیث کا یہ مقصد ہے کہ وہ خود قصداً خیالات نہیں لاتا اور کسی معاملہ پر غور وفکر یا سوچ وبچار نہیں کرتا، اگر اس کے قصد وارادہ کے بغیر خیالات آ جائیں اور وہ ان کے درپے نہ ہو تو وہ حدیث نفس نہیں ہے۔

۴...... بَاب: فَضْلِ الْوُضُوءِ وَالصَّلٰوةِ عَقِبَهُ

باب ٤: وضو اور اس کے بعد نماز پڑھنے کی فضیلت

[540] ٥-(٢٢٧) حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ وَعُثْمَانُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ أَبِي شَيْبَةَ وَإِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الْحَنْظَلِيُّ وَاللَّفْظُ لِقُتَيْبَةَ قَالَ إِسْحٰقُ أَنَا وَقَالَ الْآخَرَانِ نَا جَرِيرٌ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ

عَنْ حُمْرَانَ مَوْلٰى عُثْمَانَ قَالَ سَمِعْتُ عُثْمَانَ بْنَ عَفَّانَ وَهُوَ بِفِنَاءِ الْمَسْجِدِ فَجَاءَهُ الْمُؤَذِّنُ عِنْدَ الْعَصْرِ فَدَعَا بِوَضُوءٍ فَتَوَضَّأَ ثُمَّ قَالَ وَاللّٰهِ لَأُحَدِّثَنَّكُمْ حَدِيثًا لَوْلَا آيَةٌ فِي كِتَابِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ مَا حَدَّثْتُكُمْ إِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ يَقُولُ ((**لَا يَتَوَضَّأُ رَجُلٌ مُّسْلِمٌ فَيُحْسِنُ الْوُضُوءَ فَيُصَلِّي صَلٰوةً إِلَّا غَفَرَ اللّٰهُ لَهُ مَا بَيْنَهُ وَبَيْنَ الصَّلٰوةِ الَّتِي تَلِيهَا**))

[540] ۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام حمران بیان کرتے ہیں کہ میں نے عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے مسجد کے صحن میں سنا، عصر کے وقت ان کے پاس مؤذن آیا تو انہوں نے وضو کے لیے پانی منگوایا، پھر کہا، اللہ کی قسم! میں تمہیں ایک حدیث سناتا ہوں، اگر کتاب اللہ کی ایک آیت (علم چھپانے کی وعید کے بارے میں) نہ ہوتی، تو میں تمہیں نہ سناتا، میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: ''کوئی مسلمان آدمی اچھی طرح وضو نہیں کرتا کہ اس سے کوئی نماز پڑھے، مگر اللہ تعالیٰ اس کے اس نماز اور اس سے پیوستہ (بعد والی) نماز کے درمیان کے گناہ (صغیرہ) معاف کر دیتا ہے۔''

[541] (. . .) وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا أَبُو أُسَامَةَ ح وَ حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَأَبُو كُرَيْبٍ قَالَا نَا وَكِيعٌ ح حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عُمَرَ قَالَ نَا سُفْيَانُ جَمِيعًا

عَنْ هِشَامٍ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ وَفِي حَدِيثِ أَبِي أُسَامَةَ ((**فَيُحْسِنُ وُضُوءَهُ ثُمَّ يُصَلِّي الْمَكْتُوبَةَ**))

[541] ۔ ابو امامہ، وکیع، سفیان نے ہشام کی مذکورہ بالا سند سے حدیث سنائی، ابو اسامہ کی حدیث میں ہے، تو اچھی طرح وضو کرتا ہے پھر فرضی نماز پڑھتا ہے۔

[540] اخرجه البخاري في (صحيحه) في الوضوء، باب: الوضوء ثلاثا ثلاثا برقم (١٦٠) مطولا والنسائي في (المجتبى) في الوضوء، باب: ثواب من توضا كما امر ١/ ٩١ انظر (التحفة) برقم (٩٧٩٣)
[541] تقدم تخريجه في الحديث السابق برقم (٥٣٩)

[542] ٦-(. . .)وَ حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ نَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ نَا أَبِي عَنْ صَالِحٍ قَالَ ابْنُ شِهَابٍ وَلٰكِنْ عُرْوَةُ يُحَدِّثُ

عَنْ حُمْرَانَ اَنَّهُ قَالَ فَلَمَّا تَوَضَّأَ عُثْمَانُ قَالَ وَاللّٰهِ لَاُحَدِّثَنَّكُمْ حَدِيثًا وَاللّٰهِ لَوْلَا آيَةٌ فِي كِتَابِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ مَا حَدَّثْتُكُمُوهُ اِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ يَقُولُ **((لَا يَتَوَضَّأُ رَجُلٌ فَيُحْسِنُ وُضُوئَهُ ثُمَّ يُصَلِّي الصَّلٰوةَ إِلَّا غُفِرَ لَهُ مَا بَيْنَهُ وَبَيْنَ الصَّلٰوةِ الَّتِي تَلِيهَا))** قَالَ عُرْوَةُ الْآيَةُ إِنَّ الَّذِينَ يَكْتُمُونَ مَا أَنْزَلْنَا مِنَ الْبَيِّنَاتِ وَالْهُدٰى إِلٰى قَوْلِهِ اللَّاعِنُونَ(البقره :١٠٩)

[542] ۔حمران نے کہا، جب عثمان رضی اللہ عنہ نے وضو کیا تو کہا اللہ کی قسم! میں تمہیں ایک حدیث سناتا ہوں، اللہ کی قسم! اگر اللہ کی کتاب میں ایک آیت نہ ہوتی تو میں تمہیں وہ حدیث نہ سناتا، میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: ’’جب کوئی آدمی وضو کرتا اور وہ اپنے وضو کو اچھی طرح کرتا ہے، پھر نماز پڑھتا ہے تو اسے اس نماز اور اس کے بعد والی نماز کے درمیانی گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں:’’ عروہ نے کہا، وہ آیت یہ ہے جو لوگ ان دلائل اور ہدایات کو چھپاتے ہیں، جو ہم نے اتارے ہیں۔ سے لے کر لَاعِنُوْنَ (لعنت کرنے والوں) تک بقرہ آیت ۱۵۹۔

[543] ٧-(٢٢٨) حَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ وَحَجَّاجُ بْنُ الشَّاعِرِ كِلَاهُمَا عَنْ أَبِي الْوَلِيدِ قَالَ عَبْدٌ حَدَّثَنِي أَبُو الْوَلِيدِ

قَالَ نَا إِسْحٰقُ بْنُ سَعِيدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ سَعِيدِ بْنِ الْعَاصِ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ أَبِيهِ قَالَ كُنْتُ عِنْدَ عُثْمَانَ فَدَعَا بِطَهُورٍ فَقَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ يَقُولُ **((مَا مِنِ امْرِءٍ مُسْلِمٍ تَحْضُرُهُ صَلٰوةٌ مَكْتُوبَةٌ فَيُحْسِنُ وُضُوءَهَا وَخُشُوعَهَا وَرُكُوعَهَا إِلَّا كَانَتْ كَفَّارَةً لِمَا قَبْلَهَا مِنَ الذُّنُوبِ مَا لَمْ يُؤْتِ كَبِيرَةً وَذٰلِكَ الدَّهْرَ كُلَّهُ))**

[543] ۔اسحٰق بن سعید بن عمرو بن سعید بن عاص نے اپنے باپ سے روایت سنائی کہ میں عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس تھا، انہوں نے پانی طلب کیا اور کہا میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: ’’جس مسلمان انسان نے فرض نماز کا وقت پایا، پھر اس نے اس کے لیے اچھی طرح وضو کر کے اچھی طرح خشوع سے رکوع کیا (نماز پڑھی) تو یہ نماز پچھلے تمام گناہوں کا کفارہ ہوگی، جب تک وہ کبیرہ گناہ کا ارتکاب نہیں کرتا اور یہ سلسلہ ہمیشہ جاری رہے گا۔

[542] تقدم تخريجه برقم (٥٣٩)

[543] انفرد به مسلم۔ انظر (التحفة) برقم (٩٨٣٣)

[544] ٨-(٢٢٩) حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ وَأَحْمَدُ بْنُ عَبْدَةَ الضَّبِّيُّ قَالَا نَا عَبْدُ الْعَزِيزِ وَهُوَ الدَّرَاوَرْدِيُّ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ

عَنْ حُمْرَانَ مَوْلَى عُثْمَانَ قَالَ أَتَيْتُ عُثْمَانَ بْنَ عَفَّانَ بِوَضُوءٍ فَتَوَضَّأَ ثُمَّ قَالَ إِنَّ نَاسًا يَتَحَدَّثُونَ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ أَحَادِيثَ لَا أَدْرِي مَا هِيَ إِلَّا أَنِّي رَأَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ تَوَضَّأَ مِثْلَ وُضُوئِي هٰذَا ثُمَّ قَالَ ((مَنْ تَوَضَّأَ هٰكَذَا غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ وَكَانَتْ صَلٰوتُهُ وَمَشْيُهُ إِلَى الْمَسْجِدِ نَافِلَةً)) وَفِي رِوَايَةِ ابْنِ عَبْدَةَ أَتَيْتُ عُثْمَانَ فَتَوَضَّأَ

[544] ۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے مولیٰ حمران سے روایت سنائی کہ میں عثمان بن عفان رضی اللہ عنہما کے پاس پانی لایا، تو انہوں نے وضو کیا، پھر کہا، کچھ لوگ رسول اللہ ﷺ سے حدیثیں بیان کرتے ہیں، جن کی حقیقت کو میں نہیں جانتا؟ مگر میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا، آپ نے میرے اس وضو کی طرح وضو کیا، پھر فرمایا: جس نے اس طرح وضو کیا، اس کے گزشتہ گناہ معاف ہو جائیں گے اور اس کی نماز اور مسجد کی طرف جانا، نفل (زائد ثواب کا باعث) ہوگا، ابن عبدہ کی روایت میں ہے، میں عثمان کے پاس آیا تو انہوں نے وضو کیا۔

مفردات الحدیث ❊ **طہور اور وضو کے پہلے حرف پر اگر پیش ہو تو ان کا معنی پاکیزگی حاصل کرنا اور وضو کرنا ہوگا اور اگر اس پر زبر ہو تو معنی پانی ہوگا۔**

[545] ٩-(٢٣٠) حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ وَأَبُوبَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَاللَّفْظُ لِقُتَيْبَةَ وَأَبِي بَكْرٍ قَالُوا نَا وَكِيعٌ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ أَبِي النَّضْرِ

عَنْ أَبِي أَنَسٍ أَنَّ عُثْمَانَ تَوَضَّأَ بِالْمَقَاعِدِ فَقَالَ أَلَا أُرِيكُمْ وُضُوءَ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ ثُمَّ تَوَضَّأَ ثَلَاثًا ثَلَاثًا وَزَادَ قُتَيْبَةُ فِي رِوَايَتِهِ قَالَ سُفْيَانُ قَالَ أَبُو النَّضْرِ عَنْ أَبِي أَنَسٍ قَالَ وَعِنْدَهُ رِجَالٌ مِنْ أَصْحَابِ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ

[545] ۔ ابو انس بیان کرتے ہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے مقاعد (بیٹھنے کی جگہ) کے پاس وضو کرنے کا ارادہ کیا، تو کہا کیا میں تمہیں رسول اللہ ﷺ کا وضو نہ بتاؤں؟ پھر ہر عضو کو تین، تین بار دھویا۔ اور قتیبہ کی روایت یہ اضافہ ہے عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس رسول اللہ ﷺ کے کافی ساتھی موجود تھے۔

[544] انفرد به مسلم۔ انظر (التحفة) برقم (٩٧٩١)
[545] انفرد به مسلم۔ انظر (التحفة) برقم (٩٨٣٥)

[546] ١٠ ـ (٢٣١) حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ وَإِسْحَقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ جَمِيعًا عَنْ وَكِيعٍ قَالَ أَبُو كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ مِسْعَرٍ عَنْ جَامِعِ بْنِ شَدَّادٍ أَبِي صَخْرَةَ قَالَ سَمِعْتُ

حُمْرَانَ بْنَ أَبَانَ قَالَ كُنْتُ أَضَعُ لِعُثْمَانَ طَهُورَهُ فَمَا أَتَى عَلَيْهِ يَوْمٌ إِلَّا وَهُوَ يُفِيضُ عَلَيْهِ نُطْفَةً وَقَالَ عُثْمَانُ حَدَّثَنَا رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ عِنْدَ انْصِرَافِنَا مِنْ صَلٰوتِنَا هٰذِهِ قَالَ مِسْعَرٌ أُرَاهَا الْعَصْرَ فَقَالَ ((مَا أَدْرِي أُحَدِّثُكُمْ بِشَيْءٍ أَوْ أَسْكُتُ)) فَقُلْنَا يَا رَسُولَ اللّٰهِ إِنْ كَانَ خَيْرًا فَحَدِّثْنَا وَإِنْ كَانَ غَيْرَ ذٰلِكَ فَاللّٰهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ قَالَ ((مَا مِنْ مُّسْلِمٍ يَتَطَهَّرُ فَيُتِمُّ الطُّهُورَ الَّذِي كَتَبَ اللّٰهُ عَلَيْهِ فَيُصَلِّي هٰذِهِ الصَّلَوَاتِ الْخَمْسَ إِلَّا كَانَتْ كَفَّارَاتٌ لِّمَا بَيْنَهُنَّ))

[546] ۔حمران بن ابان بیان کرتے ہیں میں عثمان رضی اللہ عنہ کے وضو کے لیے پانی رکھا کرتا تھا، وہ ہر دن کچھ پانی سے غسل فرماتے تھے، عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا، رسول اللہ ﷺ نے ہمیں، اس نماز سے۔ (مسعر نے کہا، میرا خیال ہے عصر مراد ہے) سلام پھیرنے کے بعد کہا، میں نہیں جانتا تم سے کچھ بیان کروں یا چپ رہوں؟ ہم نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! اگر بہتری و بھلائی کی بات ہے تو ہمیں بتا دیجئے اور اگر کچھ اور ہے تو اللہ اور اس کا رسول ہی بہتر جانتے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو مسلمان وضو کرتا ہے اور جو وضو اللہ نے اس کے لیے فرض قرار دیا ہے اس کو پوری طرح (مکمل طور پر) کرتا ہے، پھر یہ پانچوں نمازیں ادا کرتا ہے، تو نمازیں یہ ان گناہوں کے لیے کفارہ بن جائیں گی، جو ان نمازوں کے درمیان میں سرزد ہوئے ہیں۔"

مفردات الحدیث

① نُطْفَةً: تھوڑا سا پانی۔ ② يُفِيضُ عَلَيْهِ: اپنے اوپر بہاتے، یعنی غسل کرتے۔
③ مَا أَدْرِي: میں فیصلہ نہیں کر پایا کہ اس بات کو بیان کرنا مفید ہے یا نہیں، پھر آپ نے یہی بہتر سمجھا کہ طہارت و نماز کی ترغیب و تشویق کے لیے اس کو بیان کر دیا جائے۔

[547] ١١ ـ (. . .) حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُعَاذٍ قَالَ نَا أَبِي ح وَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى وَابْنُ بَشَّارٍ قَالَا نَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ وَقَالَا جَمِيعًا نَا شُعْبَةُ

عَنْ جَامِعِ بْنِ شَدَّادٍ قَالَ سَمِعْتُ حُمْرَانَ بْنَ أَبَانَ يُحَدِّثُ أَبَا بُرْدَةَ فِي هٰذَا الْمَسْجِدِ فِي إِمَارَةِ بِشْرٍ أَنَّ عُثْمَانَ بْنَ عَفَّانَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ ((مَنْ أَتَمَّ الْوُضُوءَ كَمَا أَمَرَهُ

[546] اخرجه النسائی فی (المجتبی) ١ / ٩١ فی الطهارة، باب: ثواب من توضا كما امر ـ وابن ماجه فی (سننه) فی الطهارة وسننها، باب: ما جاء فی الوضوء علی ما امر الله تعالی برقم (٤٥٩) انظر (التحفة) برقم (٩٧٨٩)

[547] تقدم تخريجه فی الحديث السابق برقم (٥٤٥)

اللّٰہُ عَزَّوَجَلَّ فَالصَّلَوَاتُ الْمَكْتُوبَاتُ كَفَّارَاتٌ لِّمَا بَيْنَهُنَّ)) هٰذَا حَدِيثُ ابْنِ مُعَاذٍ وَلَيْسَ فِي حَدِيثِ غُنْدَرٍ فِي إِمَارَةِ بِشْرٍ وَلَا ذِكْرُ الْمَكْتُوبَاتِ

[547] ۔ جامع بن شداد سے روایت ہے کہ میں نے حمران بن ابان سے اس مسجد میں ابوبردہ کو بشر کے دور حکومت میں بتاتے ہوئے سنا کہ عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے وضو کو اس طرح پورا کیا جس طرح اللہ نے حکم دیا ہے، تو فرض نمازیں، ان گناہوں کے لیے کفارہ بنیں گی جو ان کے درمیان ہوئے ، یہ ابن معاذ کی روایت ہے، غندر کی حدیث میں بشر کی امارت اور فرض نمازوں کا ذکر نہیں ہے۔

[548] (١٢ـ(٢٣٢)حَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ سَعِيدٍ الْأَيْلِيُّ قَالَ نَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ وَأَخْبَرَنِي مَخْرَمَةُ بْنُ بُكَيْرٍ عَنْ أَبِيهِ

عَنْ حُمْرَانَ مَوْلَى عُثْمَانَ قَالَ تَوَضَّأَ عُثْمَانُ بْنُ عَفَّانَ يَوْمًا وُضُوءً حَسَنًا ثُمَّ قَالَ رَأَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم تَوَضَّأَ فَأَحْسَنَ الْوُضُوءَ ثُمَّ قَالَ ((مَنْ تَوَضَّأَ هٰكَذَا ثُمَّ خَرَجَ إِلَى الْمَسْجِدِ لَا يَنْهَزُهُ إِلَّا الصَّلٰوةُ غُفِرَ لَهُ مَا خَلَا مِنْ ذَنْبِهِ))

[548] ۔حمران (مولیٰ عثمان) سے روایت ہے کہ ایک دن حضرت عثمان بن عفان نے بہت اچھی طرح وضو کیا، پھر کہا، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا، آپ نے بہت اچھی طرح وضو کیا، پھر فرمایا: ''جس نے اس طرح وضو کیا، پھر مسجد کو محض نماز کے ارادہ سے گیا، تو اس کے گزشتہ گناہ معاف کر دیے جائیں گے۔

مفردات الحدیث ❶ **لا يَنْهَزُهُ:** اس کو اٹھاتی نہیں، اس کو حرکت نہیں دیتی۔ ❷ **ما خلا:** گزرے ہوئے، گزشتہ۔

[549] ١٣ـ(. . .) وَحَدَّثَنِي أَبُو الطَّاهِرِ وَيُونُسُ بْنُ عَبْدِ الْأَعْلَى قَالَا أَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ وَهْبٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ الْحَارِثِ أَنَّ الْحُكَيْمَ بْنَ عَبْدِاللّٰهِ الْقُرَشِيَّ حَدَّثَهُ أَنَّ نَافِعَ بْنَ جُبَيْرٍ وَعَبْدَ اللّٰهِ بْنَ أَبِي سَلَمَةَ حَدَّثَاهُ أَنَّ مُعَاذَ بْنَ عَبْدِالرَّحْمٰنِ حَدَّثَهُمَا عَنْ حُمْرَانَ مَوْلَى عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ

عَنْ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم يَقُولُ ((مَنْ تَوَضَّأَ لِلصَّلٰوةِ فَأَسْبَغَ الْوُضُوءَ ثُمَّ مَشَى إِلَى الصَّلٰوةِ الْمَكْتُوبَةِ فَصَلَّاهَا مَعَ النَّاسِ أَوْ مَعَ الْجَمَاعَةِ أَوْ فِي الْمَسْجِدِ غَفَرَ اللّٰهُ لَهُ ذُنُوبَهُ))

[548] انفرد به مسلم۔ انظر (التحفة) برقم (٩٧٨٧)

[549] اخرجه البخاري في (صحيحه) في الرقاق، باب: قول الله تعالى: ﴿يا ايها الناس ان وعد الله ←

[549] ۔حمران مولیٰ عثمان بن عفان حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: ''جس نے نماز کے لیے کامل وضو کیا، پھر فرض نماز کے لیے چل کر گیا اور لوگوں کے ساتھ یا باجماعت نماز ادا کی، یا مسجد میں نماز پڑھی، اللہ تعالیٰ اس کے گناہ معاف کر دیتا ہے۔

۵...... بَاب: الصلوات الخمس و الجمعة الى الجمعة كفارة لما بينهن مالَمْ تَغْشَ الكبائر

باب ۵: پانچ نمازیں، جمعہ، اگلے جمعہ تک، رمضان اگلے رمضان تک، درمیان کے گناہوں کے لیے کفارہ بنتے ہیں، بشرطیکہ بڑے گناہوں سے بچے

[550] ۱۴۔(۲۳۳) حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَيُّوبَ وَقُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ وَعَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ كُلُّهُمْ عَنْ إِسْمٰعِيلَ قَالَ ابْنُ أَيُّوبَ نَا إِسْمٰعِيلُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ أَخْبَرَنِي الْعَلَاءُ بْنُ عَبْدِالرَّحْمٰنِ بْنِ يَعْقُوبَ مَوْلَى الْحُرَقَةِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ ((**الصَّلَوٰتُ الْخَمْسُ وَالْجُمُعَةُ إِلَى الْجُمُعَةِ كَفَّارَةٌ لِمَا بَيْنَهُنَّ مَا لَمْ تُغْشَ الْكَبَائِرُ**))

[550] ۔حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پانچ نمازیں، جمعہ اگلے جمعہ تک، درمیانی گناہوں کا کفارہ ہیں، جب تک کبائر کا ارتکاب نہیں کیا جاتا۔

مفردات الحدیث

* **ما لَم تَغْشَ**: غشيَان کا اصل معنی کسی کے پاس آنا ہے، کہتے ہیں۔ **غَشِيَ فلانًا**، فلاں کے پاس آیا، یہاں مقصد گناہوں کا ارتکاب ہے، جس کو آگے اجتناب الکبائر، بڑے گناہوں سے بچنا سے تعبیر کیا گیا ہے۔

[551] ۱۵۔(. . .) وَ حَدَّثَنِي نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ الْجَهْضَمِيُّ قَالَ أَنَا عَبْدُ الْاَعْلٰى قَالَ نَا هِشَامٌ عَنْ مُحَمَّدٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ ((**الصَّلَوَاتُ الْخَمْسُ وَالْجُمُعَةُ إِلَى الْجُمُعَةِ كَفَّارَاتٌ لِّمَا بَيْنَهُنَّ**))

[551] ۔حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت بیان کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: ''پانچوں نمازیں اور ایک جمعہ دوسرے جمعہ تک، درمیان کے گناہوں کا کفارہ ہیں۔''

← حق فلا تغرنكم الحياة الدنيا ولا يغرنكم بالله الغرور۔ ان الشيطان...... ﴾ الآية برقم (٦٤٣٣) والنسائی فی (المجتبى) ١/ ١١١۔١١٢ فی الامامة، باب: حد ادراك الجماعة۔ انظر (التحفة) برقم (٩٧٩٧)

[550] اخرجه الترمذی فی (جامعه) فی الصلاة، باب: ما جاء فی فضل الصلوات الخمس برقم (٢١٤) وقال: حديث ابی هريرة حديث حسن صحيح۔ انظر (التحفة) برقم (١٣٩٨٠)

[551] انفرد به مسلم۔ انظر (التحفة) برقم (١٤٥٣٤)

[552] ۱۶۔(...) وَحَدَّثَنِي أَبُو الطَّاهِرِ وَهَارُونُ بْنُ سَعِيدٍ الْأَيْلِيُّ قَالَ نَا ابْنُ وَهْبٍ عَنْ أَبِي صَخْرٍ أَنَّ عُمَرَ بْنَ إِسْحَقَ مَوْلَى زَائِدَةَ حَدَّثَهُ عَنْ أَبِيهِ

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ ((كَانَ يَقُولُ الصَّلَوَاتُ الْخَمْسُ وَالْجُمْعَةُ إِلَى الْجُمْعَةِ وَرَمَضَانُ إِلَى رَمَضَانَ مُكَفِّرَاتٌ مَا بَيْنَهُنَّ إِذَا اجْتَنَبَ الْكَبَائِرَ))

[552]۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ فرمایا کرتے تھے: ''پانچ نمازیں، جمعہ اگلے جمعہ تک، رمضان اگلے رمضان تک درمیان کے گناہوں کا کفارہ بنتے ہیں، جب کہ انسان کبیرہ گناہوں سے بچے۔''

فائدہ:...... انسان سے مختلف قسم کے گناہ اور قصور سرزد ہوتے رہتے ہیں، اس لیے مختلف گناہوں کے لیے مختلف قسم کی عبادات کفارہ بنتی ہیں، کچھ وضو سے معاف ہوتے ہیں، کچھ کا کفارہ نماز بنتی ہے، اور بعض گناہ جمعہ سے معاف ہوتے ہیں، بعض کی بخشش روزے سے ہوتی ہے، اسی طرح اور عبادات ہیں، لیکن کبیرہ گناہوں کی آلودگی اور نجاست اس قدر غلیظ ہوتی ہے اور اس کے قبیح اثرات اس قدر گہرے اور پختہ ہوتے ہیں، جن کا ازالہ صرف توبہ واستغفار سے ہوسکتا ہے، ہاں اگر اللہ تعالیٰ کسی پر خصوصی رحم فرما کر، یونہی معاف کر دے، تو اس کا فضل وکرم انتہائی وسیع ہے، وہ کسی کا پابند نہیں ہے۔ قرآن مجید میں ہے اگر تم ان بڑے گناہوں سے بچو گے جن سے تمھیں منع کیا جاتا ہے تو ہم تم سے تمھاری چھوٹی برائیاں دور کر دیں گے۔ (نساء: ۳۱)

٦...... بَابُ: الذِّكْرِ الْمُسْتَحَبِّ عَقِبَ الْوُضُوءِ

باب ٦: وضو کے بعد مستحب ذکر

[553] ۱۷۔(۲۳۴) حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمِ بْنِ مَيْمُونٍ قَالَ نَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ قَالَ نَا مُعَاوِيَةُ بْنُ صَالِحٍ عَنْ رَبِيعَةَ يَعْنِي ابْنَ يَزِيدَ عَنْ أَبِي إِدْرِيسَ الْخَوْلَانِيِّ

عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ وَحَدَّثَنِي أَبُو عُثْمَانَ عَنْ جُبَيْرِ بْنِ نُفَيْرٍ عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ كَانَتْ عَلَيْنَا رِعَايَةُ الْإِبِلِ فَجَائَتْ نَوْبَتِي فَرَوَّحْتُهَا بِعَشِيٍّ فَأَدْرَكْتُ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ قَائِمًا يُحَدِّثُ النَّاسَ فَأَدْرَكْتُ مِنْ قَوْلِهِ ((مَا مِنْ مُسْلِمٍ يَتَوَضَّأُ فَيُحْسِنُ وُضُوئَهُ ثُمَّ يَقُومُ

[552] انفرد به مسلم۔ انظر (التحفة) برقم (۱۲۱۸۳)

[553] اخرجه ابوداود فی (سننه) فی الطهارة، باب: ما يقول الرجل اذا توضا (۱۶۹) مطولا۔ وفی الصلاة، باب: كراهية الوسوسة وحديث النفس فی الصلاة برقم (۹۰۶) والنسائی فی (المجتبی) ۱/ ۹۴۔۹۵ فی الطهارة، باب ثواب من احسن الوضوء ثم صلی ركعتين۔ انظر (التحفه) برقم (۹۹۱۴)

فَيُصَلِّي رَكْعَتَيْنِ مُقْبِلٌ عَلَيْهِمَا بِقَلْبِهِ وَوَجْهِهِ إِلَّا وَجَبَتْ لَهُ الْجَنَّةُ)) قَالَ فَقُلْتُ مَا أَجْوَدَ هَذِهِ فَإِذَا قَائِلٌ بَيْنَ يَدَيَّ يَقُولُ الَّتِي قَبْلَهَا أَجْوَدُ فَنَظَرْتُ فَإِذَا عُمَرُ قَالَ إِنِّي قَدْ رَأَيْتُكَ جِئْتَ آنِفًا قَالَ ((مَا مِنْكُمْ مِنْ أَحَدٍ يَتَوَضَّأُ فَيُبْلِغُ أَوْ فَيُسْبِغُ الْوَضُوءَ ثُمَّ يَقُولُ أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُاللَّهِ وَرَسُولُهُ إِلَّا فُتِحَتْ لَهُ أَبْوَابُ الْجَنَّةِ الثَّمَانِيَةُ يَدْخُلُ مِنْ أَيِّهَا شَاءَ))

[553] ۔ حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہمارے ذمہ اونٹوں کا چرانا تھا، جب میری باری آئی، میں اونٹوں کو چرا کر شام کو لے کر آیا، تو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پایا کہ آپ کھڑے ہو کر لوگوں کو تلقین فرما رہے ہیں، میں نے آپ کا یہ قول سنا: ''جو مسلمان وضو کرتا ہے اور وہ اچھی طرح وضو کر کے، پھر کھڑے ہو کر پوری قلبی توجہ اور یکسوئی کے ساتھ دو رکعت نماز پڑھتا ہے تو اس کے لیے جنت واجب ہو جائے گی۔'' میں نے کہا، یہ حدیث کس قدر عمدہ ہے؟ تو میرے سامنے ایک آدمی کہہ رہا تھا، اس سے پہلے والی زیادہ عمدہ ہے، تو میں نے دیکھا، وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ تھے، انہوں نے کہا: میں نے تمہیں دیکھا ہے، تم ابھی آئے ہو (آپ نے اس سے پہلے فرمایا تھا) تم میں سے جو بھی (پورا) کامل وضو کرتا ہے، پھر کہتا ہے: اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ، ''میں گواہی دیتا ہوں، اللہ کے سوا کوئی الٰہ نہیں اور محمد اس کے بندہ اور اس کے رسول ہیں۔'' تو اس کے لیے جنت کے آٹھوں دروازے کھول دیئے جاتے ہیں، جس سے چاہے داخل ہو جائے۔

فائدہ :...... کلمہ شہادت: پورے دین کا عنوان ہے، اور اس کا مقصد پورے دین کی تعمیل کا اقرار واعتراف کرنا ہے، اور دین کامل پر عمل پیرا شخص کو ہی یہ سعادت عظمیٰ حاصل ہوگی کہ وہ جنت کے جس دروازے سے چاہے داخل ہو جائے، اس لیے ہر وضو کے بعد اس عہد کی تجدید اور یاد دہانی کرائی جاتی ہے، تاکہ انسان کبھی بھی، دین سے غافل نہ ہو اور اس کی تعمیل میں سستی اور کاہلی کا شکار نہ ہو، ہر وضو کے بعد ان کلمات کے دل کی گہرائی سے اقرار کی تاثیر و برکت سے انسان کو عمل صالح کی توفیق حاصل ہوتی ہے، اور گناہوں سے احتراز کرتا ہے۔

سند کی وضاحت: بیروتی نسخہ سے بظاہر یہ محسوس ہوتا ہے، کہ حدثنی ابوعثمان، کا لفظ امام مسلم فرما رہے ہیں، کیونکہ اس میں ح وحدثنی ابوعثمان ہے جبکہ اگلی روایت سے ثابت ہو رہا ہے، یہ امام مسلم کا قول نہیں ہے۔ امام ابوعلی غسانی نے اپنی کتاب "تقييد المهمل" میں تفصیل سے ثابت کیا ہے کہ اس کا قائل معاویہ بن صالح ہے۔ معاویہ بن صالح ربیعہ اور ابوعثمان سے روایت کرتا ہے۔

[554] (. . .) وَحَدَّثَنَاهُ أَبُوبَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا زَيْدُ بْنُ الْحُبَابِ قَالَ نَا مُعَاوِيَةُ بْنُ صَالِحٍ عَنْ

[554] انفرد به مسلم۔ انظر (التحفة) برقم (٥٥٢)

رَبِيعَةَ بْنِ يَزِيدَ عَنْ أَبِي إِدْرِيسَ الْخَوْلَانِيِّ وَأَبِي عُثْمَانَ عَنْ جُبَيْرِ بْنِ نُفَيْرِ بْنِ مَالِكٍ الْحَضْرَمِيِّ عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ الْجُهَنِيِّ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ فَذَكَرَ مِثْلَهُ غَيْرَ أَنَّهُ قَالَ ((مَنْ تَوَضَّأَ فَقَالَ أَشْهَدُ أَنْ لَآ إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ))

[554] یہی روایت امام صاحب مذکورہ بالا روایت ایک اور سند سے بیان کرتے ہیں۔ ہاں اس میں یہ الفاظ ہیں، جس نے وضو کرنے کے بعد کہا: اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰـهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَـهٗ وَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ، (یعنی دعائیہ کلمات میں کچھ اضافہ ہے)

سند کی وضاحت: سند سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ ابوعثمان کا عطف ابوادریس خولانی پر ہے، جبکہ ابوعلی غسانی نے ثابت کیا ہے کہ ابوعثمان کا عطف ربیعہ بن یزید پر ہے، کیونکہ مذکورہ بالا روایت میں ابوادریس خولانی بلا واسطہ عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں جبکہ ابوعثمان بالواسطہ بیان کرتا ہے اور یہ ربیعہ کا ہم مرتبہ ہے۔ (صحیح مسلم شرح امام نووی، ج:۱،ص:۱۲۲، قدیمی کتب خانہ)

فائدہ:......سنن ترمذی میں یہ اضافہ ہے اللهم اجعلنى من التوابين واجعلنى من المتطهرين، امام نسائی کی کتاب "عمل اليوم والليلة" میں یہ اضافہ ہے سبحانك اللهم وبحمد اشهد ان لا اله الا انت وحدك لا شريك لك استغفرك واتوب اليك (صحیح مسلم امام نووی، ج:۱،ص:۱۲۳) بہتر یہی ہے کہ ان تمام ادعیہ مبارکہ کا ورد کرے۔

٧...... بَاب: اٰخَرُ فِيْ صِفَةِ الْوُضُوْءِ

باب ۷: نبی اکرم ﷺ کے وضو کا ایک اور طریقہ

[555] ١٨-(٢٣٥) حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ قَالَ نَا خَالِدُ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ عَنْ عَمْرِو بْنِ يَحْيَى بْنِ عُمَارَةَ عَنْ أَبِيهِ

---

[555] اخرجه البخارى فى الوضوء، باب: مسح الراس كله برق (١٨٥) وباب: غسل الرجلين الى الكعبين برقم (١٨٦) وفى باب: من مضمض واستنشق من غرفة واحدة برقم (١٩١) وفى باب: مسح الراس مرة برقم (١٩٢) وفى باب الغسل والوضوء فى المخضب والقدح والخشب والحجارة برقم (١٩٧) وفى باب: الوضوء من النوربرقم (١٩٩) وابوداود فى (سننه) فى الطهارة، باب: الوضوء فى آنية الصفر برقم (١٠٠) مختصرا وفى باب: صفة وضوء النبى ﷺ برقم (١٨) و (١١٩) والترمذى فى (جامعه) فى الطهارة، باب: المضمضة والاستنشاق من كف واحدة۔ برقم (٢٨) وقال: حديث عبدالله بن زيد حسن غريب۔ وفى باب: ما جاء فى مسح الراس انه يبدا بمقدم الراس الى موخرة برقم (٣٢) وفى باب: ما جاء فيمن يتوضا بعد ←

عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ زَيْدِ بْنِ عَاصِمٍ الْأَنْصَارِيِّ وَكَانَتْ لَهُ صُحْبَةٌ قَالَ قِيلَ لَهُ تَوَضَّأْ لَنَا وُضُوءَ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ فَدَعَا بِإِنَاءٍ فَأَكْفَأَ مِنْهُ عَلَى يَدَيْهِ فَغَسَلَهُمَا ثَلَاثًا ثُمَّ أَدْخَلَ يَدَهُ فَاسْتَخْرَجَهَا فَمَضْمَضَ وَاسْتَنْشَقَ مِنْ كَفٍّ وَاحِدَةٍ فَفَعَلَ ذٰلِكَ ثَلَاثًا ثُمَّ أَدْخَلَ يَدَهُ فَاسْتَخْرَجَهَا فَغَسَلَ وَجْهَهُ ثَلَاثًا ثُمَّ أَدْخَلَ يَدَهُ فَاسْتَخْرَجَهَا فَغَسَلَ يَدَيْهِ إِلَى الْمِرْفَقَيْنِ مَرَّتَيْنِ مَرَّتَيْنِ ثُمَّ أَدْخَلَ يَدَهُ فَاسْتَخْرَجَهَا فَمَسَحَ بِرَأْسِهِ فَأَقْبَلَ بِيَدَيْهِ وَأَدْبَرَ ثُمَّ غَسَلَ رِجْلَيْهِ إِلَى الْكَعْبَيْنِ ثُمَّ قَالَ هٰكَذَا وُضُوءُ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ

[555] ۔حضرت عبداللہ بن زید بن عاصم انصاری (جسے شرف رفاقت حاصل ہے) ان سے کسی نے کہا، ہمیں رسول اللہ ﷺ کا وضو کر کے دکھائیں، تو انہوں نے پانی کا برتن منگوایا، اور اس سے اپنے دونوں ہاتھوں پر پانی ڈالا، اور انہیں تین دفعہ دھویا، پھر (برتن میں) اپنا ہاتھ ڈال کر نکالا اور ایک ہتھیلی سے کلی کی اور ناک میں پانی کھینچا، یہ کام تین دفعہ کیا، پھر اپنا ہاتھ ڈال کر (برتن میں سے) نکالا اور اپنا چہرہ تین دفعہ دھویا، پھر برتن میں اپنا ہاتھ ڈال کر نکالا اور اپنے دونوں ہاتھ کہنیوں سمیت دو دو دفعہ ہوئے، پھر برتن میں ہاتھ ڈال کر اس سے پانی نکالا اور اپنے سر کا مسح کیا، اپنے دونوں ہاتھ آگے سے پیچھے کو اور پیچھے سے آگے لائے پھر دونوں پاؤں ٹخنوں سمیت دھوئے، پھر کہا، رسول اللہ ﷺ ایسے ہی وضو کیا کرتے تھے۔

مفردات الحدیث ❶ **اَنْفَأَ اَنْفَأً**: اس کو جھکایا، اس سے پانی ڈالا۔ ❷ **اِسْتَنْشَقَ**: **نَشَقٌ** سے ہے، جس کا معنی ہے، سونگھنا، مقصد ناک میں پانی چڑھانا، ناک میں پانی ڈالنا۔ ❸ **اَقْبَلَ**: آگے سے شروع کیا اور دبر اس کے برعکس ہے۔ یعنی پیچھے سے شروع کیا ہے۔

فوائد:...... ❶ اس حدیث سے ثابت ہوا، آپ ایک ہی چلو سے کلی بھی کرتے اور ناک میں پانی بھی چڑھاتے تھے اور بہتر طریقہ یہی ہے، علماء نے اس کے پانچ طریقے لکھے ہیں: (۱) ایک چلو لے کر، اس سے تین مرتبہ کلی کرے اور تین مرتبہ ناک میں پانی ڈالے۔ (۲) ایک چلو میں پانی لے اور اس سے تین دفعہ پہلے کلی کرے۔ پھر تین دفعہ ناک میں پانی ڈالے۔ (۳) تین دفعہ چلو میں پانی لے اور ہر دفعہ کلی کرے اور ناک میں پانی ڈالے۔ (۴) پہلے ایک چلو سے تین دفعہ کلی کرے، پھر دوسرے چلو سے تین دفعہ ناک میں پانی ڈالے۔

←وضوئه مرتين برقم (٤٧) والنسائي في (المجتبى) ١/ ٧١ في الطهارة، باب حد الغسل- وفي ١/ ٧١-٧٢ في باب صفة مسح الراس- وفي ١/ ٧٢ في باب: عدد مسح الراس- وابن ماجه في (سننه) في الطهارة وسننها، باب: المضمضة والاستنشاق من كف واحد برقم (٤٠٥) وفي باب: ما جاء في مسح الراس برقم (٤٣٤) وفي باب: الوضوء بالصفر برقم (٤٧١) انظر (التحفة) برقم (٥٣٠٨)

(۵) ہر چلو سے صرف ایک کام کرے پہلے تین چلوؤں سے تین دفعہ کلی کرے، پھر تین چلوؤں سے تین دفعہ ناک میں پانی ڈالے۔ اس حدیث سے تیسرا طریقہ ثابت ہوتا ہے کہ تین چلوؤں سے دونوں کام یک بار کرے۔ ❷ بعض اعضاء کو دو دفعہ اور بعض کو تین دفعہ دھونا بھی جائز ہے، آپ نے ہاتھ کہنیوں سمیت دو دفعہ دھوئے، چہرہ اور صرف ہاتھ شروع میں تین تین دفعہ ہوئے۔ ❸ سر کے مسح میں ہاتھ (دونوں) سامنے سے پیچھے کی طرف اور پھر پیچھے سے آگے کی طرف لانا، اس بات کی دلیل ہے کہ مسح پورے سر کا کیا جائے گا، اس کے افضل و بہتر ہونے میں کسی کا اختلاف نہیں ہے، فرضیت اور وجوب میں اختلاف ہے۔ ❹ سر کا مسح ایک دفعہ کیا، اس لیے اس میں تعداد کا ذکر نہیں کیا، دوسرے اعضاء کے لیے مرتین اور ثلاثا کا ذکر ہے اور اس حدیث میں پاؤں کے دھونے میں بھی عدد مذکور نہیں ہے۔

[556](. . .) عَنْ عَمْرِو بْنِ يَحْيٰى بِهٰذَا الْإِسْنَادِ نَحْوَهٗ وَلَمْ يَذْكُرْ اِلَى الْكَعْبَيْنِ

[556]۔ امام صاحب ایک اور سند سے مذکورہ بالا روایت بیان کرتے ہیں۔ اس میں الی الکعبین کا ذکر نہیں ہے

[557] (. . .) وَ حَدَّثَنِي الْقَاسِمُ بْنُ زَكَرِيَّآءَ قَالَ نَا خَالِدُ بْنُ مَخْلَدٍ عَنْ سُلَيْمَانَ هُوَ ابْنُ بِلَالٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ يَحْيٰى بِهٰذَا الْإِسْنَادِ وَقَالَ مَضْمَضَ وَاسْتَنْثَرَ ثَلَاثًا وَّلَمْ يَقُلْ مِنْ كَفٍّ وَاحِدَةٍ وَزَادَ بَعْدَ قَوْلِهٖ فَأَقْبَلَ بِهِمَا وَأَدْبَرَ بَدَأَ بِمُقَدَّمِ رَأْسِهٖ ثُمَّ ذَهَبَ بِهِمَا اِلٰى قَفَاهُ ثُمَّ رَدَّهُمَا حَتّٰى رَجَعَ إِلَى الْمَكَانِ الَّذِي بَدَأَ مِنْهُ وَغَسَلَ رِجْلَيْهِ

[557] امام صاحب نے ایک اور سند سے مذکورہ روایت بیان کی اس میں ہے، تین دفعہ کلی کی اور ناک جھاڑا، لیکن فی کف واحدۃ (ایک چلو سے نہیں کہا اور اقبل بھما ادبر کی تفسیر کرتے ہوئے کہا، سر کے سامنے سے شروع کر کے دونوں ہاتھوں کو اپنی گدی تک لے گئے اور پھر دونوں کو اسی جگہ واپس لے آئے جہاں سے شروع کیا تھا، اور اپنے دونوں پاؤں دھوئے۔

[558] (. . .) وَ حَدَّثَنِي إِسْحٰقُ بْنُ مُوسَى الْأَنْصَارِيُّ قَالَ نَا مَعْنٌ قَالَ نَا مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ يَحْيٰى بِمِثْلِ إِسْنَادِهِمْ وَاقْتَصَّ الْحَدِيثَ وَقَالَ فِيهِ فَمَضْمَضَ وَاسْتَنْشَقَ وَاسْتَنْثَرَ مِنْ ثَلَاثِ غَرَفَاتٍ وَقَالَ أَيْضًا فَمَسَحَ بِرَأْسِهٖ فَأَقْبَلَ بِهٖ وَأَدْبَرَ مَرَّةً

[556] تقدم تخريجه فى الحديث السابق برقم (٥٥٤)
[557] تقدم تخريجه (٥٥٤)
[558] تقدم تخريجه برقم (٥٥٤)

وَاحِدَةً قَالَ بَهْزٌ اَمْلٰى عَلَيَّ وُهَيْبٌ هٰذَا الْحَدِيثَ و قَالَ وُهَيْبٌ اَمْلٰى عَلَيَّ عَمْرُو بْنُ يَحْيٰى هٰذَا الْحَدِيثَ مَرَّتَيْنِ

[558] امام صاحب ایک اور سند سے حدیث بیان کرتے ہیں اور اس میں کہا، تین چلوؤں سے کلی کی، ناک میں پانی چڑھایا اور ناک صاف کیا اور یہ بھی کہا، اپنے سر کا مسح ایک دفعہ اس طرح کیا کہ ہاتھ آگے سے پیچھے لے گئے اور پیچھے سے آگے لائے، بہز نے کہا، مجھے یہ حدیث وہیب نے لکھوائی، اور وہیب نے کہا مجھے یہ حدیث عمرو بن یحییٰ نے دو دفعہ لکھوائی۔

[559] ١٩-(٢٣٦) حَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ مَعْرُوفٍ ح وَ حَدَّثَنِي هٰرُونُ بْنُ سَعِيدٍ الْأَيْلِيُّ وَأَبُو الطَّاهِرِ قَالُوا نَا ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي عَمْرُو بْنُ الْحَارِثِ أَنَّ حَبَّانَ بْنَ وَاسِعٍ حَدَّثَهُ أَنَّ أَبَاهُ حَدَّثَهُ أَنَّهُ سَمِعَ عَنْ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ زَيْدِ بْنِ عَاصِمٍ الْمَازِنِيِّ يَذْكُرُ أَنَّهُ رَاٰى رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ تَوَضَّأَ فَمَضْمَضَ ثُمَّ اسْتَنْثَرَ ثُمَّ غَسَلَ وَجْهَهُ ثَلَاثًا وَيَدَهُ الْيُمْنٰى ثَلَاثًا وَالْاُخْرٰى ثَلَاثًا وَمَسَحَ بِرَاْسِهِ بِمَاۤءٍ غَيْرِ فَضْلِ يَدِهِ وَغَسَلَ رِجْلَيْهِ حَتّٰى أَنْقَاهُمَا

[559]۔ حضرت عبداللہ بن زید بن عاصم مازنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اس نے رسول اللہ ﷺ کو وضو کرتے دیکھا، آپ نے کلی کی، پھر ناک (میں پانی ڈال کر) جھاڑا، پھر اپنا چہرہ تین دفعہ دھویا، اور اپنا دایاں ہاتھ تین مرتبہ اور دوسرا تین مرتبہ اور سر کا مسح اس پانی سے کیا، جو ہاتھ سے بچا ہوا نہیں تھا (یعنی نئے پانی سے مسح کیا) اور اپنے دونوں پاؤں دھوئے حتیٰ کہ ان کو صاف کر لیا۔

فائدہ :...... اس حدیث سے ثابت ہوا کہ سر کے مسح کے لیے نیا پانی لینا چاہیے اوپر کی حدیث میں بھی یہی کیفیت بیان ہوئی ہے۔

٨...... بَاب: اَلْإِيتَارِ فِي الْاِسْتِنْثَارِ وَالْاِسْتِجْمَارِ

باب٨: ناک جھاڑنے اور ڈھیلے استعمال کرنے میں طاق کا لحاظ رکھنا

[560] ٢٠-(٢٣٧) حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ وَعَمْرٌو النَّاقِدُ وَمُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ نُمَيْرٍ جَمِيعًا عَنِ ابْنِ عُيَيْنَةَ قَالَ قُتَيْبَةُ نَا سُفْيَانُ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ

[559] اخرجه ابوداود فی (سننه) فی الطهارة، باب: صفة وضوء النبی ﷺ برقم (١٢٠) والترمذی فی (جامعه) فی الطهارة، باب: ما جاء انه یاخذ لراسه ماء جدیدا۔ وقال: هذا حدیث حسن صحیح برقم (٣٥) انظر (التحفة) برقم (٥٣٠٧)

[560] اخرجه البخاری فی (صحیحه) فی الوضوء، باب: الاستجمار وترا برقم (١٦٢) مطولا ←

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ يَبْلُغُ بِهِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ ((إِذَا اسْتَجْمَرَ أَحَدُكُمْ فَلْيَسْتَجْمِرْ وِتْرًا وَإِذَا تَوَضَّأَ أَحَدُكُمْ فَلْيَجْعَلْ فِي أَنْفِهِ مَاءً ثُمَّ لِيَنْتَثِرْ))

[560] ۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''جب تم میں سے کوئی ڈھیلے استعمال کرے تو طاق ڈھیلے استعمال کرے، اور جب تم سے کوئی وضو کرے تو ناک میں پانی ڈالے، پھر ناک صاف کرے۔''

مفردات الحدیث ❶ اِسْتَجْمَرَ: جِمَار (چھوٹے پتھر) سے بول و پیشاب کی جگہ صاف کرنا، استنجا کرنا۔ ❷ لِيَنْتَثِرْ: أَلاِسْتِنْثَار ناک میں پانی ڈالنے کے بعد، ناک صاف کرنا، اس سے بنی وغیرہ نکالنا۔

[561] ۲۱۔(. . .) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ قَالَ نَا عَبْدُالرَّزَّاقِ بْنُ هَمَّامٍ قَالَ نَا مَعْمَرٌ عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ قَالَ هٰذَا مَا حَدَّثَنَا بِهِ

أَبُو هُرَيْرَةَ عَنْ مُحَمَّدٍ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ فَذَكَرَ أَحَادِيثَ مِنْهَا وَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ ((إِذَا تَوَضَّأَ أَحَدُكُمْ فَلْيَسْتَنْشِقْ بِمَنْخِرَيْهِ مِنَ الْمَاءِ ثُمَّ لِيَنْتَثِرْ))

[561] ۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی وضو کرے تو دونوں نتھنوں میں پانی ڈالے اور پھر ناک جھاڑے۔''

[562] ۲۲۔(. . .) حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ أَبِي إِدْرِيسَ الْخَوْلَانِيِّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ ((مَنْ تَوَضَّأَ فَلْيَسْتَنْثِرْ وَمَنِ اسْتَجْمَرَ فَلْيُوتِرْ))

[562] ۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو وضو کرے تو وہ ناک جھاڑے اور جو شخص استنجا کرے تو طاق بار کرے۔''

[563] (. . .) حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ مَنْصُورٍ قَالَ نَا حَسَّانُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ نَا يُونُسُ بْنُ يَزِيدَ ح وَ

← وابو داود في (سننه) في الطهارة، باب: في الاستنثار برقم (١٤٠) والنسائي في (المجتبى) ١/ ٦٥-٦٦ في الطهارة، باب: اتخاذ الاستنثار۔ انظر (التحفة) برقم (١٣٦٨٩ و ١٣٨٢٠)

[561] انفرد به مسلم۔ انظر (التحفة) برقم (١٤٧٤٣)

[562] اخرجه البخاري في (صحيحه) في الوضوء، باب: الاستنثار في الوضوء برقم (١٦١) والنسائي في (المجتبى) في الطهارة، باب الامر بالاستنثار ١/ ٦٦ وابن ماجه في (سننه) في الطهارة، وسننها، باب: المبالغة في الاستنشاق والاستنثار برقم (٤٠٩) انظر (التحفة) برقم (١٣٥٤٧)

[563] تقدم تخريجه في الحديث السابق برقم (٥٦١)

حَدَّثَنِي حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى قَالَ أَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ أَخْبَرَنِي أَبُو إِدْرِيسَ الْخَوْلَانِيُّ أَنَّهُ سَمِعَ

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ وَأَبِي سَعِيدِ الْخُدْرِيِّ يَقُولَانِ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ بِمِثْلِهِ

[563] امام صاحب نے ایک اور سند سے ابو ہریرہ اور ابو سعید خدری رضی اللہ عنہما دونوں سے رسول اللہ ﷺ کی مذکورہ بالا روایت بیان کی۔

[564] ٢٣-(٢٣٨) وَحَدَّثَنِي بِشْرُ بْنُ الْحَكَمِ الْعَبْدِيُّ قَالَ نَا عَبْدُ الْعَزِيزِ يَعْنِي الدَّرَاوَرْدِيَّ عَنِ ابْنِ الْهَادِ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ عَنْ عِيسَى بْنِ طَلْحَةَ

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ ((**إِذَا اسْتَيْقَظَ أَحَدُكُمْ مِنْ مَنَامِهِ فَلْيَسْتَنْثِرْ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ فَإِنَّ الشَّيْطَانَ يَبِيتُ عَلَى خَيَاشِيمِهِ**))

[564]۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''جب تم سے کوئی اپنی نیند سے بیدار ہو تو تین دفعہ ناک جھاڑے کیونکہ شیطان اس کے بانسے پر رات گزارتا ہے۔''

مفردات الحدیث ✲ خَيَاشِيمِ: خیشوم کی جمع ہے، ناک کے اعلیٰ حصہ کو کہتے ہیں، اور بقول بعض پورے ناک کو۔

[565] ٢٤-(٢٣٩) وَحَدَّثَنَا إِسْحَقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ وَمُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ قَالَ ابْنُ رَافِعٍ نَا عَبْدُالرَّزَّاقِ قَالَ أَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ أَخْبَرَنِي أَبُو الزُّبَيْرِ أَنَّهُ سَمِعَ

جَابِرَ بْنَ عَبْدِاللَّهِ يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ ((**إِذَا اسْتَجْمَرَ أَحَدُكُمْ فَلْيُوتِرْ**))

[565]۔ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ بتاتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب تم سے کوئی ڈھیلے استعمال کرے تو طاق بار استعمال کرے۔''

فائدہ:...... **تمام مذکورہ بالا روایات سے ثابت ہوتا ہے کہ استنجا میں ڈھیلے طاق (تین پانچ یا سات) استعمال کرنے چاہییں، تین کا استعمال فرض ہے اور تین سے زائد کا انحصار ضرورت پر ہے، اور تین سے اوپر میں طاق کا لحاظ بہتر اور افضل ہے، لازم نہیں ہے۔**

[564] اخرجه البخاري في (صحيحه) في بدء الخلق، باب: صفة ابليس وجنوده برقم (٣٢٩٥) والنسائي في (المجتبى) ١/ ٦٧ في باب الامر بالاستنثار عند الاستيقاظ من النوم۔ انظر (التحفة) برقم (١٤٢٨٤)

[565] انفرد به مسلم۔ انظر (التحفة) برقم (٢٨٤٢)

٩...... بَاب: وُجُوبِ غَسْلِ الرِّجْلَيْنِ بِكَمَالِهِمَا

باب ۹: وضو میں دونوں پاؤں مکمل طور پر دھونا فرض ہے

[566] ٢٥ ـ(٢٤٠) حَدَّثَنَا هٰرُونُ بْنُ سَعِيدٍ الْأَيْلِيُّ وَأَبُو الطَّاهِرِ وَأَحْمَدُ بْنُ عِيسٰى قَالُوا أَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ وَهْبٍ عَنْ مَخْرَمَةَ بْنِ بُكَيْرٍ

عَنْ أَبِيهِ سَالِمٍ مَوْلٰى شَدَّادٍ قَالَ دَخَلْتُ عَلٰى عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ ﷺ يَوْمَ تُوُفِّيَ سَعْدُ بْنُ أَبِي وَقَّاصٍ فَدَخَلَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ أَبِي بَكْرٍ فَتَوَضَّأَ عِنْدَهَا فَقَالَتْ يَا عَبْدَ الرَّحْمٰنِ أَسْبِغِ الْوُضُوءَ فَإِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ يَقُولُ ((**وَيْلٌ لِّلْأَعْقَابِ مِنَ النَّارِ**))

[566] ۔شداد کے آزاد کردہ غلام سالم بیان کرتے ہیں، جس دن حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ فوت ہوئے تو میں رسول اللہ ﷺ کی بیوی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوا، عبدالرحمٰن بن ابی بکر نے آ کر ان کے سامنے وضو کیا، تو انہوں نے کہا، اے عبدالرحمٰن، وضو پورا کر (کامل) کرو، کیونکہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: ''ایڑیوں کے لیے آگ (جہنم) کی تباہی ہے (یعنی خشک رہنے کی صورت میں عذاب ہوگا)۔

[567] (. . .) وَحَدَّثَنِي حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيٰى قَالَ أَنَا ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي حَيْوَةُ قَالَ أَخْبَرَنِي مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِالرَّحْمٰنِ أَنَّ أَبَا عَبْدِاللّٰهِ مَوْلٰى شَدَّادِ بْنِ الْهَادِ حَدَّثَهُ أَنَّهُ دَخَلَ عَلٰى عَائِشَةَ فَذَكَرَ عَنْهَا عَنِ النَّبِيِّ ﷺ بِمِثْلِهِ

[567] امام صاحب ایک اور سند سے مذکورہ بالا روایت بیان کرتے ہیں۔

[568] (. . .) حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ وَأَبُو مَعْنٍ الرَّقَاشِيُّ قَالَا نَا عُمَرُ بْنُ يُونُسَ قَالَ نَا عِكْرِمَةُ بْنُ عَمَّارٍ حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ أَبِي كَثِيرٍ قَالَ حَدَّثَنِي أَوْ حَدَّثَنَا أَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِالرَّحْمٰنِ قَالَ حَدَّثَنِي سَالِمٌ مَوْلَى الْمَهْرِيِّ قَالَ خَرَجْتُ أَنَا

عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ فِي جَنَازَةِ سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ فَمَرَرْنَا عَلٰى بَابِ حُجْرَةِ عَائِشَةَ فَذَكَرَ عَنْهَا عَنِ النَّبِيِّ ﷺ مِثْلَهُ

[566] انفرد به مسلم۔ انظر (التحفة) برقم (١٦٠٩٢)

[567] انفرد به مسلم۔ انظر (التحفة) برقم (١٦٠٩٢)

[568] التخريج السابق۔

[568] سالم جوہری کے مولیٰ ہیں بیان کرتے ہیں کہ میں اور عبدالرحمٰن بن ابی بکر سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے جنازے کے لیے نکلے، اور ہم حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ کے دروازے سے گزرے، تو مجھے انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مذکورہ بالا روایت سنائی۔

[569] (. . .) حَدَّثَنِی سَلَمَةُ بْنُ شَبِيبٍ قَالَ نَا الْحَسَنُ بْنُ أَعْيَنَ نَا فُلَيْحٌ حَدَّثَنِی نُعَيْمُ بْنُ عَبْدِاللهِ عَنْ سَالِمٍ مَوْلٰی شَدَّادِ بْنِ الْهَادِ قَالَ كُنْتُ أَنَا مَعَ عَائِشَةَ فَذَكَرَ عَنْهَا عَنِ النَّبِیِّ صلی اللہ علیہ وسلم بِمِثْلِهٖ

[569] شداد بن الہاد کے آزاد کردہ غلام سالم سے روایت ہے کہ میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ تھا، تو عائشہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مذکورہ بالا روایت بیان کی۔

[570] ٢٦ـ(٢٤١) حَدَّثَنِی زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ نَا جَرِيرٌ ح و حَدَّثَنَا إِسْحٰقُ قَالَ أَنَا جَرِيرٌ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ هِلَالِ بْنِ يِسَافٍ عَنْ أَبِی يَحْيٰی

عَنْ عَبْدِاللهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ رَجَعْنَا مَعَ رَسُولِ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم مِنْ مَكَّةَ إِلَى الْمَدِينَةِ حَتّٰی إِذَا كُنَّا بِمَآءٍ بِالطَّرِيقِ تَعَجَّلَ قَوْمٌ عِنْدَ الْعَصْرِ فَتَوَضَّئُوا وَهُمْ عِجَالٌ فَانْتَهَيْنَا إِلَيْهِمْ وَأَعْقَابُهُمْ تَلُوحُ لَمْ يَمَسَّهَا الْمَآءُ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم ((وَيْلٌ لِلْأَعْقَابِ مِنَ النَّارِ أَسْبِغُوا الْوُضُوءَ))

[570] ۔ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مکہ سے مدینہ کی طرف لوٹے، حتیٰ کہ جب ہم راستہ میں ایک پانی پر پہنچے تو کچھ لوگوں نے عصر کے وقت جلدی کی اور انہوں نے جلدی جلدی وضو کر لیا، ہم ان تک اس حال میں پہنچے کہ ان کی ایڑیاں پانی نہ چھونے کی وجہ سے ظاہر ہو رہی تھیں (خشک تھیں) تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ایڑیوں کے لیے آگ کی ہلاکت ہے وضو مکمل کیا کرو۔''

مفردات الحديث ❊ عِجَال، عَجْلان کی جمع ہے، جلد باز۔

[571] (. . .) وَ حَدَّثَنَاهُ أَبُوبَكْرِ بْنُ أَبِی شَيْبَةَ قَالَ نَا وَكِيعٌ عَنْ سُفْيَانَ ح وَ حَدَّثَنَا ابْنُ الْمُثَنّٰی وَابْنُ بَشَّارٍ قَالَا نَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ نَا شُعْبَةُ كِلَاهُمَا

---

[569] انظر السابق والذی قبله۔

[570] اخرجه ابوداود فی الطهارة، باب اسباغ الوضوء برقم (٩٧) والنسائی فی (المجتبی) ١/ ٧٨ فی الطهارة، باب: ايجاب غسل الرجلين وفی باب: الامر باسباغ الوضوء ١/ ٨٩۔ وابن ماجه فی (سننه) فی الطهارة وسننها، باب: غسل العراقيب برقم (٤٥٠) انظر (التحفة) بر (٨٩٣٦)

[571] تقدم تخريجه فی الحديث السابق برقم (٥٦٩)

عَنْ مَنْصُورٍ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ وَلَيْسَ فِي حَدِيثِ شُعْبَةَ ((أَسْبِغُوا الْوُضُوْءَ)) وَفِي حَدِيثِهِ عَنْ أَبِي يَحْيَى الْأَعْرَجِ

[571] امام صاحب نے ایک اور سند سے مذکورہ بالا روایت بیان کی ہے جس میں شعبہ نے اسبغوا الوضوء، وضو مکمل کرو، کے الفاظ بیان نہیں کیے ہیں۔

[572] ٢٧۔(. . .) وَحَدَّثَنَا شَيْبَانُ بْنُ فَرُّوخَ وَأَبُو كَامِلٍ الْجَحْدَرِيُّ جَمِيعًا عَنْ أَبِي عَوَانَةَ قَالَ أَبُو كَامِلٍ نَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ أَبِي بِشْرٍ عَنْ يُوسُفَ بْنِ مَاهَكَ

عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ تَخَلَّفَ عَنَّا النَّبِيُّ ﷺ فِي سَفَرٍ سَافَرْنَاهُ فَأَدْرَكَنَا وَقَدْ حَضَرَتْ صَلٰوةُ الْعَصْرِ فَجَعَلْنَا نَمْسَحُ عَلٰى أَرْجُلِنَا فَنَادٰى ((وَيْلٌ لِّلْأَعْقَابِ مِنَ النَّارِ))

[572]۔ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک سفر میں جو ہم نے کیا تھا، ہم سے نبی اکرم ﷺ پیچھے رہ گئے، آپ ہمیں اس حال میں ملے کہ عصر کی نماز کا وقت ہو چکا تھا، تو ہم پاؤں پر مسح کرنے لگے (پانی، پاؤں کے لیے کم استعمال کیا) تو آپ نے آواز دی، ایڑیوں کے لیے آگ کا عذاب ہے۔'' (ایڑیاں خشک رہ گئیں تھیں)۔

[573] ٢٨۔(٢٤٢) حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ سَلَّامٍ الْجُمَحِيُّ قَالَ نَا الرَّبِيعُ يَعْنِي ابْنَ مُسْلِمٍ عَنْ مُحَمَّدٍ وَهُوَ ابْنُ زِيَادٍ

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ رَاٰى رَجُلًا لَمْ يَغْسِلْ عَقِبَيْهِ فَقَالَ ((وَيْلٌ لِّلْأَعْقَابِ مِنَ النَّارِ))

[573]۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک آدمی کو دیکھا، اس نے اپنے پاؤں کے پچھلے حصے (ایڑیاں) نہیں دھوئے تھے، تو آپ نے فرمایا: ''ایڑیوں کے لیے (خشک رہ جانے کی بنا پر) آگ کا عذاب ہے۔''

[574] ٢٩۔(. . .) حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ وَأَبُوبَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَأَبُو كُرَيْبٍ قَالُوا نَا وَكِيعٌ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ زِيَادٍ

[572] اخرجه البخاري في (صحيحه) في العلم، باب: من رفع صوته لعلم برقم (٦٠) وفي باب: من اعاد الحديث ثلاثث ليفهم عنه برقم (٩٦) وفي الوضوء، باب: غسل الرجلين، ولا يمسح على القدمين برقم (١٦٣) انظر (لتحفة) برقم (٨٩٣٦)

[573] انفرد به مسلم۔ انظر (التحفة) برقم (١٤٣٧١)

[574] اخرجه البخاري في (صحيحه) في الوضوء، باب: غسل الاعقاب برقم (١٦٥) مطولا۔ والنسائي في (المجتبى) ١/ ٧٨ في الطهارة، باب: ايجاب غسل الرجلين۔ انظر (التحفة) برقم (١٤٣٨١)

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّهُ رَأَى قَوْمًا يَتَوَضَّئُونَ مِنَ الْمَطْهَرَةِ فَقَالَ أَسْبِغُوا الْوُضُوءَ فَإِنِّي سَمِعْتُ أَبَا الْقَاسِمِ ﷺ يَقُولُ ((وَيْلٌ لِّلْعَرَاقِيبِ مِنَ النَّارِ))

[574]۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کچھ لوگوں کو لوٹے سے وضو کرتے دیکھا، تو کہا، وضو مکمل کرو، کیونکہ میں نے ابو القاسم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: ''ایڑیوں کے لیے آگ کے باعث تباہی وہلاکت ہے۔''

مفردات الحدیث ❶ مطھرۃ: اگر میم پر زیر ہو تو معنی ہوگا، وضو کرنے کا آلہ (جس برتن سے بھی وضو کیا جائے اور اگر میم پر زبر پڑھیں تو معنی ہوگا، دھونے کی جگہ، یہاں برتن مراد لینا ہی زیادہ مناسب ہے۔
❷ عِرَاقیب، عُرْقُوب کی جمع ہے، ایڑی کے اوپر کا پٹھا۔

[575] ۳۰۔(. . .)حَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ نَا جَرِيرٌ عَنْ سُهَيْلٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ ((وَيْلٌ لِّلْأَعْقَابِ مِنَ النَّارِ))

[575]۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، ایڑیوں کے لیے آگ سے عذاب ہے۔''

فائدہ:...... تمام احادیث بالا کا مقصود یہ ہے کہ پاؤں کا دھونا لازم ہے، اس کے دھوئے بغیر چارہ نہیں ہے، موزوں یا جرابوں کے بغیر پاؤں کا مسح کرنا کافی نہیں ہے، اور دھونے کے ساتھ مسح کی ضرورت نہیں، ان لوگوں کی رائے درست نہیں ہے جو پاؤں کے لیے مسح کو ضروری قرار دیتے ہیں یا غسل اور مسح میں اختیار دیتے ہیں یا دونوں کو ضروری قرار دیتے ہیں، نیز پاؤں مکمل طور پر دھویا جائے گا، ایڑیوں کے خشک رہنے کا احتمال ہے، اس لیے ان کے دھونے کی خصوصی طور پر تاکید کی گئی ہے۔

۱۰...... بَابُ: وُجُوبِ اسْتِيعَابِ جَمِيعِ أَجْزَاءِ مَحَلِّ الطَّهَارَةِ

باب ۱۰: محل طہارت (تمام اعضائے وضو) کو مکمل طور پر دھونا لازم ہے

[576] ۳۱۔(۲۴۳)وَحَدَّثَنِي سَلَمَةُ بْنُ شَبِيبٍ قَالَ نَا الْحَسَنُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ أَعْيَنَ قَالَ مَعْقِلٌ عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ أَخْبَرَنِي عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ أَنَّ رَجُلًا تَوَضَّأَ فَتَرَكَ مَوْضِعَ ظُفُرٍ عَلَى قَدَمِهِ فَأَبْصَرَهُ النَّبِيُّ ﷺ فَقَالَ ((ارْجِعْ فَأَحْسِنْ وُضُوءَكَ فَرَجَعَ)) ثُمَّ صَلَّى

[576]۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ ایک انسان نے وضو کیا

[575] انفرد به مسلم- انظر (التحفة) برقم (۱۲۶۰۲)

[576] اخرجه ابن ماجه في (سننه) في الطهارة، وسننها، باب: من توضا فترك موضعا لم يصبه الماء برقم (٦٦٦) انظر (التحفة) برقم (۱۰٤۲۱)

تو اپنے پاؤں سے ایک ناخن کے بقدر جگہ کو چھوڑ دیا، نبی اکرم ﷺ نے اس کو دیکھ لیا، اور فرمایا: ''واپس جا کر اچھی طرح وضو کر کے آؤ۔'' تو وہ واپس گیا، پھر (آ کر) نماز پڑھی۔

فائدہ:......اس حدیث سے ثابت ہوا، وضو کے ہر عضو کو پورے طور پر دھویا جائے، کسی عضو کا معمولی سا حصہ بھی خشک نہ رہے، اگر ذرہ برابر جگہ بھی چھوڑ دی گئی تو وضو نہیں ہوگا اور اگر وضو نہیں ہے تو ظاہر ہے نماز نہیں ہوگی، کیونکہ وضو نماز کے لیے شرط ہے، اور اس حدیث سے بھی معلوم ہوا پاؤں کا دھونا ضروری ہے، اگر پاؤں کا مسح ہوتا تو ناخن کے بقدر رہ جانے والی جگہ نظر نہ آتی۔

۱۱...... بَاب: خُرُوجِ الْخَطَايَا مَعَ مَآءِ الْوُضُوْءِ

باب ۱۱: وضو کے پانی کے ساتھ گناہوں کا (اعضائے وضو سے) نکلنا

[577] ۳۲۔(۲۴۴) حَدَّثَنَا سُوَيْدُ بْنُ سَعِيدٍ عَنْ مَالِكِ بْنِ أَنَسٍ ح وَ حَدَّثَنَا أَبُو الطَّاهِرِ وَاللَّفْظُ لَهُ قَالَ أَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ وَهْبٍ عَنْ مَالِكِ بْنِ أَنَسٍ عَنْ سُهَيْلِ بْنِ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِيهِ

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ ((إِذَا تَوَضَّأَ الْعَبْدُ الْمُسْلِمُ أَوِ الْمُؤْمِنُ فَغَسَلَ وَجْهَهُ خَرَجَ مِنْ وَجْهِهِ كُلُّ خَطِيئَةٍ نَظَرَ إِلَيْهَا بِعَيْنِهِ مَعَ الْمَاءِ أَوْ مَعَ آخِرِ قَطْرِ الْمَآءِ فَإِذَا غَسَلَ يَدَيْهِ خَرَجَ مِنْ يَدَيْهِ كُلُّ خَطِيئَةٍ كَانَ بَطَشَتْهَا يَدَاهُ مَعَ الْمَآءِ أَوْ مَعَ آخِرِ قَطْرِ الْمَآءِ فَإِذَا غَسَلَ رِجْلَيْهِ خَرَجَتْ كُلُّ خَطِيئَةٍ مَشَتْهَا رِجْلَاهُ مَعَ الْمَآءِ أَوْ مَعَ آخِرِ قَطْرِ الْمَآءِ حَتّٰى يَخْرُجَ نَقِيًّا مِنَ الذُّنُوبِ))

[577]۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب مسلمان یا مومن بندہ وضو کرتا ہے اور اپنا چہرہ دھوتا ہے تو پانی کے ساتھ یا اس کے آخری قطرہ کے ساتھ اس کے چہرے سے وہ سارے گناہ نکل جاتے ہیں جو اس کی آنکھ نے دیکھے تھے اور جب اپنے دونوں ہاتھ دھوتا ہے، تو پانی کے ساتھ یا اس کے آخری قطرہ کے ساتھ وہ تمام گناہ نکل جاتے ہیں جنھیں اس کے ہاتھوں نے پکڑا تھا اور جب اپنے پاؤں دھوتا ہے تو وہ گناہ نکل جاتا ہے جس کی طرف وہ چل کر گیا تھا، حتیٰ کہ وہ (وضو سے فراغت کے بعد) گناہوں سے پاک ہو جاتا ہے۔''

[578] ۳۳۔(۲۴۵) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مَعْمَرِ بْنِ رِبْعِيِّ الْقَيْسِيُّ قَالَ نَا أَبُو هِشَامٍ الْمَخْزُومِيُّ عَنْ عَبْدِالْوَاحِدِ وَهُوَ ابْنُ زِيَادٍ قَالَ نَا عُثْمَانُ بْنُ حَكِيمٍ قَالَ نَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُنْكَدِرِ عَنْ حُمْرَانَ

---

[577] اخرجه الترمذی فی (جامعه) فی الطهارة، باب: ما جاء فی فضل الطهور۔ وقال: هذا حديث حسن صحيح برقم (۲) انظر (التحفة) برقم (۱۲۷۴۲) ۳۹۲

[578] انفرد به مسلم۔ انظر (التحفة) برقم (۹۷۹۶)

عَنْ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ ((مَنْ تَوَضَّأَ فَأَحْسَنَ الْوُضُوءَ خَرَجَتْ خَطَايَاهُ مِنْ جَسَدِهِ حَتّٰى تَخْرُجَ مِنْ تَحْتِ اَظْفَارِهِ))

[578]۔ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس نے وضو کیا اور خوب اچھی طرح وضو کیا، اس کے جسم سے اس کے گناہ نکل گئے، حتیٰ کہ اس کے ناخنوں کے نیچے سے بھی نکل جاتے ہیں۔''

فوائد :...... ❶ مندرجہ بالا دونوں حدیثوں سے معلوم ہوا کہ جو شخص رسول اللہ ﷺ کی تعلیم وہدایت کے مطابق باطنی پاکیزگی کے حصول کی خاطر وضو کے آداب وسنن کی رعایت کے ساتھ، اچھی طرح وضو کرے گا تو اس سے صرف ظاہری میل کچیل یا حدث والی ناپاکی ہی دور نہیں ہوگی بلکہ اس کی برکت سے اس کے سارے جسم کے گناہ اور ان کی ناپاکی نکل جائے گی اور وہ حدث سے پاک ہونے کے ساتھ، گناہوں سے بھی پاک ہو جائے گا۔ ❷ ان حدیثوں سے معلوم ہوا کہ گناہوں کا بھی اپنا ایک وجود ہے، یہ الگ بات ہے کہ وہ ہمیں نظر نہیں آتے۔ اس لیے ان حدیثوں کی اس تاویل کی ضرورت نہیں ہے کہ گناہوں کے نکل جانے سے مقصد یا مراد صرف ان کی معافی اور بخشش ہے یا بندہ جب گناہ کرتا ہے تو جس عضو سے گناہ کرتا ہے، اس کا ظلمانی اثر اور اس کی نحوست اس کے عضو پر اور پھر دل پر پڑتی ہے، تو آداب وسنن کے مطابق کیے گئے وضو سے ہر عضو سے کیے گئے گناہ کی گندی اور بری تاثیر اور عضو اور دل پر قائم ہونے والی ظلمت وسیاہی دور ہو جاتی ہے، اور گناہوں کی معافی اور مغفرت بھی ہو جاتی ہے، لیکن یہ بات پیچھے گزر چکی ہے، کہ نیک اعمال کی تاثیر سے صغیرہ گناہ معاف ہوتے ہیں، اور مختلف عملوں سے مختلف قسم کے گناہ معاف ہوتے ہیں اور جسم ان سے پاک وصاف ہو جاتا ہے۔

۱۲...... بَابٌ: اسْتِحْبَابِ إِطَالَةِ الْغُرَّةِ وَالتَّحْجِيلِ فِي الْوُضُوءِ

باب ۱۲: چہرے اور ہاتھ پاؤں کی روشنی اور چمک کو بڑھانے کا مستحب ہونا

[579] ۳۴۔(۲۴۶) حَدَّثَنِي أَبُو كُرَيْبٍ مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ وَالْقَاسِمُ بْنُ زَكَرِيَّاءَ بْنِ دِينَارٍ وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ قَالُوا ثَنَا خَالِدُ بْنُ مَخْلَدٍ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ بِلَالٍ حَدَّثَنِي عُمَارَةُ بْنُ غَزِيَّةَ الْأَنْصَارِيُّ

عَنْ نُعَيْمِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ الْمُجْمِرِ قَالَ رَأَيْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ يَتَوَضَّأُ فَغَسَلَ وَجْهَهُ فَأَسْبَغَ الْوُضُوءَ ثُمَّ غَسَلَ يَدَهُ الْيُمْنٰى حَتّٰى أَشْرَعَ فِي الْعَضُدِ ثُمَّ غَسَلَ يَدَهُ الْيُسْرٰى حَتّٰى أَشْرَعَ فِي الْعَضُدِ ثُمَّ مَسَحَ رَأْسَهُ ثُمَّ غَسَلَ رِجْلَهُ الْيُمْنٰى حَتّٰى أَشْرَعَ فِي السَّاقِ ثُمَّ

[579] اخرجه البخاري في (صحيحه) في الوضوء، باب: فضل الوضوء، والغر المحجلون من آثار الوضوء برقم (۳) مختصرا۔ انظر (التحفة) برقم (۱٤٦٤٣)

غَسَلَ رِجْلَهُ الْيُسْرٰى حَتّٰى أَشْرَعَ فِي السَّاقِ ثُمَّ قَالَ هٰكَذَا رَأَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ يَتَوَضَّأُ وَقَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ ((أَنْتُمُ الْغُرُّ الْمُحَجَّلُونَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ مِنْ إِسْبَاغِ الْوُضُوْءِ فَمَنِ اسْتَطَاعَ مِنْكُمْ فَلْيُطِلْ غُرَّتَهُ وَتَحْجِيلَهُ))

[579] ۔نعیم بن عبداللہ مجمر بیان کرتے ہیں کہ میں نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو وضو کرتے دیکھا، انہوں نے چہرہ مکمل دھویا، پھر اپنا دایاں ہاتھ دھویا، حتیٰ کہ بازو کا بھی ایک حصہ دھویا، پھر اپنا بایاں ہاتھ دھویا، حتیٰ کہ بازو کا کچھ حصہ بھی دھویا، پھر اپنے سر کا مسح کیا، پھر اپنا دایاں پاؤں دھویا حتیٰ کہ پنڈلی تک پہنچے پھر اپنا بایاں پاؤں دھویا یہاں تک کہ پنڈلی کا کچھ حصہ دھویا، پھر کہا میں نے رسول اللہ ﷺ کو اسی طرح وضو کرتے دیکھا، اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تم قیامت کے دن کامل وضو کرنے کی وجہ سے روشن اور منور چہرے اور روشن ومنور ہاتھ پاؤں والے ہو گے تو تم میں سے جو اپنے چہرے اور ہاتھ پاؤں کی چمک اور روشنی کو بڑھا سکے، بڑھا لے۔''

[580] ٣٥۔(. . .) وَحَدَّثَنِي هٰرُونُ بْنُ سَعِيدٍ الْأَيْلِيُّ قَالَ حَدَّثَنِي ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي عَمْرُو بْنُ الْحَارِثِ عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي هِلَالٍ

عَنْ نُعَيْمِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ أَنَّهُ رَأَى أَبَا هُرَيْرَةَ يَتَوَضَّأُ فَغَسَلَ وَجْهَهُ وَيَدَيْهِ حَتّٰى كَادَ يَبْلُغُ الْمَنْكِبَيْنِ ثُمَّ غَسَلَ رِجْلَيْهِ حَتّٰى رَفَعَ إِلَى السَّاقَيْنِ ثُمَّ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ يَقُولُ ((إِنَّ أُمَّتِي يَأْتُونَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ غُرًّا مُحَجَّلِينَ مِنْ أَثَرِ الْوُضُوْءِ فَمَنِ اسْتَطَاعَ مِنْكُمْ أَنْ يُطِيلَ غُرَّتَهُ فَلْيَفْعَلْ))

[580] ۔نعیم بن عبداللہ بیان کرتے ہیں کہ اس نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو وضو کرتے دیکھا، انہوں نے اپنا چہرہ اور ہاتھ دھوئے یہاں تک کہ کندھوں کے قریب پہنچ گئے، پھر انہوں نے اپنے پاؤں دھوئے حتیٰ کہ پنڈلیوں تک پہنچ گئے، پھر کہا میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: میرے امتی قیامت کے دن وضو کے اثر سے روشن چہرہ اور چمکدار ہاتھ پاؤں کے ساتھ آئیں گے تم میں سے جو اپنی روشنی اور نورانیت بڑھا سکے تو ایسا کرے۔''

مفردات الحدیث ❶ غُرّة: پیشانی کی روشنی اور چمک۔ ❷ تحجیل ہاتھ پاؤں کی سفیدی اور چمک۔

فائدہ:...... وضو کا اثر دنیا میں یہ ہے کہ اس سے اعضائے وضو میل کچیل اور حدث سے پاک وصاف ہو کر گناہوں سے بھی پاک ہو جاتے ہیں، لیکن قیامت میں اس کا اثر یہ ہوگا کہ آپ کے امتیوں کے چہرے اور ہاتھ

[580] تقدم تخريجه في الحديث السابق برقم (٥٧٨)

پاؤں روشن اور تاباں ہوں گے اور یہ ان کا وہاں امتیازی وصف ہوگا، پھر جس کا وضو جتنا کامل اور مکمل ہوگا اس کی یہ روشنی اور نورانیت بھی اس درجہ کی ہوگی، اس لیے وضو میں بازو اور پنڈلی کو بھی دھونے کی کوشش کرنی چاہیے اور اس کو کوئی خاص حد مقرر نہیں ہے، جہاں تک دھو سکے، دھو لے۔

[581] ٣٦۔(٢٤٧)حَدَّثَنَا سُوَيْدُ بْنُ سَعِيدٍ وَابْنُ أَبِي عُمَرَ جَمِيعًا عَنْ مَرْوَانَ الْفَزَارِيِّ قَالَ ابْنُ أَبِي عُمَرَ نَا مَرْوَانُ عَنْ أَبِي مَالِكٍ الْاَشْجَعِيِّ سَعْدِ بْنِ طَارِقٍ عَنْ أَبِي حَازِمٍ

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ ((إِنَّ حَوْضِي أَبْعَدُ مِنْ أَيْلَةَ مِنْ عَدَنٍ لَهُوَ أَشَدُّ بَيَاضًا مِنَ الثَّلْجِ وَأَحْلٰى مِنَ الْعَسَلِ بِاللَّبَنِ وَلَاٰنِيَتُهُ أَكْثَرُ مِنْ عَدَدِ النُّجُومِ وَإِنِّي لَأَصُدُّ النَّاسَ عَنْهُ كَمَا يَصُدُّ الرَّجُلُ إِبِلَ النَّاسِ عَنْ حَوْضِهِ)) قَالُوا يَا رَسُولَ اللّٰهِ أَتَعْرِفُنَا يَوْمَئِذٍ قَالَ ((نَعَمْ لَكُمْ سِيمَا لَيْسَتْ لِأَحَدٍ مِّنَ الْأُمَمِ تَرِدُونَ عَلَيَّ غُرًّا مُّحَجَّلِينَ مِنْ أَثَرِ الْوُضُوءِ))

[581] ۔حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میرا حوض عدن سے ایلہ تک کے فاصلہ سے زیادہ بڑا ہے اور (اس کا پانی) یقیناً برف سے زیادہ سفید اور شہد ملے ہوئے دودھ سے زیادہ شیریں ہے اور اس کے برتنوں کی تعداد یقیناً ستاروں کی تعداد سے زیادہ ہے، اور میں لوگوں کو اس سے روکوں گا، جس طرح ایک انسان اپنے حوض سے دوسرے لوگوں کے اونٹوں کو روکتا ہے، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے پوچھا، اے اللہ کے رسول! کیا اس دن آپ ہمیں پہچانیں گے؟ آپ نے فرمایا: ''ہاں، تمہارے لیے ایک علامت ہوگی، جو دوسری کسی امت میں نہیں ہوگی، تم میرے پاس وضو کے اثر سے روشن چہرے اور چمکدار ہاتھ پاؤں سے پہنچو گے۔

[582] ٣٧۔(. . .)وَ حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ وَوَاصِلُ بْنُ عَبْدِالْاَعْلٰى وَاللَّفْظُ لِوَاصِلٍ قَالَا نَا ابْنُ فُضَيْلٍ عَنْ أَبِي مَالِكٍ الْاَشْجَعِيِّ عَنْ أَبِي حَازِمٍ

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ ((تَرِدُ عَلَيَّ أُمَّتِي الْحَوْضَ وَأَنَا أَذُودُ النَّاسَ عَنْهُ كَمَا يَذُودُ الرَّجُلُ إِبَلَ الرَّجُلِ عَنْ إِبِلِهِ)) قَالُوا يَا نَبِيَّ اللّٰهِ أَتَعْرِفُنَا قَالَ ((نَعَمْ لَكُمْ سِيمَا لَيْسَتْ لِأَحَدٍ غَيْرِكُمْ تَرِدُونَ عَلَيَّ غُرًّا مُّحَجَّلِينَ مِنْ آثَارِ الْوُضُوءِ وَلَيُصَدَّنَّ عَنِّي طَآئِفَةٌ مِنْكُمْ فَلَا يَصِلُونَ فَأَقُولُ يَا رَبِّ هٰؤُلَاءِ مِنْ أَصْحَابِي فَيُجِيبُنِي مَلَكٌ فَيَقُولُ وَهَلْ تَدْرِي مَا أَحْدَثُوا بَعْدَكَ))

[581] اخرجه ابن ماجه فی ((سننه)) فی الزهد، باب: صفة امة محمد ﷺ برقم (٤٢٨٢) انظر (التحفة) برقم (١٣٣٩٩)

[582] تقدم تخريجه فی الحديث السابق برقم (٥٨٠)

[582] ۔حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری امت میرے پاس حوض پر آئے گی اور میں اس سے لوگوں کو ہٹاؤں گا، جیسے ایک مرد، اپنے اونٹوں سے دوسرے انسان کے اونٹوں کو ہٹاتا ہے۔'' انہوں (صحابہ کرام رضی اللہ عنہم) نے عرض کیا، اے اللہ کے نبی! کیا آپ ہمیں پہچانیں گے؟ آپ نے فرمایا، ہاں، تمہاری ایک نشانی ہوگی، جو تمہارے سوا کسی میں نہیں ہوگی، تم میرے پاس وضو کے اثرات کی بنا پر روشن چہرے، چمکدار ہاتھ پاؤں کے ساتھ آؤ گے، تم میں سے ایک گروہ کو میرے پاس آنے سے روک دیا جائے گا، تو وہ مجھ تک نہیں پہنچ سکے گا، تو میں کہوں گا، اے میرے رب! یہ میرے ساتھیوں میں سے ہیں، تو مجھے ایک فرشتہ جواب دے گا اور کیا آپ جانتے ہیں، انہوں نے آپ کے بعد کیا کیا نئے کام نکالے تھے۔''

فائدہ :......ان دونوں حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا یہ عقیدہ نہیں تھا کہ آپ کو علم کلی حاصل ہے یا آپ عالم الغیب ہیں وگرنہ وہ یہ سوال نہ کرتے کہ اتَعْرِفُنَا؟ کیا آپ ہمیں پہچانیں گے، اور نہ ہی آپ یہ جواب دیتے۔ نعم لکم سیما لیست لاحد غیرکم، تمہاری ایک ایسی علامت ہوگی جو کسی اور میں نہیں ہوگی، علم کلی رکھنے والے کو کسی علامت یا نشانی کی ضرورت نہیں ہوتی۔

(حدیث کے جملہ اَهلَ تَدرِیْ مَا اَحْدَثُوا بَعدكَ، کی بحث اس مفہوم کی آخری حدیث کے بعد آئے گی)

[583] ٣٨-(٢٤٨)وَ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ عَنْ سَعْدِ بْنِ طَارِقٍ عَنْ رِبْعِيِّ بْنِ حِرَاشٍ

عَنْ حُذَيْفَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم ((إِنَّ حَوْضِي لَأَبْعَدُ مِنْ أَيْلَةَ مِنْ عَدَنٍ وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ إِنِّي لَأَذُودُ عَنْهُ الرِّجَالَ كَمَا يَذُودُ الرَّجُلُ الْإِبِلَ الْغَرِيبَةَ عَنْ حَوْضِهِ)) قَالُوا يَا رَسُولَ اللّٰهِ وَتَعْرِفُنَا قَالَ ((نَعَمْ تَرِدُونَ عَلَيَّ غُرًّا مُحَجَّلِينَ مِنْ آثَارِ الْوُضُوءِ لَيْسَتْ لِأَحَدٍ غَيْرِكُمْ))

[583] حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بلاشبہ میرا حوض اس سے زیادہ مسافت والا ہے جتنی ایلہ کی عدن سے ہے اور اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میری جان ہے میں بلاشبہ اس سے مردوں کو روکوں گا جس طرح آدمی اپنے حوض سے اجنبی اونٹوں کو دور کرتا ہے، انہوں نے پوچھا اے اللہ کے رسول آپ ہمیں کیسے پہچانیں گے آپ نے فرمایا ہاں! تم میرے پاس اس حال میں آؤ گے کہ وضوء کی اثرت کی وجہ سے روشن چہرے چمکدار ہاتھ پاؤں سے آؤ گے یہ علامت تمہارے سوا کسی اور کے لیے نہیں ہے۔

[583] اخرجه ابن ماجه في ((سننه)) في الزهد، باب: ذكر الحوض برقم (٤٣٠٢) انظر (التحفة) برقم (٣٣١٥)

[584] ۳۹ـ(۲۴۹) حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَيُّوبَ وَسُرَيْجُ بْنُ يُونُسَ وَقُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ وَعَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ جَمِيعًا عَنْ إِسْمٰعِيلَ بْنِ جَعْفَرٍ قَالَ ابْنُ أَيُّوبَ نَا إِسْمٰعِيلُ قَالَ أَخْبَرَنِي الْعَلَاءُ عَنْ أَبِيهِ

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ أَتَى الْمَقْبُرَةَ فَقَالَ ((**السَّلَامُ عَلَيْكُمْ دَارَ قَوْمٍ مُؤْمِنِينَ وَإِنَّا إِنْ شَاءَ اللّٰهُ بِكُمْ لَاحِقُونَ وَدِدْتُ أَنَّا قَدْ رَأَيْنَا إِخْوَانَنَا**)) قَالُوا أَوَلَسْنَا إِخْوَانَكَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ قَالَ ((**أَنْتُمْ أَصْحَابِي وَإِخْوَانُنَا الَّذِينَ لَمْ يَأْتُوا بَعْدُ**)) فَقَالُوا كَيْفَ تَعْرِفُ مَنْ لَمْ يَأْتِ بَعْدُ مِنْ أُمَّتِكَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ فَقَالَ ((**أَرَأَيْتَ لَوْ أَنَّ رَجُلًا لَهُ خَيْلٌ غُرٌّ مُحَجَّلَةٌ بَيْنَ ظَهْرَيْ خَيْلٍ دُهْمٍ بُهْمٍ أَلَا يَعْرِفُ خَيْلَهُ**)) قَالُوا بَلَى يَا رَسُولَ اللّٰهِ قَالَ ((**فَإِنَّهُمْ يَأْتُونَ غُرًّا مُحَجَّلِينَ مِنَ الْوُضُوءِ وَأَنَا فَرَطُهُمْ عَلَى الْحَوْضِ أَلَا لَيُذَادَنَّ رِجَالٌ عَنْ حَوْضِي كَمَا يُذَادُ الْبَعِيرُ الضَّالُّ أُنَادِيهِمْ أَلَا هَلُمَّ فَيُقَالُ إِنَّهُمْ قَدْ بَدَّلُوا بَعْدَكَ فَأَقُولُ سُحْقًا سُحْقًا**))

[584]۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ قبرستان میں پہنچے اور فرمایا: ''اے مومنوں کے گروہ) تم پر سلامتی ہو اور ہم بھی ان شاء اللہ تمہارے ساتھ ملنے والے ہیں، میری خواہش کہ ہم نے اپنے بھائیوں کو دیکھا ہوتا۔'' صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا، اے اللہ کے رسول! کیا ہم آپ کے بھائی نہیں؟ آپ نے جواب دیا: ''تم میرے ساتھی ہو اور ہمارے بھائی، وہ لوگ ہیں جو ابھی تک دنیا میں نہیں آئے۔'' تو انہوں نے عرض کیا، اے اللہ کے رسول! آپ کی امت کے وہ لوگ جو ابھی پیدا نہیں ہوئے، آپ ان کو کیسے پہچانیں گے؟ تو آپ نے فرمایا: بتائیے! اگر کسی کے روشن چہرہ، روشن ہاتھ پاؤں والے گھوڑے (یعنی پانچ کلیان) ایسے گھوڑوں میں ہوں جو خالص سیاہ ہوں، تو کیا وہ اپنے گھوڑوں کو پہچان نہیں لے گا؟'' انہوں نے کہا، کیوں نہیں، اے اللہ کے رسول! آپ نے فرمایا: ''وہ وضو کی بنا پر، روشن رو، روشن ہاتھ پاؤں آئیں گے اور میں حوض پر ان کا پیش رو ہوں گا، خبردار کچھ لوگ یقیناً میرے حوض سے ہٹائے جائیں گے، جیسے بھٹکا ہوا اونٹ دور ہٹایا جاتا ہے، میں ان کو آواز دوں گا، خبردار! ادھر آؤ تو کہا جائے گا انہوں نے آپ کے بعد اپنے آپ کو بدل لیا تھا، (آپ کے راستہ یا طرز عمل میں آمیزش کر دی تھی) تو میں کہوں گا: دور، دور ہو جاؤ۔''

مفردات الحدیث ❶ **دهم بهم**: خالص سیاہ، دهم، ادهم کی جمع ہے۔ سیاہ کو کہتے ہیں۔ اور بُهم، بهیم کی جمع ہے، یک رنگ، سیاہ گھوڑے کو فرس بهیم کہتے ہیں۔ ❷ **فَرَط**: پانی کی طرف لوگوں سے پہلے پہنچنے والا، اس میں واحد جمع برابر ہیں۔ رَجُلٌ، فرطٌ، قومَ فَرَطٌ۔ هَلُمَّ آؤ، مذکر، مونث اور مفرد تثنیہ جمع

[584] انفرد به مسلم۔ انظر (التحفة) برقم (۱۴۰۰۸)

سب کے لیے ہے۔ ❶ سُحْقًا، سُحْقًا: بعدَ بعدًا یعنی سحقهم الله سحقا، اللہ ان کو دور رکھے۔

فوائد: ...... ❶ آپ نے بعد والے امتیوں کو دیکھنے کی خواہش کی، اس پر کوئی اشکال پیدا نہیں ہوتا کہ خواہ مخواہ تاویل کی ضرورت پیش آئے جیسا کہ بعض عربی اور اردو شارحین نے تکلفات سے کام لیا ہے، آپ نے اللہ تعالیٰ کی حفاظت وصیانت کے باوجود، شہادت فی سبیل اللہ کی خواہش کا اظہار فرمایا، حالانکہ آپ کو کوئی دشمن شہید نہیں کر سکتا تھا، مقصود شہادت کی فضیلت اور رفعت کا اظہار تھا، اس طرح دیکھنے کی خواہش کا مطلوب صرف اپنی امت سے محبت و پیار کا اظہار ہے، جو لوگ ابھی دنیا میں آئے ہی نہیں ان کو دیکھا کیسے جا سکتا ہے۔ ❷ السلام علیکم! ایک دعائیہ جملہ ہے، کہ اللہ تعالیٰ تمہیں امن وسلامتی بخشے، یہ خطاب نہیں ہے۔ جس کے لیے مردے کو جواب دینے کی ضرورت پیش آئے، ایسے امور کے لیے ضعیف احادیث سے استدلال کرنا درست نہیں ہے، کیونکہ یہ کلمات تو قبرستان میں داخل ہوتے وقت کہے جاتے ہیں، قبر پر جا کر نہیں کہے جاتے۔

اور چونکہ انسان کو اپنی موت کا پتہ نہیں کب آئے گی، اس لیے اس دعا میں ان شاء اللہ کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں اگرچہ موت ایک اٹل اور یقینی چیز ہے، ان شاء اللہ کے الفاظ اس کی قطعیت اور یقینی ہونے کے منافی نہیں اس لیے یہ کلمہ یقینی اور قطعی امور کے موقع پر بھی استعمال ہوتا ہے۔ ❸ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آپ سے سوال کیا، السنا اخوانك؟ کیا ہم آپ کے بھائی نہیں، تو آپ نے فرمایا: انتم اصحابی، واخواننا الذین لم یات بعد، کہ تم میرے ساتھی ہو، ہمارے بھائی تو بعد میں آنے والے مسلمان ہیں۔ یعنی تمہیں ایک بلند اور اعلیٰ شرف حاصل ہے، اس کی موجودگی میں بھائی کہنے کی ضرورت نہیں ہے، جس طرح کسی کو مومن کہہ دیں تو مسلم کہنے کی ضرورت نہیں ہے، اس سے معلوم ہوا، اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ، کی بنا پر رسول اپنے ماننے والوں کا بھائی بھی ہوتا ہے، اور اس سے آپ کی توہین نہیں ہوتی اس لیے اگر آپ افضل البشر اور سید البشر ہیں، تو اس سے آپ کے بشر ہونے کی نفی نہیں ہوتی، آپ بشر ہیں، اگرچہ سب سے افضل اور اعلیٰ بشر ہیں، صحابہ رضی اللہ عنہم، آپ کے بھائی بھی ہیں اور صحابی بھی، لیکن بعد والے مسلمان آپ کے صرف دین وایمان کی بنیاد پر بھائی ہیں صحابی نہیں۔ ❹ جن لوگوں کو حوض کوثر سے جو میدان محشر میں ہوگا، جب روکا جائے گا، تو آپ ان کو اصحابی کہیں گے، ان کو آواز دیں گے، تو آپ کو جواب دیا جائے گا: هَلْ تَدْرِیْ مَا اَحْدَثُوا بَعْدَكَ یا انّھم قَد بدَّلُوا بعدك، اور بعض روایات میں لا تَدْرِیْ مَا اَحْدَثُوا بَعْدَكَ، لا عِلْمَ لَكَ بِمَا اَحْدَثُوا بَعْدَكَ، وغیرہ الفاظ آئے ہیں، جس سے یہ بات بلاشک وشبہ ثابت ہوتی ہے کہ آپ کو غیب کا علم یا کلی علم نہیں ہے، ان صریح الفاظ کی موجودگی میں یہ کہنا (کہ نبی اکرم ﷺ کا ان کو صحابی فرمانا عدم علم کی وجہ سے نہ تھا، بلکہ اس لیے تھا کہ پہلے ان کو یہ امید ہو کہ ان کو پانی ملے گا، اور پھر جب

حوض سے دور کیا جائے گا، اور ان کی امید ٹوٹے گی تو ان کو زیادہ عذاب ہوگا۔'' یہ انتہائی رکیک تاویل نہیں ہے تو کیا ہے، صحیح احادیث کی موجودگی میں اس من گھڑت بات کا قرینہ اور دلیل کیا ہے، کیا حوض پر آنے کے بعد ان کو دور کیا جائے گا؟ جب کہ صورت حال یہ ہے کہ فرشتے ان کو دور ہی روک لیں گے، نیز کیا وہ آپ کی آواز کہ یہ اصحابی ہیں، سن لیں گے کہ ان کو یہ امید پیدا ہوگی کہ شاید ہمیں پانی مل جائے، تو پھر اَنَـادِیْهِم میں آواز دوں گا، کہ الاهَلُم کا کیا مفہوم ہوگا، نیز اپ تو جواب سنتے ہی فرمادیں گے سُحْقًا سُحْقًا، تو امید کیوں کر پیدا ہوگی، اور لَا عِلْمَ لَكَ، هَلْ تَدْرِیْ کا کیا مفہوم ہوگا۔ اس کے بعد یہ تاویل کرنا کہ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اصحابی سے پہلے، ہمزہ استفہام کا محذوف ہو یعنی کیا یہ میرے اصحابی ہیں؟ پہلی سے بھی بری تاویل ہے اگر ہمزہ استفہام محذوف ہے، تو پھر انـادیھم آواز دوں گا، اَلَا هَلُم، آ جاؤ اس کا کیا مقصد ہے، آواز کس مقصد کے لیے دی جا رہی ہے۔ اور اس جواب کی کیا ضرورت ہے، لَا عِلْمَ لَكَ، لَا تَدْرِی مَا اَحْدَثُوا بعدكَ، اور یہ تاویل تو انتہائی مضحکہ خیز ہے کہ آپ تو دنیا میں فرما رہے ہیں کہ میرے حوض پر ایسے ایسے لوگ آئیں گے، سو آخرت کا علم تو دور کی بات ہے۔''

یہ علم کا اظہار ہے یا عدم علم کا کہ میرے حوض پر ایسے لوگ بھی آنے کی کوشش کریں گے، جن کو میں اپنے سمجھوں گا، جبکہ اصل حقیقت کی رو سے وہ میرے راستے پر چلنے والے نہیں ہوں گے، اور جب مجھے اصل حقیقت کا علم ہوگا، تو میں کہوں گا۔ سُحْقًا سُحْقًا۔

اسی طرح ان متفق علیہ احادیث کے مقابلہ میں، مسند بزار کی روایت پیش کی جاتی ہے کہ آپ نے فرمایا: حَیَاتِی خَیْرٌ لَّكُمْ، وَمَمَاتِی خَیْرٌ لَّكُمْ، تُعْرَضُ عَلَیَّ اَعْمَالُكُمْ، فَمَا كَانَ مِنْ حُسْنٍ شكرت اللّٰهُ عَلَیْهِ، وَمَا كَانَ مِنْ شَیْءٍ اَسْتَغْفِرْتُ اللّٰهَ لَكُمْ. میری زندگی تمہارے حق میں بہتر ہے، اور میری موت بھی تمہارے حق میں بہتر ہوگی تمہارے اعمال مجھ پر پیش کیے جاتے ہیں، جو اچھے ہوں گے، اس پر میں اللہ کا شکر اور تعریف کروں گا، اور جو برے ہوں گے، ان پر میں تمہارے لیے اللہ سے معافی طلب کروں گا۔

اب ظاہر ہے یہ حدیث اگر صحیح ہے تو متفق علیہ روایات کے مخالف اور معارض نہیں ہوسکتی، کیونکہ یہ بات آپ نے برزخی دور کے بارے میں بتائی ہے اور مذکورہ روایات کا تعلق وقوع قیامت کے بعد کے دور سے ہے۔

اس حدیث سے مندرجہ ذیل باتیں ثابت ہوتی ہیں:

(۱) آپ کی زندگی کے دور کے بعد آپ کی موت کا دور ہے، اور جو حضرات آپ کو عالم الغیب یا کلی علم کا مالک قرار دیتے ہیں وہ آپ کی موت کے منکر ہیں، آپ کو زندہ مانتے ہیں، جب کہ یہ روایت آپ کی موت پر صراحتاً دلالت کر رہی ہے۔

(۲) تُعْرَضُ عَلَيَّ أَعْمَالُكُمْ، مجھ پر تمہارے اعمال پیش کیے جائیں گے، اس سے معلوم ہوتا ہے، آپ کو پتہ نہیں ہے، یا آپ عالم الغیب نہیں ہیں، وگرنہ اعمال کو آپ پر پیش کرنے کی کیا ضرورت ہے جن باتوں کا آپ کو علم دے دیا جاتا ہے، ان کا آپ کو پتہ چل جاتا ہے اور جن کا علم نہیں دیا جاتا، ان کا پتہ نہیں چلتا، اعمالکم کے مخاطب، آپ کے صحابہ اور وہ لوگ ہیں جو آپ کے راستہ پر چلے، اس کے اندر کوئی ترمیم و تنسیخ یا کمی وبیشی نہیں کی، جنہوں نے آپ کے طریقہ یا آپ کے راستہ کو چھوڑ دیا، وہ اس میں داخل نہیں ہیں، اس لیے ان کے بارے میں فرمایا گیا: إِنَّهُمْ لَمْ يَزَالُوا مُرْتَدِّينَ عَلَى أَعْقَابِهِمْ، یہ لوگ مسلسل ایڑیوں کے بل دین سے پھرتے رہے، یا فرمایا: لَا عِلْمَ لَكَ بِمَا أَحْدَثُوا بَعْدَكَ يَا يَرْجِعُونَ عَلَى أَعْقَابِهِمْ لَا تَدْرِي مَا أَحْدَثُوا بَعْدَكَ، لَا تَدْرِيْ مَا عَمِلُوْا بَعْدَكَ وَغَيْرِهَا، ان مختلف الفاظ سے یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہے کہ ان منافقوں، مرتدوں اور بدعتیوں کے اعمال پر آپ پر پیش نہیں کیے گئے، اگر پیش کیے گئے ہوتے تو آپ کو الفاظ مذکورہ نہ کہے جاتے۔ اگر اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ تمام امت کے اعمال آپ پر پیش کئے جاتے ہیں اور آپ سب کے لیے استغفار کرتے ہیں جس سے سب کی بخشش ہو جائے گی تو پھر آپ کی امت کے لوگ دوزخ میں کیوں جائیں گے اور آپ ان کی سفارش بار بار کیوں فرمائیں گے اور آخر میں کچھ لوگ جائیں گے جن کو صرف اللہ کی رحمت سے ہی نکالا جائے گا جیسا کہ پیچھے شفاعت کے بیان میں تفصیلاً گزر چکا ہے۔

[585] (. . .) حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ نَا عَبْدُ الْعَزِيزِ يَعْنِي الدَّرَاوَرْدِيَّ ح وَ حَدَّثَنِي إِسْحٰقُ بْنُ مُوسَى الْأَنْصَارِيُّ قَالَ نَا مَعْنٌ قَالَ نَا مَالِكٌ جَمِيعًا عَنِ الْعَلَاءِ بْنِ عَبْدِالرَّحْمٰنِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ خَرَجَ إِلَى الْمَقْبُرَةِ فَقَالَ ((السَّلَامُ عَلَيْكُمْ دَارَ قَوْمٍ مُؤْمِنِينَ وَإِنَّا إِنْ شَاءَ اللّٰهُ بِكُمْ لَاحِقُونَ)) بِمِثْلِ حَدِيثِ إِسْمٰعِيلَ بْنِ جَعْفَرٍ غَيْرَ أَنَّ حَدِيثَ مَالِكٍ ((فَلَيُذَادَنَّ رِجَالٌ عَنْ حَوْضِي))

[585] حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ قبرستان کی طرف تشریف لے گئے، اور فرمایا، اے مومنوں کے گھروں کے باسیو! تم پر سلامتی ہو اور جب اللہ کو منظور ہوگا تو ہم بھی تمہارے ساتھ مل جائیں گے۔ امام مالک کی روایت ان میں الفاظ کا اضافہ ہے ''کچھ لوگوں کو میرے حوض سے ہٹایا جائے گا۔''

---

[585] اخرجه ابوداود في (سننه) في الجنائز، باب: ما يقول: اذا زار القبور او مربها برقم (٣٢٣٧) والنسائي في (المجتبى) ١/ ٩٣ في الطهارة، باب حلية الوضوء۔ انظر (التحفة) برقم (١٤٠٨٦)

۱۳...... بَابُ تَبْلُغُ الْحِلْيَةُ حَيْثُ يَبْلُغُ الْوَضُوْءُ

باب ۱۳: زیور (حسن و جمال) وہاں تک پہنچے گا، جہاں تک وضو کا پانی پہنچے گا

[586] ۴۰ ـ(۲۵۰) حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ نَا خَلَفٌ يَعْنِي ابْنَ خَلِيفَةَ عَنْ أَبِي مَالِكٍ الْاَشْجَعِيِّ عَنْ أَبِي حَازِمٍ قَالَ كُنْتُ خَلْفَ أَبِي هُرَيْرَةَ وَهُوَ يَتَوَضَّأُ لِلصَّلٰوةِ فَكَانَ يَمُدُّ يَدَهُ حَتّٰى تَبْلُغَ إِبْطَهُ فَقُلْتُ لَهُ يَا أَبَا هُرَيْرَةَ مَا هٰذَا الْوُضُوْءُ فَقَالَ يَابَنِي فَرُّوخَ أَنْتُمْ هٰهُنَا لَوْ عَلِمْتُ أَنَّكُمْ هٰهُنَا مَا تَوَضَّأْتُ هٰذَا الْوُضُوْءَ سَمِعْتُ خَلِيلِي ﷺ يَقُولُ ((تَبْلُغُ الْحِلْيَةُ مِنَ الْمُؤْمِنِ حَيْثُ يَبْلُغُ الْوَضُوْءُ))

[586] ـ ابو حازم بیان کرتے ہیں کہ میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے پیچھے کھڑا تھا، اور وہ نماز کے لیے وضو کر رہے تھے، تو وہ اپنا ہاتھ بڑھا کر بغلوں تک دھوتے تھے، تو میں نے ان سے پوچھا، اے ابو ہریرہ! یہ کس طرح کا وضو ہے؟ تو انہوں نے جواب دیا، اے فروخ کے بیٹے! تم یہاں ہو؟ اگر مجھے یہ پتہ ہوتا کہ تم یہاں کھڑے ہو میں اس طرح وضو نہ کرتا، میں نے اپنے خلیل ﷺ کو فرماتے سنا: ''مومن کا زیور (نور) وہاں تک پہنچے گا جہاں تک اس کے وضو کا پانی پہنچے گا۔''

فائدہ: ...... حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے قول سے معلوم ہوا کہ شرعی کام کرتے وقت امام یا مقتدی کو اس بات کا لحاظ رکھنا چاہیے کہ یہ لوگ میرے فعل سے غلط مفہوم یا غلط نتیجہ نہ نکال لیں، کیونکہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو خطرہ پیدا ہو گیا تھا کہ یہ کہیں بغلوں تک دھونے کو فرض ہی نہ سمجھ لے، یہی حال، رخصت پر عمل کرنے کا ہے کہ لوگ پیشوا اور امام کو کسی رخصت پر عمل کرتے دیکھ کر، اس کو مستقل اور دائمی فعل نہ سمجھ لیں۔

۱۴...... بَاب: فَضْلِ إِسْبَاغِ الْوُضُوءِ عَلَى الْمَكَارِهِ

باب ۱٤: تکلیف و مشقت کے باوجود پورے اور کامل وضو کرنے کی فضیلت

[587] ۴۱ ـ(۲۵۱) حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَيُّوبَ وَقُتَيْبَةُ وَابْنُ حُجْرٍ جَمِيعًا عَنْ إِسْمٰعِيلَ بْنِ جَعْفَرٍ قَالَ ابْنُ أَيُّوبَ نَا إِسْمٰعِيلُ قَالَ أَخْبَرَنِي الْعَلَاءُ عَنْ أَبِيهِ

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ ((أَلَا أَدُلُّكُمْ عَلٰى مَا يَمْحُو اللّٰهُ بِهِ الْخَطَايَا وَيَرْفَعُ

[586] اخرجه النسائی فی (المجتبی) ۱/ ۹۳ فی الطهارة۔ باب: حلية الوضوء انظر (التحفة) برقم (۱۳۳۹۸)

[587] اخرجه الترمذی فی (جامعه) فی الطهارة، باب: ما جاء فی اسباغ الوضوء برقم (۵۱) انظر (التحفة) برقم (۱۳۹۸۱)

بِهِ الدَّرَجَاتِ)) قَالُوا بَلَى يَا رَسُولَ اللّٰهِ قَالَ ((إِسْبَاغُ الْوُضُوءِ عَلَى الْمَكَارِهِ وَكَثْرَةُ الْخُطَا إِلَى الْمَسَاجِدِ وَانْتِظَارُ الصَّلٰوةِ بَعْدَ الصَّلٰوةِ فَذٰلِكُمُ الرِّبَاطُ))

[587] ۔حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''کیا میں تمہیں ایسی چیز سے آگاہ نہ کروں، جس سے اللہ تعالیٰ تمہارے گناہ مٹا دے اور اس سے درجات بلند فرمائے؟'' صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا، کیوں نہیں اے اللہ کے رسول! آپ نے فرمایا: ''تکالیف کے باوجود مکمل وضو کرنا، زیادہ قدم چل کر مساجد میں پہنچنا، ایک نماز کے بعد دوسری نماز کا انتظار کرنا، اور یہی اپنے آپ کو پابند بنانا ہے۔''

مفردات الحدیث ❶ **المکارہ، مکرہ** کی جمع ہے ناپسندیدہ اور ناگوار چیز۔ ❷ **رِباط،** اپنے آپ کو کسی کام کے لیے روکنا، گویا انسان نے اپنے آپ کو اطاعت کے لیے روک لیا اس سے معلوم ہوا رباط کا ایک مفہوم اپنے آپ کو نماز کا پابند بنانا ہے۔

فائدہ: ...... رباط: رباط کا معروف معنی سرحدوں کی پہرے داری ہے، جو انسان سرحدوں پر پہرا دیتا ہے، اس کی جان کو ہر وقت دشمن سے خطرہ لاحق رہتا ہے اور ظاہر ہے یہ بہت عظیم الشان کام ہے اور نماز کا اہتمام شیطان کی غارت گری سے تحفظ کا بہت محکم ہتھیار ہے، اور شیطانی حملوں سے اپنے ایمان کی حفاظت، اپنی اہمیت اور مقصدیت کے لحاظ سے ملکی سرحدوں کی حفاظت سے بھی زیادہ اہم ہے اور ذلکم کا مرجع حدیث میں بیان کردہ تینوں اعمال بھی ہو سکتے ہیں، کیونکہ یہ کام نفس پر حملہ کے شیطانی راستے سے روکتے ہیں، انسان کے اندر ضبط نفس اور خواہشات پر کنٹرول کا ملکہ پیدا کرتے ہیں، اس لیے اصلی رباط، نفس کو ان کا پابند بنانا ہے۔

[588] (. . .) حَدَّثَنِي إِسْحٰقُ بْنُ مُوسَى الْأَنْصَارِيُّ قَالَ نَا مَعْنٌ قَالَ نَا مَالِكٌ ح وَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى قَالَ نَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ نَا شُعْبَةُ جَمِيعًا

عَنِ الْعَلَاءِ بْنِ عَبْدِالرَّحْمٰنِ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ وَلَيْسَ فِي حَدِيثِ شُعْبَةَ ذِكْرُ الرِّبَاطِ وَفِي حَدِيثِ مَالِكٍ ثِنْتَيْنِ ((فَذٰلِكُمُ الرِّبَاطُ فَذٰلِكُمُ الرِّبَاطُ))

[588] ۔ (مالک اور شعبہ) نے علاء بن عبدالرحمٰن کی مذکورہ بالا سند سے روایت سنائی، شعبہ کی روایت میں رباط کا ذکر نہیں اور مالک کی روایت میں فذلکم الرباط دو دفعہ ہے۔

[588] اخرجه النسائي في (المجتبى) ١/ ٨٩۔ ٩٠ في الطهارة، باب الفضل في ذلك۔ انظر (التحفة) برقم (١٤٠٨٧)

۱۵...... بَاب: السِّوَاكِ

باب ۱۵: مسواک کا بیان

[589] ۴۲ـ(۲۵۲)حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ وَعَمْرٌو النَّاقِدُ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالُوا نَا سُفْيَانُ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ ((لَوْلَا أَنْ أَشُقَّ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ وَفِي حَدِيثِ زُهَيْرٍ عَلَى أُمَّتِي لَأَمَرْتُهُمْ بِالسِّوَاكِ عِنْدَ كُلِّ صَلٰوةٍ))

[589]۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''اگر مجھے یہ ڈر نہ ہوتا کہ مومنوں کو مشقت ہوگی، زہیر کی روایت میں ہے، میری امت پر مشقت پڑ جائے گی، تو میں ان کو ہر نماز کے وقت مسواک کرنے کا حکم دیتا۔''

فائدہ: ...... مسواک اس قدر عظیم فوائد کی حامل چیز ہے کہ آپ نے فرمایا میرا جی چاہتا ہے کہ میں اپنی امت کو حکم دوں کہ وہ ہر نماز کے لیے مسواک کرے، لیکن ایسا حکم میں نے محض اس اندیشہ کی بنا پر نہیں دیا کہ ہر نماز کے لیے یہ کام امت کے لیے، ہر ہر فرد کے اعتبار سے کلفت کا باعث ہوگا اور ہر ایک کے لیے اس کی پابندی مشکل ہوگی، تو یہ بھی تاکید وترغیب کا ایک بہت بڑا موثر عنوان ہے اس لیے امت کو اپنے طور پر اس کا اہتمام کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔

[590] ۴۲ـ(۲۵۲)حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ قَالَ نَا ابْنُ بِشْرٍ عَنْ مِسْعَرٍ

عَنِ الْمِقْدَامِ بْنِ شُرَيْحٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ سَأَلْتُ عَائِشَةَ قُلْتُ بِأَيِّ شَيْءٍ كَانَ يَبْدَأُ النَّبِيُّ ﷺ إِذَا دَخَلَ بَيْتَهُ قَالَتْ بِالسِّوَاكِ

[590]۔ مقدام بن شریح اپنے باپ سے بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ نبی اکرم ﷺ جب گھر تشریف لاتے تو سب سے پہلے کیا کام کرتے تھے؟ انہوں نے جواب دیا، سب سے پہلے آپ مسواک فرماتے تھے۔

---

[589] اخرجه ابوداود فی (سننه) فی الطهارة، باب: السواك برقم (٤٦) والنسائی فی (المجتبی) ١/ ٢٦٦ـ٢٦٨ فی الصلاة، باب: ما يستحب من تاخير العشاء۔ وابن ماجه فی (سننه) فی الصلاة، باب: وقت العشاء برقم (٦٩٠) ولم يذكر قصة السواك۔ انظر (التحفة) برقم (١٣٦٧٣)

[590] اخرجه ابوداود فی (سننه) فی الطهارة، باب فی الرجل يستاك بسواك غيره برق (٥١) والنسائی فی (المجتبی) ١/ ١٣ فی الطهارة، باب: السواك فی كل حين۔ وابن ماجه فی (سننه) فی الطهارة وسننها، باب السواك برقم (٢٩٠) انظر (التحفة) برقم (١٦١٤٤)

[591] ٤٤-(. . .) وَحَدَّثَنِی أَبُوبَكْرِ بْنُ نَافِعِ الْعَبْدِیُّ قَالَ نَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ عَنْ سُفْيَانَ عَنِ الْمِقْدَامِ بْنِ شُرَيْحٍ عَنْ أَبِيهِ

عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ النَّبِیَّ ﷺ كَانَ إِذَا دَخَلَ بَيْتَهُ بَدَأَ بِالسِّوَاكِ

[591] حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ جب گھر تشریف لاتے تو سب سے پہلے مسواک فرماتے۔

[592] ٤٥-(٢٥٤) حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَبِيبِ الْحَارِثِیُّ قَالَ نَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ غَيْلَانَ وَهُوَ ابْنُ جَرِيرٍ الْمَعْوَلِیُّ عَنْ أَبِی بُرْدَةَ

عَنْ أَبِی مُوسٰی قَالَ دَخَلْتُ عَلَى النَّبِیِّ ﷺ وَطَرَفُ السِّوَاكِ عَلٰی لِسَانِهٖ

[592] حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں اس حال میں حاضر ہوا کہ مسواک کا ایک کنارہ آپ کی زبان پر تھا۔

[593] ٤٦-(٢٥٥) حَدَّثَنَا أَبُوبَكْرِ بْنُ أَبِی شَيْبَةَ قَالَ نَا هُشَيْمٌ عَنْ حُصَيْنٍ عَنْ أَبِی وَائِلٍ

عَنْ حُذَيْفَةَ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ إِذَا قَامَ لِيَتَهَجَّدَ يَشُوصُ فَاهُ بِالسِّوَاكِ

[593] حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ رات کو نماز کے لیے بیدار ہوتے تو اپنے منہ کو مسواک سے صاف فرماتے۔

مفردات الحدیث ❶ **يَتَهَجَّدُ:** ھجود سے ہے، اور ھجود کا معنی ہوتا ہے سونا۔ اور تہجد کا معنی ہوتا ھجود نیند سے نکلنا، یعنی بیدار ہونا، مقصد ہے رات کو نماز کے لیے اٹھنا۔ ❷ **يَشُوصَ فاه:** مسواک سے دانت عرضاً (چوڑائی میں) صاف کرنا۔

---

[591] تقدم تخريجه فی الحديث السابق برقم (٥٨٩)

[592] اخرجه البخاری فی (صحيحه) فی الوضوء، باب: السواك برقم (٢٤٤) وابوداود فی (سننه) فی الطهارة، باب: كيف يستاك برقم (٤٩) والنسائی فی (المجتبى) ١/ ٩ فی الطهارة، باب كيف يستاك انظر (التحفة) برقم (٩١٢٣)

[593] اخرجه البخاری فی (صحيحه) فی الوضوء، باب السواك برقم (٢٤٥) وفی الصلاة، باب الجمعة، باب السواك يوم الجمعة برقم (٨٨٩) وفی التهجد، باب: طول القيام فی صلاة الليل برقم (١١٣٦) وابو داود فی (سننه) فی الطهارة، باب: السواك لمن قام من الليل برقم (٥٥) والنسائی فی (المجتبى من السنن) ٣/ ٢١٢ فی قيام الليل وتطوع النهار باب: ما يفعل اذا قام من الليل من السواك۔ وفی ٣/ ٢١٢ باب: ذكر الاختلاف علی ابی حصين عثمان بن عاصم فی هذا الحديث بلفظ قريب منه۔ وابن ماجه فی (سننه) فی الطهارة، باب: السواك برقم (٢٨٦) انظر (التحفة) برقم (٣٣٣٦)

[594](. . .)حَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ أَنَا جَرِيرٌ عَنْ مَنْصُورٍ ح وَ حَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ قَالَ نَا أَبِي وَأَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ كِلَاهُمَا عَنْ أَبِي وَائِلٍ

عَنْ حُذَيْفَةَ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ إِذَا قَامَ مِنَ اللَّيْلِ بِمِثْلِهِ وَلَمْ يَقُولُوا لِيَتَهَجَّدَ

[594] ۔منصور اور اعمش دونوں نے ابووائل سے حذیفہ رضی اللہ عنہ کی روایت سنائی کہ رسول اللہ ﷺ جب رات کو اٹھتے آگے مذکورہ روایت کی طرح ہے لیکن انہوں نے یتھجد نہیں کہا۔

[595] ٤٧۔(. . .)حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى وَابْنُ بَشَّارٍ قَالَا نَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ قَالَ نَا سُفْيَانُ عَنْ مَنْصُورٍ وَحُصَيْنٌ وَالْأَعْمَشُ عَنْ أَبِي وَائِلٍ

عَنْ حُذَيْفَةَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ كَانَ إِذَا قَامَ مِنَ اللَّيْلِ يَشُوصُ فَاهُ بِالسِّوَاكِ

[595] ۔حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب رات کو اٹھتے تو اپنا منہ مسواک سے صاف کرتے۔

[596] ٤٨۔(٢٥٦)حَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ قَالَ نَا أَبُو نُعَيْمٍ قَالَ نَا إِسْمٰعِيلُ بْنُ مُسْلِمٍ قَالَ نَا أَبُو الْمُتَوَكِّلِ أَنَّ

ابْنَ عَبَّاسٍ أَنَّهُ بَاتَ عِنْدَ نَبِيِّ اللّٰهِ ﷺ ذَاتَ لَيْلَةٍ فَقَامَ نَبِيُّ اللّٰهِ ﷺ مِنْ آخِرِ اللَّيْلِ فَخَرَجَ فَنَظَرَ إِلَى السَّمَاءِ ثُمَّ تَلَا هٰذِهِ الْآيَةَ مِنْ آلِ عِمْرَانَ إِنَّ فِي خَلْقِ السَّمٰوَاتِ وَالْأَرْضِ وَاخْتِلَافِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ حَتّٰى بَلَغَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ثُمَّ رَجَعَ إِلَى الْبَيْتِ فَتَسَوَّكَ وَتَوَضَّأَ ثُمَّ قَامَ فَصَلّٰى ثُمَّ اضْطَجَعَ ثُمَّ قَامَ فَخَرَجَ فَنَظَرَ إِلَى السَّمَاءِ فَتَلَا هٰذِهِ الْآيَةَ ثُمَّ رَجَعَ فَتَسَوَّكَ فَتَوَضَّأَ ثُمَّ قَامَ فَصَلّٰى

[596] ٤٣٠/ ٢٥٦۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ایک رات نبی اکرم ﷺ کے ہاں گزاری، تو نبی اکرم ﷺ رات کے آخری حصہ میں اٹھے، باہر نکل کر آسمان پر نظر ڈالی پھر سورۂ آل عمران کی یہ آیت پڑھی: ﴿إِنَّ فِي خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَ الْأَرْضِ وَ اخْتِلَافِ الَّيْلِ وَ النَّهَارِ لَاٰيٰتٍ لِّأُولِي الْأَلْبَابِ ۝ الَّذِينَ يَذْكُرُونَ اللّٰهَ قِيٰمًا وَّ قُعُوْدًا وَّ عَلٰى جُنُوْبِهِمْ وَ يَتَفَكَّرُوْنَ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَ الْأَرْضِ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا سُبْحٰنَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ۝﴾ (آل عمران: ١٩٠۔ ١٩١) پھر لوٹ کر اندر آ گئے، اور مسواک کر

[594] تقدم تخريجه في الحديث السابق برقم (٥٩٢)

[595] تقدم تخريجه (٥٩٢)

[596] انفرد به مسلم۔ انظر (التحفة) برقم (٦٢٨٦)

کے وضو فرمایا، پھر کھڑے ہو کر نماز پڑھی، پھر لیٹ گئے، پھر کھڑے ہوئے باہر نکل کر آسمان کی طرف دیکھا، پھر دوبارہ یہ آیت پڑھی، پھر واپس آ کر مسواک کر کے وضو فرمایا، پھر کھڑے ہو کر نماز پڑھی۔

ایک عجیب استدلال: بعض حضرات کے لَوْلَا اَنْ اَشُقَّ عَلٰى اُمَّتِیْ لَاَمَرْتُهُمْ بِالسِّوَاكِ، سے یہ استدلال کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کو یہ اختیار دیا ہے کہ آپ جس چیز کو چاہیں امت پر واجب کر دیں اور جس چیز سے چاہیں امت کو روک دیں۔" معلوم نہیں ان حضرات کے نزدیک عَفَا اللّٰهُ عَنْكَ لِمَ اَذِنْتَ لَهُمْ، يٰاَيُّهَا النَّبِىُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَا اَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ، کا کیا مفہوم ہے، اور ﴿وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ○ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْىٌ يُّوحٰى ○﴾ اور ﴿لِتَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ بِمَآ اَرٰكَ اللّٰهُ﴾ کا کیا مقصد ہے اور آخر میں یہ بھی لکھا ہے: "احکام شرعیہ آپ کی طرف مفوض ہیں، لیکن آپ کا احکام نافذ کرنا مشیت الٰہی کے تابع ہے۔" جب آپ مشیت الٰہی کے تابع ہیں، تو پھر اختیار کا کیا معنی۔

فائدہ: ...... بقول امام نووی رحمہ اللہ مسواک پر ہر وقت کرنا پسندیدہ عمل ہے لیکن پانچ اوقات میں مسواک کرنا زیادہ بہتر ہے۔ (۱) نماز کے وقت چاہیے باوضو یا تیمم کیا۔ (۲) وضو کے ساتھ۔ (۳) قرآن مجید کی قرآت کرتے وقت۔ (۴) شب بیدار ہونے کے بعد۔ (۵) منہ کی بو جب تبدیل ہو جائے۔

۱۶...... بَاب: خِصَالِ الْفِطْرَةِ

باب ۱۶: فطرت کے خصائل وعادات

[597] ۴۹-(۲۵۷) حَدَّثَنَا اَبُوبَكْرِ بْنُ اَبِي شَيْبَةَ وَعَمْرٌو النَّاقِدُ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ جَمِيعًا عَنْ سُفْيَانَ قَالَ اَبُو بَكْرٍ ثَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ

عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ ((الْفِطْرَةُ خَمْسٌ اَوْ خَمْسٌ مِنَ الْفِطْرَةِ الْخِتَانُ وَالِاسْتِحْدَادُ وَتَقْلِيمُ الْاَظْفَارِ وَنَتْفُ الْاِبِطِ وَقَصُّ الشَّارِبِ))

[597] ۔حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوع روایت ہے، آپ نے فرمایا: "پانچ چیزیں فطرت ہیں یا فطرت کا حصہ ہیں، ختنے کرنا، زیر ناف بال مونڈنا، ناخن کاٹنا، بغل کے بال اکھیڑنا اور مونچھ کترنا۔

---

[597] اخرجه البخاري في (صحيحه) في اللباس، باب: قص الشارب برقم (۵۸۸۹) وفي باب تقليم الاظفار برقم (۵۸۹۱) في الاستئذان، باب: الختان بعد الكبر ونتف الابط برقم (۶۲۹۷) وابوداود في (سننه) في الترجل، باب: في اخذ الشارب برقم (۴۱۹۸) والنسائي في (المجتبى من السنن) ۱/ ۱۵ من الطهارة، باب نتف الابط۔ وابن ماجه في (سننه) في الطهارة وسننها، باب: الفطرة برقم (۲۹۲) انظر (التحفة) برقم (۱۳۱۲۶)

مفردات الحدیث ❶ الخِتان: ختان مرد کے لیے ہے کہ اس پوری کھال کو کاٹ دیا جائے، جس نے حشفہ کو چھپایا ہے تاکہ حشفہ پوری طرح ظاہر ہو جائے اور عورت کے لیے یہ ہے کہ فرج کے اوپر والی کھال کے تھوڑے سے حصہ کو کاٹ دیا جائے۔ ❷ الْاِسْتِحْدَادُ: زیر ناف بال مونڈنا، کیونکہ یہ حدید سے ماخوذ ہے اور "حدید" استرے کو کہتے ہیں۔ ❸ تَقْلِیمُ الْاَظْفَار: تقلیم، قلم سے ماخوذ ہے اور قلم کا معنی کاٹنا ہے۔ اور ظُفر ناخن کو کہتے ہیں، اظفار جمع ہے۔ ❹ نَتْفُ الابِطْ: نَتْف اکھیڑنے یا نوچنے کو کہتے ہیں، اور اِبط بغل کو کہتے ہیں۔ قص الشارب: قص کاٹنا، شارب، مونچھ، فطرت کی بحث آخری حدیث میں آئے گی، جہاں تمام چیزیں بیان ہوئی ہیں)۔

[598] ٥٠-(. . .) حَدَّثَنِي أَبُو الطَّاهِرِ وَحَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى قَالَا أَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ أَنَّهُ قَالَ ((الْفِطْرَةُ خَمْسٌ الِاخْتِتَانُ وَالِاسْتِحْدَادُ وَقَصُّ الشَّارِبِ وَتَقْلِيمُ الْأَظْفَارِ وَنَتْفُ الْإِبِطِ))

[598] ۔حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''فطرت پانچ چیزیں ہیں، ختنہ کرنا، زیر ناف بال مونڈنا، مونچھ ترشوانا، ناخن کاٹنا اور بغل کے بال اکھیڑنا۔''

[599] ٥١-(٢٥٨) حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى وَقُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ كِلَاهُمَا عَنْ جَعْفَرٍ قَالَ يَحْيَى أَنَا جَعْفَرُ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ أَبِي عِمْرَانَ الْجَوْنِيِّ

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ أَنَسٌ وُقِّتَ لَنَا فِي قَصِّ الشَّارِبِ وَتَقْلِيمِ الْأَظْفَارِ وَنَتْفِ الْإِبِطِ وَحَلْقِ الْعَانَةِ أَنْ لَا نَتْرُكَ أَكْثَرَ مِنْ أَرْبَعِينَ لَيْلَةً

[599] ۔حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہمارے لیے آپ نے مونچھیں تراشنے، ناخن کاٹنے، بغل کے بال اکھیڑنے اور زیر ناف بال مونڈنے کے لیے وقت کی تحدید کر دی کہ ان کو ہم چالیس دن سے زیادہ نہ چھوڑیں۔

---

[598] اخرجه النسائی فی (المجتبی من السنن) ١/ ١٣-١٤ الطهارة، باب: الاختتان التحفة (١٣٣٤٣)

[599] اخرجه ابوداود فی (سننه) فی الترجل، باب: فی اخذ الشارب برقم (٤٢٠٠) والترمذی فی (جامعه) فی الادب، باب: ما جاء فی التوقیت فی تقلیم الاظفار واخذ الشارب برقم (٢٧٥٨ و ٢٧٥٩) والنسائی فی (المجتبی من السنن) ١/ ١٥-١٦ فی الطهارة، باب: التوقیت فی ذلک۔ وابن ماجه فی (سننه) فی الطهارة، وسننها، باب: الفطرة برقم (٢٩٥) انظر (التحفة) برقم (١٠٧٠)

[600] ٥٢-(٢٥٩) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَ نَا يَحْيَى يَعْنِي ابْنَ سَعِيدٍ ح وَ حَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ قَالَ نَا أَبِي جَمِيعًا عَنْ عُبَيْدِ اللهِ عَنْ نَافِعٍ

عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ ((أَحْفُوا الشَّوَارِبَ وَأَعْفُوا اللُّحَى))

[600] ۔حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مرفوع روایت ہے کہ آپ نے فرمایا، مونچھیں خوب کترو، اور ڈاڑھی بڑھاؤ۔"

مفردات الحديث ❶ أحْفُوا: اچھی طرح زائل کرنا، مونچھیں خوب، اچھی طرح تراشنی چاہئیں۔ ❷ اَعْفُوا اللُّحٰی: اعفاء ترک کرنے چھوڑ دینے کو کہتے ہیں۔ اور لُحیٰ، لِحْيَةٌ کی جمع ہے۔ (رخساروں اور ٹھوڑی کے بال)

[601] ٥٣-(. . .) وَ حَدَّثَنَاهُ قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ عَنْ مَالِكِ بْنِ أَنَسٍ عَنْ أَبِي بَكْرِ بْنِ نَافِعٍ عَنْ أَبِيهِ

عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنْ امرنا باحفاء الشوارب و اعفاء اللحية

[601] ہمیں مونچھیں اچھی طرح ترشوانے اور ڈاڑھی بڑھانے کا حکم دیا گیا ہے۔

مفردات الحديث داڑھی کو پورا چھوڑو، کیونکہ اَوفی النذر کا معنی ہے نذر پوری کی، اوفی بالوعد وعدہ پورا کیا، اوفی الکیل پیمانہ پورا ناپا۔ اوفی فلانا حقه، اس کا حق پورا دیا۔

[602] ٥٤-(. . .) حَدَّثَنَا سَهْلُ بْنُ عُثْمَانَ قَالَ نَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ عَنْ عُمَرَ بْنِ مُحَمَّدٍ قَالَ نَا نَافِعٌ

عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ خَالِفُوا الْمُشْرِكِينَ ((أَحْفُوا الشَّوَارِبَ وَأَوْفُوا اللُّحَى))

[602] حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "مشرکوں کی مخالفت کرو، مونچھیں مٹاؤ اور داڑھی بڑھاؤ۔" (مکمل طور پر چھوڑو)

[603] ٥٥-(٢٦٠) وَحَدَّثَنِي أَبُوبَكْرِ بْنُ إِسْحٰقَ قَالَ أَنَا ابْنُ أَبِي مَرْيَمَ قَالَ أَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ أَخْبَرَنِي الْعَلَاءُ بْنُ عَبْدِالرَّحْمٰنِ بْنِ يَعْقُوبَ مَوْلَى الْحُرَقَةِ عَنْ أَبِيهِ

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ ((جُزُّوا الشَّوَارِبَ وَأَرْخُوا اللُّحَى خَالِفُوا الْمَجُوسَ))

---

[600] اخرجه النسائي في (المجتبى) ١/ ١٦ في الطهارة، باب: احفاء الشارب واعفاء اللحى- وفي الزينة، باب: احفاء الشوارب واعفاء اللحية ٨/ ١٢٩ التحفة (٨١٧٧)

[601] اخرجه ابوداود في (سننه) في الترج، باب: في اخذ الشارب برقم (٤١٨٨) والترمذى في (جامعه) في الادب، ما جاء في اعفاء اللحية برقم (٢٧٦٥) انظر (التحفة) برقم (٨٥٤٢) انظر (التحفة) برم (٨٥٤٢) ولكن نسبه فيه الى الاستئذان فلم اجده فيه وانما وجدته في الادب كما اشرنا اليه۔

[602] اخرجه البخاري في (صحيحه) في اللباس، باب: تقليم الاظفار بر (٥٨٩٢) انظر (التحفة) برقم (٨٢٣٦)

[603] انفرد به مسلم- انظر (التحفة) برقم (١٤٠٨٩)

[603]۔حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''مونچھیں کاٹو، اور داڑھی لٹکاؤ، مجوس کی مخالفت کرو۔''

مفردات الحديث ❶ جَزّوا: خوب، اچھی طرح کاٹو۔ ❷ ارخوا اللحى: ڈاڑھی کو لمبا کرو، ارخاء کا معنی ہوتا ہے آزادی دینا، دراز کرنا، کہتے ہیں ارخی الفرس، گھوڑے کی رسی دراز کی۔ ارْخَى السِتر پردہ لٹکا دیا یا چھوڑ دیا۔

[604] ٥٦ـ(٢٦١)حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ وَأَبُوبَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالُوا نَا وَكِيعٌ عَنْ زَكَرِيَّآءَ بْنِ أَبِي زَائِدَةَ عَنْ مُصْعَبِ بْنِ شَيْبَةَ عَنْ طَلْقِ بْنِ حَبِيبٍ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ الزُّبَيْرِ

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم ((عَشْرٌ مِّنَ الْفِطْرَةِ قَصُّ الشَّارِبِ وَإِعْفَاءُ اللِّحْيَةِ وَالسِّوَاكُ وَاسْتِنْشَاقُ الْمَآءِ وَقَصُّ الْأَظْفَارِ وَغَسْلُ الْبَرَاجِمِ وَنَتْفُ الْإِبِطِ وَحَلْقُ الْعَانَةِ وَانْتِقَاصُ الْمَآءِ)) قَالَ زَكَرِيَّا قَالَ مُصْعَبٌ وَنَسِيتُ الْعَاشِرَةَ إِلَّا أَنْ تَكُونَ الْمَضْمَضَةَ زَادَ قُتَيْبَةُ قَالَ وَكِيعٌ انْتِقَاصُ الْمَآءِ يَعْنِي الِاسْتِنْجَآءَ

[604]۔حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دس چیزیں ہیں جو امور فطرت میں سے ہیں، مونچھوں کا ترشوانا، داڑھی کو چھوڑنا، مسواک کرنا، ناک میں پانی چڑھانا، ناخن کاٹنا یا تراشنا، انگلیوں کے جوڑوں کو دھونا، بغل کے بال اکھیڑنا، زیر ناف بالوں کو مونڈنا، پانی سے استنجاء کرنا، زکریا نے کہا، مصعب نے بتایا کہ دسویں چیز میں بھول گیا ہوں، ممکن ہے وہ کلی کرنا ہو، قتیبہ نے وکیع سے یہ اضافہ کیا کہ انتقاص الماء کا معنی استنجاء کرنا ہے۔

[605] وَ حَدَّثَنَاهُ أَبُو كُرَيْبٍ قَالَ أَنَا ابْنُ أَبِي زَائِدَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ مُصْعَبِ بْنِ شَيْبَةَ فِي هٰذَا الْإِسْنَادِ مِثْلَهُ غَيْرَ أَنَّهُ قَالَ قَالَ أَبُوهُ وَنَسِيتُ الْعَاشِرَةَ

[605] امام صاحب مذکورہ بالا روایت ایک اور سند سے بیان کرتے ہیں اور ابو برزہ سے نقل کرتے ہیں کہ میں دسویں بات بھول گیا ہوں۔

[604] اخرجه ابوداود فی (سننه) فی الطهارة، باب: السواك من الفطرة برقم (٥٣) والترمذی فی (جامعه) فی الادب، باب: ما جاء فی تقليم الاظفار برقم (٢٧٥٧) والنسائی فی (المجتبی) ٨/ ١٢٧ـ١٢٨ فی الزينة، باب: الفطرة۔ وابن ماجه فی (سننه) فی الطهارة وسننها، باب: الفطرة برقم (٢٩٣) انظر (التحفة) برقم (١٦١٨٨)

[605] تقدم تخريجه فی الحديث برقم (٦٠٣)

مفردات الحدیث ٭ براجم، بُرجمة کی جمع ہے، انگلیوں کے جوڑ، پورے، کیونکہ ان میں میل کچیل رہ جاتی ہے۔

فائدہ :...... اس حدیث میں دس چیزوں کو امور فطرت سے قرار دیا گیا ہے، فطرت کے معنی ومفہوم کے بارے میں شارحین کی رائے میں لفظی اختلاف ہے، بعض حضرات کے نزدیک فطرت سے مراد، سنت انبیاء یعنی پیغمبروں کا طریقہ اور عمل ہے کیونکہ مستخرج ابی عوانہ کی روایت میں فـطـرة کی جگہ سنه کا لفظ ہے، یعنی عَشْـرٌ مِنَ السُّنَّةِ کے الفاظ ہیں، گویا انبیاء علیہم السلام نے جس طریقہ پر خود زندگی گزاری اور اپنی اپنی امتوں کو جس راہ پر چلنے کی تلقین وہدایت کی، اس میں یہ دس باتیں شامل تھیں، اس طرح یہ دس امور انبیاء علیہم السلام کے مشترکہ معمولات اور متفقہ تعلیم کا حصہ ہیں اور اس سے ان حضرات کے نظریہ یا رائے کی تعلیط سمجھ میں آ جاتی ہے جو سنۃ کا معنی، اصول فقہ کی اصطلاح والا لیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ داڑھی رکھنا سنت ہے، بعض شارحین کے نزدیک فطرۃ سے مراد، دین فطرت یعنی اسلام ہے، کیونکہ قرآن مجید میں، دین حنیف کو فِـطْـرَتَ الـلّٰهِ الَّتِیْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَیْهَا، سے تعبیر کیا گیا ہے۔ یعنی یہ امور دین اسلام کے اجزاء یا احکام میں سے ہیں، بعض شارحین نے فطرۃ کا معنی، انسان کی فطرت اور جبلت کیا ہے کہ یہ دس چیزیں، انسان کی اصل فطرت جو اللہ نے بنائی ہے کا تقاضا ہیں، جس طرح انسان کی اصل فطرت یہ ہے کہ وہ ایمان، نیکی اور طہارت وپاکیزگی کو پسند کرتا ہے اور کفر، فواحش ومنکرات اور گندگی وپلیدی کو ناپسند کرتا ہے، اس طرح اگر انسان اپنی اصل فطرت پر قائم ہے، اور وہ کسی خارجی اثر اور ماحول سے ماؤف اور فاسد نہیں ہو چکی، تو وہ مذکورہ بالا دس امور کو پسند کرے گی، ہماری معروضات سے یہ حقیقت خود بخود نکھر کر سامنے آ جاتی ہے کہ لفظ فطرت کا مطلب خواہ سنت انبیاء ہو یا فطرت اسلام ہو، اور خواہ انسان کی اصل فطرت وجبلت ہو، حدیث کا مدعا تینوں صورتوں میں ایک ہی ہوگا کہ یہ دس چیزیں انبیاء علیہم السلام کے لائے ہوئے دس متفقہ طریقہ زندگی، اور اس دین فطرت اسلام کے اجزا واحکام میں سے ہیں، جو دراصل انسان کی اصل فطرت وجبلت کا تقاضا ہیں، کیونکہ انبیاء علیہم السلام جو طریقہ زندگی اور جو دین لے کر آتے ہیں، وہ دراصل انسانی فطرت کے تقاضوں ہی کی، مستند اور مفید تشریح ہوتی ہے، جو اللہ تعالیٰ اپنے انبیاء علیہم السلام کے ذریعہ بیان فرماتا ہے۔ محدثین کی متفقہ رائے ہے کہ راوی کی روایت کا اعتبار ہوتا ہے، اس کی رائے، یا عمل کا نہیں، یہاں احادیث میں ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت میں ڈاڑھی کے لیے اَعْـــفُـــو اللحیٰ اور اَوْفُو اللحیٰ کے لفظ ہیں، اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں أرخوا اللحی ہے، ان الفاظ کا صریح تقاضا ہے کہ داڑھی میں کسی قسم کی تراش، خراش نہ کی جائے۔ اب صریح روایات کی موجودگی میں بعض ضعیف حدیثوں اور ابن عمر اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہم کے فعل سے استدلال کرتے ہوئے، داڑھی میں تراش، خراش کر لینا یا قبضہ کو سنت قرار دینا درست نہیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے کا تقاضا یہ ہے کہ کسی کی کمی وبیشی یا کسی کی رائے اور عمل کو دخیل کیے بغیر آپ کے ارشاد کو من وعن تسلیم کر لیا جائے، خصوصاً جبکہ یہ بات ثابت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی داڑھی

مبارک دراز اور گھنی تھی، جو سینہ مبارک کو بھر لیتی تھی، تو رسول اللہ ﷺ سے عقیدت ومحبت اور آپ کے اسوۂ حسنہ کا تقاضا یہ ہے کہ صورت وسیرت میں آپ کی کامل پیروی کی جائے، اور اس سے پہلوتہی کے لیے حیلے اور بہانے نہ تراشے جائیں بلکہ آپ پر ایمان اور آپ سے عقیدت ومحبت اور آپ کے اسوۂ حسنہ کا اصل تقاضا تو یہ ہے کہ جہاں تک ممکن ہو فرض وسنت یا مستحب کی بحث میں پڑے بغیر آپ کا اتباع اور اقتدا کی جائے اور آپ کے طرز عمل اور طریقہ سے ممکن حد تک پہلوتہی سے گریز کیا جائے، اس لیے اس بحث میں پڑنے کی ضرورت نہیں کہ ان دس امور کے بارے میں ائمہ اربعہ کے نظریات اور آراء کیا ہیں۔

۱۷...... باب الا ستطابة

باب ۱۷: استنجا کرنا یا پاکیزگی حاصل کرنا

[606] ۵۷ـ(۲۶۲) وَ حَدَّثَنَا أَبُوبَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا أَبُو مُعَاوِيَةَ وَوَكِيعٌ عَنِ الْأَعْمَشِ ح وَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيٰى وَاللَّفْظُ لَهُ قَالَ أَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ عَبْدِالرَّحْمٰنِ بْنِ يَزِيدَ

عَنْ سَلْمَانَ قَالَ قِيلَ لَهُ قَدْ عَلَّمَكُمْ نَبِيُّكُمْ ﷺ كُلَّ شَيْءٍ حَتَّى الْخِرَاءَةَ قَالَ فَقَالَ أَجَلْ لَقَدْ نَهَانَا أَنْ نَسْتَقْبِلَ الْقِبْلَةَ لِغَائِطٍ أَوْ بَوْلٍ أَوْ أَنْ نَسْتَنْجِيَ بِالْيَمِينِ أَوْ أَنْ نَسْتَنْجِيَ بِأَقَلَّ مِنْ ثَلَاثَةِ أَحْجَارٍ أَوْ أَنْ نَسْتَنْجِيَ بِرَجِيعٍ أَوْ بِعَظْمٍ

[606]۔ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ان سے (طنزاً) پوچھا گیا کہ تمہارے نبی نے تم لوگوں کو سب باتوں کی تعلیم دی ہے، یہاں تک کہ پاخانہ کرنے کا طریقہ بھی (سکھایا ہے) تو سلمان رضی اللہ عنہ نے کہا، ہاں (ہمیں سب کچھ سکھایا ہے) آپ نے ہمیں منع فرمایا ہے کہ ہم پاخانہ یا پیشاب کے وقت قبلہ کی طرف رخ کریں یا یہ کہ ہم داہنے ہاتھ سے استنجا کریں، یا یہ کہ ہم استنجے میں تین پتھروں سے کم استعمال کریں، یا یہ کہ ہم استنجا کریں، کسی چوپائے کے فضلے (گوبر) یا ہڈی سے۔

[606] اخرجه ابوداود فی (سننه) فی الطهارة، باب: كراهية استقبال القبلة عند قضاء الحاجة برقم (۷) مطولا۔ والترمذی فی (جامعه) فی الطهارة، باب: الاستنجا بالحجارة وقال: و حديث سلمان فی هذا الباب حديث حسن صحيح برقم (۱٦) والنسائی فی (المجتبى من السنن) فی الطهارة، باب: النهی عن الاكتفاء فی الاستطابة ...... ۱/ ۳۸ وفی ۱/ ٤٤ باب: النهی عن الاستنجا باليمين۔ وابن ماجه فی (سننه) فی الطهارة وسننها، باب: الاستنجا بالحجارة والنهی عن الروث والرمة برقم (۳۱٦) مطولا۔ انظر (التحفة) برقم (٤٥٠٥)

[607] (. . .) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى قَالَ نَا عَبْدُالرَّحْمٰنِ قَالَ نَا سُفْيَانُ عَنِ الْأَعْمَشِ وَمَنْصُورٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ عَبْدِالرَّحْمٰنِ بْنِ يَزِيدَ

عَنْ سَلْمَانَ قَالَ قَالَ لَنَا بَعْضُ الْمُشْرِكُونَ إِنِّي أَرَى صَاحِبَكُمْ يُعَلِّمُكُمْ حَتّٰى يُعَلِّمَكُمْ الْخِرَائَةَ فَقَالَ أَجَلْ أَنَّهُ نَهَانَا أَنْ يَّسْتَنْجِيَ أَحَدُنَا بِيَمِينِهٖ أَوْ يَسْتَقْبِلَ الْقِبْلَةَ وَنَهَانَا عَنِ الرَّوْثِ وَالْعِظَامِ وَقَالَ ((لَا يَسْتَنْجِي أَحَدُكُمْ بِدُونِ ثَلٰثَةِ أَحْجَارٍ))

[607] ۔حضرت سلمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہمیں (بعض) مشرکوں نے کہا، میرا خیال ہے تمہارا ساتھی تمہیں ہر چیز سکھاتا ہے، یہاں تک کہ تمہیں قضائے حاجت کا طریقہ بھی بتاتا ہے، تو اس (سلمان) کہا، ہاں، انہوں نے ہمیں منع فرمایا ہے کہ ہم میں سے کوئی اپنے دائیں ہاتھ سے استنجا کرے یا قبلہ کی طرف منہ کرے اور آپ نے ہمیں، گوبر اور ہڈی کے استعمال سے روکا ہے اور آپ نے فرمایا ہے کہ تم میں سے کوئی تین پتھروں سے کم سے استنجا نہ کرے۔

[608] ۵۸۔(۲۶۳) حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ نَا رَوْحُ بْنُ عُبَادَةَ قَالَ نَا زَكَرِيَّاءُ بْنُ إِسْحٰقَ قَالَ نَا أَبُو الزُّبَيْرِ أَنَّهُ سَمِعَ

عَنْ جَابِرٍ يَقُولُ نَهٰى رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ أَنْ يُّتَمَسَّحَ بِعَظْمٍ أَوْ بِبَعْرٍ

[608] ۔حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہڈی یا مینگنی (لیڈنا) سے استنجا کرنے سے منع فرمایا۔

مفردات الحديث ❶ خِـراة: قضائے حاجت کی ہیئت وکیفیت اور اگر خـراء ہو تو پاخانہ کو کہیں گے۔
❷ غائط: نشیبی زمین کو کہتے ہیں، مراد پاخانہ ہے۔ ❸ رجیع یا روث: گوبر۔ ❹ عظم: ہڈی۔ ❺ بعر: مینگنی۔

فائدہ :......جس طرح کھانا پینا، پہننا انسان کی بنیادی ضروریات میں سے ہیں، اس طرح بول و براز انسان کے ساتھ لگا ہوا ہے، رسول اکرم ﷺ نے جس طرح زندگی کے دوسرے کاموں اور دوسرے شعبوں کے بارے میں ہدایات وتعلیمات دی ہیں، اس طرح پیشاب، پاخانہ اور طہارت واستنجا کے بارے میں بھی مندرجہ ذیل ہدایات دی ہیں، جو اسلام کے کامل ضابطہ زندگی ہونے کا بین ثبوت ہیں: (۱) دایاں ہاتھ جس کو ہمارے خالق نے پیدائشی طور پر بائیں ہاتھ کے مقابلہ میں زیادہ قوت وطاقت اور صلاحیت کار بخشی ہے، اس کو استنجے کی گندگی وپلیدی کی صفائی کے لیے استعمال نہ کیا جائے۔ (۲) قضائے حاجت کے لیے اس طرح نہ بیٹھا جائے کہ انسانی کا رخ یا پشت قبلہ کی طرف ہو، کیونکہ قبلہ کے ادب واحترام کا تقاضا یہی ہے، تفصیل آگے آرہی ہے۔ (۳) بول و براز کی صفائی کے لیے کم از کم تین پتھر

---

[607] تقدم تخريجه في الحديث السابق برقم (٦٠٥)

[608] اخرجه ابوداود في (سننه) في الطهارة، باب: ما ينهى عنه ان يستنجى به برقم (٣٨) انظر (التحفة) برقم (٢٧٠٩)

یا ڈھیلے استعمال کیے جائیں۔(۴) کسی جانور کی گری پڑی ہڈی یا اس کے خشک فضلے، لید، گوبر وغیرہ سے استنجا نہ کیا جائے۔

۱۸...... بَابُ اِسْتِبْقَالِ الْقِبْلَةِ بِغَائِطٍ اَوْ بَوْلٍ

باب ۱۸: پاخانہ اور پیشاب کے وقت قبلہ کی طرف منہ کرنا (نسخہ میں باب کا لفظ نہیں ہے)

[609] ٥٩ـ(٢٦٤)وَ حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَابْنُ نُمَيْرٍ قَالَا نَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ ح وَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى وَاللَّفْظُ لَهُ قَالَ قُلْتُ لِسُفْيَانَ بْنِ عُيَيْنَةَ سَمِعْتُ الزُّهْرِيَّ يَذْكُرُ عَنْ عَطَآءِ بْنِ يَزِيدَ اللَّيْثِيِّ عَنْ أَبِي أَيُّوبَ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ ((إِذَا أَتَيْتُمُ الْغَائِطَ فَلَا تَسْتَقْبِلُوا الْقِبْلَةَ وَلَا تَسْتَدْبِرُوهَا بِبَوْلٍ وَلَا غَآئِطٍ وَلٰكِنْ شَرِّقُوْا أَوْ غَرِّبُوْا)) قَالَ أَبُو أَيُّوبَ فَقَدِمْنَا الشَّامَ فَوَجَدْنَا مَرَاحِيضَ قَدْ بُنِيَتْ قِبَلَ الْقِبْلَةِ فَنَنْحَرِفُ عَنْهَا وَنَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ

[609]۔حضرت ابو ایوب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''جب تم قضائے حاجت کرنے لگو تو نہ قبلہ کی طرف منہ کرو اور نہ اس کی طرف پشت کرو، پیشاب کرنا ہو یا پاخانہ، لیکن مشرق یا مغرب کی طرف منہ کیا کرو، ابو ایوب رضی اللہ عنہ نے کہا، ہم شام گئے، تو ہم نے بیت الخلاء، قبلہ رخ بنے پائے، تو ہم ان سے انحراف کرتے (پہلو بدلتے) اور اللہ سے معافی طلب کرتے تھے)

مفردات الحدیث ❶ شرقوا، او غربوا: کہ مشرق کی طرف رخ کرو یا مغرب کی طرف، اس کے مخاطب اہل مدینہ ہیں، کیونکہ ان کا قبلہ مشرق یا مغرب کی سمت میں نہیں پڑتا، جن کا قبلہ مشرق یا مغرب ہے، وہ اس کے مخاطب نہیں ہیں۔ ❷ مَرَاحِيْض: مِرحَاض کی جمع ہے۔ بیت الخلاء لیٹرین۔ نَنْحَرِفُ عَنْهَا: کے مختلف معانی کیے گئے ہیں۔ ہم ان کو استعمال نہ کرتے، جہت قبلہ سے انحراف کر لیتے، جہاں تک ممکن ہوتا، پہلو بدل لیتے۔ ❸ نستغفر الله: انحراف کے باوجود کچھ نہ کچھ قبلہ رخ رہ جانے سے معافی طلب کرتے، مادی گندگی سے گناہ یاد آ جاتے، اس لیے اپنے گناہوں کی معافی طلب کرتے ہیں۔ شام کے لوگ جنہوں نے یہ

[609] اخرجه البخاري في (صحيحه) في الوضوء، باب: لا تستقبل القبلة بغائط او بول، الا عند البناء: جدار او نحوه برقم (١٤٠٤) وفي الصلاة، باب: قبل اهل المدينة واهل الشام والمشرق برقم (٣٩٤) مطولا- وابوداود في (سننه) في الطهارة، في باب: كراهية استقبال القبلة عند قضاء الحاجة برقم (٩) مطولا- والترمذي في (جامعه) في الطهارة، باب: النهي عن استدبار القبلة بغائط او بول برقم (٨) مطولا- والنسائي في (المجتبى من السنن) في الطهارة، باب: الامر باستقبال المشرق او المغرب عند الحاجة ١/ ٢٣- وابن ماجه في (سننه) في الطهارة وسننها، باب: النهي عن استقبال القبلة، بالغائط والبول برقم (٣١٨) بنحوه- انظر (التحفة) برقم (٣٤٧٨)

مراحیض بنائی تھیں وہ کافر تھے اس لیے ان کے لیے معافی طلب کرنے کا سوال پیدا نہیں ہوتا۔ (قبلہ کی طرف رخ یا پشت کرنے کے بارے میں علماء کی آراء آگے آ رہی ہیں)

[610] ٦٠-(٢٦٥) وَ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ الْحَسَنِ بْنِ خِرَاشٍ قَالَ نَا عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْوَهَّابِ قَالَ نَا يَزِيدُ يَعْنِي ابْنَ زُرَيْعٍ قَالَ نَا رَوْحٌ عَنْ سُهَيْلٍ عَنِ الْقَعْقَاعِ عَنْ أَبِي صَالِحٍ

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنْ رَّسُولِ اللّٰهِ ﷺ قَالَ ((إِذَا جَلَسَ أَحَدُكُمْ عَلٰى حَاجَتِهٖ فَلَا يَسْتَقْبِلِ الْقِبْلَةَ وَلَا يَسْتَدْبِرْهَا))

[610]۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب تم سے کوئی قضائے حاجت کے لیے بیٹھے، تو نہ قبلہ کی طرف منہ کرے اور نہ اس کی طرف پشت کرے۔''

[611] ٦١-(٢٦٦) وَ حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ بْنِ تَعْنَبٍ قَالَ نَا سُلَيْمٰنُ يَعْنِي ابْنَ بِلَالٍ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ يَحْيٰى عَنْ عَمِّهٖ

عَنْ وَاسِعِ بْنِ حَبَّانَ قَالَ كُنْتُ أُصَلِّي فِي الْمَسْجِدِ وَعَبْدُاللّٰهِ ابْنُ عُمَرَ مُسْنِدٌ ظَهْرَهٗ إِلَى الْقِبْلَةِ فَلَمَّا قَضَيْتُ صَلَاتِي انْصَرَفْتُ إِلَيْهِ مِنْ شَقِّي فَقَالَ عَبْدُاللّٰهِ يَقُولُ نَاسٌ إِذَا قَعَدْتَ لِلْحَاجَةِ تَكُونُ لَكَ فَلَا تَقْعُدْ مُسْتَقْبِلَ الْقِبْلَةِ وَلَا بَيْتَ الْمَقْدِسِ قَالَ عَبْدُاللّٰهِ وَلَقَدْ رَقِيتُ عَلٰى ظَهْرِ بَيْتٍ فَرَأَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ قَاعِدًا عَلٰى لَبِنَتَيْنِ مُسْتَقْبِلًا بَيْتَ الْمَقْدِسِ لِحَاجَتِهٖ

[611]۔ واسع بن حبان بیان کرتے ہیں میں مسجد میں نماز پڑھ رہا تھا اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ اپنی پشت قبلہ کی طرف لگا کر بیٹھے ہوئے تھے، تو جب میں نے اپنی نماز پوری کر لی، ایک طرف سے ان کی طرف مڑا، تو عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا، کچھ لوگ کہتے ہیں، جب تم اپنی حاجت پوری کرنے کے لیے بیٹھو تو قبلہ کی طرف اور بیت المقدس کی طرف

[610] انفرد به مسلم۔ انظر (التحفة) برقم (١٢٨٥٨)

[611] اخرجه البخاری فی (صحیحه) فی الوضوء، باب: من تبرز علی لبنتین برقم (١٤٥) مطولا۔ وفی باب: التبرز فی البیوت بر (١٤٨ و ١٤٩) وفی فرض الخمس، باب: ما جاء فی بیوت ازواج النبی ﷺ وما نسب الیهن برقم (٣١٠٢) وابوداود فی (سننه) فی الطهارة، باب: الرخصة فی ذلك برقم (١٢) والترمذی فی جامعه فی الطهارة۔ باب ماجاء فی الرخصة فی ذلك برقم ١٣۔ وقال: حدیث حسن صحیح۔ والنسائی فی (المجتبی من السنن) ١/ ٢٣ فی الطهارة، باب الرخصة فی ذلك فی البیوت۔ وابن ماجه فی (سننه) فی الطهارة وسننها، باب: الرخصه فی ذلك وتكنیف، واباحته دون الصحاری برقم (٣٢٢) مطولا۔ انظر (التحفة) برقم (٨٥٥٢)

منہ کر کے نہ بیٹھو، عبد اللہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں حالانکہ میں گھر کی چھت پر چڑھا تو میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ قضائے حاجت کے لیے دو اینٹوں پر (بیت المقدس کی طرف رخ کر کے) بیٹھے ہوئے تھے۔

[612] ٦٢۔(. . .) حَدَّثَنَا أَبُوبَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا مُحَمَّدُ بْنُ بِشْرٍ الْعَبْدِيُّ قَالَ نَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ يَحْيَى بْنِ حَبَّانَ عَنْ عَمِّهِ وَاسِعِ بْنِ حَبَّانَ

عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ رَقِيتُ عَلَى بَيْتِ أُخْتِي حَفْصَةَ فَرَأَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ قَاعِدًا لِحَاجَتِهِ مُسْتَقْبِلَ الشَّامِ مُسْتَدْبِرَ الْقِبْلَةِ

[612]۔حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں اپنی بہن حفصہ کے گھر کی پشت پر چڑھا تو میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا اپنی حاجت پوری کرنے کے لیے شام کی طرف رخ کر کے، قبلہ کو پشت کر کے بیٹھے ہوئے تھے۔

فائدہ:...... قضائے حاجت کے وقت قبلہ کی طرف منہ یا پیٹھ کرنے کے بارے میں ائمہ کرام کے مختلف نظریات ہیں، ہم صرف مشہور آراء ذکر کرتے ہیں: (۱) قبلہ کی طرف رخ اور پشت کھلی جگہ یا صحرا میں ناجائز ہے، بنیان (عمارت) یا بند جگہ میں جائز ہے۔ امام مالک اور امام شافعی رحمہما اللہ کا نظریہ یہی ہے۔ امام اسحاق بن راہویہ اور ایک قول کے مطابق امام احمد رحمہ اللہ کا موقف بھی یہی ہے۔ (۲) استقبال واستدبار دونوں جگہ کھلی جگہ یا صحراء ہو یا بیت الخلاء اور بند جگہ ناجائز ہے، ابراہیم نخعی اور سفیان ثوری کا موقف یہی ہے اور حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ اس کے قائل تھے، ایک قول کے مطابق امام احمد رحمہ اللہ بھی اس کے قائل تھے۔ (۳) استقبال واستدبار ہر جگہ جائز ہے کوئی پابندی نہیں۔ امام ربیعہ الرائے اور داؤد ظاہری اور عروہ بن زبیر کا یہی نظریہ ہے۔ (۴) استقبال کس جگہ جائز نہیں اور استدبار ہر جگہ جائز ہے۔ امام احمد رحمہ اللہ اور ایک قول کے مطابق امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا نظریہ بھی یہی ہے۔ (شرح صحیح مسلم: ۱/۱۳۰)

احناف کا مشہور موقف یہی ہے کہ استقبال اور استدبار دونوں کہیں بھی جائز نہیں۔ صحیح بات یہی ہے کہ قبلہ کے ادب واحترام اور تہذیب وشائستگی کا تقاضا یہی ہے کہ حتی المقدور یہی کوشش کرنی چاہیے کہ قضائے حاجت کے وقت قبلہ کی طرف منہ یا پشت نہ ہو، اگرچہ انسان بیت الخلاء اور قریبی آڑ یا رکاوٹ کی صورت میں سمجھتا ہے کہ میرا منہ قبلہ کی طرف نہیں، دیوار کی طرف ہے جیسا کہ انسان کسی کے سامنے قضائے حاجت میں شرم وحیاء محسوس کرتا ہے لیکن اگر درمیان میں پردہ حائل ہے تو کوئی حرج نہیں سمجھتا، اس لیے کسی ضرورت یا مجبوری کی صورت میں ہی استقبال یا استدبار کرنا چاہیے، کیونکہ جواز کی گنجائش موجود ہے۔

[612] تقدم تخریجه فی الحدیث السابق برقم (٦١٠)

ذخیرۂ الفاظِ حدیثِ نبوی ﷺ پر مشتمل اُردو زبان میں سب سے جامع کتاب
لغات الحدیث عربی - اُردو
حضرت علامہ وحید الزماں رحمۃ اللہ علیہ
یہ کتاب رسول اللہ ﷺ کی احادیث مبارکہ کے الفاظ کی اُردو زبان میں سب سے جامع لغت ہے۔
یہ کتاب علامہ وحید الزماں کا اُردو زبان میں منفرد عظیم الشان کارنامہ ہے۔ جسکی تکمیل مجموعی طور پر پانچ سالوں میں ہوئی۔
یہ منفرد اور جامع کتاب پہلی مرتبہ ۱۳۲۵ھ/۱۹۰۷ء کو ''انوار اللغۃ ملقب بہ وحید الغات'' کے نام سے شائع کی گئی۔
دوسری مرتبہ علامہ وحید الزماںؒ نے نظر ثانی کر کے مفید اضافوں کے ساتھ بنگلور (انڈیا) سے اسے ''اسرار اللغۃ المقلب بہ وحید اللغات'' کے نام سے شائع کیا۔
اس کتاب کا تیسرا ایڈیشن بھی بھارت ہی سے ''لغات الحدیث'' کے مختصر نام سے شائع ہوا بعد ازاں اسی کا عکسی ایڈیشن پاکستان میں (کراچی) سے شائع ہوتا رہا۔
لغات الحدیث کو اپنی پہلی اشاعت کے تقریباً ایک سو سال کے بعد موجودہ دور میں ''نعمانی کتب خانہ'' (لاہور پاکستان) سے پہلی مرتبہ نہایت اعلیٰ تحقیقی معیار اور جدید اُسلوب کے ساتھ کمپیوٹر کمپوز شدہ ایڈیشن اپنے باذوق قارئین کی خدمت میں شایان شان انداز میں پیش کرنے کی سعادت حاصل ہو رہی ہے۔
عربی زبان کا کوئی بھی ایسا لفظ جو کسی بھی حدیث کی کتاب میں مذکور ہو خواہ وہ کتاب اہل سنت کی ہو یا اہل تشیع کی، وہ حدیث صحیح ہو یا ضعیف، اُس کا ترجمہ آپکو مذکورہ لغات میں ضرور ملے گا۔ نیز خیر القرون کے معروف لوگوں، عالموں، حاکموں، شاعروں اور ادیبوں وغیرہ کے اقوال مع تراجم بھی کتاب ہذا کی زینت ہیں۔
موجودہ جدید کمپیوٹر کمپوزنگ کے دوران حتی المقدور قدیم الفاظ کو جدید اُردو الفاظ کے ساتھ تبدیل کیا گیا ہے اور بعض جگہوں پر جملوں کی تصحیح کے ساتھ ساتھ حواشی لگانے کا اہتمام بھی کیا گیا ہے۔ اور کتاب میں مذکور تمام فارسی اشعار کا اُردو ترجمہ حاشیہ میں ذکر کر دیا گیا ہے۔
لغت کا ترجمہ عالمانہ اور با محاورہ اُردو میں کیا گیا ہے۔ جس سے عربی لفظ کا اُردو مترادف نہایت آسانی سے مل جاتا ہے اور ترجمہ کرنے والوں کو سہولت فراہم کرتا ہے۔ عربی الفاظ پر اعراب لگ جانے کے باعث اب یہ کتاب مبتدی اور منتہی دونوں افراد کے لیے یکساں موزوں ہو گئی ہے۔ لغات الحدیث میں لفظ کو سمجھانے کے لیے مؤلفؒ نے قدیم و جدید الفاظ اور محاورات کا ذخیرہ جمع کر دیا ہے نیز انہوں نے احادیث، تاریخی واقعات، ذاتی تجربات اور واقعات سے کام لے کر عام قاری کی دلچسپی کا سامان پیدا کر دیا ہے۔
عرب اور ہندوستان کے سماجی و معاشرتی، تاریخی و تمدنی اور معاشی و سیاسی واقعات کی تاریخ بھی رقم کر دی ہے۔
لغات الحدیث نہ صرف عام اُردو دان طبقے کے لیے مفید بلکہ اپنی جامعیت کی وجہ سے اہل علم کے لیے بھی متعدد لغات سے استغناً کا باعث ہے۔
علم و ادب کا یہ سمٹا ہوا دریا چار جلدوں پر محیط ہے۔
لغات الحدیث (چار جلد مکمل سیٹ) مبلغ 1620-00 روپے بذریعہ منی آرڈر ڈاک سے روانہ کر کے گھر بیٹھے حاصل کیا جا سکتا ہے۔
یہ کتاب اپنے ہر قریبی بک سٹال یا ذیلی ایڈریس سے طلب فرمائیں۔
نعمانی کتب خانہ حق سٹریٹ اُردو بازار لاہور
E-Mail: nomania2000@gmail.com
Tel:042-37321865 Mob: 0334-4229127